

هو امام الحجاز بل امام الناس في الفقه والحديث و كفاه فخرا ان الشافعي رحمه الله من اصحابه (ص: ٤)

”آپ فقہ اور حدیث میں حجاز کے بلکہ تمام (جہان کے) لوگوں کے امام ہیں۔ اور آپ رحمہ اللہ کے فخر کیلئے یہ کافی ہے

کہ امام شافعی رحمہ اللہ آپ کے (ارشاد) شاگردوں میں سے ہیں“

امام شافعی رحمہ اللہ کی شخصیت امامت حدیث و فقہ میں محتاج بیان نہیں۔ آپ اپنے استاد بزرگ امام مالک رحمہ اللہ کی شان میں فرماتے ہیں۔

”اذا ذكر العلماء فمالك النجم وما احد امن علي في علم الله من مالك رحمة الله عليه“ (مصنفی، ص: ٣)

”جب علماء کا ذکر ہو تو امام مالک (ان میں) روشن ستارہ ہیں اور مجھ پر علم الہی میں امام مالک رحمہ اللہ سے بڑھ کر کسی کا

احسان نہیں ہے۔

اسی طرح امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ جو جرح و تعدیل رجال کے مسلم امام اور مشہور نقاد ہیں اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ و

امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہم اجلہ محدثین کے استاد ہیں کہتے ہیں۔

كان مالك من حجة الله علي خلقه يعني امام مالک رحمہ اللہ خدا کی خلقت پر خدا کی ایک حجت تھے۔

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ ”مصنفی“ میں فرماتے ہیں۔

اہل نقل اتفاق دارند بر آنکہ چون حدیث بروایت او ثابت شد بدزوہ اعلیٰ صحت رسید (ص: ٤)

علماء حدیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جب کوئی حدیث آپ (امام مالک رحمہ اللہ) کی روایت سے ثابت ہو گئی۔ تو

بس صحت کے نہایت بلند نگرے پر پہنچ گئی۔“

قاضی ابن خلکان نے آپ کے حالات میں آپ کا قول نقل کیا ہے۔

وقال مالك قل رجل كنت اتعلم منه مامات حتى يجيئني ويستفيدني (جلد اول، ص: ٣٣٩)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کم ہوگا جس کسی سے میں نے کچھ سیکھا ہو اور وہ فوت ہو گیا ہو۔ حتیٰ کہ میرے پاس

آوے اور مجھ سے کچھ دریافت کرے۔“

**ولادت:-** آپ بعہد بنی امیہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں ۹۳ھ میں مدینہ الرسول ﷺ میں پیدا ہوئے۔ اس سے پہلے سنہ

میں مسلمانوں نے سپین فتح کیا تھا۔ (فتوح البلدان)

نسب: آپ عرب کے معزز قبیلہ ذی الصبح میں سے ابو عامر کی اولاد سے ہیں۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ مالک بن انس بن مالک بن ابی

عامر رحمہ اللہ و رضی اللہ عنہم۔

۱- ابو عامر رضی اللہ عنہ کی نسبت حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مصنفی میں لکھا ہے کہ وہ صحابی ہیں۔ اور سوائے غزوہ بدر کے سب

غزوات میں آنحضرت ﷺ کے فدائیوں میں شامل ہو کر آپ کے ساتھ رہے۔

۲- امام صاحب رحمہ اللہ کے جدا امجد کہ ان کا نام بھی ”مالک“ ہے۔ کبار تابعین اور ان کے علماء سے ہیں۔ آپ کو حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت

طلحہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت حسانؓ وغیرہم صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ اور پھر آپ سے آپ کے تینوں بیٹوں انس (والد امام مالک

رحمہ اللہ) ابوسہیل نافع اور رزیق نے اور دیگر بہت لوگوں رحمہم اللہ نے روایت کی۔ امام نسائی رحمہ اللہ وغیرہ نے آپ کو ثقہ کہا، ۴۷ھ میں فوت ہوئے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی تاریخ صغیر میں آپ کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جو ۷۰ھ اور ۸۰ھ کے درمیان فوت ہوئے۔

آپ ان چار جانباز وفاداروں میں سے ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھا کر قبرستان میں لے گئے تھے۔ حالانکہ وہ وقت

نہایت خوف اور بھاری فتنہ کا تھا۔ اور باغیوں کے ڈر سے کسی کو اٹھانے کی جرأت نہ پڑتی تھی۔

۳- امام صاحب رحمہ اللہ کا چچا ابو سہیل رحمہ اللہ بھی ثقافت تابعین سے ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے ان سے بھی بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ ان حالات سے معلوم ہو گیا کہ امام مالک رحمہ اللہ بزرگوں کی اولاد اور خاندان اہل علم سے ہیں۔  
حلیہ: - آپ رحمہ اللہ دراز قامت، بزرگ سر۔ صلح (جس کے تالو پر بال نہ ہوں) نہایت سفید رنگ مائل بسرخی یعنی خوب گوری رنگت کے (حسین ماہ جمین) تھے۔ نہایت صاحب وجاہت و باوقار تھے۔ مجلس میں حاضرین آپ کے رعب کی وجہ سے زیادہ گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔  
(تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۵۲-۲۵۳)

**امام مالک رحمہ اللہ سے حسن عقیدت:** - امام مالک رحمہ اللہ کی جلالت قدر اور عظمت شان جو خاکسار چچمداں کے دل میں ہے۔ اس کے لحاظ سے اور جس صفائی اور ثقاہت کے ساتھ آپ کی زندگی کے حالات اور آپ کے علمی کمالات و خدمات معلوم ہو چکے ہیں اس کے رو سے بحر طبیعت میں موجیں اٹھتی تھیں۔ کہ آپ کے حالات خوب سیر دل ہو کر لکھوں۔ لیکن موضوع باب کو ملحوظ رکھ کر طوالت سے بچنا چاہتا تھا۔ مگر انتخاب میں دقت واقع ہوتی تھی، کہ کیا لکھوں اور کیا نہ لکھوں، کیونکہ ہر امر جزوی کی نسبت خیال آتا تھا کہ اس کی یہ ضرورت ہے اور اس کا یہ فائدہ ہے۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ میں شدت اشتیاق اور کثرت معلومات اور عظمت شان سے محو حیرت ہو گیا۔ اور کئی روز کے بعد یہ خیال جما کہ اس امام ہمام عالی مقام کے حالات کی تفصیل سے اتر کر اختصار میں پڑھنے کی نسبت یہ بہتر ہے کہ آپ رحمہ اللہ کی تعریف و توصیف سے اپنا عجیب ظاہر کر دوں۔  
اس خیال کو رکھ کر پھر دوبارہ کتابوں کا مطالعہ شروع کیا کہ اگر مجھ سے پیشتر کسی بزرگ نے اس طریق پر آپ رحمہ اللہ کی تعریف کی ہو تو اس کا نقل کر دینا اپنے الفاظ عجز کی نسبت زیادہ موثر ہوگا۔ الحمد للہ کہ میری پڑتال و ورق گردانی کی محنت ٹھکانے لگی۔ اور گو ہر مقصود ہاتھ آ گیا۔ مولانا ابو الحسنات محمد عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کی عبارت جو متن میں نقل کی گئی۔ ”احب الصالحین و لست منہم؛ لعل اللہ یرزقنی صلاحاً“۔ خداوند! امام مالک رحمہ اللہ کو ہماری طرف سے اور تمام محدثین کی طرف سے اتنی جزائیں عطا کر کہ میزان میں زیادتی کی گنجائش باقی نہ رہے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۵۲)

## ہندوستان میں علم و عمل بالحدیث کیلئے متصوفین علماء کی خدمات

شیخ علی متقی قادری شاذلی جو پوری رحمہ اللہ:۔ المتولد ۸۸۵ھ المتوفی ۹۷۵ھ

ان کے حالات حسان الہند میر غلام علی صاحب آزاد بلگرامی رحمہ اللہ نے مآثر الکرام (دفتر اول) میں لکھتے ہیں اور شیخ شینا حضرت نواب صاحب رحمہ اللہ نے ابجد العلوم اور اتحاد النبلاء میں حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کتب سے نقل کیے ہیں۔  
نوٹ: شیخ عبدالحق صاحب مرحوم مرید تھے شیخ عبدالوہاب صاحب رحمہ اللہ کے اور وہ خلیفہ تھے حضرت شیخ علی متقی رحمہ اللہ کے۔

(تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۶۹)

**ذوق تصوف اور مرشد کی تلاش:** - شیخ علی متقی رحمہ اللہ اصل میں جو پوری ہیں۔ آپ کی پیدائش ۸۸۵ھ میں شہر برہان پور (علاقہ دکن) میں ہوئی۔ ان کے والد ماجد صوفی مشرب تھے۔ انہوں نے ان کو ان کی طفولیت ہی میں اپنے پیر شیخ باجن رحمہ اللہ کی بیعت میں منسلک کر دیا۔ سن تمیز کو پہنچے تو والد ماجد مرحوم کی موافقت میں شیخ باجن صاحب موصوف ہی کے حلقہ ارادت میں رہے لیکن جب بالغ ہو گئے۔ اور والد جسمانی اور پیر روحانی ہر دو خدا کی رحمت کے سائے میں چلے گئے تو بزرگوں کے مشہور قول کے مطابق کہ وہ بچہ جو بچپن میں کسی شیخ کی مریدی میں داخل ہوا جب بلوغت کو پہنچے تو اسے اختیار خود باقاعدہ شیخ باجن مرحوم کے فرزند شیخ عبدالحکیم صاحب رحمہ اللہ سے خرقہ پوشی کی منسلک ہو جائے۔ انہوں نے اس کے مطابق با اختیار خود باقاعدہ شیخ باجن مرحوم کے فرزند شیخ عبدالحکیم صاحب رحمہ اللہ سے خرقہ پوشی کی سعادت حاصل کی۔ چونکہ تصوف کی چاٹ بچپن میں لگ چکی تھی اور تم کی تاثیر بھی تھی اور نشوونما بھی اسی چشمہ صافی کی سیرابی سے ہوئی تھی۔ اور معصوم طبع اسی رنگ کی گلکاری سے مزین ہو چکی تھی۔ اس لیے طبیعت میں یہ پیاس ہمیشہ رہی کہ کوئی مرد خدا ملے جو مجھے راہ حق دکھائے۔ اور منزل مقصود پر پہنچائے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۶۹)

سلسلہ قادری و شاذلی میں خلافت:- اسی تڑپ میں ملتان (علاقہ پنجاب) کی راہ پکڑی۔ اور علوم ظاہر و باطن میں حسام الدین متقی رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے اور مدت تک ان سے ظاہری و باطنی فیوض حاصل کرتے رہے۔ بعد ازاں ۹۵۳ھ میں عازم حرمین شریفین ہوئے اور مکہ معظمہ میں طرح اقامت ڈالی شیخ ابوالحسن بکری رحمہ اللہ اور شیخ ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کر کے خرقہ قادری و شاذلی و معزنی زیب تن فرمایا۔ نیز یہ تینوں خرقے شیخ محمد بن محمد سخاوی رحمہ اللہ سے پہنے۔

مرشد کا مرید سے بیعت ہو جانا:- زمانہ اقامت ملک میں آپ رحمہ اللہ کے تقویٰ و طہارت اور نشر علوم ظاہری اور فیض باطنی کی شہرت دور و نزدیک کے بلاد میں پھیل گئی۔ اور عوام و خواص آپ رحمہ اللہ کے فضائل و کمالات کا اعتراف کرنے لگے۔ حتیٰ کہ آپ رحمہ اللہ کے استاد شریعت اور شیخ طریقت شیخ ابن حجر مکی رحمہ اللہ مصنف ”صوافق محرکہ“ نے بھی آپ رحمہ اللہ کی شاگردی اختیار کی اور آپ رحمہ اللہ کے حلقہ ارادت میں منسلک ہو گئے۔ اور آپ رحمہ اللہ سے خرقہ تصوف زیب تن فرمایا۔

تصانیف:- آپ رحمہ اللہ کی تصانیف ایک سو سے زائد ہیں اور سب نافع و مفید ہیں۔ ان میں سے علم حدیث میں قابل قدر خدمت یہ ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب ”جمع الجوامع“ کو فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا۔ آپ رحمہ اللہ کے استاد ابوالحسن بکری مکی رحمہ اللہ اس کتاب کی نسبت فرماتے ہیں۔ کہ امام سیوطی رحمہ اللہ کا احسان تمام لوگوں پر ہے اور شیخ علی متقی رحمہ اللہ کا احسان امام سیوطی پر ہے۔ نیز حضور نواب صاحب مرحوم ابجد العلوم میں فرماتے ہیں۔ قد وقفت علی بعض توالیغہ فوجدتها نفاعہ مفیدة ممتعة تامة (ص: ۸۹۵) میں آپ کی بعض تصانیف سے واقف ہوا تو ان کو نفع مند مفید اور کامل کا رآمد پایا۔

قبولیت و اشارہ غیبی:- آپ رحمہ اللہ کے شاگرد و خلیفہ شیخ عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک عالیشان مکان دیکھا۔ جو بہشت بریں کے طور پر انوار و انہار سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ اور شیخ علی متقی رحمہ اللہ اس میں بیٹھے ہیں۔ اس مکان کے صحن میں بعض چھوٹی اور بعض بڑی نہریں اور نالیاں (البالب) بہ رہی ہیں۔ حضرت شیخ صاحب مرحوم نے مجھے ایک نہر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ جامع صغیر ہے۔ اور ایک نالی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ فلاں رسالہ ہے۔ پھر دوسری نالہ کی طرف کہ یہ فلاں رسالہ ہے۔ اسی طرح اپنی کتابوں اور رسالوں کے نام لے کر ہر ایک کو نہر اور نالی سے معین کرتے تھے۔ (اتحاف النبلاء، ص: ۳۲۶)

اہل علم و فضل کی قدر دانی:- شیخ شیخنا حضرت نواب صاحب مرحوم ملا علی قاری رحمہ اللہ کے حال میں فرماتے ہیں کہ ”زاد المتقین“ میں شیخ علی متقی رحمہ اللہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ اہل نجم سے ایک آدمی تھا۔ نہایت خوشخط۔ اس کو ملا علی قاری رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اس کی فضیلت اور اہلیت اور افلاس کو دیکھ کر میں نے اس سے تفسیر جلالین دس جدید پر خریدی، اس پر بھی فرماتے تھے کہ (ملا علی قاری رحمہ اللہ) نے عجب محنت اٹھائی ہے اس سے زیادہ (قیمت) پر بھی خرید سکتے ہیں حالانکہ تفسیر مذکور اہل مکہ کے خط سے ایک جدید کو دستیاب ہو جاتی تھی (اتحاف النبلاء، ص: ۳۲۶)

وفات:- آپ نوے سال کی عمر میں ۹۷۵ھ میں مکہ شریف میں فوت ہوئے۔ تاریخ وفات ”شیخ مکہ“ ہے۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی مصری (رحمہ اللہ) طبقات کبریٰ میں فرماتے ہیں۔

شیخ علی ہندی رحمہ اللہ نزیل مکہ شرفہ ہیں۔ ان سے ۹۴۷ھ میں مکہ شریف میں ملا۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ اور آپ رحمہ اللہ میرے ہاں تشریف لاتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ صاحب علم، صاحب ورع، زاہد (بے نفس) تھے۔ نحیف البدن تھے۔ فاقوں کی کثرت سے آپ رحمہ اللہ کے بدن پر ایک اوقیہ گوشت نہیں ہوگا۔ آپ رحمہ اللہ نہایت خاموش اور تنہائی پسند تھے۔ گھر سے سوائے حرم کعبہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کے نہیں نکلتے تھے۔ اور صفوں کے کناروں پر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ اور جلدی ہی واپس چلے جاتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے مجھ کو اپنے مکان میں داخل ہونے کا شرف بخشا تو میں نے آپ رحمہ اللہ کے پاس فقراء صادقین کی ایک جماعت دیکھی ہر فقیر ایک خاص حالت میں خدا کی طرف متوجہ تھا۔ بعض تو (قرآن شریف) کی تلاوت کر رہے تھے۔ اور بعض ذکر (الہی) میں (مشغول تھے) اور بعض مراقبہ میں (مستغرق)

تھے۔ اور بعض کتابوں کے مطالعہ میں (مصروف) تھے۔ مجھ کو مکہ شریف میں، لوگوں کی ملاقات و اشتغال کے متعلق، اس سے زیادہ کسی شے نے خوش نہیں کیا۔ آپ رحمہ اللہ کی تصانیف متعدد ہیں۔ مثلاً حافظ سیوطی رحمہ اللہ کی جامع صغیر کی (فقہی) ترتیب اور ”مختصر النہایہ“ وغیرہما۔ آپ رحمہ اللہ نے مجھ کو ایک نسخہ قرآن شریف اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا دکھایا۔ جو صرف ایک ورق پر (لکھا ہوا) تھا۔ اس کی ایک سطر میں ایک حزب کی چوتھائی تھی۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۶۹-۲۷۱)

**شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ مشائخ طریقت:** شیخ عبدالوہاب شعرانی مذکور الفوق عبدالوہاب رحمہ اللہ (پیر و مرشد شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ) کے سوا دوسرے بزرگ ہیں۔ آپ رحمہ اللہ دسویں صدی کے مصری مشائخ طریقت میں سے ہیں۔ شافعی المذہب تھے۔ شریعت و طریقت ہر دو کے جامع تھے۔ صاحب کرامت تھے۔ ائمہ دین اور بزرگوں کا ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ بالخصوص امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بہت ادب کرتے تھے۔ ان کے حق میں بے ادبی کرنے والے کو بہت برا جانتے تھے۔ بلکہ اگر ایسے گستاخوں پر کوئی بلا نازل ہو۔ تو ان کی عیادت بھی نہیں کرتے تھے۔ اختلافات ائمہ میں ان کی روش معتدل ہے۔ جہاں تک ہو سکے ان کے اقوال کی توجیہ بیان کر کے ان کے اختلافات کو جمع کرتے ہیں۔ اس امر میں ان کی کتاب میزان کبریٰ مشہور ہے۔ الحمد للہ اس فقیر کے پاس موجود ہے۔ صاحب تصانیف تھے۔ ان کی سب تصانیف مفید اور مقبول علماء ہیں۔ مجھ زلہ ربائے کو ان سے کمال عقیدت ہے۔ ۱۳۳۰ھ کے سفر حج کے ضمن میں (دیگر بلاد اسلامیہ کا سفر بھی کیا تھا۔ مصر، حیفہ، یافا، مزمرین، بیت المقدس اور دمشق) مصر میں نماز جمعہ جامع امام شافعی رحمہ اللہ میں پڑھ کر امام شافعی رحمہ اللہ کی قبر پر فاتحہ پڑھی۔ پھر مغرب کی نماز شیخ صاحب ممدوح کی جامع مسجد میں پڑھی اور آپ رحمہ اللہ کی قبر کی زیارت کی اور فاتحہ پڑھی۔ آپ ۹۷۳ھ میں فوت ہوئے۔ اللھم ارحمہ برحمتک الواسعۃ۔ (وضاحت ازخشی) (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۰-۲۷۱)

### شیخ محمد طاہر گجراتی رحمہ اللہ متصوف تبحر عالم دین

(ولادت ۹۱۲ھ وفات ۹۸۶ھ)

**بیعت تصوف:-** شیخ رضی الدین مرحوم کے بعد معلوم نہیں اس ملک میں کونسا محدث گزرا۔ ہاں جہاں تک معلوم ہوا۔ ہندیوں میں سے جس شخص نے ہندوستان میں علم حدیث کی طرح ڈالی۔ اور احیائے سنت مطہرہ و رد بدعات کا بیڑا اٹھایا وہ شیخ محمد طاہر صاحب رحمہ اللہ پٹن گجراتی ہیں۔ شیخ صاحب ممدوح قوم بوہرہ سے باشندگان پٹن گجرات سے تھے۔ آپ ۹۱۲-۹۱۴ھ میں پیدا ہوئے اور اس ملک کے باکمال بزرگوں سے تحصیل علم کرنے کے بعد سفر حرمین شریفین ”حرسہما اللہ و عظمہ شانہما“ سے مشرف ہوئے۔ وہاں کے مشائخ حدیث سے فن حدیث کی تکمیل کی۔ خصوصاً شیخ علی متقی جو نیپوری رحمہ اللہ مذکورہ الفوق سے۔ میر علی آزاد بلگرامی آثار الکرام میں فرماتے ہیں۔ ”علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد حرمین شریفین کی راہ لی، اور وہاں کے علماء اور مشائخ سے ملاقات کی خصوصاً شیخ علی متقی رحمہ اللہ سے کہ آپ کی محفل اشرف سے بہت سے فیوض حاصل کیے اور آپ رحمہ اللہ کی مریدی کی سعادت سے بھی فائز ہوئے“ مترجماً و ملخصاً، ص: ۱۹۴) بعدہ اپنے وطن کی طرف واپس ہوئے۔ اور اجرائے سنت مطہرہ اور رد بدعات میں نہایت سرگرمی سے سعی کرنے لگے۔ حتیٰ کہ اپنے دل میں عہد کر لیا کہ جب تک اپنی قوم کی پیشانی سے بدعت کا داغ نہ دھولوں گا۔ دستار سر پر نہ رکھوں گا۔ (بیجان اللہ)

**احیائے سنت کا سچا جذبہ:-** ۹۸۰ھ میں جب اکبر بادشاہ ہند نے گجرات کو مسخر کر لیا۔ اور پٹن میں جو شیخ صاحب ممدوح کا وطن تھا۔ شیخ صاحب سے ملاقات کی اور حالات معلوم کیے تو شاہ قدر شناس نے اپنے دست خاص سے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے سر پر دستار رکھی اور کہا کہ آپ کے دستار (مبارک) کو ترک کر دینے کا باعث ہمارے گوشگزار ہوا۔ دین اسلام کی نصرت آپ رحمہ اللہ کے ارادے کے موافق ہماری علالت کا فرض ہے۔

اسی سال میں گجرات کی حکومت خان اعظم مسند میرزا عزیز کو کلتاش کے سپرد کی گئی چنانچہ اس کی اعانت و توجہ خصوصی سے بہت سی رسوم و

بدعات کی بیخ کنی ہوگی۔ لیکن ان کے تھوڑی دیر بعد حکومت عبدالرحیم خاں خاناناں کو دی گئی جس کی حمایت میں فرقہ مہدویہ یعنی سید محمد جو چنپوری مدعی مہدویت کے پیرو پھر جاگ اُٹھے۔ شیخ صاحب مدوح نے پھر دستار تاروی۔ اور دارالخلافا کبریا یعنی آگرہ کا قصد کیا۔ تاکہ سارا ماجرا خود بادشاہ کے کانوں تک پہنچائیں۔ مخالفین کی بھی ایک جماعت پیچھے ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے رستہ ہی میں آپ رحمہ اللہ کو اوجین اور سارنگپور کے درمیان گرا کر شہید کر دیا۔ یہ واقعہ جاں گزا ۹۸۶ھ میں ہوا۔

**تصانیف:** شیخ مرحوم نے علم حدیث کی نہایت قابل قدر خدمت کی۔ راویان علم حدیث کے اسماء کی حرکات کا ضبط نہایت ضروری ہے۔ اس کے متعلق ایک کتاب نام مغنی لکھی۔ جو دہلی میں ”تقریب التہذیب“ کے ساتھ مکرر چھپ چکی ہے۔ اسی طرح علم حدیث کی حل لغات میں ”مجمع بحار الانوار“ جو نہایت مشہور کتاب ہے۔ مفید و قابل قدر یادگار چھوڑی۔ جو تین جلدوں میں ہندوستان میں مکرر چھپ چکی ہے۔ یہ کتاب ”فائق زمخشری اور نہایہ ابن اثیر“ کی جامع ہے۔

الحمد للہ کہ خاکسار کے پاس یہ سب کتابیں موجود ہیں (نفعنی اللہ بھا فی الدنیا والاخرہ) (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۲)

### شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ باکمال متصوف عالم دین (ولادت ۹۵۸ھ وفات ۱۰۵۲ھ)

**ولادت:** شیخ محمد طاہر صاحب رحمہ اللہ بٹنی کے بعد اسی زمانے میں علم حدیث کی خدمت کا تمغہ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی رحمہ اللہ کے بازو پر ہے۔ آپ رحمہ اللہ قوم ترک سے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کے والد کا نام سیف الدین ہے جو شاہ عالی جاہ شاہ جہاں مرحوم کے وقت دہلی میں متوطن ہوئے۔ اور یہیں ہمارے شیخ صاحب رحمہ اللہ ۹۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۳)

**علمی ذوق اور خدمات:** اپنے وطن دہلی سے بائیس سال کی عمر میں تحصیل علوم کے بعد زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ اور کئی سال تک فن حدیث کی تکمیل کے بعد وطن کو مراجعت کی۔ اور اس فن کی خدمت کرنے لگے۔ چنانچہ لمعات شرح عربی مشکوٰۃ اور ”اشعة اللمعات شرح فارسی مشکوٰۃ اور شرح سفر السعادت وغیرہ نہایت عمدہ خدمتیں ہیں۔

آپ رحمہ اللہ کی تحقیقات حدیثیہ کا ماخذ زیادہ تر ابن ہمام کی فتح القدر اور علامہ عینی رحمہ اللہ کی شرح بخاری ہے۔ جو خود مذہب حنفی کی تقلید کے ملزم تھے۔ اور شرح مشکوٰۃ میں زیادہ تر طبیبی اور مرقاۃ مصنفہ ملا علی قاری رحمہ اللہ وغیرہا سے لیا ہے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۳)

**سلسلہ قادریہ میں بیعت اصلاح:** آپ رحمہ اللہ پر صوفیانہ مذاق غالب تھا۔ قادری طریق پر تھے۔ سید موسیٰ رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ جو شاہ جیلان رحمہ اللہ کی اولاد سے تھے۔ اس فن کی خدمت میں بھی کتابیں لکھیں۔ چنانچہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی کتاب ”فتوح الغیب کی شرح فارسی ایک مفید یادگار ہے۔

شروع کتب کی خدمت کے علاوہ آپ رحمہ اللہ نے بعض مستقل کتابیں بھی لکھیں مثلاً ”مدارج النبوة“ جو آنحضرت ﷺ کی ایک مبسوط سوانح عمری ہے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۳)

**رواداری اور اعتدال پسندی:** اسی زمانہ میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کا آفتاب مجددیت بھی نور آگن تھا اور بدعات کے بادل ہوا ہورہے تھے۔

چونکہ حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ احیائے سنت و رد بدعت میں نہایت سرگرم تھے۔ اس لیے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کو آپ رحمہ اللہ سے بعض امور کی وجہ سے جو ان کی نظر میں بوجہ تقلید و اختیار تصوف مروجہ کے معیوب نہ تھے۔ کچھ نقار تھا لیکن اخیر عمر میں جب خدا تعالیٰ نے طبیعت سے پردہ اٹھا دیا۔ اور حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کے طریق عمل کی راستی مشہور ہوئی تو سب غبار و نقار جاتا رہا۔ اور ایسی صفائی حاصل ہوئی کہ باید و شاید چنانچہ آپ رحمہ اللہ خود حضرت خواجہ حسام الدین رحمہ اللہ خلیفہ حضرت شاہ باقی باللہ صاحب (قدس اللہ اسرارہم) کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

ان ایام میں شیخ احمد (رحمہ اللہ) کی نسبت فقیر کی صفائی حد سے بڑھ گئی ہے۔ ہرگز بشریت کا پردہ اور طبیعت کا حجاب باقی نہیں

رہا۔ عقل و انصاف و طریقت سے قطع نظر کر کے (یوں بھی) ایسے بزرگواروں اور عزیزوں کی برائی کوئی مناسب نہیں۔ اور (میرے) باطن میں بطریق ذوق و وجدان و غلبہ (حال) ایسا کچھ آگیا ہے کہ زبان اس کے ذکر سے گوئی ہے۔ پاک ہے وہ خدا جو دلوں کا پھیرنے والا اور احوال کا بدلنے والا ہے۔ شاید ظاہر بین لوگ اس بات کو بعید جانیں میں نہیں جانتا کہ (میرا) کیا حال ہے اور کس طور پر ہے۔ ”عالم بے خودی و حیرت طاری ہے“ (انتہی مترجمہ از انتحاف، ص: ۳۰۵)

سبحان اللہ! ہمارے بزرگان دین کے دلوں میں کیسی صفائی تھی۔ اور وہ کس قدر صادق الاحوال تھے۔ کہ جب اپنی غلطی یا دوسرے بھائی کی بے گناہی معلوم ہوئی تو فوراً اس سے رجوع کر کے اس کا اعلان کر دیا اور اس پر اصرار و ضد ہرگز نہیں کی۔ خداوند! ہم کو بھی ایسے پاک باطن نصیب کر ”آمین“

مجھ عاجز کو آپ رحمہ اللہ کے علم و فضل اور خدمت علم حدیث اور صاحب کمالات ظاہری و باطنی ہونے کی وجہ سے حسن عقیدت ہے۔ آپ رحمہ اللہ کی کئی ایک تصانیف میرے پاس موجود ہیں۔ جن سے میں، بہت سے علمی فوائد حاصل کرتا رہتا ہوں۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۳-۲۷۴)

**قبر کی ٹھنڈک کا محسوس ہونا:** وضاحت: حضرت نواب صاحب مرحوم امجد العلوم میں فرماتے ہیں ”رحل الی الحرمین و صحب الشیخ عبدالوہاب المتقی خلیفۃ الشیخ علی المتقی و اکسب علم الحدیث و عادالی الوطن و استقرہ اثین و خمیسین سنۃ بجمعیۃ الظاہر و الباطن و نشر العلوم“ ص: ۹۰۱۔ یعنی بائیس سال کی عمر میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور شیخ علی متقی رحمہ اللہ کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب رحمہ اللہ کی صحبت میں رہے اور ان سے علم حدیث حاصل کیا۔ اور اپنے وطن کی طرف لوٹے اور باون سال تک ظاہر و باطن کی جمعیت کے ساتھ یہیں ٹھہرے رہے۔ اور علوم کی اشاعت کرتے رہے۔ اس سے آگے فرماتے ہیں آپ رحمہ اللہ کی تصانیف سوتک پہنچتی ہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ جب میں دہلی میں وارد ہوا تو آپ رحمہ اللہ کی قبر کی زیارت کو گیا اور موضوع قبر کو انس و ٹھنڈک کا موجب پایا (ص: ۹۰۱) (ارٹھشی) (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۳)

### امام ربانی مجدد الف ثانی نقشبندی رحمہ اللہ (ولادت شوال ۹۷۱ھ وفات ۱۰۳۴ھ)

**ولادت:** تاریخ عبدالحق رحمہ اللہ کے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ رحمہ اللہ ان کے معاصر ہیں آپ رحمہ اللہ کی ولادت باسعادت ۱۲ شوال ۹۷۱ھ میں قصبہ سر ہند ضلع انبالہ میں ہوئی۔ آپ رحمہ اللہ کا نسب نامہ کئی پشتوں کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ ابتداء میں قرآن حفظ کیا۔ ابتدائی تعلیم کئی دیگر علوم اور فیوض باطنیہ اپنے والد ماجد مخدوم عبدالاحد رحمہ اللہ صاحب سے حاصل کیے جو اپنے وقت کے مسلم باکمال بزرگ تھے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۴)

**سلسلہ نقشبندیہ کی بیعت اور اشاعت:** آپ رحمہ اللہ کے والد ماجد نے ۱۰۰۷ھ میں وفات پائی تو آپ رحمہ اللہ ۱۰۰۸ھ میں دہلی پہنچے۔ جہاں پر اپنے مخلص دوست خواجہ حسن کشمیری رحمہ اللہ کی وساطت سے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دونوں بزرگوں کے دلوں میں بوجہ صفائی قلب ایسا جذب پیدا ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے ان کے آنے کو غنیمت جانا اور انہوں نے ان کی صحبت کو اکسیر سمجھا۔ آپ نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ صاحب سے نقشبندی طریقہ کا فیض پایا۔ اور اسی طرح دیگر مشائخ طریقت سے تصوف کے دوسرے طریقوں کا فیض حاصل کیا۔ آپ رحمہ اللہ کا سلسلہ یعنی طریقہ مجددیہ ہند سے ماوراء النہر، روم، شام، عرب اور مغرب اقصیٰ تک پہنچ گیا۔ آپ رحمہ اللہ بلا اختلاف عالم باعمل عارف کامل جامع کمالات ظاہری و باطنی اور گیارہویں صدی کے مسلم مجدد ہیں۔ مجددیت کا لقب سب سے پہلے آپ کو مولانا عبدالکامیم صاحب رحمہ اللہ سیالکوٹ نے دیا کہ وہ بھی بلاکمال کشمیری ممدوح کے شاگرد تھے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۵)

**نقشبندی مجدد کا جذبہ توحید و سنت:** عام قبولیت کے سبب آصف خاں وزیر اعظم نے جو شیعہ المذہب تھا۔ جہاںگیر بادشاہ کے گوش گزار کیا کہ ان کا شہرہ اور لوگوں کی ان سے ارادت و عقیدت خطرہ سے خالی نہیں۔ اکثر امرائے دربار مثل خانخاناں و سید صدر جہاں و خانجماں

وخان اعظم ومہابت خاں ونزہت خاں واسلام خاں وسکندر خاں وداریا خاں ومقتضیٰ خاں وغیرہم ان کے معتقد و مرید ہو گئے ہیں۔ بادشاہ نے اوّل تو آپ رحمہ اللہ کے معتقد سرداروں کو دور دور کے علاقوں میں تبدیل کر دیا۔ اور پھر حاکم سرہند کے نام فرمان بھیجا کہ آپ رحمہ اللہ کو شاہی ملاقات کیلئے نہایت عزت و احتشام سے دربار میں بھیج دے۔ دربار میں جانے پر آپ رحمہ اللہ نے نہ تو سجدہ سلام ادا کیا جو جہانگیر کے دربار میں مروج تھا۔ اور نہ آپ دیگر لوازمات آداب و کورنشائے شاہی بجلائے۔ ندیموں نے طریق معتدہ پر سجدہ کرنے کا اشارہ کیا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا یہ پیشانی غیر اللہ کے لئے نہ کبھی پہلے جھکی ہے اور جھکے گی۔ اس جرات کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہانگیر نے آپ رحمہ اللہ کو خطرناک سمجھ کر بمشورہ وزیر مع آپ رحمہ اللہ کے ساتھیوں کے قلعہ گوالیار میں نظر بند کر کے بھیج دیا۔ آپ رحمہ اللہ نے وہاں پہنچ کر اپنے کل خائفانہ و خطوط لکھے کہ میری یہ کیفیت میری رضامندی سے ہے۔ آپ رحمہ اللہ لوگ شاہ وقت کے برخلاف کوئی ایجنٹی ٹیشن (بغاوت) نہ کریں۔ آپ رحمہ اللہ تین سال قید میں رہے۔ اس اثنا میں جہانگیر بیمار پڑا۔ اور اسے خواب میں تشبیہ کی گئی جس پر اس نے رہائی کا حکم دیا۔ نہایت عزت و احترام سے اکبر آباد (آگرہ) میں بلا یا۔ اور دعا کی درخواست کی۔ آپ رحمہ اللہ نے گیارہ خلاف شرع رسوم کی جو سلطنت میں رائج ہو چکی تھیں اصلاح کیلئے فرمایا۔ سب سے ضروری اصلاح سجدہ تعظیسی کی موقوفی تھی۔ جہانگیر نے بصدق دل سب کچھ قبول کیا۔ آپ رحمہ اللہ نے دعا فرمائی جسے اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشا اور جہانگیر شفا یاب ہو گیا یہی آپ رحمہ اللہ کی مجددیت کی شہرت کا زینہ ہے۔ اس کے بعد یو آئیو ما آپ رد بدعات و اصلاح رسوم شریکہ میں مصروف رہے۔ آپ رحمہ اللہ کا نام عام طور پر مجدد صاحب مشہور ہو گیا۔ اور آپ رحمہ اللہ مجدد الف ثانی یعنی گیارہویں صدی کے مجدد کے لقب سے پکارے جانے لگے۔ اس کے بعد پھر آپ رحمہ اللہ سرہند تشریف لائے۔ آپ رحمہ اللہ نے ۶۳ سال کی عمر میں ۱۰۳۳ھ میں وفات پائی۔ اور سرہند میں مدفون ہو کر اس سرزمین کو شرف بخشا۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۵-۲۷۶)

### سید مبارک محدث بلگرامی رحمہ اللہ (ولادت ۱۰۳۳ھ وفات ۱۱۱۵ھ)

**ابتدائی تعارف:** اس مبارک ہستی کا ترجمہ کسی قدر تفصیل سے میر غلام علی صاحب آزاد بلگرامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔  
صحیح الاصول والفروع تھے۔ اور احیائے سنت اور ازالہ بدعت کا نقارہ بجاتے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ گانہ اور تقویٰ و طہارت میں ممتاز زمانہ تھے۔ چھ ماہ شعبان کرم ۱۰۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ شروع جوانی میں تحصیل علوم میں لگ گئے اور ابتداء سے انتہا تک علوم نہایت پختگی سے حاصل کیے۔ ابتدائی تعلیم میر سید طیب بن میر عبدالواحد قدس اسرار ہماورد دیگر فضلاء بلگرام اور اس کے اطراف کے علماء سے حاصل کی۔ اور ۱۰۶۱ھ میں تکمیل علوم کیلئے دہلی میں تشریف لے گئے اور خواجہ باقی باللہ صاحب (رحمہ اللہ) کے فرزند خرد خواجہ عبداللہ صاحب المشہورہ رنجو خرد (رحمہ اللہ) کی خدمت میں پہنچ کر کتاب مطول پڑھی اور زمانہ اقامت دہلی میں بن شیخ عبدالحق صاحب (رحمہ اللہ) کے مکان پر سکونت پذیر رہے۔ ان سے علم حدیث حاصل کر کے اس فن اشرف میں مہارت عالی حاصل کی۔ اور اپنی تمام عمر اسی فن مبارک کی خدمت میں ختم کر دی۔ حتیٰ کہ آپ لقب محدث سے مشہور ہو گئے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۶-۲۷۷)

**حضرت مجدد الف ثانی کے مرشد طریقت:** حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب قدس سرہ دہلی کے مشہور اولیاء اللہ سے ہوئے

ہیں۔ آپ رحمہ اللہ مرشد تھے حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کے۔ حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی وفات کے وقت دوحرموں سے آپ رحمہ اللہ کے دو شیر خوار فرزند تھے جن کے لیے آپ نے حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کو تعلیم و تربیت کی وصیت کی تھی۔ فرزند اکبر کو

خواجہ کلاں اور فرزند اصغر کو خواجہ خرد کہتے تھے۔ (آثر الکلام، ص: ۱۰۰، بحوالہ تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۵-۲۷۷)

**قطب المحدثین کی بیعت سلسلہ قادریہ:** حسان الہند حضرت میر علی صاحب آزاد بلگرامی آثار الکرام میں ان کے ترجمہ میں فرماتے ہیں لہذا ہم نے ان کو اس کتاب میں قطب المحدثین سے یاد کیا ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے شیخ نورالحق صاحب رحمہ اللہ سے ۱۰۶۴ھ میں تحصیل علوم سے فراغت پائی اور ۱۰۷۴ھ میں دہلی میں میر سید عبدالفتاح عسکری احمد آبادی قدس سرہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ کی بیعت کی۔

ان سب فیوض ظاہری و باطنی سے دامن بھر کر اپنے وطن بلگرام کی طرف لوٹے۔ اور مسند توکل و قناعت کو زینت دی۔ اور باقی عمر یاد خدا اور ریاضت اور تدبیریں علوم خصوصاً علم حدیث شریف میں گزار کر ۱۱۵ھ میں رحلت فرمائی۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۷)

**جذبہ اتباع شریعت:** - اتباع شریعت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جذبہ آپ رحمہ اللہ کے خمیر میں تھا۔ کسی کی کیا مجال کہ آپ رحمہ اللہ کے حضور میں جادہ شرع سے باہر قدم رکھے۔ آپ رحمہ اللہ کے کئی فرزند آپ رحمہ اللہ کی زندگی ہی میں قضا کر گئے۔ کسی کے ماتم پر بھی خلاف شرع رسوم کا ارتکاب نہ ہو سکا۔ میر صاحب مدوح نہایت لطیف طبع اور نکتہ سنج، لطیفہ گو تھے۔ باوجود اس کے اتنی ہیبت اور رعب تھا کہ آپ کے سامنے لوگوں کے پتے پانی ہو جاتے تھے۔

ایک روز غیرت خاں حاکم لکھنؤ حضور کی زیارت کیلئے حاضر خدمت ہوا۔ خاں صاحب موصوف کا پاجامہ چوڑی دار تھا۔ جو حد شرع سے متجاوز تھا ٹخنوں سے نیچے تھا۔ میر صاحب رحمہ اللہ نے اعتراض کیا۔ غیرت خاں صاحب کی مجال نہ تھی کہ کچھ عذر کر سکیں فوراً اپنے ہاتھ سے حد شرع سے زائد پانچ کاٹ ڈالا۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۷)

**فقر صوفیاء کا عملی مشاہدہ:** - عادات: آپ رحمہ اللہ نہایت سادگی۔ بے نفسی اور توکل سے زندگی بسر کرتے تھے۔ اپنی حاجت کسی دوسرے پر ظاہر نہ کرتے تھے۔ استاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی (آپ رحمہ اللہ کے شاگرد) فرماتے تھے۔ میں ایک روز میر صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رحمہ اللہ وضو کی تیاری کیلئے اٹھے ہی تھے کہ ناگاہ زمین پر گر پڑے۔ میں جلدی سے دوڑ کر پاس گیا۔ ایک ساعت کے بعد افاقہ ہو گیا۔ میں نے اس کا سبب دریافت کرنے کی جرأت کی۔ بہت اصرار کرنے کے بعد فرمایا: ”تین روز ہو گئے ہیں کہ غذا کی جنس سے کوئی چیز میسر نہیں آئی۔ اور ان تین روز میں نہ تو یہ بات کسی پر ظاہر کی اور نہ کسی سے قرض مانگا۔“ میرے دل میں رقت آگئی۔ اور میں فوراً اپنے مکان کی طرف دوڑا۔ اور شیریں طعام جو حضرت رحمہ اللہ کو مرغوب تھا۔ تیار کر کے حاضر خدمت کیا۔ اول تو آپ رحمہ اللہ بہت خوش ہوئے۔ اور مجھے دعائیں دینے لگے لیکن بعد ازاں فرمانے لگے۔ ایک بات کہتا ہوں۔ بشرطیکہ تم لوگ اس نہ گزرے۔ میں نے عرض کیا فرمائیے! فرمانے لگے فقراء کی اصطلاح میں اس کو طعام اشرف کہتے ہیں۔ ہر چند کہ فقہاء کے نزدیک اس کا کھانا جائز ہے اور شریعت میں بعد تین روز (کے فاقہ) کے مرد ابھی حلال ہے لیکن فقراء کے طریقوں میں طعام اشرف جائز نہیں ہے، میں نے جب یہ بات سنی تو بلا چون و چرا اٹھ کر کھڑا ہوا اور طعام اٹھا کر لے کر دروازہ کے باہر آ گیا۔ کچھ دیر توقف کر کے وہ طعام لیے ہوئے پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کی کہ جب بندہ طعام اٹھا کر لے گیا تھا۔ تو کیا حضرت کو توقع تھی کہ میں یہ طعام پھر واپس لاؤنگا؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا کہ اب جبکہ یہ طعام بندہ حضرت کی توقع کے بغیر لایا ہے تو یہ طعام اشرف نہ رہا۔ حضرت میر صاحب رحمہ اللہ میری اس توجیہ پر بہت محظوظ ہوئے اور فرمانے لگے تم نے عجب فراست کی ہے پھر آپ رحمہ اللہ نے وہ طعام بر غبت تمام تناول فرمایا۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۷-۲۷۸)

**اشراف نفس کی تعریف:** - اشراف، نفس کے جھکاؤ کو کہتے ہیں۔ اہل طریقت بزرگ دنیا کے لذائذ کو نفس کے

جھکاؤ سے استعمال نہیں کرتے بلکہ بغیر اس کے جو کچھ میسر آوے اس کو نعمت خدا داد سمجھ کر استعمال کر لیتے ہیں اور خدا کا شکر بجالاتے ہیں۔ نفس کے جھکاؤ کے سوا حاصل شدہ کو قبول کرنا۔ اہل طریقت نے اس حدیث سے لیا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ عطا کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ”اعطہ افقر منی“ حضور یہ مال کسی زیادہ حاجت مند کو عطا کیجئے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”ما اعطیت من غیر اشراف نفس“ الخ یعنی جو کچھ تجھ کو نفس کے جھکاؤ کے سوا دیا جائے اس کو لے۔ پھر اسے خود صرف کر یا صدقہ کر دے تیرا اختیار ہے (صحیح بخاری ملخصاً) حضرت میر صاحب نے جب اپنا فاقہ اپنے شاگرد استاد المحققین کے پاس ذکر کر دیا۔ اور وہ فوراً طعام لذیذ تیار کر کے لے آئے تو اس میں آپ کے خیال میں اشراف نفس پایا گیا۔ اس لیے اس کے کھانے سے پرہیز کی۔



استاد المحققین صاحب علم و معرفت تھے سمجھ گئے اور باہر جا کر کچھ دیر توقف کر کے وہی کھانا واپس لائے تو اس میں

حضرت میر صاحب رحمہ اللہ کا اشراف نفس نہ تھا اس لیے تناول فرمایا۔ سبحان اللہ۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۸)

**مراقبہ میں غیبی اطلاع منکشف ہو جانا:-** نیز استاد المحققین فرماتے تھے کہ سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ کی پیشگاہ سے علامہ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی رحمہ اللہ کی تعیناتی خوشگیزی اور وقائع نگاری کی خدمت پر گجرات شاہ دولہ، (پنجاب) میں ہوئی۔ تو آپ رحمہ اللہ دکن سے بلگرام میں تشریف لائے اور بلگرام سے گجرات کا قصد کیا۔ علامہ مرحوم نے مجھے ساتھ چلنے کیلئے فرمایا۔ میں نے قبول کر لیا تو میں نے میر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ارادہ سفر عرض کیا۔ میر صاحب موصوف نے فرمایا میری عمر خیر کو پہنچ چکی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس وقت مجھ سے جدا نہ ہو۔ اور میرے جنازے میں حاضر ہو۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ میر عبدالجلیل صاحب رحمہ اللہ کی رفاقت بھی ضروری ہے۔ اتنے میں حضرت صاحب رحمہ اللہ نے مراقبہ کیا۔ دیر کے بعد سراٹھا کر فرمایا۔ ”جاؤ“ امید ہے کہ ایک دفعہ پھر بھی ملاقات ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جس سال حضرت میر صاحب رحمہ اللہ کی وفات ہونے والی تھی۔ میر عبدالجلیل صاحب رحمہ اللہ کو ایک ضروری کام آپڑا جس کیلئے انہوں نے مجھے (استاد المحققین) کو بلگرام میں بھیجا۔ میرے یہاں آنے کے تھوڑی مدت بعد حضرت میر صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ہو گیا۔ اور آپ رحمہ اللہ نے نماز جنازہ کی امامت کیلئے میرے حق میں وصیت کی۔

**سنہ وفات:-** آپ رحمہ اللہ کا انتقال مبارک بروز دوشنبہ بتاریخ بیس ماہ ربیع الاول ۱۱۱۵ھ ہوا۔ میر عبدالجلیل مرحوم بلگرامی نے تاریخ وفات یوں لکھی

چو فرمود در بحر رحلت شناہ

مقدت گھر میر سید مبارک

خرد گفت تاریخ رضواں پناہ

پے رحلت آن مطہر سرشت

(تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۸-۲۷۹)

### شیخ نور الدین احمد آبادی رحمہ اللہ (ولادت ۱۰۶۲ھ وفات ۱۱۵۵ھ)

**ابتدائی تعارف:-** باپ کا نام محمد صالح ہے۔ احمد آباد (گجرات) میں ۱۰۶۲ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ملا احمد سلیمانی۔ اور ملا فرید الدین رحمہم اللہ احمد آبادی سے تحصیل علوم کی۔ اور سرآمد روزگار ہو گئے۔ ۱۱۲۳ھ میں مشرف زیارت حرمین شریفین ”حرسہما اللہ“ حاصل کیا۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۹)

**بیعت اصلاح و خلافت:-** مختلف فنون میں مفید کتابیں لکھیں جن کی تعداد کوئی ڈیڑھ سو سے زیادہ ہے۔ تفسیر قرآن مجید اور شرح صحیح بخاری بھی لکھی جس کا نام نور القاری ہے۔ آپ رحمہ اللہ صوفیانہ مزاج رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت محبوب عالم صاحب رحمہ اللہ احمد آبادی سے بیعت و خلافت خانوادہ حاصل کی۔ ابتدائے عمر سے آخر تک تدریس و تصنیف میں وقت بسر کیا اور ۱۱۱۵ھ میں اکانوے برس کی عمر میں رحلت کی۔ ”عاملہ اللہ برحمة الواسعة“۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۹)

### صاحب کمالات صوری و معنوی ماہر علوم ظاہری و باطنی علامہ نبیل

#### فاضل نامی و گرامی میر عبدالجلیل بلگرامی رحمہ اللہ

(ولادت ۱۰۷۱ھ وفات ۱۱۳۸ھ)

**تعارف:-** سید مبارک محدث رحمہ اللہ کے ذکر میں گزر چکا ہے کہ میر عبدالجلیل صاحب بلگرامی رحمہ اللہ میر غلام علی آزاد بلگرامی رحمہ اللہ کے نانا اور سید مبارک رحمہ اللہ کے شاگرد رشید اور استاد محققین میر طفیل محمد صاحب رحمہ اللہ بلگرامی کے ہم درس ہیں اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ آپ رحمہ اللہ

غلام مکان حضرت محی الدین اورنگ زیب رحمہ اللہ کے وقت میں مختلف ممتاز عہدوں پر مامور رہ چکے ہیں۔ بالخصوص ہجرات پنجاب میں چار سال تک عہدہ وقائع نویسی و تکثیر کی پرگزار چکے ہیں۔ باقی حالات علمی و عملی سطور ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔ وباللہ التوفیق۔

ان کے کمالات کی وجہ سے کئی مہینوں تک اس عاجز کا قلم رکا رہا۔ کیونکہ آپ کے کمالات ظاہری و باطنی اور مختلف علوم عربیہ میں آپ رحمہ اللہ کے تبحر کی وجہ سے دل و دماغ پر حیرت افزا اثر تھا۔ آخر اس خیال سے کہ قلم فرسائی سکون سے اور لب کشائی سکوت سے بہتر ہے۔ اپنے بجز و ناتوانی کا اقرار کرتے ہوئے سطور ذیل سے آں برگزیدہ النفس و آفاق کا تعارف اپنے ناظرین کو کراتا ہوں۔ ”واللہ ولی التوفیق“۔

**نسب و ولادت:-** آپ رحمہ اللہ خاندان سادات بلگرام کے روشن چراغ ہیں۔ جن کی ذات گرامی صفات سے بلگرام کو چارچاند لگ گئے۔ آپ رحمہ اللہ کے والد ماجد کا نام سید امیر احمد ہے جو جامع کمالات صوری و معنوی تھے۔

**ولادت:-** آپ رحمہ اللہ نے تاریخ ۱۳ شوال ۱۰۷۱ھ اپنے نور و ولادت سے خطہ بلگرام کو منور کیا۔ درسیات کی ابتدائی کتابیں استاد المحققین کے ہمراہ سید سعد اللہ بلگرامی رحمہ اللہ کی خدمت میں پڑھیں۔ پھر بلا د پورب کا قصد کیا اور درمیانی کتابیں متفرق مقامات کے ماہرین فن استادوں سے پڑھیں۔ آخر لکھنؤ میں شیخ غلام نقشبند صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے اور انتہائی کتابیں ان سے حاصل کر کے تکمیل تحصیل کی۔ شیخ غلام نقشبند آپ کے استاد ہمیشہ آپ رحمہ اللہ کی تعریف و توصیف کرتے تھے۔

”آپ رحمہ اللہ کی پسندیدہ مبارک عادت تھی کہ جب آپ رحمہ اللہ کتابت کا ارادہ کرتے تو پہلے بسم اللہ، الحمد للہ اور درود شریف کا غنڈ پر لکھ لیتے۔ اور اس کے بعد مطلوبہ کتابت کرتے اور اخیر عمر تک اس عمل پر قائم رہے۔

**وصال:-** اس کے بعد آپ رحمہ اللہ دہلی پہنچے اور وہیں شنبہ کی شب ۲۳ ربیع الاول ۱۱۳۸ھ میں آپ رحمہ اللہ کا وصال ہوا۔ نعش مبارک کو حسب وصیت خود دار السلام بلگرام میں لایا گیا جہاں آپ رحمہ اللہ کو ۶ جمادی الاولیٰ کو بوقت عصر اپنے والد بزرگوار جناب امیر احمد مرحوم کے قدموں میں سپرد خاک کیا گیا۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۹-۲۸۰)

**بطور کرامت ۱۴ دن لاش سالم رہنا:-** آپ رحمہ اللہ کی ایک کرامت یہ بھی تھی کہ باوجود اس کے کہ تابوت کو دہلی سے بلگرام لیجانے میں چودہ دن لگے اور گرمی کا موسم تھا۔ مگر آپ رحمہ اللہ کا جسم مبارک بالکل صحیح و سالم تھا۔ کسی عضو میں کوئی بھی تغیر نہیں ہوا تھا۔ جسد مطہر تازہ میت کی طرح تابوت سے چارپائی پر رکھا گیا۔ اور آپ کے ہم درس استاد المحققین میر طفیل محمد صاحب بلگرامی نے اپنے ہاتھوں آپ کو قبر میں اتارا۔ راقم الحروف (غلام علی آزاد بلگرامی) نے آپ کی تاریخ وفات نکالی ہے۔

”اولئک لہم عقبی الدار، جنت عدن“ اور نیز آیہ کریمہ

”للذین احسنوا الحسنی و زیادة“ (۱۱۳۸ھ) رحمہ اللہ ملخصاً و مترجماً۔ (ازمائر الکرامہ دفتر اول، ص: ۲۶۵-۲۷۷)

(تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۰-۲۸۱)

## حاجی محمد افضل صاحب رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

**وائستگی تصوف:-** افسوس ہم کو اس پاک و مبارک وجود کے حالات مفصل نہیں ملے جن کے نام نامی سے ہم (سیالکوٹی) فخر کر سکتے ہیں۔ جو کچھ ملتا ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور جناب مرزا مظہر جانجاناں (علیہما الرحمۃ) کے حالات میں تبعاً ملتا ہے کہ ان ہر دو بزرگواروں نے آپ سے علم حدیث حاصل کیا۔ اور آپ رحمہ اللہ نے شیخ عبداللہ بن سالم بصری کی رحمہ اللہ سے اور اسی نسبت سے ہم نے آپ رحمہ اللہ کے ذکر خیر سے اپنی اس کتاب کو زیب دینا چاہا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ اور جناب مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمہ اللہ ایسے لوگوں کا آپ رحمہ اللہ کے سلسلہ تلمذ میں ہونا آپ رحمہ اللہ کی فضیلت اور اسم باسٹمی ہونے کی بین دلیل ہے۔

حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمہ اللہ آپ کی بغایت تعریف کرتے ہیں چنانچہ مقامات مظہریہ میں فرماتے ہیں۔

ایشان از علمائے متبحر و فضلائے دانشور نداد اسرارِ معارف علوم باطنِ خطے و افراد اربند  
طریقہ از حجة اللہ نقشبند فرزند و خلیفہ حضرت ایشاں محمد معصوم رحمہ اللہ علیہما گرفتہ  
تادہ سال استفادئہ فیوضِ باطن نمود ندوتاد و از دہ سال از حضرت شیخ عبدالاحد فرزند و خلیفہ  
خازن الرحمة شیخ محمد سعید فرزند سجاده نشین حضرت مجدد رحمہ اللہ علیہم مشرف  
گردیدہ بمقامات عالیہ رسیدہ اندو تحصیل علوم معقول و منقول و اسناد علم حدیث از ایشاں  
نمودہ از شیخ سالم بصری ثم المکی علم حدیث نیز سند دارند (مقامات مظہریہ، ص: ۹)  
اور اسی کتاب میں دوسری جگہ حضرت جناب مرزا صاحب رحمہ اللہ کی زبانی نقل فرماتے ہیں۔

پس بخدمت حضرت حاجی محمد افضل التماس توجہات نمودیم، فرمودند شما علی  
البصیرت سلوک کردہ ایدو کشف مقامات دارید و مارا چنداں کشف و علم مقامات نیست۔  
استادہ باحسن وجوہ نتواند شد حضرت ایشاں (مرزا صاحب) می فرمودند اگرچہ از  
آنحضرت (حاجی صاحب ممدوح) در ظاہر استفادہ کردہ نشد۔ لیکن در ضمن سبق حدیث  
فیوض از باطن شریف ایشاں رادر زر حدیث در نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
استغراقے دست می دادو انوار و برکات بسیار ظاہر می شد گویا در معنی صحبت پیغمبر  
خدا صلی اللہ علیہ وسلم حاصل می شد و درین اثنا توجہ و التفات نبوی صلی اللہ علیہ  
وسلم مشہود می گشت و نسبت کمالات نبوت در غایت وسعت و کثرت انوار جلوہ گرمی  
شود و معنی حدیث شریف ’العلماء ورثة الانبیاء‘ علیہم السلام واضح می شد۔ ایشاں شیخ  
الحدیث و از روئے صحبت پیر فقیر اند فوائد بسیار در ظاہر و باطن تابست سال از خدمت  
ایشاں حاصل نمودہ ایم۔ (مقامات مظہریہ، ص: ۲۲-۲۳)

**وضاحت حاشیہ:**۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اپنی کتاب ”القول الجمیل“ کے اخیر پر اپنی سند علم حدیث  
کے ذکر میں فرماتے ہیں۔ ”و اجازنی مشکوٰۃ المصابیح و صحیح البخاری وغیرہ من الصحاح الست الثقتہ  
الثبت حاجی محمد افضل عن الشیخ عبدالاحد عن ابیہ الشیخ محمد سعید عن جدہ شیخ الطریقۃ  
الشیخ احمد السرہندی بسند الطویل المذکور فی مقامات“ ترجمہ: اور مجھ کو اجازت دی مشکوٰۃ المصابیح اور  
صحیح بخاری وغیرہ صحاح ستہ کی معتمد ثابت القول حاجی محمد افضل رحمہ اللہ نے شیخ عبدالاحد رحمہ اللہ سے انہوں نے اپنے  
والد شیخ محمد سعید رحمہ اللہ سے انہوں نے اپنے دادا شیخ طریقت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ سے ان کی سند طویل مذکور ہے۔  
ان کے مقامات اور تصانیف میں۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۱)

### حضرت مرزا مظہر جانجاناں نقشبندی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

ولادت رمضان شریف ۱۱۱۰ھ وفات ۱۱۹۵ھ

آپ رحمہ اللہ کا سلسلہ نسب ۲۸ واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کے بیٹے امام محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ سے جا ملتا ہے۔ آپ رحمہ اللہ کا  
نام شمس الدین حبیب اللہ ہے اور آپ رحمہ اللہ کے والد ماجد کا نام میرزا جان رحمہ اللہ تھا۔ اسی وجہ سے مرزا آپ کے نام کا جزو بن گیا  
ہے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۲)

سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت اصلاح:- حسان ہند میر غلام علی صاحب رحمہ اللہ آزاد بلگرامی نے اپنی کتاب ”سرد آزاد“ میں درج کرنے کیلئے مرزا صاحب موصوف سے آپ رحمہ اللہ کے حالات دریافت کیے۔ اس پر آپ رحمہ اللہ نے اپنے جو حالات خود تحریر فرمائے۔ ان کا اردو ترجمہ بطور اختصار حسب ذیل ہے۔

”جان جاناں نام، مظہر تخلص، پسر میرزا جان۔ جانی تخلص، علوی نسب ہندی مولد، حنفی مذہب اور نقشبندی مشرب، پیدائش ۱۱۰ھ ظاہری نشوونما اکبر آباد (آگرہ) میں ہوئی۔ اور باطنی تربیت شاہجہان آباد (دہلی) میں حضرت سید محمد بدایونی رحمہ اللہ نقشبندی سے حاصل کی۔ میرا نسب ۲۸ واسطوں سے حضرت محمد بن حنیفہ رحمہ اللہ کے ذریعے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے۔

میرے جد اعلیٰ امیر کمال الدین رحمہ اللہ نویں صدی ہجری کے شروع میں طائف کے علاقہ سے آکر ترکستان میں مقیم ہوئے۔ اور عرصہ دراز تک ان علاقوں میں فرمانروائی کی۔ ان کی اولاد بہت سی تھی جن میں سے امیر مجنون اور امیر بابا ہیں۔ جو ہمایوں بادشاہ کے ہندوستان کے فتح کرنے کے موقع پر اس ملک (ہند) میں وارد ہوئے۔ اس کے بعد سلاطین گورگامیہ کی خدمت اور رفاقت اس خاندان کا شعار رہا۔

میرزا جان مذکور نے جو امیر بابا سے چھٹے مرتبہ پر اور امیر کمال الدین مذکور سے بارہویں مرتبہ پر تھے عالمگیر بادشاہ کے زمانہ میں ایک عالی منصب سے ترک دنیا کی۔

بچپن سے ہی اس خاکسار کو مال و جاہ کی خواہش نہیں تھی۔ ضرورت کو حاصل کرنے کے بعد یہ فقیر از خود رفتگان کے دامن سے وابستہ ہوا۔ اس امید پر کہ دوسرے جہان کے حالات سے واقفیت حاصل کرے۔ جب سے ان کے دروازے پر قدم رکھا ہے دماغ ضعیف ہو گیا ہے اور تدبیر کے اسباب کی طاقت نہیں رہی۔ خلوت نشینی اختیار کر لی ہے اور کبھی کمینوں کے دسترخوان سے روٹی نہیں کھائی۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۲-۲۸۳)

**نقشبندی بزرگ کا ذوق اتباع سنت:-** اتباع سنت کا شوق آپ رحمہ اللہ کی طبیعت میں مرکوز تھا چنانچہ حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمہ اللہ اپنی کتاب مقامات مظہری کے (ص: ۱۶) پر آپ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ نے میری طبیعت نہایت اعتدال والی بنائی ہے اور میری طبیعت میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی رغبت و دلچسپی کی ہوئی ہے۔ (اتنی مترجماً) (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۳)

**طریقہ نقشبندیہ مجددیہ:-** چنانچہ شیخ شینا نواب صاحب مرحوم اپنی کتاب ابجد العلوم میں یہ ضمن ذکر حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”آپ رحمہ اللہ کے متاخرین بزرگ فیض یابوں میں سے شیخ شمس الدین علوی المعروف مرزا مظہر جانجاناں رحمہ اللہ ہیں“۔ جو امام محمد بن حنیفہ رحمہ اللہ کی اولاد سے تھے۔ آپ رحمہ اللہ بہت سے فضائل کے مالک تھے۔ فن حدیث آپ رحمہ اللہ نے حاجی (محمد افضل) صاحب سیالکوٹی رحمہ اللہ سے حاصل کیا۔ اور مجددی طریقہ اپنے وقت کے اکابر طریقہ مجددیہ سے اتباع سنت اور قوت کشفیہ میں آپ رحمہ اللہ کا پایہ بہت بلند تھا۔ آپ رحمہ اللہ کے شعر بہت انوکھے اور آپ رحمہ اللہ کے مکتوبات بہت مفید ہیں۔ آپ رحمہ اللہ شہد میں مسجد سے اشارہ کے قائل تھے۔ اور (نماز میں) اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر سینے کے نیچے باندھتے تھے اور قرأت فاتحہ خلف الامام کی تقویت کے قائل تھے

آپ کا سن وفات ۱۱۹۵ھ ہے (عاش حمید امانت شہیدا) (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۳)

**امام اہلحدیث امام الہند حکیم الامتہ بقیۃ السلف حجتہ الخلف شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا ذوق تصوف (وفات ۱۱۷۶ھ)**

ن کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے

مجھ ایسے نابکار کا آپ رحمہ اللہ کی تعریف و توصیف میں کچھ لکھنا آپ رحمہ اللہ کی شان میں گستاخی ہے کیونکہ ہندوستان بھر میں شہر بشہر اور

کوچہ کوچہ اور خانہ بخانہ جس قدر علم و عمل بالحدیث کا غلغلہ ہے۔ اور اتباع سنت کا جتنا جوش طباہی میں موجزن ہے وہ سب کچھ آپ رحمہ اللہ ہی کی برکت و فیض کا ثمرہ ہے۔

بلبل کو شوق گل تھا نہ قمری کو عشق سرو

یہ سارے گل کھلائے ہوئے باغبان کے ہیں

لہذا میرے لکھنے میں اس سے زیادہ نہیں ہوگا، جو آپ کی نسبت لوگوں کے سینوں میں ساری اور ان کی زبانوں پر جاری ہے

**جامع ظاہر و باطن:**۔ آپ رحمہ اللہ ۱۱۱۴ھ میں طلوع آفتاب کے ساتھ ہی دارالخلافت دہلی میں پیدا ہوئے گویا خالق برحق نے عالم جسمانی و عالم روحانی ہر دو کے آفتابوں کو اکٹھا ظاہر کیا۔ اور ظلمت ظاہری و باطنی کا پردہ چاک کر دیا۔ آپ رحمہ اللہ کا سلسلہ نسب تیس واسطوں سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ تاریخی نام عظیم الدین ہے۔ جو آپ رحمہ اللہ کو ہر طرح پھبتا ہے۔

آپ رحمہ اللہ کے حالات میں مستقل تصانیف ہیں۔ سب کی جامع حیات دلی ہے میرے خیال میں ہندوستان میں اس قدر تفصیل و جامعیت کے ساتھ کسی دیگر عالم کے حالات نہیں لکھے گئے۔ اور نہ اتنی کثرت سے کسی اور کی نسبت تصانیف لکھی گئیں۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۴)

**شاہ عبدالرحیم جامع شریعت طریقت:**۔ ”القول الجمیل“ میں آپ رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں۔

”جب آپ کی عمر سترہ سال کی ہوئی تو آپ رحمہ اللہ کے والد ماجد شیخ عبدالرحیم رحمہ اللہ بیمار ہوئے۔ شیخ صاحب اپنے زمانہ میں فضیلت علمی کے ساتھ ایک مقدس بزرگ مانے جاتے تھے۔ یعنی عالم شریعت بھی تھے۔ اور پیر طریقت بھی۔ ایام بیماری میں آپ رحمہ اللہ کو بیعت و ارشاد کی بھی اجازت دی اور کلمہ ”یدہ کی دی“ بتکرار کہا۔ اس کے بعد آپ رحمہ اللہ بارہ برس یا زیادہ تک کتب دینیہ و عقلیہ کی تدریس میں لگے رہے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۴-۲۸۵)

**شاہ صاحب کہنے کی وجہ:**۔ اسی لیے آپ رحمہ اللہ کے خاندان کو شاہ صاحب کے لقب سے پکارتے ہیں کیونکہ ہندوستان میں پیروں

اور بزرگان طریقت کو شاہ صاحب کہتے ہیں۔ ورنہ آپ رحمہ اللہ سید نہیں تھے۔

**طریقت میں بھی صاحب کمال:**۔ اور اپنے تعلیم کی بابت انفس العارفین میں فرماتے ہیں۔

”حضرت ایشاں درخلوت و جلوت بسیار می بود کہ باین فقیر ملتفت می شدند و تلمظ من نمودند و در ابہتاج و اہترازی شدند

و می فرمودند کہ در دل من بے اختیار خطور میکند کہ بیک دفعہ ہمہ علوم در سینہ تو اندازم و باز بعد چندے جو شے می زدند و ہمیں

کلمہ متکلم می شدند و ہلم جزاً اثر انفس مبارک ایشاں ظاہر گشت والا ایں فقیر چنداں محنت تحصیل نکشیدہ (ص: ۶۳)

**تذہیب:**۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ علوم شریعت میں کامل ہونے کے علاوہ طریقت

و باطن میں بھی صاحب کمالات تھے۔ اور صاحب کرامت اولیاء اللہ میں تھے۔ اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان کی قلبی کیفیت و توجہ کا جو

ذکر اوپر کی عبارت میں کیا ہے۔ فیوض رحمانیہ کے نزول کے وقت ایسے حضرات کے قلوب صافیہ پر ایسے کوائف گزرا کرتے ہیں اور ان کا انعکاس

قابل و مستعد طبیعتوں پر پڑ کر ان کو منور کر دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء نبوت کے وقت غار حراء میں جو حضرت جبریل علیہ السلام نے

تین دفعہ سینے سے لگا کر زور سے بھیجا تھا۔ وہ یہی کیفیت تھی۔ الحمد للہ کہ اس سیاہ کار پر بھی حضرات اساتذہ جناب مولانا عبدالمنان صاحب مرحوم

محدث وزیر آبادی اور جناب مولانا عبید اللہ غلام حسن صاحب رحمہ اللہ سیالکوٹی کی توجہ اور جذب نے یہی کیفیت طاری کر دی تھی۔ ورنہ اس عاجز کو

بھی تحصیل علم میں دماغ سوزی اور محنت کشی کی زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔ ”اللہم لك الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيہ اللہم زیننی

بالعمل كما کر متنی بالعلم و جملنی بالتقویٰ كما احسنت علی بنور الفہم“۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۵)

**فن تصوف میں قصائد:**۔ آپ رحمہ اللہ عربی اور فارسی میں شعر کہنے میں ید طولی رکھتے تھے چنانچہ تصوف اور مدح و حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں

آپ رحمہ اللہ کے قصائد و اشعار آبدار کتب تراجم کی زینت ہیں جن کی زبان کی فصاحت و بلاغت علمائے عرب و عجم و مصر نے بھی تسلیم کی ہے۔

(تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۷)

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ (ولادت ۱۱۵۹ھ وفات ۱۲۳۹ھ)

مریدین کی تربیت:- نواب صاحب نے اپنی کتاب ”تحائف النبلاء“ میں آپ رحمہ اللہ کے حالات نہایت جامع عبارت میں درج فرمائے ہیں جن کا انتخاب بصورت ترجمہ حسب ذیل ہے۔

آپ رحمہ اللہ ہندوستان بھر میں استاذ الاساتذہ، خاتم المفسرین والحدیثین تھے۔ آپ رحمہ اللہ کا تاریخی نام غلام حلیم (۱۱۵۹ھ) ہے۔ آپ رحمہ اللہ اپنے زمانہ میں مرجع علماء و مشائخ تھے۔

موافق و مخالف سب کو آپ رحمہ اللہ سے عقیدت تھی۔ آپ رحمہ اللہ نے اپنی تمام عمر تدریس و افتاء فصل خصوصیات، وعظ، مریدوں کی تربیت اور شاگردوں کی تکمیل میں گزاری، دینیوی جاہ و عزت اور احترام و تعظیم کے ساتھ ساتھ آپ رحمہ اللہ کمالات باطنی بھی رکھتے تھے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۸)

سید احمد شہید بریلوی رحمہ اللہ کی بیعت طریقت:- امیر المجاہدین سید احمد بریلوی رحمہ اللہ آپ رحمہ اللہ کے مرید طریقت تھے۔

(تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۸)

والد کے خلفاء سے تحصیل علم:- بلاد ہند میں آپ رحمہ اللہ اور آپ رحمہ اللہ کے برادران کرام علم و عمل کی ریاست کے سردار تھے۔

ہندوستان میں کوئی علاقہ بلکہ کوئی شہر ہوگا کہ اس میں کوئی ایسا شخص ہو جسے اس خاندان سے نسبت تلمذ یا استفادہ باطن نہ ہو۔ بڑے بڑے علماء آپ رحمہ اللہ کی شاگردی پر فخر کرتے ہیں۔ اور فضلاء آپ رحمہ اللہ کی تصنیف کردہ کتابوں پر کمال بھروسہ رکھتے ہیں۔ آپ نے اپنے والد ماجد اور ان کے خلفاء کرام رحمہم اللہ سے علوم حاصل کیے اور بہت سی خلقت نے آپ رحمہ اللہ سے استفادہ کیا۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۸)

خاندانی مسلک: آپ رحمہ اللہ کا خاندان علوم حدیث اور فقہ حنفی کا ہے۔ علم حدیث کی جو خدمت ملک ہند میں اس خاندان نے کی ہے کسی اور نے نہیں کی۔ سرزمین ہند میں عمل بالحدیث کا بیج حقیقت میں آپ رحمہ اللہ کے والد بزرگوار رحمہم اللہ نے بویا تھا۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۸)

### شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کا ذوق تصوف (المتونی ۱۲۳۰ھ)

آپ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے خلف الرشید اور شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ اور شاہ رفیع الدین رحمہم اللہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ رحمہ اللہ نے تمام کتب دینیہ و عقلیہ اپنے والد ماجد سے سبقاً سبقاً پڑھیں۔ مگر کسب فیض باطنی کیلئے اپنے والد بزرگوار کے علاوہ دیگر اکابر دین اور اہل کمال کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ آپ رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے جملہ اہل کمال کے حلقہ میں ایسے ممتاز تھے جیسے جھلملاتے تاروں کے حلقہ میں پوری روشنی کا چاند۔

آپ رحمہ اللہ کے زہد و اتقاء خلق و تواضع کی بے مثل شہرت ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلی ہوئی تھی۔

آپ رحمہ اللہ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ اکبر آباد کی ایک مسجد کے حجرہ میں بسر کیا۔ رات دن طاعت و ریاضت میں مصروف رہتے۔

(تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۹)

وعظ میں جنات کی شرکت:- ۱۳۱۶ھ میں جب یہ عاجز اپنے اور پنجاب کے استاذ جناب حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم وزیر

آبادی رحمہم اللہ کی معیت میں پہلی بار حضرت میاں صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ رحمہم اللہ نے ان ایام میں ایک دن مسجد میں آکر فرمایا کہ آج رات اس کجخت نے ہم کو سونے نہیں دیا۔ کبھی اس طرف سے پاؤں آدباتا اور کبھی اس طرف سے۔ اس سے آپ رحمہم اللہ کی مراد یہ تھی کہ جو جن آپ رحمہم اللہ کا شاگرد تھا وہ رات کے وقت آپ رحمہم اللہ کے پاؤں دبایا کرتا تھا۔

۱۳۲۰ھ میں جب آپ رحمہم اللہ رحلت فرما گئے۔ تو اس کے کچھ عرصہ بعد میں پھر دہلی گیا تو مولانا منتلطف حسین صاحب رحمہم اللہ عظیم آبادی

جو حضرت میاں صاحب رحمہم اللہ کے لائق شاگرد اور سفر حج میں آپ رحمہم اللہ کے رفیق تھے۔ انہوں نے ذکر کیا کہ جس روز میاں صاحب رحمہم اللہ کا انتقال ہونا تھا ہم بہت سے ارادتمند آپ رحمہم اللہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمہم اللہ نے یکا یک گھر کی مستورات کو فرمایا۔ کہ

پردہ کر لو۔ اس کے بعد بار بار وعلیکم السلام وعلیکم السلام کرتے رہے۔ کچھ عرصہ تک یہی وظیفہ جاری رہا۔ اس کے بعد آپ رحمہ اللہ نے سورہ جن تلاوت کر کے وعظ کہنا شروع کیا۔ وعظ ختم کرنے کے بعد دیر تک وہی وعلیکم السلام وعلیکم السلام کرتے رہے۔ کچھ عرصہ تک یہی وظیفہ جاری رہا۔ اس کے بعد آپ رحمہ اللہ نے مستورات کو واپس آجانے کو فرمایا۔ واللہ علی ما اقول شہید۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۳۰۰-۳۰۱)

### استاد پنجاب حافظ محدث عبدالمنان وزیر آبادی

**ائمہ کا ادب اور بے تعصبی:** آپ ائمہ دین کا بہت ادب کرتے تھے چنانچہ آپ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی بے ادبی کرتا ہے۔ اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔ بعض متشدد لوگ آپ سے حدیث پڑھنے آتے مگر یہ شرط کر لیتے کہ حدیث تو آپ رحمہ اللہ سے پڑھیں گے لیکن نماز آپ رحمہ اللہ کے پیچھے ادا نہیں کریں گے۔ آپ رحمہ اللہ اس شرط کو بخوشی منظور فرمایا کرتے۔ بعض عقیدت مند مقتدی اس پر سوال کرتے کہ آپ رحمہ اللہ ایسے لوگوں کو کیوں پڑھاتے ہیں جو نماز میں آپ رحمہ اللہ کی اقتداء پسند نہیں کرتے۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے کہ بھائی یہ ان کی نگاہ انتخاب ہے۔ انہوں نے مجھے جس قابل پایا اس کا فائدہ اٹھانا چاہا۔ اگر ان کی قسمت میں سعادت لکھی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو اتباع سنت کی راہ دکھادے گا۔ چنانچہ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ایسے متشدد شاگرد رو کر آپ رحمہ اللہ کے پاؤں پر گر پڑتے اور اپنی خطائیں معاف کراتے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۳۰۲-۳۰۳)

### شیخنا حضرت الاستاد مولانا ابو عبد اللہ عبید اللہ غلام حسن سیالکوٹی رحمہ اللہ

**ولادت:** صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکی، غالباً حافظ عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ کے ہم عمر تھے۔ وفات: ۱۸ جنوری ۱۹۱۸ء  
آپ رحمہ اللہ کی طبیعت نہایت ذکی اور حافظہ نہایت قوی تھا۔ تھوڑی ہی مدت میں نصاب تعلیم ختم کر کے اپنے استاذ معظم رحمہ اللہ کی وفات کے بعد مدرس پر جلوہ افروز ہوئے۔ علم حدیث کی سند آپ رحمہ اللہ نے کتباً حضرت نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ ہر وقت تسبیح کے ساتھ ذکر خدا جاری رہتا۔ طبیعت نہایت بردبار اور باندق تھی۔ جو شخص آپ رحمہ اللہ کی زیارت کی سعادت حاصل کرتا اور ایک نماز بھی آپ رحمہ اللہ کے ساتھ پڑھ لیتا مدتوں اس سے لطف اندوز رہتا۔ اور آرزو کرتا رہتا کہ کاش پھر بھی یہ سعادت حاصل ہو۔ حافظ کی قوت ایسی تھی کہ جس کتاب کا بھی کوئی صفحہ ایک دفعہ دیکھا ہے۔ عمر بھر اس کو دیکھنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ یہ عجز اپنی ابتدائی عمر میں مولانا صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اخیر یوم وفات تک آپ رحمہ اللہ کی خدمت میں رہا۔ اتنے عرصہ میں میں نے آپ رحمہ اللہ کو کسی کتاب کا مطالعہ کرتے نہیں دیکھا۔ ہر دم تسبیح ہاتھ میں لے کر ذکر خدا میں مشغول رہتے۔ گویا آپ رحمہ اللہ حدیث ”لایسزال لسانک رطباً من ذکر اللہ“ (حسن حصین) کی زندہ تصویر تھے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۳۰۴)

### مولانا غلام رسول (عبداللہ) سکنہ قلعہ میہاں سنگھ گوجرانوالہ

**بازیابی مرشد کیلئے مریدین کا احتجاج:** آپ کی ولادت ۱۲۲۸ھ میں ہوئی آپ رحمہ اللہ نے حدیث سیدنا زبیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے پڑھی۔ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ آپ رحمہ اللہ کے ہم سبق تھے وعظ و نصیحت کا شوق آپ رحمہ اللہ کو ابتدا ہی سے تھا۔ وعظ اس قدر موثر تھا کہ اکثر غیر مسلم سن کر مسلمان ہو گئے۔ دہلی میں آپ کے وعظ کا چرچہ بہت رہا۔ ان دنوں ۱۸۵۷ء کا واقعہ رونما ہوا۔ انگریزوں نے موحدین کو اس کا مورد الزام ٹھہرایا جس کے متعلق شبہ ہوتا کہ یہ وہابی ہے دھر لیا جاتا۔ کسی نے شکایت کر دی کہ غدر میں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ وہابی کے وعظوں کو بھی دخل ہے۔ آپ رحمہ اللہ کی گرفتاری کا خطرہ ہو گیا۔ وطن واپس آ گئے اور وہاں گرفتار ہو کر ٹنگمری کی عدالت میں لاہور پیش کیے گئے۔ لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ مولوی صاحب رحمہ اللہ کو پھانسی کا حکم ہوگا۔ ہزاروں آدمی جمع ہو گئے۔ ٹنگمری نے معلوم کیا یہ کیوں آئے ہیں۔ جواب ملا کہ یہ شخص پنجاب بھر کا استاد اور پیر ہے۔ یہ لوگ اس لیے جمع ہوئے ہیں کہ اگر ہمارے پیر استاد کو پھانسی کا حکم ہو تو ہم ختم ہو جائیں گے ہمارا

زندہ رہنا فضول ہے۔ یہ سن کر منگھری کو اپنا ارادہ بدلنا پڑا اور مولانا رحمہ اللہ پھانسی سے بچ گئے۔ لیکن کچھ عرصہ کیلئے نظر بند کر دیئے گئے۔ رہائی کے بعد آپ رحمہ اللہ نے درس تدریس کا سلسلہ تازیت جاری رکھا اور کتاب وسنت کو زندہ کیا۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۳۱۱)

### نام کتاب :- قافلہ حدیث..... مصنف :- محمد اسحاق بھٹی.... مکتبہ قدوسیہ اردو بازار۔ لاہور

لکھوی خاندان کے نقشبندی جدِ اعلیٰ کا تذکرہ :- لکھوی خاندان کے جدِ اعلیٰ حضرت حافظ بارک اللہ لکھوی کے حالات فقہائے پاک و ہند کی تیرہویں صدی ہجری کی دوسری جلد میں آگئے ہیں، ان کے صاحبزادے حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ کا تذکرہ پنجاب یونیورسٹی کے اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا گیا ہے اور مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ اور مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کے حالات ”بزمِ ارجمنداں“ میں بیان ہو چکے ہیں اور ”قافلہ حدیث“ میں مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ اور ان کے صاحبزادے حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ کا تذکرہ آگیا ہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۰)

مولانا سید امیر علی ملیح آبادی :- (وفات ۱۹۱۹ء) مولانا سید امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ متحدہ ہندوستان کے بہت بڑے عالم، بہت بڑے مفسر قرآن، بہت بڑے مدرس، بہت بڑے مصنف اور بہت بڑے مترجم تھے۔ ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۸ء) کو ہندوستان کے صوبہ یوپی کے مشہور قصبے ملیح آباد میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید معظم علی تھا۔ حسی سادات میں سے تھے۔ ان کی ایک نہایت عالمانہ تصنیف ”تفسیر مواہب الرحمن“ ہے جو دس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اردو زبان کی تفسیروں میں اسے بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس کا تذکرہ اس مضمون میں اختصار کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ان کی دوسری بہت بڑی خدمت فتاویٰ عالمگیری کی اردو ترجمہ ہے۔ اصل فتاویٰ عربی میں ہے اور چھ جلدوں پر محیط ہے، جو ہندوستان کے مغل حکمران اورنگ زیب عالم گیر نے اپنے دور کے بہت سے علمائے کرام سے مرتب کرایا تھا۔ اس کے ایک حصے کا فارسی ترجمہ اس عہد کے ایک عالم ملا عبداللہ ترکی نے کیا تھا، جس کی ایک قلمی جلد پنجاب یونیورسٹی لاہور میں موجود ہے۔ اس کے اردو مترجم سید امیر علی ملیح آبادی نے اس پر تین سو صفحات کا طویل مقدمہ لکھا ہے، جس سے مترجم کی فضیلت علمی کا پتا چلتا ہے اور یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ان کی معلومات کا دائرہ کس درجہ وسیع تھا اور مختلف موضوعات کی کتابوں پر ان کی نظر کس قدر گہری تھی۔

حضرت مولانا سید امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”ہدایہ“ کا اردو ترجمہ عین الہدایہ کے نام سے کیا جو پہلی دفعہ چار جلدوں میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے چھپا تھا۔

وہ بہت بڑے مدرس تھے۔ ان کی تدریسی سرگرمیاں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں بھی جاری رہیں اور دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) میں بھی۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی کے والد گرامی سید عبدالحی حسی رحمہ اللہ نے جو اس وقت دارالعلوم کے ناظم تھے، ان سے سند حدیث لی تھی۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں وہ تین سال خدمت تدریس انجام دیتے رہے۔ یہیں ان کی وفات ہوئی۔

ایک مضمون انہوں نے اپنے استاد مکرم مولانا سید امیر علی ملیح رحمہ اللہ پر سپرد قلم کیا تھا جو ”صبح سعادت“ کے اپریل ۱۹۲۸ء کے شمارے میں چھپا تھا۔ مضمون نہایت جان دار اور بہت سی معلومات کو اپنے دامن صفحات میں لیے ہوئے ہے۔ فاضل مضمون نگار نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ مولانا سید امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ اہلحدیث تھے اور حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید تھے۔ یہ مضمون نایاب ہے، البتہ اس فقیر کے پاس محفوظ تھا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۳ تا ۱۵)

جدل و مناظرے سے نفرت :- جدل و مناظرے سے مولانا کو نفرت تھی۔ بعض اہل علم کی طرح حجت نہیں کرنے لگتے تھے۔ اپنی دلیل بیان کر کے خاموش ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا عبداللہ صاحب غازی پوری مرحوم و مغفور سے ایک دقیق مسئلے میں گفتگو ہو پڑی۔ دونوں متبع سنت اور سنجیدہ تھے۔ یہ گفتگو بڑی دلچسپ تھی۔ دونوں نے صرف دو دو مرتبہ تقریر کی اور جب کسی فیصلے پر پہنچ نہ سکے تو اس طرح خاموش ہو گئے گویا کوئی بحث تھی ہی نہیں۔ (قافلہ حدیث، ص: ۳۰)



## مولانا محمد سلیمان روڑی والے (وفات ۲۱ نومبر ۱۹۴۹ء)

ریاست پٹیالہ کی سرحد کے قریب اس ضلع کا ایک قصبہ روڑی تھا۔

**لوگ صوفی نام سے کیوں چڑ جاتے ہیں.....؟**۔ یہ قصبہ چاروں طرف ریت کے اونچے اونچے ٹیلوں میں گھرا ہوا تھا۔ ریلوے اسٹیشن جس کا نام ”لکڑوالی“ تھا وہاں سے بارہ کوس دور تھا۔ (اس نواح میں مسافت کی پیمائش کیلئے کوس کا لفظ بولا جاتا تھا، میل کو بہت کم لوگ جانتے ہوں گے) اس قصبے میں محمد سلیمان نام کے ایک بزرگ رہتے تھے، جن کی بزرگی اور نیکی کی بہت سی باتیں مشہور تھیں۔ ”مولانا“ کا لفظ اس دور میں زیادہ مستعمل نہ تھا۔ یہ بزرگ اگرچہ علم و فضل میں مولانا کی روایتی اصطلاح سے بہت آگے نکلے ہوئے تھے لیکن لوگ انہیں یا تو مولوی صاحب کہتے تھے یا صوفی صاحب یا باباجی۔ اب تو زمانہ بدل گیا ہے ”صوفی“ کا لفظ سنتے ہی بعض لوگ بدک جاتے ہیں اور اس طرح غصے سے اچھل پڑتے ہیں جس طرح کسی جانور کی دم پر پاؤں رکھ دیا جائے تو وہ اچھل پڑتا ہے۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ”صوفی“ لوگ اچھے نہیں ہوتے۔ ”اچھے نہیں ہوتے“ تو میں نے بہت نرم لفظ بولا ہے ورنہ وہ تو بہت کچھ کہتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اس زمانے میں بہت ہی نیک آدمی کو ”صوفی“ کہا جاتا تھا۔ اور مولانا سلیمان رحمہ اللہ بہت ہی نیک آدمی تھے۔

(قافلہ حدیث، ص: ۳۴-۳۵)

**باباجی اللہ لوگ ہیں اللہ ان کی سنتا ہے:**۔ شتر بان نے مہار پکڑی اور تیزی سے چلنے لگا۔

پوچھا: روڑی کس کے گھر جائیں گے؟۔ ہم نے کہا: حکیم عبداللہ رحمہ اللہ کے گھر۔

بولا: بڑے مولوی صاحب باباجی تو دن رات مسجد ہی میں رہتے ہیں اور اللہ خیر کرے ہم نماز کی اذان کے وقت مسجد میں پہنچ جائیں گے۔

باباجی اللہ لوگ ہیں، ہر وقت اللہ اللہ کرتے رہتے ہیں اور اللہ ان کی سنتا ہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۳۷-۳۸)

**مولانا سلیمان کا خاندانی تعارف:**۔ اب آئیے مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کے آبا و اجداد اور ان کے اسلاف کی طرف.....!

یہ خاندان کئی پشتوں سے اس علاقے میں مرجع خلائق تھا اور اس کے بزرگوں نے بدعات و رسوم کی مخالفت اور توحید و سنت کی اشاعت کو اپنے آپ پر فرض قرار دے لیا تھا۔ مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کے دادا کا نام مولانا غلام حسن رحمہ اللہ تھا جن کا شمار اس علاقے کے ممتاز اہل علم میں ہوتا تھا۔ ان کے ایک بھائی حافظ قادر بخش تھے۔ ان دونوں نے حصار، کرنال، پٹیالہ، ریتک اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں کو اپنی تبلیغی مساعی کا ہدف بنایا۔ حافظ قادر بخش رحمہ اللہ بصارت سے محروم تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے بصیرت کی بے پایاں نعمت سے انہیں نوازا دیا تھا۔

مولانا غلام حسین رحمہ اللہ کے ایک بیٹے کا نام صوفی غوث الدین تھا اور ان سے چھوٹے کا حافظ جمال الدین..... صوفی غوث الدین کا جوانی میں انتقال ہو گیا تھا۔ یہ مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کے والد مکرم تھے۔ نہایت عابد و زاہد، متقی، شریف النفس اور سخاوت پیشہ، ایثار اور رحم دلی میں مشہور.....! (قافلہ حدیث، ص: ۳۹-۴۰)

**رابعہ صفت خاتون کا تقویٰ:**۔ صوفی غوث الدین کا ذکر گزشتہ سطور میں ہم نے پڑھا۔ ان کی بیوی کا ایک واقعہ حکیم عبدالوہید

سلیمانی کی وساطت سے پیش کیا جاتا ہے۔ انہوں نے ایک دن ابھی مغرب کی نماز پڑھنا شروع کی تھی کہ سامنے سانپ نظر آیا۔ وہ گھر میں اکیلی تھیں۔ پہلے تو گھبرائیں، پھر یہ سوچ کر کہ فرض نماز پڑھ رہی ہیں، اس میں نہ گھبرانا چاہیے، نہ نماز توڑنی چاہیے، نماز میں مصروف رہیں۔

اس کے بعد سانپ ٹانگ پر چڑھ گیا۔ اب خوف کی ایک لہر دل میں اٹھی، لیکن پھر سوچا کہ نماز توڑ کر جان بچانے کی کوشش نہیں کرنی

چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ سانپ ڈسے گا اور موت آجائے گی۔ آخر مرنا تو ہے ہی، کیوں نہ نماز کی حالت میں مرا جائے۔ اب سانپ

قمیص کے نیچے سے ہوتا ہوا کندھے پر آگیا۔ یہ انتہائی دہشت ناک وقت تھا لیکن وہ اللہ کی نیک بخت بندی بہ دستور نماز پڑھتی رہیں۔ نماز ہی

کی حالت میں تھیں کہ سانپ اتر کر چلا گیا۔

اس کے کچھ دیر بعد گھر کے افراد آئے تو یہ واقعہ ان سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ مسئلہ بتایا کہ نماز کی حالت میں موذی جانور سامنے آئے تو مار دینا چاہیے۔

مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ جن کے بارے میں یہاں چند باتیں بیان کرنا مقصود ہے۔ اسی صالحہ خاتون کے فرزند تھے اور اسی کی آغوش میں انہوں نے تربیت کی منزلیں طے کی تھیں.....

اب حکیم عبدالوحید ہی کی زبانی مولانا سلیمان رحمہ اللہ کی ایک بہن کا واقعہ سنئے، یہ واقعہ بھی نہایت حیرت انگیز ہے۔ یہ اس بلند مرتبت خاتون کی بیٹی تھیں جن کا ذکر ابھی ہمارے مطالعے میں آیا ہے۔

وہ ایک بار گلے سے گزر رہی تھیں کہ کسی راہ گزر کا کندھا ان کے کندھے سے ٹکرا گیا۔ اسی وقت گھر آئیں اور کہا کہ کسی غیر محرم مرد کا کندھا میرے کندھے سے چھو گیا ہے۔ اب وہ جگہ آگ کی طرح جل رہی ہے، جی چاہتا ہے، اس کو استرے سے کاٹ دوں۔ گھر کے افراد نے اسے شدت احساس پر محمول کیا، لیکن جب انہوں نے اس جگہ کے کاٹ دینے پر بہت زیادہ اصرار کیا تو جسم کے اس حصے کو چھیل دیا گیا، اب انہیں چین آیا اور تکلیف رفع ہوئی۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۰-۴۱)

سماعتے چند بہ صحبت اولیاء:- اب آئیے مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کے بارے میں چند باتیں بیان کرتے ہیں۔ یہ حالات اگرچہ مختصر ہیں مگر نہایت دلچسپ ہیں اور ان کی حیثیت ”سماعتے چند بہ صحبت اولیاء“ کی ہے۔ ہم یہاں انہی سے استفادہ کر رہے ہیں۔

مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ جو مستجاب الدعوات عالم دین تھے ۱۸۵۵ء کے پس و پیش پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کے تھے کہ والد گرامی صوفی غوث الدین وفات پا گئے۔ دینی علوم کی تحصیل حافظ قادر بخش، حافظ جمال الدین اور اپنے چچا زاد بھائی حکیم علاؤ الدین سے کی۔ حضرت میاں سیّد نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ اور حضرت امام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے بے حد قلبی تعلق رکھتے تھے۔

بقول حکیم عبدالوحید کے ”ان کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتے اور دینی علوم میں رہنمائی حاصل کرتے۔“ (قافلہ حدیث، ص: ۴۲-۴۳)

مولانا داؤد غزنوی کی بغرض اصلاح حاضری:- مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ اپنے آباؤ اجداد کی طرح علمائے عظام اور بزرگان دین سے بے پناہ علاقہ رکھتے تھے اور گونا گوں مصروفیات کے باوجود اکابرین کی خدمت میں جاتے تھے۔ وہ کئی دفعہ اس دور دراز علاقے میں مولانا محمد سلیمان کی خدمت میں روٹی گئے۔

ایک مرتبہ مولانا غزنوی رحمہ اللہ روٹی گئے تو انہیں مسجد سے نکلنے وقت دائیں بائیں پاؤں کا خیال نہ رہا۔ مولانا سلیمان رحمہ اللہ نے اس طرف ان کی توجہ مبذول کرائی اور فرمایا کسی سنت کو بھی چھوٹا نہیں سمجھنا چاہیے، ہر سنت کو ہر آن پیش نگاہ رکھنا چاہیے۔ پھر فرمایا میری بات کا برا تو نہیں مانا؟

مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے جواب دیا: میں تو سینکڑوں میل کا سفر کر کے آپ کی خدمت میں محض اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ اپنی اصلاح کر سکوں۔ اگر آپ توجہ نہ فرماتے تو میری اصلاح کیسے ہوتی۔ آپ کا توجہ دانا ہماری دنیوی اور اخروی بہتری کیلئے ہے۔

میرا خیال ہے اتنا تکلیف دہ سفر اختیار کر کے اس قسم کے پاکیزہ خصال لوگوں کی محض اچھی باتیں سننے کیلئے بہت کم لوگ کہیں جاتے ہوں گے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۳-۴۴)

صحبت صالح ترا صالح کند: آئیے اس مرد صالح کی صحبت میں چند لمحے گزارنے کی کوشش کرتے ہیں کہ

”صحبت صالح ترا صالح کند“

مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ مسجد میں گزارا۔ مسجد سے ان کو بے پناہ لگاؤ تھا۔ حیات مستعار کے آخری چالیس سال تو مسجد میں ہی گزرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے سائے میں رہنے والے کی بڑی تعریف فرمائی ہے۔

”المؤمن في المسجد كالسمك في الماء“ پنجابی کے ایک شاعر نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:  
 مومن بندہ مسجد دے وچ جیویں مچھلی وچ پانی یعنی مومن آدمی مسجد میں اس طرح خوش رہتا ہے جس طرح مچھلی پانی میں خوش رہتی ہے۔  
 انہوں نے مسجد کے اس حجرے میں، جس میں وہ خود رہتے تھے قرآن مجید اور قاعدے سپارے فروخت کے لیے رکھ لیے تھے۔ سلسلہ  
 طباعت پشتوں سے ان کے خاندان میں چلا آ رہا تھا۔

ایک مرتبہ ایک شخص ان کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا کافی عرصے سے بیمار ہوں، بہت علاج کرائے آرام نہیں آیا۔ انہوں نے کاغذ پر نسخہ  
 لکھ دیا اور فرمایا: ”اسے پانی میں جوش دے کر پیو۔“ چند روز بعد اس سے ملاقات ہوئی تو پوچھا دو استعمال کی تھی؟  
 کہا: کون سی دوا تو آپ نے دی ہی نہیں۔ میں نے وہی تعویذ پانی میں جوش دے کر پیا جو آپ نے دیا تھا، اسی سے آرام آ گیا۔  
 نسخے کو جو مولانا نے کاغذ پر لکھ کر دیا تھا اس نے تعویذ سمجھا اور اسی کو پانی میں جوش دے کر پیا، اللہ نے شفا دے دی۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۳)  
**نسبت اتحادی کی بدولت بدکردار شخص کی توبہ:**۔ مشرقی پنجاب میں ایک گاؤں ”مڈاہر کلاں“ تھا۔ ایک دفعہ وہاں گئے اور حسب  
 معمول وعظ و نصیحت کی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہاں ایک ملنگ رہتا ہے، جس کا نام عالم شیر ہے۔ اس نے اپنے ڈیرے میں ایک باغیچہ سنا  
 رکھا ہے، جس میں اسی قماش کے لوگ آتے ہیں اور ہر وقت بھنگ، چرس اور افیون، گانجے کا دور چلتا ہے۔ گاؤں کے شریف لوگ اس سے  
 نہایت پریشان ہیں، آپ دعا فرمائیں کہ اس مصیبت سے لوگوں کو نجات حاصل ہو۔

فرمایا: آؤ مجھے بتاؤ، وہ ملنگ کہاں ہے؟ میں اس سے بات کرتا ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا: آپ اس کے پاس نہ جائیے۔ وہاں ہر وقت  
 بد اطوار لوگوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔ وہ لوگ آپ سے نامناسب انداز میں بات کریں گے جسے ہم برداشت نہ کر سکیں گے اور معاملہ بگڑ جائے گا۔  
 فرمایا: گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ آؤ میرے ساتھ چلو، اللہ بھلی کرے گا۔ چنانچہ مولانا نے عصا پکڑا جو ہمیشہ ان کے ہاتھ میں رہتا تھا اور  
 عالم شیر کے باغیچے میں پہنچ گئے۔ اس وقت بھنگ گھوٹی اور چھانی جا چکی تھی اور پیالوں میں ڈالی جا رہی تھی۔ بلند آواز سے کہا ”السلام علیکم! عالم  
 شیر اور اس کے ساتھی انھیں اچانک دیکھ کر گھبرا گئے۔ عالم شیر نے مصافحے کیلئے ہاتھ بڑھایا تو مولانا نے اسے گلے لگا لیا۔ وہ اس کی کمر پر ہاتھ  
 پھیرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے ”کون کہتا ہے عالم شیر غلط آدمی ہے۔ کون کہتا ہے عالم شیر بھنگی چرسی ہے، یہ تو مولوی عالم شیر ہے۔ عالم  
 بھی ہے اور شیر بھی ہے۔“

مولانا کو زیادہ تر لوگ ”باباجی“ کہا کرتے تھے..... عالم شیر کا بیان کہ ”باباجی“ سے معاف کرنے اور یہ الفاظ ان کی زبان سے سننے کے  
 بعد مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی بڑی وزنی چیز میرے دل سے اتر کر زمین پر گر گئی ہے۔ میری ظاہری آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اور باطن کی  
 آنکھیں کھلتی جا رہی تھیں۔ میں نے اسی لمحے گزشتہ گناہوں سے توبہ کر لی۔

باباجی نے فرمایا: ”مولوی عالم شیر! تمہارا باغیچہ مجھے بہشت کا نمونہ معلوم ہوتا ہے۔“  
 یہ الفاظ تین دفعہ کہے اور فرمایا: ”دیکھو تو سہی کیا یہ بہشت کا نمونہ نہیں؟“  
 عالم شیر کہتا ہے: میرے تعجب کی انتہا نہ رہی کہ وہ میرے باغیچے جیسا باغیچہ نہ تھا بلکہ سچ بہشت کا نکر معلوم ہو رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد  
 وہ منظر نظروں سے اوجھل ہو گیا.....“

حکیم عبدالوحید سلیمانی یہ واقعہ سننے اور دیکھنے والوں کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ: ”اس کے بعد عالم شیر کی حالت بالکل بدل گئی۔“  
 نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں  
 بلاشبہ محمد سلیمان کی نظر سے اس کی حالت بدل گئی اور وہ تاریخ صالحت کا ایک زریں ورق ہو گیا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۵-۴۶)

**بطور کرامت کپڑوں کا گیلانہ ہونا:-** مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ ایک دفعہ نماز عشا پڑھنے کیلئے مسجد کو جا رہے تھے، شدید بارش ہو چکی تھی، گلیاں جو ہڑبنی ہوئی تھیں۔ تین چار آدمی ان کے ساتھ تھے۔ اچانک ان کا پاؤں پھسلا اور ایک گڑھے میں گر گئے جو پانی سے بھرا ہوا تھا۔ ان کے بھانجے میاں محمد ابراہیم ساتھ تھے۔ سب پریشان ہو گئے اور سوچنے لگے کہ گڑھے سے انہیں کیسے نکالیں، مگر دیکھا کہ وہ ایک دم باہر نکل آئے ہیں۔ جسم پر کہیں خراش تک نہیں آئی تھی۔ کپڑے بھی بالکل خشک تھے۔ ہم نے نہایت تعجب سے اس منظر کو دیکھا، لیکن اس کی تہہ تک نہ پہنچ سکے، اور نہ مولانا سے پوچھ ہی سکے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۶)

**توجہ ولی سے بند کام ہو جانا:-** ضلع فیروز پور، ضلع حصار اور ریاست بیکانیر کے سنگم میں ایک مشہور قصبہ ہے بازید پور.....! اس علاقے میں مسلمان بہت کم تعداد میں تھے۔ وہاں مسلمانوں نے ایک چھوٹی سی مسجد بنائی، لیکن اس سے ملحقہ زمین ایک نہایت متعصب ہندو کی تھی، جو اپنی زمین میں کسی مسلمان کو قدم بھی نہیں رکھنے دیتا تھا، جب کہ مسجد میں جانے کا راستہ اس پلاٹ سے گزرتا تھا۔ ایک دن مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ اس قصبے میں آئے تو مسلمانوں نے اپنی پریشانی سے آگاہ کیا۔ آپ نے انہیں اطمینان دلایا اور فرمایا گھبراؤ نہیں اللہ بھلی کرے گا۔ خدا کی قدرت دیکھیے کہ ابھی وہیں کھڑے تھے کہ وہی ہندو آیا۔ آتے ہی بابا جی کے پاؤں میں گر گیا اور ہاتھ جوڑ کر کہا آپ مجھے کوئی حکم دیں جس پر عمل کر کے میں آپ کو خوش کر سکوں۔ فرمایا: مجھے تم سے کوئی کام نہیں، لیکن یہ لوگ خدا کا نام لینا چاہتے ہیں ان کو تنگ نہ کرو اور زمین انہیں دے دو۔ فوراً کہا: آپ جتنی زمین پر نشان لگا دیں وہ مسجد کی رہی.....! مولانا نے مناسب جگہ لے کر مسجد کے حوالے کر دی۔ ہندو نے اس کے بعد مولانا سے درخواست کی کہ میری شادی ہوئے مدت بیت چکی ہے، اولاد کی نعمت سے محروم ہوں، میرے لیے دعا فرمائیں۔

مولانا نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس دعا اور کار خیر کے طفیل صاحب اولاد کر دیا۔

مولانا کا احترام مسلمان تو کرتے ہی تھے، ہندو اور سکھ بھی ان کی بے حد تکریم بجالاتے تھے۔ جس راستے سے ان کا گزر ہوتا، ہندو اور سکھ دور ہی سے انہیں دیکھ کر تعظیماً ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو جاتے اسی طرح کھڑے رہتے۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ وہ ان کے وضو کا پانی اکٹھا کر کے لے جاتے۔ اسے اپنے بیماروں کو پلاتے اور برکت حاصل کرنے کیلئے منہ پر ملتے۔

قیام پاکستان کے وقت پورے قصبے کے ہندو اور سکھ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رورو کر کہنے لگے کہ ہمیں چھوڑ کر نہ جائیں۔ آپ گئے تو برکت اٹھ جائے گی اور ہم یتیم ہو جائیں گے۔ ہم آپ کی حفاظت کریں گے۔ باہر کے علاقے سے اگر کسی غنڈے نے حملہ کیا تو اس کا مقابلہ کریں گے اور آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچنے دیں گے۔

لیکن مولانا نہیں مانے۔ جب وہ اس علاقے کے مسلمانوں کی رفاقت میں گھر سے نکلے تو پورے قصبے کے ہندو اور سکھ کئی میل تک انہیں رخصت کرنے کیلئے ان کے ساتھ آئے اور پھر آہیں بھرتے واپس ہو گئے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۶-۴۷)

**صرف اک دعا سے منظر بدل گیا:-** ان کا قافلہ بے شمار عورتوں، بچوں اور مردوں پر مشتمل تھا۔ رات ایک جگہ قیام ہوا تو وہاں کے سکھوں نے قافلے پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ نہتے مسلمان جن کے پاس سبزی کا ٹٹنے والا چاقو بھی نہ تھا، ان کا کیا مقابلہ کرتے۔ مولانا سے درخواست کی کہ اس مصیبت سے بچنے کیلئے کچھ کیجئے۔ فرمایا اللہ کے سامنے جھک جاؤ اور اسی سے دعا مانگو۔ تم بھی دعا کرو میں بھی دعا کرتا ہوں۔ لوگوں نے دیکھا کہ حملہ آور بوکھلا کر اٹھے پاؤں بھاگ رہے ہیں۔ ان سے کسی نے پوچھا تم نے تو مسلمانوں کو لوٹنے اور قتل کرنے کا لمبا چوڑا منصوبہ بنایا تھا، اب بھاگ کیوں رہے ہو؟

جواب دیا: کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا ہوا۔ جب قدم آگے کی طرف بڑھاتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے ہزاروں گنڈو مارتا راستہ روکے کھڑی ہیں۔ واپس مڑتے ہیں تو کچھ نظر نہیں آتا۔ آخر تنگ آ کر اپنا ارادہ بدل لیا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۷-۴۸)

**اپنے مرید پر عیبی انکشافات:-** ایک بزرگ میاں اللہ دتہ مرحوم تھے۔ انہوں نے یہ واقعہ سنایا کہ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے دوران

ایک مقام پر مسلمانوں کا بے حد نقصان ہوا۔ کئی عالم فاضل شہید ہو گئے۔ میرے ایک بازو پر گولی لگی اور بازو نا کارہ ہو گیا۔ گرتے پڑتے پاکستان پہنچا اور مظفر گڑھ ہسپتال میں مرہم پٹی کراتا رہا، مگر زخم مندمل نہیں ہوا۔ ہڈی ٹوٹ گئی تھی، اس سے پیپ بہنے لگی، اور اس طرح چار مہینے گزر گئے۔ اسی دوران لاہور آئے تو شیخ قمر الدین مرحوم سے اپنے شیخ طریقت مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کا پتا معلوم ہوا، اور رات کی گاڑی میں سوار ہو کر علی الصبح جہانیاں پہنچ گئے۔ جمعے کا دن تھا۔ خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہیں پریشان دیکھ کر اور بندھی ہوئی پٹی دیکھ کر پوچھا یہ کیا؟ تفصیل بتائی تو فرمایا: بچی کھول دو۔ اللہ کے حکم سے یہ زخم اب بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن بیٹا یاد رکھو تمہاری موت اسی زخم سے ہوگی اور اس وقت یہ پھر ہرا ہو جائے گا۔ اللہ تمہیں شہادت کی موت نصیب کرے گا۔ بس ان کی زبان مبارک سے یہ بات نکلنے کی دیر تھی کہ پھر نہ زخم، نہ درد، نہ پیپ۔ اسی روز بازو درست ہو گیا۔ پندرہ سال بعد بغیر کسی ظاہری سبب کے وہ زخم پھر ہرا ہو گیا۔ ہر چند علاج کیلئے کہا گیا، لیکن اللہ تہ نہ نہیں مانے اور یہی کہتے رہے کہ اب میں بچوں کا نہیں..... چنانچہ چند روز بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔

اس طرح کے بہت سے واقعات سننے میں آئے ہیں۔ ان کا کہنا تھا، اللہ رب العزت جب چاہتا ہے اپنے کسی بندے پر کوئی حقیقت منکشف کر دیتا ہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۸)

**نوافل و ذکر و اذکار کی پابندی:** مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ نے پوری زندگی تہجد کی نماز قضا نہیں کی۔ نماز عشا کے بعد دیر تک ذکر اذکار میں مشغول رہتے۔ ہر نماز کے بعد لمبا وظیفہ پڑھتے۔ اشراق باقاعدگی سے ادا کرتے، نماز پڑھتے وقت ان پر رقت طاری ہو جاتی۔ آیات عذاب آتیں تو روتے روتے بجکی بندھ جاتی اور بسا اوقات بے حال ہو جاتے۔ اسی عذر کی بنا پر نماز کی امامت سے گریز کرتے کہ کہیں دوسرے لوگ اتنی لمبی قرأت کو بار نہ سمجھنے لگیں۔ تبلیغ کے ڈھنگ سے خوب آگاہ تھے۔ موقع محل دیکھ کر دین کی دعوت دیتے اور اس انداز میں بات کرتے کہ دل کی گہرائیوں میں اترتی چلی جاتی۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۹)

**نہایت میں حکمت و بصیرت:** ایک شخص نے کئی سال پہلے ذکر کیا کہ میں ایک دفعہ روڑی گیا اور جلدی جلدی نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلنے لگا۔ میری عمر اس وقت اٹھارہ انیس سال کے لگ بھگ تھی۔ مولانا کی نظر مجھ پر پڑی تو مجھے بلا کر کہا ماشاء اللہ تم نو جوان ہو، ہاتھ پاؤں میں طاقت ہے، قوت ہے، پھرتی ہے، ہر کام جلدی جلدی کرتے ہو۔ ہم تو بوڑھے ہو گئے، توئی جواب دے گئے۔ مسجد میں گئے تو وہیں پڑے رہے، جلدی جلدی اٹھا نہیں جاتا، رکوع میں گئے تو جلدی اٹھ نہیں سکتے..... اس شخص نے بتایا کہ ان کے اس انداز کلام سے میں بے حد متاثر ہوا، اور اس واقعے پر تیس سال سے زیادہ عرصہ بیت گیا ہے لیکن جب بھی نماز پڑھنے لگتا ہوں بابا جی کی بات یاد آ جاتی ہے اور خود بخود نماز میں خشوع پیدا ہو جاتا ہے۔

**مقام فنا فی الرسول کا عملی مشاہدہ:** مولانا سید سلیمان روڑی والے رحمہ اللہ نے ایک کتاب تعویذات کے موضوع پر تصنیف کی ہے: (قافلہ حدیث، ص: ۴۹-۵۰)

جہانیاں میں قیام پذیر تھے کہ طبیعت بے حد خراب ہو گئی۔ جب محسوس ہوا کہ اب آخری وقت آ پہنچا ہے تو اپنے اعزہ واقارب سے کہا کہ جمعے کے دن میرا خیال رکھنا، وہ رخصت کا دن ہے۔ جمعے کا دن آیا تو طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی، نبضیں جواب دے گئیں۔ غشی طاری ہو گئی اور سب لوگ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ معاً آنکھیں کھولیں اور فرمایا: حدیث میں جمعے کی فضیلت تو بہت بیان ہوئی ہے لیکن محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پیر کو ہوا تھا۔ اس کے بعد طبیعت سنبھل گئی۔ تین دن ٹھیک رہے اور پیر کے روز ۲۱ نومبر ۱۹۴۹ء کو اپنے مولا سے جا ملے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۰-۵۱)

**مسلمک اہلحدیث کے اوّل نمائندے:** یہ اہلحدیث کے ان اولین نمونوں کی نمائندگی کرتے تھے جن کے زہد و روع کے چرچوں سے دوسرے دائرے بھی متاثر ہوتے تھے۔ چنانچہ ضلع حصار اور اس کے ارد گرد کے لوگوں میں ان کی کرامات اور قبولیت دعا کا بڑا شہرہ تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں مراتب علیا سے سرفراز فرمائے۔

”مقام مقامات کے جماعت اہلحدیث سے درخواست ہے کہ ان کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی جائے۔“

اس زمانے میں جمعیت اہلحدیث لاہور کارپوریشن کے صدر حافظ محمد اسماعیل ذبیح مرحوم (خطیب جامع مسجد اہلحدیث مغل پورہ) اور ناظم اعلیٰ حاجی محمد اسحاق حنیف مرحوم تھے۔ لاہور کارپوریشن کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۱۶ دسمبر ۱۹۴۹ء کو بعد از نماز جمعہ حافظ محمد اسماعیل ذبیح کی زیر صدارت مسجد مبارک میں ہوا تھا۔ اس اجلاس میں مولانا ابوالقاسم سیف بناری، مولانا محمد حسین ہزاروی، مولانا محمد سلیمان روٹی والے اور مولانا شبیر احمد عثمانی کی وفات پر تعزیتی قرارداد منظور کی گئی تھی۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۱-۵۲)

”اللهم اغفر لهم و ارحمهم و عافهم و اعف عنهم“

مولانا نور حسین رحمہ اللہ کی پگڑی: مولانا نور حسین گھر جا کھی رحمہ اللہ شہدی پگڑی باندھا کرتے تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۴)

علمائے بریلوی والہدیت ایک اسٹیج پر: وعظ میں بسا اوقات مولانا نور حسین رحمہ اللہ کی آنکھیں اشک بار ہوجاتی تھیں۔ یہی اثر ان کے سامعین پر پڑتا تھا۔ ان کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہوجاتے تھے۔

وعظ میں مسلک اہلحدیث کی حقانیت وہ نہایت سادہ اور آسان الفاظ میں مؤثران کے سامعین پر پڑتا تھا۔ ان کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہوجاتے تھے۔

وعظ میں مسلک اہلحدیث کی حقانیت وہ نہایت سادہ اور آسان الفاظ میں مؤثر طریقے سے بیان کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ گوجرانوالہ سے متصل موضع ”کھوکھر کے“ میں بریلوی، دیوبندی اور اہلحدیث کا مشترکہ جلسہ ہوا۔ صدر جلسہ بریلوی مسلک کے بزرگ تھے اور پہلی تقریر مولانا نور حسین گھر جا کھی کی تھی جو ایک گھنٹا جاری رہی۔ تقریر ختم ہوئی تو صدر جلسہ نے ان کی تقریر کے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہابی اسی قسم کے ہوتے ہیں جس کا ذکر مولانا نور حسین رحمہ اللہ نے کیا ہے تو مجھے آج سے وہابی سمجھا جائے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۶۱)

نام ولی کے سرکش بیل پر اثرات: ایک دفعہ وعظ کیلئے (ضلع شیخوپورہ کے قصبے) فیروز وٹواں گئے۔ نہایت مؤثر وعظ کیا۔ ایک شخص مولانا کے پاس آیا اور کہا کہ اس کا بیل بہت مارتا ہے۔ اسے کھولنا اور باندھنا بے حد مشکل ہے۔ آپ اللہ اللہ کر کے اس پر کوئی دم کریں گے تو ہمیں یقین ہے بیل مارنا بند کر دے گا۔ مولانا نے فرمایا بیل کے کان میں کہو کہ مولوی نور حسین کہتا ہے مارا نہ کر۔ اس شخص کا بیان ہے کہ اس کے بعد جوان، بوڑھے اور بچے بھی بیل کو پکڑ لیتے تھے۔ اس نے کبھی کسی کو نہیں مارا بلکہ کسی کے سامنے کبھی کان بھی نہیں ہلائے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۶۲)

مزاح و ظرافت کے ساتھ خوف و خشیت: مزاح و ظرافت تو مرحوم کی طبیعت کا خاصا تھا، جہاں بیٹھے باغ و بہار بن کر بیٹھتے اور ایسے ایسے لطائف بیان کرتے کہ سننے والے مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ جاتے۔ بسا اوقات ایسا ہوا کہ جلسہ و مناظرہ کے بعد یہ اپنے مخصوص حلقے میں بیٹھے اور وہ چٹکے سنائے کہ طبیعت کا سارا سکدر جاتا رہا۔

”پھر لطیفے سننے والوں اور محفوظ ہونے والوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ رند جو ابھی ابھی ہنسی مذاق اور بذلہ سنجی کے جام پر جام لٹڈھا رہا تھا، تہجد میں خدا کے حضور مناجات میں مصروف ہے اور فارغ اوقات میں اس کی زبان پر ذکر و انکا غلغلہ ہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۷۱-۷۲)

تعویذات کیلئے لوگوں کی آمد: ایک بات انہوں نے یہ بتائی کہ سردیوں کا موسم تھا، مولانا سیالکوٹی ایک دن صبح کے وقت اپنی مسجد میں طلباء کو قرآن مجید کا درس دے رہے تھے۔ محلے کی ایک عورت آئی، اس نے مولانا سے بڑی لجاجت کے ساتھ کسی سلسلے میں تعویذ کیلئے عرض کیا۔ مولانا نے فرمایا: بیٹھے جاؤ طلباء کے درس سے فارغ ہو کر تعویذ لکھ دوں گا۔

وہ بیٹھ گئی، لیکن پانچ بجے منٹ کے بعد پھر تعویذ کا مطالبہ کیا۔

مولانا نے اب بھی وہی جواب دیا کہ ابھی ٹھہرو، تھوڑی دیر کے بعد فارغ ہوں گا تو لکھ دوں گا..... دو چار منٹ بعد اس نے پھر تعویذ کیلئے کہا۔ مولانا نے پھر وہی جواب دیا۔

چوتھی پانچویں دفعہ اس نے تعویذ مانگا تو مولانا اپنی جگہ سے اٹھے، اس عورت کے پاس گئے، اسے اٹھایا اور مسجد کے وضو کرنے والے حوض میں پھینک دیا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۸۴-۸۵)

**بطور کرامت انشراح صدر کر دینا:** تیسری بات انہوں نے مولانا محمد صدیق مرحوم کے حوالے سے یہ بتائی کہ ایک مرتبہ مولانا سیالکوٹی جماعت اہلحدیث کے جلسے میں جھنگ گئے۔ سٹیج پر ان کے علاوہ چند اور علمائے کرام بھی تشریف فرما تھے۔ پروگرام کے مطابق مولانا محمد صدیق لائیکچوری مرحوم کی تقریر کا وقت ہوا تو وہ مانگ پر آئے۔ ان کی جوانی کا زمانہ تھا، خطبہ مسنونہ کے بعد انہوں نے کچھ اس قسم کے الفاظ سے تقریر کا آغاز کیا۔ وقت قلیل ہے، موضوع طویل ہے، طبیعت علیل ہے، لیکن فضل رب جلیل ہے..... وغیرہ وغیرہ۔

مولانا سیالکوٹی نے یہ قافیہ ردیف سنا تو آواز دی: تقریر بند کرو اور میرے پاس آؤ۔

مولانا صدیق نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا، سامعین بھی بڑے متعجب ہوئے۔

ترش لہجے میں کہا: دیکھتے کیا ہو۔ میں کہتا ہوں، تقریر بند کرو اور میرے پاس آؤ۔

انہوں نے مجبوراً تقریر بند کی اور ان کے پاس گئے۔

فرمایا: بیٹھو اور منہ کھولو۔ بیٹھنا تو خیر ٹھیک تھا، لیکن منہ کھولنے کا حکم بڑا عجیب و غریب تھا۔

گرج دار آواز میں بولے: میری بات نہیں سنی، میں نے کہا ہے منہ کھولو۔

انہوں نے منہ کھولا تو کچھ پڑھ کر پھونک ماری، جس کا اثر حلق تک گیا اور حلق سے ذہن و فکر تک پہنچ گیا۔

فرمایا: جاؤ، اب تقریر کرو۔

مولانا محمد صدیق صاحب کا بیان ہے کہ مولانا سیالکوٹی کے پھونک مارتے ہی ان کی حالت یکسر بدل گئی۔ جو تقریر سوچی تھی اور جس کی تیاری کی تھی وہ ذہن سے بالکل نکل گئی اور ایک نئی تقریر نئے انداز اور نئے اسلوب کے ساتھ ذہن میں اترنے اور الفاظ کے قالب میں ڈھلنے لگی۔

یہ مولانا سیالکوٹی کی روحانیت اور تقویٰ کی ایک حیرت انگیز مثال ہے جس کی اثر انگیزی کا کرشمہ اسی لمحے ظہور میں آ گیا۔

(قافلہ حدیث، ص: ۸۶-۸۷)

**اب ایسے صاحب کمال پیدا نہ ہونگے:** اللہ اللہ! اندازہ کیجئے، عمل و کردار اور فضل و کمال کے اعتبار سے یہ لوگ کس قدر اونچے مقام پر فائز تھے۔ موجودہ دنیا بالکل بدلی ہوئی ہے اور ان کے سوچ بچار کے پیمانے کچھ اور نوعیت کے ہیں۔ ان میں سے اکثر کو نہ ان کی مجلسوں میں حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور نہ ان کی باتیں سننے کا موقع ملا ہے۔ اب مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ جیسے لوگ کبھی پیدا نہیں ہوں گے۔ وہ زمانے لد گئے جن میں یہ لوگ ابھرے تھے، اور وہ سانچے ٹوٹ گئے جن میں ان اوصاف کے لوگ ڈھلے تھے۔

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ افسوس! تم کو میرے صحبت نہیں رہی

مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ کے شاگردوں میں ایک عالم دین مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمہ اللہ تھے جو اپنے دور کے بہت اچھے مقرر، کئی

کتابوں کے مصنف اور صحافی تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۸۷)

**جلالی طبیعت اور مسجد کا ادب:** ایک صاحب نے بتایا کہ گرمیوں کا موسم تھا، مولانا اپنی مسجد میں درس قرآن دے رہے تھے۔ ایک شخص سے کہا پتکھے چلا دو۔ اس نے تعمیل حکم کی اور پتکھے چلا دیئے۔ ایک شخص وہاں بیٹھے تھے جنہوں نے دو چار دن پہلے مسجد کیلئے پتکھا دیا تھا۔ انہوں نے پتکھا چلانے والے سے کہا: میرا پتکھا بھی چلا دو۔

مولانا نے یہ الفاظ سنے تو جلدی سے اٹھے، کوئی چیز پاؤں کے نیچے رکھنے کیلئے منگوائی۔ پلاس یا کوئی اور چیز ہاتھ میں پکڑی اور وہ پتکھا اتار کر گلی میں پھینک دیا۔ جس شخص نے پتکھا دیا تھا، اس کی طرف غصے سے دیکھا اور فرمایا لے جاؤ، اپنا پتکھا..... کیا کبواں ہے، میرا پتکھا بھی چلا

دو، میرا پنکھا بھی چلا دو..... یہ کہہ کر تم لوگوں کو بتانا چاہتے ہو کہ میں نے مسجد کو پنکھا دیا ہے۔ اب سب کو پتا چل گیا ہے۔ لے جاؤ اپنا پنکھا اور چلاؤ اسے اپنے گھر میں.....! (قافلہ حدیث، ص: ۸۸)

**اختلاف رائے کے باوجود احترام:**۔ مولانا ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ سے مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ کا بے پناہ تعلق تھا۔ مولانا ثناء اللہ ۱۸۶۸ء میں پیدا ہوئے جب کہ مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ کا سن ولادت ۱۸۷۳ء ہے، اس طرح وہ مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ سے عمر میں چھ سال بڑے تھے اور بڑا ہونے کی بنا پر مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ ان کا بے حد احترام کرتے تھے اور ان کی ایسی باتیں بھی الطمینان سے سنتے اور برداشت کرتے تھے جو ان کے فکر و عمل کے مطابق نہیں ہوتی تھیں۔ (قافلہ حدیث، ص: ۸۹)

**دو مشائخ کا دورہ تفسیر:**۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے، آزادی وطن سے پہلے اور اس کے بعد برصغیر پاک و ہند کے صرف دو شہروں میں دو علمائے کرام سال میں تین مہینے دورہ تفسیر قرآن پڑھانے کا التزام کرتے تھے، اور وہ تھے لاہور میں مولانا احمد علی رحمہ اللہ اور سیالکوٹی میں مولانا محمد ابراہیم رحمہ اللہ۔

کیم رجب سے رمضان کی آخری تاریخ تک یہ دونوں بزرگان عالی مقام فارغ التحصیل حضرات کو تفسیر پڑھاتے تھے، دور و نزدیک سے شائقین آتے اور ان کے درس قرآن میں شریک ہوتے تھے۔ اس میں فقہی مسلک کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ اہلحدیث طلباء مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ سے اور حنفی طلباء مولانا محمد ابراہیم صاحب سے استفادہ کرتے تھے۔

ہمارے دوست مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کو آزادی سے قبل دونوں حضرات سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ ایک سال مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ سے اور ایک سال مولانا احمد علی رحمہ اللہ سے۔

مولانا معین الدین صاحب علمی اعتبار سے خود بھی پنجاب کے مشہور خاندان کے فرد ہیں۔ ان کے پردادا حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ وہ مفسر قرآن تھے جنہوں نے، تفسیر محمدی، کے نام سے پنجابی نظم میں سات جلدوں میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی جو بار بار چھپی اور بے حد مقبول ہوئی۔ ان کے خاندانی پس منظر کی وجہ سے حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ ان کا خاص خیال رکھتے تھے اور ان کے اکابر کے بعض واقعات طلباء کو سنایا کرتے تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۰۱)

**علم کی جگہ القابات نے لے لی:** یہ اس زمانے کے لائق احترام اور عالی مرتبت بزرگان کرام تھے، جب بڑے سے بڑے عالم کو ”مولوی“ کہا جاتا تھا یا پھر زیادہ سے زیادہ ان کے نام کے ساتھ ”مولانا مولوی“ لکھا جاتا تھا۔ اس دور میں شاید زبدۃ العلماء، عمدۃ المفسرین، قدوة الصالحین، رأس الاتقیاء، شیخ القرآن والحدیث، امام العصر اور شیخ الاسلام وغیرہ القاب ایجا نہیں ہوئے تھے، نہ علامہ اور فہامہ قسم کے الفاظ کبھی سننے میں آئے تھے۔ اب یہ حال ہے کہ القاب کی کثرت اور خطابات کی اگاڑی بچھاڑی میں میرے جیسے ناواقف کیلئے کسی عالم کا اصل نام تلاش کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

پہلے پہل القاب نویسی کا رواج بریلوی حضرات نے ڈالا۔ پھر یہ مرض دیوبندی مقالہ نگاروں میں آیا اور اب کچھ عرصے سے یہ متعدی بیماری بعض اہلحدیث مصنفوں اور مضمون نویسوں کو لاحق ہو گئی ہے۔ علم گھٹتا جا رہا ہے اور اس کی جگہ القاب و خطابات لے رہے ہیں۔

میری شنید کے مطابق ایسا بھی ہوا کہ بعض مقررروں نے اشتہار پھاڑ دیئے کہ ان کا نام دوسرے یا تیسرے نمبر پر لکھا گیا ہے، یا پھر محض اس بنا پر جلسے میں شریک ہونے سے انکار کر دیا کہ ان کے اسم گرامی سے پہلے اور بعد میں فلاں فلاں القاب کی لام ڈوری نہیں لگائی گئی۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۰۱)

**مبلغین دور حاضر کیلئے اک نصیحت اک سبق:**۔ اسی طرح ہمارے علماء کرام کی موٹروں کا پٹرول الگ دیا جاتا ہے، اور ”ٹائز گھسائی“ کے پیسے الگ دیئے جاتے ہیں۔

اب تو اکثر علمائے کرام اور مبلغین اسلام نے محافظ بھی رکھ لیے ہیں جنہیں باڈی گارڈ کہا جاتا ہے۔ مبلغ صاحب ایک بڑی گاڑی میں



سوار ہیں اور اس شان سے دین کی تبلیغ فرمانے جارہے ہیں کہ فرنٹ سیٹ پر بندوق بردار یا کلکاشنکوف بردار بیٹھا ہے۔ ڈرائیور سے پچھلی سیٹ پر ایک شخص دائیں جانب بیٹھا ہے اور ایک بائیں جانب، درمیان میں حضرت مبلغ تشریف فرما ہیں، ان کے پیچھے دو تین آدمی بیٹھے ہیں جو ان کے محافظ یعنی باڈی گارڈ ہیں۔ موبائل فون باڈی گارڈ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر باہر سے آنے والی گولی سے کسی کو مرنا ہے تو آگے پیچھے اور دائیں بائیں بیٹھنے والے مریں۔ اس لیے کہ وہ کسی کے بھائی ہیں، نہ بیٹے، نہ باپ ہیں، نہ شوہر، نہ کسی کے رشتے دار ہیں، صرف باڈی گارڈ ہیں۔ جب کہ مبلغ دین سب کے سب کچھ ہیں، جو اس طرح اسلحہ برداروں کے گھیرے میں بیٹھے ہیں جیسے بہت بڑا ڈکیت بیٹھا ہو۔ اگر وہ گاڑی سے باہر نکلتا ہے تو اسلحہ والے اس کے ساتھ باہر نکلتے ہیں۔ اگر وہ جماعت کرائے یا تنہا نماز پڑھے تو بندوق بردار بندوق تانے اس کے سامنے بیٹھا ہے۔ اگر جلسے میں تقریر کرے تو ایک شخص بندوق یا کلکاشنکوف یا موزر پکڑے اس کے دائیں کھڑا ہے اور ایک اس کے بائیں۔ شاید انہیں خطرہ ہے کہ یہ ڈاکو بڑی مشکل سے ہاتھ لگا ہے، کہیں بھاگ نہ جائے۔ اس کی پوری رکھوالی کی جائے اور ہر وقت اور ہر جگہ اسے پہرے میں رکھا جائے۔ بس ہتھکڑی اور بیڑی اسے نہ لگائی جائے، اس کے سوا جگر نے اور قید رکھنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی جائے۔

عجیب بات یہ ہے کہ خوف کے مارے اور لوگوں سے سہمے ہوئے یہ مبلغ جلسے میں جا کر لوگوں کو صرف اللہ سے ڈرنے اور کسی بڑی سے بڑی طاقت سے خوف زدہ نہ ہونے کی تلقین فرماتے ہیں اور میدان جہاد میں نکلنے، دشمن کی فوجوں کا مقابلہ کرنے اور شہروں کے شہر اور ملکوں کے ملک فتح کرنے کا پورے زور و جذبے کے ساتھ درس دیتے ہیں۔ جہاد کے موضوع پر بلند آہنگی سے تقریر فرماتے ہوئے قرآن کی آیات پڑھتے ہیں، نبی ﷺ کی احادیث سناتے ہیں، اس سلسلے میں حضور ﷺ کے عمل کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے واقعات بیان کرتے ہیں اور میدان جنگ کے نقشے سامعین کے سامنے رکھتے ہیں۔

جلسے کے منتظمین ان باتوں اور ڈرپوک اور بزدل مبلغوں کو اپنے جلسوں میں بلاتے ہیں، ان کو پیسے بھی دیتے ہیں، یہ نہیں سوچتے کہ جو لوگ اکیلے و قدم نہیں چل سکتے اور خود اپنے ہی لوگوں سے خوف زدہ ہیں، وہ دوسروں سے خاک لڑیں گے اور کیوں کر جہاد کریں گے۔ پہلے یہ بات نہ تھی، علمائے کرام جلسوں میں جاتے تھے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے اور کلمہ حق سناتے تھے۔ کسی قسم کے تکلف اور اسلحہ برداری کا کوئی تصور نہ تھا۔ (قالہ حدیث، ص: ۱۰۳)

**بزرگوں کی ڈانٹ باعث رحمت:** انہی دنوں مجھے خط لکھا کہ آئندہ میرے نام ”الاعتصام“ نہ بھیجا جائے۔ میرا خط پڑھتے ہی میرے نام کا پرچہ بند کر دو، مجھے اس اخبار کو دیکھ کر سخت تکلیف ہوتی ہے۔ نہ میں اسے کھولتا ہوں نہ پڑھتا ہوں، اس اخبار سے مجھے شدید نفرت ہے۔ اس زمانے میں ”الاعتصام“ گوجرانوالہ سے شائع ہوتا تھا۔ مولانا حنیف ندوی اس کے ایڈیٹر تھے اور میں بطور معاون مدیر کام کرتا تھا۔ مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ نے یہ خط میرے نام تحریر فرمایا تھا اور میں نے ان کا یہ جلالی اور تاریخی خط نہایت احتیاط کے ساتھ سنبھال کر رکھا تھا۔ بہت سے حضرات کو یہ خط میں نے دکھایا۔ ارادہ یہ تھا کہ کبھی ان کے بارے میں کچھ لکھنے کا موقع ملا تو یہ پورا خط درج کر دوں گا۔ اب یہ مضمون لکھنے بیٹھا تو خط کی تلاش کیلئے تمام کاغذات دیکھ ڈالے، لیکن خط کہیں سے نہیں ملا۔ مولانا کی اس یادگار اور بابرکت تحریک کے جو کم و بیش چالیس برس میرے پاس رہی، گم ہو جانے کا مجھے انتہائی افسوس ہے۔ بزرگوں کی ڈانٹ اور اہل علم کی خفگی بسا اوقات باعث رحمت ہوتی ہے اور میں تو اسے ہمیشہ اپنے لیے باعث رحمت ہی سمجھتا ہوں۔ (قالہ حدیث، ص: ۱۰۶)

**ائمہ کرام کا ادب و علمی خدمت:** احکام المرام باحیاء مآثر علماء الاسلام: اس کتاب میں بائیس فقہاء و محدثین کے حالات بیان کیے گئے ہیں، جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ، امام ابو یوسف رحمہ اللہ، امام محمد رحمہ اللہ، امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ، امام مسلم رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ، امام ابن ماجہ رحمہ اللہ، امام دارمی رحمہ اللہ، امام

دارقطنی رحمہ اللہ، امام بیہقی رحمہ اللہ، امام طحاوی رحمہ اللہ، امام نووی رحمہ اللہ، اپنے موضوع کی یہ نہایت اہم کتاب ہے جو ۱۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلی دفعہ ۱۹۰۶ء میں طبع ہوئی تھی۔ دوسری دفعہ پاکستان کے مشہور مصنف و محقق جناب محترم طالب ہاشمی صاحب نے جولائی ۱۹۹۱ء (محرم ۱۴۰۲ھ) میں طبع کرائی۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۱۴)

ائمہ اہلسنت اہل بیت ادب: احیاء المیت: یہ کتاب ائمہ اہل سنت اور ائمہ اہل بیت کی تعظیم و تکریم کے موضوع پر ہے۔

(قافلہ حدیث، ص: ۱۱۶)

**فضائل شعبان نماز استخارہ:** فضائل شعبان، سولہ صفحات کے اس رسالے میں ماہ شعبان کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔  
برکات الصلوٰۃ: نماز استخارہ، نماز حاجت، نماز تسبیح، نماز اشراق، نماز توبہ اور نماز تہجد وغیرہ کے متعلق بتیس صفحات کا رسالہ جو پہلی مرتبہ اگست ۱۹۳۸ء میں چھپا تھا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۱۷)

**مولانا حافظ محمد حسین رحمہ اللہ کا عمامہ استعمال فرمانا:** مولانا حافظ محمد حسین روپڑی رحمہ اللہ سفید عمامہ باندھے تقریر کیلئے تشریف لائے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۲۷)

**متصوف علماء کے علمی مراکز:** اس زمانے کے پنجاب میں اہلحدیث کے دو علمی مراکز تھے اور یہی تدریسی مراکز بھی تھے، جو عوام و خواص میں بہت مشہور تھے اور لوگ درس و تدریس اور علمی استفادے کیلئے انہی دو مراکز کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ایک مرکز امرتسر کا تھا جس کا نام دارالعلوم تقویۃ الاسلام تھا اور وہ مدرسہ غزنویہ کے نام سے معروف تھا۔ یہ مرکز یا مدرسہ حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ (وفات ۱۵ ربیع الاول ۱۲۹۸ھ - فروری ۱۸۸۱ء) کے فرزند عالی قدر حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ (وفات ۲۵ رمضان ۱۳۳۱ھ - اگست ۱۹۱۳ء) نے قائم کیا تھا۔ دوسرا مرکز حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ (وفات ۱۳ صفر ۱۳۱۱ھ - اکتوبر ۱۸۹۳ء) نے مدرسہ محمدیہ کے نام سے قائم فرمایا تھا۔ پنجاب کے اہلحدیث علمائے کرام بلا واسطہ یا بالواسطہ انہی دو مدرسوں کے فیض یافتہ ہیں۔ تقسیم ملک کے بعد امرتسر کا دارالعلوم تقویۃ الاسلام، لاہور منتقل ہو گیا تھا اور اللہ کے فضل سے اس میں تدریسی خدمات کا سلسلہ جاری ہے۔ لکھو کے مدرسہ قیام پاکستان کے بعد اکاڑہ میں قائم کر دیا گیا تھا جو جامعہ محمدیہ کے نام سے موسوم ہے اور متعدد اساتذہ وہاں درس و تدریس میں مصروف ہیں۔

حافظ محمد حسین روپڑی رحمہ اللہ کے والد مکرم میاں روشن دین کے دل میں حصول علم کا شوق ابھرا تو انہوں نے لکھو کے کا عزم کیا اور حضرت حافظ محمد لکھوی کی خدمت میں پہنچے۔

ان کے سب سے بڑے بیٹے مولوی رکن الدین نے حصول علم کیلئے لکھو کے کا عزم کیا اور وہاں کے اساتذہ سے مستفید ہوئے۔ وہ اپنے چھوٹے بھائی حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ کو بھی وہاں لے گئے تھے۔ کچھ عرصہ یہ بھی وہاں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ حافظ صاحب امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں کئی سال اقامت گزین رہے اور حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی اور دیگر اساتذہ کے حضور زانوئے شاگردی تہہ کیا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ نے لکھوی اور غزنوی علمائے کرام سے بلا واسطہ فیض حاصل کیا اور پھر جن حضرات نے حضرت حافظ صاحب سے حصول علم کیا، وہ لکھوی اور غزنوی اہل علم کے بالواسطہ شاگرد ہوئے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۲۸ تا ۱۳۰)

**ادب اور مرشد کی خوشبو:** اپنے سے بڑوں میں سے جس میں وہ نیکی کا جوہر دیکھتے، اس کے سامنے سر نیچا کر لیتے تھے۔ حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف کے سر کا اسم گرامی میاں نور الدین تھا۔ تقسیم ملک کے بعد اپنے گاؤں بھوجیاں (ضلع امرتسر) سے ترک مکانی کر کے بہ طور پناہ گزین وہ گوندلانووالہ (ضلع گوجرانوالہ) میں آئے تھے۔ ان کے اخلاف اب بھی وہیں ہیں۔ مولانا عطاء اللہ صاحب اور اپنے دوسرے عزیزوں سے میل ملاقات کیلئے لاہور ان کی آمدورفت رہتی تھی۔ نماز وہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں پڑھتے تھے۔ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے دارالعلوم کے امام صاحب سے کہہ رکھا تھا کہ میاں صاحب جتنے دن یہاں رہیں، جماعت کیلئے انہی سے عرض کیا جائے۔ وہ نہایت پرہیزگار بزرگ تھے اور مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے

والد مکرم حضرت امام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے ارادت مند تھے، اس لیے مولانا ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ ایک دن ابو بکر صاحب دارالعلوم کے صدر دروازے سے متصل محمد ادریس کی دکان پر کسی سے باتیں کر رہے تھے۔ ادھر سے میاں صاحب بھی تشریف لے آئے۔ انہوں نے حسب عادت وہاں کھڑے ہوئے لوگوں کو السلام علیکم کہا اور فرمایا: ”مجھے یہاں اپنے مرشد کی خوشبو آ رہی ہے۔“

ابو بکر صاحب نے یہ الفاظ سنے تو فوراً ادھر متوجہ ہوئے اور گردن جھکا کر نہایت ادب سے میاں صاحب کو سلام کیا اور انتہائی نرم آواز میں ان سے دعا کی درخواست کی۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۳۷-۱۳۸)

**تعداد و وظائف کی اہمیت:**۔ زندگی کے آخری دور میں ان کی حالت بالکل بدل گئی تھی۔ زیادہ وقت وظائف اور یاد خدا میں گزرتا تھا۔ ہمارے دوست پروفیسر ڈاکٹر محمد یحییٰ (صدر شعبہ اسلامیات انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور) کا شمار ان کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ وہ ان کی ہدایت کے مطابق اپنے ایک نہایت ضروری کام کیلئے کسی صاحب سے ملنے کیلئے روانہ ہونے لگے تو کہا اڈول آخردود شریف اور ۳۱۳ دفعہ ”حسبی اللہ و نعم الوکیل“ پڑھنا۔ وہ کہتے ہیں میں ان کا بتایا ہوا وظیفہ پڑھنے لگا تو پڑھتا ہی چلا گیا۔ واپس آیا تو پوچھا، کتنی دفعہ پڑھا تھا۔

عرض کیا: بے شمار دفعہ۔ فرمایا: جتنی دفعہ بتایا جائے اتنی دفعہ ہی پڑھنا چاہیے۔ اس کا معاملہ معالج کی بتائی ہوئی دوا کی طرح ہے، جتنی مقدار میں وہ بتائے اس کی ہدایت کے مطابق اتنی ہی مقدار میں دوا استعمال کرنی چاہیے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۴۱)

**مولانا ابو بکر کے موافقین و مخالفین:**۔ کسی کو ان سے اختلاف ہوگا، کسی کو اتفاق، کوئی ان کا معتقد ہوگا، کوئی مخالف..... اور دنیا میں ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے، نہ سب کسی سے متفق ہوتے ہیں، نہ سب کسی کی مخالفت کرتے ہیں۔ موافقت اور مخالفت کا سلسلہ برابر چلتا ہے۔ جس نے کسی سے اتفاق کیا، اس نے بھی اس کی حیثیت کو مان لیا اور جس نے اختلاف کیا اس نے بھی مان لیا۔ بلکہ میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ اختلاف کرنے والے نے اتفاق کرنے والے کی نسبت اسے زیادہ مانا اور زیادہ اہمیت دی۔ اس میں کوئی کمال تھا تو اس سے اختلاف کیا گیا اور اس کے افکار و تصورات کے بارے میں اہل علم کی رائے میں تغیر رونما ہوا۔

ابو بکر صاحب کا سلسلہ نسب یہ ہے: ابو بکر بن مولانا محمد داؤد بن مولانا عبدالجبار بن مولانا عبداللہ بن محمد بن محمد بن محمد شریف رحمہم اللہ!۔ یہ تمام حضرات اپنے اپنے وقت میں علم و معرفت کی دولت سے مالا مال اور مرجع خلافت تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۴۲)

**عارف باللہ، بزرگ کی دینی خدمات:**۔ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ بہت بڑے عالم اور عارف باللہ تھے۔ امرتسر میں انہوں نے کتاب وسنت کی تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا، عربی اور فارسی کی متعدد کتابوں کے اردو زبان میں ترجمے کرائے اور انہیں شائع کر کے افادہ عوام کیلئے تقسیم کیا۔ امرتسر میں ایک دارالعلوم قائم کیا جو ”مدرسہ سلفیہ غزنویہ“ کے نام سے موسوم ہوا۔ اس دارالعلوم سے بے شمار علماء و طلباء نے استفادہ کیا۔ انہوں نے ربیع الاول ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء) میں وفات پائی۔

مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے بیٹے مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ تھے، جن کی ولادت ۱۸۹۵ء کو امرتسر میں ہوئی۔ وہ تخریر و تقریر، فضیلت علمی، دین داری اور تقویٰ میں اپنے اسلاف کے صحیح ترین جانشین تھے۔ انگریزی حکومت کے خلاف انہوں نے سیاسیات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مختلف سیاسی تحریکوں میں مجموعی طور پر دس سال قید کاٹی۔ ان کی تاریخ وفات ۱۶ دسمبر ۱۹۶۳ء ہے۔

سید ابو بکر غزنوی ۲۲ مئی ۱۹۲۷ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ اس وقت مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کا قیام امرتسر میں تھا اور لاہور کی چینیالی والی (جامع مسجد اہلحدیث) کے خطیب ان کے حقیقی چچا حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ تھے۔ ۱۹۳۰ء میں مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ فوت ہوئے تو ان کی جگہ اس مسجد کی مسند خطابت پر مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کو فائز کر دیا گیا تھا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۴۳-۱۴۴)

**تصوف پر عملی خدمات:**۔ حقیقت ذکر الہی۔ ادب محبت کا پہلا قرینہ ہے۔ قربت کی راہیں۔ تعلیم و تذکیہ۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۴۷)

**ذوق تصوف اور معلومات:**۔ وہ بذلہ سنخ، لطائف و ظرافت کے ماہر، خوش کلام، خوش مزاج، دوستوں کے دوست اور حاضر جواب

تھے۔ علمی بات کا جواب علم سے، شعر کا جواب شعر سے، لطیف کا جواب لطیف سے، طنز کا جواب طنز سے اور تصوف سے متعلق بات کا جواب تصوف سے دیتے تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۵۰)

**اشغال تصوف سے لوگوں کا فیض پانا:**۔ سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کی زندگی کو ہم دو عہدوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلا عہد حصول علم، حصول ملازمت اور بعض دیگر مشغولیوں کا تھا جو تقریباً ۱۹۶۰ء تک چلا۔ اس کے بعد دوسرا عہد شروع ہوا جس کے بہت سے گوشے پہلے عہد سے بالکل مختلف تھے۔ یہ ذکر الہی، وظائف، مجالس ذکر کے انعقاد، عبادت و تصوف و وعظ و تقریر، خطبات جمعہ کے التزام کا عہد تھا۔ اس عہد میں انہوں نے بڑی شہرت پائی اور ان کے ان اشغال سے بے شمار لوگوں نے فیض حاصل کیا۔

۱۶۔ دسمبر ۱۹۶۳ء کو مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے وفات پائی تو ۱۷ دسمبر کو خاندان غزنویہ کا سربراہ بھی انہیں مقرر کیا گیا۔ دارالعلوم تقویۃ الاسلام کا اہتمام بھی ان کے سپرد ہوا اور یہ بڑی ذمہ داری تھی جسے وہ سرانجام دیتے رہے۔ یہ ان کے آباؤ اجداد کا قائم کردہ دارالعلوم تھا، جس کے انتظامی امور کو انہوں نے بہ طریق احسن انجام دیا۔

۱۹۶۶ء میں اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے وائس چانسلر تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۵۱)

**لکھوی اور غزنوی خاندان:**۔ یہاں یہ عرض کر دوں کہ غزنوی اور لکھوی دو خاندانوں سے اس فقیر کو بے حد عقیدت ہے۔ میرے اکابرین خاندانوں کے اکابر کے فیض یافتہ تھے۔ غزنوی خاندان کے اس وقت سب سے زیادہ عمر کے رکن سید عثمان غزنوی ہیں جو حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے بھتیجے اور حافظ محمد سلیمان غزنوی مرحوم کے صاحب زادے ہیں۔ انہوں نے اپنے خاندان کے بہت سے اکابر کو دیکھا ہے اور نہایت شوق اور خاص جذبے کے ساتھ ان کے حالات بیان کیا کرتے ہیں، وہ مجھے کہا کرتے ہیں کہ میں تمہیں خاندان غزنویہ ہی کا فرد سمجھتا ہوں، اس لیے کہ تمہیں اس خاندان سے قلبی محبت ہے اور تم ان کے حالات سے باخبر ہو اور حالات بیان بھی کرتے ہو۔ تیسرا خاندان جس کے اکابر نے ان دونوں سے استفادہ کیا، روپڑی خاندان ہے اور مجھے یہ سعادت حاصل ہے کہ میں نے ان تینوں خاندانوں کے بزرگان عالی قدر پر لکھا ہے اور نہایت عقیدت سے لکھا ہے اور کسی کے کہے بغیر اپنے شوق اور پیار کے جذبات سے لکھا ہے جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

میرے سلسلہ ”فقہائے ہند“ کی اس جلد میں جو تیرہویں صدی ہجری کے برصغیر کے علماء و فقہاء کے حالات پر مشتمل ہے، حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی سے متعلق کم و بیش ۸۰ صفحات کا مضمون ہے، جس میں اس فقیر نے پورے خاندان، غزنویہ کے علماء کی تاریخ بیان کرنے کی سعی کی ہے۔ اس میں ان بہت سے حضرات کا تذکرہ بھی آ گیا ہے، جنہوں نے ان سے استفادہ کیا۔ یہ کتاب ادارہ ثقافت اسلامیہ کی طرف شائع ہوئی تھی اور سید عثمان غزنوی صاحب نے اس کتاب کا مطالعہ کر کے ازراہ کرم نہایت مسرت کا اظہار کیا تھا اور اس کے پچاس یا ساٹھ نسخے خریدے تھے، وہ اسے دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے نصاب میں شامل کرنا چاہتے تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۵۴-۱۵۵)

**مرید بھی دوست بھی:**۔ اسی کتاب میں حضرت مولانا غلام رسول (قلعہ میہاں سنگھ) پر بھی میں نے ایک طویل مضمون لکھا تھا، اس کی ضخامت بھی ۸۰ صفحات کے لگ بھگ تھی۔ یہ حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے دوست اور مرید تھے۔

پھر اپنی کتاب ”نقوش عظمت رفتہ“ میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی پر اپنی دانست میں بھر پور مضمون لکھا ہے جو کتاب کے ۱۱۲ صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اسی طرح ہفت روزہ ”الاعتصام“ کی بعض اشاعتوں میں مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے چچا زاد بھائی مولانا اسماعیل غزنوی رحمہ اللہ اور ان کے برادر صغیر حافظ سلیمان غزنوی پر میرے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔

زیر مطالعہ مضمون کا تعلق سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ سے ہے۔ ان سے متعلق پنجاب یونیورسٹی کے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کیلئے بھی

اس کے ارباب انتظام کی طلب پر مقالہ بھیج چکا ہوں۔

اب لکھوی خاندان کی طرف آئیے۔ سب سے پہلے حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ سے متعلق مجھ سے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مرحوم چیئرمین ڈاکٹر سید عبداللہ نے مقالہ لکھوایا جو شائع ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں بہت عرصہ ہوا حافظ محمد صاحب لکھوی رحمہ اللہ پر روزانہ ”امروز“ میں میرا ایک مضمون دو یا تین قسطوں میں چھپا تھا۔ حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ علیہ کے والد گرامی حضرت حافظ بارک اللہ لکھوی پر میں نے اپنی کتاب فقہائے پاک و ہند کی آٹھویں جلد میں طویل مضمون لکھا۔

پھر اپنی کتاب ”بزم ارجندان“ میں مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ اور مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کے حالات میں مضامین تحریر کیے۔ اس کتاب میں جو قارئین کے پیش نگاہ ہے، مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ اور ان کے فرزند کبیر مرحوم حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ سے متعلق دو الگ الگ مضامین شائع ہوئے ہیں۔

غزنوی اور لکھوی خاندانوں سے فیض یافتہ روپڑی خاندان ہے، جس کے علمائے کرام کی تدریسی اور تبلیغی خدمات سے لاتعداد علماء و طلباء مستفید ہوئے۔ اس خاندان کے عالم کبیر مولانا حافظ عبداللہ روپڑی سے متعلق میری کتاب ”بزم ارجندان“ میں کئی صفحات پر مشتمل مضمون معرض اشاعت میں آیا۔ پھر زینظر کتاب میں مولانا حافظ محمد حسین روپڑی رحمہ اللہ، حافظ عبدالرحمن روپڑی رحمہ اللہ اور حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ پر مضامین مندرج ہیں۔ حافظ اسماعیل روپڑی مرحوم کے حالات میں کئی سال پہلے میں نے ”الاعتصام“ میں مضمون لکھا تھا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۵۵ تا ۱۵۷)

**ذکر الہی اور معرفت کا درس:** وہاں ہمارا یہ معمول ہوتا تھا کہ فجر کی نماز کے بعد سید ابوبکر صاحب رحمہ اللہ ہمیں معرفت الہی کے متعلق وعظ فرماتے اور حقیقت ذکر الہی کا درس دیتے۔ اس کے بعد چائے کا دور چلتا اور پھر اپنے اپنے اور دو وظائف کیلئے کچھ وقت نکالتے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۶۰)

**بروز جمعرات مجلس ذکر:** یونیورسٹی میں غزنوی صاحب کے پاس میرا آنا جانا تھا۔ ہر جمعرات کو مجلس ذکر میں حاضر ہوتا اور پھر ٹریننگ کیلئے مجھے دو سال یعنی ۱۹۷۳، ۱۹۷۴، ۱۹۷۵ تک جزوقتی استاد بھی رکھا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۶۲-۱۶۳)

**تعداد وظائف کی افادیت:** ان کے اہل خانہ خانسہو رہنے پر پہنچے تو مجھے پند و نصائح کے ساتھ روانہ کیا اور کہا اب آپ لاہور جائیں، لاہور میں ملاقات ہوگی اور باقی پروگرام وہیں بنائیں گے۔ البتہ ایک ضروری وظیفہ کرنے کو بتایا کہ ہر روز ”حسبی اللہ و نعم الوکیل“ ۳۱۳ دفعہ اول و آخر درود شریف کے ساتھ پڑھا کریں اور اس پر استمرا کریں۔

اب میں واپس لاہور آیا تو بتائی ہوئی تعداد سے زیادہ بار، بار بار پڑھنے لگا کہ سب کام جلدی اور آسانی سے ہو جائیں۔ جب غزنوی صاحب واپس تشریف لائے تو ملاقات پر سب سے پہلے وظیفے سے متعلق پوچھا کہ کیسا چل رہا ہے؟ عرض کیا حضرت میں تو لاتعداد دفعہ پڑھتا ہوں۔ سن کر بڑے منطقی طریقے سے سمجھایا کہ بھئی یہ وظائف روحانی غذا ہوتے ہیں اور اگر ان کو Over Doze کر لیا جائے تو بجائے فائدے کے نقصان ہو سکتا ہے۔ جتنا آپ کو بتایا تھا اتنا ہی پڑھا کرو اور آئندہ یہ بات پلے باندھ لو کہ جس طرح ڈاکٹر کہے اسی طرح دو استعمال کیا کرو۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۶۳)

### مولانا محمد یعقوب ملہوی رحمہ اللہ (وفات ۱۳ نومبر ۱۹۸۱ء)

مولانا موصوف ۱۹۲۱ کو چک نمبر ۲۰ الف میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام نامی صوفی محمد یوسف رحمہ اللہ تھا اور خاندان راجپوت بھٹی تھا۔ صوفی محمد یوسف اپنے خاندان اور علاقے کی ایک صالح شخصیت تھے۔ اوڈاں والا کے ممتاز بزرگ صوفی عبداللہ مرحوم و مغفور سے تعلق ارادت رکھتے تھے۔ صوفی محمد یوسف رحمہ اللہ کے دو بیٹے تھے، ایک کا نام محمد ابراہیم تھا اور دوسرے کا محمد یعقوب۔ وہ اپنے دونوں بیٹوں کو صوفی عبداللہ مرحوم کے پاس اوڈاں والا لے گئے تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۶۹ تا ۱۷۲)

مولانا چراغ محمد سے کسب علم:۔ گوجرانوالہ میں ایک مشہور دیوبندی عالم دین مولانا محمد چراغ فروکش تھے۔ ان کا سلسلہ تدریس

وہاں ”جامعہ اسلامیہ عربیہ“ میں جاری تھا۔ مولانا محمد یعقوب مہبوی رحمہ اللہ نے قیام گوجرانوالہ کے زمانے میں ان کے باب علم پر بھی دستک دی اور ایک سال ان کی خدمت میں رہے اور ان سے علم فقہ کی انتہائی کتابیں پڑھیں۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۷۴)

**اختلافی مسائل میں خوبصورت اسلوب:**۔ درس میں یا وعظ میں اختلافی مسائل بیان کرنے سے حتی الامکان گریز کرتے۔ اگر کسی اختلافی مسئلے کے بیان و وضاحت کی ضرورت ہوتی تو خوبصورت اسلوب میں اس کو منطقی کرنے کی سعی فرماتے۔ لڑائی جھگڑے اور بحث و مناظرے کی راہ پر نہ آتے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۷۹)

**باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب:**۔ تمام ائمہ کرام اور علمائے دین کا نام نہایت احترام سے لیتے۔ کسی سے اظہار اختلاف ضروری ہوتا تو بے حد تکرمیم کے الفاظ میں کرتے، انتہائی شاکستگی اور بہ درجہ غایت اکرام کے لہجے میں .....! ائمہ فقہ اور اہل علم کے باہمی فقہی اختلافات کا ذکر بھی نہایت نرم اسلوب کلام اور انتہائی اعتدال و احتیاط کے ساتھ کرتے۔

اپنے اساتذہ کی بے حد عزت کرتے۔ نہ ان کے برابر بیٹھتے، نہ ان کی موجودگی میں درس دیتے، نہ جمعہ جماعت کراتے، نہ اونچی بولتے۔ نہایت مؤدب اور دوزانو ہو کر نظر نیچی کر کے ان کے حضور بیٹھتے۔ اپنے شاگردوں کی موجودگی میں اپنے اساتذہ کی جوتیاں اٹھاتے۔ فرماتے باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۸۱)

**قاضی محمد اسلم سیف رحمہ اللہ:**۔ اللہ نے ان کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ زیادہ تر تعلیم اوڈاں والا میں حاصل کی۔ پھر یہ دارالعلوم ماموں کانجن میں منتقل ہوا تو وہیں سکونت اختیار کر لی۔

صوفی عبداللہ مرحوم و مغفور کے ارادت مند اور میرے مخلص دوست تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۸۳-۱۸۴)

**صوفی نذیر احمد کاشمیری رحمہ اللہ** (وفات ۵ دسمبر ۱۹۸۵ء)

**صوفی صاحب کی تعظیم اور ادب میں کھڑے ہو جانا:**۔ ۱۹۳۷ء میں میری عمر بارہ تیرہ سال تھی اور میں مرکز الاسلام میں مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے حلقہ شاگردی میں شامل تھا۔ شدید سردیوں کا موسم تھا اور ہم دھوپ میں بیٹھے تھے۔ دن کے ایک بجے کا وقت ہوگا کہ ایک صاحب آئے اور بلند و بارعب آواز سے کہا: ”السلام علیکم.....!“

لباقد، نہایت متناسب جسم، ستواں چہرہ، تیکھی اور اونچی ناک، لمبی خاکی سے رنگ کی قمیص اور اسی رنگ کی کھلے پائینچے کی شلوار (سر پر اونچی باڈی ٹوٹی)، پاؤں میں پرالی کی سی قسم کے موٹے موٹے ننگوں کی چپل، خوب صورت اور مرعوب کن شخصیت.....

السلام علیکم کہنے کے بعد اسی گرج دار آواز میں کہا: مولوی محمد علی کہاں ہیں؟

انہیں دیکھ کر اور ان کی آواز سن کر سب لوگ احتراماً کھڑے ہو گئے، جن میں مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ اور مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ کے صاحب زادے مولانا محمد الدین اور معین الدین بھی شامل تھے۔

پھر اسی لہجے میں کہا: ”میرا نام صوفی نذیر احمد کاشمیری ہے، انہیں میری آمد کی اطلاع دو“ (قافلہ حدیث، ص: ۱۸۹)

**صوفی صاحب کے متصوفین اسلاف:**۔ صوفی نذیر احمد کاشمیری کی زندگی نہایت عجیب و غریب واقعات پر مشتمل تھی۔ یہاں ان کا سوانحی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

حالات کی رفتار کچھ اس طرح ہے کہ حضرت شاہ محمد غوث رحمہ اللہ تبلیغ دین کیلئے ہر سال وادی کشمیر میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ صوفی صاحب کا خاندان اس زمانے میں صوبہ سندھ کے شہر ٹھٹھہ میں آباد تھا۔ اس خاندان کے ایک بزرگ مولوی محمد واسع رحمہ اللہ تھے جو حضرت شاہ محمد غوث کے ہمراہ بغرض تبلیغ سری نگر جایا کرتے تھے۔ ایک سال ایسا ہوا کہ سری نگر سے واپس آتے ہوئے پونچھ شہر سے گزرے۔ اس دور میں ریاست کا حکمران ایک شخص رستم خاں تھا۔ اس نے حضرت شاہ محمد غوث رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ اپنے رفیق سفر مولوی محمد واسع کو یہیں رہنے

کی اجازت دیں تاکہ یہ پونچھ کے مسلمانوں میں تعلیم کا فریضہ انجام دیں اور ان میں دین کی تبلیغ فرمائیں اور اسلامی احکام و مسائل سے انہیں آگاہ کریں۔ چنانچہ مولوی محمد واسع رحمہ اللہ کو پونچھ کیلئے مامور کر دیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے پونچھ شہر ہی میں مستقل طور سے سکونت اختیار کر لی۔ مولوی محمد واسع سے آگے چل کر چوتھی پشت میں اس خاندان میں تین تین جلیل القدر عالم پیدا ہوئے وہ تھے نور بخش، محمد بخش، الہی بخش۔

(قافلہ حدیث، ص: ۱۹۲-۱۹۳)

**صوفی صاحب کا تعارف:-** اب آئیے صوفی نذیر احمد کی طرف.....! یہ اسی خاندان کے اخلاف میں سے ہیں اور ان کی زندگی عجیب و غریب منزلوں سے گزری جس کی کسی قدر تفصیل یہ ہے۔

انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی۔ سترہ یا اٹھارہ برس کی عمر میں مزید حصول علم کیلئے عازم لاہور ہوئے۔ یہاں اندرون شہر کے مدرسہ غوثیہ میں علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ اس کے ساتھ ہی ادیب فاضل، منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات پاس کیے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۹۳)

**کثرت مجاہدات کی طرف میلان طبیعت:-** پھر یہ ہوا کہ عبادت کی طرف راغب ہو گئے، اور یہ رغبت روز بروز بڑھتی ہی چلی گئی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ رات بھر جاگتے اور دعا و مناجات کا سلسلہ اشک افشانی اور الحاح و زاری کے ساتھ جاری رہتا۔ یہ صورت حال ستائیس برس کی عمر میں شروع ہوئی اور پچونتیس برس کی عمر تک برابر چلتی رہی۔ انہی دنوں زبان بندی اختیار کر لی۔ بالکل خاموش رہنے لگے۔ کلاس روم میں البتہ ضرور جاتے اور طلباء کو تختہ سیاہ پر چاک سے لکھ کر کچھ سبق پڑھاتے۔ سکول کی ڈیوٹی کے بعد سکول کے احاطے کے ایک چھوٹے سے کمرے میں بند ہو جاتے۔ خوراک بھی بہت کم کر دی تھی۔ روزانہ دودھ کے ایک گلاس اور ایک آدھ کشمیری کچے پر معدے کو پابند کر لیا تھا۔ گھر کی طرف آنا جانا بہت کم ہو گیا تھا۔ نہ خوش لباسی رہی تھی، نہ خوش قبائی، بس کھدر کے ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہننے لگے تھے۔

اسی زبان بندی کے زمانے میں قلب پر کچھ واردات گزریں جس کے نتیجے میں ۱۹۳۵ء میں ملازمت سے مستعفی ہو کر لاہور چلے گئے۔ لاہور میں یہ معمول رہا کہ صبح سویرے سبزی منڈی جا کر دس بارہ آنے کی مزدوری کرتے اور کھانے پینے کی چند چیزیں لے کر مصری شاہ میں میاں عبدالعزیز مالواڈا بیرسٹریٹ لامرحوم کے باغ میں جا کر خاموشی سے بیٹھ جاتے اور پھر یاد خدا میں مشغول ہو جاتے۔ یہ ہر روز کا معمول تھا۔ اس کے علاوہ زندگی کی کوئی راہ متعین نہیں تھی۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۹۴)

**تصفیہ قلب کیلئے نقشبندی بزرگ کے پاس حاضری:-** کچھ وقت اسی طرح گزار کر لاہور سے میاں والی کارخ کیا اور واں پھراں کے مشہور عالم دین مولانا حسین علی رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے تصفیہ قلب و روح کیلئے استدعا کی۔ سال بھر سے کچھ زیادہ عرصہ وہاں قیام رہا۔ مولانا حسین علی رحمہ اللہ نے اپنا اطمینان کر لینے کے بعد ہدایت فرمائی کہ کلکتے کارخ کرو اور وہاں تبلیغ دین میں مصروف ہو جاؤ۔ چنانچہ وہیں سے سوئے کلکتے روانہ ہو گئے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۹۴-۱۹۵)

**حلقہ تعارف اور دائرہ متعلقین:-** یہ سلسلہ بہت وسیع تھا جو پاکستان اور ہندوستان بلکہ بنگلہ دیش میں بھی دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کی زندگی کا زیادہ عرصہ ہندوستان میں گزارا اس لیے ان کے ذاتی رابطے زیادہ تر وہیں کے حضرات سے تھے۔

اسی طرح اکابر دہلی ہند میں سے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور قاری محمد طیب رحمہ اللہ سے، جمعیت علمائے ہند کے رہنماؤں میں سے مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، مولانا احمد سعید دہلوی رحمہ اللہ، مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ اور مولانا حافظ الرحمن سیوہاری رحمہ اللہ وغیرہ سے، اکابر جامعہ ملیہ میں سے ڈاکٹر ذاکر حسین خاں اور ان کے ساتھیوں سے، اکابر ندوۃ العلماء میں سے مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اور ان کے رفقاء کرام سے، دارالمصنفین اعظم گڑھ میں سید سلمان ندوی رحمہ اللہ، مولانا مسعود علی ندوی رحمہ اللہ، حاجی معین الدین وغیرہ سے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۰۱)

ہمیشہ طرز سلفیت پر قائم رہے۔ ان کے صاحب زادے جناب سید مختار احمد ہاشمی نے ۳ مئی ۱۹۹۹ء کو مجھے ایک مکتوب ارسال فرمایا تھا، اس میں وہ لکھتے ہیں:

”مدرسہ غوثیہ اندرون شہر لاہور میں تعلیم حاصل کرنے کے باوجود اباجی ہمیشہ سلفی رہے۔ گھر میں بھی اس سلسلے میں اکثر ان کے ساتھ جھگڑا رہتا تھا۔“ (قافلہ حدیث، ص: ۲۰۳)

**ابتدائی سلوک کی استغراقی کیفیات:**۔ اب ملاحظہ کیجئے وہ کیسٹ جو صوفی صاحب کے متعلق مولانا صفی الرحمن رحمہ اللہ کی یادداشتوں پر مشتمل ہے۔ اس کی حیثیت ایک انٹرویو کی ہے جو مولانا ممدوح سے کسی صاحب نے کیا..... مولانا فرماتے ہیں:

”صوفی نذیر احمد ایک بار جامعہ سلفیہ (بنارس) تشریف لائے۔ ان دنوں ان کے ساتھ مجلسیں ہوا کرتی تھیں اور مختلف مجلسوں میں انہوں نے مختلف باتیں بتائیں۔ ایک بات ان کے متعلق یہ معلوم ہوئی کہ ان کے والد صوفی تھے۔ اسی تعلق کی بنا پر انہوں نے بھی تصوف کی مشق کی اور اوراد و وظائف پڑھنے لگے۔ اس تصوف میں گھسنے کے بعد آدمی پر کئی قسم کی کیفیتیں طاری ہوتی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ میرے اندر بڑی خصوصیت یہ تھی کہ کبھی تو دنیا کی چیزوں سے اتنی عجیب و غریب محبت پیدا ہو جاتی کہ میں درختوں کو پکڑ لیتا اور ان سے لپٹ جاتا تھا اور لپٹ کر رونے لگتا۔ کہا کہ ایک روز میں بیٹھا تھا کہ کچھ عجیب کیفیت طاری تھی۔ والد صاحب آئے اور کوئی کام کرنے کو کہا۔ میں جاگئے پہنے ہوئے تھا تو والد صاحب میری کیفیت کو سمجھ گئے اور خاموشی سے واپس چلے گئے۔ یہ کیفیت ہر اس شخص پر طاری ہوتی ہے جو تصوف کے سلسلے میں اپنا درود و وظیفہ شروع کرتا ہے۔“ (قافلہ حدیث، ص: ۲۰۹)

### حافظ عبداللہ بڈھیما لوی (وفات ۷ مئی ۱۹۸۷ء)

**بڈھیما نیک لوگوں کی بستی:**۔ بڈھیما نیک لوگوں اور عالموں کی بستی تھی۔ وہاں ایک بہت بڑے عالم مولانا عبدالرحمن تھے جو صالحیت اور تقویٰ میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ گاؤں کے نمبر دار بھی تھے۔ وہاں ان کی مسند تدریس آراستہ تھی۔ ان سے قرب و جوار کے لوگوں اور خود بڈھیما کے بہت سے حضرات نے استفادہ کیا۔ استفادہ کرنے والوں کی فہرست میں حافظ صاحب کے والد مولانا عبدالکریم کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۳۰)

**اساتذہ کے ادب سے بیگانہ دور:**۔ ذہن کی اس طرح کا پلٹ ہو گئی ہے اور حالات ایسی ڈگر پر چل پڑے ہیں کہ ہم اس قسم کے اساتذہ و تلامذہ کے حالات کسی سے سنتے یا کہیں پڑھتے ہیں تو ان کی صداقت پر یقین نہیں آتا اور ذہن ماننے پر آمادہ نہیں ہوتا کہ اس عالم آب و گل کو کبھی ان اوصاف کے حاملین سے بھی آشنائی کا موقع ملا ہے..... ہماری شناسائی موجودہ دور سے ہے، جبکہ واقعات کی آنکھوں سے حیا کا مادہ ختم ہو چکا ہے اور زمانے کا ذہن اساتذہ کی تکریم کے داعیے سے بیگانہ ہو گیا ہے۔ آئندہ نہ کسی استاذ کو حافظ عبداللہ بڈھیما لوی جیسے شاگرد ملیں گے اور نہ ان جیسے کہیں استاذ نظر آئیں گے۔ ماضی کا وہ دور اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ رخصت ہو گیا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۳۳)

**الامرفوق الادب:**۔ استاذ ان کے طریق و عظ و تقریر سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ حکم صادر ہوا کہ اردگرد کے دیہات میں جا کر تبلیغ دین کیا کرو۔ اس کا رخیر کے لیے ایک گھوڑی خریدی گئی۔ جب پہلے دن انہیں تبلیغ کیلئے بھیجا گیا تو حضرت استاذ نے گھوڑی کی لگام ہاتھ میں پکڑی اور شاگرد کو اس پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ شاگرد نے پچکچا ہٹ محسوس کی تو فرمایا جھکنے اور شرمانے کی ضرورت نہیں۔ اس پر سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ الامرفوق الادب کے تحت گھوڑی پر سوار ہو گئے۔ کچھ دور حضرت استاذ مکرم گھوڑی کی لگام پکڑے ہوئے، ان کے ساتھ گئے، پھر کامیابی کی دعا کر کے، لگام سوار کے ہاتھ میں تھادی اور خدا حافظ کہہ کر ان کو رخصت فرمایا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۳۶-۲۳۷)



### مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ (وفات ۱۲ جولائی ۱۹۷۸ء)

۱۰ مئی ۱۹۰۸ء کو مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ سرکاری سکول کی تعلیم صرف پرائمری تک حاصل کی۔ اس کے بعد مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے جو ۱۹۲۱ء میں گوجرانوالہ میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ درس نظامیہ کی کتابیں مولانا محمد اسماعیل صاحب سے پڑھیں۔ اس زمانے میں لکھنؤ کے دارالعلوم ندوۃ العلماء کا بڑا شہرہ تھا۔ اونچے درجے کے اساتذہ اور ارباب انتظام کی خدمات اسے حاصل تھیں۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۳۰)

سفید لمبل کی پگڑی کا استعمال فرمانا:۔ ایک دن خود ہی بتایا کہ جب وہ لکھنؤ پہنچے تو کلے پرفسید لمبل کی طرے دار پگڑی باندھے ہوئے اور لٹھے کی شلوار پہنے ہوئے تھے۔ وہاں کا ماحول اور بیچ زبیت بالکل مختلف تھا اور لڑکے انہیں دیکھ کر ہنستے تھے۔ کچھ عرصہ بعد پہلے دن پاجامہ اور ٹوپی پہن کر استاد کے حلقہ درس میں بیٹھے تو استاد نے مسکراتے ہوئے کہا: اب تم یہاں کی ثقافت سے آشنا ہو گئے ہو۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۷۳)

رسالہ الاعتصام کے ایڈیٹر: مولانا مسعود عالم ندوی ۱۹۵۰ء میں گوجرانوالہ میں رہتے تھے۔ وہاں انہوں نے ”دارالعلوم“ کے نام سے عربی پڑھانے کا ایک ادارہ قائم کر رکھا تھا۔ مولانا حنیف ندوی ان دنوں ہفت روزہ ”الاعتصام“ کے ایڈیٹر تھے، جو گوجرانوالہ سے شائع ہوتا تھا۔ میں نے مولانا مسعود عالم ندوی کو دیکھا کہ وہ مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ کا بے حد احترام کرتے تھے اور ان سے ملاقات کے متمنی رہتے تھے، بہت سی باتیں ان سے پوچھا کرتے تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۷۴)

درس قرآن کا آغاز:۔ مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ ندوہ سے فارغ ہونے کے بعد ۱۹۳۰ء میں وطن واپس لوٹے تو لاہور کی مسجد مبارک میں جو اسلامی کالج (ریلوے روڈ) سے متصل ہے، درس قرآن اور خطابت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ اس سے پہلے لاہور میں درس قرآن کے دو حلقے قائم تھے، ایک مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کا شیرانوالہ گیٹ کی مسجد میں اور دوسرا بادشاہی مسجد کے سابق خطیب مولانا غلام مرشد رحمہ اللہ کا سنہری مسجد رنگ محل میں۔ اب تیسرا حلقہ درس مسجد مبارک میں مولانا حنیف ندوی کا قائم ہوا۔ یہ حلقہ اس اعتبار سے پہلے دونوں حلقوں سے منفرد تھا کہ اس میں قدیم اسلوب درس کے علاوہ جدید انداز بھی کارفرما تھا اور علوم و فنون نے جو پھیلاؤ اختیار کر لیا ہے، اس کا تذکرہ نہایت مؤثر اور اچھوتے انداز میں ہوتا تھا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۷۵-۲۷۶)

اختلاف کرنے والے کی عزت و تکریم:۔ سعودی حکومت نے حجاز میں برسر اقتدار آنے کے بعد انہدام قبہ کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اس میں ہندوستان کے بعض اہل علم اس کے مخالف تھے اور بعض حامی.....! مولانا عبدالرحمن نگر امی حامیوں کی فہرست میں شامل تھے اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی کا اسم گرامی مخالفین کے زمرے میں آتا تھا۔ مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ مولانا عبدالباری کے زیر صدارت لکھنؤ کے ایک چوک میں جلسہ ہوا، مقررین میں مولانا عبدالرحمن نگر امی بھی شامل تھے۔ ان کی تقریر میں انہدام قبہ کا ذکر آیا تو اس ضمن میں سعودی حکومت کی تائید کرنا شروع کر دی۔ مولانا عبدالباری بہت بڑے عالم تھے اور ہر حلقے میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، وہ غصے میں آ گئے۔ بولے: عبدالرحمن! میں تمہارا سر پھوڑ دوں گا۔

فاضل مقرر نے دوران تقریر میں سر جھکا کر جواب دیا: حضور! کاسہ سر حاضر ہے، لیکن بات وہی صحیح ہے جو یہ خاکسار عرض کر رہا ہے۔ مولانا عبدالباری نے فرمایا: اچھا تقریر جاری رکھو۔

اللہ اللہ! کس قدر بلند اخلاق اور اونچے ذہن کے حامل تھے یہ لوگ۔ اپنی بات بھی کہہ رہے ہیں اور اپنے سے اختلاف کرنے والے کی عزت و تکریم کے تقاضے بھی بطریق احسن پورے کیے جا رہے ہیں۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۷۸-۲۷۸)

اساتذہ کا تعظیم سے ذکر کرنا:۔ ندوہ کے اساتذہ کا مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ بڑی تعظیم سے نام لیتے تھے اور ان کی بعض باتیں مزے لے لے کر سنایا کرتے تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۷۸)

باہمی نزاع دور کرنے میں اہم کردار:- آزادی وطن سے کئی سال پہلے کی بات ہے کہ بعض مسائل کی تعبیر و تشریح کے سلسلے میں مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا تھا جو طویل عرصے تک جاری رہا تھا اور اس کے اثرات اب بھی کسی حد تک باقی ہیں۔ یہ دونوں بزرگ مسلک اہلحدیث کے جلیل القدر عالم تھے۔ کسی نتیجے پر پہنچنے اور اختلاف ختم کرانے کے بارے میں جماعت اہلحدیث کے اہل علم کئی دفعہ مختلف مقامات پر جمع ہوئے مگر معاملہ حل نہ ہوا۔ یہ اختلاف ”ثنائی روپڑی نزاع“ کے نام سے معروف تھا۔ گفتگو کی ہر مجلس میں مولانا محمد حنیف ندوی کو شامل کیا جاتا تھا۔

جماعت اہلحدیث کے ایک جلیل القدر عالم مولانا محمد سورتی رحمہ اللہ تھے اور عربی ادب و لغت، صرف و نحو، حدیث و فقہ، اخبار و انساب اور رجال و روایات پر عبور و استحضار میں درجہ امامت پر فائز تھے اور ان علوم و فنون کے تمام گوشوں پر انہیں مجتہدانہ بصیرت حاصل تھی۔ مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ نے بتایا کہ ثنائی روپڑی نزاع ختم کرانے کی غرض سے ایک مرتبہ مولانا سورتی رحمہ اللہ کی طرف رجوع کیا گیا۔ فریقین سے بات چیت شروع کرنے سے پہلے مولانا سورتی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حنیف ندوی رحمہ اللہ بھی ان کے ساتھ بیٹھیں گے اور اس معاملے میں ان کی مدد کریں گے۔

(قالہ حدیث، ص: ۳۱۸-۳۱۹)

**ندوة العلماء کے اساتذہ کرام:-** دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) میں مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ نے جن اساتذہ کے حضور زانوئے شاگردی تہہ کیا، ان میں مولانا حیدر حسن لٹوکی رحمہ اللہ اور شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ رحمہ اللہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ مولانا حیدر حسن لٹوکی نے سند حدیث شیخ حسین عرب یعنی رحمہ اللہ سے حاصل کی تھی، اس لحاظ سے مولانا حنیف ندوی اور شیخ حسین یعنی رحمہ اللہ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے۔ مولانا حفیظ اللہ صاحب کے استاذ مشہور عالم مولانا ابوالحسنات عبداللہ رحمہ اللہ فرنگی محلی تھے، اس طرح مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ کا سلسلہ سند صرف ایک واسطے سے مولانا عبداللہ رحمہ اللہ فرنگی محلی تک پہنچتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں کہنا چاہیے کہ ان کی سند عالی تھی۔ مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ ہمارے ملک کے طبقہ علماء کے بہت بڑے رکن تھے جو مذہبی و اصلاحی تمام قدیم و جدید تحریکوں پر عمیق نگاہ رکھتے تھے اور ان کے تحلیل و تجزیے میں انہیں عبور حاصل تھا۔ مسائل مذہبی اور ضروریات زمانہ کو وہ نہایت اچھی طرح سمجھتے تھے اور دونوں کا تطابق کرتے وقت مذہب کے پلڑے کو ہمیشہ بھاری ثابت کرتے تھے۔

انہوں نے چھتیس برس ادارہ ثقافت اسلامیہ میں تصنیفی خدمات سرانجام دیں اور اپنے پیچھے نہایت قیمتی علمی ذخیرہ چھوڑا۔ اس قسم کے ہمہ گیر معلومات کے حامل لوگوں کی اصل ضرورت اس وقت محسوس ہوتی ہے، جب علمی تقاضے لاکارتے اور اہم مسائل معاشرے پر حملہ آور ہوتے ہیں، اور پھر کوئی بھروسے کا آدمی نہیں ملتا، جس کی طرف ان کے حل و کشود کیلئے رجوع کیا جاسکے اور جس کی گفتگو سے قلب و ضمیر اطمینان کی دولت سے بہرہ ور ہو سکیں۔ اس فاضل دوران نے ۱۲ جولائی ۱۹۸۷ء (۱۵ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ) کو وفات پائی۔ اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ ان کی نماز جنازہ مولانا فضل الرحمن بن محمد ازہری (خطیب مسجد مبارک لاہور) نے پڑھائی تھی۔ (قالہ حدیث، ص: ۳۲۲-۳۲۳)

**تصوف پر علمی و عملی خدمات:-** بہر حال مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے تصنیف و تالیف، مقالات و مضامین اور خطابت و تقریر کے رنگ میں اسلام کی بے حد خدمت کی..... یہ ان کی چند کتابوں کا ذکر ہے، ان کی دیگر تصانیف کی طرف آئیے۔

**افکار غزالی:-** اس کتاب میں امام غزالی رحمہ اللہ کی ”احیاء علوم الدین“ کے بعض اہم مضامین کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ اس پر طویل مقدمہ بھی ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۵۶ء میں چھپی۔

**تعلیمات غزالی:-** یہ کتاب غزالی رحمہ اللہ کی ”احیاء علوم الدین“ کے گیارہ ابواب کی تلخیص ہے۔ وہ ہیں ابواب الصلوٰۃ، ابواب زکوٰۃ، حدیث صوم، اسرار حج، ذکر و دعا، تہذیب و آداب، نکاح و معاشرت، محبت و اخوت، معاملات، فہم قرآن، تفسیر بالرائے..... کتاب پر طویل مقدمہ بھی ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۶۲ء میں طبع ہوئی تھی۔

سرگزشت غزالی:- یہ غزالی رحمہ اللہ کی ”المنقذ من الضلال“ کا ترجمہ ہے جو غزالی کی علمی زندگی کا نہایت دلچسپ حصہ ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۵۹ء میں طبع ہوئی تھی۔

**تہافت الفلاسفہ:** نہایت سنگفتہ اور رواں دواں اردو میں یہ غزالی رحمہ اللہ کی تہافت الفلاسفہ کی تفہیم و تلخیص ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۷۲ء میں چھپی تھی۔  
**مکتوب مدنی:** الہیات کے سلسلے میں یہ بحث خاص طور سے بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اللہ تعالیٰ اور کائنات میں ربط و تعلق کی نوعیت کیا ہے؟ اس ضمن میں ابن عربی رحمہ اللہ نے وحدت الوجود کا نظریہ پیش کیا ہے، جس کا دو لفظوں میں مطلب یہ ہے کہ تجر و وجود دراصل ایک ہے اور تمام کائنات اسی بجزیکراں کی موجیں ہیں۔

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اس کے مقابلے میں ”نظر یہ شہود“ کی وضاحت کی ہے، جس میں دو وجود ہیں۔ ایک وجود دنیا کا اور دوسرا حقیقت وراء الورا کا.....!

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ان دونوں نظریوں کے درمیان تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان کے دور کے مشہور عالم اسماعیل بن عبداللہ آفندی رومی مدنی نے اس سلسلے میں سوال کیا تو انہوں نے بذریعہ مکتوب اس کا تفصیلی جواب دیا جو کتابی شکل میں اشاعت پذیر ہوا۔ یہ مکتوب عربی زبان میں ہے اور مکتوب مدنی کے نام سے موسوم ہے۔

مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے شاہ صاحب کی اس اہم علمی کاوش کا سنگفتہ اور سلیس اردو ترجمہ کر دیا ہے۔ وحدت وجود اور وحدت شہود کے موضوع پر گفتگو کرنے والوں کیلئے اس کا مطالعہ دلچسپی کا باعث ہوگا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۳۳۳ تا ۳۳۴)

**جامعہ اشرفیہ میں سید صاحب سے ملاقات:** اب مولانا کے چند لطیفے سنئے۔ لطائف سے انہیں بایں علم و کمال خاص تعلق تھا۔ ان کا موضوع اسلامی فلسفہ تھا اور اس موضوع کے آدمی کو عام طور سے خشک اور بیوست زدہ سمجھا جاتا ہے، لیکن مولانا حنیف ندوی کا معاملہ اس سے بالکل الٹ تھا۔ وہ لطیفہ بیان کرتے بھی تھے اور بڑے شوق سے لطیفہ سنتے بھی تھے۔

۱۹۵۱ء میں علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ جامعہ اشرفیہ کے جلسے میں لاہور تشریف لائے۔ اس وقت جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد میں مول چند بلنگ میں تھا۔ ”الاعتصام“ ان دنوں گوجرانوالہ سے شائع ہوتا تھا اور میں معاون مدیر کی حیثیت سے اس اخبار سے منسلک تھا۔ میں اور مولانا ندوی، سید صاحب سے ملاقات کیلئے جامعہ اشرفیہ گئے۔ وہ ایک کمرے میں قیام فرماتے تھے اور ایک صاحب ان کے پاس بیٹھے تھے۔ ہم گئے تو وہ صاحب اٹھ کر چلے گئے۔ شاید وہ اس انتظار میں تھے کہ کوئی آئے تو میں جاؤں۔ سید صاحب کو میں نے پہلی دفعہ دیکھا تھا اور پھر یہی رویت آخری رویت ثابت ہوئی۔ اس سے کئی سال پہلے سید صاحب مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے حلقہ بیعت و ارادت میں شامل ہو چکے تھے۔ مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ کو دیکھ کر سید صاحب بہت خوش ہوئے اور بغل گیر ہو کر ملے۔ خیر و عافیت کے مبادلے اور ادھر کی ادھر کی چند باتوں کے بعد مولانا نے سید صاحب سے فرمایا۔ آپ نے ”سیرۃ النبی“ کو بہشتی زیور کے قدموں میں ڈال دیا ہے۔

سید صاحب نیچے دری پر گاؤں تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے جسم کو تھوڑی سی حرکت دی اور مسکراتے ہوئے فرمایا:

آپ ہماری عمر کو پہنچیں گے تو آپ بھی یہی کریں گے۔

مولانا نے جواب دیا: میرا بھی یہی خیال ہے کہ آپ پر عمر کا اثر ہے۔

یہ الفاظ سن کر سید صاحب کے چہرے پر اور مسکراہٹ پھیل گئی اور خاموشی اختیار فرمائی۔

اس کمرے کی دیوار پر جس میں سید صاحب کا قیام تھا، جامعہ اشرفیہ کے اس جلسے کا اشتہار لٹک رہا تھا۔ مولانا کی اس پر نگاہ پڑی تو دیکھا کہ ہر عالم کے نام کے ساتھ ”حضرت“ کا لفظ مرقوم ہے، لیکن سید صاحب کو ”مورخ اسلام سید سلیمان ندوی“ لکھا گیا ہے۔ مولانا نے کہا:

”یہ اشتہار دیکھیے، اس حلقے میں آپ ہمیشہ ”مورخ اسلام“ ہی رہیں گے۔ آپ کی ”حضرت“ بننے کی خواہش یہاں کبھی پوری نہیں

ہوگی۔ ”حضرت“ وہی لوگ ہوں گے جو پہلے سے اس حلقے سے وابستہ ہیں۔ یہ اعزاز آپ کو نہیں ملے گا۔

سید صاحب نے ہلکا سا تبسم فرمایا، لیکن مولانا کے اس طنز کا کوئی جواب نہیں دیا۔

اس کے بعد اور باتیں ہونے لگیں۔ گھنٹے سوا گھنٹے کے قریب ہم وہاں رہے۔ واپسی کیلئے اجازت چاہی تو فرمایا آپ کا اخبار ”الاعتصام“ مجھے پہنچ رہا ہے۔ آپ کے مضامین پڑھ کر بہت خوشی ہوتی ہے، اس میں نئی نئی باتیں مطالعہ میں آتی ہیں۔ (قافلہ حدیث، ص: ۳۳۹-۳۴۱)

**قرب صالحین میں تدفین کی خواہش:** حکیم صاحب اپنے بیٹوں کو کہا کرتے تھے کہ انہیں حافظ صاحب کے قریب دفن کیا جائے۔ جب بیمار ہو جاتے تو بار بار کہتے کہ ان کی قبر حافظ کی قبر سے متصل ہونی چاہیے۔ وفات سے پندرہ دن پہلے جب وہ تندرست تھے اور کسی مریض کیلئے دوا تیار کر رہے تھے اپنے صاحب زادے جناب عتیق الرحمن سے کہا کہ میری موت کا وقت قریب ہے، مجھے حافظ صاحب کے قریب دفن کرنا۔ یہ میرا تم پر فرض ہے، جس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ یہ بات انہوں نے ایک سے زیادہ دفعہ کہی۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۱۶)

**وقت رخصت کشف:** رات کے بارہ بجے کے قریب ڈاکٹر یوسف کو آواز دی اور ان سے اپنی عینک مانگی۔ ڈاکٹر صاحب نے ادھر ادھر عینک تلاش کی تو انہیں نہ ملی۔ پھر خود ہی سیکے کے نیچے سے عینک نکال کر آنکھوں پر لگائی اور اس طرح دیکھنے لگے جیسے کسی کو پہچاننے کی کوشش کر رہے ہوں۔ اسی اثنا میں ڈاکٹر صاحب سے کہا: میرے سینے سے لگ جاؤ۔ سینے سے لگا کر انہیں زور سے بھینچا اور دو دفعہ کہا:

”استغفر اللہ، استغفر اللہ“ یہ آخری کلمہ تھا جو ان کی زبان سے ادا ہوا اور پھر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۱۸)

**تہجد کی اہمیت:** مولانا مرحوم کا ایک قول بہت خوب ہے جو داد صاحب مرحوم نے بیان کیا کہ جو مولوی تہجد نہیں پڑھتا، وہ دین سے مخلص نہیں، کیونکہ پانچ نمازیں تو اس کا روزگار ہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۲۱)

**خواب کے ذریعے اشارے:** اب دو خواب ملاحظہ ہوں جو عبداللہ سلیم کی وفات سے قبل مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ نے دیکھے۔ پہلا خواب انہوں نے یہ دیکھا کہ ان کے استاذ مکرم مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمہ اللہ کے صاحب زادہ گرامی قدر حافظ عزیز الرحمن لکھوی (مرحوم) تشریف لائے۔ اس وقت وہ وضو کر رہے تھے۔ حافظ صاحب کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا اب میں لکھویوں کو نہیں چھوڑوں گا۔ اتنے میں حافظ صاحب نے ان کے قریب ہو کر بائیں پہلو میں پاؤں سے اس قدر زور سے ٹھوکر لگائی کہ وہ شدت درد سے چلا اٹھے اور مضروب حصے کو پکڑ کر کافی دیر بیٹھے کر رہے۔

اس شدید درد کی تعمیر ان کے نزدیک ان کے بیٹے عبداللہ سلیم کی وفات تھی، جو اس خواب سے کچھ عرصہ بعد ظہور میں آئی۔

دوسرا خواب مولانا محمد یوسف نے اس وقت دیکھا جب وہ لاہور میں زیر علاج تھے۔ انہوں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ان کا ایک دانت جو بالکل ٹھیک حالت میں تھا، ٹوٹ گیا ہے۔ اس کی تعبیر انہوں نے یہ کی کہ ان کا کوئی جوان بیٹا یا بیٹی اچانک وفات پا جائیں گے۔ چنانچہ خواب سے چند روز بعد عبداللہ سلیم وفات پا گئے۔

آخر میں ایک اور خواب سنیے جو مولوی احمد حسن لقمان (چک نمبر ۱۰/۱، ون ایل، تحصیل رینالہ خورد، ضلع اوکاڑہ) نے مولانا عبداللہ سلیم کی وفات کے بعد دیکھا۔ وہ خواب یہ ہے کہ مولانا عبداللہ سلیم اپنے دارالحدیث کے دفتر میں بیٹھے ہیں۔ ان کے والد گرامی مولانا یوسف اور بھائی بھی وہاں موجود ہیں۔ ایک اجنبی شخص آیا اور اس نے عبداللہ سلیم رحمہ اللہ کو پرندوں کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا۔ مولانا عبداللہ سلیم رحمہ اللہ نے ایک کونے میں بیٹھ کر اسے کھانا شروع کر دیا۔ کسی کو کھانے میں شرکت کی دعوت نہ دی۔

مولانا محمد یوسف نے یہ خواب سنا تو بے ساختہ ان کی زبان سے قرآن مجید کے یہ الفاظ نکلے۔ ”وَلَحْمٍ طَيْرٍ مِمَّا يَشْتَهُونَ“

(یہ سورۃ واقعہ کی آیت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جنتی لوگ پرندوں کا، جس قسم کا گوشت جی چاہے گا، کھائیں گے۔)

مولانا محمد یوسف نے اس خواب کو عبداللہ سلیم کیلئے جنت کی بشارت سے تعبیر کیا اور یہی تعبیر صحیح معلوم ہوتی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(قافلہ حدیث، ص: ۴۲۰-۴۲۱)

**قبلہ گاہ تشنگان فیض روحانی:** حافظ محمد سے لے کر اکتیسویں پشت میں ان کا سلسلہ نسب امام محمد بن حنیفہ رحمہ اللہ کی وساطت سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ خاندانی اعتبار سے یہ علوی ہیں اور اپنے اپنے عہد میں اس سلسلے کے تمام بزرگ قبلہ گاہ تشنگان فیض رہے ہیں۔ مخلوق خدا کی اصلاح اور علمی روحانی نفع رسانی ان کا بنیادی فریضہ تھا جسے یہ کامل اخلاص اور پوری تہذیب سے انجام دیتے رہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۳۵-۲۳۶)

**حافظ محمد صاحب کی نسبتیں:** حافظ محمد رحمہ اللہ خاندان کھویہ کے گل سرسید مولانا محمد علی کھوی رحمہ اللہ کے پوتے، مولانا محی الدین کھوی رحمہ اللہ کے بیٹے اور جماعت اہلحدیث کے رہنما مولانا معین الدین کھوی رحمہ اللہ کے بھتیجے تھے۔ والدہ کی طرف سے استاذ پنجاب حضرت مولانا عطاء اللہ کھوی رحمہ اللہ کے نواسے اور مولانا عبد الرحمن، مولانا حبیب الرحمن، حافظ شفیق الرحمن اور حافظ عزیز الرحمن کھوی کے بھانجے تھے۔ ان چار بھائیوں میں سے حبیب الرحمن کھوی نے ۲۰ مئی ۱۹۷۳ء کو وفات پائی، حافظ عزیز الرحمن کا انتقال آٹھ نو برس پہلے ہوا اور مولانا عبد الرحمن کھوی ۲ مارچ ۲۰۰۱ء کو فوت ہوئے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۳۶)

**بڑوں کا ادب و تعظیم:** اپنے بڑوں کے ساتھ تعلق رکھنے والوں سے تکریم سے پیش آنا، اسلامی ثقافت اور دینی تہذیب کا بنیادی عنصر ہے جس سے حافظ محمد آگاہ بھی تھے اور اس پر عامل بھی!..... (قافلہ حدیث، ص: ۲۳۶-۲۳۷)

**تعویذ فارسی میں لوگوں کا ہجوم:** ان کے چھوٹے بھائی مولانا معین الدین کھوی رحمہ اللہ کے پاس بے شمار تعویذ لینے والے آتے ہیں اور وہ انہیں تعویذ دیتے ہیں۔ ہم نے ان کے سلسلہ تعویذات کا نام ”تعویذ فارسی“ رکھا تھا۔ ہفتے میں دو دن (اتوار اور پیر) انہوں نے تعویذات کیلئے وقف کر رکھے ہیں۔ ماشاء اللہ ان کی تعویذ فارسی خوب چلتی ہے۔ وہ صبح کو اپنے تعویذ خانے میں بیٹھ جاتے ہیں اور شام تک لوگوں کو تعویذ پر تعویذ دیتے چلے جاتے ہیں۔ جنزل ضیاء الحق بھی ان سے تعویذ لیتا تھا اور ان سے دعا کی درخواست کیا کرتا تھا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۳۸)

**پریشانیوں میں مؤثر تعویذ:** میرا تجربہ یہ ہے کہ بعض معاملات میں ان کا تعویذ اثر کرتا ہے، بشرطیکہ تعویذ لینے والا صدق دل سے تعویذ لے۔ مثلاً جنات کے سلسلے میں ان کا دم اور تعویذ مؤثر ہے، اسی طرح بچوں کی بیماریاں اٹھرا وغیرہ کیلئے بھی ان کے تعویذ میں اللہ نے تاثیر رکھی ہے۔ عورتوں کی بعض بیماریوں کیلئے بھی ان کا تعویذ اللہ کے فضل سے افاتے کا باعث بنتا ہے لیکن مولانا محی الدین کھوی رحمہ اللہ نہیں دیتے تھے، نمک پر دم کر دیتے تھے اور اس کے استعمال سے اللہ تکلیف رفع فرمادیتا تھا۔ ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ بعض لوگوں نے ان سے نمک پر دم کرایا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۳۸)

**جنات کے نام خط:** مولانا محی الدین رحمہ اللہ کی تقویٰ شعاری کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے کہ مرکز الاسلام سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں میں خلیجوں کا ایک زمین دار خاندان آباد تھا۔ ان کا مولانا محی الدین رحمہ اللہ سے کسی معاملے میں کچھ اختلاف تھا، جس کی تفصیل کا مجھے علم نہیں۔ انہیں جنات پریشان کرتے تھے اور ان کیلئے مصیبت کا باعث بنے ہوئے تھے..... بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ مولانا محی الدین رحمہ اللہ کی خدمت میں جاؤ، انہیں ساری بات بتاؤ، وہ اللہ اللہ کریں گے اور خدا بھلی کرے گا۔

خلیجی ان کے پاس جانے سے گھبراتے تھے کہ ایسا نہ ہو، مولانا ہم پر خفگی کا اظہار فرمائیں اور ہمیں شرمندہ ہونا پڑے۔  
لوگوں نے کہا: ایسی کوئی بات نہیں، تم جاؤ، وہ بہت اچھی طرح پیش آئیں گے، اللہ کا نام لیں گے اور تمہاری تکلیف رفع ہو جائیگی۔  
چنانچہ وہ مولانا کی خدمت میں آئے اور اپنی پرتامیان کی..... مجھے یاد پڑتا ہے، مولانا نے جنات کے نام ان کو اس قسم کے چند الفاظ لکھ دیئے تھے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

از محی الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یہ لوگ تمہارے ہاتھوں بہت پریشان ہیں۔ اب تم چلے جاؤ۔ والسلام

فرمایا: یہ رقعہ کسی صاف سترے کپڑے میں بند کر کے گھر کے بڑے دروازے پر باندھ دو، اللہ تعالیٰ تکلیف رفع فرمادے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور ان لوگوں کی پریشانی ختم ہو گئی۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۳۸-۴۳۹)

**لکھوی خاندان کو جنات سے ملا خاص تعویذ:** لکھوی حضرات کے تعویذات سے متعلق جو بات مشہور تھی اور ہم نے سنی تھی، وہ بھی یہاں بیان کر دیں..... کہتے ہیں شدید سردیوں کے دن تھے، ان کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ حسب معمول آدھی رات کو تہجد کی نماز پڑھنے مسجد میں گئے۔ اندر داخل ہوئے تو ایک شخص کو جو مسجد میں لیٹا ہوا تھا، ان کے پاؤں کی ٹھوکر لگی۔ اس نے کہا تمہیں دکھائی نہیں دیتا، میں لیٹا ہوا ہوں اور تم مجھے ٹھوکر لگا رہے ہو۔؟

انہوں نے کہا: مسجد میں اندھیرا ہے، اس لیے مجھے پتا نہیں چلا کہ تم یہاں لیٹے ہوئے ہو، تمہیں تکلیف ہوئی۔ میں معافی چاہتا ہوں، لیکن یہ بتاؤ تم کون ہو جو اتنی جلدی مسجد میں آگئے ہو۔؟  
وہ شخص اٹھا اور کہا میرے ساتھ باہر آئیے..... وہ اس کے ساتھ چل پڑے۔ ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر اس نے کہا وہ سامنے دیکھئے دو رتک کیا نظر آ رہا ہے؟

جواب دیا: یہ جھگیاں ہی ہیں جن میں بہت سے لوگ دکھائی دے رہے ہیں۔

اس نے کہا: یہ جنوں کی جھگیاں ہیں جو بہت بڑی تعداد میں یہاں آئے ہیں۔ میں اس گروہ کا سربراہ ہوں۔ اگر کسی کو جن کی شکایت ہو تو (ایک دعا بتائی کہ) یہ لکھ کر اسے پلائیے (یا اس کے گلے میں ڈالیے) شکایت رفع ہو جائے گی۔ اور آپ کی سات پشتوں تک اس سے فائدے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ (یہ دعا مجھے معلوم نہیں کون سی تھی)  
سنائے مولانا معین الدین لکھوی تک چھٹی (یا ساتویں) پشت ہے۔ یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے روایت باللفظ نہیں، روایت بالمعنی ہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۵۹-۴۶۰)

**رحم دلی اور نرم مزاجی:** مولانا محی الدین رحمہ اللہ نہایت رحم دل اور نرم مزاج تھے۔ ہمیشہ اپنی ضرورت نظر انداز کر کے دوسرے کی ضرورت پورا کرنے کی کوشش کرتے..... ایک مرتبہ نیا کھیس اوڑھے ہوئے تھے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ سردی سے ٹھہر رہا ہے۔ کھیس اتار کر اسے دے دیا۔  
کچھ عرصہ پیشتر میں نے سنا تھا کہ نئی موٹر سائیکل پر کہیں جا رہے تھے۔ ایک شخص نے جس سے کوئی جان پہچان نہیں تھی، ان کو روکا اور بہ انداز لجاجت کہا کہ ذرا موٹر سائیکل دیجئے، مجھے فلاں شخص سے کچھ کام ہے، ابھی آتا ہوں..... اسے موٹر سائیکل دے دیا اور وہ لے کر چلتا بنا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۶۰-۴۶۱)

**تحیۃ الوضو کی پابندی:** ہر وقت با وضو رہنے کی کوشش کرتے تھے اور بسا اوقات وضو کے بعد ”تحیۃ الوضو“ کی دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ کسی مسجد میں تشریف لے جاتے تو مسجد میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ”تحیۃ المسجد“ پڑھتے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۶۹)  
**مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ کی پگڑی:** مولانا عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ سر پر کلمے والی مشہدی پگڑی باندھا کرتے تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۸۸)

### حافظ عبدالرحمن کمیر پوری رحمہ اللہ (وفات ۹ مارچ ۲۰۰۰ء)

**مزاج کی سادگی اور نوافل کا اہتمام:** حافظ صاحب کے دل میں خدمت کا دین کا بے پناہ جذبہ پایا جاتا تھا اور ہر وقت کسی نہ کسی صورت میں اس کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول رہتے تھے۔ نماز خشوع و خضوع سے پڑھتے تھے۔ ان کا زیادہ وقت مسجد میں گزرتا تھا۔ نقلی روزے بہ کثرت رکھتے تھے۔ اللہ کا ڈران پر ہر آن طاری رہتا تھا۔ کھانا دن رات میں صرف ایک وقت کھاتے تھے۔ شہر میں کہیں جانا ہوتا تو سائیکل پر جاتے تھے اور یہی ان کی پسندیدہ سواری تھی۔ دنیوی تکلیفات سے ہمیشہ دور رہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۱۴)

مولانا عبدالعظیم انصاری رحمہ اللہ کے والد کا ذوق تصوف (ولادت ۱۹۱۶ء)

مولانا عبدالعظیم انصاری کے والد کی بیعت:۔ عبدالعظیم کے آباؤ اجداد دراصل موضع ”بلمر“ کے رہنے والے تھے جو تقسیم ملک سے قبل ضلع لاہور کے ایک مشہور قصبے ”پٹی“ کے قریب تھا۔

ان کے والد مرحوم ایک صالح بزرگ تھے جو اپنے دور اور علاقے کے اہل علم اور اصحاب صلاح سے عقیدت مندانہ مراسم رکھتے تھے۔ حضرت سید محمد شریف گھڑیا لوی رحمہ اللہ اس نواح کے نہایت صاحب تقویٰ بزرگ تھے، عظیم صاحب کے والد شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حلقہ بیعت میں شامل تھے اور ان کی خدمت میں حاضری دینا اور ان سے استفادہ کرنا ان کے معمولات کا ضروری حصہ تھا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۱۶ تا ۵۱۸)

مبارک خواب اور اساتذہ کی تعبیر:۔ مولانا نے جو خواب دیکھے تھے، یہاں ان کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کسی سفر پر جا رہے ہیں۔ راستے میں دریا بہہ رہا ہے۔ وہ اس میں داخل ہو گئے۔ ان کے پاس تعلیم سے فراغت کی سند بھی ہے۔ پانی بہت زیادہ ہے۔ وہ اپنی سند بھینکنے سے بچانا چاہتے ہیں۔ لیکن بے حد کوشش کے باوجود نہیں بچا سکے۔ سند بھیک گئی اور الفاظ کی سیاہی کا غد پر ادھر ادھر پھیل گئی۔ اس سے وہ بہت پریشان ہوئے۔

خواب اساتذہ سے بیان کیا تو انہوں نے کہا اس میں پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں، یہ بہت اچھا خواب ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تم سے اپنے دین کا کام لے گا اور لوگ تم سے علم حاصل کریں گے اور اپنی قابلیت کے مطابق مشرق و مغرب اور جنوب و شمال میں جا کر اللہ کے دین کی تبلیغ کریں گے، اس طرح وہ تم سے حاصل کردہ علم کو مختلف علاقوں میں پھیلانے کا باعث بنیں گے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۳۵)

خواب میں موت کا فہمی اشارہ:۔ مولانا محمد داؤد ارشد رحمہ اللہ کے ایک شاگرد حافظ عبدالمنان ملتانی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن وہ مولانا سے مسلم شریف پڑھ رہے تھے۔ اچانک مولانا نے کتاب بند کر دی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ شاگرد (حافظ عبدالمنان) نے استاذ محترم سے عرض کیا: آپ کو اچانک کوئی تکلیف ہو گئی ہے؟

فرمایا: نہیں..... کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ بات یہ ہے کہ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ پانی کا ایک کنواں ہے، جو پہلے جاری تھا اور لوگ اس سے خوب پانی بھر رہے تھے اور اپنی پیاس بجھا رہے تھے۔ پھر وہ کنواں اچانک بند ہو گیا۔

اس کی تعبیر مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ میری زندگی اب بہت کم رہ گئی ہے اور تدریس کا یہ سلسلہ جو میں چلا رہا ہوں ختم ہونے والا ہے..... چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس سے چند روز بعد ۹ مئی ۱۹۶۶ء کو وہ اس دنیائے فانی سے عالم آخرت کی طرف روانہ ہو گئے۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۳۹)

احناف اور اہلحدیث کا اکٹھے نماز پڑھنا:۔ ضلع اوکاڑہ کا ایک مشہور گاؤں جیٹھ پور ہے جو راجوال سے بجانب جنوب سات میل کے فاصلے پر ہے، یہاں کی مسجد میں احناف اور اہلحدیث اکٹھے نماز ادا کرتے تھے۔

ضلع اوکاڑہ میں دیپالپور روڈ پر ”بیٹیاں“ کے قریب ایک آبادی ہے، وہاں مولانا نے جنوری ۱۹۷۰ء میں مسجد اہلحدیث کی بنیاد رکھی۔ اس مسجد کی تعمیر کیلئے مولانا نے بڑی کوشش کی۔ مسجد کا نگران صوفی عبدالحمید کو بنایا گیا۔ اس مسجد کی وجہ سے وہاں اہلحدیث کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۵۰-۵۵۲)

فقہی اشکال اور خواب میں رہنمائی:۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں یہ باب قائم کیا ہے۔ ”باب صایذ کر فی الفخذ“ (بخاری، ج: ۲، ص: ۵۳) ”فخذ“ عربی میں ران کو کہتے ہیں۔ یہ ایک سوال ہے کہ ران انسانی ستر میں شامل ہے یا نہیں؟ یہ اشکال اکثر ذہن میں گردش کرتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ خواب میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی۔ مولانا نے یہ مسئلہ ان سے دریافت کیا۔ یہ مسئلہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ اور جرہد بن جحش رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان سے مروی حدیث

کا خلاصہ یہ ہے کہ ران ستر میں شامل ہے۔ کیونکہ اس روایت میں ”ہذا احوط عندی“ کے لفظ ہیں۔ یہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے لفظ ہیں، جب کہ ایک دوسری حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ران انسانی ستر میں شامل نہیں۔ عام حالات میں بعض دفعہ آنحضرت ﷺ کی ران اتفاقاً برہنہ ہو جاتی تھی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سنداً بھی جرہ کی روایت سے قوی ہے، تو حافظ صاحب نے جواب میں فرمایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے جو ثابت ہے وہی معتبر ہے کہ ران ستر میں شامل نہیں، لیکن میرا وجدان حضرت جرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی طرف مائل ہے، اگرچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے قوی سند کے ساتھ ران کا ستر میں شامل نہ ہونا ثابت ہے تاہم اس کے چھپانے میں احتیاط ہے تاکہ ہم اختلاف سے بچ سکیں۔ حتیٰ نخرج من اختلافہم امام بخاری رحمہ اللہ کا یہی فتویٰ ہے۔ (قالہ حدیث، ص: ۵۵۳-۵۵۴)

گزرے ہوؤں کو بھولنا..... ہمارا المیہ:- ان لوگوں کو ہماری نئی نسل کہاں جانتی ہے۔ چند حضرات کے سوا ان کیلئے یہ سب لوگ اجنبی ہیں۔ ہم زندہ لوگوں کو تو تھوڑا بہت یاد رکھتے ہیں، مردوں سے تعلقات توڑ لیتے ہیں۔ اگرچہ وہ اپنے دور کے کتنے بڑے لوگ ہوں۔ یہی مطلب ہے اپنی تاریخ کو بھول جانے اور اپنے ماضی کو نظر انداز کر دینے کا۔! (قالہ حدیث، ص: ۵۵۵)

صوفی عبداللہ صاحب کی کسرتی:- (ہمارے اکابرین کی زندگی میں بڑی بڑی نسبتیں ہونے کے باوجود ان کا اپنی نگاہوں میں کیا مقام تھا اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے: از مرتب اثری) ابوالمساکین فقیر الی اللہ صوفی محمد عبداللہ، مہتمم دارالعلوم تعلیم الاسلام، ماموں کانجن: ضلع لائل پور۔ (قالہ حدیث، ص: ۵۶۰)

### مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ کے خاندان میں ذوق تصوف (ولادت مارچ ۱۹۲۵ء)

مولانا محمد صادق خلیل کے والد کی بیعت:- بہر حال صادق صاحب کے والد جو نہایت متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے، صوفی صاحب کے نزدیک بے حد قابل اعتماد تھے۔ میں نے ان کو دیکھا ہے، انتہائی منکسر اور نیک خصال بزرگ تھے۔ صوفی صاحب کے وہ مرید بھی تھے اور ان کے شاگرد بھی تھے۔ انہوں نے قرآن مجید کا ترجمہ صوفی صاحب سے پڑھا تھا اور اپنے اس استاد اور مرشد کے وہ مخلص ترین خدمت گزار تھے۔ (قالہ حدیث، ص: ۵۷۲)

چار سال مادر شکم میں رہنا:- یہاں ایک حیرت انگیز بات سنتے جائیے، وہ یہ کہ محمد صادق چار سال شکم مادر میں رہے۔ سلسلہ ولادت کی اصطلاح میں اسے ”پت لگ جانا“ کہا جاتا ہے۔ صوفی صاحب کو ان کے والد نے یہ بات بتائی اور دعا کی درخواست کی تو انہوں نے بارگاہ الہی میں دعا کی اور بچہ پیدا ہوا جس کا نام محمد صادق رکھا گیا۔ یہ اپنے والدین کی آخری عمر کی اولاد ہیں اور ان کے اکلوتے بیٹے..... صوفی صاحب نے ان کے والد سے کہا تھا کہ تمہارا یہ بچہ عالم فاضل ہوگا اور اسی حیثیت سے شہرت پائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔

محمد صادق مارچ ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ (قالہ حدیث، ص: ۵۷۲)

بچپن کا خواب اور مبارک تعبیر:- صادق صاحب بتاتے ہیں کہ جب وہ سکول میں پڑھتے تھے تو تقریباً ہر رات یہ خواب دیکھتے تھے کہ فضا میں اڑ رہے ہیں اور اڑتے ہوئے اپنے ساتھی طالب علموں سے کہتے ہیں آؤ تم بھی میرے ساتھ اڑو۔ وہ تو ان کا ساتھ نہیں دیتے تھے۔ لیکن یہ خود اڑتے ہوئے دور تک پہنچ جاتے، پھر نہایت آسانی سے جب جی چاہتا فضا سے زمین پر آ جاتے..... اس خواب کی جو وہ مسلسل دیکھتے تھے، یہی تعبیر معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے طویل عرصے تک تدریسی خدمت انجام دی اور ان سے بے شمار شاگردوں نے تعلیم حاصل کی، جن کے ذریعے دو دراز علاقوں تک علم پہنچا۔ (قالہ حدیث، ص: ۵۷۲-۵۷۳)

سب سے بنا کر رکھتے:- مولانا محمد یوسف نہایت دھیمی طبیعت کے مالک ہیں۔ متحمل مزاج اور خوش کلام، سب سے بنا کر رکھتے ہیں۔ اپنی بات مثبت انداز میں کہنے کے عادی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس علاقے کے احناف بھی ان سے متاثر ہیں اور ان کے علمائے کرام



**جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں**

نام کتاب : جادو کا علاج قرآن (سنہ کی روشنی میں)  
 پیش لفظ : ابو عمر حافظ محمد سلیم حفظہ اللہ  
 تاریخ اشاعت : شوال برطانیہ جنوری 2002ء  
 تعداد : 1100 سو  
 قیمت : 55 روپے  
 شائع کردہ : دارالتقویٰ کراچی  
 رابطہ : مکتبہ نور حرم اہلخانہ سنہ 1423ھ بمطابق اقبال کراچی۔ فون: 4965124

﴿ادارہ کی مطبوعات مندرجہ ذیل پتوں سے مل سکتی ہیں﴾  
 پتہ جامع مسجد اراشدی، سوئی ٹیٹن، ایبٹ آباد، کراچی۔  
 پتہ مکتبہ نور حرم، عثمانیہ سٹیٹ بئنک، گلشن، اقبال کراچی۔ فون: 4965124  
 پتہ مکتبہ نور حرم، پتہ گلشن، ایبٹ آباد، کراچی۔  
 پتہ مکتبہ سنہ، ریلوے بازار، کراچی۔ فون: 2631220  
 پتہ مکتبہ کتاب گھر، مشین اردو بازار، کراچی۔ فون: 2628939  
 پتہ مکتبہ ایچ بی، نیشنل مکتبہ، پتہ گلشن، ایبٹ آباد، کراچی۔  
 پتہ مکتبہ اہلحدیث، فرسٹ گورنمنٹ روڈ، کراچی۔  
 پتہ مکتبہ اسلامیہ، نیشنل سٹریٹ، روڈ، ایبٹ آباد۔  
 پتہ مکتبہ قدوسیہ، نئی اسٹریٹ، اردو بازار، ایبٹ آباد۔  
 پتہ مکتبہ اسلامیہ، جہان بازار، فیصل آباد، فون: 631204  
 پتہ جامع مسجد عثمان بن عفان، سکٹر G-11/2، اسلام آباد۔  
 پتہ عاتق کراچی، سکٹر R-896/A3، بلڈنگ نمبر 15، چورنگی، کراچی۔ فون: Ph: 6982440  
 پتہ طاہر کتب خانہ، صدر کراچی۔

سلسلہ مطبوعات 05

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَنَزَّلْنَا مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ  
 ترجمہ: اور ہم نے قرآن بھی نازل کیا تاکہ مومنوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے (سورہ 10:1)

**جَادُوْكَوْعَلٰج**

تَرٰنِ سُنَّتِ كِی رُشْنِیْیْنِ

تالیف  
 فَضَّلِیْنِ مَجْدِبِیْنِ بَدَا لِنَا اَهْلُ طَلَبِیْنَ حَفَظُوْهُ

مترجم  
 الشیخ حافظ محمد سعید الرحمن رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ

دارالتقویٰ کراچی

مترجم شاعت ذیلہ دارالسلام ممبئی

**دارالسلام**  
 کتاب خانہ کی شاعت کوئی اور

پوسٹ بک: 22743، فون: 11416، سید سید فون: 4033962، 4043432، 4033966، فیکس: 4021659  
 E-mail: darussalam@awalnet.net.sa • riyaad@dar-us-salam.com  
 Website: www.darussalam.com

• عربی، انگریزی، فون: 4614483، 01 4649443 • 4649443 • 4735220، فون: 01 2860402 • 4735221 • 4735220  
 • عربی، انگریزی، فون: 4505196736، 4596959503 • 4596959503 • 4596959503 • 4596959503 • 4596959503  
 • عربی، انگریزی، فون: 6879254، 6879254 • 6879254 • 6879254 • 6879254 • 6879254  
 • عربی، انگریزی، فون: 3908027، 3908027 • 3908027 • 3908027 • 3908027 • 3908027  
 • عربی، انگریزی، فون: 5672623، 60971 • 5672623 • 60971 • 5672623 • 60971  
 • عربی، انگریزی، فون: 539 1855، 0644 208 • 539 1855 • 0644 208 • 539 1855 • 0644 208

پاکستان اسلام آباد دارالتقویٰ کراچی

• 36- لورال، کیمز سٹریٹ، ٹاپ 4، لاہور

فون: 7110081، 7110023، 7232400، 7232400، 42 0092، فیکس: 8484569، 7354072، 0322-8484569  
 Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com  
 • عربی، انگریزی، فون: 7846714، 7846714 • 7846714 • 7846714 • 7846714 • 7846714  
 • عربی، انگریزی، فون: 5084895، 5084895 • 5084895 • 5084895 • 5084895 • 5084895  
 • عربی، انگریزی، فون: 2281513، 2281513 • 2281513 • 2281513 • 2281513 • 2281513  
 • عربی، انگریزی، فون: 4393937، 4393937 • 4393937 • 4393937 • 4393937 • 4393937  
 Darussalamkhi@darussalampk.com

**اسلام اور خانقاہی نظام**

ایک تازہ و تحقیقی جائزہ

پروفیسر ڈاکٹر امان اللہ بھٹی

**دارالسلام**  
 کتاب خانہ کی شاعت کوئی اور  
 ریاض، سندھ، پنجاب، گلگت، بلتستان، خیبر پختونخوا، پاکستان  
 اسلام آباد، لاہور، کراچی، سکس، ایبٹ آباد، کراچی

ان سے قریبی علاقے رکھتے ہیں۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۸۸)

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی کا ٹوپی ورومال استعمال فرمانا:۔ عربوں جیسی سفید لمبی عبا زیب تن، سر پر کپڑے کی ٹوپی اور اس کے اوپر سفید رومال، پاؤں میں چپل، یہ تھے ڈاکٹر محمد لقمان سلفی.....! ان کے ماتھے سے اوپر ٹوپی کی اوٹ سے سر کے بال منڈے ہوئے دکھائی دے رہے تھے، جس کا مطلب یہ تھا کہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر چکے..... جو لباس انہوں نے اس وقت زیب تن کر رکھا تھا، وہاں کے بڑے چھوٹوں کا یہی لباس ہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۹۲)

ڈاکٹر وصی اللہ رحمہ اللہ کا ٹوپی استعمال فرمانا:۔ ڈاکٹر وصی اللہ رحمہ اللہ سر پر کپڑے کی ٹوپی زیب تن فرماتے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۶۱۷)

### نام کتاب:۔ جادو کا علاج قرآن و سنت کی روشنی میں

تالیف:۔ فضیلۃ الشیخ وحید عبدالسلام بالی حفظہ اللہ..... مترجم:۔ الشیخ حافظ محمد اسحاق زاہد حفظہ اللہ

مترجم کی گزارش:۔ دیگر کئی خرابیاں جب ہمارے معاشرے میں منتشر ہیں تو میدان دعوت الی اللہ کے ہر کارکن کا فریضہ ہے کہ وہ عوام الناس کو ان کے متعلق آگاہ کریں، ان کے عقیدے کی تصحیح کریں اور انہیں ان روحانی بابوں اور جادو گروں کی شرانگیزیوں کی تفصیلات کے بارے میں بتائیں تاکہ وہ ان کے پاس جانے سے پرہیز کریں۔

اسی ضرورت کے پیش نظر میں نے الشیخ وحید عبدالسلام بالی حفظہ اللہ کی کتاب ”الصارم البتار فی التصدی للسحرۃ الأشرار“ کو اردو زبان میں منتقل کیا ہے، اور اپنے تئیں کوشش کی ہے کہ اس کا ترجمہ آسان اردو میں ہوتا کہ عام لوگ اسے اچھی طرح سے سمجھ سکیں، اگر کسی مسلمان کو اس کتاب سے کوئی فائدہ پہنچے تو اس سے میری اپیل ہے کہ وہ صاحب کتاب اور اس کے مترجم کیلئے دعا کرے۔ اللہ رب العزت ہر مسلمان کو ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے، وہو ولی التوفیق۔

حافظ محمد اسحاق (عفا اللہ عنہ)

”کویت، مورخہ ۲/ ذوالقعدہ/ ۱۴۲۰ مطابق ۶/ فروری/ ۲۰۰۰“ (جادو کا علاج، ص: ۱۰)

مولانا عبدالحق محمد صادق کا اعتماد:۔ دورِ حاضر میں جہاں جادوگری کا مکروہ دھندا عروج پر ہے اور معاشرے کے یہ خطرناک دشمن (جادو کرنے اور کروانے والے) امن و سکون کو غارت کرنے اور خاندانوں میں فتنہ و فساد پیا کرنے میں مصروف کار ہیں وہاں بندگان رب العالمین کے ہی خواہ اور ناصحین بھی انسانیت کو ان خطرات سے آگاہ کرنے اور ان کے عقائد و اعمال کی اصلاح کیلئے کوشاں اور سرگرم عمل ہیں، انہیں خیر خواہان امت میں سے فضیلۃ الشیخ وحید عبدالسلام بالی حفظہ اللہ ہیں جنہوں نے ”الصارم البتار فی التصدی للسحرۃ الأشرار“ جیسی انتہائی جامع اور مفید کتاب لکھ کر لوگوں کی صحیح سمت میں رہنمائی فرمائی ہے۔ یہ کتاب سات فصول پر مشتمل ہے جن میں انہوں نے جادو کی حقیقت، کتاب و سنت کی روشنی میں جادوگری کا حکم، جنات کی حقیقت اور جادو کے سلسلے میں ان کا عمل دخل، جادو کی مختلف صورتیں اور جادو گروں کے مختلف طریقہ ہائے واردات، جادو کا شرعی علاج اور اس سے بچاؤ کے طریقے، نظر بند کی حقیقت اور اس کا علاج جیسے اہم موضوعات پر سیر حاصل بحث کی ہے، اصل کتاب عربی زبان میں ہے، برادرِ مکرم حافظ محمد اسحاق فاضل مدینہ یونیورسٹی حفظہ اللہ نے ”جادو کا علاج قرآن و سنت کی روشنی میں“ کے نام سے بڑے عمدہ پیرائے میں اس کا سلیس اور دلکش اسلوب میں اردو ترجمہ پیش کر کے اردو دان حضرات کیلئے استفادہ کرنے کا موقع فراہم کیا ہے، اللہ تعالیٰ مؤلف و مترجم کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور اسے ان کیلئے صدقہ جاریہ بنائے، اور عوام الناس کو اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے: آمین۔

”وصلی اللہ علیہ نبینا محمد و علی آلہ و صحبہ أجمعین و من سار علیٰ نہجہم الی یوم الدین۔“ عبدالخالق محمد صادق، مورخہ ۳۱/ جنوری/ ۲۰۰۰ء، (جادو کا علاج، ص: ۱۳)

## جنات قرآن و سنت کی روشنی میں

**جنوں اور شیطانوں کے وجود پر دلائل:** جن، شیطان اور جادو کے درمیان بہت گہرا تعلق ہوتا ہے، بلکہ جادو کی بنیاد ہی جنات اور شیاطین ہیں، بعض لوگ جنات کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور اسی بنیاد پر جادو کی تاثیر کے قائل نہیں، اس لیے پہلے جنات و شیاطین کے وجود پر دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

قرآنی دلائل: ۱۔ ”واذ صرفنا الیک نفرا من الجن یستمعون القرآن“ اور یاد کیجئے جب ہم کئی جنوں کو تیرے پاس پھیر کر لائے“

۲۔ ”یا معشر الجن والانس المر یا تکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی و ینذرونکم لقاء یومکم هذا“ جنوں اور آدمیو! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے جو میری آیتیں تم کو پڑھ کر سناتے اور اس دن کی ملاقات سے تم کو ڈراتے“

۳۔ ”قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا“ ”کہہ دیجئے، مجھے یہ وحی آئی ہے کہ جنات میں سے چند شخصوں نے (مجھ سے قرآن) سنا، پھر کہنے لگے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا“

۴۔ ”وانہ کان رجال من الانس یعودون برجال من الجن فزادوہم رھقا“ اور (ہوایہ کہ) بعض آدم زاد لوگ کچھ جنوں کی پناہ لیتے تھے جس سے ان کا دماغ اور چڑھ گیا“

۵۔ ”انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ و عن الصلاة فھل انتم منتھون“ ”شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے سے تم میں آپس میں دشمنی اور کینہ پیدا کر دے، اور تم کو اللہ کی یاد اور نماز سے باز رکھے، تو اب بھی تم باز آتے ہو یا نہیں؟“

۶۔ ”یا ایھا الذین امنوا لاتتبعوا خطوات الشیطان و من یتبع خطوات الشیطان فانه یامر بالفحشاء والمنکر“ ”اے ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم مت چلو، اور جو کوئی اس کی پیروی کرے گا (وہ گمراہ ہوگا اس لیے کہ) وہ توبے حیاتی اور برے ہی کام کرنے کو کہے گا“ (جادو کا علاج، ص: ۲۳-۲۴)

**احادیث میں چند دلائل:** ۱۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ ایک رات کو ہم سے اچانک غائب ہو گئے۔ چنانچہ ہم انہیں وادیوں اور گھاٹیوں میں تلاش کرنے لگے، اور آپس میں ہم نے کہا کہ شاید آپ کو اغوا کر لیا گیا ہے یا قتل کر دیا گیا ہے۔ ہماری وہ رات انتہائی پریشانی کے عالم میں گزری، صبح ہوئی تو ہم نے آپ کو غار حرا کی جانب سے آتے ہوئے دیکھا، ہم نے آپ کو بتایا کہ رات آپ اچانک ہم سے غائب ہو گئے تھے، ہم نے آپ کو بہت تلاش کیا، لیکن آپ کے نہ ملنے پر رات بھر پریشان رہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرے پاس جنات کا ایک نمائندہ آیا تھا تو میں اس کے ساتھ چل پڑا، اور جا کر انہیں قرآن مجید پڑھ کر سنایا“..... پھر آپ ﷺ ہمیں لے کر اس جگہ پر گئے، ہمیں ان کے نشانات اور ان کی آتشیں علامات دکھائیں، اور آپ ﷺ نے یہ بھی بتایا کہ جنوں نے آپ ﷺ سے کچھ مانگا تو آپ نے فرمایا: ”ہر ایسی ہڈی تمہاری غذا ہے جس پر بسم اللہ کو پڑھا گیا ہو، اور ہر گوبر تمہارے جانوروں کا کھانا ہے“ پھر آپ ﷺ ہمیں کہنے لگے ”لہذا تم ہڈی اور گوبر کے ساتھ استجماعت کیا کرو کیونکہ وہ تمہارے جن بھائیوں کا کھانا ہے“

۲۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ”میرا خیال ہے کہ تمہیں بکریاں اور دیہاتی ماحول بہت پسند ہے، سو جب تم اپنی بکریوں اور اپنے دیہات میں ہو اور ان کہو تو اپنی آواز بلند کر لیا کرو کیونکہ مؤذن کی آواز کو جو جن، جو انسان اور

جو چیز بھی سستی ہے وہ قیامت والے دن اس کے حق میں گواہی دے گی“  
 ۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”فرشتوں کو نور سے، جنوں کو آگ کے شعلے سے اور آدم علیہ السلام کو اس چیز سے پیدا کیا گیا جو تمہارے لیے بیان کر دی گئی ہے“

۴- حضرت صفیہ بنت حبیب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بیشک شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے“  
 ۵- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی جب بھی کھانا کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب بھی پانی پئے تو دائیں ہاتھ سے پئے، کیونکہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا، پیتا ہے“

۶- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے، شیطان اس کے پہلو میں نوک دار چیز چھوتتا ہے، جس سے بچہ چیخ اٹھتا ہے، سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی ماں کے“  
 ۷- رسول اکرم ﷺ کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو صبح ہونے تک سویا رہا ہو، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ وہ شخص ہے جس کے کانوں میں شیطان پیشاب کر جاتا ہے“

۸- ابوقادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے، سو جو شخص خواب میں ناپسندیدہ چیز دیکھے وہ اپنی بائیں طرف تین بار آہستہ سے تھوک دے اور شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرے، ایسا کرنے سے برا خواب اس کیلئے نقصان دہ نہیں ہوگا“

۹- ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی جب بھی جمائی لے تو اپنے ہاتھ کے ساتھ منہ بند کر لے، کیونکہ (ایسا نہ کرنے کی وجہ سے) شیطان منہ میں داخل ہو جاتا ہے“

اس موضوع کی دیگر احادیث بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں لیکن طلبِ حق کیلئے یہی کافی ہیں جو ذکر کر دی گئی ہیں اور ان سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ جنات اور شیاطین کا وجود کوئی وہم نہیں، حقیقت ہے اور اس حقیقت کو وہم و ہی شخص قرار دے سکتا ہے جو ضدی اور متکبر ہو۔  
 (جادو کا علاج، ص: ۲۳۳ تا ۲۷۷)

## علمائے اہلحدیث کے جادو کے وجود پر دلائل

**قرآنی دلائل:** ”واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان و ما کفر سلیمان و لکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر و ما انزل علی الملکین ببابل ہاروت و ماروت و ما یعلمن من احد حتی یقولوا انما نحن فتنۃ فلا تکفر فیتعلمون منہما ما یفرقون بہ بین المرء و زوجہ و ما ہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ و یتعلمون ما یضرہم ولا ینفعہم ولقد علموا ما لہ فی الآخرة من خلاق و لیس ما شروا بہ انفسہم لو کانوا یعلمون“  
 ”اور سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت میں شیطان جو پڑھا کرتے تھے وہ لوگ اس کی پیروی کرنے لگے حالانکہ سلیمان علیہ السلام کافر نہ تھے، البتہ یہ شیطان کافر تھے جو لوگوں کو جادو سکھلاتے تھے، اور وہ باتیں جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اتاری گئی تھیں، اور وہ دونوں (ہاروت و ماروت) کسی کو جادو نہیں سکھلاتے تھے جب تک یہ نہیں کہہ لیتے کہ ہم آزمائش ہیں پس تو کافر نہ ہو۔ پھر بھی وہ ان سے ایسی باتیں سیکھ لیتے ہیں جن کی وجہ سے وہ خاوند بیوی کے درمیان جدائی کرادیں حالانکہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کا جادو سے کچھ بگاڑ نہیں سکتے، اور ایسی باتیں سیکھ لیتے ہیں جن میں فائدہ کچھ نہیں، نقصان ہی نقصان ہے، اور یہودیوں کو یہ معلوم ہے کہ جو کوئی (ایمان دے کر) جادو خریدے وہ آخرت میں بد نصیب ہے، اگر وہ سمجھتے ہوتے تو جس کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا، اس کا برابر ملتا ہے“  
 ”قال موسی اتقولون للحق لما جاءکم اسحر هذا ولا یفلح الساحرون“

”موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تم سچ بات کو، جب وہ تمہارے پاس آئی (جادو کہتے ہو) بھلا یہ کوئی جادو ہے؟ اور جادو گر تو کبھی کامیاب نہیں ہوتے“

”فلما القوا قال موسى ما جئتم به السحر ان الله لا يصلح عمل المفسدين و يحق الله الحق بكلماته ولو كره المجرمون“

”جب انہوں نے (اپنی لائٹھیاں اور رسیاں) ڈالیں تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا: جو تم لے کر آئے ہو وہ تو جادو ہے، بے شک اللہ تعالیٰ اس کو باطل کر دے گا، کیونکہ اللہ شریرو لوگوں کا کام بننے نہیں دیتا، اور اپنی باتوں سے اللہ حق کو حق کر دکھائے گا، اگرچہ نافرمان لوگ برامانیں“

”فاو جس في نفسه خيفة موسى قلنا لا تخف انك انت الاعلى والى ما في يمينك تلقف ما صنعوا انما صنعوا كيد ساحر ولا يفلح الساحر حيث اتى“

”موسیٰ علیہ السلام اپنے دل ہی دل میں سہم گیا، ہم نے کہا: مت ڈر، بے شک تو ہی غالب رہے گا، اور جو عصا تیرے داہنے ہاتھ میں ہے، اس کو (میدان میں) ڈال دے، انہوں نے جو ڈھونگ رچایا ہے اس کو ہڑپ کر جائے گا، انہوں نے کچھ کیا ہے اس کی حقیقت کچھ نہیں جادو کا تماشا ہے، اور جادو گر جہاں جائے کامیاب نہیں ہوتا“

”واوحينا الى موسى ان الق عصاك فاذا هي تلقف ما يافكون فوقه الحق و بطل ما كانوا يعلمون فغلبوا هنالك وانقلبوا صغرين والقي السحرة سجدين قالوا امنا رب العلمين رب موسى و هارون“

”اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی تو بھی اپنا عصا ڈال دے، سو عصا کا ڈالنا تھا کہ اس نے ان کے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کیا، پس حق ظاہر ہو گیا اور انہوں نے جو کچھ بنایا تھا سب جاتا رہا، پس وہ لوگ اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہو کر پھرے، اور وہ جو جادو کرتے سجدہ میں گر گئے، کہنے لگے: ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو موسیٰ و ہارون علیہ السلام کا بھی رب ہے“

”قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق و من شر غاسق اذا وقب و من شر النفتث في العقد و من شر حاسد اذا حسد“

”آپ کہہ دیجئے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے، اور اندھیری رات کی تاریکی کے شر سے جب اس کا اندھیرا پھیل جائے، اور گرہ (لگا کر ان) میں پھونکنے والیوں کے شر سے بھی، اور حسد کرنے والے کی برائی سے بھی جب وہ حسد کرے“

امام قرطبی رحمہ اللہ ”ومن شر النفتث في العقد“ کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”وہ جادو گر عورتیں جو دھاگوں کی گرہیں بنا کر ان پر دم کرتی اور پھونکتی ہیں“

اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اسی کی تفسیر میں کہتے ہیں: ”مجاہد، عکرمہ، حسن، قتادہ اور سخاک رحمہم اللہ نے ”النفتث في العقد“ سے جادو گر عورتیں مراد لی ہیں“

اور یہی بات ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے بھی کہی ہے، اور قاسمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مفسرین نے اسی موقع کو اختیار کیا ہے۔

جادو اور جادو گروں کے متعلق دیگر بہت سی آیات موجود و مشہور ہیں اور اسلام کی تھوڑی بہت معلومات رکھنے والا شخص بھی ان سے واقف ہے۔ (جادو کا علاج ص ۲۹)

**جادو پر احادیث نبوی ﷺ سے چند دلائل:** ۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ قبیلہ بنو زریق سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے (جسے لبید بن الاعصم کہا جاتا تھا) رسول اکرم ﷺ پر جادو کر دیا، جس سے آپ ﷺ متاثر ہوئے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا خیال ہوتا کہ آپ ﷺ نے فلاں کام کر لیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے نہیں کیا ہوتا تھا۔ یہ معاملہ ایسے چلتا رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک دن (یا ایک

رات) میرے پاس تھے اور بار بار اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے، اس کے بعد مجھ سے فرمانے لگے: ”اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی ہے، میرے پاس دو آدمی آئے تھے، جن میں سے ایک میرے سر اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا اور ایک نے دوسرے سے پوچھا:

اس شخص کو کیا ہوا ہے؟ اس پر جادو کیا گیا ہے۔ کس نے کیا ہے؟۔ لبید بن الاعصم نے.....

کس چیز میں کیا ہے؟۔ کنگھی، بالوں اور کھجور کے خوشے کے غلاف میں۔

جس چیز میں اس نے جادو کیا ہے، وہ کہاں ہے؟۔ بئر ذروان میں.....

چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنے کچھ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ اس کنویں کو آئے (اسے نکالا اور پھر) واپس آگئے اور فرمانے لگے:

”اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! اس کا پانی انتہائی سرخ رنگ کا ہو چکا تھا اور اس کی کھجوروں کے سراپے تھے جیسے شیطان کے سر ہوں“

(یعنی وہ انتہائی بد شکل تھیں)۔

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے جادو کنویں سے نکالا نہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مجھے عافیت دی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ لوگ کسی شر اور فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔“

اس کے بعد آپ ﷺ نے اسے نکالنے کا حکم دیا اور پھر اسے زمین میں دبا دیا گیا۔

**شرح حدیث:**۔ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کر کے لبید بن الاعصم (جو ان میں سب سے بڑا جادوگر تھا) کے ساتھ یہ بات طے کر

لی تھی کہ وہ رسول اکرم ﷺ پر جادو کرے گا اور وہ اسے اس کے بدلے میں تین دینا دیں گے، چنانچہ اس بد بخت نے یہ کام اس طرح کر ڈالا کہ ایک چھوٹی سی لڑکی کے ذریعے جو آپ ﷺ کے گھر میں آتی جاتی تھی، آپ ﷺ کے چند بال منگوا لیے اور ان پر جادو کر کے انہیں بئر ذروان میں رکھ دیا۔

اس حدیث کی مختلف روایات کو جمع کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ جادو آپ ﷺ کو اپنی بیویوں کے قریب جانے سے روکنے کیلئے تھا،

چنانچہ آپ ﷺ کو خیال ہوتا کہ آپ ﷺ اپنی کسی بیوی سے جماع کر سکتے ہیں، پھر جب قریب ہوتے تو نہ کر پاتے، بس اس کا آپ ﷺ پر یہی

اثر تھا، اس کے علاوہ آپ ﷺ کی عقل اور آپ کے تصرفات جادو کے اثر سے محفوظ تھے۔

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”سات ہلاک کرنے والے

کاموں سے بچ جاؤ“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ سات کام کون سے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، کسی شخص کو بغیر حق کے قتل کرنا، سود کھانا، بیтім کا مال کھانا، جنگ

کے دن پیٹھ پھیر لینا اور پاک دامن ایمان والی اور بھولی بھالی عورتوں پر تہمت لگانا“

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے جادو سے بچنے کا حکم دیا ہے اور اسے ہلاک کر دینے والے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، اور یہ حدیث

اس بات کی دلیل ہے کہ جادو ایک حقیقت ہے، محض خام خیالی نہیں۔

۳- عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے فال نکالی یا اس کیلئے فال نکالی

گئی، اور جس نے غیب کو جاننے کا دعویٰ کیا یا وہ غیب کو جاننے کا دعویٰ کرنے والے کے پاس گیا، اور جس نے جادو کیا، یا اس کیلئے جادو کیا گیا اور

جو شخص نجومی کے پاس آیا اور وہ جو کچھ کہتا ہے اس نے اس کی تصدیق کر دی تو اس نے نبی محمد ﷺ کی شریعت سے کفر کیا“

اس حدیث میں آپ ﷺ نے جادو سے اور جادوگر کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے اور نبی محمد ﷺ کی ایسی چیز سے ہی منع کرتے ہیں جو

حقیقتاً موجود ہو۔ (جادو کا علاج، ص: ۲۷ تا ۳۳)

**جادو پر ائمہ و محدثین کے دلائل:**۔ امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں، ”اور صحیح یہ ہے کہ جادو حقیقتاً موجود ہے اور اس موقف کو اکثر و بیشتر علماء

نے اختیار کیا ہے اور کتاب و سنت سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے“

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اور جادوئی الواقع موجود ہے اور اس کی کئی اقسام ہیں، وہ جو کہ مار دیتا ہے، اور وہ جو کہ بیمار کر دیتا ہے اور وہ جو کہ خاندان کو بیوی کے قریب جانے سے روک دیتا ہے، اور وہ جو کہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے، اور یہ بات تو لوگوں کے ہاں بہت مشہور ہے کہ جادو کی وجہ سے شوہر اپنی بیوی سے جماع کرنے پر قادر نہیں ہوتا، پھر جب اس سے جادو کا اثر ختم ہو جاتا ہے تو وہ جماع کرنے کے قابل ہو جاتا ہے، اور یہ بات تو اثر کی حد تک پہنچ چکی ہے جس کا انکار کرنا ناممکن ہوتا ہے، اور اس سلسلے میں جادو گروں کے قصے اتنی کثرت سے موجود ہیں کہ ان سب کو جھوٹا قرار دینا ناممکن ہے“..... مزید کہتے ہیں:

”جادو جھاڑ پھونک اور گرہیں لگانے کا نام ہے، جس سے دل و جان پر اثر ہوتا ہے، بیماری کی شکل میں، یا موت کی شکل میں، یا میاں بیوی کے درمیان جدائی کی شکل میں، فرمان الہی ہے: ”فیتعلمون منہما ما یفرقون بہ بین المرء و زوجته“ وہ لوگ ان دونوں سے میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالنے والا علم سیکھنے لگے“

اور فرمایا: ”ومن شر النفث فی العقد“ یعنی وہ جادو گر عورتیں جو اپنے جادو پر گرہیں لگاتی اور ان پر پھونک مارتی ہیں، ان سے تیری پناہ مانگتا ہوں، سو جادو کی اگر کچھ حقیقت نہ ہوتی تو اس سے پناہ طلب کرنے کا حکم نہ دیا جاتا“

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فرمان الہی ”ومن شر النفث فی العقد“ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کے دلائل ہیں کہ جادو اثر انداز ہوتا ہے اور واقعاً موجود ہے۔

امام ابن ابی العزحی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”علماء نے حقیقت جادو اور اس کی اقسام میں اختلاف کیا ہے، ان میں سے اکثر یہ کہتے ہیں کہ جادو کبھی جادو کیے گئے آدمی کی موت کا سبب بنتا ہے اور کبھی اس کی بیماری کا“ (جادو کا علاج، ص: ۳۶-۳۷)

**جادو، کرامت اور معجزہ میں فرق:-** امام المازری رحمہ اللہ اس فرق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جادو کرنے کیلئے جادو گر کو چند اقوال و افعال سرانجام دینا پڑتے ہیں، جبکہ کرامت میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ اتفاقاً واقع ہو جاتی ہے اور ہر معجزہ تو اس میں باقاعدہ پہنچ ہوتا ہے جو کہ کرامت میں نہیں ہوتا۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”امام الحرمین نے اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے کہ جادو فاسق و فاجر آدمی کرتا ہے اور کرامت فاسق سے ظاہر نہیں ہوتی، سو جس آدمی سے کوئی خلاف عادت کام واقع ہو اس کی حالت کو دیکھنا چاہیے، اگر وہ دین کا پابند اور کبیرہ گناہوں سے پرہیز کر نیوالا ہو تو اس کے ہاتھوں خلاف عادت واقع ہونے والا کام کرامت سمجھنا چاہیے، اور اگر وہ ایسا نہیں ہے تو اسے جادو تصور کرنا چاہیے کیونکہ وہ یقیناً شیطانوں کی مدد سے وقوع پذیر ہوا ہے۔“ (جادو کا علاج، ص: ۵۶-۵۷)

**سحر تفریق کی مختلف شکلیں:-** ☆ ماں اور بیٹے کے درمیان جدائی ڈالنا۔ ☆ باپ اور بیٹے کے درمیان جدائی ڈالنا۔ ☆ دو بھائیوں کے درمیان جدائی ڈالنا۔ ☆ دو دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنا۔ ☆ دو شریکوں میں جدائی ڈالنا۔ ☆ خاندان بیوی کے درمیان جدائی ڈالنا۔ اور یہ آخری شکل زیادہ منتشر اور عام ہے، اور سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ (جادو کا علاج، ص: ۶۰)

### علمائے اہلحدیث کا طریقہ تشخیص جادو

**سحر تفریق کی علامات:-** (۱) محبت اچانک بغض و نفرت میں تبدیل ہو جائے۔ (۲) دونوں کے درمیان بہت زیادہ شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں۔ (۳) دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کا کوئی عذر نہ مانے۔ (۴) چھوٹے سے سبب اختلاف کو پہاڑ تصور کر لیا جائے۔ (۵) بیوی خاندان کو بد شکل اور خاندان بیوی کو بد صورت تصور کرے جبکہ وہ دونوں خوبصورت ہوں، اور حقیقت یہ ہے کہ شیطان جسے جادو گر

اپنی خدمت کیلئے استعمال کرتا ہے، وہی عورت کے چہرے پر بد شکل بن کر آجاتا ہے جس سے وہ اپنے خاوند کو نہیں بھاتی، اور اسی طرح خاوند کے چہرے پر بھی بری اور خوفناک شکل میں بن کر آجاتا ہے جس سے وہ اپنی بیوی کو بد صورت معلوم ہوتا ہے۔  
(۶) جس پر جادو کیا جاتا ہے، وہ اپنے ساتھی کے ہر کام کو ناپسند کرتا ہے۔

(۷) جس پر جادو کیا جاتا ہے وہ اس جگہ کو پسند نہیں کرتا جہاں اس کا ساتھی بیٹھا ہو، چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ خاوند گھر سے باہر بہت اچھی حالت میں ہوتا ہے جبکہ گھر میں داخل ہوتے ہی اسے شدید گھٹن اور تنگی محسوس ہوتی ہے۔

**سحر تفریق کیسے واقع ہو جاتا ہے؟**۔ ایک شخص جادوگر کے پاس جاتا ہے اور اس سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ فلاں خاوند بیوی کے درمیان جدائی ڈال دے، تو جادوگر اس سے اس خاوند کا نام اور اس کی ماں کا نام پوچھتا ہے، اور پھر اسے اس کا کوئی کپڑا لانے کا حکم دیتا ہے، اگر وہ شخص اس کا کپڑا نہیں لاسکتا تو وہ پانی پر جادو کا عمل کر کے اسے اس کے راستے پر بہانے کا حکم دیتا ہے، چنانچہ وہ جب وہاں سے گزرتا ہے اور صبح و شام کے مسنونہ اذکار نہیں پڑھ رکھے ہوتے تو اس پر جادو ہو جاتا ہے، یا پھر وہ اس کے کھانے پینے کی چیزوں میں جادو کر دیتا ہے، جنہیں کھانی کر اس پر جادو کا اثر ہو جاتا ہے۔

**سحر تفریق کا علاج:**۔ اس کے علاج کے تین مراحل ہیں:

**پہلا مرحلہ..... علاج سے پہلے:**

(۱) مریض کے گھر کی فضا دینی بنائی جائے، اور اس میں موجود تصویریں باہر نکال دی جائیں تاکہ اس میں فرشتے داخل ہو سکیں۔

(۲) مریض کے پاس جو تعویذات (غیر شرعی) اور کڑے وغیرہ ہوں، انہیں نکال کر جلا دیا جائے۔

(۳) جہاں مریض کا علاج کرنا ہو، وہاں سے گانے والی کیسٹوں کو نکال دیا جائے۔

(۴) اور وہاں کوئی شرعی خلاف ورزی ہو رہی ہو تو اسے ختم کر دیا جائے۔ مثلاً مرد کا سونا پہننا یا عورت کا بے پردہ ہونا یا ان میں سے کسی ایک کا سگریٹ نوشی کرنا وغیرہ۔

(۵) مریض اور اس کے گھر والوں کو اسلامی عقیدے کے متعلق درس دیا جائے تو غیر اللہ سے ان کا تعلق ختم ہو جائے اور اللہ سے سچی محبت پیدا ہو جائے۔

(۶) مریض کی تشخیص مندرجہ ذیل سوالوں سے کی جائے:

☆ کیا آپ اپنی بیوی کو بد صورت منظر میں دیکھتے ہیں؟ ☆ کیا آپ گھر سے باہر راحت اور گھر کے اندر تنگی محسوس کرتے ہیں؟ ☆ کیا تم دونوں کے درمیان حقیر سی باتوں پر بھی اختلاف بھڑک اٹھتا ہے؟ ☆ کیا تم دونوں میں سے کوئی ایک دورانِ جماع بددلی اور تنگی محسوس کرتا ہے؟ ☆ کیا تمہیں خوفناک خواب آتے ہیں؟

اسی طرح کے دیگر سوالات بھی مریض سے کیے جاسکتے ہیں، اگر سحر تفریق کی ایک یا دو علامات مریض کے اندر پائی جاتی ہوں تو اس کا علاج شروع کر دیں۔

(۷) آپ خود وضو کر لیں اور جو آپ کے ساتھ ہے اسے بھی وضو کروالیں۔

(۸) اگر مریض عورت ہو تو اس کا علاج اس وقت تک شروع نہ کریں جب تک وہ مکمل پردہ نہ کر لے اور اپنے لباس کو خوب اچھی طرح

سے کس نہ لے تاکہ دورانِ علاج بے پردہ نہ ہو۔

(۹) اگر عورت نے کسی شرعی خلاف ورزی کا ارتکاب کر رکھا ہو، مثلاً چہرہ رنگا ہو، یا خوشبو لگائے ہوئے ہو، یا کافر عورتوں کی مشابہت



کرتے ہوئے اپنے ناخوتوں پر کچھ لگائے ہوئے ہو تو ایسی حالت میں اس کا علاج نہ کریں۔

(۱۰) عورت کا علاج، اس کے محرم کی موجودگی میں کریں۔

(۱۱) اور محرم کے علاوہ کسی اور مرد کو جائے علاج میں نہ آنے دیں۔

(۱۲) ”لا حول ولا قوة الا باللہ“ پڑھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے اب اس کا علاج شروع کر دیں۔

(جادو کا علاج، ص: ۶۰-۶۲)

## علمائے اہلحدیث کا جادو کے علاج پر مجرب آزمودہ عمل

اپنا ہاتھ مریض کے سر پر رکھ لیں اور ترتیل کے ساتھ اس کے کانوں میں ان آیات اور سورتوں کی تلاوت کریں:

(۱) سورۃ الفاتحہ (مکمل)، (۲) سورۃ البقرۃ کی ابتدائی پانچ آیات، (۳) سورۃ البقرۃ آیت ۱۰۲ بار بار پڑھیں، (۴) سورۃ البقرۃ کی آیات ۱۶۳ تا ۱۶۴، (۵) آیت الکرسی، (۶) سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات، (۷) سورۃ آل عمران کی آیات ۱۸-۱۹، (۸) سورۃ الاعراف کی آیات ۵۶ تا ۵۷، (۹) سورۃ الاعراف کی آیات ۱۱۷ تا ۱۲۲..... ان آیات کو بار بار پڑھیں، خاص طور پر یہ آیت (والقی السحرة ساجدين)، (۱۰) سورۃ یونس کی آیات ۸۱ تا ۸۲، انہیں بھی بار بار پڑھیں، خاص کر اللہ کا یہ فرمان (ان الله سيبطله)، (۱۱) سورۃ طہ کی آیت ۶۹، اسے بھی بار بار پڑھیں، (۱۲) سورۃ المؤمنون کی آخری چار آیات، (۱۳) سورۃ الصافات کی ابتدائی دس آیات، (۱۴) سورۃ الاحقاف کی آیات ۲۹ تا ۳۲، (۱۵) سورۃ الرحمن کی آیات ۳۳ تا ۳۶، (۱۶) سورۃ الحشر کی آخری چار آیات، (۱۷) سورۃ الجن کی ابتدائی ۹ آیات، (۱۸) سورۃ اخلاص ”مکمل“، (۱۹) سورۃ الفلق ”مکمل“، (۲۰) سورۃ الناس (مکمل)

یاد رہے کہ مذکورہ آیات اور سورتوں سے پہلے ”اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم من ہمزہ و نغخہ و نفتحہ“ اور ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ ضرور پڑھیں۔

مریض کے کانوں میں آپ جب مذکورہ آیات و سورتوں کی تلاوت اونچی آواز اور ترتیل سے کریں گے تو اس پر تین حالتوں میں سے ایک حالت طاری ہو سکتی ہے۔

**پہلی حالت:-** یا تو اسے مرگی کا دورہ پڑ جائے گا (یعنی وہ اچانک زمین پر گر کر بہوش ہو جائے گا، ہاتھ پیر ٹیڑھے ہو جائیں گے اور منہ سے جھاگ نکلنا شروع ہو جائے گی) اور جادو کرنے جس جن کی اس پر جادو کرنے کی ڈیوٹی لگائی تھی وہ اس مریض کی زبان سے بولنا شروع کر دے گا، اگر یہ حالت اس پر طاری ہو تو اس جن کے ساتھ بالکل اسی طرح نمٹیں جس طرح عام جن والے مریض کے ساتھ نمٹنا چاہیے۔ اور اس کا طریقہ ہم نے اپنی دوسری کتاب الوقایہ میں ذکر کر دیا ہے، طوالت کے خوف سے ہم اسے یہاں تفصیلاً ذکر نہیں کر رہے البتہ اتنا بتادیں کہ آپ اس جن سے درج ذیل سوالات کریں:

تمہارا نام کیا ہے؟ اور تمہارا دین کون سا ہے؟ اگر وہ غیر مسلم ہو تو اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں اور اگر وہ مسلمان ہے تو اسے بتائیں کہ جو کام کر رہا ہے اسلام اسے درست قرار نہیں دیتا اور جادو گر کی باتوں پر عمل کرنا شریعت کی خلاف ورزی ہے۔ اس جادو کی جگہ کے متعلق سوال کریں کہ اس نے جادو کہاں کر رکھا ہے؟ اگر وہ کوئی جگہ بتادے تو فوراً کسی کو بھیج کر اسے وہاں سے نکلوا دیں۔ اور یہ بات یاد رکھیں کہ جن اکثر و بیشتر جھوٹ بولتے ہیں، ان میں سچ بولنے والے کم ہی ہوتے ہیں۔

اس سے پوچھیں کہ وہ اس مریض پر جادو کرنے والا کیلا ہے یا اس کے ساتھ کچھ اور جن بھی ہیں؟ اگر کوئی اور جن بھی اس کا شریک ہو تو اس جن سے مطالبہ کریں کہ وہ اپنے شریک کو بھی لے کر آئے، اگر وہ اسے لے آئے تو آپ اسے بھی سمجھائیں۔

اگر جن یہ کہے کہ فلاں آدمی جادوگر کے پاس گیا تھا اور اس نے اس سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اس مریض پر جادو کر دے، تو اس بات کو مت تسلیم کریں کیونکہ اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان دشمنی پیدا کر دے، اور اس لیے بھی کہ اس کی گواہی مردود اور ناقابل قبول ہے کیونکہ وہ فاسق و فاجر ہے اور جادوگر کا خدمت گار ہے، فرمان الہی ہے: ”یا ایہا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتنبیئوا“

”اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس کے متعلق تحقیق کر لیا کرو“

اگر جن جادو کی جگہ کے بارے میں بتادے اور آپ نے وہاں سے اس چیز کو منگوا لیا ہو جس میں جادوگر نے جادو کر رکھا ہے تو آپ ایک برتن میں پانی لے لیں اور اسے اپنے منہ سے قریب کر کے اس پر یہ آیات پڑھیں:

☆ سورة الاعراف کی آیات ۱۱ تا ۱۲ ☆ سورة یونس کی آیات ۸۱ تا ۸۲ ☆ سورة طہ کی آیت نمبر ۶۹

پھر اس جادو کو، چاہے وہ کاغذ پر ہو یا مٹی پر ہو یا کسی اور چیز پر ہو، اس پانی میں پگھلا دیں اور اس کے بعد اسے لوگوں کے عام راستوں سے ہٹ کر کہیں دور انڈیل دیں اور اگر جن یہ کہے کہ مریض کو جادو پلا دیا گیا تھا تو آپ مریض سے سوال کریں کہ کیا اسے معدے میں درد محسوس ہوتا رہا ہے؟ اگر اس کا جواب ہاں میں ہو تو جان لیں کہ جن سچا ہے ورنہ یقین کر لیں کہ وہ جھوٹا ہے۔ اگر اس کی بات سچی ہو تو آپ جن سے کہیں کہ وہ اس مریض کو چھوڑ کر چلا جائے اور یہ کہ آپ اس پر کیے گئے جادو کو اللہ کے حکم سے توڑ کر رہیں گے، پھر آپ پانی منگوا لیں اور اس پر مذکورہ آیات کے علاوہ سورة البقرہ کی آیت نمبر ۱۰۲ پڑھیں، پھر یہ پانی مریض کو دے دیں جسے وہ چند دنوں تک پیتا رہے اور اس سے غسل کرتا رہے۔

اور اگر جن یہ کہے کہ مریض جادو کے اوپر سے گزرا تھا، یا اس کا کوئی کپڑا لے کر اس پر جادو کیا گیا ہے تو اس حالت میں بھی پانی پر مذکورہ آیات کو پڑھیں، پھر مریض کو اس سے پینے اور چند دنوں تک حمام سے باہر غسل کرنے کا حکم دیں، اس کے بعد سڑک پر اس پانی کو انڈیل دیں۔ پھر آپ جن کو مریض سے نکل جانے کا حکم دیں اور اس سے پختہ وعدہ لیں کہ وہ دوبارہ اس مریض کو نہ چھیڑے۔

ایک ہفتے کے بعد مریض دوبارہ آپ کے پاس آئے، آپ دوبارہ اس پر دم کریں، اگر اس کو کچھ بھی نہ ہو تو جان لیں کہ اس پر کیا گیا جادو اللہ کے فضل سے ٹوٹ چکا ہے، اور اگر مریض کو دوبارہ مرگی کا دورہ پڑ جائے تو یقین کر لیں کہ جن جس نے دوبارہ نہ آنے کا وعدہ کیا تھا وہ جھوٹا ہے اور ابھی تک اس نے اس مریض کی جان نہیں چھوڑی۔ تب آپ اس سے سوال کریں کہ وہ ابھی تک کیوں نہیں نکلا ہے؟ اور اس کے ساتھ نرمی سے نمٹیں، اگر وہ آپ کی بات مان لیتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اس پر قرآن مجید زیادہ سے زیادہ پڑھیں اور اسے ماریں، یہاں تک کہ وہ اس سے نکل جائے اور اگر مریض پر مرگی کا دورہ تو نہیں پڑتا البتہ اسے سرد محسوس ہوتا ہے تو اسے ایک گھنٹے کی ایک کیسٹ دیں جس میں آیت الکرسی کو بار بار پڑھا گیا ہو، تاکہ وہ اسے ایک ماہ تک روزانہ تین مرتبہ اپنے کانوں سے لگا کر سنے، ایک ماہ کے بعد وہ پھر آپ کے پاس آئے، آپ اس پر پھر دم کریں، امید ہے کہ اسے شفا ہو جائے گی، ورنہ قرآن مجید کی سورتیں (الصافات، التین، الدخان اور الجن) ایک کیسٹ میں ریکارڈ کر دیں، جسے مریض تین ہفتے تک روزانہ تین مرتبہ سنے، ان شاء اللہ اس طرح اسے شفا نصیب ہوگی، اگر پھر بھی اسے شفا نہ ہو تو کیسٹ سننے کی مدت میں اضافہ کر دیں۔

**دوسری حالت:** مریض پر دم کے دوران مرگی کا دورہ تو نہیں پڑتا۔ البتہ وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کو چکر آرہے ہیں۔ جسم پر کپکپاہٹ طاری ہو جاتی ہے اور شدید سرد در شروع ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں آپ مریض پر مذکورہ آیات والا دم تین بار کریں، اگر اسے مرگی کا دورہ شروع ہو جائے تو پہلی حالت والا علاج شروع کر دیں، اور اگر ایسا نہیں ہوتا اور سرد در وغیرہ میں کمی شروع ہو جاتی ہے تو چند ایام تک اسے ایسے ہی دم کرتے رہیں، ان شاء اللہ اسے شفا نصیب ہوگی، اور اگر مریض کو افاقہ نہیں ہوتا تو:

(۱) ایک کیسٹ میں سورة الصافات ایک مرتبہ اور آیت الکرسی کئی مرتبہ ریکارڈ کر دیں اور مریض کو اسے روزانہ تین مرتبہ سننے کا حکم دیں۔

(۲) مریض سے کہیں کہ وہ نماز باجماعت پڑھنے کی پابندی کرے۔

(۳) فجر کی نماز کے بعد ”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد، وھو علی کل شیء قدیر“ کو ایک ماہ تک

روزانہ سو مرتبہ پڑھا کرے۔

یاد رہے کہ پہلے دس یا پندرہ دنوں میں سردرد وغیرہ میں اضافہ ہو جائے گا، لیکن اس کے بعد آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہو جائے گا اور مہینے کے آخر تک کوئی تکلیف باقی نہیں رہے گی، مریض ایک ماہ بعد آپ کے پاس آئے تو اس پر پھر دم کریں، ان شاء اللہ اس کی ساری پریشانی جاتی رہے گی اور اس پر کیا گیا جادو ٹوٹ جائے گا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پورا مہینہ اس کے دوروں میں اضافہ ہوتا رہے اور اسے کچھ بھی افاقہ محسوس نہ ہو، اگر ایسا ہو تو آپ اس پر پہلی حالت میں مذکورہ آیات و اللہ کی بار کریں، یقینی طور پر اسے مرگی کا دورہ شروع ہو جائے گا اور اس کی زبان سے جن بولنے لگ جائے گا، سو آپ اس کے ساتھ نمٹ سکتے ہیں جس طرح کہ پہلی حالت میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

**تیسری حالت:**۔ مریض کو دم کے دوران کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا، اگر ایسا ہو تو آپ اس سے اس کی بیماری کی علامات دوبارہ پوچھیں، اگر جادو کی بیشتر علامات اس میں موجود نہ ہوں تو یقین کر لیں کہ اس پر نہ جادو کیا گیا ہے اور نہ یہ مریض ہے، البتہ مزید تاکید کیلئے آپ اس پر تین بار دم کر لیں۔ اور اگر جادو کی بیشتر علامات اس میں موجود ہیں اور آپ نے بار بار دم بھی کیا ہے، لیکن اس کے باوجود بھی اسے کچھ محسوس نہیں ہو رہا، اور ایسا بہت کم ہوتا ہے، تو آپ:

(۱) اسے ایک کیسٹ میں (سورہ یٰسین، الدخان اور الجن) ریکارڈ کر دیں اور روزانہ تین مرتبہ اسے سننے کا مریض کو حکم دیں۔

(۲) مریض سے کہیں کہ وہ روزانہ سو بار استغفار کرے۔

(۳) اور ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ کا ورد بھی کم از کم سو مرتبہ روزانہ کرے، ایک ماہ گزرنے کے بعد آپ اس پر پھر دم کریں، اور اس

کے بعد وہی طریقہ اپنائیں جو پہلی دونوں حالتوں میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ (جادو کا علاج، ص: ۶۲-۶۷)

**تیسرا مرحلہ..... علاج کے بعد:**۔ اگر مریض کو اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے شفا دے دے تو آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں جس کی

توفیق سے ایسا ہوا، اس کا میاں پر آپ کی عاجزی و انکساری میں اضافہ ہونا چاہیے، نہ یہ کہ آپ تکبر کا شکار ہو جائیں، فرمان الہی ہے:

”لئن شکرتم لازید نکم و لئن کفرتم ان عذابى لشدید“

”اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں ضرور بالضرور اور زیادہ عطا کروں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو جان لو کہ میرا عذاب سخت ہے“

شفایابی کے بعد اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ مریض پر دوبارہ جادو کر دیا جائے، کیونکہ جادو کے پیشہ ور لوگوں کو جب معلوم ہوتا ہے کہ مریض کسی معالج کے پاس علاج کروا رہا ہے تو وہ جادوگروں سے اس پر دوبارہ جادو کر دینے کا مطالبہ کرتے ہیں، اس لیے مریض کو چاہیے کہ وہ علاج کے متعلق کسی کو کچھ خبر نہ ہونے دے اور درج ذیل کاموں کی پابندی کرے۔

(۱) نماز باجماعت پڑھنے کی پابندی کرے۔ (۲) گانے اور موسیقی وغیرہ سننا چھوڑ دے۔ (۳) ہر کام کرتے وقت ”بسم اللہ“ پڑھے۔

(۴) نماز فجر کے بعد ”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد، وھو علی کل شیء قدیر“ کا ورد روزانہ سو مرتبہ کیا

کرے۔ (۵) روزانہ قرآن کی تلاوت پابندی کے ساتھ کرے، اگر نہ پڑھ سکتا ہو تو تلاوت سنتا رہے۔ (۶) نیک لوگوں کے ساتھ اپنا اٹھنا

بیٹھنا رکھے۔ (۷) سونے سے پہلے وضو کر لیا کرے اور آیت الکرسی پڑھ کر سونے۔ (۸) اذکار صبح و شام کو پابندی کے ساتھ پڑھا

کرے۔ (جادو کا علاج، ص: ۶۷-۶۸)

## علمائے اہلحدیث کی جنات سے سچی ملاقاتیں

۱۔ **شتوان جن سے ملاقات:** ایک خاتون اپنے خاوند کو سخت ناپسند کرتی تھی اور اس سے اور اس کے گھر سے بددل ہو چکی تھی اور جب بھی اسے دیکھتی تھی اس کے سامنے ایک خوفناک منظر سامنے آجاتا تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک بھیڑیا ہے انسان نہیں، اس کا خاوند اسے ایک قرآنی علاج کرنے والے شخص کے پاس لے گیا، چنانچہ اس نے جب عورت پر قرآن مجید کو پڑھا تو اس کی زبان سے جن بولنے لگا اور اس نے بتایا کہ وہ جادوگر کے ذریعے اس عورت پر مسلط ہوا ہے اور اس کا مشن یہ ہے کہ وہ اس عورت اور اس کے خاوند میں جدائی ڈال دے، سو معالج نے اسے مارا بھی، لیکن جن اس کی جان چھوڑنے پر تیار نہ ہوا، ایک ماہ تک اس کا خاوند اسے معالج کے پاس بار بار لے کر آتا رہا، بالآخر جن نے خاوند سے مطالبہ کیا کہ وہ اس عورت کو طلاق دے دے گو ایک طلاق ہی کیوں نہ ہو۔ خاوند نے اس کا مطالبہ مان لیا اور اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی، اور ایک ہفتہ بعد اس سے رجوع کر لیا، اور وہی ایک ہفتہ تھا جب عورت جن کے شر سے بچی رہی، لیکن اس کے بعد وہ پھر لوٹ آیا، تو خاوند اپنی بیوی کو لے کر میرے پاس آیا، میں نے اس پر قرآن مجید کو پڑھا تو اس پر مرگی کا دورہ پڑ گیا اور میرے اور جن کے درمیان مندرجہ ذیل مکالمہ ہوا:

☆ تمہارا کیا نام ہے؟۔ جن: ”شتوان“

☆ اور تمہارا دین کیا ہے؟۔ جن: ”نصرانی“

☆ تم اس عورت میں کیوں آئے؟۔ جن: اس میں اور اس کے خاوند میں جدائی ڈالنے کیلئے۔

☆ میں ایک پیشکش کرتا ہوں، اگر تم نے قبول کر لی تو ٹھیک ہے، ورنہ تجھے اختیار ہے۔ جن: آپ خواہ مخواہ تکلف کر رہے ہیں، میں اس عورت سے ہرگز نہیں نکلوں گا، اس کا خاوند اسے لے کر فلاں فلاں شخص کے پاس جا چکا ہے۔

☆ میں نے تم سے یہ مطالبہ ہی نہیں کیا کہ تم اس سے نکل جاؤ۔ جن: تو آپ کیا چاہتے ہیں؟

☆ میں تجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں، اگر تو نے قبول کر لیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا، ورنہ دین میں کوئی زبردستی نہیں، پھر میں نے اسے اسلام لانے کی پیشکش کی تو لمبے سوال و جواب کے بعد بالآخر اس نے اسلام قبول کر لیا، پھر میں نے اس سے کہا: تم نے واقعتاً اسلام قبول کر لیا ہے یا ہمیں دھوکا دے رہے ہو؟

اس نے کہا: آپ مجھے کسی کام کیلئے مجبور نہیں کر سکتے، میں تو دل سے مسلمان ہو چکا ہوں، لیکن.....

☆ میں نے پوچھا: کیا؟۔ اس نے بتایا کہ میں اپنے سامنے نصرانی جنوں کو دیکھ رہا ہوں جو مجھے قتل کی دھمکی دے رہے ہیں۔

☆ میں نے کہا: یہ پریشانی کی بات نہیں ہے، اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ تم دل سے مسلمان ہو چکے ہو تو ہم تمہیں طاقتور اسلحہ مہیا کریں گے، جس کی وجہ سے ان نصرانی جنوں میں سے کوئی بھی تمہارے قریب نہیں آسکے گا۔ جن: آپ مجھے ابھی دیں۔

☆ نہیں، جب تک ہماری یہ مجلس ختم نہیں ہوتی، تب تک تمہیں وہ اسلحہ نہیں دیا جائے گا۔ جن: اس کے بعد آپ اور کیا چاہتے ہیں؟

☆ اگر تم واقعی مسلمان ہو چکے ہو تو کفر سے تمہاری توبہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوگی جب تک تم ظلم کرنا نہیں چھوڑتے اور اس عورت سے نکل نہیں جاتے۔ جن: ہاں میں مسلمان ہو چکا ہوں، لیکن جادوگر سے کس طرح میری جان چھوٹے گی۔

☆ یہ بھی پریشانی کی بات نہیں، لیکن تب جبکہ تم ہماری بات مان لو گے۔ جن: جی، میں آپ کی بات مانتا ہوں۔

☆ تو بتاؤ جادو کہاں رکھا ہے؟ جن: عورت کے گھر کے صحن میں، البتہ میں یہ نہیں بتا سکتا کہ صحن میں کس جگہ پر ہے، کیونکہ اس کی حفاظت کیلئے ایک جن کی ڈیوٹی لگی ہوئی ہے، اگر اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ میں نے اس کے متعلق بتا دیا ہے تو وہ اسے کسی اور جگہ پر منتقل کر دے گا۔

☆ کتنے سال سے تم جادوگر کے ساتھ کام کر رہے ہو؟ جن: گزشتہ دس یا بیس سال سے (یہ شک مجھے ہے) اور اس دوران میں تین عورتوں میں داخل ہو چکا ہوں، جبکہ یہ چوتھی عورت ہے، پھر اس نے پہلی تین عورتوں کے قصے بھی سنا دیئے۔

☆ اب جب مجھے اس کی سچائی کا یقین ہو گیا تو میں نے اسے کہا: لویہ اسلحہ پکڑ لو جس کا ہم نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ جن: وہ کیا ہے؟

☆ وہ اسلحہ آیت الکرسی ہے، جب بھی کوئی جن تمہارے قریب ہو، اسے پڑھ لینا۔ وہ جن بھاگ جائے گا اور کیا تمہیں آیت الکرسی یاد ہے؟ جن: جی ہاں! مجھے یاد ہو گئی ہے، کیونکہ میں اس عورت سے کئی بار سن چکا ہوں، پھر اس نے پوچھا کہ میں جادوگر سے کیسے نجات پاؤں گا؟

☆ تم اس عورت کو چھوڑ کر مکہ مکرمہ میں چلے جاؤ جہاں تم مومن جنوں کے ساتھ رہ سکو گے۔ جن: لیکن کیا اللہ تعالیٰ مجھے ان تمام گناہوں کے باوجود قبول کر لے گا۔ میں نے اس عورت کو اور اس سے پہلے دوسری عورتیں کو بہت تنگ کیا ہے؟

☆ ہاں! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً انہ هو الغفور الرحیم“ ”کہہ دیجئے! اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے آپ پر زیادتی کی ہے! تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش اور بڑی رحمت والا ہے“

جن یہ سن کر رونے لگا، اور کہا: میں جب چلا جاؤں تو اس عورت سے میری طرف سے گزارش کرنا کہ وہ مجھے معاف کر دے، پھر وہ واپس نہ آنے کا وعدہ کر کے نکل گیا، اس کے بعد میں نے پانی منگوایا، اس پر قرآنی آیات کو پڑھا اور خاوند کو یہ کہہ کر دے دیا کہ اسے گھر کے صحن میں انڈیل دینا، اس طرح اس عورت کو شفا نصیب ہوئی۔ اور کچھ مدت کے بعد خاوند نے مجھے خبر دی کہ اب اس کی بیوی ٹھیک ہے، ایسا یقیناً اللہ کے فضل سے ہوا، اس میں میرا کوئی کمال نہیں۔ (جادو کا علاج، ص: ۶۸-۷۱)

۲۔ جھوٹے جن کی سچی توبہ:- میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے بتایا: جب سے میری شادی ہوئی ہے، میری بیوی سے میرے شدید اختلافات ہیں، وہ مجھے انتہائی ناپسند کرتی ہے، میرا ایک لفظ برداشت نہیں کرتی اور چاہتی ہے کہ مجھ سے الگ ہو جائے، میں جب تک گھر میں نہیں رہتا وہ راحت محسوس کرتی ہے، لیکن جونہی گھر میں داخل ہوتا ہوں تو اس کا جسم گویا غضب کی آگ میں بھڑک اٹھتا ہے۔

میں نے اس کی بیوی پر دم کیا، دم کے دوران اس کے ہاتھ پاؤں سن ہو گئے، اسے گھٹن اور سر درد محسوس ہونے لگا، البتہ اس پر مرگی کا دورہ نہ پڑا، میں نے اسے چند سورتیں کیسٹوں میں ریکارڈ کر کے دیں اور ۴۵ دن تک انہیں روزانہ سننے کا اسے حکم دیا اور یہ کہ اس کے بعد وہ دوبارہ میرے پاس آئیں۔

اس مدت کے گزرنے کے بعد اس کا خاوند دوبارہ آیا، اور آتے ہی کہنے لگا۔ ایک عجیب و غریب واقعہ رونما ہوا ہے۔

میں نے کہا: خیر تو ہے..... کیا ہوا؟

اس نے بتایا: جب ۴۵ دن کی مدت گزر گئی اور ہم دونوں نے آپ کے پاس آنے کا پختہ ارادہ کر لیا، تو میری بیوی پر مرگی کا دورہ پڑ گیا اور اس کی زبان سے جن بولنے لگا، اور اس نے بتایا کہ میں تمہیں ہر بات بتانے کیلئے تیار ہوں بشرطیکہ مجھے شیخ (صاحب کتاب) کے پاس نہ لے جاؤ، میں جادو کے ذریعے اس عورت میں داخل ہوا تھا اور اگر آپ کو میری بات پر یقین نہیں آ رہا ہو تو یہ تکیہ لے کر آؤ، چنانچہ وہ تکیہ کھولا گیا تو اس میں چند کاغذ موجود تھے جن پر جادو کے الفاظ و حروف لکھے گئے تھے، پھر اس نے کہا: ان کاغذات کو جلا دو، اب اس پر کیا گیا جادو بے اثر ہو گیا ہے اور میں بھی اس عورت سے نکل کر جا رہا ہوں، اور دوبارہ کبھی بھی اس کے پاس نہیں آؤں گا بشرطیکہ میں اس سے نکلنے کے بعد اس عورت کے سامنے آؤں اور اس سے ہاتھ ملاؤں، خاوند نے اس کی اجازت دی، جن عورت سے نکل گیا اور عورت نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور جن سے مصافحہ کیا۔

میں نے اس کے خاوند کو بتایا کہ تم نے جن کو مصافحہ کرنے کی اجازت دے کر غلطی کی ہے، کیونکہ ایسا کرنا حرام ہے، اور رسول اکرم ﷺ

نے غیر محرم کے ساتھ ہاتھ ملانے سے منع فرمایا ہے۔ ابھی ایک ہفتہ گزرا تھا کہ وہ عورت پھر بیمار پڑ گئی، اس کا خاوند اسے لے کر میرے پاس آ گیا، ابھی میں نے ”اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم“ پڑھا تھا کہ اسے مرگی کا دورہ پڑ گیا اور جن کے ساتھ میری گفتگو کچھ یوں ہوئی:

☆ اے جھوٹے تم کیوں دوبارہ آ گئے۔ جن: میں آپ کو ہر بات بتاؤں گا بشرطیکہ آپ نے مجھے مارنا نہیں ہے۔

☆ بتاؤ۔ جن: ہاں، واقعی میں نے ان سے جھوٹ بولا تھا، اور میں نے ہی سیکے میں وہ کاغذ رکھے تھے تاکہ وہ میری بات مان لیں۔

☆ تو تم نے ان سے دھوکہ کیا ہے؟۔ جن: میں کیا کروں، مجھے تو اس کے جسم کے ساتھ قید کر دیا گیا ہے۔

☆ کیا تم مسلمان ہو؟۔ جن: جی ہاں

☆ کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ جادوگر کے ساتھ کام کرے، یہ حرام ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے، کیا تمہیں جنت نہیں چاہیے؟۔ جن: جی ہاں، مجھے جنت چاہیے۔

☆ تب جادوگر کو چھوڑ دو، اور مؤمن جنوں کے ساتھ رہ کر اللہ کی عبادت کرو، کیونکہ جادوگر کا راستہ دنیا میں تجھے بد بخت بنا دے گا اور آخرت میں جہنم میں لے جائے گا۔ جن: لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے، وہ تو مجھ پر قابو پائے ہوئے ہے؟

☆ اس نے تم پر اس لیے قابو پایا ہوا ہے کہ تم گناہ کرتے ہو، اور اگر تم سچی تو یہ کر لو تو وہ کبھی تم پر قابو یافتہ نہیں ہو سکتا، فرمان الہی ہے ”ولسن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً“ (اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ایمان والوں پر غلبہ ہرگز نہ دے گا)۔ جن: میں تو بہ کرتا ہوں، اور اس عورت کو چھوڑ دینے کا پختہ عہد کرتا ہوں، اور دوبارہ اس کے پاس کبھی نہیں آؤں گا۔

اس طرح اس عورت کو اللہ تعالیٰ نے شفا دی، اس پر میں اللہ کا شکر گزار ہوں، کچھ عرصے بعد اس کا خاوند میرے پاس آیا اور اس نے خوشخبری دی کہ اب اس کی بیوی خیریت سے ہے۔ (جادو کا علاج: ص: ۷۱-۷۳)

۳۔ آپس میں تفریق ڈالنے والا جن:۔ ایک عورت کا خاوند میرے پاس آیا اور کہنے لگا: وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے اور میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، اور یہ ناپسندیدگی بغیر اسباب کے اچانک آ گئی ہے، جبکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں، میں نے اس کے خاوند کے سامنے اس پر قرآن مجید کو پڑھا تو اس پر مرگی کا دورہ پڑ گیا اور اس میں جو جن تھا اس کے ساتھ میری یہ گفتگو ہوئی:

☆ کیا تم مسلمان ہو؟۔ جن: جی ہاں، میں مسلمان ہوں۔

☆ اس عورت میں تم کیوں داخل ہوئے؟۔ جن: میں جادو کے ذریعے اس میں داخل ہوا تھا جو کہ فلاں عورت نے اس پر کیا تھا اور اسے اس نے خوشبو کی شیشی میں بند کر دیا تھا، اس میں داخل ہونے کیلئے مجھے ایک عرصے تک اس کا پیچھا کرنا پڑا، ایک دن ایک چوراں کے گھر کی چھت پر چڑھ گیا تھا تو یہ گھبرا گئی تھی، اور یہی وہ وقت تھا جب میں اس میں داخل ہو گیا۔

اور یہاں یہ بنانا ضروری ہے کہ جادوگر جب کسی پر جادو کرنا چاہتا ہے تو ایک جن اس کی طرف روانہ کرتا ہے اور یہ جن فوراً اس میں داخل نہیں ہوتا بلکہ اس کیلئے وہ مناسب موقع کو تلاش کرتا ہے، اور اس کے مناسب موقع درج ذیل ہیں:

(۱) شدید خوف، (۲) شدید غصہ، (۳) شدید غفلت، (۴) شہوت پرستی میں مشغولیت

چنانچہ جس شخص پر جادو کرنا مقصود ہوتا ہے، وہ جب ان چار حالتوں میں سے کسی ایک حالت میں ہوتا ہے، شیطان (جن) کو اس میں داخل ہونے کا موقع مل جاتا ہے، الایہ کہ وہ وضو کی حالت میں ہو اور اللہ کا ذکر اس کی زبان سے جاری ہو تو وہ اس میں داخل نہیں ہو سکتا، اور مجھے خود کئی جنوں نے بتایا ہے کہ جس لمحے میں جن انسان میں داخل ہوتا ہے، اگر وہ اسی لمحے میں اللہ کا ذکر کرتا ہے تو جن جل کر راکھ ہو جاتا ہے، اسی لیے انسان میں داخل ہونے کا لمحہ اس کیلئے زندگی کا مشکل ترین لمحہ ہوتا ہے۔

جن نے کہا: اور یہ عورت تو بھولی بھالی اور بہت اچھی ہے۔

☆ میں نے کہا: تب تمہیں اس سے نکل جانا چاہیے اور پھر دوبارہ اس کی طرف نہیں آنا چاہیے۔

جن: اس کی شرط یہ ہے کہ اس کا خاوند اپنی دوسری بیوی کو طلاق دے دے۔

☆ میں نے کہا: تمہاری شرط قبول نہیں، اور اگر تم نے نکلنا ہے تو ٹھیک ورنہ ہم تمہیں ماریں گے۔ جن: میں نکل جاؤں گا۔

پھر وہ جن نکل گیا، جس پر میں اللہ کا شکر گزار ہوں، اس کے بعد میں نے اس کے خاوند سے کہا کہ یہ جو جن نے بتایا ہے

کہ فلاں عورت نے اس کی بیوی پر جادو کیا ہے، غلط ہے، کیونکہ جنوں کا مقصد محض اتنا ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان

نفرت پیدا کر دیں، لہذا اس کی بات کی تصدیق نہ کریں۔ (جادو کا علاج، ص: ۷۳-۷۴)

۴۔ عورت کے عاشق جن سے مکالمہ:- چوتھا نمونہ: ایک شخص اپنی بیوی کو لے کر میرے پاس آیا اور اس نے بتایا

کہ اس کی بیوی اسے انتہائی ناپسند کرتی ہے اور جب وہ گھر میں موجود نہیں ہوتا، اسے راحت محسوس ہوتی ہے۔ سو میں

نے اس کی بیوی سے بیماری کی علامات پوچھیں تو مجھے معلوم ہوا کہ اس پر سحر تفریق کیا گیا ہے، اس نے قرآنی آیات

سنیں تو اس کی زبان سے جن گویا ہوا، اور میرے اور اس کے درمیان درج ذیل مکالمہ ہوا:

☆ تمہارا نام کیا ہے؟۔ جن: میں اپنا نام ہرگز نہیں بتاؤں گا۔

☆ آپ کا دین کیا ہے؟۔ جن: اسلام

☆ تو کیا کسی مسلمان کیلئے جائز ہے کہ وہ مسلمان عورت کو پریشان کرے؟۔ جن: میں تو اس سے محبت کرتا ہوں، اسے پریشان نہیں کرتا،

اور میں چاہتا ہوں کہ اس کا خاوند اس سے دور ہو جائے۔

☆ تم ان دونوں میں جدائی ڈالنا چاہتے ہو؟۔ جن: جی ہاں

☆ یہ تمہارے لئے جائز نہیں ہے، اس لیے اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اس سے نکل جاؤ۔ جن: نہیں نہیں، میں اس سے محبت کرتا ہوں!

☆ وہ تم سے نفرت کرتی ہے۔۔ جن: نہیں، وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے۔

☆ تم جھوٹے ہو، وہ تمہیں ناپسند کرتی ہے اور اسی لیے یہاں آئی ہے کہ تمہیں اپنے جسم سے نکال سکے۔ جن: میں ہرگز نہیں نکلوں گا۔

☆ تب میں تمہیں قرآن کے ذریعے، جلا کر رکھ کر دوں گا۔ پھر میں نے اس پر قرآن مجید کو پڑھا تو وہ چیخنے لگا، میں نے پوچھا: کیا تم نکلنے

کیلئے تیار ہو؟۔ جن: ہاں، میں نکل جاؤں گا، لیکن ایک شرط ہے۔

☆ کیا شرط ہے؟۔ جن: اس سے نکل کر آپ میں داخل ہو جاؤں گا۔

☆ یہ شرط قبول ہے، اس سے نکلو، اور اگر تمہارے اندر طاقت ہے تو مجھ میں داخل ہو کے دکھاؤ۔ پھر کچھ دیر بعد جن رونے لگا، میں نے

اس سے پوچھا: تم کیوں رورہے ہو؟۔ جن: کوئی جن آج تمہارے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔

☆ وہ کیوں؟۔ جن: اس لیے کہ آپ نے صحیح ”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر“ کو سباز پڑھا تھا۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے کہ: ”جو شخص سومرتبہ یہ کلمہ پڑھتا ہے اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے،

اس کیلئے سونیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، اور سو گناہ اس سے مٹا دیئے جاتے ہیں اور شام ہونے تک یہ کلمات اسے شیطان

سے بچائے رکھیں گے“

اس کے بعد جن اس عورت سے نکل گیا اور اس بات کا پختہ وعدہ کر کے گیا کہ وہ واپس نہیں آئے گا۔ (جادو کا علاج، ص: ۷۴-۷۶)

## کتاب کا نام:۔ اسلام اور خانقاہی نظام..... ایک تحقیقی و تاریخی جائزہ مصنف:۔ پروفیسر ڈاکٹر امان اللہ بھٹی..... دارالسلام:۔ کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

**تعریف تصوف ماہرین تصوف کی نظر میں:۔** حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تصوف سے مراد یہ ہے کہ ”ان تکون مع اللہ تعالیٰ بلا علاقۃ“ ”تجھے بلا واسطہ اللہ کی معیت حاصل ہو جائے۔“ (رسالہ قشیریہ، ص: ۱۳۸-۱۳۹)

شبلی رحمہ اللہ سے جلادینے والی بجلی سمجھتے ہیں۔

ابن عطاء رحمہ اللہ حق کے ساتھ مانوس ہونے کو تصوف گردانتے ہیں۔ (التعرف، ص: ۱۰۹)

ابن جلابی رحمہ اللہ تصوف کو بے نام حقیقت سمجھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ ”التصوف حقیقۃ لا اسم له“ ”تصوف ایک ایسی حقیقت ہے جس کا کوئی نام نہیں ہے۔“ (کشف الحجب، ص: ۳۲-۳۳)

ابو عمر دمشقی رحمہ اللہ کے خیال میں تصوف موجودات کو نقصان کی آنکھ سے دیکھنا بلکہ آنکھ ان سے بند کر لینا ہے۔

ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے جب تصوف کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: تصوف یہ ہے کہ تو کسی کا مالک نہ بنے اور نہ کوئی چیز تمہاری مالک بنے۔ (رسالہ قشیریہ، ص: ۱۳۹)

امام غزالی رحمہ اللہ تصوف کی بنیاد چار چیزوں کو قرار دیتے ہیں: اجتهاد، سلوک، سیر اور طیر۔ (روضۃ الطالبین وعمدۃ السالکین، ص: ۴۰)

یوسف سلیم چشتی رحمہ اللہ کے ہاں تصوف خدا سے ملنے، اسے دریافت کرنے یا اسے دیکھنے کی شدید ترین آرزو کا دوسرا نام ہے۔

(تاریخ تصوف، ص: ۳۰۳ بحوالہ اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۳۵-۳۴)

### تصوف کا ارتقائی جائزہ:

اس نظام کے ارتقاء کے مختلف مراحل، ان مراحل کی اہم شخصیات اور ان کی خصوصیات کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے:

دور اول: تاسیس و تنظیم..... پہلی تا چوتھی صدی ہجری

دور ثانی: تشکیل و فروغ..... پانچویں تا آٹھویں صدی ہجری

دور ثالث: زوال و انحطاط..... نویں صدی ہجری تا حال (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۳۷)

”دور اول: تاسیس و تنظیم (پہلی تا چوتھی صدی ہجری):۔ ان حالات کے نتیجے میں کچھ علماء و صلحاء نہ صرف خود کثرت عبادت اور زہد و توکل کی طرف مائل ہوئے بلکہ دوسروں کو بھی ایسی زندگی گزارنے کی تلقین کرنے لگے۔ اس سلسلے میں حسن بصری (م ۱۱۰ھ)، مالک بن دینار (م ۱۲۸ھ)، سفیان ثوری (م ۱۴۱ھ)، حبیب عجمی (م ۱۵۶ھ)، ابراہیم بن ادھم (م ۱۶۱ھ)، داؤد طائی (م ۱۶۵ھ)، عبد اللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ) اور فضیل بن عیاض (م ۱۸۷ھ) رحمہم اللہ جیسے زہاد اور دنیا سے کنارہ کش لوگوں کے نام زیادہ مشہور ہیں۔ ان افراد کے عقائد و اعمال قرآن و سنت کے مطابق تھے۔ عبادت و ریاضت کی کثرت کے باوجود انہوں نے دین کے کسی دوسرے شعبے کو نظر انداز کیا تھا نہ ان کے ہاں کسی فلسفے نے جنم لیا تھا اور نہ انہوں نے عبادت کے کسی نئے طریقے کو اختیار کیا تھا۔ ان میں سے اکثر کا تعلق بصرہ و کوفہ سے تھا۔

(اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۳۹-۴۰)

**تیسری صدی کے مشہور صوفیاء:**۔ اس دور میں بغداد صوفیاء کی سرگرمیوں کا بہت بڑا مرکز تھا۔ ان کے اثرات ایران، شام، مصر اور جزیرہ نما عرب تک پھیلتے چلے گئے۔ ان دو صدیوں کے مشہور صوفیاء یہ تھے۔ معروف کرخی رحمہ اللہ (م ۲۰۱ھ)، ذوالنون مصری رحمہ اللہ (م ۲۴۰ھ)، حارث محاسبی رحمہ اللہ (م ۲۴۳ھ)، سری سقطی رحمہ اللہ (م ۲۵۳ھ)، بایزید بسطامی رحمہ اللہ (م ۲۶۱ھ)، سہل تستری رحمہ اللہ (م ۲۸۳ھ)،



حسین بن منصور حلاج رحمہ اللہ (م ۳۰۹ھ)، ابو بکر شبلی رحمہ اللہ (م ۳۳۲ھ)، ابونصر سراج رحمہ اللہ (م ۳۷۸ھ)، ابو بکر کلابازی رحمہ اللہ (م ۳۸۵ھ)، ابوطالب مکی رحمہ اللہ (م ۳۸۶ھ) (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۴۰-۴۱)

**دور ثانی: تشکیل اور فروغ (پانچویں تا آٹھویں صدی ہجری):** اس دور میں تصوف نے ایک ادارے اور مربیوں کے حلقوں نے خانقاہوں کی شکل اختیار کر لی۔ مسلم دنیا کے اکثر و بیشتر علاقوں میں خانقاہیں موجود تھیں۔ معاشرے کے کھاتے پیتے لوگ اور بسا اوقات حکام و امراء خانقاہوں کی خدمت کرنا دینی خدمت سمجھتے تھے۔ حکمرانوں نے خانقاہوں کیلئے جاگیریں الاٹ کیں تاکہ مستقل طور پر مالی انتظام ممکن ہو سکے۔ اس دور میں خانقاہوں سے خاص شاگرد تیار کر کے مختلف علاقوں میں نائب بنا کر بھجوائے جانے لگے۔

اس دور کے اہم صوفیاء ابو نعیم اصفہانی رحمہ اللہ (م ۴۳۰ھ)، عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمہ اللہ (م ۴۶۵ھ)، ابوالحسن علی ہجویری رحمہ اللہ (م ۴۶۵ھ)، ابوحامد غزالی رحمہ اللہ (م ۵۰۵ھ)، عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (م ۵۶۱ھ)، ضیاء الدین سہروردی رحمہ اللہ (م ۵۶۷ھ)، فرید الدین عطار رحمہ اللہ (م ۶۲۰ھ)، شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ (م ۶۳۲ھ)، معین الدین اجمیری رحمہ اللہ (م ۶۳۳ھ)، مختیار کاکی رحمہ اللہ (م ۶۳۳ھ)، محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ (م ۶۳۸ھ)، فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ (م ۶۷۰ھ)، جلال الدین رومی رحمہ اللہ (م ۶۷۲ھ)، بوعلی قلندر رحمہ اللہ (م ۷۲۴ھ) اور مخدوم جہانیاں رحمہ اللہ (م ۷۸۵ھ) ہیں۔ (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۴۱ تا ۴۳)

**دور ثالث: دور زوال و انحطاط (نویں صدی ہجری تا حال):** اس دور میں خانقاہیں اور جاگیریں ذاتی وراثت بن گئیں۔ حکمرانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے تاویل کی جانے لگیں اور اجتہاد کی جگہ تقلید نے لے لی۔ تصوف جو کبھی حال تھا، قال بن کر رہ گیا۔ سماع مزامیر (آلات موسیقی) کے ساتھ گانے بجانے اور رقص کا مجموعہ بن گیا۔

اس دور میں جہاں تک تصوف میں اصلاح کی کوشش کا تعلق ہے تو اس میں شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کا کردار سب سے نمایاں ہے۔ انہوں نے وحدت الوجود کی جگہ وحدت الشہو کا نظریہ پیش کیا۔ بعد میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے وحدت الوجود اور وحدت الشہو دونوں نظریات کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی، ماضی قریب میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بھی تصوف کی اصلاح کی بہت کوشش کی۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ جیسے عالم دین ابن عربی رحمہ اللہ کے نظریات بالخصوص عقیدہ وحدت الوجود کا دفاع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اقبال ابتدائی زندگی میں اسی نظریے کے قائل دکھائی دیتے ہیں اور رومی کے عقیدہ وحدت الوجود پر مشتمل اشعار کو بڑا پسند کرتے ہیں۔ مشائخ چشت کی روحانی فکر کی اساس بھی نظریہ وحدت الوجود ہی تھا۔ اس دور کے اہم رجال تصوف، جن میں زیادہ تر کا تعلق برصغیر سے ہے، ان کے نام یہ ہیں: اشرف جہانگیر سمنانی (م ۸۰۸ھ)، عبدالکریم جیلی (م ۸۲۰ھ)، محمد گیسو دراز (م ۸۲۵ھ)، شیخ احمد سرہندی (م ۱۰۳۳ھ)، میاں میر لاہوری (م ۱۱۵۳ھ)، عبداللطیف بھٹائی (م ۱۱۶۵ھ)، شاہ ولی اللہ (م ۱۱۷۴ھ)، شاہ عبدالقادر (م ۱۲۳۰ھ)، شاہ رفیع الدین (م ۱۲۳۳ھ)، شاہ عبدالعزیز (م ۱۲۳۹ھ)، میاں محمد بخش (م ۱۳۲۴ھ)، مہر علی شاہ (م ۱۳۵۶ھ)، اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ (م ۱۳۶۲ھ)۔ (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۴۳-۴۴)

**سلوک اور منازل سلوک:** سلوک کے لغوی معنی راستہ چلنے کے ہیں۔ جو ایک حسی عمل ہے جس سے مراد عاجزی اور طہارت و عشق وغیرہ کی نفسی کیفیات میں سالک (تصوف کے راہی) کا اپنے آپ کو رنگنا یا ان کیفیات کا اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔ جو فرد اس راہ میں چلتا ہے، اسے سالک کہا جاتا ہے اور جو اس راستے میں ٹھہر جائے، اسے واقف کہتے ہیں اور جو اس ٹکراؤ سے واپس نہ پلٹے بلکہ یہیں وقوف کرے، اسے راجع کہا جاتا ہے۔ (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۵۵)

**اہل طریقت کیلئے دس شرائط:** سلوک کے مراتب میں اہل طریقت کیلئے دس شرطیں ضروری قرار دی گئی ہیں: طلب حق، طلب مرشد حق، ادب، رضائے محنت و ترک فضول، تقویٰ، استقامت شریعت، کم کھانا، کم سونا، لوگوں سے کنارہ کش ہونا اور صوم و صلوة کا پابند ہونا۔ (مجالس صوفیاء، ص: ۷۷) (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۵۵)

**بیعت کی ضرورت و اہمیت:** سلوک میں بیعت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ بیعت حقیقت میں شیخ و مرید کے درمیان ایک معاہدہ اور اقرار ہے۔ خانقاہی نصاب تربیت میں بیعت کو لازمی قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ شیخ کی عقل کلی کا پرتو جب سالک کے قلب معنوی پر پڑتا ہے تو اس کا حاسہ روحانی بیدار ہوتا ہے۔ (عصر جدید اور مسائل تصوف، احمد سعید ہمدانی، ص: ۷۶)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے نزدیک بیعت کی مختلف اقسام ہیں، گناہوں سے توبہ کیلئے بیعت، بیعت تبرک، تقویٰ پر قائم رہنے کی بیعت اور اس کے علاوہ بیعت خلافت اور بیعت اسلام بھی ہیں۔ ”القول الجمیل فی بیان سواہ السبیل“ ترجمہ پروفیسر محمد سرور، ص: ۳۳

(اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۵۶)

**مریدین کیلئے پانچ شرائط:** خانقاہ میں مرید سے پانچ شرائط بحیثیت شریک طے کی جاتی ہیں: پہلا معاہدہ مشارطہ دوسری منزل مراقبہ تیسرا مقام محاسبہ، چوتھی منزل معاقبہ اور پانچویں منزل مجاہدہ نفس ہے۔ (کیمیائے سعادت”ترجمہ نائب نقوی، ص: ۳۴۷)

(اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۵۶)

**لطائف اور مراقبہ ثلاثہ:** مریدوں کو مندرجہ ذیل لطائف کی مشق بھی کروائی جاتی ہے: لطیفہ قلب، لطیفہ روح، لطیفہ سری، لطیفہ خفی، لطیفہ اخفی اور لطیفہ نفس، یہ لطائف سلوک کی بنیاد ہیں۔ اس کے بعد مراقبات کی تربیت ضروری سمجھی جاتی ہے۔ پہلا مراقبہ احدیت، دوسرا مراقبہ معیت اور تیسرا مراقبہ اقربیت ہے۔ (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۵۷)

**دوائر محبت:** مراقبہ ثلاثہ کے بعد دوائر محبت آتے ہیں۔ دائرہ اول میں وظیفہ یحبہم و یحبونہ ”وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔“ کی مشق، دوسرا دائرہ صفات کا ہے اور پھر دائرہ محبت، دائرہ سوم کی مشق ضروری سمجھی جاتی ہے۔ نیز تنزیلات ستہ، یعنی مراتب وجودیہ کے بارے میں آگاہی بھی ضروری سمجھی جاتی ہے۔ (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۵۷)

### اصطلاحات تصوف

ارباب تصوف اپنے اسرار و رموز بیان کرنے کیلئے مخصوص الفاظ و اصطلاحات استعمال کرتے ہیں۔ ان اصطلاحات کا مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ نااہل لوگ ایسے اسرار و رموز کو جاننے اور چھپانے کی صلاحیت نہیں رکھتے، اس لیے خاص لوگوں کو ان اصطلاحات کے ذریعے سے خاص مطالب و معانی بتائے جاتے ہیں۔

تمام اصطلاحات کو زیر بحث لانا طوالت کے باعث ممکن نہیں ہے، ان میں کچھ یہ ہیں: حال و وقت، قبض و بسط، خوف و رجاء، انس و ہیب۔ حضرت علی بن ابی طالب نے راہ سلوک میں بارہ تجاہات کا ذکر کیا ہے۔ (کشف المحجوب، ص: ۲۳۵)

مشائخ طریقت نے سلوک کے ایک سواسی درجے رکھے ہیں۔ بعض کے نزدیک اس سے کم بھی ہیں۔ (مجالس صوفیاء، ص: ۱۰۰-۱۰۱)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے راہ سلوک کی رکاوٹوں کا ذکر بالتفصیل کیا ہے۔ (ہمععات، ص: ۳۳) حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ راہ سلوک میں لغزشوں کی سات قسمیں بیان فرماتے ہیں۔ (فوائد الفوائد”ملفوظات نظام الدین اولیاء“ ترجمہ پروفیسر محمد سرور، ص: ۷۱-۷۲)، (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۵۸-۵۹)

### سلاسل طریقت

اہل تصوف طریقت کے باقاعدہ سلسلوں کا آغاز دور تالیفین یا دور تبع تابعین سے کرتے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

- (۱) سلسلہ عجمیہ (۱۵۰ھ) از حبیب عجمی رحمہ اللہ
- (۲) سلسلہ ادہمیہ (۱۵۰ھ) از ابواسحاق ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ
- (۳) سلسلہ عیاضیہ (۱۷۰ھ) از حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ (۴) سلسلہ کرنیہ (۱۹۰ھ) از حضرت معروف بن فیروز کرنی رحمہ اللہ
- (۵) سلسلہ محاسبیہ (۲۳۰ھ) از حارث بن اسد محاسبی رحمہ اللہ (۶) سلسلہ طیفوریہ (۲۴۰ھ) از طیفور بن عیسیٰ بسطامی رحمہ اللہ

(۷) سلسلہ سقظیہ (۲۳۵ھ) از ابوالحسن سری سقظی رحمہ اللہ (۸) سلسلہ جنیدیہ (۲۷۰ھ) از حضرت جنید بن محمد بغدادی رحمہ اللہ  
 (۹) سلسلہ نوریہ (۲۸۰ھ) از ابوالحسن احمد بن محمد نوری رحمہ اللہ  
 وقت کے ساتھ ساتھ ان سلسلوں اور ان کی شاخوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی۔ یہ سلاسل طریقت بعد میں موجودہ چار سلسلوں میں مدغم ہو گئے۔  
 سلسلہ چشتیہ: ڈاکٹر خلیق احمد نظامی سلسلہ چشتیہ کی وجہ تسمیہ خراسان کے ایک مشہور شہر چشت کی نسبت سے بیان کرتے ہیں۔ جہاں  
 ایک بڑا مرکز قائم کیا گیا جسے بڑی شہرت حاصل ہوئی اور یہ سلسلہ اس مقام کی نسبت سے چشتیہ کہلانے لگا۔ (تاریخ مشائخ چشت، ص: ۱۳۵)  
 چشت میں ابواسحاق شامی رحمہ اللہ (۳۲۹ھ) مقیم تھے۔ بعد میں یہ سلسلہ خواجہ معین الدین چشتی اجیری رحمہ اللہ (۶۳۳ھ) کے  
 نام سے مشہور ہے جو اس سلسلے کے اہم فرد تھے، وہ ہندوستان آئے اور اجمیر کو مرکز بنایا۔ (تصوف اور سریت، ص: ۲۱۳)

ہندوستان کے مشہور صوفیاء اسی سلسلے سے وابستہ ہیں، مثلاً: فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ (۶۳۲ھ)، نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ  
 (۷۲۶ھ)، علاء الدین صابر رحمہ اللہ (۶۹۱ھ)، نصیر الدین چراغ دہلی رحمہ اللہ (۷۵۷ھ)، سید محمد گیسو دراز رحمہ اللہ (۸۲۵ھ)، شیخ  
 عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ (۹۴۳ھ)، حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمہ اللہ (۱۳۱۷ھ) وغیرہم۔  
 سلسلہ چشتیہ کا خاص امتیاز ”نسبت عشق“ کا فروغ ہے جسے وہ محبت کے سوا ہر چیز کا خیال دل سے نکال کر خالی دل کے ساتھ دائمی ذکر  
 کے ذریعے سے حاصل کرتے ہیں۔ (سیر الاولیاء، ص: ۴۶۴)، (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۶۲-۶۳)

سلسلہ قادریہ: یہ سلسلہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (۵۶۱ھ) کی نسبت سے قادر یہ کہلاتا ہے۔ شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ جدید عالم اور حنبلی  
 مسلک کے پیروکار تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے اپنے وقت کے نامور علماء سے علم حاصل کیا یہاں تک کہ جامعہ بغداد کے استاذ و مہتمم رہے۔ ان کے  
 اصلاحی مواعظ سے کثیر لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔ ان کے نام سے سلسلہ قادریہ کی باقاعدہ تنظیم ان کے انتقال کے بعد ہوئی۔ آپ رحمہ اللہ کی  
 طرف بہت سی کرامات منسوب ہیں۔

سلسلہ قادریہ میں رضائے الہی کی طلب کیلئے ذکر کو توجہ دی جاتی ہے۔ یہ ذکر دل کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور زبان کے ساتھ بھی۔ نسبت  
 فاروقی کا ظہور اور ذکر پر توجہ سلسلہ قادریہ کے اختصا صات ہیں۔ یہ سلسلہ عراق اور پاک و ہند میں معروف ہے۔ شیخ ابوالمعالی رحمہ اللہ  
 (۱۰۲۴ھ)، شیخ داؤد کرمانی رحمہ اللہ (۲۸۹ھ) اور حضرت میاں میر لاہوری رحمہ اللہ (۱۰۴۵ھ) اسی سلسلے سے وابستہ تھے۔

(تصوف اور سریت، ص: ۲۱۹، بحوالہ اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۶۵)  
 سلسلہ سہروردیہ: یہ سلسلہ شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن عبداللہ سہروردی رحمہ اللہ (۶۳۲ھ) سے منسوب ہے۔ آپ رحمہ اللہ شافعی  
 المذہب عالم دین تھے۔ تصوف کی تربیت پچا ابونجیب سہروردی اور عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ سے پائی۔ ”عوارف المعارف“ آپ رحمہ اللہ کی  
 مشہور تصنیف ہے جو علم تصوف پر اعلیٰ ترین تصنیف تسلیم کی جاتی ہے۔ چشتی سلسلہ سے منسلک خانقاہوں میں بھی عوارف پڑھی جاتی ہے۔ مشہور  
 فارسی شاعر و ادیب سعدی شیرازی رحمہ اللہ آپ رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں آپ کا سلسلہ آپ کے خلیفہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی  
 رحمہ اللہ (۶۶۱ یا ۶۶۶ھ) کے توسط سے پھیلا۔ (تصوف اور سریت، ص: ۲۱۹)

سلسلہ سہروردیہ میں تزکیہ کے متعین اسباق ہیں جن کی طالب علم کو تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کے ہاں ذکر قلبی اور توجہ کو بھی اہمیت حاصل  
 ہے۔ (تجلیات سہروردیہ، عبدالسلام سہروردی، ص: ۲۴)، (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۶۵)

سلسلہ نقشبندیہ: اس سلسلے کی نسبت بہاؤ الدین نقشبند رحمہ اللہ (۷۹۱ھ) سے ہے جن کا تعلق بخارا سے تھا۔ پہلی ہی صحبت میں سالک  
 کے دل سے ماسویٰ اللہ (اللہ کے سوا ہر چیز) کا نقش مٹا کر اللہ تعالیٰ کا نقش دل پر جانے کی وجہ سے نقشبند کے لقب سے مشہور ہوئے۔  
 (مجدد الف ثانی، زوار حسین شاہ، ص: ۱۱۵)

قدامت کے اعتبار سے یہ سلسلہ سب سے پرانا ہے، یہ سلسلہ ترکستان میں قائم ہوا اور اس کے سب سے زیادہ مشہور بزرگ خواجہ محمد اتالیسیوی رحمہ اللہ ہیں جو ترکستان کے شہر ”یساہ“ میں رہتے تھے۔ ہندوستان میں نقشبندی سلسلہ شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ (مجدد الف ثانی رحمہ اللہ) کی وجہ سے مشہور ہے۔ طریقہ نقشبندیہ میں ذکر قلبی اور ذکر لسانی خفی رائج ہے۔ علاوہ ازیں اس سلسلے میں تکمیل سلوک کے متعین اسباق ہیں اور اس کا باقاعدہ نصاب ہے جو شیخ کی رہنمائی میں مکمل کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے کی اصطلاحات درج ذیل ہیں:

### سلسلہ نقشبندیہ کی آٹھ اصطلاحات

**ہوش دردم:**۔ ہر سانس میں ہوشیار رہنا، یعنی کوئی سانس اللہ تعالیٰ کی یاد سے خالی ہونے اس کی معصیت میں گزرے۔  
**نظر بر قدم:**۔ چلنے پھرنے میں اپنی نظر نیچی کر کے پیروں پر نگاہ رکھے، ادھر ادھر نہ دیکھے کیونکہ آس پاس کی چیزوں کی طرف توجہ ہونے سے توجہ الی اللہ میں خلل پڑتا ہے اور خیالات منتشر ہوتے ہیں۔  
**سفر در وطن:**۔ آدمی صفات بشریہ اور اخلاق رزیلہ کو ترک کر کے صفات ملکئہ (فرشتوں کی صفات) اور اخلاق فاضلہ حاصل کرے، یعنی طلب جاہ و مال، حسد، بغض و کینہ، خود پسندی اور تکبر وغیرہ سے دل کو پاک کرے کیونکہ جب تک یہ خصائل رزیلہ دل میں ہوں گے دل پاک نہیں ہو سکتا۔

**خلوت در انجمن:**۔ لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر بھی اپنے وطن اصلی (دل) کی طرف متوجہ رہنا اور اللہ کی یاد سے غافل نہ ہونا۔  
**یاد کردن:**۔ اپنے قلب کی طرف متوجہ ہونا اور خیال کرنا کہ قلب سے اللہ اللہ نکل رہا ہے۔  
**بازگشت:**۔ تھوڑے تھوڑے ذکر کے بعد تین بار یا پانچ بار مناجات کی طرف رجوع کرنا۔  
**گہداشت:**۔ ذکر سے جو کیفیت پیدا ہو اس کو قائم رکھنا اور خطرات اور وساوس سے اپنے قلب کو بچانا۔  
**یادداشت:**۔ ذکر کی اس قدر مشق ہو جانا کہ بے ارادہ اور بے اختیار دل سے اللہ اللہ نکلنے لگے۔  
**وقوف زمانی:**۔ ہوش دردم اور قوف زمانی کا مطلب تقریباً ایک ہی ہے۔ قوف زمانی کو صوفیائے کرام ”محاسبہ“ بھی کہتے ہیں۔  
**وقوف عددی:**۔ سا لک اللہ کا ذکر و تر، یعنی طاق کرے جیسے ۳، ۵، ۷، ۹ مرتبہ۔ اس میں ذات حق کے ساتھ مناسبت ہے۔  
**وقوف قلبی:**۔ قوف قلبی سے مراد یہ ہے کہ سا لک ہر وقت، ہر آن اور ہر لحظہ، اپنے قلب کی طرف متوجہ رہے اور قلب اللہ کی طرف متوجہ رہے تاکہ ہر طرف سے توجہ ہٹ کر معبود حقیقی کی طرف ہو جائے اور کسی قسم کے خطرات اور وساوس سے دل میں نہ آئیں۔  
 ان سلسلوں کے علاوہ سلسلہ اویسیہ بھی مشہور ہے جس کا آغاز حضرت اولیس قرنی رحمہ اللہ سے کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان سلسلہ جات میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے جبکہ باقی سلسلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شروع ہوتے ہیں۔  
 (آئینہ تصوف، ص: ۹۶ بحوالہ اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۶۵ تا ۶۷)

### برصغیر میں اہم خانقاہی مراکز

برصغیر میں اسلام مسلم فاتحین، تاجروں اور صوفیاء کے ذریعے پہنچا۔ ابتدائی دور میں صوفیاء مختلف راستوں سے برصغیر میں داخل ہوئے۔  
 شیخ سیف الدین رحمہ اللہ وہ پہلے صوفی تھے جو دسویں صدی عیسوی میں پنجاب میں داخل ہوئے۔ (تذکرہ صوفیائے پنجاب، ص: ۳۸)  
 بعض سکالرز کے خیال میں شیخ اسماعیل رحمہ اللہ پہلے صوفی تھے جو پنجاب میں وارد ہوئے۔ ابوالحسن علی ہجویری رحمہ اللہ ۱۰۳۹ء کو شیخ کی تعلیم پر لاہور تشریف لائے اور راوی کے کنارے خانقاہ قائم کی۔

زین العابدین رحمہ اللہ بھی ملتان کے اولین صوفیاء میں شمار ہوتے ہیں جو سنی سرور رحمہ اللہ کے والد تھے۔ وہ بغداد سے تشریف لائے تھے۔ جن کے بیٹے سنی سرور رحمہ اللہ کے نام سے مشہور ہیں۔ (اولیائے ملتان، ص: ۶۶)

بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ، جو کہ سلسلہ سہروردیہ کے پنجاب میں بانی ہیں، ملتان میں پیدا ہوئے۔ ان کے آباء و اجداد مکہ سے خوارزم اور بعد میں ملتان سکونت پذیر ہوئے۔

معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ بھتان میں پیدا ہوئے، پھر وہ بخارا قرآن کی تعلیم کیلئے گئے۔ وہاں شیخ عثمان ہارونی رحمہ اللہ کے پاس اڑھائی سال روحانی تعلیم پاتے رہے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ چلے گئے جہاں انہوں نے خواب میں ہندوستان دیکھا۔ شیخ کے حکم سے چشتی سلسلے کو ہندوستان میں پھیلانے کیلئے یہاں تشریف لائے۔ ۱۱۹۳ء کو وہ دہلی پہنچے، پھر اجمیر سکونت پذیر ہوئے۔ ان کے اس سلسلے کو پنجاب میں فرید الدین مسعود رحمہ اللہ نے تقویت پہنچائی۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ، جو کہ نقشبندیہ سلسلہ کے برصغیر میں بانی سمجھے جاتے ہیں، سمرقند کے نواح سے اپنے شیخ کی ہدایت پر یہاں تشریف لائے اور ایک سال لاہور میں رہے، پھر دہلی میں سکونت پذیر ہوئے۔ (صوفیائے نقشبندیہ، ص: ۱۹۲)

مذکورہ معلومات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تقریباً اولین ادوار کے پنجاب اور برصغیر کے تمام صوفیاء رحمہم اللہ بیرون ممالک سے تشریف لائے اور انہوں نے یہاں پر خانقاہی نظام قائم کیا، ان میں سے اکثر و بیشتر نے خیر کار راستہ استعمال کیا۔ جن صوفیائے اس خانقاہی نظام کو برصغیر میں متعارف کروایا اور اسے وسعت دینے میں بنیادی کردار ادا کیا، وہ بغداد، شام اور بخارا سے تشریف لائے جو صوفی ازم کے مراکز تھے۔

یہاں ہجرت کے بعد صوفیاء نے اپنے اثرات کو پھیلانے کیلئے خانقاہوں کے سلسلے کو وسیع کرنے پر توجہ دی۔ یہ سلسلہ وقت کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا چلا گیا۔ عالم اسلام یا برصغیر کے تمام خانقاہی نظام کے اہم مراکز کا ذکر طوالت کے پیش نظر ممکن نہیں۔ صرف پنجاب میں قائم کردہ اہم خانقاہوں اور مزارات کی تفصیل یہ ہے:

### شمال مشرقی اور وسطی پنجاب میں گیارہویں، بارہویں صدی عیسوی کی خانقاہیں:-

• حضرت سیف الدین رحمہ اللہ (م ۱۰۰۷ء) اُج (تذکرہ صوفیائے پنجاب، ص: ۳۹) • حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمہ اللہ (۱۰۷۳ء) لاہور • حضرت زین العابدین رحمہ اللہ (م ۱۱۲۶ء) ملتان (اولیائے ملتان، ص: ۶۶) • حضرت سید یعقوب زنجانی رحمہ اللہ (م ۱۱۴۰ء) لاہور (مدینۃ الاولیاء، ص: ۲۷۶) • حضرت سنی سرور رحمہ اللہ (۱۱۸۱ء) ڈیرہ غازی خان (حضرت سنی سرور، حمید، ص: ۸۵)

### شمال مشرقی اور جنوبی پنجاب میں تیرہویں، چودھویں صدی عیسوی کی خانقاہیں:-

• بہاؤ الدین زکریا رحمہ اللہ (م ۱۰۰۷ء) ملتانی فرید الدین مسعود المعروف گنج شکر رحمہ اللہ، اجدھن (موجودہ پاکپتن) (بابا فرید الدین مسعود، ص: ۱۰) • حضرت شمس تبریز رحمہ اللہ (م ۱۲۷۶ء) وسطی پنجاب (تاریخ مشائخ چشت، ص: ۶۳) • حضرت شاہ رکن الدین رحمہ اللہ (۱۳۳۴ء) (آب کوثر، ص: ۳۰۳) • حضرت سید جلال الدین رحمہ اللہ (م ۱۳۸۲ء) اُج (حدیقۃ الاولیاء، ص: ۱۲۲)

الغرض چودھویں صدی کے اختتام تک جنوبی پنجاب کے سوا پورے پنجاب میں خانقاہوں نے ایک حیثیت حاصل کر لی تھی۔

(اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۶۸ تا ۷۰)

### شمال مشرقی پنجاب میں پندرہویں، سولہویں صدی عیسوی کی خانقاہیں:- اس دوران لاہور، ملتان اور اُج کے درمیان بہت سی

خانقاہیں قائم ہوئیں۔ ملتان اور اس کے ارد گرد مندرجہ ذیل خانقاہیں وجود میں آئیں:

• شیر شاہ رحمہ اللہ (م ۱۴۹۹ء) ملتان • سید موسیٰ رحمہ اللہ (م ۱۵۹۲ء) ملتان شہر

اُچ اور اس کے گرد و نواح کی خانقاہیں:-

◉ سید صدر الدین رحمہ اللہ (م ۱۴۲۹ء) ◉ شاہ نصیر الدین رحمہ اللہ (م ۱۴۲۲ء) ◉ میراں شاہ مبارک رحمہ اللہ (م ۱۵۴۸ء)

لاہور اور اس کے گرد و نواح میں قائم ہونے والی خانقاہیں:-

◉ شیخ موسیٰ رحمہ اللہ (م ۱۴۹۸ء) ◉ شاہ عبدالجلیل رحمہ اللہ (م ۱۵۰۴ء)، (حدیقۃ الاولیاء، ص: ۱۲۲) ◉ شاہ محمد حضوری رحمہ اللہ (م ۱۵۳۵ء) ◉ شاہ ابواسحاق رحمہ اللہ (م ۱۵۷۷ء) ◉ سید جولان شاہ رحمہ اللہ (م ۱۵۹۴ء) ◉ شاہ حسین رحمہ اللہ (م ۱۵۹۸ء) ◉ غوث بالا پیر رحمہ اللہ (م ۱۵۵۱ء) سنگھڑہ، (مشائخ قادریہ، ص: ۱۲۹) ◉ شاہ بہاؤ الدین رحمہ اللہ (م ۱۵۶۵ء) حجرہ شاہ مقیم ◉ شاہ لطیف باری رحمہ اللہ (م ۱۵۴۳ء) نور پور، (مشائخ قادریہ، ص: ۱۲۹)

شمال مشرقی، جنوب مشرقی اور وسطی پنجاب میں سترہویں، اٹھارہویں صدی کی خانقاہیں:- اس دور میں چشتیاں، بہاولپور، لاہور، ملتان، اُچ اور دیگر علاقوں میں بہت سی خانقاہیں قائم ہوئیں جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

◉ سید بلھے شاہ رحمہ اللہ (م ۱۷۵۷ء) قصور ◉ پیر سلطان احمد کھٹل رحمہ اللہ (م ۱۶۳۱ء) جلال پور پیر والا

◉ مخدوم شہاب العصر رحمہ اللہ (م ۱۷۸۳ء) بہاولپور اور نور محمد رحمہ اللہ (م ۱۷۹۰ء) چشتیاں، (حدیقۃ الاولیاء، ص: ۲۰۹)

◉ نور محمد رحمہ اللہ (م ۱۷۸۹ء) حاجی پور

پاکستان میں اہم خانقاہی مراکز: ◉ سلطان باہور رحمہ اللہ (م ۱۶۹۱ء) گڑھ مہاراجہ (اولیائے پاک و ہند، ص: ۳۲۸) ◉ عبدالقادر رحمہ اللہ (م ۱۷۷۶ء) پیرکوٹ، (مشائخ قادریہ، ص: ۱۹۹) ◉ وارث شاہ رحمہ اللہ (م ۱۷۴۱ء) جنڈیالہ شیرخان ◉ شاہ عبدالرحمن رحمہ اللہ (م ۱۷۴۰ء) بھڑنخ ◉ شاہ سلیمان رحمہ اللہ (م ۱۶۵۴ء) بھلول، (مشائخ قادریہ، ص: ۴۳) ◉ شاہ دولہ دریائی رحمہ اللہ (م ۱۶۶۴ء) گجرات ◉ سید احمد رحمہ اللہ (م ۱۷۲۵ء) کوٹلہ ◉ میراں محمد رحمہ اللہ (م ۱۶۰۵ء) لاہور ◉ شاہ شمس الدین رحمہ اللہ (م ۱۶۱۲ء)، شاہ کبیر الدین رحمہ اللہ (م ۱۶۱۵ء)، شاہ محمد طاہر رحمہ اللہ (م ۱۶۳۰ء)، شاہ محمد میر رحمہ اللہ (م ۱۶۳۵ء)، شیخ محمد طاہر رحمہ اللہ (م ۱۶۲۴ء) اور شاہ مدہوری رحمہ اللہ (م ۱۶۳۶ء) لاہور، (حدیقۃ الاولیاء، ص: ۱۷۳) ◉ شاہ ابوالخیر رحمہ اللہ (م ۱۷۱۹ء) شاہ کوٹ۔

جنوبی، مغربی اور شمالی پنجاب میں انیسویں، بیسویں صدی کی خانقاہیں:-

◉ سید صدر الدین رحمہ اللہ (م ۱۸۲۵ء) جہانیاں، (مشائخ قادریہ، ص: ۱۲۹) ◉ سلطان محمود رحمہ اللہ (م ۱۸۱۳ء) بیلہ (رجیم یار خان) ◉ میاں خدابخش رحمہ اللہ (م ۱۸۵۲ء) چاچڑاں ◉ خواجہ محمد عقیل رحمہ اللہ (م ۱۸۱۴ء) کوٹ مٹھن ◉ الہ بخش رحمہ اللہ (م ۱۹۰۱ء) تونہ۔ پنجاب میں خانقاہی نظام کے وسیع پیمانے پر پھیلنے کی ایک وجہ وہاں کا ماحول تھا۔ خانقاہی سلسلے زیادہ تر دریاؤں کے آس پاس قائم ہوئے۔ لاہور اور ملتان بالخصوص خانقاہی سرگرمیوں کا مرکز رہے۔ صوفیاء خانقاہی نظام کی وسعت کیلئے ہمیشہ کوشاں رہے۔

(اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۷۰ تا ۷۳)

## صوفیائے کرام کی نظر میں سنت کی اہمیت

ابوعثمان سعید رحمہ اللہ:- ابو عثمان سعید بن عثمان الخیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”من امر السنة علی نفسه قولاً و فعلاً نطق بالحکمة و من امر الهوی علی نفسه قولاً و فعلاً نطق بالبدعة“  
 ”جس نے قول و فعل میں اپنے نفس پر سنت رسول ﷺ جاری کر لی تو وہ شخص حکمت کے ساتھ بولتا ہے اور جس نے اپنے قول و فعل میں اپنی خواہشات کو اپنے نفس پر جاری کر لیا، اس کی زبان سے بدعت ہی کی بات نکلے گی۔ (اللمع، ص: ۱۴۴)

**ذوالنون مصری رحمہ اللہ:** ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے اللہ کو کیسے پہچانا تو انہوں نے جواب دیا: میں نے اللہ کو اللہ ہی کے ذریعے سے پہچانا اور اللہ کے سوا باقی تمام چیزوں کو رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے پہچانا۔ (اللمع، ص: ۱۳۵)

**ابویزید رحمہ اللہ:** ابویزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے کھانے کی خواہش اور عورتوں کی طرف رغبت ختم کرنے کا سوال کروں گا مگر یہ سوچ کر خاموش رہا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہ کیا تو میں کیوں خلاف سنت کروں۔ (اللمع، ص: ۱۳۵)

**ابویزید بسطامی رحمہ اللہ:** ابویزید بسطامی رحمہ اللہ نے جب ایک شخص کو مسجد میں قبلے کی طرف تھوکتے دیکھا تو موسیٰ بن عیسیٰ کے والد سے کہا کہ آؤ واپس چلیں کیونکہ جس شخص کا آداب رسول ﷺ پر عمل نہیں وہ ولیوں اور صدیقیوں کے مقام کو کیسے پہنچ سکتا ہے۔ (اللمع، ص: ۱۳۵)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اولین صوفیاء و زہاد کے ہاں سنت رسول ﷺ پر عمل کرنا کس قدر ضروری تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ صوفیاء کو باقی لوگوں کی نسبت اتباع رسول ﷺ میں مکمل پیروی کرنے والے قرار دیتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے جس بات کا حکم دیا، انہوں نے اس کی تعمیل کی اور جس بات سے روکا، اس سے باز رہے۔ (عوارف المعارف، ص: ۴۷)

اولین ادوار کے اکثر صوفیاء نے ہر ایسے طریقے کو، جو سنت رسول ﷺ سے ہٹ کر ہو، باطل قرار دیا کیونکہ ان کے نزدیک سنت رسول پر عمل کرنے ہی میں کامیابی ہے۔

**سہیل بن عبد اللہ رحمہ اللہ:** سہیل بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”کل وجد لا یشهد له الكتاب والسنة فباطل“ ہر ایسا وجد باطل ہے جس کی قرآن و سنت شہادت نہیں دیتے۔ (اللمع، ص: ۱۳۶)

**خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ:** خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ محبت رسول ﷺ میں والہانہ عقیدت رکھتے تھے، فرماتے ہیں: اس شخص پر افسوس ہے جو قیامت کے دن آپ ﷺ سے شرمندہ ہوگا تو اس کی جگہ کہاں ہوگی؟ جو آپ سے شرمندہ ہوگا، وہ کہاں جائے گا؟ یہ فرما کر آپ رحمہ اللہ ہر گز نہ لگے۔ (سیر الاقطاب، ص: ۴۱)

**حضرت جلال الدین رحمہ اللہ:** حضرت جلال الدین بخاری رحمہ اللہ (مخدوم جہانیاں جہاں گشت) سالک کیلئے رسول اللہ ﷺ کی متابعت کو قرب کا ذریعہ بتاتے اور درویشوں کو نصیحت فرماتے کہ شریعت کا علم پڑھو، بدعت سے بچو اور سنت پر عمل کرو۔

(مخدوم جہانیاں، جہاں گشت، محمد ایوب قادری، ص: ۱۶۵)

**شیخ احمد سرہندی نقشبندی رحمہ اللہ:** شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ سید نور کے نام اپنے مکتوب میں نصیحت فرماتے ہیں کہ اتباع سنت میں کوشش کرو، بدعت اور اہل بدعت سے دور رہو جس جگہ جو کام خلاف شرع دیکھو، وہاں سے گریزاں اور یکسو ہو جاؤ۔

(مکتوبات، نسیم احمد فریدی، ص: ۵۷، بحوالہ اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۱۱۹ تا ۱۲۱)

**صوفیائے کرام کا ذوق نماز:** بعض صوفیاء نے علماء کی بیان کردہ شرائط نماز کے علاوہ بھی چند شرائط بیان کی ہیں۔ ظاہری نجاست کے علاوہ باطن میں شہوتوں سے پاک ہونا ضروری قرار دیتے ہیں۔ ظاہر میں کپڑے کا گندگی سے پاک ہونا اور باطن میں کپڑے کا حصول پاکیزہ کمائی سے ہونا، شرط نماز ہے۔ نماز کی ایک شرط استقبال قبلہ ہے۔ صوفیاء کے نزدیک ظاہر قبلہ سے مراد کعبہ اور باطن قبلہ سے مراد عرش ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے حضور خلوص نیت کے ساتھ مقام ہیئت و فناء میں ہونا، ترتیل کے ساتھ قرأت کرنا، خشوع کے ساتھ رکوع کرنا، تذلیل کے ساتھ سجدہ کرنا، حضور کی کے ساتھ تشہد میں بیٹھنا اور صفت فناء کے ساتھ سلام ضروری ہے۔ (کشف المحجوب، ص: ۲۶۲)

صوفیاء کے نزدیک سجدے کا ادب یہ ہے کہ بندہ دل میں یہ محسوس کرے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب کوئی ہے نہ اس سے بڑھ کر کوئی بزرگ و برتر اور عزت والا ہے۔ (کشف المحجوب، ص: ۲۶۳) اسی طرح تشہد، دعا اور سلام میں اس معاہدے کے آداب کا خیال کرے جو اس نے نماز میں داخل ہوتے ہوئے کیا تھا۔

حضرت عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نماز کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

”الصلاة خطرہا عظیم و امرہا جسيم و بالصلاة امر الله تبارك و تعالیٰ رسولہ محمد ﷺ و اول ما اوحى

الله بالنبوة ثم بالصلاة قبل كل عمل و قبل كل فريضة في آيات كثيرة“

”نماز کی شان عظیم ہے اور اس کا معاملہ بڑا جلیل القدر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو نماز کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ ﷺ پر نبوت کی وحی کی، پھر ہر عمل اور ہر فریضے سے پہلے متعدد آیات میں نماز کا حکم صادر فرمایا۔“ (غنیۃ الطالبین، ص: ۵۸۶)

کتاب اللمع میں نماز کو تمام امور سے مقدم رکھنے کی تلقین کی گئی ہے: ”ان یکون تاهبهم للصلاة قبل دخول وقت الصلاة حتی

لا یفوتهم الوقت اول الذی هو المختار“

”نماز کا وقت ہونے سے قبل نماز کیلئے لوگوں کی تیاری ہونی چاہئے تاکہ نماز کا اولین وقت جو کہ مختار وقت ہے، ان کے

ہاتھ سے نہ نکل جائے۔“ (اللمع، ص: ۲۰۳)

صوفیاء نماز میں نہایت انہماک اور توجہ کی تلقین کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ تو ایسے نماز پڑھا کر گویا اللہ تجھے دیکھ رہا ہے اور تیرے ضمیر سے واقف ہے، نیز نماز میں تیری مثال ایسے ہو جیسے جنت تیرے دائیں طرف اور جہنم تیرے بائیں جانب ہے۔ (اللمع، ص: ۲۰۵)

صوفیاء نماز کو اللہ اور بندے کے درمیان وصل قرار دیتے ہیں۔

”فالصلاة صلة بين الرب والعبد و ما كان صلة بينه وبين الله“ (الخ)

”پس نماز رب اور بندے کے درمیان ایک جوڑ اور وصل ہے اور جو چیز اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان صلہ اور پیوند

ہو تو بندے کا حق یہ ہے کہ وہ بندگی پر ربوبیت کے رعب اور دبدبے کی وجہ سے ڈرنے اور گڑگڑانے والا ہو۔“

(عوارف المعارف، ص: ۳۰۲، بحوالہ: اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۱۳۷ تا ۱۳۹)

صوفیائے کرام اور اہمیت روزہ: مشائخ کے ہاں نماز کے علاوہ باقی عبادات کی پابندی کرنا بھی نجات کیلئے لازم ہے، چنانچہ روزے کے ظاہری آداب اور اس کے باطنی پہلوؤں پر بھی صوفیاء نے خصوصی توجہ مرکوز کی ہے۔ صوفیاء کے خیال میں روزے کو باقی تمام عبادات کی نسبت ایک خاص مقام حاصل ہے کیونکہ اس میں اعضاء کی حرکت شامل نہیں ہے۔ صوفیائے روزے کی اصلیت اسماک کو قرار دیتے ہیں اور اسی میں تمام طریقت کو مضمحل سمجھتے ہیں۔ اس کا ادنیٰ درجہ بھوک کا روزہ ہے جو ماہ رمضان میں ہر مسلمان پر فرض ہے۔ جنید بغدادی رحمہ اللہ روزے کو نصف طریقت بیان کرتے ہیں۔ (کشف المحجوب، ص: ۲۸۰)

اہل تصوف کے نزدیک روزے کا ادب مقاصد کا درست ہونا، خواہشات سے الگ ہونا، دل کو فاسد خیالات سے پاک رکھنا اور ہمیشہ

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔ روزوں کی فرضیت و اہمیت کے متعلق شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ینبغی للصائم ان یجرد صومه من الاثام و یتممہ بتقوی اللہ عزوجل“

”ہر روزے دار کو چاہیے کہ اپنے روزے کو گناہوں سے بچائے اور اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے مکمل کرے۔“

(غنیۃ الطالبین، ص: ۲۳۵)

صوفیاء کے ہاں فرض روزوں کے علاوہ نفل روزوں کی بھی بڑی اہمیت تھی، چنانچہ بعض صوفیائے کرام رحمہم اللہ نے ساری عمر روزے رکھے۔ ابو عبداللہ احمد بن جابان رحمہ اللہ نے پچاس برس تک مسلسل روزے رکھے، سفر ہو کہ حضور ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔ (اللمع، ص: ۲۱۸)

اسی طرح ابوالحسن مکی رحمہ اللہ نے بھی ساری عمر روزے رکھے اور وہ صرف جمعے کے روز روٹی کھاتے تھے۔

صوفیائے کرام اور زکوٰۃ کی اہمیت: عبادات میں جہاں تک زکوٰۃ کا تعلق ہے تو صوفیاء اس حوالے سے ہمیشہ امتیازی مقام کے



حامل رہے ہیں کیونکہ وہ کبھی صاحب نصاب ہوتے ہی نہیں تھے کہ وہ زکوٰۃ ادا کریں۔ (اللمع، ص: ۲۱۰)  
حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ زکوٰۃ کی ادائیگی کو اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرنا خیال کرتے ہیں۔ (کشف المحجوب، ص: ۲۷۴، بحوالہ  
اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۱۳۹ تا ۱۴۰)

**صوفیائے کرام اور حج کی اہمیت:** اہل خانقاہ کے نزدیک حج ایک ظاہری عبادت ہی نہیں بلکہ اس کے باطنی طور پر بے شمار فوائد ہیں۔ مکہ کو جانے والا ہر قدم اپنے ہاں ایک خاص نشان رکھتا ہے۔ حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ کے خیال میں حرم کو حرم پاک اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں مقام ابراہیم ہے۔ ان کے نزدیک ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو مقام ہیں: ایک مقام تن جو کہ مکہ میں ہے اور دوسرا مقام دل جو خلت ہے۔ جو آدمی مقام تن کا قصد کرے اسے تمام شہوات اور لذات سے اعراض کرنا چاہیے اور جو شخص ایسا کرے تو وہ مناسک حج ادا کرنے کے بعد حاجی بن جاتا ہے۔ مقام دل کا قصد کرنے والا مالوفات (محبوب اشیاء) سے اعراض اور لذت کو ترک کرتے ہوئے معرفت کے عرفات میں قیام کرتا ہے، وہاں سے الفت کے مزدلفہ کا قصد کرتا ہے، وہاں سے تزییہ حق کے حرم کے طواف کو جاتا ہے، پھر خواہشات اور فاسد خیالات کے سنگریزوں کو ایمان کے منیٰ میں پھینک دیتا ہے، اس کے بعد اپنے نفس کو مجاہدات کی ذبح گاہ میں قربان کر کے مقام خلت تک پہنچ جاتا ہے۔  
(کشف المحجوب، ص: ۲۸۵)

**حج کے اسرار اور آموز عارفین کیلئے:** ایک آدمی جنید بغدادی رحمہ اللہ کے پاس حج کر کے آیا تو آپ رحمہ اللہ نے اس سے پوچھا:

”تو نے حج کیا ہے؟“ اس نے جواب میں کہا: ”جی ہاں“

شیخ نے پوچھا: ”گھر سے نکلنے اور وطن چھوڑتے وقت تو نے گناہوں کو چھوڑ دیا تھا؟“ اس نے جواب دیا: ”نہیں!“

شیخ نے فرمایا: ”آپ سفر پر نکلے ہی نہیں۔ سفر میں قیام کے وقت راہ حق کا کوئی مقام بھی طے کیا؟“ اس نے جواب دیا: ”نہیں“

شیخ نے کہا: ”تو نے کسی منزل میں قیام کیا ہی نہیں۔ کیا تم نے میقات کے مقام پر کپڑے اتارتے ہوئے بٹھری صفات کو اتارا کہ نہیں؟“

اس نے کہا: ”نہیں“

شیخ نے فرمایا: ”تب آپ محرم ہوئے ہی نہیں۔“

شیخ نے پوچھا: ”عرفات میں وقوف کے وقت مشاہدات کا کشف ہوا؟“ اس نے جواب دیا: ”نہیں“

شیخ نے کہا: ”آپ نے عرفات میں وقوف کیا ہی نہیں۔“

شیخ نے پوچھا: ”کیا آپ نے مزدلفہ میں تمام نفسانی خواہشات ترک کیں؟“ اس نے کہا: ”نہیں!“

شیخ نے فرمایا: ”تب آپ مزدلفہ گئے ہی نہیں۔“

شیخ نے سوال کیا: ”کیا دوران طواف آپ نے جمال حق کے لطائف کو دیکھا؟“ اس نے جواب دیا: ”نہیں!“

شیخ نے کہا: ”تب آپ نے طواف کیا ہی نہیں۔“

شیخ نے سوال کیا: ”صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے وقت آپ نے مقام صفا اور مقام مروہ کا ادراک کیا؟“ اس نے جواب دیا: ”نہیں!“

شیخ نے کہا: ”آپ نے ابھی سعی کی ہی نہیں۔“

شیخ نے پوچھا: ”منیٰ میں آپ کی تمنائیں ختم ہوئی تھیں؟“ اس نے جواب دیا: ”نہیں!“

شیخ نے کہا: ”آپ ابھی منیٰ گئے ہی نہیں۔“

شیخ نے دریافت کیا: ”آپ نے جب ذبح گاہ میں قربانی کی تو کیا اپنے نفس کی خواہشوں کو قربان کیا؟“ اس نے جواب دیا: ”نہیں!“

شیخ نے کہا: ”پھر آپ نے قربانی کی ہی نہیں۔“

شیخ نے پوچھا: ”جب آپ نے سگریزے پھینکے تو کیا آپ نے نفسانی خیالات بھی پھینک دیئے؟“ اس نے جواب میں کہا: ”نہیں!“  
یہ سن کر شیخ نے کہا: ”تو نے سگریزے پھینکے ہی نہیں اور نہ آپ نے حج کیا۔“ (کشف المحجوب، ص: ۲۸۶)  
صوفیائے زاہدین:۔ عبادات کی اہمیت و پابندی کے حوالے سے صوفیاء دو طبقوں میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں۔ اولین ادوار کے صوفیاء جو حقیقی زاہد تھے ان میں سے کم ہی ایسے تھے جو ان عبادات کی پابندی کرنے والے نہ ہوں۔ (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۱۴۱ تا ۱۴۳)  
تزکیہ نفس کی ضرورت:۔ اسلام نے اعتدال و توسط، علاج بالضرہ، تغیر و تبدل، صرف نظر، ترغیب و ترہیب اور رجاہیت و محبت جیسے اصولوں کے ذریعے سے بھی تزکیہ نفس کا اہتمام کیا ہے۔

اسلام انسانی معاشرے میں شریعت کی حدود کی پاسداری کرتے ہوئے تزکیہ نفس کی نہ صرف ترغیب دیتا ہے بلکہ انسانی تزکیہ نفس کے ایسے سنہری اصول و ضوابط بیان کرتا ہے جن پر عمل پیرا ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دنیا و آخرت کی فوز و فلاح کے حق دار قرار پائے۔  
(اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۱۸۷)

## صوفیائے کرام کی علمی اور ادبی خدمات

صوفیائے کرام کی علمی خدمات کو دو ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

دور اول: متقدمین صوفیائے کرام کی کتب جن کا ذکر تیسری صدی ہجری کے اواخر تک ملتا ہے۔

- ﴿۱﴾- شیخ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ کی کتاب ”المیریدین“ ﴿۲﴾- شیخ عمر المعروف ابو حفص رحمہ اللہ کی ”قیام اللیل و التہجد“
- ﴿۳﴾- شیخ حارث بن اسد صحابی بغدادی رحمہ اللہ کی ”الفکر والاعتبار“ ﴿۴﴾- شیخ منصور بن عماد رحمہ اللہ کی ”مجالس“
- ﴿۵﴾- شیخ ابو جعفر محمد برجلانی رحمہ اللہ کی ”الصبحۃ“ اور ”کتاب الصبر“ ﴿۶﴾- شیخ عبید اللہ بن ابوالدینار رحمہ اللہ کی ”الاخلاق اور کتاب التقویٰ“
- ﴿۷﴾- شیخ جنید بغدادی رحمہ اللہ کی ”امثال القرآن“ ”کتاب الرسائل“ اور ”کتاب الودع“ ﴿۸﴾- شیخ ابوالحسن علی بن احمد رحمہ اللہ کی ”الکبیر“ ﴿۹﴾- شیخ سہیل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ کی ”وقائع المحبین“ اور ”مواعظ العارفين“ ﴿۱۰﴾- شیخ ابو حمزہ رحمہ اللہ کی ”المتبعین من السیاح و العباد المتصوفین“ ﴿۱۱﴾- شیخ محمد بن یحییٰ رحمہ اللہ کی ”المتوکل“ ﴿۱۲﴾- حسین بن منصور حلاج رحمہ اللہ کی ”طلسین الازلہ علم البقاء و الفناء“

دور دوم:۔ یہ دور تیسری صدی ہجری کی آخری چوتھائی سے شروع ہو کر آج تک کا ہے۔ یہ وہ دور ہے جس میں تصوف پر خوب لکھا گیا ہے۔ مکمل احاطہ تو ناممکن ہے، تاہم کچھ مصنفین، مؤلفین اور تذکرہ نگاروں کی کتب کا تعارف اس طرح سے ہے:

- ﴿۱﴾- ابونصر عبداللہ سراج طوسی رحمہ اللہ کی کتاب ”اللمع“ ﴿۲﴾- شیخ ابوبکر رحمہ اللہ کی ”التعرف“
- ﴿۳﴾- شیخ ابوطالب مکی رحمہ اللہ کی ”قوت القلوب“ ﴿۴﴾- شیخ ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ کی ”طبقات الصوفیاء“
- ﴿۵﴾- شیخ ابو نعیم اصفہانی رحمہ اللہ کی ”حلیۃ الاولیاء“ ﴿۶﴾- شیخ ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ کا ”رسالة قشیریة“
- ﴿۷﴾- شیخ ابوالحسن علی ہجویری رحمہ اللہ کی ”کشف المحجوب“ ﴿۸﴾- خواجہ عبداللہ انصاری ہروی رحمہ اللہ کی ”منازل السائرين“
- ﴿۹﴾- شیخ ابو حامد غزالی رحمہ اللہ کی ”احیاء العلوم“ اور ”مکاشفة القلوب“ ﴿۱۰﴾- امام عبدالرحمن ابن جوزی رحمہ اللہ کی ”صفوة الصفاة، تلبیس ابلیس، صید الخاطر“ ﴿۱۱﴾- شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی ”فتوح الغیب اور غنیۃ الطالبین“
- ﴿۱۲﴾- شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ کی ”تذکرۃ الاولیاء“ ﴿۱۳﴾- شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کی ”عوارف المعارف“
- ﴿۱۴﴾- شیخ اکبر محمدی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی ”فتوحات مکیة“ اور ”فصوص الحکم“ ﴿۱۵﴾- شیخ نجم الدین رازی

رحمہ اللہ کی ”مرصاد العباد“ ﴿۱۶﴾ - مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کی ”فیہ مافیہ اور مثنوی معنوی“ ﴿۱۷﴾ - شیخ فخر الدین عراقی رحمہ اللہ کی ”لمعات“ ﴿۱۸﴾ - شیخ نور الدین جامی رحمہ اللہ کی ”نفسیات الانس“ ﴿۱۹﴾ - حسن علاء بخاری رحمہ اللہ کی ”فوائد الفوائد“ ﴿۲۰﴾ - شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے ”مکتوباتہ المکاشفات الغیبیۃ المعارف الدنیۃ“ ﴿۲۱﴾ - حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی ”ہمعات لمعات فیوض الحرمین، حجة اللہ البالغة اور الانتباه فی سلاسل الاولیاء“ ﴿۲۲﴾ - مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی ”التکشف عن مہمات التصوف اور دیگر کتب“ ﴿۲۳﴾ - پروفیسر یوسف سلیم چشتی رحمہ اللہ کی ”تاریخ تصوف“

مذکورہ کتب کے عام اور مجموعی موضوعات یہ ہیں۔ معرفت حق تعالیٰ، معرفت آخرت، معرفت نفس، طہارت، عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، آداب شیخ مریدین، منازل سلوک، توبہ، شکر، خوف ورجاء، اخلاص، توکل اور خشوع و خضوع وغیرہ۔

دینی نقطہ نظر سے کتب تصوف کا مطالعہ اس لیے ناگزیر سمجھا جاتا ہے کہ دین متین کا جامع علم اور اسلامی تعلیمات کا ہمہ پہلو فہم اسی وقت نصیب ہو سکتا ہے جب روح دین کے تناظر میں دین کو پڑھا اور سمجھا جائے۔ روح دین یہ ہے کہ بندہ اللہ کے دین کے باطنی مظاہر کا پابند ہو کر اس کے تمام تر تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اپنی شخصیت کو ہر جہت سے اللہ کے رنگ میں پوری طرح رنگ لے اور اس کی اطاعت و محبت کی منزلوں کو عبور کرتے ہوئے کیفیات عشق سے ہم کنار ہو جائے۔

مطالعہ تصوف کی ضرورت کا دوسرا پہلو عمل ہے۔ جب دین کی روح آشکار ہو جائے تو لازم ہے کہ عمل میں بھی وہ روح جاری ہو اور اس کے تقاضوں کی تکمیل کیلئے سعی و کوشش کی جائے۔

ان کے علاوہ ملفوظاتی لٹریچر ہندوستان کی تہذیبی و فکری تاریخ کا بیش قیمت سرمایہ ہے۔ اس سے نہ صرف صوفیائے کرام کی زندگی اور ان کے افکار و نظریات پر روشنی پڑتی ہے بلکہ اس دور کی ذہنی فضا، معاشی حالات، ادبی تحریکات اور سماجی رجحانات کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

(ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت، پروفیسر محمد اسلم، ص: ۱۵، بحوالہ: اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۱۸۸-۱۹۱)

**صوفیاء کے ملفوظات کا آغاز:** - پاک و ہند میں مشائخ کرام کے ملفوظات جمع کرنے کا آغاز ۱۷۰۷ء کو فوئند الفوائد (ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء) سے ہوا۔ میر حسن علاء بخاری رحمہ اللہ نے تصوف میں ایک نئی صنف ایجاد کی اور یہ فن تصوف کی نشرو اشاعت کا ایک مؤثر ترین ذریعہ بن گیا۔ (ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت، ص: ۹)

حسن بخاری رحمہ اللہ کے اس کامیاب تجربے نے دوسرے معاصرین کو اس طرف متوجہ کیا اور ”اُج“ سے لے کر ”منیر“ (بہار) تک ملفوظات کی ترتیب و تدوین کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ رفتہ رفتہ ملفوظات نویسی خانقاہی نظام کی تعلیم و تربیت کا ایک اہم جزو بن گیا۔

ملفوظات کے علاوہ برصغیر پاک و ہند میں مشائخ کے تذکرے بھی لکھے گئے۔ ان کا آغاز محمد بن مبارک کرمانی کے تذکرے ”سیر الاولیاء“ سے ہوتا ہے، پھر لطائف اشرفی (ملفوظات و حالات سید محمد اشرف جہانگیری سمنانی رحمہ اللہ) میں ایک مستقل باب کے ذریعے سے تمام مروجہ سلاسل کے صوفیاء کے حالات لکھ کر متعارف کرایا گیا۔ اس سے پاک و ہند کی تاریخ میں عمومی تذکرہ نویسی کا آغاز ہوا جس کا پہلا نقش ”سیر العارفین“ کی صورت میں ابھرا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تو ”اخبصار الاخیار“ لکھ کر تذکرہ نویسی کے فن میں تجرید اور تحقیق کی طرح ڈالی۔

ان کے علاوہ صوفیائے کرام رحمہم اللہ کے مکاتیب کے مجموعے بھی ملتے ہیں جن میں تصوف کے اسرار و رموز اور حقائق و معارف کا بیان ہے۔ چند ایک مکتوبات کے نام یہ ہیں:

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ - مکتوبات شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمہ اللہ - مکتوبات شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ - (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۱۹۱-۱۹۲)

صوفیائے کرام کی ادبی خدمات:- عالم اسلام میں جہاں کہیں بھی شعری شاہکار پائے جاتے ہیں، وہ صوری و معنوی ہر لحاظ سے رنگ تصوف سے مزین ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ان کا مزاج صوفیانہ ہے۔

یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی شاعری کا دامن جس قدر حسین بوقلموں، تشبیہات، استعارات اور تمثیلات و تعبیرات سے مالا مال ہے، اس کی نظیر کسی غیر مسلم قوم کی شاعری میں نہیں ملتی۔ (اسلامی ثقافت، ص: ۶۳۸)

صوفیائے کرام نے زمین شعر و ادب میں حقائق و معارف کی تہم پاشی کی اور شعر و غزل کو اس کے درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ سنائی (م ۵۲۵ھ)، عطار (م ۶۲۷ھ)، رومی (م ۶۷۰ھ)، عراقی (م ۶۸۰ھ)، سعدی (م ۶۹۱ھ)، امیر خسرو (م ۷۲۵ھ)، خواجہ حافظ رحمہم اللہ (م ۷۷۷ھ) کے شعری مجموعے حال و قال کی محفلوں میں ذوق و شوق سے پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ (تصوف اور شریعت، ص: ۲۱۰)

عربی میں ابن عربی رحمہ اللہ اور آشیری رحمہ اللہ، فارسی میں فرید الدین عطار رحمہ اللہ، سنائی رحمہ اللہ، مولانا روم رحمہ اللہ، سعدی رحمہ اللہ، عراقی رحمہ اللہ، بیدل رحمہ اللہ، حافظ ابوالمعالی رحمہ اللہ، ملا شاہ بدخشی رحمہ اللہ، میر جان اللہ رضوی رحمہ اللہ جیسے شعراء نے تصوف کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔ اردو میں میر درد، غالب، ذوق اور اقبال نے صوفیانہ شاعری میں رنگ بھرا۔ ان کے علاوہ علاقائی زبانوں، پشتو میں رحمان بابا اور خوشحال خاں خٹک، سندھی میں شاہ عبداللطیف، شاہ عبدالکریم، شاہ عنایت، مخدوم محمد زماں، قادر بخش بیدل، پیر علی گوہر شاہ، سچل سرمست اور مصری شاہ، پنجابی میں شاہ حسین، بلھے شاہ، شاہ مراد، سید مہر علی شاہ، وارث شاہ اور سلطان باہو اور سرائیکی میں بابا فرید، حافظ جمال، خواجہ فرید اور غلام حسین شہید رحمہم اللہ کے نام صوفیانہ شاعری میں سرمائے کی طرح موجود ہیں۔

(ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ، ڈاکٹر روبینہ ترین، ص: ۵۴۰، بحوالہ: اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۱۹۲-۱۹۳)

### اشاعت اسلام میں صوفیاء کا کردار

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سے عوامل تھے جن کے باعث اشاعت اسلام کی راہ ہموار ہوئی اور وہ کون لوگ تھے جن کی تبلیغی مساعی شجر اسلام کے پھیلاؤ کا سبب بنی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مختلف ادوار میں صوفیاء کی انفرادی کوششوں سے اشاعت اسلام کے سلسلے میں بہت سی کامیابیاں ہوئیں اور جب بھی اشاعت اسلام کی تاریخ لکھی جائے گی صوفیاء کی کوششیں ہمیشہ تشکر و امتنان کے جذبات کے ساتھ یاد رکھی جائیں گی۔

پروفیسر یوسف سلیم چشتی مجاہدین اسلام کے ساتھ ساتھ صوفیاء کو ہندوستان میں اشاعت اسلام کا سب سے بڑا سبب گردانتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: ”ہندوستان میں اشاعت اسلام کا باعث مجاہدین اسلام کی شجاعت و ایثار ہی نہ تھا بلکہ اس کا بڑا سبب صوفیائے کرام و اولیائے عظام رحمہم اللہ کی روحانیت بھی تھی جن کی خاموش رشد و ہدایت نے اسلام ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلا دیا۔“

(تاریخ تصوف، ص: ۱۴۰) ڈاکٹر عبدالرحمن بدوی بھی اسی نقطہ نظر کی تائید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ (تاریخ التصوف الاسلامی، ص: ۲۵)

ڈاکٹر عبدالمجید سندھی ہندوستان میں اشاعت اسلام کے سلسلے میں حکمرانوں کی نسبت صوفیاء کو فائق تصور کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یہ بات تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں صوفیائے کرام کے ذریعے سے جس قدر اشاعت اسلام ہوئی وہ مسلمان امراء اور حکمرانوں سے نہ ہو سکی۔ صوفیائے کرام نے اس سلسلے میں کسی جبر سے کام نہیں لیا بلکہ رواداری اور وسعت نظر سے کام لیتے ہوئے اپنے حسن اخلاق، خلوص اور محبت سے لوگوں کو متاثر کیا۔ اس طرح انہوں نے ابلاغ دین اور فروغ دین کا فریضہ بڑی خوبی سے سرانجام دیا۔“ (پاکستان کی صوفیانہ تحریکیں، ص: ۲۸)

سالار عجم کے مصنف اشاعت اسلام کے سلسلے میں بزرگان دین کو خراج عقیدت اس انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ان بزرگان دین نے توسیع اسلام کے سلسلے میں جو کام کیا وہ کسی فاتح کی تلوار کر سکی نہ کسی بادشاہ کا جاہ و جلال کر سکا۔ یہ خرقہ پوش بظاہر بے سرو سامان اور تہی دست تھے لیکن دولت ایمانی، دینی حمیت اور خلق محمدی ﷺ کا جو سرمایہ ان کی جھولی میں تھا اس نے بڑی بڑی بادشاہتوں کو ان کے آگے سرنگوں کر دیا تھا۔ (سالار عجم، مقدمہ)

حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ کی تعلیم اور تبلیغ سے بہت سے لوگوں نے دین اسلام قبول کیا جن میں سے ایک رائے راجو بھی تھا جو سلطان مودود بن مسعود غزنوی کی طرف سے لاہور کا نائب تھا۔ (پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص: ۵۸) آپ کی کوششوں سے متعدد غیر مسلم مسلمان ہوئے اور مسلمانوں کے عقائد اور اعمال کی اصلاح ہوئی اور لوگ شریعت کے پابند ہوئے۔ (پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص: ۵۹)

شیخ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ کے ہاتھ پر مغربی پنجاب کے کئی بڑے بڑے قبیلے مسلمان ہوئے۔ (آب کوثر، ص: ۲۲۲)

حضرت مخدوم جہانیاں رحمہ اللہ کے پاس ہندو حاضر ہوتے اور مشرف بہ اسلام ہوتے۔ (مجالس صوفیاء، ص: ۳۶۱)

اشرف جہانگیر سمنانی رحمہ اللہ کے وعظ و مناظرے سے بے شمار ہندو مشرف بہ اسلام ہوئے۔ انہوں نے کئی نامور جوگیوں کو جھوٹا ثابت کیا اور ایک نامور جوگی بابا کمال پنڈت اور اس کے پانچ ہزار چیلوں کو بھی مشرف بہ اسلام کیا۔ حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ کی کوششوں سے پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے بے شمار لوگوں کو فیوض و برکات نصیب ہوئیں۔ (لطائف اشرفی: ۱/۲۰۲، بحوالہ: اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۲۰۴-۲۰۶)

### معاشرتی اصلاح کے سلسلے میں صوفیاء کے اثرات

خانقاہی نظام نے بے شمار انسانوں کو متاثر کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اس زاویہ فکر نے تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف معاشروں کو متاثر کیا اور اس حد تک مقبولیت حاصل کی کہ عوام و خواص کے اذہان کو نہ صرف متاثر کیا بلکہ زندگی کی ٹھوس حقیقتوں کو بدلنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ معاشرے میں رواداری، مساوات، خدمت خلق، عفو و درگزر، شفقت، دل جوئی اور دلداری جیسا ماحول پیدا کیا۔

اجتماعی و معاشرتی زندگی پر صوفیاء کے انہی اثرات کا جائزہ ڈاکٹر ظہور الحسن اس طرح لیتے ہیں: ”صوفیاء کے قانون حیات کے تمام باب اور ہر باب کی دفعات کا مقصد و منشاء ایک ایسے سماج کی تشکیل ہے کہ جس میں روحانی خصوصیات و خوبیوں کو ممتاز اور نمایاں درجہ حاصل ہو اور جہاں محبت انسانیت، خدمت، ہمدردی، اخوت، مساوات، ایثار، صدق، خلوص، بردباری، شکر اور تسلیم و رضا کی بالادستی کا فرما نظر آتی ہو۔“ (تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ص: ۹)

آئیے ہم صوفیاء کی زندگی میں ان اعلیٰ اقدار کے عمل دخل کا جائزہ لیتے ہیں۔

**حسن اخلاق:**۔ حسن اخلاق کے بارے میں بالعموم لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ حسن اخلاق صرف خندہ پیشانی اور نرم و شیریں گفتگو کرنے کا نام ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ حسن اخلاق، حقوق العباد کو پورا کرنے، اللہ کے بندوں کی ہمدردی و خیر خواہی، مخلوق کی نفع رسانی، خود بھوکے اور پیاسے رہنا اور دوسروں کو پہننے اور کھانے کیلئے دینا اور معاشرے میں کم مرتبہ لوگوں کی عزت افزائی کرنا حسن اخلاق ہے۔ صوفیاء کے پاس سب سے بڑا طاقت ور اور موثر ہتھیار یہی تیج اخلاق تھی، یہی نرمی، خود غرضی سے پاک، مخلوق خدا سے محبت، سچی ہمدردی اور ہر ایک کیلئے دل سوزی اور غم خواری تھی جس کے ذریعے وہ لوگوں کے دلوں کو مسخر اور متاثر کر گئے۔

ان کی خانقاہوں میں جو غریب، نادار، مصیبت زدہ اور مظلوم انسان آتے تھے، ان کی ڈھارس بندھتی تھی اور ان کے زخموں پر مرہم لگتا تھا۔ (صوفیاء اور حسن اخلاق، ص: ۹۰)

یہی وجہ ہے کہ معاشرے کے زخموں کو مندمل کرنے میں صوفیاء نے جو خدمات سرانجام دی ہیں اس کی بناء پر عوام و حکام نے انہیں احترام کی نظر سے دیکھا۔ (عصر جدید اور مسائل تصوف، احمد سعید ہمدانی، ص: ۱۰۰)

اور انہوں نے برصغیر میں اسی حسن خلق کی بناء پر غیر مسلموں کے دل جیت لیے۔

صوفیاء کی خانقاہیں ایسے مقامات تھے جہاں شاہ و گدا، چھوٹے اور بڑے، امیر و غریب سبھی بلا امتیاز یکساں حاضر ہوتے تھے۔ صوفیاء ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتے اور ہر طرح سے ان کے کام آتے تھے۔

ڈاکٹر روبینہ ترین صوفیائے کرام رحمہم اللہ کی ہندوستان میں انہی کوششوں کو یوں خراج تحسین پیش کرتی ہیں: ”یسا معاشرہ جہاں رسم و رواج کی بھرمار، ذات پات کی تمیز، نخوت و تکبر کے جاہلانہ تصورات بام عروج تک پہنچے ہوئے تھے یہاں تک کہ ایک ہی جگہ رہتے ہوئے ایک دوسرے کو ملنے سے کترانے والے لوگ، انہی مشائخ کی کوششوں سے پیار و محبت، اخوت و یگانگت، مساوات و رواداری اور اتحاد و یکجہتی کی عملی تصویر بن گئے۔ خانقاہوں کی تعلیم و تربیت کا بنیادی مقصد ہی معاشرے کے تمام افراد کو آپس میں مل جل کر رہنے کی ترغیب دینا اور عالم اسلام کو وحدت و یگانگت کی لڑی میں پرونا تھا۔“ (ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ، ص: ۷۷-۷۸)

**خدمت خلق:** مخلوق خدا کی خدمت کرنا، ان کے کام آنا، ان کے مصائب و آلام کو دور کرنا، ان کے ساتھ ہمدردی و غمخواری کرنے اور شفقت سے پیش آنے پر دین اسلام نے بڑا زور دیا ہے۔ امت مسلمہ کا المیہ ہے کہ اس نے فرض عبادات کی بجائے آوری ہی کو عبادات کی حدود و رابع سمجھ رکھا ہے اور اخلاقیات، معاملات اور معاشرت کو دین کے دائرے سے نکال دیا ہے، حالانکہ ایمانیات اور فرض عبادات کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے جبکہ معاملات و اخلاقیات کا تعلق معاشرے اور پوری ملت سے ہوتا ہے۔ بلاشبہ اسلام کی ساری عمارت انہی ستونوں پر کھڑی ہے۔ اس بات میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ عبادات اطاعت الہی کا نام ہیں اور اطاعت الہی میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں شامل ہیں، پھر ان دونوں میں سے حقوق العباد کی اہمیت ہے، لہذا صوفیاء نے حقوق العباد کا بہت خیال رکھا ہے، اگر صوفیاء کے ملفوظات کا گہری نظر سے مطالعہ کریں تو ایسی بہت ساری مثالیں مل جائیں گی کہ انہوں نے عام انسانوں، فقیروں اور مسکینوں کے دکھ درد کو بانٹا ہے۔ (مدہب، مسلمان اور سیکولرزم، اشفاق احمد خان، ص: ۲۰)

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہم اللہ کی خانقاہ کا حال ان کے خلیفہ نصیر الدین چراغ رحمہم اللہ اس طرح بیان کرتے ہیں

”از پگاہ تا شام خلق بیامدے، نماز حقتن ہم خلق برسیدے، اما خواہندہ پیش ازاں بود کہ آرنده ہر کہ چیزے بیامردے چیزے یا فتنے“

”صبح سے شام تک لوگ آتے عشاء کی نماز میں سب پہنچ جاتے۔ لیکن مانگنے والوں سے لانے والے زیادہ ہوتے اور ہر شخص جو کوئی چیز لاتا کچھ نہ کچھ پالیتا۔“ (خیر المجالس، ص: ۲۵)

حضرت فرید الدین رحمہم اللہ کی خانقاہ کے دروازے بھی نصف شب تک کھلے رہتے تھے۔

پہنچ کس بخدمت ایشان نیامدے کہ اور اچیزے نصیب نہ کردے۔

”کوئی بھی ان کی خدمت میں ایسا نہ آتا جسے وہ کوئی چیز عطا نہ کرتے۔“ (فوائد الفوائد، ص: ۱۲۵)

حضرت علی ہجویری رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مسافر کسی کے پاس پہنچے تو وہ اس کی عزت کرتے ہوئے اس کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے اور کامل ادب و احترام سے اس کا استقبال کرے اور یوں سمجھے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باعظمت مہمانوں میں سے ہے اور اس کے ساتھ وہی سلوک کرے جو انہوں نے اپنے مہمانوں کے ساتھ کیا تھا۔ (کشف المجہوب، ص: ۵۰۹)

**شفقت و رحم دلی:** اہل خانقاہ نے مخلوق خدا پر شفقت، غریبوں اور بے کسوں سے ہمدردی اور شکستہ دلوں کی تسلی کو اپنا معمول بنا لیا تھا اور وہ مخلوق کے غم خوار اور ان کیلئے شفقت و رحم کے جذبات رکھنے والے تھے۔

ابوعلی رباطی ایک دفعہ حضرت عبداللہ مروزی رحمہم اللہ کے سفر میں ساتھی بنے تو عبداللہ مروزی رحمہم اللہ اور اہل خانقاہ تھے۔ دوران سفر ایک رات بارش میں ساری رات چادر لے کر ان کے سر پر کھڑے رہے۔ (رسالہ قشیریہ، ص: ۱۲۳)

سری سقطی رحمہم اللہ عید کے روز بھجور میں چین کر سامنے گھر میں موجود یتیم بچے کیلئے نئے کپڑے خریدنے کا بندوبست کرتے تھے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص: ۱۶۰)

ایک دفعہ بازار میں آگ لگ گئی، سری سقطی رحمہم اللہ کی دکان بچ گئی۔ آپ رحمہم اللہ نے اس دکان کا سارا سامان راہ خدا میں درویشوں میں تقسیم کر دیا کہ دوسروں کا نقصان ہو گیا ہے اور میرا بچ گیا ہے۔ (رسالہ قشیریہ، ص: ۱۱)

عاجزوں کی دستگیری اور حاجت مندوں کی ضروریات کو پورا کرنا صوفیاء کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ایک صوفی کا قول ہے کہ اللہ کے پاس پہنچنے کی راہیں تو بہت ہیں لیکن سب سے نزدیک راہ دلوں کو راحت پہنچانا ہے۔ (بزم صوفیاء، ص: ۳۷۱)

خلق خدا پر صوفیائے کی ہمدردی اور خیر خواہی کا یہ عالم تھا کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ خود اکثر روزے سے ہوتے جب سحری کے وقت کھانے پر اصرار کیا جاتا تو جواب میں فرماتے کہ بہت سے مسکین و درویش مسجدوں کے کونوں اور دوکانوں میں بھوکے پڑے ہیں یہ کھانا میرے حلق سے کیسے اتر سکتا ہے۔

**عفو و درگزر اور دشمن نواز:** صوفیائے نے مخلوق خدا، کافر و مسلم دونوں سے عفو و درگزر کا رویہ اپنایا جس کا معاشرتی ماحول کی خوشگوار پر بہت گہرا اثر پڑا۔

ایک مرتبہ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ نے ایک یہودی کے پڑوس میں مکان کرائے پر لیا۔ آپ رحمہ اللہ کا حجرہ یہودی کے دروازے سے متصل تھا، چنانچہ یہودی نے دشمنی میں ایک ایسا پرنا لہنوا یا جس کے ذریعے پوری غلاظت آپ رحمہ اللہ کے مکان میں ڈالتا رہتا اور آپ کی نماز کی جگہ نجس ہو جاتی۔ آپ رحمہ اللہ نے کبھی شکایت نہ کی۔ ایک دن یہودی خود ہی عرض کرنے لگا کہ میرے پرنا لے لی وجہ سے آپ رحمہ اللہ کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟ آپ رحمہ اللہ فرمایا: ”پرنا لے سے جو غلاظت گرتی ہے اسے جھاڑ دے کرو روزانہ دھو ڈالتا ہوں، اس لیے مجھے کوئی تکلیف نہیں۔“ یہودی نے عرض کیا: آپ رحمہ اللہ کو اتنی اذیت برداشت کرنے کے بعد بھی کبھی غصہ نہیں آیا..... یقیناً آپ کا مذہب سچا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص: ۲۷)

حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ سے حاضرین میں سے ایک نے ذکر کیا کہ بعض آدمی جناب والا کو منبر پر اور دوسرے موقع پر برا بھلا کہتے ہیں جو ہم سے سنا نہیں جاتا۔ آپ رحمہ اللہ فرمایا: ”میں نے سب کو معاف کیا، تم بھی معاف کرو اور ایسے آدمی سے جھگڑانہ کرنا۔“ اس کے بعد آپ رحمہ اللہ فرمایا: ”اگر دو آدمیوں کے درمیان رجحش ہو تو اسے دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے باطن کو عداوت سے خالی کر لے تو دوسرے کی طرف سے بھی آزار کم ہو جائے گا۔ (فوائد الفوائد، ص: ۱۶۳)

**دل جوئی و دل داری:** صوفیائے کے نزدیک دل جوئی، دل داری اور دوسروں کو راحت و سکون پہنچانے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں۔ حضرت جنید رحمہ اللہ، ابن کرینی رحمہ اللہ کے پاس کچھ درہم لے کر گئے کہ آپ یہ درہم لے لیں تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ آپ رحمہ اللہ فرمایا: آپ کو ان کی ضرورت نہیں تو میں ایک مسلمان ہوں، آپ رحمہ اللہ کے لینے سے مجھے خوشی ہوگی، لہذا آپ رحمہ اللہ مجھے خوش کرنے کی خاطر لے لیں۔“ (المع، ص: ۲۶۳)

حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواجہ ذوالنون مصری رحمہ اللہ گلی میں جا رہے تھے کہ دو مسلمانوں کو شطرنج کھیلتے دیکھ کر فرمایا: اگر یہ وقت یاد الہی یا تلاوت قرآن میں بسر کیا جائے تو کیسا اچھا ہے! انہوں نے توجہ نہ دی، چند قدم آگے بڑھ گئے، پھر آپ رحمہ اللہ واپس مڑے اور ان دونوں سے معافی مانگی کہ صاحبان مجھے معاف فرمادیں، میں نے دیوانے پن میں کچھ کہہ دیا تھا۔ (فوائد الفوائد، ص: ۶۲)

### سماجی اصلاح و بچہتی کیلئے صوفیائے کرام کی خدمات

ہندوستان میں صحت مند اور صاحب ضمیر معاشرے کی تعمیر میں بے غرض خادمان خلق (مشائخ)، بے لوث مصلحین اور معلمین اخلاق کا سب سے بڑا اور مرکزی حصہ ہے۔ (تزکیہ و احسان، ص: ۹۵)

ڈاکٹر روبینہ ترین کے خیال میں صوفیائے کرام نے برصغیر کے لوگوں کی مذہبی، تہذیبی، ثقافتی اور ادبی زندگی میں عظیم انقلاب پیدا کر دیا۔ (ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیاء کا حصہ، ص: ۷)

”عوارف المعارف“ میں خانقاہوں کی سماجی زندگی کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

”فہم فی الرباط کجسد واحد بقلوب متفکة و عزائم متحدة ولا یوجد هذا فی غیرہم من الطوائف“ ”پس وہ خانقاہوں میں ایسے ہیں گویا جسد واحد ہو اور ان کے قلوب متفق اور عزم متحد ہیں اور یہ چیز ان کے علاوہ کسی گروہ میں نہیں پائی جاتی۔“ (عوارف المعارف، ص: ۱۱۱)

صوفیائے کرام نے صالح معاشرے کے قیام کیلئے بے پناہ کوششیں کیں۔ انہوں نے عالمگیر اخوت، مساوات اور بھائی چارے کا سبق دیا اور اختلاف و تفریق کو ہوادینے کی بجائے خلوص، دردمندی، محبت اور مودت کے بے شمار روشن نمونے چھوڑے۔

(اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۲۴۸ تا ۲۵۴)

### معاشی اقدار کے فروغ کے سلسلے میں صوفیائے کرام کے مثبت اثرات

کسب حلال کا فروغ:- اولین صوفیاء (زاہد) کسب معاش خود بھی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے۔ سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جس نے کسب رزق پر طعن کیا، اس نے سنت پر طعن کیا۔ (اللعم، ص: ۲۵۹)

حضرت جنید رحمہ اللہ: کے نزدیک روزی کمانے کا وہی مقام ہے جو ان اعمال کا ہے جن سے اللہ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے اور انسان اس میں اس طرح مشغول ہوتا ہے جس طرح وہ ان اعمال کو بجالائے میں مشغول ہوتا ہے جو مستحب ہیں، مثلاً: نوافل وغیرہ (التعرف، ص: ۱۰۳)

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ: کے خیال میں جس نے طلب معاش کیلئے اپنا پسینہ نہیں بہایا اس میں خیر نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ تیرا کسب تجھے توکل سے نہیں روک سکتا، بشرطیکہ تو ان دونوں کو کسب میں پیش نظر رکھے اور ضائع نہ کرے۔ (اللعم، ص: ۲۵۹)

ابراہیم بن ابیہم رحمہ اللہ: کسب معاش کرنے والے کو دلیر اور بہادر شخص تصور کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: تمہارا فرض ہے کہ تم بہادر اور دلیر انسانوں کا طریقہ کار اپناؤ، کسب حلال تلاش کرو اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو۔ (اللعم، ص: ۲۶۰)

ابو حفص حداد رحمہ اللہ: بیس برس تک روزانہ ایک دینار کے بدلے سارا دن مزدوری کرتے رہے اور کبھی بھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کیا۔ (اللعم، ص: ۲۶۰) (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۲۷۶ تا ۲۷۷)

صوفیائے کرام کی فیاضی و سخاوت: متقدمین صوفیائے کرام نہ صرف کسب حلال کی تلقین فرماتے بلکہ اسے راہ خدا میں خرچ کرنے کی بھی ترغیب دیتے تھے۔

ابو نصر سراج طوسی رحمہ اللہ: فرماتے ہیں کہ میں نے ایک صوفی کو پچھتم خود دیکھا کہ وہ ہر سال ایک ہزار دینار اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتے تھے۔ (اللعم، ص: ۲۱۱)

ابو علی مشہولی رحمہ اللہ: اس قدر خرچ کرتے تھے کہ مصر کے تاجر بھی اس پر حیران تھے۔ (اللعم، ص: ۲۱۱)

حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ: نے اپنے ہم سفر نوجوان کے بیمار ہونے پر اپنے گدھے کو بیچ کر اس پر خرچ کر دیا۔ (فوائد الفوائد، ص: ۲۹۷)

ابوالحسن نوری رحمہ اللہ: نے بہت سارا مال اپنے گھر میں ڈال دیا اور بغداد کے صوفیوں سے کہا: آپ میں سے جسے بھی جس قدر ضرورت ہو، وہ اندر جائے اور اپنی ضرورت کے مطابق مال لیتا جائے۔ (اللعم، ص: ۲۵۸)

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمہ اللہ: کے جو دو سخا کا یہ حال تھا کہ لنگرخانے میں جو چیزیں ہوتیں فوراً تقسیم کر دیتے۔ جس روز کوئی چیز نہ ہوتی تو خانقاہ کے ملازم سے فرماتے اگر پانی ہو تو اس کا دور چلاؤ کہ کوئی روز بخشش اور عطا سے خالی نہ جائے۔ (بزم صوفیاء، ص: ۷۴)

شاہ سلیمان تونسوی رحمہ اللہ: کے قدموں میں دنیا کی ہر نعمت آگئی تھی لیکن استغناء کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے کبھی فارغ البالی کی زندگی بسر نہیں کی بلکہ جو کچھ ان کی خانقاہ میں پہنچتا تھا فوراً تقسیم کر دیتے تھے اور اپنے لیے کچھ نہ رکھتے تھے۔ (تاریخ مشائخ چشت، ۱/۶۲۴)



سلسلہ چشتیہ میں کھانا کھلانے کی فضیلت سب سے زیادہ ہے۔ مشائخ نے ہر آنے جانے والے کیلئے لنگر کو عام کر رکھا تھا۔ حضرت محبوب الہی رحمہ اللہ کی خدمت میں کوئی شخص اپنی مصیبت بیان کر کے دعا کرنے یا تعویذ لینے آتا تو آپ رحمہ اللہ صراحت کرتے تھے کہ پہلے کچھ کھا لو۔ (فوائد الفوائد، ص: ۲۳۳)

حضرت نظام الدین رحمہ اللہ: فرماتے ہیں کہ نیکی دو طرح کی ہے: ایک وہ جس کا نفع صرف کرنے والے کی ذات کو پہنچے اور وہ نماز، روزہ، حج اور تسبیح ہے۔ دوسری نیکی وہ ہے جس کا فائدہ دوسروں کو پہنچے اور وہ اتفاق شفقت اور دوسرے کے حق میں مہربانی کرنا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس کا ثواب بے حساب ہے۔ (فوائد الفوائد، ص: ۱۴۰ بحوالہ اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۲۷۷-۲۷۸)

دکھی انسانیت کی بے لوث خدمت:- متقدمین صوفیائے کرام کے دربار اور خانقاہیں ایسے مقامات تھے جہاں شاہ و گدا، چھوٹے بڑے، امیر و غریب یکساں حاضر ہوتے تھے۔ صوفیائے کرام ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتے تھے اور ہر طرح سے عوام کے کام آتے تھے۔ (تاریخ پاک و ہند، ص: ۳۵۰)

شیخ برہان الدین رحمہ اللہ: اپنے معتقدین کو تلقین فرمایا کرتے تھے کہ وہ لوگوں کی راحت رسانی میں کوشاں رہیں۔ دیکھو ایک درخت خود دھوپ میں کھڑا رہتا ہے لیکن دوسروں کو سایہ دیتا ہے۔ لکڑی خود تو جلتی ہے لیکن اوروں کو آرام پہنچاتی ہے۔ اسی طرح انسان خود تکلیف اٹھائے اور اپنی تکلیف کا خیال نہ کرے لیکن دوسروں کو فائدہ اور آرام پہنچائے۔ (بزم صوفیاء، ص: ۲۸۵)

خانقاہ نشینوں نے مذہب کی روح اور غایت کو دنیا طلبی اور عزت و شہرت کے حصول کیلئے وسیلہ نہیں بنایا بلکہ اسلام کی روح کو خدمت خلق، رواداری اور صلح جوئی میں تلاش کیا۔ خانقاہوں میں مسائل کے باوجود دن رات لنگر جاری رہتا، ہدیے میں کپڑا آتا تو بانٹ دیا جاتا، نذرانے میں اشرفیاں آتیں تو تقسیم کر دی جاتیں، خانقاہوں میں مسافروں کے قیام و طعام کا انتظام بھی ہوتا۔ تھکے ماندے مسافر جو درواز کا سفر کر کے ان خانقاہوں میں قیام کرتے تو ان کے روحانی اور جسمانی سکون کا مکمل انتظام ہوتا اور جب مسافر اگلی منزل کیلئے روانہ ہوتے تو شیخ انہیں زاوہارہ کے طور پر نقدی بھی دیتے اور اگر ان کے پاس سواری کا انتظام نہ ہوتا تو سواری بھی مہیا کرتے۔ (جوامع الکلمہ (ملفوظات بندہ گیسو دراز)، محمد اکبر حسینی، ص: ۱۰۲)

حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ: نے جمنائے کنارے کنویں سے پانی کھینچنے والی ایک عورت سے پوچھا کہ اری! جمنائے پانی کیوں نہیں پیتی تو اس نے جواب دیا: وہ پانی بھوک لگاتا ہے جبکہ میرے گھر والا غریب ہے۔ اس پر آپ رحمہ اللہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور خادم کو بلا کر ڈیوٹی لگائی کہ عورت سے معلوم کرو کہ ماہانہ خرچ میں کتنا گھٹا ہوتا ہے، اتنا خرچ اسے خانقاہ سے دے دیا کرو۔ (جوامع الکلمہ "ملفوظات بندہ گیسو دراز"، ص: ۱۰۲)

یہی نہیں بلکہ امراء اور غریبوں کے درمیان ان بزرگوں کا وجود حلقہ اتصال بنا ہوا تھا، ان کے ذریعے سے غریبوں تک بھی وہ نعمتیں پہنچ جاتی تھیں جن کا نام بھی اس دور کے غریبوں نے شاید نہ سنا ہو۔

(ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، مناظر احسن گیلانی، ص: ۲۲۵، بحوالہ: اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۲۷۸ تا ۲۷۹)

### سیاسی خدمات کے ضمن میں صوفیاء کے مثبت اثرات

اعلائے کلمۃ اللہ: بسا اوقات ان خانقاہ نشینوں نے مطلق العنان سلاطین اور جاہل بادشاہوں کے غلط اور خطرناک رجحانات اور بے اعتدالیوں کا مقابلہ کیا، ان کے منہ پر کلمہ حق کہہ کر اور ان سے اختلاف ظاہر کر کے حکومت اور معاشرے کو بعض خطرناک نتائج اور تباہی سے بچا لیا اور ان کی تربیت اور ان کی عملی مثالوں نے لوگوں میں ہمت و حوصلہ، بے خوفی اور شجاعت پیدا کی۔ (تزکیہ و احسان، ص: ۱۰۳)

ہندوستان میں اکبر کے دور میں ساری سلطنت کا رخ الحاد اور لادینیت کی طرف ہو گیا تھا۔ ہندوستان کا بادشاہ ایک وسیع طاقت ور سلطنت کے پورے وسائل کے ساتھ اسلام کا امتیازی رنگ مٹانا چاہتا تھا۔ اسے وقت کے لائق ترین اور ذہین ترین افراد اس مقصد کی تکمیل

کیلئے حاصل تھے۔ ایسے دور میں ایک درویش شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ نے تنہا اس انقلاب کا بیڑا اٹھایا اور اپنے یقین و ایمان، عزم و توکل اور للہیت سے سلطنت کے اندر ایک ایسا اندرونی انقلاب شروع کیا کہ سلطنت مغلیہ کا ہر جانشین اپنے پیش رو سے بہتر ہونے لگا یہاں تک کہ اکبر کے تحت پر بالآخر محمدی الدین اورنگ زیب رحمہ اللہ جیسا حکمران نظر آیا۔ (تصوف کیا ہے؟ ص: ۱۱۵)

خلیق احمد نظامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے مذہبی تذکرے اور تاریخی کتابیں اگر کسی حد تک قابل اعتبار ہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ انہیں معتبر نہ سمجھا جائے تو اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے کہ انہی بزرگوں نے مسلمان فرما کر ان کو اسلام کے احکام کو مکمل طور پر فراموش کر دینے سے روکا۔ (تاریخ مشائخ چشت: ۱/۱۰۷، ۱۰۸)

ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ کے خیال میں ان کے اعلائے کلمۃ اللہ کی وجہ بادشاہوں کے تحائف سے اعراض تھا۔ ان صوفیائے کرام رحمہم اللہ نے سلطنت کے عہدوں، امراء اور اہل دولت کی گراں قدر پیشکشوں اور زمین و جائیداد کے قبول کرنے سے اکثر پرہیز کیا اور ہر دوستانہ، قناعت و توکل اور خودداری کی روایات قائم رکھیں۔ (تزکیہ و احسان، ص: ۱۰۴، بحوالہ: اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۲۹۴ تا ۲۹۵)

**حکمرانوں سے روابط اور ان کی اصلاح:** مشائخ نے مختلف ادوار میں حکمرانوں سے گہرے روابط بھی رکھے۔ ان بزرگان دین کے مقاصد جلیل القدر بے لوث اور انسانیت پرور تھے۔ اس لیے شاہان دہلی اور ارباب امارت و اقتدار کی نگاہوں میں ان کی بہت زیادہ قدر و منزلت تھی۔ (تاریخ پاک و ہند، ص: ۳۵۰)

سلطان علاؤ الدین کی تخت نشینی کے بعد شیخ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ اور حکومت وقت کے مابین تعلقات کے ایک نئے باب کا آغاز ہوتا ہے اور جماعت خانہ، دربار میں تعاون اور مفاہمت کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ کتب تصوف اور تاریخی مآخذ اس پر متفق ہیں کہ سلطان علاؤ الدین شیخ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ (سیر الاولیاء، ص: ۱۴۲)

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ نے شاہان وقت سے رابطہ قائم کر کے انہیں تلقین و ہدایت کی، چنانچہ آپ رحمہم اللہ اپنے ایک طویل خط میں سکندر لودھی کو مخلوق کی خدمت اور ان کی غم خواری اور ائمہ و علماء کی تیمارداری اور ان کی تعظیم و توقیر کی طرف توجہ دلائی۔

(عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات، اعجاز الحق قدوسی، ص: ۲۱۸)

صوفیاء رحمہم اللہ کے اپنے دور کے حکمرانوں سے بڑے اچھے مراسم تھے۔ انہیں وقتاً فوقتاً مشورے دیتے اور نصیحتیں فرماتے تھے۔ یہ بزرگ اس بات کے بھی حامی تھے کہ مسلمانوں کی مرکزی حکومت زیادہ سے زیادہ مضبوط ہو اور اس کیلئے مختلف طریقوں سے ہمیشہ کوشاں رہے۔ اتمش کے خلاف بغاوت ہوئی تو بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ نے ان کی پوری مدد کی۔ لودھی سلاطین میں سلطان سکندر لودھی حضرت شیخ سماء الدین رحمہ اللہ کا مرید تھا اور انہی کے زیر اثر پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا کرتا تھا اور قرآن کی تلاوت کرتا تھا۔

(ہندوستان کے سلاطین، علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، ص: ۹۸)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے دین دار اور بااثر امراء کو خطوط لکھ کر انہیں حکومت کی اصلاح اور اس کا رخ بدلنے کی سعی پر ابھارنا شروع کیا۔ ابوالفضل اور فیضی کے انتقال کے بعد دین دار اور بااثر امراء نے سلطنت اکبر کے اور زیادہ قریب ہو گئے اور ان کی کوششوں سے زندگی کے آخری لمحات میں اکبر از سر نو مسلمان ہو گیا تھا۔ (تصوف اور اہل تصوف، احمد عروج قادری، ص: ۱۱۴)

چشتیہ سلسلے کے اکثر بزرگ، بادشاہوں کے دربار سے دور رہے، البتہ بعض بزرگوں نے بادشاہوں کی اصلاح کیلئے ان پر توجہ دی اور مختلف علاقوں کے حکمرانوں سے تعلق رکھے۔ جس سے مسلمان سلاطین کی اصلاح ہوتی تھی اور شرعی قوانین نافذ ہوتے تھے۔

(پاکستان میں صوفیائہ تحریکیں، ص: ۳۰، بحوالہ: اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۲۹۵ تا ۲۹۶)

سلاطین کے توسط سے عوام کی دادرسی:۔ مشائخ اپنے دور کے بڑے بڑے جابر و ظالم امراء اور سلاطین کے دلوں پر حکمرانی کرتے تھے اور انہیں مخلوق خدا پر ظلم و ستم کرنے سے باز رکھتے تھے۔ یہ حکمران ان سے ڈرتے تھے اور ان کی اطاعت کو ذریعہ نجات سمجھتے تھے۔

(تاریخ تصوف (چشتی) ص: ۱۴۰)

سلطان غیاث الدین رحمہ اللہ حضرت خواجہ فرید رحمہ اللہ سے معتقدانہ تعلقات رکھتا تھا اور حضرت خواجہ رحمہ اللہ نے ایک آدمی کے اصرار پر سلطان کو ایک سفارشی رقم لکھا۔ (تاریخ دعوت و عزیمت: ۴۱/۳)

سید مخدوم جہانیاں رحمہ اللہ نے ایک قیدی کی بیس مرتبہ سفارش کی۔

(سیر العارفین، حامد بن فضل اللہ جمالی، ص: ۲۰۲، ۲۰۳، بحوالہ اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۲۹۶ تا ۲۹۷)

**باکمال صوفی شیخ احمد سرہندی نقشبندی رحمہ اللہ المعروف مجدد الف ثانی:** (۱۰۳۳ھ-۹۷۱ھ): برصغیر پاک و ہند کی فکری و دینی

تاریخ میں دسویں صدی ہجری کا زمانہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ناخواندہ اور دین اسلام کی ابدی حقیقتوں سے بے خبر مسلمانوں کیلئے یہ دور بڑا پر آشوب اور پر فتن تھا۔ اس دور میں ذہن و ہوشیارتاج دار ہندا کبر اپنی حکومت کے استحکام کی خاطر اسلامی تعلیمات کو مٹانے کے درپے تھا۔ اس نے دین الہی کے نام سے اسلام کی جگہ اس جدید دین کی بنیاد رکھی جس میں صریح شرک کا دخول، سود اور جوئے کی حلت، داڑھی کی درگت، غسل جنابت کی منسوخی، نکاح کے قوانین میں مضحکہ خیز ترمیمیں، بے پردگی کا رواج، زنا کی تنظیم، میت کو دریا بردیا جانے کا حکم، سوروں اور کتوں کا تقدس، شیر اور بھیڑیے کے گوشت کی حلت، گائے اور بھینس کے گوشت کی حرمت کا حکم، ہندی کتابوں سے شغف اور عربی گوگردی کی کوشش اور ملاقات کے وقت ”السلام علیکم“ کی جگہ ”اللہ اکبر“ کی رسم جاری کر کے دین الہی کو مٹانے کی ناکام کوشش کی۔ ایک طرف حکومت وقت کے ہاتھوں دین اسلام کی بیخ کنی کا سامان مہیا کیا جا رہا تھا تو دوسری طرف مشائخ طریقت اور مدعیان معرفت، وحدت الوجود اور ہمہ اوست کا فلسفہ پیش کر رہے تھے۔ افراط و تفریط کی ان گھنگور گھٹاؤں میں شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ نے بدعات و منکرات، الحاد اور لادینیت کی جڑ پر کاری ضرب لگائی۔ (تعلیمات مجددیہ، حسن علی، ص: ۳، بحوالہ: اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۳۶۲)

**حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ:** (۱۷۰۲ء-۱۷۶۲ء): شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ برصغیر کی وہ یگانہ روزگار شخصیت ہیں جنہوں نے مسلمانوں

میں نئے سرے سے دینی فہم کا صحیح ذوق پیدا کیا۔ مسلمانوں کے مختلف علمی و فقہی طبقوں کے افکار میں مطابقت کے پہلو نمایاں کر کے ان کے درمیان صلح و آشتی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ (حجة الله البالغة: ۳۲۰/۱)

انہوں نے حکومتی عہدیداروں، علماء و صوفیاء اور عوام کے حالات کا پورا جائزہ لیا اور انہیں ان کی غلط روش کے خطرناک نتائج سے آگاہ کرنے کی کوشش کی۔ (حجة الله البالغة: ۳۲۱/۱)

**شاہ صاحب کا عظیم کارنامہ:**۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے یونانی فلسفے کی بجائے ایمانی فلسفے کو رواج دیا۔ انہوں نے حنفی، شافعی اور مالکی

فقہ کے درمیان، نیز فلسفہ و شریعت اور صوفیائے کرام اور غیر صوفی علماء کے درمیان قرب کی فضا پیدا کی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۳۱/۳۳)

**تصوف اور نظام خانقاہی کی ابتداء:**۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ خانقاہی نظام کی تاریخ کو چار ادوار پر تقسیم کرتے ہیں۔

پہلے دور کو وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ تک شمار کرتے ہیں۔ اس دور میں ان

کے خیال میں اہل کمال کی زیادہ تر توجہ شریعت کے ظاہری اعمال کی طرف رہی۔ ان لوگوں کو باطنی زندگی کے جملہ مراتب شرعی احکام کی پابندی

کے ضمن ہی میں حاصل ہو جاتے تھے، لہذا ان میں سے کوئی شخص سر نیچے کیے بحر تفکرات میں غرق نظر نہیں آتا تھا۔ ان میں سے کوئی شخص بے ہوش

ہوتا نہ اسے وجد آتا، ان میں سے کسی کو جوش میں کپڑے پھاڑنے کی نوبت آتی نہ خلاف شرع کوئی لفظ ان کی زبان سے نکلتا تھا۔ یہ لوگ تجلیات

الہی پر مطلق گفتگو نہیں کیا کرتے تھے۔ وہ بہشت کی رغبت اور جہنم کا خوف رکھنے والے تھے۔ کشف و کرامات اور خوارق عادت ان سے بہت کم

## جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب ..... تعلیمات غزالی  
ناشر ..... علم و عرفان پبلشرز  
مطبع ..... گنج شکر پرنٹرز  
کمپوزنگ ..... عابد جاوید، فراز کمپوزنگ سنٹر  
اردو بازار لاہور

سن اشاعت ..... 1999ء

قیمت ..... 200 روپے

ملنے کا پتہ

علم و عرفان پبلشرز

9۔ لوئر مال، عقب میاں مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون 7352332

## تعلیمات غزالی

جس میں غزالی کی اس خصوصیت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ انہوں نے کیونکر فقہ کی تفصیلات کو تصوت کے رنگ میں بیان کیا ہے

مولانا محمد حنیف ندوی

علم و عرفان پبلشرز

9۔ لوئر مال، عقب میاں مارکیٹ، اردو بازار لاہور 7352332

نام کتاب :- ہفت روزہ خدام الدین لاہور

ناشر:

انجمن خدام الدین، دروازہ شیرالوالہ (لاہور)

## ہفت روزہ خدام الدین لاہور

امام اولیاء حضرت لاہوری نمبر

امام اولیاء شیخ الشفیہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ

شخصیت، حالات و کمالات اور مذہبی و سماجی

خدمات پر ایک تاریخی دستاویز

ناشر:-

انجمن خدام الدین، دروازہ شیرالوالہ (لاہور)

ظاہر ہوتے اور سرمستی و بے خودی کی کیفیت بھی ان پر طاری نہ ہوتی تھی۔ (ہمععات، ص: ۱۶-۱۷)

مذکورہ دور کو بھی شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تصوف کے ادوار میں شامل کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں اس دور کے احسان و یقین کے علوم موجودہ دور میں علم تصوف و علم سلوک کے نام سے مشہور ہو گئے ہیں۔ (ہمععات، ص: ۱۷)

نام کتاب:۔ تعلیماتِ غزالی..... مصنف:۔ مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ  
ناشر:۔ علم و عرفان پبلشرز 9..... لوئر مال، عقب میاں مارکیٹ، اردو بازار (لاہور)

### علامہ محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

قانون و شریعت کے سانچوں پر اہل علم نے چار طریقوں سے غور کیا ہے۔ ایک اس طریق سے کہ مسائل و جزئیات کا تفصیلی نقشہ کیا ہے اور شریعت اسلام کی وسعتیں کن کن جزئیات و تفریعات کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ یہ فقہیہ ہے۔ اور اس کے جاننے والے کو فقہیہ کہا جاتا ہے۔ غور و فکر کا دوسرا نچ یہ ہے، کہ ان جزئیات و فروغ کے پیچھے جو اصول، جو قانونی روح اور قواعد کلیہ کا رفرما میں ان کا سراغ لگایا جائے۔ تیسرا نقطہ نظر یہ ہے، کہ شریعت و فقہیہ کی جزئیات کو عقل و خرد اور فلسفہ و حکمت کی کسوٹیوں پر پرکھا جائے۔ یہ علم الکلام ہے۔ غور و فکر کا چوتھا گمرز زیادہ اہم اسلوب یہ ہے کہ جزئیات، رسوم، شعائر اور عبادات و اخلاق میں جو باطنی روح ہے اس کا کھوج لگایا جائے۔ اس فلسفہ کی نشاندہی کی جائے جس کا تعلق دماغ کی اوپری سطح سے نہیں، دل کی گہری اور عمیق کیفیتوں سے ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ اسلامی نظام حیات کے اندر ذوق و وجدان کی جو مناسبتیں پنہاں ہیں ان کو اجاگر کیا جائے اور ان حقائق کو منظر عام پر لایا جائے، جن کو عطر دین یا روح دین قرار دیا جاسکتا ہے۔ غور و فکر کا یہ انداز تصوف ہے۔ بشرطیکہ اس کے پہلو بہ پہلو عمل و مجاہدہ کے لطائف بھی پائے جائیں، غزالی رحمہ اللہ میں یہ چاروں صفات نہایت توازن اور اعتدال کے ساتھ موجود ہیں۔ یہ بیک وقت فقہیہ و اصولی بھی ہیں، اور فلسفہ و تصور کے ہوش مند شاعر بھی۔

**تصوف و فقہ کا باہم امتزاج:**۔ ہماری اس کتاب کا موضوع، ان کی انہیں کوششوں کو ترتیب کے ساتھ پیش کرنا ہے، جن میں تصوف و فقہ کو باہم سمو دیا گیا ہے اور اسلام کے فقہی نظام کی ایسی عارفانہ، دلنشین اور لگتی ہوئی ترجمانی کی گئی ہے۔ جس سے داعیات محبت ابھرتے ہیں۔ دین سے وابستگی بڑھتی ہے اور ذوق و شوق کے کوائف تازہ ہوتے ہیں۔ ناممکن ہے کہ کوئی شخص غزالی رحمہ اللہ کے ان شہ پاروں کا مطالعہ کرے اور بغیر کسی تاثر پذیریری کے گزر جائے۔ قلب و ذہن کی سلامتی البتہ شرط ہے۔

**کتاب احیاء العلوم کی تلخیص:**۔ یہ انتخاب ان کی مشہور کتاب ”احیاء“ سے ماخوذ ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۰-۱۱)

**لفظ تصوف کا مشتق منہ:**۔ صوفی کا ماخذ کونسا لفظ ہے اور اس کی اصل و اساس کیا ہے؟ اس کا جواب متفق علیہ نہیں۔ کچھ لوگ اسے صفا سے مشتق مانتے ہیں۔ کسی کے نزدیک یہ صوف سے نکلا ہے۔ بعض نے اسے اصحاب صفہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۱)

**تصوف الفاظ نہیں حقیقت کا نام:**۔ مولانا جامی رحمہ اللہ نے ”نفحات الانس“ میں تصریح فرمائی ہے۔ کہ پہلا شخص جو صوفی کے نام سے موسوم ہوا، ابو ہاشم سفیان ثوری رحمہ اللہ کا ہم عصر ہے۔ انہیں کیوں صوفی کہا گیا؟ اس کا ٹھیک ٹھیک سبب نہیں معلوم ہو سکا۔ ہمارے نزدیک اشتقاق و انتساب کی یہ بحث سرے سے لاجائز ہے۔ کیوں کہ تصوف، لفظ و لقب سے کہیں زیادہ حقیقت کا نام ہے۔ ایک جیتی جاگتی زندگی سے تعبیر ہے اور ایک خاص انداز زیست اور نقطہ نظر کا مظہر ہے۔ جس کا تعلق صفائے قلب و باطن سے بھی اتنا ہی ہے جتنا پاک بازان اسلام کی صف سے۔ اسی طرح اصحاب صفہ کی طرح دنیا کے مزخرفات سے بے نیاز حضرات سے بھی ان کو شرف انتساب حاصل ہے اور سادہ زندگی اختیار کرنے والے پشیمینہ پوش زہاد سے بھی ان کا تعلق ثابت ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۲)

**تصوف کا نقطہ آغاز:** اس کا آغاز کب ہوا، اور کب اس نے ایک فلسفہ حیات کی متعین شکل اختیار کی؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ جو درحقیقت دو سوالوں پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ اس کے نقطہ آغاز کی تعیین کی جائے دوسرے یہ کہ اس کی ارتقائی کڑیوں کو نظر و بصر کے سامنے لایا جائے۔ اب جہاں تک سوال کے اس حصہ کا تعلق ہے کہ اس جاں بخش اور حیات آفرین تحریک کے نقطہ آغاز کی تعیین کی جائے۔ اس کے بارے میں دو لوگ اور فیصلہ کن بات کہنا مشکل ہے۔ کیوں کہ دینی و علمی تحریکیں اپنے سفر کا آغاز کسی متعین وقت سے نہیں کرتیں۔ بلکہ ہوتا یہ ہے کہ ابتدا فکر و عمل کے کچھ سادہ نقطے معاشرہ کی سطح پر ابھرتے ہیں اور پھر وقت کی رفتار اور مناسبتوں سے یہی نقطے متعین نقوش کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ جن میں رنگ و روغن بھی ہوتا ہے اور شوخی اور جلا بھی ہے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی علمی و دینی تحریک یکا یک اپنے تمام لوازم اور خصوصیات کے ساتھ آن کی آن میں اُبھر آئے۔ تدریج و ارتقا فطرت کا ہمہ گیر اور اٹل اصول ہے، جس سے تصوف کو کسی طرح بھی مستثنیٰ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اگر یہ مفروضہ صحیح ہے تو اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ تصوف کو بھی شروع شروع میں بس ایک بیج ہی تصور کیا جائے جس کے مضمرات نمودار بھی پنہاں اور مستور ہیں۔ اس کو ایک صالح معاشرہ میں بکھیرا گیا جو اس کیلئے بمنزلہ زمین کے تھا۔ یا جسے کھیتی کہہ لیجئے۔ پھر وقت و ماحول کی سازگاروں نے آہستہ آہستہ اس کو اُگایا اور بڑھایا۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے ایک بار آور اور تنومند درخت کی شکل اختیار کر لی۔ جس کے فیوض کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۲-۱۳)

**تصوف کی ابتداء صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے:** یہ معاشرہ جس میں معرفت و تصوف کے بیج بوئے گئے، صحابہ رضوان علیہم اجمعین کا معاشرہ ہے۔ ان میں تقویٰ، اخلاص اور محبت و عشق الہی کے وہ تمام مضمرات موجود تھے جنہوں نے آگے چل کر تصوف اور صوفیاء کی شکل اختیار کی ان کی زندگی کا کیا رنگ ڈھنگ تھا۔ قرآن نے اس پر پوری طرح روشنی ڈالی ہے: ”تتجافی جنوبہم عن المضاجع“ (سجدہ: ۲۹)

”ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں۔“

اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ زاہدان شب زندہ دار ہیں، یہ نرم اور گرم بستروں پر سونے کے بجائے راتوں کو اٹھ اٹھ کر یاد الہی میں مصروف رہتے ہیں۔ یعنی رات ان کیلئے وہ تاریک اور اکتادینے والا لمبا عرصہ نہیں کہ انہیں ایک عربی شاعر کے ہمنوا ہو کر کہنا پڑے۔

الا یہا اللیل الطویل الانجلی

اے نہ ختم ہونیوالی رات، تو کبھی صبح کی سپیدی سے بدلے گی بھی یا نہیں بلکہ یہ زبان حال سے اس کے برعکس یوں کہتے ہیں۔

لیلی بوجھک مشرق و ظلماہ فی الناس ساری

میری رات تیرے چہرہ روشن کی وجہ سے روشن اور مستنیر ہے حالانکہ دوسروں میں اس کی ظلمتوں کا دور دورہ ہے۔

والناس فی سدف الظلام و نحن فی ضوء النہاء

لوگ رات کی تاریکیوں میں ٹامک ٹویاں مار رہے ہیں اور ہم دن کی کھلی روشنی میں سانس لے رہے ہیں۔ ان کے ذوق

عبادت کی تصویر قرآن نے ان الفاظ میں کھینچی ہے: ”تراہم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ و رضواناً: (فتح: ۲۹)

”تو ان کو دیکھتا ہے کہ خدا کے آگے جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور خدا کا فضل اور خوش نودی طلب کر رہے ہیں۔“ سب

سے بڑھ کر یہ کہ: ”والزمہم کلمۃ التقوی“ (فتح: ۲۷) ”اور ان کو پرہیزگاری کی بات پر قائم رکھا۔“

**صوفی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وضاحت:** صحابہ سے ہماری مراد باصطلاح محدثین وہ نہیں جن کو آنحضرت ﷺ کی صحبت کم از کم

ایک مرتبہ نصیب ہوئی ہے۔ اگرچہ یہ رتبہ بھی اپنی جگہ کچھ کم نہیں۔ ہمارے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم سے مقصود وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کو صلحاء و اتقیا کا میر قافلہ کہا جاسکتا ہے۔ جو حضور ﷺ کی صحبت و رفاقت سے باقاعدہ مستفید ہوئے۔ جنہوں نے آغوش نبوت میں تعلیم و تزکیہ کی منزلیں طے کیں، اور جلوت و خلوت میں ساتھ رہے۔ جنہوں نے دنیا کو ہمیشہ مرجوح اور ناقابل التفات سمجھا اور دینی اقدار کو ہمیشہ راجح اور جن کی مملکت

فقر میں غنائم اور فتوحات کی کثرت کوئی تغیر نہ پیدا کر سکی۔ دوسرے لفظوں میں جن کی استقامت کا یہ عالم رہا کہ ایک دفعہ اگر تقویٰ و عفاف کی راہ پر قدم بڑھائے تو آخر تک اس رسم عشق کو نبھانے کی کوششیں جاری رکھیں۔ ہم انہیں صوفی صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام سے موسوم کریں گے۔ اس فہرست سے پہلے تو خلفاء اربعہ کے نام مندرج ہوں گے اور اس کے بعد ایسے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو بالطبع متصوف تھے اور جن کی زندگی اور سیرت و کردار کا نقشہ کسی طرح بھی ان لوگوں سے مختلف نہیں۔ جن کو آگے چل کر ہم نے عارف و صوفیاء کے لقب سے پکارا۔ جیسے حضرت سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۵)

**گلشن تصوف کا ابتدائی پودا:** ہم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے بارے میں جو یہ کہا ہے کہ ان میں تصوف کا ابتدائی سادہ نقشہ پایا جاتا تھا اور یہ گلشن تصوف کے وہ گل بوٹے تھے، جو آگے چل کر خوب کھلے اور مہکے، اور جن کی شمیم انگیزیوں نے ایک عالم کو روحانی انبساط بخشا۔ تو اس کا خدا نخواستہ یہ مطلب نہیں کہ بعد میں آنے والے مراتب و کمالات میں ان سے آگے بڑھ گئے۔ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ تصوف مصلحہ نے آئندہ چل کر تقویٰ و اخلاص کا جو معیار مقرر کیا، اس کیلئے جو اصول وضع کیے، جو قواعد ٹھہرائے اور جو سانچے ڈھالے اور قلب و ضمیر کے جن جن لطائف کی نشان دہی کی، ان حضرات کی زندگیوں میں اس کی سادہ اور ابتدائی مثالیں ملتی ہیں۔ چنانچہ ان میں وہی ذوق عبادت ہے، وہی اللہ تعالیٰ سے ربط و تعلق کا عالم ہے، وہی محبت و شوق کے داعیے ہیں۔ وہی اصول کی پاکیزگی اور یقین و اذعان کے پیمانے ہیں جن کو تصوف کا ماہر الامتیاز قرار دیا جاسکتا ہے۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۵-۱۶)

**خلفائے راشدین تصوف کی بنیاد:** حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوانح سے کون ناواقف ہے؟ اور ان کے رتبہ صدیقیت کی جو بلندی ہیں ان کو عرفان و سلوک کے دائروں سے کون الگ کر سکتا ہے؟ بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر ہمیں بعض مستشرقین کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو منصب نبوت کے قریب تر ٹھہرایا جاسکتا ہے تو وہ انہیں کی ذات گرامی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مرتبہ اجتہاد اور زندگی کی تاجد خوشنوت سادگی اور تورع سے کس کو انکار ہے؟ اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ مقام تصوف کا اعلیٰ ترین مقام نہیں۔ انہوں نے اسلام کی نعمتوں کو جس طرح عام کیا ہے، اور فریضہ جہاد کے تقاضوں کو جس طرح ادا کیا ہے؟ اس کیلئے رہتی دنیا تک اسلامی دنیا ان کے ممنون احسان رہے گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی دولت سے کس طرح ریاض نبوت کو سینچا، جس طرح حیات و عفاف کا ثبوت دیا اور جس استقلال سے خرقہ خلافت کی حفاظت کی۔ اس کی شہادت پر خود ان کی شہادت گواہ ہے؟ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جامع الصفات شخصیت کو کون بھول سکتا ہے؟ جن میں معشوقی زائد تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اداہائے خاص کی کچھ کچھ جھلک پائی جاتی ہے۔ غرض یہ ہے کہ اگر زہد و روع، سیرت و عمل کی پاکیزگی و بلندی اور ایمان و ایقان کی حکمی و استواری ایسی صفات حسنہ کو ہم تصوف کی اولین اساس اور ضروری بنیادی قرار دیتے ہیں تو لامحالہ ہمیں ماننا پڑے گا۔ کہ اس کی تاریخ کا نقطہ آغاز یہی بابرکت ہستیاں ہیں اور انہیں سے عرفان و سلوک کے مختلف سوتے پھوٹے ہیں۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۶-۱۷)

**تصوف کی دیگر ارتقائی کڑیاں:** سوال کے دوسرے حصے کا منشا یہ ہے کہ ارتقائی کڑیوں پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ اس مرحلہ پر ہمیں زیادہ رکنا نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں صرف اس قدر جان لینا کافی ہے کہ صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا دور شروع ہوتا ہے اور اسی دور کے ساتھ ملا ہوا وہ دور ہے جس میں زہد و روع نے باقاعدہ ایک نظریہ حیات اور شعاری حیثیت اختیار کر لی۔ تابعین اور تبع تابعین کا دور کہاں ختم ہوتا ہے اور صوفیاء کے دور کا آغاز کن نکات سے ہوتا ہے؟ اس کی سرحدوں کی تعیین سخت دشوار ہے۔ تاریخ سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ دوسری صدی ہجری کے اختتام تک اسلامی معاشرہ میں ایک متعین گروہ ایسا پیدا ہو چکا تھا۔ جنہیں لوگ صوفیاء کے نام سے موسوم کرتے تھے اور تیسری اور چوتھی صدی ہجری تک اس نظریہ حیات اور زندگی کے خاص اسلوب و بیج نے نہ صرف پورے عالم اسلام میں اچھا خاصہ فروغ

حاصل کر لیا تھا بلکہ اپنی تبلیغی کوششوں کو ایک تنظیم کی شکل دے دی تھی اور اپنے علوم و معارف کو مدون کر لیا تھا۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۷)

**ترتیب ارتقاء پر ابن سینا کی شہادت:**۔ اس سلسلہ میں ابن سینا نے اشارات میں جو کچھ کہا ہے، اس سے ترتیب ارتقاء کا صحیح نقشہ نظر و بصر کے سامنے آجاتا ہے:

”المعرض عن متاع الدنيا و طيبا تھا يخلص باسم الزاهد والمواظب على فعل العبادات من القيام والصيام و نحوهما يخلص باسم العابد والمتصرف بفكرة الی قدوس الجبروت مستنير الشروق نور الحق في سره يخلص باسم العارف وقدير كب بعض هذه مع بعض“

”جو شخص متاع دنیا اور اس کے طیبات سے اعراض کناں ہو اس کو زاہد کہا گیا۔ جس نے عبادات مثل صوم و صلوة اختیار کی اس کو عابد کے نام سے پکارا گیا اور جس نے غور و فکر کی قوتوں کو قدس جبروت کی جانب متوجہ کیا اور اسرار حق سے مستنیر ہوا اور باطن کو سنوارا اسے عارف کے لقب سے نوازا گیا۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ان گروہوں میں کوئی خط امتیاز کھینچا جاسکتا ہے یہ طبقے آپس میں باہم مختلط بھی ہو جاتے ہیں۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۷-۱۸)

### تاریخ کے مشہور متصوفین

متصوفین میں وہ مشہور شخصیتیں کون ہیں؟ جن کے اعمال و افکار پر تصوف کا قصر رفیع تعمیر ہوا؟ ان سے متعارف ہونا ضروری ہے۔ ہم ان میں سے چند حضرات کا ذکر کیے دیتے ہیں:

(۱) **ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ:**۔ المتوفی ۱۳۳ھ یہ خراسانی مدرسہ فکر کے بانی ہیں۔ تصوف کی کتابوں میں ان کے اقوال کو اکثر نقل کیا جاتا ہے۔ انہوں نے کیوں کر طہارت و زہد کی زندگی اختیار کی؟ اور کس طرح تخت و تاج کی آسائشوں کو ٹھکرا دیا؟ اس کے بارہ میں ایک دلچسپ قصہ بیان کیا جاتا ہے۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۸)

**حکایات صوفیاء کی علمی توجیح:**۔ بات یہ ہے کہ مورخین اور محدثین کا نقطہ نظر اور موضوع ان سے بالکل جداگانہ ہے یہ جہاں نفس واقعات کی چھان پھٹک سے کام لیتے ہیں۔ یا روایات کی تحقیق اور اس کے مراتب صحت کی تعیین میں داؤ علم دیتے ہیں وہاں صوفیاء اس جھیلے میں پڑے بغیر صرف یہ دیکھتے ہیں کہ کس واقعہ یا روایت میں ان کے ذوق و وجدان کی تسکین زیادہ ہوتی ہے۔ یا کس واقعہ یا روایت یا تاثر پذیری اور عبرت و تذکار کے پہلو زیادہ نکھرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے ان کتابوں اور تحریروں میں بے شمار ایسے عجائب کا پتہ چلتا ہے جن کی علمی توجیہ بیان کرنا آسان نہیں۔ ہمارے نزدیک یہ دونوں نقطہ ہائے نظر اپنی اپنی جگہ مفید ہیں۔ بشرط یہ کہ ان کے حدود کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لیا جائے۔ یہی نہیں ان میں باہمی کوئی تعارض بھی پایا جاتا۔ محدثین اور مورخین کی کوششوں کا کھلا ہوا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح واقعات و حقائق اور شریعت کے تمام گوشے پوری صحت کے ساتھ نظر و بصر کے سامنے آجاتے ہیں اور صوفیاء کے اقوال و حکایات کا ما حاصل یہ ہے کہ ان سے عبرت و نصیحت، اور تاثر و انفعال کے وہ نوادر اور لطائف مستنبط ہوتے ہیں جو ذہن و فکر کی دنیا کو پلٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی ادبی افادیت کا پہلو ایسا ہے کہ جس سے گویا فارسی اور عربی لٹریچر میں زندگی کی نئی روح بیدار ہو گئی ہے۔ اس میں ان اقوال و حکایات کی بدولت گہرائی، معنویت اور بلاغت کے ایسے اچھوتے محرکات کا بیش قیمت اضافہ ہوا ہے جو اس سے پہلے موجود نہیں تھے اور ایسی دلنواز روحانیت پیدا ہو گئی ہے، جس نے فارسی اور عربی ادب کو حیات جاوید بخش دی ہے اور نکھار دیا ہے۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۹)

(۲) **ابوالفیض ذوالنون مصری رحمہ اللہ:**۔ المتوفی (۲۳۶) سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ کے استاد اور محاسبی رحمہ اللہ کے معاصر ہیں۔ ان کا علم و فضل اور ورع و تقویٰ اور حال و وجدان تمام صوفیاء کے حلقوں میں مسلم ہے۔ ان کے اقوال میں کہیں کہیں وحدت الوجود کی جھلک پائی جاتی ہے۔ کتاب و سنت کے سختی سے پابند تھے۔ اس کی محبت کے بارہ میں ان کا قول ہے:



”من علامات حب اللہ عزوجل متابعة حبیب اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی اخلاقہ و افعالہ و اوامره و سنتہ“۔ ”اللہ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اللہ کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری متابعت کی جائے ان کے افعال، اوامر اور سنن سب میں۔“

فقہاء انہیں غالباً وحدت الوجود ہی کی بنا پر زندگی سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ متوکل سے ان کے لحدانہ عقائد کی شکایت کی گئی۔ تو اس نے بلا بھججا۔ یہ گئے، اور ایسی موثر تقریر کی۔ کہ متوکل کی روتے روتے کھکھی بندھ گئی۔ اس پر اس نے اعزاز اور تکریم کے ساتھ انہیں مصر واپس جانے کی اجازت دے دی۔

ان سے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ حکمت اسلام کے علاوہ انہیں مصری اسرار پر بھی عبور حاصل تھا۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۹-۲۰) (۳) ابوعلی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ:۔ (المتوفی ۱۸۷ھ) تصوف میں عراقی مدرسہ فکر کے حامل تھے۔ پہلے ڈاکو تھے۔ پھر اللہ نے توبہ و اخلاص کی نعمت سے نوازا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پیشے کا رخ بدل گیا۔ پہلے اگر لوگوں کا مال لوٹتے تھے تو اب انہوں نے خزانہ معرفت پر ڈاکو ڈالنا شروع کیا۔ طبیعت و ذوق کے اعتبار سے حزن پسند تھے۔ ابوعلی رازی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ میں ان کی صحبت میں تیس برس تک رہا۔ میں نے کبھی انہیں ہنسنے اور تبسم فرماتے نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ یہ بنے۔ یہ وہ وقت تھا جب ان کا لخت جگر علی فوت ہوا۔ میں نے پوچھا، اس پر آپ رحمہ اللہ کیوں بنے ہیں۔ ان کا جواب یہ تھا جب میرے مولا کو علی کی موت پسند ہے تو میں کیوں نہ اس پر مسرت کا اظہار کروں۔ دنیا کے بارے میں ان کا نقطہ نظر یہ تھا:

”لو ان الدنيا بحد افيدها عرضت علي ولا يحاسب بها لكنت اتقذرها كما يتقذر احدكم الجيفة“۔

”اگر دنیا اپنی تمام دلچسپیوں کے ساتھ مجھے دیدی جائے، اور اس پر کسی محاسبہ کا بھی اندیشہ نہ ہو تب بھی میں اسے ایسا ہی ناپاک سمجھوں گا جیسے تم مردار کو ناپاک سمجھتے ہو۔“

جب مکہ میں ان کا انتقال ہوا۔ تو عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ نے کہا۔ آج دنیا سے حزن و غم اٹھ گیا ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۰-۲۱) (۴) بایزید بسطامی رحمہ اللہ:۔ (المتوفی ۲۶۱ھ) مشہور صوفی ہیں۔ ان پر سکرو حال کی کیفیتیں اکثر طاری رہتیں۔ وحدت الوجود کا رنگ ان میں نسبتاً زیادہ شوخ اور چوکھا نظر آتا ہے۔ یہ پہلے صوفی ہیں جنہوں نے واقعہ معراج نبوی ﷺ کو سلا لک کیلئے ایک نصب العین کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ اسراء کی کیفیات سے یہ بہرہ مند ہوئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ انہیں آسمانوں پر پرواز کا روحانی تجربہ ہوا ہے۔ جہاں انہوں نے جنت و دوزخ کا نظارہ کیا ہے۔ شجرہ توحید کو چشم خود دیکھا ہے اور قرب الہی کی منزلیں طے کی ہیں۔ یہی نہیں اللہ سے تکلم کا شرف بھی حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے کیا فرمایا، انہیں کے الفاظ میں دیکھیے:

”او ابو یزید تو اپنے پندارانہ سے اسی وقت نکل سکتا ہے، جب میرے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرے اور اس مٹی کو جس پر ان کے نقوش پامترسم ہیں اپنے لیے سرمہ چشم قرار دے۔“ علم اور اس کے تقاضوں کے بارے میں ان کا ایک حکیمانہ قول ملاحظہ ہو:

”علمت فی المجاہدۃ ثلاثین سنة فما وجدت شیاء اشد علی من العلم و متابعتہ ولو لا اختلاف العلماء

لنتعبت و اختلاف العلماء رحمة الاخی تجرید التوحید“۔

”تیس برس تک میں نے مجاہدہ کی سختیاں جھیلی ہیں۔ مگر علم اور اس کی پیروی سے زیادہ سخت چیز میں نے نہیں پائی۔ علماء

امت کا باہمی اختلاف تنزیہ توحید کے علاوہ باعث رحمت ہے اور اگر یہ اختلاف رائے پایا نہ جاتا تو میں علم کی یکسانی

ویک رنگی سے اکتا جاتا۔“

ان کے آباء اجداد مجوسی تھے۔ اس مناسب سے کہا کرتے تھے کہ میں جب بھی نماز پڑھتا ہوں، یہ محسوس کرتا ہوں، گویا میں نے ابھی

ابھی مجوسیت سے توبہ کی ہے اور قطع زنا کے درپے ہوں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۱-۲۲)

شرعی اوامر کی اہمیت:۔ کرامات کو ولایت کی نشانی نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا قول ہے:

”لننظر تم الی رجل اعطی من الکرامات حتی یرتقی فی الهواء فلا تغتروا بہ حتی تنظروا کیف تجدونہ عند الامر والنہی و حفظ الحدود و اداء الشریعة“

”اگر تم دیکھو کہ ایک شخص کو کرامات سے بہرہ وافر ملا ہے۔ تو اس سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ اس میں دیکھو کہ اوامر و نواہی کے

بارہ میں اس کا طرز عمل کیا ہے؟ حفظ حدود کا کس درجہ پابند ہے اور شریعت کے تقاضوں کو کس حد تک پورا کرتا ہے۔“

(۵) ابوعلی شفیق بن ابراہیم بلخی رحمہ اللہ:۔ حاتم الاصم رحمہ اللہ کے شیخ الاستاد تیسری صدی ہجری کے بلند پایہ صوفی، توکل و صبر کے

پیکر اور معرفت کے رکن رکین ہیں، یہ کیوں کر زہد و تقویٰ کی طرف مائل ہوئے؟ اس کے بارے میں کئی قصے مشہور ہیں۔ کہتے ہیں ان کا پیشہ

تجارت تھا۔ ایک مرتبہ قحط پڑا، جس سے یہ بہت پریشان ہوئے، سوچنے لگے کہ رزق کی کشائش کیلئے کیا تدبیر اختیار کی جائے، اتنے میں کیا دیکھتے

ہیں کہ ایک غلام رنگ رلیوں میں مصروف ہے، اور خوشی و انبساط سے اچھل کود رہا ہے، اس سے پوچھا قحط و پریشانی کے ان دنوں میں سرمستیاں۔

کیا تجھے کھانے پینے کی فکر نہیں۔ اس نے کہا جناب نہیں۔ میرے مالک کا ایک گاؤں ہے، جس نے ہم دونوں کو اس احتیاج سے بے نیاز کر رکھا

ہے۔ یہ اس گفتگو سے بہت متاثر ہوئے۔ دل نے کہا کیا تیرے مولا و آقا کے پاس یہ پوری زمین اپنی تمام تر شادا ہیوں کے ساتھ موجود نہیں اور اگر

تیرا تعلق کم از کم اتنا ہی ہے جتنا کہ اس غلام کا اپنے آقا سے ہے تو پھر اس پریشانی اور اضطراب کے کیا معنی؟ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۲-۲۳)

حصول معرفت میں چار ضروری نکات:۔ معرفت کے متعلق ان کا حسب ذیل قول حاتم الاصم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے:

اگر ایک شخص دو سو برس تک زندہ رہتا ہے اور اس کو ان چار چیزوں کی معرفت حاصل نہیں۔ تو اس کو جہنم کی آتش سے کوئی نہیں بچا سکتا:

(۱) خدا کی معرفت، (۲) اپنا عرفان، (۳) خدا کے اوامر و نواہی کی معرفت۔۔ اور (۴) خدا اور اپنے دشمن کی معرفت۔

خدا کی معرفت کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنے دل سے اس حقیقت پر یقین رکھے۔ کہ اس کی ذات گرامی کے سوا اور کوئی بخشش و عطایا نفع

و ضرر پر قادر نہیں۔

اپنے عرفان سے یہ مقصود ہے کہ تو اپنی بیچارگی کو پوری طرح محسوس کرے، اور اس حقیقت کو جاننے کی کوشش کرے کہ تو کسی شخص کو بھی نفع

و ضرر پہنچانے پر قادر نہیں۔ یہی نہیں۔ تجھے براہ راست کسی چیز پر بھی اختیار حاصل نہیں۔

خدا کے احکام یا اوامر و نواہی کا عرفان اس بات کا مقتضی ہے کہ تو یہ یقین رکھے کہ ان احکام و مسائل کو تیرے نفس پر پورا پورا قابو حاصل

ہے۔ اس یقین کی علامت یہ ہے کہ ان کی بجا آوری کے سلسلہ میں جن اور سستی یا بے صبری کو کوئی دخل نہ ہو۔

خدا اور اپنے دشمنوں کی معرفت کے معنی یہ ہیں۔ کہ تمہیں محسوس ہو کہ تم اپنے ذوق و عبادات میں آزاد نہیں ہو۔ بلکہ کچھ عوامل رخنہ اندازی

کرنے والے لہجی ہیں۔ ان کے خلاف تمہیں بہر حال ایک لڑائی لڑنا ہے اور اس کے حملوں سے اپنے آپ کو بچانا ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۳)

تقویٰ کی پہچان:۔ تقویٰ کی پہچان کیا ہے؟ اس کے بارے میں ان کا یہ حکیمانہ قول ماننے کے لائق ہے:

”تعرف تقوی الرجل فی ثلاثہ اشیاء فی اخذہ فی منعه و فی کلامہ“

”تو اگر کسی شخص کے مرتبہ اتقاء کا اندازہ کرنا چاہے تو تین چیزیں دیکھو، وہ کن چیزوں کو اختیار کرتا یا اپناتا ہے، کن

چیزوں سے باز رہتا یا احتراز کرتا ہے، اور اس کی بات چیت کا موضوع کیا ہے؟“ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۳-۲۴)

(۶) ابو عبد اللہ الحرث بن اسد المحاسبی رحمہ اللہ:۔ (المتوفی ۲۴۳ھ) ذی النون رحمہ اللہ کے معاصر تھے یہ غزالی رحمہ اللہ کے نہایت

محبوب روحانی مرشد ہیں۔ ”احیاء“ میں ان کے اقوال کو انہوں نے اکثر نقل کیا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ان کی کتاب احیاء میں محاسبی رحمہ

اللہ کی تحریرات کی جھلکیاں صاف نمایاں ہیں۔ یہ پہلے صوفی مصنف ہیں جنہوں نے اپنے خیالات و افکار کو قدیم حکما یونان کی طرح سوال و جواب

کی صورت میں ضبط تحریر میں لانے کی کوشش کی۔ ان کی کتاب ”الرعایۃ بحقوق اللہ“ تصوف کے حقائق پر شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔  
آربری نے اپنی کتاب تصوف (Sufism) میں ان کی ایک غیر مطبوعہ تحریر الوصایا سے ایک طویل باب نقل کیا ہے۔ جس کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ غزالی رحمہ اللہ کے بہت پہلے انہوں نے تحقیق و مذاہب کے سلسلہ میں اسی انداز کے تحلیل و تجزیہ سے کام لیا ہے۔ یہ غزالی کی شہرہ آفاق کتاب ”المنقذ من الضلال“ میں پایا جاتا ہے۔

محاسبی رحمہ اللہ انہیں غالباً ضبط نفس کی بنا پر کہا جاتا ہے۔ جس کی انہوں نے بار بار تاکید کی ہے اور جس کو انہوں نے تقویٰ کی اساس قرار دیا ہے۔  
”فصل فی المحبة“ ان کا ایک خاص مقالہ ہے۔ جس میں محبت کے متعلقات پر انہوں نے نہایت لطافت سے روشنی ڈالی ہے۔ افسوس ہے کہ ہم طوالت کے اندیشہ سے اس کے اقتباسات درج کرنے سے قاصر ہیں۔

قشیری رحمہ اللہ نے انہیں ان الفاظ میں خراج تحسین ادا کیا ہے: ”عديم النظير في زمانه علماً و رعاً و معاملة و حالاً“  
”اپنے زمانہ میں با اعتبار علم، تقویٰ، معاملات اور احوال کے عديم النظير شخصیت۔“

ان کے والد عقیدہ قدری تھے اور بہت مالدار تھے۔ ان کے مرنے کے بعد مال و دولت کی کثیر مقدار انہیں بطور ترکہ ..... میراث کے ملی۔ لیکن انہوں نے اختلاف عقائد کے پیش نظر اس کو قبول نہ کیا۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۳-۲۵)  
صوفیاء کے پانچ مستند مشائخ: صوفیاء میں یہ ان پانچ شیوخ میں سے ہیں، جن کو مستند مانا جاتا ہے۔

ابو عبد اللہ خفیف رحمہ اللہ کا قول ہے: ”اقتد و ابخمسة من شيوخنا الباقون سلمو لهم حالهم الحرث بن اسد المحاسبی والجنید بن محمد و ابو محمد روم و ابو العباس بن عطاء و عمر و ابن عثمان المکی لانهم جمعوا بين العلم والحقائق“

”ہمارے شیوخ میں ان پانچ کی اقتداء اختیار کرو اور باقی کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ محاسبی، جنید، ابو محمد روم، ابو العباس بن عطاء، عمر بن عثمان رحمہم اللہ کی، کیونکہ یہ وہ حضرات ہیں جو علم و حقائق دونوں کے جامع ہیں۔“ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۵)  
ابوسلیمان الدارائی رحمہ اللہ: کتاب وسنت کی پابندی کا اس درجہ خیال رکھتے تھے کہ ان کے نزدیک وہ واردات قلب جن کا تعلق دینیات سے ہے اس وقت تک حجت و مستند نہیں، جب تک کہ ان کو کتاب و سنت کی خارجی کسوٹی پر پرکھ نہ لیا جائے۔ چنانچہ ان کا کہنا ہے:

”ربما يقع في قلبي نكتة من نكتته تدوم اياماً فلا اقبل منه الا بشاهدين عدلين الكتاب والسنة“  
”میرے دل میں کبھی متصوفانہ نکات کا القاء ہوتا ہے اور کئی کئی دن تک میں انہیں یونہی دل میں پڑا رہنے دیتا ہوں، اور اخذ و قبول پر راضی نہیں ہوتا۔ تا وقتیکہ دو شاہد عدل اس کی تائید نہ کر دیں، یعنی اللہ اور سنت رسول ﷺ۔“  
”اذا سكنت الدنيا القلب لرحلت منه الاخرة“ جب دنیا کسی شخص کے دل میں سکونت اختیار کر لیتی ہے تو آخرت کا خیال اسی وقت دل سے نکل جاتا ہے۔“ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۵-۲۶)

ابوسلیمان داؤد بن نصیر الطائی رحمہ اللہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ صاحبین امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ دونوں ا ختلافی مسائل میں ان کو اپنا حکم تسلیم کرتے اور ان کی رائے اور فتویٰ کو صائب جانتے تھے۔ یہ امام محمد رحمہ اللہ کی بے حد عزت کرتے تھے۔ لیکن قاضی ابو یوسف سے اس بنا پر خفا تھے کہ انہوں نے اپنے استاد کی روش کے علی الرغم عہدہ قضا کیوں قبول کر لیا۔  
اس خفگی کے پیش نظر ان کا معمول یہ تھا کہ اگر یہ دیکھتے کہ امام محمد رحمہ اللہ کا مسلک صحیح ہے تو کہتے، محمد کا مسلک صحیح ہے اور اگر قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کی رائے سچی تلی محسوس ہوتی ہے، تو نام لیے بغیر کہتے اس نوجوان کی رائے زیادہ قرین صواب ہے۔  
یہ کس طرح زہد و ورع کی جانب ملتفت ہوئے، اس کے بارے میں مختلف حکایتیں کتب تصوف میں مذکور ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کا ایک

ہی سبب تھا اور وہ یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے زہد و تقویٰ نے انہیں متاثر کیا اور ان کے داعیات شوق کو کسایا۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۶-۲۷)

**تعلق مع اللہ کی نوعیت:**۔ صوفیاء میں ان کا درجہ بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ان کے ربط و تعلق کی کیا نوعیت تھی، اس کا اندازہ ان کے اس قول سے لگائیے۔ جب یہ رات کی تاریکی میں روح کے اجالے کا سامان بہم پہنچاتے اور تہجد کیلئے کھڑے ہوتے تو کہتے:

”الہی ہمک عطل علی الہومور الدنیویۃ“ پروردگار! تیرے ایک عم نے میرے تمام دنیوی غموں کو بھلا دیا اور معطل کر دیا ہے۔

ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے۔ حتیٰ کہ خادمہ کھانے کیلئے بلائی تو فرماتے: ”بین مضغ الخبز و شرب الفتیت قراۃ خمسين اية“ روٹی کھانے اور فتیت (ایک مشروب) پینے میں وقت صرف ہوتا ہے، اتنے میں پچاس آیات کی تلاوت ہو سکتی ہے۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۷)

**دقائق اخلاص کا خیال:**۔ اخلاص کے دقائق و لطائف کا بہت خیال رکھتے۔ ایک مرتبہ ان کے ہاں ایک صاحب آئے، انہوں نے دیکھا کہ پانی کی صراحی دھوپ میں رکھی ہے۔ ان سے نہرہا گیا کہنے لگے بھائی اس کو تو سایہ میں رکھ دیا ہوتا۔ جواب ملاحظہ ہو:

”حین و ضعتها لم یکن شمس وانا استحبی ان یرانی اللہ امشبہی لمانیہ حظ نفسی“

”آپ بجا ارشاد فرماتے ہیں، میں نے دراصل اسے سایہ ہی میں رکھا تھا، اب دھوپ آگئی ہے، اس کو اٹھا کر دوبارہ سایہ میں

رکھنے میں یہ شرم مانع ہے کہ کہیں صراحی تک چل کر جانے کو میرے حظ نفس پر نہ محمول کیا جائے۔“ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۷)

**ابوالقاسم جنید بن محمد رحمہ اللہ:**۔ (المتوفی ۲۹۸ھ) سرخیل صوفیاں اور چمنستان تصوف کے گل سرسبد، عراق ان کا مولد و منشا ہے۔ ان کے والد شیشہ کا کاروبار کرتے تھے۔ اس مناسبت سے انہیں تواریخی بھی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے تصوف میں ایک خاص مدرسہ فکر کی بنیاد ڈالی ہے۔ افسوس ہے کہ بعد کے آنے والے حضرات نے اس انداز کو آگے بڑھانے کی کوشش نہیں کی۔ ان کا شمار ان چند لوگوں میں ہوتا ہے، جنہوں نے تصوف کو خاص نظریات سے روشناس کرایا اور اسے ایک متعین پیرایہ بیان بخشا۔ محاسبی رحمہ اللہ سے انہیں تلمذ حاصل ہے۔ توحید کیا ہے، اور غیر زمانی وجود کی کیا حقیقت ہے، اس کے بارہ میں ان کے اقوال کس درجہ فلسفیانہ حقیقت کے حامل ہیں۔ دیکھیے توحید کے معنی یہ ہیں، کہ ازلی وابدی خدا کو زمانیات سے الگ کر کے دیکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان سے سوال کیا تھا۔ الست بربکم ”کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔“

حضرت جنید رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ یہ گفتگو اس مرحلے کی ہے جب انسان نے ابھی وجود کا مادی پیرہن زیب تن نہیں کیا تھا اور زمانیات سے یکسر آزاد تھا۔ یعنی اس کا وجود محض روحانی انداز و نچ کا تھا۔ جو زمان و مکان کی گرفت میں نہیں آیا تھا۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۷-۲۸)

**تصوف کی نعمت کیسے حاصل ہوئی:**۔ تصوف کی نعمت انہیں کیوں کر حاصل ہوئی۔ ان کا اپنا قول ملاحظہ ہو۔

”ماخذنا التصوف عن القیل و القال ولكن عن الجوع و ترک الدنيا و قطع المالوفات و المستحسنات“

ہم نے تصوف قیل و قال اور فقیہانہ بحث و مناظرہ سے حاصل نہیں کیا، بلکہ اس کیلئے گرسنگی کی اذیتیں جھیلی ہیں۔

مالوفات اور پسندیدہ چیزوں کو ترک کیا ہے۔

ان کا پختہ عقیدہ تھا کہ تصوف کی بنیاد کتاب و سنت کی تصریحات پر ہے۔ لہذا جو شخص ان نعمتوں سے محروم ہے اس نے تصوف کی بو بھی نہیں سونگھی۔ ان کا کہنا تھا: ”الطرق کلھا مسدودة علی الخلق الا من اقتفی اثر الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام“، خلق اللہ پر معرفت کے تمام دروازے بند ہیں الا یہ کہ آنحضرت ﷺ کے نقش قدم کی پیروی اختیار کی جائے۔

”من لم یحفظ القرآن ولم یکتب الحدیث لا یقتدی بہ فی هذا الامر لان علمنا مقید بالکتاب و السنة“ جس نے قرآن حفظ نہیں کیا اور حدیث قائم بند نہیں کی وہ معرفت کے باب میں اقتداء کے لائق نہیں۔ کیوں کہ ہمارے

ہاں یہ علم مقید یہ کتاب و سنت ہے۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۸-۲۹)

**صوفیاء میں اتباع سنت کا جذبہ:**۔ کرامات کو وجہ فضیلت نہیں سمجھتے۔ ایک شخص ان کے زہد و ورع کا چرچا سن کر ان کے ہاں آیا اور کچھ عرصہ تک ان کی حرکات و سکنات کو بغور دیکھتا رہا۔ آخر ایک دن اجازت لے کر جانا چاہا۔ حضرت جنید رحمہ اللہ نے پوچھا اتنی جلدی کیوں جاتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں تو اس خیال سے آیا تھا کہ آپ بہت بڑے ولی ہوں گے اور آپ کے ہاں بڑی بڑی کرامتیں دیکھنے میں آئیں گی لیکن افسوس میں نے تو کوئی کرامت ایسی نہیں دیکھی جس سے آپ کی ولایت کا اندازہ ہو سکے۔ جنید رحمہ اللہ مسکرائے انہوں نے کہا، اس عرصہ میں کیا تو نے دیکھا کہ میں نے ترک فرائض کا ارتکاب کیا ہو۔ اس نے کہا جی نہیں۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا، پھر کیا نوافل و مستحبات میں تساہل برتا گیا۔ اس نے کہا حضور یہ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ یہی میری کرامت ہے۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۹)

**مسٹر شکالیم کی طرفہ طرازی:**۔ اہم اور مقتدر مشائخ کی فہرست کافی طویل ہے۔ جس کو ہم اختصار کی خاطر نظر انداز کرنے پر مجبور ہیں۔ اس میں ہم نے ان پاکباز اور پاک نہاد خواتین کا ذکر نہیں کیا۔ جنہوں نے عرفان کے بادہ صافی سے سکروستی کی کیفیتیں پیدا کیں اور زہد و تقویٰ اور عفاف و پرہیزگاری سے ظاہر و باطن کی سچ دھج کا اہتمام کیا۔ صرف رابعہ بصریہ رحمہا اللہ کا نام لے لینا اس سلسلہ میں کافی ہے۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۹)

**اختصار کی وجہ:** اختصار کے پیش نظر ہم مشائخ کی اس فہرست میں ان لوگوں کو بھی شامل نہیں کر رہے ہیں جنہوں نے عملی مجاہدات کے ساتھ ساتھ قلمی مجاہدات میں بھی نمایاں حصہ لیا ہے یعنی جنہوں نے تصوف کو نکھارا اور نئے نئے تصورات اور مصطلحات سے مالا مال کیا ہے۔ یا جن کی جنبش ہائے قلم سے تصوف نے ایک علم، ایک فن اور قابل فہم تصور کی حیثیت اختیار کی ہے۔ یوں بھی تصوف سے متعلق مستند تحریرات اور کتابوں کا دائرہ بدرجہ غایت سمٹا ہوا ہے۔ جس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

۱- یہ چون کہ اپنے مزاج اور خصوصیات کے اعتبار سے علم سے زیادہ عمل ہے اس لیے اس کو ضبط تحریر میں لانے کی کوششیں بڑی حد تک محدود ہیں۔

۲- صوفیاء چون کہ نفی ذات (Negation) کے شدت سے قائل ہیں اس لیے نہیں چاہتے تھے کہ تحریر و نگارش کے چکر میں پڑیں۔ کیوں کہ ان کے نزدیک اظہار کا یہ اسلوب بھی نفس میں کبر و پندار پیدا کرنے کا باعث ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ خطرہ بھی ہے کہ کہیں عوام کی عقیدت کا رخ ادھر نہ مڑ جائے۔ حالاں کہ انہیں سے یہ بھاگتے اور دور رہنے کا عزم کر چکے تھے۔

۳- جب علوم عقلیہ کا فروغ ہوا، بالخصوص نوافلاطونیت کے تصورات جب اسلامی معاشرہ میں پھیلے، تو صوفیاء کے عقائد بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ یہی نہیں ان خیالات نے اس درجہ اس کے ذہن و قلب و استیلاء حاصل کیا کہ ان کے پر جوش مبلغ بن گئے..... ظاہر ہے فکر و رائے کے اس نہج سے فقہاء و محدثین متفق نہیں ہو سکتے تھے اور یہی وہ گروہ تھے، جن کا عامۃ الناس میں زیادہ عمل دخل تھا۔ اس لیے صوفیاء مجبور ہوئے کہ اپنے ان عقائد کو عام نہ کریں اور ازراہ احتیاط صرف انہیں حضرات تک ان کو محدود رکھیں جن میں صبر و برداشت کی صلاحیتیں بدرجہ اتم پائی جائیں۔

۴- یوں بھی تصوف چون کہ اصلاح و تزکیہ کی ایسی سطح سے متعلق ہے جس کے مخاطب خال خال حضرات ہی ہو سکتے ہیں، عوام نہیں، اس لیے مناسب یہی معلوم ہوا، کہ اس کی نشر و اشاعت کے دائروں کو وسیع نہ کیا جائے۔

لیکن ان خفاء و احتیاط کی ان تدبیروں میں چونکہ کھلی ہوئی مضرت یہ تھی کہیں علم و معارف کا یہ گنجینہ ضائع ہی نہ ہو جائے۔ اس لیے کچھ حضرات نے بہر حال اپنی تحریری کوششوں کو جاری رکھا۔ خصوصاً علاج کے قتل نے تو انہیں چونکا سا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک اچھے خام گروہ

نے جرأت سے اپنے خیالات و افکار کو منظر عام پر لانے کا تہیہ کر لیا۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۳۰-۳۱)

**تصوف پر تحریری علمی کاوشیں:** یہ تحریری کوششیں کئی اقسام کی ہیں۔ کچھ لوگوں نے ان احادیث و آثار کو قلمبند کیا جن کا تعلق زہد و رفاق سے تھا، جیسے عبداللہ بن المبارک اور احمد بن حنبل رحمہما اللہ وغیرہم۔ کچھ حضرات نے سلسلہ تصوف کے مقتدر مشائخ و اکابر کے اقوال و افعال کا دلاویز مرقع تیار کیا۔ جیسے ”حلیۃ اولیاء صفتہ الصوفیۃ اور تذکرۃ الاولیاء“ کے مصنفین، کسی نے نفس فن کے بارہ میں بحث کی اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات اور پیچیدگیوں کو حل کرنے اور سلجھانے کی کوشش کی جیسے قشیری، جویری اور کلابازی رحمہم اللہ وغیرہ، ایک مختصر سا گروہ ان میں ایسا بھی ہے، جنہوں نے نہ صرف تصوف کی زلف معقدہ کو سنوارا اور سجایا، بلکہ جس نے اس کو گہرے تصورات اور نچے معارف اور حکیمانہ طرز فکر سے بھی بہرہ مند کیا۔ جیسے نقاری، ابوالنصر سراج اور ابن عربی رحمہم اللہ وغیرہ۔

اس مختصر سی وضاحت کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قدرے ان اصطلاحوں کی تشریح کر دی جائے۔ جو صوفیاء کے لٹریچر میں دائرو سائر ہیں۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۳۱)

### صوفیائے کرام کی مشہور اصطلاحات

جس طرح منطق و فلسفہ کی اصطلاحیں ہیں۔ فقہ و اصول کیلئے مخصوص الفاظ اور استعمالات ہیں۔ ٹھیک اسی طرح صوفیاء کی بھی اصطلاحیں ہیں جو ان میں رواج پذیر ہیں۔ اصطلاحات کی غرض و غایت تعین اور سہولت ہے۔ یعنی جو بات آپ پھیلا کر اور مختلف پیرایہ ہائے بیان میں بیان کرنا چاہیں گے۔ وہی بات اصطلاحات کے رنگ میں نہایت اختصار کے ساتھ کہہ دیں گے اور سامع یا قاری ان کے معنی و مفہوم و ادراک میں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوگا۔ صوفیاء کے ہاں اصطلاحات کی اہمیت علاوہ تعین و سہولت کے یہ بھی ہے کہ اس طرح وہ عوام کی گرفت اور برہمی سے محفوظ رہتے ہیں اور کج فہم فقہاء اور کم سواد علماء کو ان پر زبان طعن دراز کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ کیوں کہ اعتراض وہی کرے گا، جو ان کی بولی سمجھتا ہو اور ان کی منطق سے واقف ہو۔ ہر اس شخص کو جو تہمت علم سے متہم ہو یہ اختیار نہیں ہوگا کہ ان کو ہدف عتاب ٹھہرائے اور بغیر جانے بوجھے اور ان کے علوم و معارف سے شناسائی حاصل کیے ان پر فتویٰ کفر لگائے اور عوام میں ان کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات پیدا کرے۔ گویا اصطلاحات کے پردہ میں حقائق و معارف کو چھپانے میں جو جذبہ کار فرما ہے وہ یہ ہے کہ صوفیانا اہلوں کے حملوں سے محفوظ رہیں۔ اسی حقیقت کو کلابازی رحمہ اللہ نے ان الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے: ہذا السلم من ردحق و انکارہ

”اس طرح ہم حقائق کے رد و انکار کے عاجلانہ فعل سے محفوظ رہتے ہیں۔“

اس تہیہ کے بعد آئیے ان کی اصطلاحات پر ایک نظر ڈالنے چلیں: (تعلیمات غزالی، ص: ۳۲)

**پہلی اصطلاح ”وقت“:** صوفیاء میں وقت کا استعمال کئی معنی میں ہوتا ہے۔ ایک استعمال یہ ہے کہ اس سے مراد حادث متوہم ہے۔ جن کا حصول کسی حادث متحقق پر موقوف ہو۔ اس صورت میں حادث متحقق حادث متوہم کیلئے بمنزلہ وقت کے ہوگا۔ اس کو اس مثال سے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ فرض کیجئے۔ آپ نے کہا، میں فلاں تاریخ کو تمہارے ہاں پہنچوں گا۔ یہ پہنچنا یا آنا ایسا حادث ہے۔ جو وہم و خیال کی گرفت میں آتا ہے اور متعین تاریخ ایسا حادث ہے جو وقوع پذیر ہونے والی شے ہے جو متحقق ہے۔ لہذا یہ متحقق یا وقوع پذیر ہونے والی شے متوہم کیلئے بمنزلہ وقت کے ہے۔ بات بالکل آسان ہے۔ جو اصطلاح کے گورکھ دھندے میں کسی قدر پیچیدہ ہوگئی ہے۔ صوفیاء دراصل کہنا یہ چاہتے ہیں کہ وقت کا مفہوم و تصور سر اسر واقعات و حوادث (Events) کا رین منت ہے۔ اگر یہ پائے جاتے ہیں تو یہ بھی ابھرتا ہے اور یہ نہیں پائے جاتے تو یہ بھی نہیں پایا جاتا۔ یہاں یہ نکتہ بہر حال ملحوظ رہنا چاہیے کہ صوفیاء زمانہ کے منکر نہیں۔ جو بغیر کسی تعین کے ایک جوئے آب کی طرح رواں دواں ہے۔ جس میں ماضی و حال اور مستقبل کا کوئی وجود نہیں۔ جو صرف ایک بہاؤ ہے۔ ایک حرکت ہے یا پیہم و مسلسل ایک طرح کے فیضان سے تعبیر ہے۔

وہ جس کو واقعات و حالات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، وہ وقت ہے، اور وہ تعین ہے، جو کسی حادث سے اُبھرتا ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ جو حادث و واقعات کو سمجھنے کا ایک ناگزیر پیمانہ ہے۔ ابوبلی دقاق رحمہ اللہ نے وقت کے ایک اور معنی بھی بیان کیے ہیں۔ وہ غلبہ حال ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص حزن و غم سے دوچار ہے تو کہا جائے گا کہ یہ وقت اس کے حزن و غم کا ہے۔ اگر کشاکش دنیا میں گرفتار ہے۔ تو کہا جائے گا اس وقت اس کو دنیا کا سامنا ہے اور دنیا اس پر سوار ہے۔ اسی طرح اگر عقبی و آخرت کا خیال اس پر غالب ہے۔ تو اسی مناسبت سے اس کے وقت کو عقبی و آخرت کا وقت قرار دیا جائے گا۔

کبھی کبھی وقت رعایت احوال کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً ”ابن الوقت“ صوفیاء کی خاص اصطلاح ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک وقت کے اہم ترین تقاضوں کا ساتھ دے رہا ہے اور اس کی حالت و کیفیت جس طرح کی عبادات و فرائض کی مقتضی ہے، وہ اس میں باحسن و بوجہ مشغول ہے اور کسی طرح کی کوتاہی نہیں کر رہا ہے۔ یہی مطلب ہے ان کے اس قول کا: ”الفقیہ لایہمہ ماضی وقتہ و اتیہ بل یہمہ وقتہ الذی فیہ“، فقیر ماضی و مستقبل سے رابطہ نہیں رکھتا۔ اس کی توجہ کا مرکز تو وہ وقت (یعنی حالت) ہے کہ جس میں سے وہ اس وقت گزرتا ہے۔“

یعنی ایک فقیر یہ نہیں دیکھتا کہ ماضی میں اس کے قلب و ذہن کی کیا کیفیتیں تھیں۔ یا مستقبل میں اسے کس نوع کے افکار و اعمال سے دوچار ہونا ہے۔ وہ تو بس یہ دیکھتا ہے کہ اس وقت جلا قلب اور ارتقاء روح کیلئے اسے کیا کرنا چاہیے۔ ماضی کی فکر یا مستقبل کا اندیشہ ان کے نقطہ نظر سے وقت کے تقاضوں سے محرومی کے مترادف ہے۔ یا انہیں کے الفاظ میں یوں کہنا چاہیے: ”الاشغال بفوات وقت ماضی تضییع وقت ثان“، ماضی کے گزرے ہوئے ان لحات سے تعرض کرنا جن میں کوئی لغزش سرزد ہوئی ہے گو یا دوبارہ وقت ضائع کرنا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اگر حال درست ہے تو کیا کہنے یہی آئندہ چل کر اچھے مستقبل اور بہترین ماضی کی تعبیر کا ضامن ہوگا۔ وقت کا ایک معنی تصرفات حق تعالیٰ پر راضی و قانع رہنا ہے۔ یعنی جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں حکم وقت کی منزل میں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ اللہ کی طرف سے جن جن آزمائشوں سے دوچار ہے، ان میں ثابت قدم ہے اور اپنے کو اس معاملہ میں بالکل مختار اور صاحب ارادہ و تدبیر نہیں کرتا۔ بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ کائنات میں تمام تصرفات اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت کے شائع ہیں، اس لیے ان تصرفات کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ہی اولیٰ اور بہتر ہے۔ اور اس مرحلہ پر یہ نکتہ جان پرور ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیے۔ کہ صوفیاء امور تکوینی میں توجہ کے قائل ہیں۔ امور شرع میں نہیں اور یہ کہ ان کا جبر اس لحاظ و زندگی کا جبر نہیں۔ جو تکلفات شرعیہ کی پابندی سے یکسر آزادی حاصل کر لیتا ہے اور اس کو فسق و فجور کا محض ایک بہانہ سمجھتا ہے۔ بلکہ اس عارف کا جبر ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی مشیت تکوینی کے خلاف نہ صرف لب کشائی نہیں کرتا بلکہ کمال رضا و رغبت ان تمام شدائد اور سختیوں کو برداشت کرتا ہے۔

الوقت سیف صوفیا کا مشہور مقولہ ہے۔ اس کے دو معنی ہیں:

۱- یہ کہ جس طرح تلوار کی کاٹ غالب اور فیصلہ کن ہوتی ہے اسی طرح حق تعالیٰ اس کے ذریعہ جن جن واقعات و حوادث کو رونما کرتا ہے۔ ان کا وقوع پذیر ہونا ناگزیر ہے اور فیصلہ کی حیثیت رکھتا ہے لہذا اس کے خلاف احتجاج کرنا درست نہیں۔ یہ استعمال قریب قریب انہیں معافی کا حامل ہے، جس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔

۲- تلوار چھونے میں نرم اور کاٹ میں تیز ہے۔ اس لیے جس نے اس کو نرمی سے چھوا تو وہ اس کی زداور حملہ سے محفوظ رہا اور جس نے اس کے معاملہ میں سختی برتی، اس کا محفوظ رہنا اور زخمی نہ ہونا دشوار ہے۔ ٹھیک یہی حال وقت و زمانے کا ہے۔ جس شخص نے اس کی فطرت کو سمجھا اور عمل و زہد کی وہی صورت اختیار کی جو اس کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ وہ تو نفس کی آفات اور مصیبتوں سے محفوظ رہا اور جس نے وقت کا محصیت و نافرمانی سے مقابلہ کیا، وہ مارا گیا۔

”و کالسیف ان لاینتہ، لان مسہ“ اور وقت تلوار کی مانند ہے۔ اگر تم نے اس کو نرمی سے تھاما۔ تو وہ نرم ثابت ہوگا۔

”واحدہ ان خاشنة خشنان“ اور اگر اس کو سختی سے چھوا تو پھر اس کی دھاریں سخت ثابت ہوگی۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۳-۳۵)

**دوسری اصطلاح ”کیس“:** اس سے ملتا جلتا لفظ کیس ہے۔ جس کے لفظی معنی تھکندا اور زریک انسان کے ہیں مگر تصوف میں اس سے مراد یہ ہے کہ اگر سالک ہوش و حواس میں ہے اور اس پر عالم صحو طاری ہے۔ تو اس کیلئے شریعت کی پیروی ضروری ہے اور اگر صحو کے بجائے نحو (سکر) کا غلبہ ہے تو اس صورت میں حقیقت کے احکام کا نتیجہ کرنا ہوگا۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۳۷)

**تیسری اصطلاح ”مقامات“:** سالک چوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے۔ اس لیے اس کے اس سفر و سلوک کی کچھ منزلیں ہیں اور ان منزلوں کے متعین آداب ہیں۔ اس لیے سالک جس منزل یا مقام میں ہو اسی کے مطابق متعلقہ آداب و احکام کی اسے رعایت رکھنا چاہیے۔ یہی نہیں بلکہ جس مقام میں ہے۔ اس کے تمام آداب کو جب تک پورا نہ کر لے آگے نہ بڑھے۔ کیوں کہ آگے بڑھنے کیلئے بے صبری کا اظہار قناعت کے منافی ہے اور قناعت سے محرومی توکل کے خلاف ہے اور اگر توکل کی نعمت سے کوئی شخص محروم ہے۔ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اس میں تسلیم و رضا کی بھی صلاحیت نہیں۔ جو تصوف کی جان ہے۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۳۷)

**چوتھی اصطلاح ”حال“:** یہ ایسی کیفیات قلب سے تعبیر ہے جن سے ایک سالک ایک لمحہ بھر کیلئے دوچار ہوتا ہے اور پھر آگے بڑھ جاتا ہے۔ جیسے طرب و حزن، قبض و انبساط یا شوق و تخیر اور ہیبت و احتیاج وغیرہ۔ مقامات اور احوال میں یہ فرق ہے کہ مقامات تو جدوجہد سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور یہ کیفیات سالک کے ذہن و فکر پر بغیر قصد و ارادہ کے ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک فرض ان دونوں میں یہ بھی ہے، کہ جہاں مقام ٹھہراؤ اقامت گزریں ہونے کا متقاضی ہے۔ وہاں احوال کا یہ تقاضا آگے بڑھنا اور ترقی کی طرف تیزی سے گام فرسا ہونا ہے گویا احوال میں تو ایک وقت خاص تک ٹھہرنا اور رکنا خوبی ہے اور احوال میں یہی خوبی عیب شمار ہوتی ہے۔ ذی النون مصری رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا صاحب فلاں عارف کہاں ہیں۔ انہوں نے کہا: ”کان ہھنا فہذب“ ابھی تو تھے اب کہیں نکل گئے ہیں۔

مطلب یہ کہ وہ احوال میں گرفتار نہیں..... بلکہ ان کے جذبہ عرفان نے انہیں اگلی منزلوں کی طرف بڑھا دیا۔

ایک صاحب کا قول ہے: ”الاحوال کالبروق فان بقی فحدیث“

احوال برق کی مانند ہیں، اگر باقی رہ جائیں، تو یہ احوال نہیں حدیث نفس ہیں۔

احوال کے بارے میں صوفیاء کا ایک اور نقطہ نظر بھی ہے اور وہ بقا احوال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ احوال بھی مقامات کی طرح قیام و بقا چاہتے ہیں۔ کیوں کہ جب تک کوئی عارف چندے ٹھہر کر اور رک کر ان سے استفادہ نہیں کر پائے گا۔ آگے نہیں بڑھ پائے گا۔ یہ لوگ احوال اور لواح میں ایک قسم کا بین فرق محسوس کرتے ہیں۔ احوال تو ان کی اصطلاح میں وہ کیفیات ہیں جو ثبات و قرار کی مقتضی ہیں اور جو چیز برق کی طرح سطح قلب پر چمکی اور غائب ہوگئی اس کو یہ احوال کی بجائے لواح کہتے ہیں۔ جس کے لفظی معنی ہیں چمکنے والی شے کے ہیں۔ ابو عثمان جری رحمہ اللہ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے: ”منذا ربیعین سنة ما قامنی اللہ فی حال فکرتہ“

”چالیس برس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے جس حال سے دوچار کیا میں نے کبھی اس کو برا نہیں سمجھا۔ یعنی میں بہر حال قانع

اور راضی بہ رضار ہا۔“

مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ بقا احوال مطلقاً سکون اور ٹھہراؤ ہی چاہتا ہے اور سالک مجبور ہے کہ ان سے بہرہ مندی کی صورت میں ترقی نہ کرے ان کے نزدیک ان احوال میں بھی بے انتہا درجات و مراتب ہیں۔ جن کی طرف ایک سالک برابر حرکت کتنا رہتا ہے یعنی ہر ہر مرتبہ اور درجہ جس سے ایک سالک دوچار ہوتا ہے۔ اپنے آغوش میں کچھ حسنت اور نیکیاں لیے ہوئے ہے اور ایک عارف جب اس مقام کی تمام سعادتوں کو اپنے دامن طلب میں سمیٹ لیتا ہے، تو پھر قانع ہو کر بیٹھا نہیں رہتا بلکہ انہیں احوال کے آئندہ درجات کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہی وہ مسلسل ترقی ہے جو مقررین کا طرہ امتیاز ہے اور یہی مطلب ہے اس مقولہ کا:

”حسنات الابرار سیات المقربین“ ابرار کی نیکیاں مقررین الہی کی برائیاں ہیں۔



غرض یہ ہے کہ ابرارِ حسنت میں اس طور پر ترقی کتنا رہتے ہیں کہ انہیں نیکی کا ہر وہ درجہ جس کو وہ چھوڑ آتے ہیں بہ نسبت آگے کے درجات کے سینات محسوس ہوتی ہیں۔

**پانچویں اصطلاح ”قبض و بسط“:** کبھی کبھی سالک پر ایسے لمحے بھی آتے ہیں جب وہ کسی ایسے محذور یا ضرر سے متاثر ہوتا ہے جو زمانہ قریب میں لاحق ہونے والا ہے۔ اس تاثر کو ان کی اصطلاح میں قبض سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ تاثر خوف اور خشیت کی بنا پر ابھرا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عارف کو محبوب کا وصل قریب ترین نظر آتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں توقع ورجا کے واسطے ابھرنے شروع ہوتے ہیں اور وہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ عنقریب اس کو قرب و حضور کی وادیوں میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔ اس کیفیت یا تاثر کو بسط کہا جاتا ہے۔ بسط کا اطلاق بصورت تنزل اس کیفیت پر بھی ہوتا ہے۔ جو زوال ضرر یا محذور کی صورت میں پیدا ہو۔ یعنی عارف کے دل میں یہ توقع چٹکیاں لینے لگے کہ کسی روحانی ضرر سے عنقریب مخلصی حاصل ہوگی۔

بسط و قبض کی ان کیفیات کے بھی کئی درجے ہیں۔ کبھی قبض کا یہ تاثر ایسا حاوی اور چھا جانے والا ہوتا ہے کہ دوسری کیفیات کیلئے سرے سے کوئی جگہ ہی نہیں رہتی اور کبھی اس درجہ حاوی نہیں ہوتا۔ اس طرح بسط میں بھی اختلاف ہے۔ کبھی مبسوط یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ تاثر اس پر اس طرح چھا گیا ہے کہ مخلوق اور گرد و پیش کے مکروہات کیلئے قلب میں کہیں فراغ و گنجائش باقی نہیں رہی اور کبھی کبھی اس تاثر کے باوجود خلق اللہ کیلئے قلب و ذہن کے کچھ گوشے وارہتے ہیں۔

غرض یہ ہے کہ عارف ان کیفیات میں حکم و وقت کا تابع رہے اور ان مقامات کا جو اقتضاء ہے اس سے غافل نہ ہو۔

(تعلیمات غزالی، ص: ۳۷-۴۰)

**چھٹی اصطلاح ”اخلاص“:** اعمال و حسنات میں یہ خوبی تصوف کی جان ہے۔ صوفیا کا اطلاق کن کن لطیف معانی پر کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل انہیں کے اقوال کی روشنی میں دیکھئے۔ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ کا قول ہے: ”الاخلاص التوقی عن ملاحظۃ الخلق“۔ اخلاص کے معنی ہیں کہ اعمال میں عارف مخلوق کی رائے سے بے نیاز ہو جائے۔

یعنی اللہ کی رضا اور خوشنودی مد نظر ہو۔ یہی نہیں، اخلاص کی اعلیٰ ترین سطح یہ ہے کہ اعمال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر اس طرح آپ سے آپ صادر ہونے لگیں کہ خود جذبہ اخلاص پر غور و خوض کرنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ ابو یعقوب السوسی رحمہ اللہ کا کہنا ہے: ”متی شہد وافی اخلاصہم الاخلاص احتاج اخلاصہم الی اخلاص“۔ جب لوگوں کو اپنے اخلاص میں اخلاص کا احساس ہونے لگے تو انہیں تجدید اخلاص کرنا چاہیے۔

**اخلاص کی تین علامات:** اخلاص کی علامات کیا ہیں؟ ذی النون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ثلاث من علامات الاخلاص

استواء المدح والذم من العامة و نسیان روية الاعمال و نسیان اقتضاء الثواب فی الاخرة“۔

اخلاص کی تین نشانیاں ہیں عوام کی مدح و قدح سے بے پروا ہونا، اس حقیقت کو بھلا دینا کہ ہم نے کچھ اعمال اخلاص کی بنا پر کیے ہیں، اور ثواب آخرت کے جذبہ کو فراموش کر دینا۔ کیا عوام و خواص کے درجہ اخلاص میں فرق ہے؟ ابو عثمان مغربی رحمہ اللہ کا کہنا ہے: ”الاخلاص مالا یكون للنفس فیہ حظ بحال و هذا الاخلاص العوام“۔ عوام کا اخلاص یہ ہے کہ ان کے محرکات اعمال میں نفس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ ”واما اخلاص الخواص فهو یجری علیہم لایہم فتصد منہم الطاعات، وہم عنہ بمعزل ولا یقع علیہم روية ولا یھا اعتزاز“۔ اور خاص الخواص حضرات کا تقاضا اخلاص یہ ہے کہ ان کے اعمال کا سرچشمہ اور محرک خود ذات باری ہو۔ بندگی و اطاعات کا ان سے اس طرح آپ سے آپ صدور ہو۔ کہ گویا انہیں اس سے کچھ غرض نہیں۔ نہ یہ اپنے اعمال میں اخلاص کو دیکھیں اور ٹٹولیں، اور نہ اس کے لئے انہیں کوئی تیاری کرنا پڑے۔

دیکھا آپ نے نقطہ نظر کی بلندی اور پاکیزگی! فقہاء تو نیکی کا صرف اوپری تصور ہی رکھتے ہیں۔ یعنی یہ کہ کسی نیکی کو کیوں کر انجام دینا

چاہیے اور اس سے زیادہ کفن کے اعتبار سے وہ مکلف بھی نہیں۔ متکلمین نیکی کے تعین میں کھو گئے۔ اشاعرہ نے کہا نیکی معقول المعنی نہیں اور شریعت کے تابع ہے۔ معتزلہ نے ایک قدم بڑھ کر تصریح کی کہ نیکی کو باور کرنے کے لئے عقلی وجود نہیں۔ حکما کا یہی مذہب ہے اور اس میں ان کی پرواز اس سے آگے نہیں بڑھتی کہ نیکی کو نفس سمجھ کر اختیار کیا جائے۔ کانت نے اخلاقیات کا یہی اونچا معیار پیش کیا اور کہا کہ نیکی بجائے خود نیکی ہے اور انسانی عقل اس پر شاہد ہے۔ لہذا قطعی اس لائق ہے کہ اسے سیرت و کردار کا جز بنایا جائے۔

صوفیاء نے ان دونوں سے الگ ایک راہ اختیار کی۔ انہوں نے کہا یہ دونوں نقطہ ہائے نظر اعمال میں وزن پیدا کرنے والے نہیں۔ اصل شے جس سے نیکیوں میں وزن ابھرتا اور روح پیدا ہوتی ہے اخلاص ہے۔ اعمال میں دیکھنے کی چیز یہ نہیں، کہ ان کے اچھا یا برا ہونے سے عقل کو دخل ہے یا شرع کو۔ دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ ان کا محرک کون ہے؟ کیا اعمال حسنہ اور عبادات میں شہرت، ریا اور جلب منفعت مقصود ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا۔ پھر اس اخلاص کے بارے میں بھی ان کا زاویہ نظریہ ہے کہ اعمال حسنہ کو اس طرح اس سانچے میں ڈھل جانا چاہیے۔ کہ آپ سے آپ بغیر کسی قصد و تمہد کے صادر ہونے لگیں۔ کیوں کہ قصد و تمہد کا مطلب ہے کہ ہنوز نیکیاں قلب و ضمیر میں رچی نہیں اور نفس کی اصلاح اس درجے کی نہیں ہو پائی۔ کہ اس سے صرف حسن و خوبی ہی کی توقع کی جائے۔

**توجہ باطن:**۔ توجہ باطن اور تزکیہ قلب کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں جو اہمیت حاصل تھی اس کا یہ اثر تھا کہ بعض ایسے امور میں بھی یہ تساہل کو اولیٰ سمجھتے تھے جن کو ظاہری پاکیزگی کے مہتمات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ اس اندیشے سے مبادا ان چیزوں میں انہماک التفات الی اللہ کے آڑے نہ آئے۔ چنانچہ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے تھی کہ جو تے سمیت نماز پڑھنا افضل ہے۔ امام نخعی رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ:

”وددت لو ان محتاجا جاء اليها فاخذها“

”میں تو یہ چاہتا کہ کاش کوئی حاجت مند ان لوگوں کے جو توں کو اٹھالے جائے جو جو اتار کر نماز پڑھتے ہیں۔“

غرض یہ تھی کہ جن لوگوں کو اس انداز کی ادنیٰ فکریں گھیرے رہتی ہیں وہ عبادت سے کیا لطف اندوز ہو سکیں گے۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۰۰)

### صوفیاء کرام کی کتابوں میں شرعی اوامر کی اہمیت

احیاء العلوم میں نماز کی حقیقت: نماز کی حقیقت کیا ہے اس کی پردہ کشائی بھی حضور ﷺ نے فرمائی ہے:

”انما الصلوة تمسک و تواضع و تضرع و تاوہ و تنادم و تضع يدك فتقول اللهم اللهم فمن لم يفعل فہی خداجہ“ (ترمذی و نسائی)۔

”نماز اس کا نام ہے کہ تم مسکت کا اظہار کرو متواضع رہو تضرع میں مشغول ہو آہ وزاری کرو اور اپنے کاموں پر ندامت کا اظہار کرو۔ پھر ہاتھ باندھ کر یا اللہ یا اللہ کہہ کر دعا مانگو۔ سو جو ان کیفیتوں سے دوچار نہیں ہو اس کی نماز ناقص ہے۔“

پہلے صحائف میں بھی نماز کی اس روح کو بیان کیا گیا ہے۔ کسی کتاب میں:

”یس کل مصل تقبل صلاتہ انما اقبل صلاة من تواضع لعظمتی ولم يتكبر علی عبادی و اطعم الفقير الجائع لوجهی۔“

”ہر عبادت گزار کی عبادت قبول نہیں کرتا۔ میرے ہاں تو اس کی عبادت مقبول ہے جس نے تواضع اختیار کی۔ اور میرے بندوں پر جبر نہ کیا۔ نیز بھوکے اور حاجت مند کو محض میری خوش نودی کیلئے کھانا کھلایا۔“ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۱۰)

**نماز کا محرک اصل:**۔ عبادت میں اصلی محرک اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کے ساتھ وابستگی ہے۔ اگر یہ نعت حاصل نہیں تو پھر تمام عبادات

لا حاصل ہیں۔ حدیث میں ہے:

”انما فرض الصلوة و امر بالحج والطواف و اشعرت المناسك لاقامة ذكر الله فاذالم يكن في قلبك

للمذکور الذی هو المقصود و المبتغی عظمة و هیبة فما قيمة ذکرت“۔ (ترمذی نے اس کی تحسین کی)  
 ”نماز کی فرضیت حج کا حکم اور مناسک کی وضاحت سب اس بنا پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل آباد ہوں اور اگر اللہ  
 کے ذکر سے دل خالی ہیں اور انہیں اس کی عظمت و ہیبت کا کوئی نقش نہیں جو مقصود اصلی ہے تو پھر زبان چلانے سے کیا  
 فائدہ، ایسے ذکر کی کوئی قیمت نہیں۔“

ایک دوسری حدیث میں ہے۔

”وإذا صلیت فصل صلوة مودع“ (حاکم ذہبی نے اس کا ذکر کیا)

”جب نماز پڑھو تو یوں پڑھو کہ گویا زندگی کو الوداع کہہ رہے ہو۔“ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۱۱)

**آنحضرت ﷺ کی کیفیت آشنائی اور دنیا سے بیگانگی:**۔ آنحضرت ﷺ نماز کے وقت کس طرح ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف عنان

توجہ کو پھیر لیتے تھے اور کس طرح اپنی توجہات کو سمیٹ لیتے تھے اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یوں بیان فرماتی ہیں:

”کان رسول الله یحد ثنا و نحدثه فاذا حضرت الصلوة فکانه لم یعرفنا ولم نعرفه“

”آنحضرت ﷺ ہم سے بات چیت میں مشغول ہوتے اور ہم ان سے محو گفتگو رہتے کہ اتنے میں نماز کا وقت آجاتا۔

اس وقت آپ ﷺ اس طرح اٹھ کھڑے ہوتے کہ گویا ہم میں اور ان میں کسی قسم کی جان پہچان ہی نہیں۔

کیوں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اسی کیسوئی کی متقاضی ہے۔ خود آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”لاینظر الله الی الصلوة لا یحضر الرجل فیها مع بدنه“

”اللہ تعالیٰ ایسی نماز کو نظر قبولیت سے نہیں دیکھتا کہ جس میں حرکات جسم کے ساتھ دل کی جنبشوں کو شامل نہ کیا گیا

ہو۔“ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۱۲)

**خشوع و خضوع کی علامت:** خشوع قلب کی علامت یہ ہے کہ نمازی کے اعضاء و جوارح سے بھی اس کا اظہار ہو آنحضرت ﷺ نے ایک

صاحب کو دیکھا کہ نماز میں داڑھی سے کھیل رہے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”لو خضع قلب هذا لخشعت جوارحه“ (مصنف ابن ابی شیبہ)

”اگر اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوتا تو اس کا اثر اس کے اعضاء پر بھی پڑتا۔“

رونا بھی خشوع کی ایک علامت ہے۔ سعید التوخی رحمہ اللہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ نماز میں اتنا روتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر

ہو جاتی۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۱۲)

**ہمارے اسلاف کی نمازیں:** ہمارے اسلاف نماز میں کیوں کر ان نزاکتوں کا خیال رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے خاشع و خاضع رہتے

تھے۔ ان کا اندازہ ان واقعات سے لگائیے۔ مسلم بن یسار رحمہ اللہ کا قصہ ہے۔ ایک مرتبہ یہ بصرہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک اس

کا کوئی حصہ گر پڑا۔ ایک ہجوم اس حادثہ کو معلوم کرنے کیلئے دوڑا۔ مگر یہ برابر سکون و دلجمعی کے ساتھ اپنی نماز میں مشغول رہے اور اس وقت ان کو واقعہ

کی خبر ہوئی جب یہ نماز سے فارغ ہو چکے اور لوگوں نے آکر بتایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز پڑھنے لگتے تو خوف و خشیت سے چہرہ کا

رنگ بدل جاتا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کی یہ حالت کیوں ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تم نہیں جانتے یہ وقت کس درجہ اہم ہے۔ یہ وہ بار امانت

ہے جس کو آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا گیا۔ تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا۔ لیکن انسان نے اٹھ لینا منظور کر لیا۔

حضرت کے پوتے علی رحمہ اللہ کے بارے میں بھی مشہور ہے کہ وضو کرتے وقت ان کا رنگ فق ہو جاتا تھا۔ لوگوں نے اس کا سبب

دریافت کیا تو کہا کہ لوگو! تمہیں نہیں معلوم مجھے احکم الحاکمین کے دربار میں پیش ہونا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس سلسلہ میں فیصلہ کی حیثیت رکھتا ہے: ”رکتان مقتصدان فی تفکر خیر من قیام لیلة والقلب ساہ“

”درمیانے درجے کی دو رکعتیں جو تفکر و تدبر پر مشتمل ہوں اس قیام لیل پر بھاری ہیں۔ جس میں قلب غیر حاضر ہو۔“ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۱۴)

## صوفیاء کرام کے نماز میں حضوری و استغراق کے دلائل

توجہ الی اللہ اور قلب کی حضوری پر یوں تو بہت سے دلائل پیش کیے جاسکتے ہیں مگر سردست اس اختصار پر قناعت فرمائیے۔ قرآن مجید میں ہے:

واقم الصلوٰۃ لذکری (طہ: ۱۴) ”اور میری یاد کیلئے نماز پڑھا کرو۔“ ولاتکن من الغافلین (انفال: ۲۰۵) ”اور دیکھنا غافل نہ ہونا۔“

یہاں جو غفلت سے روکا ہے تو ظاہر ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ نماز کے باب میں بمنزلہ حرام کے ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے: ”من لم تنهہ صلوتہ عن الفحشاء والمنکر لم یزد من اللہ الا بعداً“

”جس شخص کی نماز اس کو فواحش اور برائیوں سے نہیں روکتی وہ نماز پڑھنے کے باوجود کچھ اللہ تعالیٰ سے دور ہی رہتا ہے۔“

اور یہ حقیقت ہے کہ غافل کی نماز میں یہ صلاحیت ہی کہاں ہے کہ برائیوں سے روک دے۔ ایسا شخص اس حدیث کا مصداق ہے: ”کم من قائم حظه من صلاتہ التعب والنصب“

”کتنے ہی نماز پڑھنے والے ایسے ہیں کہ ان کا حصہ نماز میں بس اتنا ہی ہے کہ اس سے تھکن اور کوفت حاصل کرتے ہیں۔“ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۱۵)

بے جان اور بے کیف نماز لاش کی طرح ہے۔ پھر جس طرح جسمانی زندگی کا تصور ہمارے نزدیک یہ نہیں ہے۔ کہ ایک شخص زندہ تو ہو مگر چل پھر نہ سکے اور ایک لاش کی طرح خود اپنے ہی لیے ایک قسم کا بار ہو۔ اسی طرح عبادات میں ایسی بے کیف اور بے جان نمازیں کس مصرف کی ہیں جن میں روح اور زندگی کی نشاط انگیزیاں یکسر مفقود ہوں۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۱۹)

مکمل نماز کیلئے باطنی کیفیتیں:۔ قرآن و حدیث پر غور کیجئے تو ان معانی اور کیفیات پر کثرت سے آیات و احادیث ملیں گی جو نماز کو چمکاتی اور سنوارتی ہیں۔ مگر ان سب کا استیعاب ان چھ باتوں میں ہو جاتا ہے۔

(۱) حضور قلب (۲) تفہیم (۳) تعظیم (۴) ہیبت (۵) حیاء (۶) ثواب و اجر کی توقع

خشوع و خضوع پیدا کرنے کی تدبیر:۔ نماز میں خشوع و اخلاص پیدا کرنے کی ایک تدبیر یہ ہے کہ پہلے تو نماز پڑھتے وقت کسی ایسے آدمی کا تصور کرے جو اس کی اصلاح دین کا خواہاں ہے اور یہ محسوس کرے کہ وہ اس کی ایک حرکت کا جائزہ لے رہا ہے۔ پھر جب اس کی حرکات میں اس تصور سے توازن، سکون اور اطمینان پیدا ہو جائے اور یہ دیکھے کہ تمام اعضاء و جوارح اطاعت و فرمانبرداری اور عاجزی اور مسکنت کے سانچوں میں ڈھل گئے ہیں تو پھر اپنے نفس کو ملامت کرے کہ تو تو معرفت الہی اور محبت الہی کا مدعی تھا۔ یہ کیا بے حیائی ہے کہ اس کے بندوں سے تو ڈرتا ہے لیکن خود اس سے نہیں ڈرتا۔ حالاں کہ مرد مومن کو صرف اسی سے ڈرنا چاہیے اور اسی کی شایان شان توقیر کرنا چاہیے۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۳۲-۱۳۳)

امام غزالی رحمہ اللہ اور تو حید کی اہمیت:۔ اللہ تعالیٰ کا قلعہ یا حصن حصین کلمہ تو حید ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے:

”لا الہ الا اللہ حصن فمن دخل الحصن امن من عذابی“

”لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو اس میں داخل ہو گیا وہ میری گرفت سے محفوظ ہو گیا۔“

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ متحصن یا قلعہ میں پناہ حاصل کرنیوالا کون ہے۔ کیا وہ جو اس کی نافرمانی کرتا ہے یا وہ جو اس کی اطاعت میں شب و روز لگا رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اول الذکر کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آئیوا نہیں کہیں گے۔ کیوں کہ وہ تو اب تک شیطان کی صفوں میں شریک ہے۔ دوسرا گروہ ہو سکتا ہے جس نے کہ اپنے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا عہد نبھانے کی حتی المقدور کوشش کی۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۳۶)

نماز کی ذمہ داریوں کا شدید احساس:- یحییٰ بن وثاب رحمہ اللہ نماز پڑھتے تو تھوڑی دیر کیلئے رکتے اس وقت ان کے چہرے سے حزن و ملال کا اظہار ہوتا۔ نماز سے فارغ ہوتے تو فکر و تردد سے ایسے نڈھال ہو جاتے جیسے بیمار ہوں۔ اور یہ انہیں کے ساتھ خاص نہیں۔ یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نماز کی روح کو سمجھتے اور اس پر مداومت اختیار کرتے ہیں۔ ان کی نمازوں کا یہی عالم ہوتا ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۴۴)

**منج انوار اور مکاشفات کا ذریعہ:-** مزید برآں ایسی نماز کا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے انسان مکاشفات کی نعمت سے بہرہ مند ہو جاتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ بالخصوص سجدہ تومنج الانوار ہے۔ کیوں کہ یہی وہ مقام ہے جہاں انسان اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم کی اس آیت میں اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے:

”واستجبوا لربکم“ (علق: ۱۹) ”اور سجدہ و قرب کی منزلیں طے کرتے رہو۔“ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۴۵)

**کشف کے مدارج:-** ہاں یہ ضرور ہے کہ اسرار و رموز کائنات کی پردہ کشائی ہر ہر نمازی پر ایک ہی انداز سے نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں درجات و مراتب کا اچھا خاصہ تفاوت ہے۔ یہاں کئی چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ دل کی قوت و ہمت کا کیا حال ہے۔ صفا و جلا کی کیفیتیں کیسی ہیں اور دنیا کے گرد و غبار کی کتنی تہیں اس پر چڑھی ہوئی ہیں۔ پھر مکاشفہ کی نوعیت بھی مختلف افراد کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔ کسی پر اس کی صفات اور جلال کے پردے فاش ہوتے ہیں۔ کوئی اس کے سنن و عادات کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہوتا ہے اور کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر علم المعاملہ کے دقائق و اسرار واضح کیے جاتے ہیں۔ یہ مکاشفہ اس بات کی دلیل ہے کہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے فیوض و کرم کا تعلق ہے اس میں کبھی بخل نہیں ہوتا۔ رکاوٹ جب ہوگی بندوں ہی کی طرف سے ہوگی۔ ان کے دل کا رنگ اگر دور ہو جائے اور یہ پوری قوت و ہمت سے آفتاب حقیقت کا سامنا کرنے پر تیار ہو جائیں۔ تو انوار حق کا منکس ہونا ضروری ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۴۵)

**مکاشفہ کی حقیقت:-** یہ سچ ہے کہ عام لوگ آسانی سے مکاشفہ کی اس نعمت کو تسلیم کرنے والے نہیں۔ کیوں کہ اس میں انسان کی اس فطری کمزوری کو دخل ہے۔ کہ یہ ہر اس چیز کا انکار کرتا ہے جو محسوس نہیں اور مشاہدہ میں نہیں آتی اور جس کو فی الحال اس کا علم و ادراک گرفت میں نہیں لاسکتا۔ چنانچہ اگر جنین میں شعور پیدا ہو جائے، اور اس کو یہ بتایا جائے کہ لپٹن مادر کے باہر بھی انسان بستے ہیں، تو کھٹ سے انکار کر دے گا، اس لیے کہ اس کو ایسی کسی دنیا کا تجربہ نہیں۔ اس طرح اگر ایک ننھے منے بچے کو بتایا جائے کہ زمین اور آسمان میں قدرت کے فلاں فلاں قاعدے اور قوانین کا فرما ہیں اور کائنات کے اس ڈھانچے میں یہ اسرار و رموز مضمحل ہیں۔ تو وہ ہرگز ماننے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ بالکل یہی حال پختہ فکر اور جاننے بوجھنے والے انسان کا ہے وہ جن حالات و اطوار سے دوچار ہے ان کی صحت پر تو یقین رکھتا ہے۔ مگر جو کیفیات و احوال ابھی اس کی چشم ادراک کے سامنے نہیں آئے ان کی حقانیت اس کے نزدیک سراسر مشتبہ ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۴۵-۱۴۶)

**مقام ولایت اور تصفیہ قلب:-** مثلاً ولایت اللہ تعالیٰ کے قرب و حضوری کا ایک مقام ہے اور ارتقاء انسانی کا ایک بلند ترین زینہ ہے۔ اب جو شخص اس لذت و نعمت خداداد سے محروم ہے اور اس کو انسانی روح کی اس پرواز کا کوئی تجربہ نہیں وہ یہ نہیں جان سکتا کہ اس سے بھی آگے ایک مقام نبوت کا ہے۔ حالاں کہ اس پورے عالم مادی و روحانی کو جن جن اطوار و کیفیات سے گزرنا ہے اور ارتقاء و تقدم کی جن جن منزلوں کو طے کرنا ہے وہ گونا گوں اور بہت ہیں۔ لہذا یہ جائز نہیں کہ کوئی شخص صرف انہی چیزوں سے تعرض کرے اور انہیں کیفیات و حالات کو تسلیم کرے جو فی الوقت درپیش ہیں اور ان حقائق کو نہ مانے جن کی گہرائی مستقبل قریب یا بعید میں کھلنے والی ہیں۔ اس نوع کا انکار زیادہ تر ان لوگوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ جو علم کی تمام اقسام کو بحث و مناظرہ اور جھگڑے اور بحث میں منحصر جانتے ہیں اور تصفیہ قلوب کے ذریعہ شکار مغیبات کے قائل نہیں۔ یہ لوگ اگر دلوں کو ماسوا اللہ سے پاک کر لیں اور ہمہ تن اس کی جستجو اور طلب میں لگ جائیں تو ان پر واضح ہو کہ اس راہ میں علم و ادراک کے کتنے کلشن جان نواز ہیں اور معرفت و بصیرت کے کتنے گوشے ہیں۔ جو نظر و بصر کا ہدف بنتے ہیں۔

ایسے حضرات کہ جن کو مکاشفہ کا براہ راست تجربہ نہیں ہے۔ اس کی حقیقت کا ایک گونہ ادراک ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ یہ اللہ تعالیٰ پر محکم

ایمان رکھیں۔ غیب کے قائل ہوں اور نماز کو شعور و فہم کے ساتھ ادا کریں۔ حدیث میں آتا ہے:

”ان العبد اذا قام في الصلوة رفع الله سبحانه الحجاب بينه وبين عبده ووجهه بوجهه وقامت الملائكة من لدن منكببيه الى الهواء يصلون بصلوته و يومنون على دعائه و ان المصلی ينثر عليه البر من عنان السماء الى مفرق راسه و ينادى مناد لو علم هذا المناجی من ينادی ما التفت و ان ابواب السماء لتفتح للمصلين و ان الله يباهي ملائكته بعبده المصلی“

”اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ جب نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو ان تمام پردوں کو ہٹا دیا جاتا ہے جو اس میں اور اس کی ذات گرامی کے درمیان حائل ہیں اور یہ بندہ براہ راست مواجہہ الہی کے شرف سے مستخر ہوتا ہے۔ فرشتے اس کے دائیں بائیں پھیلے جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ نماز کا فریضہ ادا کرتے ہیں اور اس کی ہر ہر دعا پر آمین کہتے ہیں۔ یہی نہیں نمازی پر نیکیوں کی آسمان سے بارش ہوتی ہے۔ اور پکارنے والا پکارتا ہے اگر اس کو معلوم ہو جائے کہ یہ کس سے مخاطب ہے تو قطعی دوسری طرف ملتفت نہ ہونے پائے۔ آسمان کے دروازے اس پر کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کی عبادت و بندگی کا اظہار فرشتوں کے سامنے فخریہ کرتا ہے۔“

یہاں مواجہہ سے مراد کشف ہے۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۴۶-۱۴۷)

**صوفیاء کا ذوق خشوع:**۔ خشوع یا ڈر کا تعلق دراصل دل سے ہے۔ یہ یقین و اذعان سے ابھرتا ہے اور اس وقت پیدا ہوتا ہے جب جلال الہی کا کچھ انداز ہو۔ جسے یہ نعمت ملی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاشع ہے۔ پھر یہ کیفیت و تاثر نماز ہی کے ساتھ خاص نہیں۔ خشوع نماز میں بھی ہے اور خلوت میں بھی۔ دنیا کے ادنیٰ کاموں میں بھی قائم رہتا ہے اور عبادت و عقبتی کے امور میں بھی۔ کیونکہ اس کا موجب تو یہ خیال ہے کہ وہ ذات گرامی ہر ہر آن اپنے بندوں کے احوال پر مطلع ہے اور یہ کہ اس کا جلال ابدی ہے اور یہ کہ جتنی بھی عبادت اس کی کی جائے گی اتنا ہی کم ہے۔ اس لیے کہ کوئی شخص بھی اس کے انعامات کے مقابلہ میں پوری طرح اس کی اطاعت و عبادت کے تقاضوں میں عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ یہ تاثر اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا رنگ جب ایک مرتبہ طبیعت میں رچ جاتا ہے۔ تو پھر ساری زندگی اسی رنگ میں بسر ہوتی ہے اور کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں گزر پاتا کہ دل اس نعمت سے لطف اندوز نہ ہو۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۴۸)

**ربیع بن خثیم رحمہ اللہ کا غص بصر:**۔ ایک صاحب کا قصہ ہے کہ چالیس برس تک انہوں نے ازراہ حیا سر اٹھا کر آسمان کی طرف نہیں دیکھا ہے کہ مبادا ان کی کوتاہیوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ ناراض و ناخوش ہو۔ ربیع بن خثیم رحمہ اللہ کے متعلق مشہور ہے کہ اس شدت سے غص بصر کے اصول پر عمل پیرا تھے کہ لوگ انہیں اندھا سمجھتے یہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آتے اور اطلاع کراتے تو ان کی لوٹڈی ان سے یہ کہہ کر تعارف کراتی کہ آپ کے نابینا دوست ملنے آئے ہیں۔ اس پر یہ ہنستے اور دروازہ کھول دیتے۔ کیا ان کا یہ فعل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں لائق تعریف تھا اس کا اندازہ اس سے کیجئے۔ کہ جب ان کی نظریں ان پر پڑتیں تو یہ پکار اٹھتے کہ قرآن نے جو ”مخبیتین“ کو خوش خبری سنائی ہے اس کے مصداق تم ہی ہو سکتے ہو۔ بخدا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دیکھ لیتے تو خوش ہوتے۔ ایک دن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ چلنے کا اتفاق ہوا۔ جونہی ان کا گزرا ایک لوہار کی دکان پر ہوا انہوں نے آگ سے دہکتی ہوئی بھٹیاں دیکھیں بے ہوش ہو گئے۔ جہنم کی آگ کا نقشہ اس طرح دل و دماغ پر چھایا رہا۔ کہ گھنٹوں اس کیفیت میں ساتھ رہے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ خوف و خشیت الہی کا نتیجہ ہے۔ ربیع کا قول ہے کہ میں جب نماز میں کھڑا ہوتا ہوں۔ تو میری توجہ صرف دو باتوں پر مرکوز رہتی ہیں۔ اول یہ کہ میں کیا کہہ رہا ہوں، دوم یہ کہ جواب میں مجھ سے کیا کہا جا رہا ہے۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۴۹-۱۴۸)

عامر بن عبداللہ رحمہ اللہ کی نماز میں یکسوئی:۔ عامر بن عبداللہ رحمہ اللہ کی نماز میں یکسوئی کا یہ عالم تھا کہ گھر کا شور وغل قطعی اس میں خلل

نہ پیدا کرتا۔ حتیٰ کہ ان کی دف بجاتی اور گاتی، عورتیں چیخ چیخ کر باتیں کرتیں اور یہ اس پر بھی سکون و اطمینان کے ساتھ نماز میں بغیر ادنیٰ تکبر کے مصروف رہتے۔ ان سے پوچھا گیا کہ نماز میں آپ کو حدیثِ نفس سے کبھی پالا پڑا ہے۔ کہا کہ نہیں۔ مجھ پر صرف یہ تاثر غالب رہتا ہے کہ اپنے مالک و آقا کے حضور کھڑا ہوں اور مجھے اس کے ہاں حاضری دینا ہے۔ ان سے یہ بھی دریافت کیا گیا کہ نماز میں دنیا کے مختلف کاموں کا خیال ذہن میں آتا ہے۔ ان کا یہ جواب تھا کہ میں اس کو پسند کروں گا کہ مجھ پر تیر و سنن کی بارش ہو اور میرا کام تمام ہو جائے، بہ نسبت اس کے کہ ایسے ایسے خیالات سے دل و دماغ کو پریشان کروں جو تمہیں ہر وقت گھیرے رہتے اور اُلجھنوں کا باعث ہوتے ہیں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۲۹)

**نماز میں عملِ جراحی کا احساس نہ ہونا (کرامت):**۔ مسلم بن یسار رحمہ اللہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اس کا ایک ستون گر پڑا مگر یہ بدستور نماز پڑھتے رہے۔ ایک صاحب کے حصہ جسم پر کہیں زخم ہو گیا اور وہ اتنا بگڑ گیا کہ اس کو کاٹ دینے کی ضرورت محسوس ہوئی طیب سے کہا کہ اگر اس کا کاٹ دینا اتنا ہی ضروری ہے، تو اس وقت کاٹنیے جب یہ نماز میں مشغول ہوں۔ کیوں کہ اس حال میں ان پر کامل استغراق طاری ہوتا ہے۔ چنانچہ نماز ہی کی حالت میں جراحی کا یہ عمل انجام پذیر ہوا۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۵۰)

**نماز کا تعلق آخرت سے ہے:**۔ نماز میں کیوں امور دنیا سے تعرض نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر ایک عارف کا قول سنئے۔

”الصلوة من الاخرة فاذا دخلت فيها خرجت من الدنيا“ نماز سراسر آخرت سے تعلق رکھنے والی ہے اس لیے جہاں تم اس میں داخل ہوئے دنیا کی سرحد سے نکل گئے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۵۰)

**نماز اور حدیثِ نفس:**۔ ایک صاحب سے پوچھا گیا آپ نماز میں حدیثِ نفس کے عیب سے ملوث ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ نماز کا کیا سوال ہے۔ میں تو عام حالات میں بھی نفس کی آواز پر کان نہیں دھرتا۔ ایک بزرگ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا آپ رحمہ اللہ کو نماز میں نفس کی آرزوؤں کی طرف مائل ہونے کا موقع ملا ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا۔ نماز سے زیادہ کوئی محبوب مشغلہ ہی نہیں۔ کہ عنان توجہ ادھر مڑ سکے۔ جناب حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ عقلمندی یہ ہے کہ انسان نماز سے پہلے جس چیز کی چاہے آرزو کرے اور جس چیز کی چاہے طلب میں مشغول رہے۔ لیکن جب نماز پڑھنے لگے۔ تو اس کا دل تمام آرزوؤں اور تمنائوں سے خالی ہونا چاہیے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۵۰)

### زکوٰۃ کے اسرار و دقائقِ صوفیاء کی نظر میں

**زکوٰۃ کیوں رکنِ دین ہے؟ عشق و محبتِ الہی کی عملی کسوٹی:**۔ جو لوگ زکوٰۃ اس لیے ادا کرتے ہیں کہ انہیں طریقِ آخرت پر گامزن ہونا ہے اور اپنے مولا و آقا کی رضا چاہنا ہے ان کیلئے ضروری ہے کہ چند نکات کو خصوصیت سے ذہن میں رکھیں۔ ان میں پہلا اور اہم نکتہ یہ ہے کہ زکوٰۃ سے مقصود کیا ہے۔ اسے کیوں وجہ امتحان ٹھہرایا گیا ہے اور کیوں یہ اہمیت دی گئی ہے کہ یہ اسلام کا ایک رکن ہو۔ حالانکہ اس کا تعلق عبادتِ بدنیہ سے بالکل نہیں۔ اس لیے کہ جب کوئی شخص کلمہ توحید کا اقرار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود مان لیتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہی ذاتِ گرامی اس کا محبوب بھی ہے اس پر یہ جان چھڑکتا ہے اور اس کی دل سے پوجا کرتا ہے۔ مگر کیا یہ تنہا اقرار باللسان اس اظہارِ محبت کیلئے کافی ہے؟ نہیں اسے عمل سے ثابت کرنا ہوگا اور بتانا ہوگا کہ اس محبوب کی راہ میں یہ عزیز ترین چیز مال کے سوا اور کون ہو سکتی ہے۔ یہی وہ شے ہے جس کو تمام دنیا دیوانہ وار چاہتی ہے۔ کیوں کہ دنیا کا سارا کارخانہ عیش اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہی نہیں لوگ اس کے ساتھ اس درجہ مانوس ہیں کہ موت کے تصور سے بھی خائف ہیں۔ حالانکہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کو واقعی اپنا محبوب سمجھتے ہیں تو انہیں موت پر خوش ہونا چاہیے کہ اس کے ذریعے فرقت کی گھڑیاں ختم ہو جاتی ہیں اور لقاء کے مواقع میسر آتے ہیں۔ مال کو چوں کہ عوام الناس میں یہ حیثیت حاصل ہے اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس سے اندازہ کرنا چاہا۔ کہ ان کے دلوں میں اس کے مقابلہ میں ہمارے لیے کتنی محبت ہے۔ یہ اس معشوق کا ساتھ دیتے ہیں۔ یا ہمارا ساتھ دیتے ہیں۔ قرآن حکیم کی اس آیت میں اس امتحان و آزمائش کا ذکر ہے۔

”ان الله اشترى من المومنين انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة“ (توبہ: ۱۱۱)

”خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں اور اس کے عوض میں ان کیلئے بہشت تیار کی ہے۔“

### مالی ایثار کے مقامات

**مقام صدیقی یا توحید:**۔ اس مالی ایثار کے بھی کئی درجے ہیں۔ کچھ وہ اصحاب توحید ہیں۔ جو مال و دولت کی تمام فراوانیوں سے دستبردار ہو گئے اور اس قابل ہی نہ رہے کہ محصل آئے اور ان سے زکوٰۃ کا تقاضہ کرے۔ چنانچہ ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا۔ دوسو درہم میں کیا زکوٰۃ دینا چاہیے۔ انہوں نے فرمایا عوام کا مسئلہ بتاؤ یا خواص کا عوام کو پانچ درہم اس میں الگ کر دینا چاہیے۔ رہے خواص تو ان کا مسئلہ یہ ہونا چاہیے کہ کچھ بھی اپنے پاس نہ رکھیں۔

مالی ایثار کے اس تفاوت کا پتہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے چلتا ہے کہ اول الذکر نے تو اپنا سارا اثاثہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیا اور ثانی الذکر نے اپنا آدھا مال لا کر حضور ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضور نے فاروق رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا کہ گھر کی ضروریات کیلئے بھی کچھ چھوڑ آئے ہو تو انہوں نے کہا۔ جی ہاں جتنا لایا ہوں اس کے لگ جھگ۔ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی محبت کے سوا گھر میں اور چیز نہیں رہنے دی۔ اس پر آپ نے فرمایا: ”بینکما مابین کلمتکما“ (الحدیث)

”تمہارے اجر و صلہ کی مقداروں میں اتنا ہی فرق ہے کہ جتنا تمہارے ان کلمات میں ہے۔“

یعنی یہاں صدیق رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری رہا کہ انہوں نے اپنے محبوب ﷺ پر وہ سب کچھ نچھاور کیا کہ جس کے وہ مالک تھے۔

(تعلیمات غزالی، ص: ۱۶۵-۱۶۶)

**صوفیاء کے اخفاء اعمال کے دلائل:**۔ ۱- اس سے آخذا اور حاجت مند کا بھرم قائم رہتا ہے اور مروت و عزت نفس کو ٹھیس نہیں لگتی۔

کیوں کہ بصورت دیگر یہ خطرہ ہے کہ اس تعفف و وقار سے وہ محروم ہو جائے گا۔ جس کی وجہ سے معاشرہ میں اس کی ایک حیثیت ہے۔

۲- اس سے عوام الناس کے حسد و رشک سے محفوظ رہتے ہیں اور ان کی زبانیں سوء ظن اور غیبت کا ارتکاب نہیں کرتی۔ ایسی بات

ہے کہ اکتفاء نے ہمیشہ اس کا پاس اور لحاظ رکھا ہے۔

**ابو سختیانی ابوب رحمہ اللہ کا قول:**۔ ابو ایوب سختیانی رحمہ اللہ کا کہنا ہے ”میں بسا اوقات اس لیے لباس فاخرہ نہیں پہنتا کہ مبادا میرے

پڑوسیوں میں اس سے رشک و حسد کی آگ نہ بھڑک اٹھے۔ ایک زاہد کہتے ہیں میں بعض اشیاء اس بنیاد پر استعمال نہیں کرتا۔ کہ اس سے میرے بعض بھائیوں کو نفسانی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ابراہیم انبی رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ نیا کرتہ پہن لیا اس پر بعض جاننے والوں نے پوچھا کہ یہ کہاں سے حاصل ہوا۔ انہوں نے کہا کہ خیمہ نے دیا ہے اور اگر مجھے یہ پہلے معلوم ہوتا۔ کہ تم اسے پہچانتے ہو تو میں ہرگز نہ پہنتا۔

۳- ایک فائدہ اس میں یہ ہے کہ اس سے چوری چھپے نیک کام انجام دینے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور یہ ایک اچھا جذبہ ہے۔ اسرار

کے بارے میں یہ معلوم رہنا چاہیے۔ کہ یہ مرحلہ اسی وقت تک اسرار ہے۔ جب تک دو شخصوں تک محدود رہے۔ یعنی معطی اور حاجت مند تک۔

ان سے آگے بڑھا تو پھر اظہار کی حدود میں داخل ہو گیا۔ جو ناپسندیدہ ہے۔ ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ اس کا اندازہ ان واقعات سے

لگائیے۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۹۵)

**اسرار و اظہار میں عملی فرق:**۔ ایک صاحب نے ایک عالم کو بھرے مجمع میں کچھ دینا چاہا۔ تو انہوں نے معذرت کی اور قبول نہ کیا۔

ایک دوسرے نے خلوت میں پیش کیا۔ تو انہوں نے لے کر رکھ لیا۔ پوچھا گیا کہ حضرت! اس میں کیا مصلحت ہے؟ انہوں نے فرمایا پہلی حرکت

سوء ادب کے مترادف تھی۔ اس لیے میں نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور دوسرے طریق میں چوں کہ حسن ادب ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس لیے

اس کی قدر کرنا ضروری تھا۔ ایک صوفی کی ایک صاحب نے برسر عام خدمت کرنا چاہی۔ انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور جو کچھ وہ دینا



چاہتے تھے۔ اس کو انہیں پر لوٹا دیا وجہ دریافت کی گئی۔ تو فرمایا تم نے اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کیوں ٹھہرانا ضروری خیال کیا۔ میں نے صرف اس شرک کو تمہارے منہ پر دے مارا ہے۔

سفیان رحمہ اللہ کہا کرتے تھے۔ کہ اگر مجھے کسی شخص کے متعلق یہ یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ وہ اپنے صدقات کا چرچا نہیں کرتا تو مجھے قبول کر لینے پر کوئی عذر نہیں ہوتا۔

۴- علانیہ صدقات قبول کرنے سے مومن کی تذلیل ہوتی ہے۔ کیوں کہ مومن کیلئے ضروری ہے کہ اس عزت و آبرو کے جو ہر نفس کی ہر قیمت پر حفاظت کرے۔

۵- اخفاء میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے آخذ یا لینے والا دوسروں کو شریک ٹھہرانے کے خدشہ سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ خدشہ اس حدیث کی بنا پر ابھرتا ہے۔

”من اهدى له هدية و عنده قوم فهم شركاء فيها“۔ (۷) ”جس شخص کو کوئی ہدیہ بھیجا جائے اور اس حالیکہ اس

کے پاس کچھ لوگ بھی بیٹھے ہیں۔ تو اس ہدیہ میں اُس کا بھی ساجھا ہے۔“ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۹۵-۱۹۶)

**صوفیاء کے اظہار اعمال کے دلائل:**۔ جن حضرات کے نزدیک اظہار افضل ہے اور جو یہ سمجھتے ہیں کہ صدقات کے بارے میں بات چیت اور گفتگو کرنے میں نہ صرف یہ کوئی مضائقہ نہیں بلکہ خوبیاں ہیں۔ ان کے نزدیک ان میں چار معانی ایسے پائے جاتے ہیں۔ جو اخفاء میں پائے نہیں جاتے۔

۱- کھلے بندوں صدقات وصول کرنے میں انسان اخلاص کا زیادہ لحاظ رکھتا ہے۔ یعنی اپنی حالت کو چھپاتا نہیں۔ بلکہ کوشش کرتا ہے کہ ریا کاری کے دوائی سے بچا رہے۔

۲- اس سے جاہ و منزلت کا پندار جاتا رہتا ہے۔ عبودیت کا اظہار ہوتا ہے اور حاجت مند گویا ہر نوع کے کبر و دعویٰ استغناء سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے ایک عارف نے اپنے ایک مرید سے کہا کہ اگر تمہیں صدقہ یا خیرات کی کوئی چیز قبول کرنی ہی پڑے۔ تو اس میں اظہار سے کام لے۔ کیوں کہ تیری حالت دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اس سے دینے والوں کی نظروں سے گرجائے گا۔ ایک اعتبار سے یہ اخفاء ہی ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ تو اہل دولت و ثروت سے کوئی توقع ہی نہ رکھ سکے گا۔ دوسرے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اہل ثروت تمہارے صدق کی بنا پر تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔ اس میں بھی خیر کا یہ پہلو پنہاں ہے کہ اس سے ان کو فائدہ پہنچے گا۔

۳- عارف کی نظریں اللہ تعالیٰ کی توحید پر جمی رہتی ہیں اور وہ سر و اظہار میں کوئی فرق نہیں پاتا۔ اس کے نزدیک اگر کوئی مخلوق میں سے حاضر ہے۔ تو کچھ حرج نہیں۔ غائب ہے تو کچھ پروا نہیں۔ بلکہ احوال کے اس اختلاف ہی کو یہ شرک ٹھہراتا ہے۔ اصل مقصود تو اللہ کی ذات ہے اور وہ چوں کہ حاضر و شاہد ہے اس لیے اظہار میں کیا مضائقہ ہے؟ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۹۶-۱۹۷)

**توحید کی اصلی روح:**۔ یہی وہ نکتہ ہے جو اس حکایت میں مضمحل ہے۔ ایک بزرگ سے متعلق مشہور ہے۔ کہ وہ اپنے مریدوں میں سے ایک کو خصوصیت سے چاہتے تھے اور ان کی طرف ان کا میلان زیادہ رہتا تھا۔ اس پر ان کے دوسرے مریدوں کو قدر تارنج تھا۔ کہ شیخ کی خدمت و توقیر میں تو ہم سب برابر ہیں۔ لیکن ان کا گوشہ چشم کچھ ادھر زیادہ منگفت رہتا ہے۔ شیخ نے ان کی اس کمزوری کو بھانپ لیا اور اپنے اس مرید کی خوبیوں کو ظاہر کرنے کی خاطر ان سب کو ایک ایک مرغا دیا اور کہا کہ اس کو ایسی جگہ لے جا کر ذبح کرو۔ جہاں خلوت ہو اور کوئی تمہیں دیکھ نہ رہا ہو۔ سب نے مرغا لے لیا۔ مگر اس مرید نے معذرت کی اور کہا کہ صاحب میں ایسا نہیں کر سکتا۔ شیخ نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ جناب ایسی کونسی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ شاہد و ناظر نہیں۔ شیخ مسکرائے اور کہا کہ تمہاری اسی توحید کی وجہ سے میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔

۴- اس میں ایک بین فائدہ یہ ہے کہ اس طرح سنت شکر اور تقاضائے امتنان کی پیروی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد

ہے۔ ”امابنعمۃ ربک فحدث“ (ضحیٰ: ۱۱) اپنے پروردگار کی نعمتوں کا ذکر کرتے رہنا۔

کتمانِ نعمت گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بخل کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

”الذین یبخلون و یأمرون الناس بالبخل و یکتُمون ما اتاهم اللہ من فضله“ (نساء: ۲۷)

”جو لوگ بخل اختیار کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل پر ابھارتے ہیں اور اللہ نے جو کچھ دے رکھا ہے اس کو چھپاتے ہیں۔“

ایک حدیث میں اس مضمون کو یوں بیان کیا گیا ہے۔ ”اذا انعم اللہ علی عبد احب ان تری نعمته علیہ۔“ (۸)

”اللہ جب اپنے کسی بندے پر احسان کرتا ہے تو چاہتا ہے کہ اس کے اثرات کو اس پر دیکھے۔“

ایک بزرگ رحمہ اللہ سے متعلق روایت ہے کسی نے ان کو پوری چھپے کچھ دینا چاہا انہوں نے اس کا اظہار و اصرار کیا اور کہا کہ چوں کہ یہ امور

دنیا میں سے ہے۔ اس لیے اس میں اعلان و اظہار ہی اولیٰ ہے اور سر و خفاء ان امور میں افضل ہے جو آخرت سے متعلق ہوں۔

(تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۹۷-۱۹۸)

### صوفیاء کرام اور روزہ کی اہمیت

رمضان کا روزہ ربیع ایمان میں داخل ہے کیوں کہ اس کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

”الصوم نصف الصبر، الصبر نصف الايمان“ (ترمذی، الحلیہ لابی نعیم) ”روزہ آدھے صبر کے مترادف ہے۔ صبر

نصف ایمان کے برابر ہے۔“

پھر اس میں مزید خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اس لحاظ سے اس کو تمام عبادات

سے ممتاز قرار دیا ہے۔ حدیث میں ہے: ”یضاعف کل حسنة بعشر امثالها، الی سبع مائة ضعف الا الصيام فانه

لی وانا اجزی به“۔ (بخاری و مسلم)

”ہر نیکی کا اجر دس گنا سے زائدہ تک ہے لیکن روزہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ یہ میرے لیے مخصوص ہے۔ اس لیے اس کے

اجر کی تعیین میرے ذمہ ہے۔“

قرآن کریم کی ایک آیت میں بھی اس چیز کی طرف اشارہ ہے: ”انما یوفی الصابرون بغیر حساب“

جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے شمار ثواب ملے گا۔

اور چوں کہ روزہ نصف صبر کے ہم پلہ قرار دیا گیا ہے۔ لہذا اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ عبادت کی ایسی نوعیت ہے۔ کہ جس میں ناپ تول،

اور حساب و ریاضی کی حد بندیوں کو دخل نہیں۔

اس سے بڑھ کر اس کی فضیلت کا اندازہ اس حدیث سے لگائیے۔

”والذی نفسی بیدہ لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک، الخ“۔ (بخاری و مسلم)

”اس ذات گرامی کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ صائم کی منہ کی بو اللہ کے ہاں مشک کی شمیم فرحت

آفریں سے کہیں زیادہ پاکیزہ ہے۔“

روزہ رکھنے والے کیلئے جنت کا ایک مخصوص دروازہ ہوگا۔ جس میں صرف وہی داخل ہو سکے گا۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

”للجنة باب یقال له الریان لا یدخله الا لصائمون و هو موعود بقاء اللہ تعالیٰ فی جزاء صومه“۔ (مسلم و بخاری)

”جنت میں ایک دروازہ ”ریان“ نامی ہے جس میں روزہ داروں کے سوا اور کوئی داخل نہیں ہو پائے گا۔ روزہ داروں

سے اللہ تعالیٰ کے لقاء کا بھی وعدہ ہے۔“ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۰۳-۲۰۴)

**روزہ کو امتیاز کیوں حاصل ہے؟:-** سوال یہ ہے روزہ کی فضیلت اس درجہ کیوں ہے؟ اور اس کو دیگر عبادات پر یہ امتیاز کیوں حاصل ہے۔ اس کی دو وجہیں سمجھ آتی ہیں۔ ایک یہ کہ دوسری تمام عبادات ایسی نہیں۔ کیوں کہ ان عبادات کو ہر کوئی دیکھ سکتا ہے۔ لیکن روزہ کا تعلق یکسر انسان کے باطن سے ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا اور کوئی نہیں معلوم کر سکتا کہ فلاں شخص روزہ سے ہے یا نہیں ہے۔ دوسرے اس سے جتنا شیطان قابو میں آتا ہے اور جس قدر اس کی راہیں بند ہوتی ہیں اور کوئی عبادت اس معاملہ میں اس کی ہم سر نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ شیطان اور اس کی کارفرمائیاں اس سے زیادہ کیا ہیں کہ شہوات و خواہشات کا سب سے بڑا وسیلہ ہیں۔ کہ جس کو آلہ کار بنا کر یہ انسان کو گمراہ کرتا ہے اور روزہ سے چون کہ یہ سارا کارخانہ ہی طبیعت و اقتضاء کے دائرہ سے نکل کر اطاعت و فرمانبرداری کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے اور اس کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں شیطان کی قوتوں کو فتح کرنے اور قلع قمع کرنے سے یہ مطلب بھی ہے۔ کہ آپ نے اللہ کی طرف نصرت کا ایک قدم بڑھایا اور جب آپ نے اس کی طرف قدم بڑھایا تو اس کے صلہ میں اس کی رحمتیں بھی جوش میں آ جاتی ہیں۔

”ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم“۔ (محمد: ۷) اگر تم خدا کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ثبات بخشنے گا۔“ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۰۴-۲۰۵)

### صوفیاء کے نزدیک روزہ کے اسرار و معنوی شرطیں

**روزہ کے تین مدارج:** روزہ کیا ہے؟ اس کی حقیقت جاننے کیلئے ضروری ہے کہ اس سے متعلقہ مدارج کی تفصیل معلوم کی جائے۔ اس کے تین معروف درجے ہیں۔ صوم عموم..... عوام کا روزہ۔ صوم خصوص..... خواص کا روزہ۔ صوم خصوص الخصوص..... یا ان لوگوں کا روزہ جو اللہ کے خاص الخالص بندے ہیں۔

**صوم عموم:**۔ سے مراد یہ ہے کہ صائم کم از کم اپنی ذمہ داریوں کو قبول کرے۔ یعنی کھانے پینے یا جنسی تقاضوں کی حد تک اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کرے۔

**صوم خصوص:**۔ اس سے کچھ زیادہ کا طالب ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ ہاتھ، پاؤں، ناک، کان اور لسان تمام اعضا و جوارح اپنے کو کسی معصیت سے آلودہ نہیں ہونے دیں گے اور صائم اس بات کا پابند ہوگا۔ کہ ان کو ہر طرح کی آلودگی اور فحور سے بچائے رکھے گا۔

**صوم خصوص الخصوص:**۔ کا تقاضا اس سے بھی آگے کی منزل کا ہے۔ اس سے یہ مقصود ہے۔ کہ دل افکار ماسوی اللہ سے بالکل آزاد ہو جائے گا اور فکر و تدبر کی تمام صلاحیتوں کا بجز خدا کی ذات اور امور آخرت اور کوئی مدارج مجور نہیں رہے گا۔ اسی کی محبت، اسی کی دھن اور اسی کا نام اور اسی کا ذکر اسی کا وظیفہ حیات ٹھہرے گا۔

اس منزل میں اخلاص و رسوخ کس درجہ کا ہونا چاہیے۔ اس پر یوں غور کیجئے کہ جہاں عوام کا روزہ کھانے پینے کی اشیاء سے ٹوٹ جاتا ہے۔ وہاں ان کے ہاں اس کی نزاکت کا یہ حال ہے۔ کہ اگر کسی نے دنیا کے بارے میں ذرا سوچ لیا تو بھی روزہ کی برکات سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۰۶-۲۰۵)

**دنیا کی تعریف اربابِ قلوب کے نقطہ نظر سے:**۔ دنیا کے لفظ سے دھوکا میں نہیں پڑنا چاہیے یہ دنیا جو اربابِ قلوب کیلئے بمنزلہ افطار کے ہے۔ وہ ہے جو کسی طرح بھی زیادہ آخرت نہ بن سکے اور عقبی میں کام نہ آسکے۔ اس میں دین کا کوئی پہلو مد نظر نہ ہو اور وہ دنیا جو بہر حال آخرت کا توشہ ہے اور عقبی کی بھلائوں کا پیش خیمہ ہے اس کو دین ہی کا ایک ضروری حصہ سمجھنا چاہیے۔ اس نظام خصوص الخصوص میں قدم دھرنے سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ صائم اس عالم ذلیل اور کارخانہ فنا کے ہر فکر اور ہر تشویش سے مخلصی حاصل کر لے۔ یہاں تک کہ اگر دن کے

وقت اس نے اپنی افطاری سے متعلق غور کر لیا، تو محض اتنا کرنے سے اس کا نام گنہگاروں کی فہرست میں لکھ لیا گیا۔ یہ رُتیبہ بلند آسانی سے حاصل ہونے والا نہیں۔ اس پر انبیا علیہم السلام فائز ہوتے ہیں، صدیق فائز ہوتے ہیں اور ان حضرات کو ان سے بہرہ مندی کے مواقع میسر ہوتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے مقررین خاص ہیں۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۰۷)

**صوم مخصوص کا نقشہ اور شرائط:**۔ اس مقام و درجہ کی دیگر تفصیلات کیا ہیں؟ اس پر مزید حاشیہ آرائی ممکن نہیں۔ کیوں کہ یہ قصہ زبانی جمع خرچ اور قیل و قال سے متعلق نہیں۔ بلکہ کچھ حکایت عمل سے تعلق رکھنے والی کیفیت ہے۔ جس کی حقیقت عمل اور صرف عمل ہی سے واضح ہو سکتی ہے۔ دو لفظوں میں اس کیفیت کا حاصل یہ ہے کہ کوئی شخص کلیۃً اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے اور ارادہ و ہمت کی پوری پوری قوتوں کے ساتھ غیر اللہ سے اپنا رخ پھیر لے۔

**صوم مخصوص کی تفصیل:**۔ جس کو ہم صوم صالحین سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ یہ ہے کہ روزہ دار اپنے اعضا و جوارح کو ہر طرح کی آلودگی و آلائش معصیت سے بچائے رکھے اس کی تفصیل چھ امور کی تکمیل چاہتی ہے۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۰۷)

**امراؤں:**۔ نظر و بصر کو مخصوص رکھا جائے اور کوشش کی جائے کہ اس کا ہدف نہ تو کوئی ناجائز و مکروہ بات ہو اور نہ کوئی ایسا منظر ہو جو اپنی طرف الجھالے اور یاد الہی کو بھلا دے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

”المنظرة سهم مسموم من سها م ابليس لعنه الله فمن تركها خوفا من الله اتاه الله عز وجل ايمانا يحل حلاوته في قلبه“۔ (متدرک)

”غیر محرم عورت کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا ابلیس مردود کے تیروں میں سے ایک زہر یلا تیر ہے۔ سو جو کوئی اللہ کے خوف سے اس سے باز رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کی اس نعمت سے مالا مال کرے گا۔ جس کی شیرینی یہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔“

ایک اور حدیث میں ہے: ”خمس يفطرن الصائم الكذب والغيبة والنميمة واليمين الكاذبة والنظرة بالشهوة“ (ان پانچ چیزوں سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، جھوٹ، چغلی، نمائی، جھوٹی قسم، اور شہوت بھری نظریں۔) (تعلیمات غزالی، ص: ۲۰۹)

**امر ثانی:** زبان کو اس سے متعلقہ عیوب سے باز رکھا جائے۔ جیسے ہذیان جھوٹ، غیبت، چغلی، فحش گوئی، سخت کلامی، جھگڑا اور ریا کارانہ کلمات، ایجابی صفات اس میں یہ پیدا ہونی چاہئیں کہ لایعنی امور میں سکوت کو ترجیح دے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے اور تلاوت قرآن مجید میں مصروف و منہمک۔

غیبت کے بارے میں حضرت سفیان رحمہ اللہ کا قول ہے: ”الغيبة تفسد الصوم“ (غیبت روزہ میں خلل پیدا کرتی ہے)

مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ ”خصلتان يفسدان الصيام الغيبة والكذب“  
”دو خصالتیں ایسی ہیں جو روزہ کو بگاڑ دیتی ہیں۔ ایک غیبت، دوسرا جھوٹ۔“

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: ”انما الصوم جنة فاذا كان احدكم صائما فلا يرفث ولا يجهل و ان امرء قاتله او شاتمته، فليقل اني صائم، اني صائم“ (خرائطی نے مکارم الاخلاق میں ذکر کیا ہے) روزہ صائم کیلئے بمنزلہ سپر کے ہے۔ سو جو کوئی تم میں سے روزہ رکھے وہ تو فحش گوئی نہ کرے نہ لڑے جھگڑے اور اگر اسے کوئی لکارے یا گالی گلوچ پرائے تو یہ کہہ کر ٹال جائے کہ بھائی میں تو روزہ سے ہوں میں تو روزہ سے ہوں۔“ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۰۹)

**امر ثالث:** کان کے پردوں پر کوئی ایسی آواز دستک نہ دے۔ جو معصیت کی طرف بلانے والی ہو۔ ممنوع اور حرام چیزوں کی طرف ملتفت ہونا کتنا برا ہے۔ اس کا اندازہ اس آیت سے کیجئے کہ قرآن نے اس میں ہر طرح جھوٹی باتوں کو سننے اور سو دکھانے والے کو ایک ہی صف میں رکھا ہے۔

”سمعون للكذب اكلون للسحت“ (مائدہ: ۲۲) ”یہ جھوٹی باتیں بنانے کیلئے جاسوسی کرنے والے اور سوکھانے والے ہیں۔“

دوسری جگہ اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے: ”لو لا ینہا ہم الربانیون و الاحبار عن قولہم الاثم و اکلمہم

السحت“ (مائدہ: ۶۳)

”بھلا ان کے مشائخ اور علماء ان کو گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح کسی کی برائی بیان کرنا گناہ ہے اسی طرح اس پر خاموش رہنا اور سننا بھی معصیت ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۰۹)

**امر بالمعروف:** یہی بقیہ اعضا کا حکم ہے۔ ہاتھ پاؤں اور جسم کے دوسرے کل پرزے ہر طرح کی معصیت سے مجتنب رہیں۔ کیوں کہ اگر کسی شخص نے دن بھر پیٹ میں مثلاً حرام چیز نہ جانے دی۔ مگر افطاری کے قریب معدہ کو حرام سے پر کر لیا تو یہ پر لے درجے کی بے وقوفی ہوگی اور اس پر عربی کی یہ مثل صادق آئے گی۔

”بنی قصر اوہدمہ بلدة“ ایک محل تعمیر کیا، لیکن پورا شہر ملیا میٹ کر کے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۱۰)

**باہمی فرق کا ازالہ:**۔ معانی باطنہ اور فقہاء ظاہر و باطن میں فرق: یہ ہیں وہ معانی باطنہ جن کو روزوں میں ملحوظ رکھنا لازم ہے اور جن کے بغیر ان میں کیفیت و لطف پیدا نہیں ہو پاتا اس پر اگر کوئی کہہ دے کہ فقہاء تو اس قدر سختیاں اور شرائط عائد نہیں کرتے۔ بلکہ وہ تو کہتے ہیں کہ اگر ایک شخص کھانے پینے میں شرعی احتیاط کا خیال رکھتا ہے اور جنسی تقاضوں سے بھی بچا رہتا ہے تو اس کا روزہ بغیر کسی شبہ اور کھٹک کے صحیح ہے۔ سوال یہ ہے کہ فقہاء کی اس یقین دہانی کے بعد ان دقائق کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے؟

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ فقہاء ظاہر اور علماء باطن کا دائرہ بحث و فکر الگ الگ ہے۔ فقہاء صرف اس پر اکتفا کرتے ہیں کہ ظاہر کی حد تک دلائل و شرائط کی تفصیل بیان کر دیں۔ ان پر یہ فرض قطعاً عائد نہیں ہوتا۔ کہ معانی باطنہ کی کھوج لگائیں اور بتائیں کہ جھوٹ یا غیبت کا مثلاً روزہ کی روحانیت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ برخلاف علماء باطن کے کہ یہ اس بات کے مکلف ہیں۔ کہ عبادات کی روح بھی متعین کریں اور اس کے لوازم و شرائط کی چھان بین بھی کریں۔ رہی یہ بات کہ اس امور باطنہ کی اہمیت کیا ہے؟ تو اس کا اندازہ فریقین کے دلائل سے کیجئے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ فقہاء کے دلائل نسبتاً زیادہ کمزور ہیں اور علماء باطن جن حقائق پر زور دیتے ہیں۔ ان کا موقف زیادہ مضبوط اور مستحکم ہے۔

(تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۱۴)

**فقہاء اور علماء ظاہر کے مخاطبین الگ الگ ہیں:**۔ پھر ایک فرق یہ بھی ہے کہ دونوں کے مخاطبین الگ الگ ہیں اور دونوں کے مقاصد جدا جدا ہیں۔ یعنی فقہاء کی اگر یہ کوشش ہے کہ اس گروہ کو دین کی موٹی موٹی حقیقتیں سمجھائیں جو دنیا کے دین پر مٹا ہوا ہے اور دین کی جانب سے بالکل غافل ہے تو علماء باطن کا مخاطب وہ طائفہ ہے جو فرائض کی حد تک گو پوری طرح لیس ہے مگر اس پر قانع نہیں۔ بلکہ مزید ترقیات کا خواہاں ہے اور مزید درجات کا طالب ہے ایک فرق دونوں میں یہ ہے کہ فقہاء کی پرواز زیادہ سے زیادہ تصحیح اعمال تک ہے۔ آگے نہیں لیکن اربابِ قلوب، قبولیت کے جوئیاں ہیں۔ ببین تفاوت رہ از کجاست تاہ کجا (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۱۴)

**روزہ کا اولین اور بنیادی مقصد:**۔ روزہ کا اولین اور بنیادی مقصد مخلوق باخلاق اللہ ہے اور اللہ کے اخلاق کے ساتھ ہم رنگ رہنے کے معنی مقامِ صمدیت تک پہنچنا ہے اور ملائکہ کی صف میں کھڑا ہونا ہے۔ یہ ملائکہ کیا ہیں؟ ایک ایسی مخلوق جو گناہ اور معصیت کے پھیر میں گرفتار نہیں۔ بلکہ جس کا وظیفہ حیات ہی اطاعت و بندگی ہے۔ لہذا انسان جس قدر خواہشات سے اونچا اٹھے گا۔ اسی نسبت سے ملکوتیت سے متصف ہوگا اور جس نسبت سے ہوس و آرز کے پھندوں میں پھنسے گا۔ اسی نسبت سے ملائکہ سے دور ہوتا چلا جائے گا۔ اب جب روزہ کے معنی اربابِ قلوب کے نزدیک یہ ٹھہرے کہ اس کے ذریعہ مقامِ صمدیت سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ تو روزہ کے اس تصور پر یہ حضرات کیوں کر مطمئن ہو سکتے ہیں۔ کہ ایک وقت خاص تک تو روٹی کا ایک بھورا اور پانی کا ایک قطرہ بھی حلق کے اندر نہ جانے پائے۔ لیکن جب وہ وقت گزر جائے تو پھر

پیٹ کا کوئی گوشہ ایسا نہ رہے۔ جو بھرنہ جائے اور یہ کہ دسترخوان کھانوں کی تمام اقسام سے آراستہ ہو۔ کیوں کہ اگر روزہ کا مفہوم اسی قدر ہوتا۔ تو آنحضرت ﷺ کیوں ارشاد فرماتے: ”کم من صائم لیس له من صومه الا الجوع والعطش“

کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں۔ کہ جن کو روزہ سے بجز بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل ہونے والا نہیں۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۱۴-۲۱۵)

### امام غزالی رحمہ اللہ کے نزدیک فضائل مدینہ

**دیار حبیب ﷺ کی برکتیں:**۔ مکہ مکرمہ کے بعد مدینہ سے بڑھ کر خیر و برکت کی اور کوئی جگہ نہیں۔ اس میں اعمال و حسنات کا درجہ کہیں زیادہ ہے آنحضرت ﷺ نے نماز کے بارے میں فرمایا ہے: ”صلوة فی مسجدی هذا خیر من الف صلاة فیما سواہ الا المسجد الحرام“ (بخاری و مسلم) ”میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھ لینا دوسری مسجدوں میں ہزار نماز پڑھنے سے بھی بہتر ہے۔ ہاں مسجد حرام کا درجہ اس سے بھی زیادہ ہے۔“ اور یہ خصوصیت صرف نمازوں کو ہی حاصل نہیں اس میں ہر عمل اور ہر نیکی المضاعف اجر چاہتی ہے۔ مزید براں یہیں رہ جانے اور زندگی گزارنے میں جو لطف ہے آنحضرت ﷺ نے اس کی طرف خصوصیت سے ارشاد فرمایا ہے۔

”من استطاع ان یموت بالمدينة فلیمت فانہ ان یموت بها احسن الا کنت له شفیعا یوم القیامة“ (متفق علیہ)

”جو مدینہ میں تمام عمر رہ سکتا ہے اسے رہنا چاہیے کیونکہ جو کوئی بھی اس سر زمین میں مرے گا میں قیامت کے روز اس کی

سفارش کروں گا۔“ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۲۵)

**مسجد نبوی ﷺ اور مزار پر حاضری کی کیفیات:**۔ جب مسجد نبوی ﷺ کا منظر دلنواز سامنے آئے اور اس میں قدم دھرنے کی سعادت حاصل ہو۔ تو کچھ اس طرح کا نقشہ نظر و بصر کے سامنے پھر جانا چاہیے کہ یہ وہ مقام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی سجدہ گاہ قرار دیا۔ جس میں مسلمانوں کے پہلے اور بہترین گروہ نے عبادت فرائض انجام دیئے اور یہی وہ مقام ہے کہ زندہ حضرات میں سے بہترین اور چیدہ افراد صبح و شام اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور جو مرنے والوں میں سے بہتر اور اعلیٰ ترین ہستیوں کو اپنے آغوش میں لیے ہوئے ہے۔ لہذا یہاں آنے کا جب اتفاق ہو۔ تو خشوع و عظمت کے جذبات کا ان پر پورا پورا غلبہ و استیلا ہونا چاہیے اور کیوں نہ ہو یہ تو جگہ ہی ایسی ہے، کہ ہر ہر دل جس سے متاثر ہو اور ہر ہر مومن جہاں وفور کیفیات سے مست ہو۔ اولیں قرنی رحمہ اللہ کے بارے میں ابو سلیمان رحمہ اللہ کی روایت ہے۔ کہ جب یہ مدینہ آئے اور ان سے کہا گیا۔ یہ ہے آنحضرت ﷺ کا مزار ہے۔ تو ان پر غش طاری ہو گیا۔ جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے۔ باللہ مجھے کسی طرح یہاں سے نکالیے۔ میں ایسی جگہ ہرگز نہیں رہنے کا جہاں محمد رسول اللہ ﷺ مدفون ہوں۔

**مزار اقدس پر حاضری کے آداب:**۔ مومن نہ تو روضہ کی دیوار کے بالکل قریب کھڑا ہو اور نہ اس کو چھوئے بلکہ ذرا فاصلہ پر ادب و احترام سے کھڑا ہو کر دیدہ و نگاہ کیلئے سامان لذت فراہم کرے اور یہ سمجھے کہ گویا آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں ان کے سامنے حاضر ہو رہا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ ”ان الله تعالیٰ وکل بقبرہ ملکاً یبلغہ سلام من سلم علیہ من امتہ“

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے۔ جس کے فرائض میں یہ داخل ہے کہ درود و سلام بھیجنے

والے کا سلام و درود ان تک پہنچا دے۔“

اس سلسلہ میں یاد رہے کہ درود و سلام تو اس شخص کا بھی آنحضرت ﷺ تک لے جایا جاتا ہے، جو مدینہ سے باہر ہے۔ اس لیے جس نے وطن اور ملک کو محض اس شوق کی بنا پر چھوڑا اور شہداء و سفر برداشت کیے۔ کہ آنحضرت ﷺ سے شرف ملاقات حاصل کرے گا۔ وہ اگر یہاں آکر روضہ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے اور درود و سلام کے تحائف بھیجتا ہے تو اس کے پہنچ جانے اور خلعت قبول پانے میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو زائرین کے آنے اور زیارت کرنے کی باقاعدہ اطلاعات دی جاتی ہیں۔

منبر رسول ﷺ کو دیکھ کر کس انداز کا نقشہ فکر و نظر کے سامنے آنا چاہیے۔ اس کے بعد مسجد نبوی ﷺ میں منبر رسول ﷺ کی زیارت کرنا چاہیے اور چشم تصور کے سامنے یہ منظر لانا چاہیے۔ کہ گویا آنحضرت ﷺ اس پر تشریف فرما ہیں اور مہاجرین و انصار کے مختلف گروہوں نے آپ ﷺ کو گھیر رکھا ہے۔ آپ ﷺ کو عطف فرما رہے ہیں اور ان میں اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی روح پھونک رہے ہیں۔ یہ ہیں وہ اسرار و اعتبارات کہ مناسک حج میں جن کی رعایت ضروری ہے۔ جب ان سے انسان فارغ ہو چکے تو اس کو اپنے قلب و جگر کا جائزہ لینا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ کیا اس کا دل انہیں کیفیات سے معمور ہے۔ کیا دنیا سے بیزار ہوا ہے اور دارالبقاء سے اس کی محبت بڑھی ہے اور آیا اس کے اعمال شرع کی ترازو میں پورے اترتے ہیں۔ اگر یہ کیفیات دل میں موجود ہیں۔ تو اس کا حج قبول ہوا اور اس کا نام زمرہ محبوبین میں لکھا گیا۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو پھر اندیشہ ہے کہ کہیں اس کو سوا غضب و پیشیانی کے اور کچھ حاصل نہ ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس محرومی سے ہر ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ (تعلیمات غزالی ص: ۲۵۳-۲۵۴)

**ایام حج میں کثرت ذکر کے دلائل:** تلاوت قرآن کے بعد ذکر سے بڑھ کر اور کوئی عبادت نہیں۔ اس کے متعلق قرآن میں جا بجا تصریحات آئی ہیں۔

”فأذکرونی اذکرکم“ (سورہ بقرہ: ۱۵۲) سو تم مجھے یاد کیا کرو۔ میں تمہیں یاد کیا کروں گا۔ ﴿اذکروا اللہ ذکراً کثیراً﴾ (احزاب: ۴۲) ”اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو“ ﴿فإذا افضت من عرفات فاذکرو اللہ عند المشعر الحرام، واذکروا کما ہدانا کم“ (بقرہ: ۱۹۰) اور جب عرفات سے واپس ہونے لگو تو مشعر حرام (مزدلفہ) میں خدا کا ذکر کرو۔ اور اس طرح ذکر جس طرح اس نے تمہیں سکھایا ہے۔ ﴿فإذا قضیت مناسککم فاذکرو اللہ کذا ذکرکم اباکم او اشد ذکراً﴾ (بقرہ: ۱۹۹) پھر جب حج کے تمام ارکان پورے کر چکو تو منیٰ میں خدا کو یاد کرو جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کرتے تھے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ﴿الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علی جنبہم﴾ (آل عمران: ۱۹۰) ”جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں۔ ﴿واذکرو ربک فی نفسک تضرعاً و خفیة و دون الجہر من القول بالغدو و الاصل﴾ (اعراف: ۲۰۵) اور اپنے پروردگار کو دل ہی دل میں عاجزی اور خوف سے اور پست آواز سے صبح و شام یاد کرو۔ ﴿ولذکر اللہ اکبر﴾ (عنکبوت: ۲۵) ”اور خدا کا ذکر کرنا بڑا اچھا کام ہے۔

منافقین کو ذکر سے البتہ کوئی لگاؤ نہیں ہوتا، چنانچہ ان کی اس محرومی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے فرمایا:

”ولایذکرون اللہ الا قلیلاً“ (نساء: ۱۴۲) اور خدا کی یاد ہی نہیں کرتے مگر بہت کم۔

احادیث و آثار کا اچھا خاصہ ذخیرہ بھی ذکر کے فضائل میں منقول ہے۔ ایک حدیث قدسی ملاحظہ ہو۔

”یقول اللہ عزوجل انا مع عبدی ما ذکرنی و تحرکت شفتاہ بی“ (مستدرک)

”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اپنے بندہ کے ساتھ اس وقت تک رہتا ہوں جب تک وہ میرے ذکر میں مشغول رہتا ہے اور جب تک اس کے ہونٹ میری یاد سے متحرک رہتے ہیں۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ”من احب ان یرتفع فی ریاض الجنة فلیکثر ذکر اللہ عزوجل“

جو ریاض جنت کی شمیم انگیزیوں سے بہرہ مند ہونا چاہتا ہے اور اس کے آثار اور میووں سے کام وہ ان کی تواضع کرنا چاہتا ہے۔ اسے چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ بہترین عمل کونسا ہے۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا۔

ان تموت ولسانک رطب بذکر اللہ عزوجل ”تیری موت اس عالم میں ہو۔ کہ تو اللہ کے ذکر سے رطب اللسان ہو۔“

ایک اور حدیث قدسی دیکھیے۔ اصحاب ذکر کیلئے کس درجہ ایمان افزا اور امید افزا ہے:

”يقول الله تبارك و تعالیٰ اذا ذكرني عبدی فی نفسه ذکرته فی نفسی واذا ذكرني فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر من ملاءه  
- واذا تقرب منی شبراً تقربت منه ذراعاً واذا تقرب منی ذراعاً تقربت منه باعاً واذا مشی الی هرولت الیه“  
”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب کوئی میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ برسر مجلس میرا تذکرہ کرتا ہے تو  
میں بھی اس سے کہیں بہتر جماعت میں تذکرہ کرتا ہوں اور اگر میرا بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھے۔ تو میں بقدر دو بالشت کے اس کی  
جانب ملتفت ہوتا ہوں اور اگر وہ دو بالشت بڑھے تو میں بقدر ایک ہاتھ کے اس کی طرف بڑھتا ہوں۔ پھر اگر وہ ایک ہاتھ کے انداز سے  
بڑھے۔ تو میں اس کی جانب لپک کے آتا ہوں۔“

یعنی نہ پوچھو۔ کہ میری توجہات و التفات کی سرعتوں کا کیا عالم ہوتا ہے؟ ذکر کا ایک فائدہ یہ ہے۔ کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے کچھ  
مانگنے کی حاجت نہیں رہتی۔ ”قال الله عز وجل من شغله ذكری عن مسئلتی اعطيته افضل ما اعطی سائلین“  
”اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو میرے ذکر میں اس درجہ مشغول رہا کہ مجھ سے کچھ طلب نہیں کر سکا۔ میں اس کو اتنا ہی دوں گا جتنا کسی بہترین  
سائل کو میں دے سکتا ہوں۔“

یہی نہیں بلکہ ایک عارف کے قول کے مطابق۔ اللہ تعالیٰ زا کر کی جملہ ضروریات انفرادی و اجتماعی کا مستکفل ہو جاتا ہے۔ حضرت معاذ بن  
جبل رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ ”لیس یتحسر اهل الجنة علی شیء الا علی ساعة مرت بهم، لم یذکر الله سبحانه فیها“  
”اہل جنت کو بجز اس کے اور کسی چیز پر افسوس نہیں ہوگا کہ کچھ لمحے یونہی غفلت میں بسر ہو گئے اور ان میں وہ اللہ کے ذکر سے محروم  
رہے۔“ (تعلیمات غزالی ص: ۲۵۷-۲۵۹)

**صوفیاء کے اجتماعی ذکر کے فضائل و دلائل:** جب ذکر کے یہ فضائل ہوئے تو ان مجالس کے کیا کہنے کہ جن کو ترتیب ہی اس لیے دیا گیا  
ہے کہ ان میں اللہ کے ذکر سے دلوں کو صیقل کیا جائے۔

ایک حدیث میں ہے: ”ما جلس قوم مجلساً یذکرون اللہ تعالیٰ لایریدون بذالك وجهه الا ناداهم مناد من السماء قوموا مغفورا  
قد بدلت لکم سیئاتکم حسنات“ جب بھی کوئی گروہ کسی ایسے اجتماع کا اہتمام کرتا ہے جس میں اللہ کا صرف اس کی خوشنودی کے پیش نظر ذکر کرنا  
مقصود ہو۔ تو ایک پکارنے والا پکار کر انہیں خوشخبری سناتا ہے۔ کہ جاؤ تمہارے گناہ بخش دیئے گئے اور تمہاری لغزشیں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔  
**ایک عارفانہ نکتہ:-** (ذکر اور میراث رسول ﷺ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ایک عارفانہ اور لطیف مذاق) صحابہ رضی اللہ عنہم کے  
دل میں ذکر کی کیا اہمیت تھی؟ اس کے بارے میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔ ایک دن اتفاق سے بازار میں جو یہ جانٹھے تو کیا  
دیکھتے ہیں کہ خرید و فروخت کرنے والوں کے کھٹھ کے کھٹھ لگے ہیں۔ کہنے لگے۔ لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم یہاں کاروبار میں مشغول ہو اور اسی مسجد  
نبوی میں آنحضرت ﷺ کی میراث بٹ رہی ہے۔ جاؤ اور اپنا حصہ لگاؤ۔ یہ ساری بھیڑ پلٹ کر مسجد میں آئی۔ تو یہ دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی۔ کہ یہاں کوئی  
بھی دولت و ثروت کی تقسیم میں مصروف نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا حضرت! یہ کیا مذاق سوچھا۔ آپ ﷺ کی مسجد میں تو اس قسم کی کوئی چیز نہیں۔ ابو ہریرہ رضی  
اللہ عنہ نے کہا تم نے مسجد میں جا کر کیا دیکھا۔ کہنے لگے یہی بس ایک حلقہ ذکرین کا۔ ذکر اور تلاوت قرآن میں منہمک ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔  
یہی میراث رسول ﷺ ہے۔ اللہ کی یاد اور ذکر یک طرفہ نہیں ہوتا۔ بلکہ کچھ اس ذات گرامی کو بھی اپنے یاد کرنے والوں سے دلچسپی ہے۔ ایک حدیث میں ہے:  
”ان لله ملائكة سياحين في الارض فضلا عن كتاب الناس فاذا وجدوا قوماً يذکرون الله عز وجل تنادوا هلموا  
الی بغیتکم فیحیون فیحفون بهم الی السماء فيقول الله تبارك و تعالیٰ الی شی ترکتہم عبادی یصنعونه فيقولون ترکتنا  
هم یحمدونک و یسبحونک فيقول الله تبارك و تعالیٰ هل راوونی فيقولون لا فيقول جل جلاله، کیف لو راوونی فيقولون لو  
راووک لکانوا اشد تسبیحاً و تحمیداً و تمجیداً فيقول له من ای شی یتعوزون فيقولون من النار، فيقول تعالیٰ هل راوها



فیقولون لا۔ فیقول اللہ عزوجل۔ فکیف لو راوہا فیقولون لو راوہا لکانوا اشد ہربا منها واشد نفورا۔ فیقول جل جلالہ و ای شی یطلبون فیقولون الجنة فیقول تعالیٰ و هل راوہا فیقولون لا فیقول تعالیٰ فکیف لو راوہا فیقولون لو راوہا لکانوا اشد علیہا حرصاً فیقول جل جلالہ انی اشہد کم انی قد غفرت لہم، فیقولون کان فیہم فلان لم یردہم انما جاء لحاجة فیقول اللہ عزوجل ہم قوم لا یشقی جلیسہم۔“ (ترمذی)

”اللہ تعالیٰ نے نامہ اعمال لکھنے والوں کے علاوہ دنیا میں کچھ ایسے فرشتوں کا تقرر بھی فرما رکھا ہے۔ جو گھوم پھر کر ذکرین کا پتہ چلاتے ہیں۔ پھر جب انہیں کسی ایسے مجمع کا علم ہوتا ہے۔ تو دوسروں سے کہتے ہیں۔ یہاں آؤ ہیں یہ وہ لوگ جن کی تم تلاش میں ہو۔ پھر یہ فرشتے اسی مجمع کے گرد آسمان تک گھیرا ڈال لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں۔ کہ تم نے ہمارے بندوں کو کس حال میں پایا یہ کہتے ہیں ان کو ہم نے تیری حمد و ثناء اور تسبیح بیان کرتے ہوئے پایا۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے۔ مگر کیا انہوں نے مجھے کبھی دیکھا بھی ہے۔ یہ کہیں گے جی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اور اگر یہ میری جھلک دیکھ پائیں تو ان کے شوق ذکر کا کیا عالم ہو؟ فرشتے کہیں گے جب تو مولا اسی کام میں لگے رہیں اور تیری تسبیح، تجید اور تمہید اس سے کہیں زیادہ زوروں سے بیان کریں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اور کس چیز سے پناہ طلب کرتے ہیں۔ یہ کہیں گے جہنم کی آگ سے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ کیا انہوں نے جہنم کی خوفناکیوں کا بھی مشاہدہ کیا ہے؟ یہ کہیں گے جی نہیں اللہ تعالیٰ کہے گا اور اگر یہ جہنم دیکھ پائیں تو یہ کہیں گے کہ پھر تو ان کا جہنم سے فرار اور بڑھ جائے یہ اور متنفر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اور یہ چاہتے کیا ہیں۔ یہ فرشتے کہیں گے تیری رضا۔ جنت! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اگر کہیں انہوں نے میری خوشنودی کے اس مرقع کو دیکھ لیا ہوتا تو ان کے شوق و طلب کا کیا حال ہوتا۔ یہ کہیں گے۔ جب تو اس میں اور اضافہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ تم گواہ رہو۔ کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ فرشتے کہیں گے۔ ان میں ایسا شخص بھی تھا۔ جو ذکر کی اس مجلس میں اپنے کسی کام کی وجہ سے آ بیٹھا تھا۔ اس کا مقصد ذکر و فکر نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ وہ قوم ہے کہ جن کا جلیس بھی محروم نہیں رہتا۔“ (تعلیمات غزالی، ص: ۲۶۰-۲۶۲)

### صوفیائے کرام کی تعلیمات میں نکاح کی اہمیت

اس کے بارے میں آیات قرآنی پر نظر ڈالیے۔ ”وانکحوا الایامی منکم“ (نور: ۳۲)  
 ”اور اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کے نکاح کر دیا کرو۔“ اس میں یہ نکتہ ملحوظ رہے۔ کہ نکاح کو بصیغہ امر ادا کیا ہے۔  
 ”فلا تعضلوہن ان ینکحنن ازواجہن“ (بقرہ: ۲۳۲) دوسرے شوہروں کے ساتھ جب وہ جائز طور پر راضی ہو جائیں نکاح کرنے سے مت روکو۔“  
 انبیاء و رسول ﷺ کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے: ولقد ارسلنا رسلاً من قبلك و جعلنا لہم ازواجاً و ذریۃ (رعد: ۳۸) ”اور ہم نے تم میں سے پہلے بھی پیغمبر بھیجے تھے اور ان کو بیویاں اور اولاد بھی دی تھی۔  
 اللہ کے وہ بندے جو ازدواجی زندگی کے رشتوں میں منسلک ہیں۔ ان کی دعاؤں کا اندازہ کیا ہوتا ہے؟ اس کو یوں بیان فرمایا ہے۔  
 ”والذین یقولون ربنا ہب لنا من ازواجنا و ذریاتنا قرۃ اعین“ (فرقان: ۷) ”اور وہ خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے دل کا چین اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما۔“  
 اس سلسلہ میں یہ بات بھی ملحوظ رکھنے کی ہے۔ کہ جتنے بھی پیغمبر علیہم السلام اس دنیا میں مبعوث ہوئے ہیں۔ وہ سب کے سب متاثر تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بھی شادی کی تھی۔ اگرچہ وظیفہ جنسی ادا نہیں کیا تھا اور حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں احادیث میں آتا ہے۔ کہ جب وہ دوبارہ آئیں گے تو اس پابندی کو قبول فرمائیں گے اور یہ پابندی ان کیلئے باعث برکت بھی ثابت ہوگی۔ یعنی صاحب اولاد ہوں گے۔  
 احادیث یہ ہیں: ”النکاح سنتی فمن رغب عن سنتی فقد رغب عنی، النکاح سنتی فمن احب فطرتی

فلیستن بسنتی“ نکاح میری سنت ہے اس لیے یاد رہے جس نے اس سے روگردانی اختیار کی۔ نکاح میری سنت ہے۔ سو جس کو میری یہ فطرت پسند ہے اس کو میری اس سنت پر عمل کرنا چاہیے۔“  
 ”من ترك التزويج مخالفة العيلة فليس منا“ جو نکاح افلاس کے اندیشے کے پیش نظر نہیں کرتا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔  
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ”لا يمنع من النكاح الاعجز او فجور“ نکاح سے دوہی آدمی باز رہ سکتے ہیں۔  
 ایک جس کو اس پر قدرت نہ ہو اور ایک جو بد معاش ہو۔

حبر امت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ ”لا يتم نسك الناسك حتى يتزوج“  
 ”عابد اور زاہد کا زہد اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ شادی نہ کرے۔“

ان کا مقصد غالباً یہ ہے۔ کہ جب تک کسی شخص کی شادی نہ ہو۔ اس کا دل خیالات و شہوات کی اذیتوں سے بچ نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے۔ اپنے غلاموں کے بارے میں بھی ان کا یہی معمول رہا۔ کہ جہاں وہ بالغ ہوئے۔ ان کو رشیت از دواج میں منسلک کر دیا۔ چنانچہ عکرمہ و کریم رحمہم اللہ کا نکاح ان کے مجبور کرنے سے طے پایا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نکاح کو صرف ایک ضرورت ہی تصور نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کا یہ خیال تھا کہ یہ ایک دینی خدمت بھی ہے۔ اس کی تائید میں ان کا یہ قول ملاحظہ ہو۔ ”لو لم يبق من عمري الا عشرة ايام لا حبيت ان اتزوج لكيلا القى الله عزياً“ (اگر میری زندگی کے بس ہی دن باقی ہوں۔ تب بھی میں شادی کرنا پسند کروں گا تاکہ اللہ سے اس حال میں ملاقات نہ ہو کہ میری کوئی بیوی نہ ہو۔)  
 معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں۔ اتفاق سے طاعون کا مرض پھیلا۔ اور ان دونوں کا انتقال ہو گیا۔ وہ خود بھی بیماری کی وجہ سے صاحب فراش ہوئے اور قریب تھا کہ داعی اجل کو لبیک کہیں۔ عین ان لمحوں میں ان کی یہ آرزو تھی۔

”زوجوني اني اكره ان القى الله عزياً“ میرے نکاح کا اہتمام کرو کیوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے مجرد یا رنڈوے کی حیثیت سے ملنا نہیں چاہتا۔  
 اس تمنا میں بھی یہی مذہبی روح کا فرما تھی۔ کہ ہر حالت میں از دواجی زندگی سے دوچار رہنا ضروری ہے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ: كثرة النساء ليست من الدنيا لان عليا رضی اللہ عنہ کان ازهد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وکان له اربع نسوة و سبع عشرة سريقة

عورتوں کی کثرت دنیا کے مفہوم میں شامل نہیں ہے کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں زہد و اتقاء کے درجہ قصویٰ پر فائز تھے چار تو بیویاں تھیں اور سترہ لونڈیاں تھیں۔

”ان کے علاوہ اولیاء و صلحاء کی ایک اچھی خاصی جماعت کا یہ خیال تھا۔ کہ تجرد سے تاہل کی زندگی افضل ہے۔ چنانچہ جب کسی نے ایک مرتبہ ابراہیم ادہم رحمہ اللہ کو ان کے تجرد پر مبارک باد دی اور کہا کہ آپ کو تو خوب خوب تجرد و انزوا کی لذتوں سے بہرہ مندی کے مواقع حاصل ہیں۔ تو انہوں نے جواب میں کہا۔“

”لروعة منك بسبب العیال افضل من جمیع ما انا فیہ۔“ اہل و عیال کی وجہ سے اضطراب و خون کی ایک خلش جن سے تم دوچار

ہو۔ ان تمام کیفیات پر بھاری ہے کہ جن سے میں گزر رہا ہوں۔“ (تعلیمات غزالی، ص: ۳۱۳-۳۱۶)

**نکاح معاشرہ کی اساس و بنیاد ہے:-** (خالص حیاتیاتی نقطہ نظر سے اس دعویٰ کی وضاحت) فوائد پانچ ہیں۔ (۱) اولاد، (۲) شہوت (۳) تدبیر منزل، (۴) کثرت عشرت، (۵) اور حقوق و فرائض کی نگہداشت کے سلسلہ میں مجاہدہ نفس۔ جہاں تک اولاد کا تعلق ہے۔ یہ کہنا چاہیے کہ نکاح کے باب میں اسی کو اصل و اساس کی حیثیت حاصل ہے اور اس کیلئے نکاح کا انتظام شرائع نے پیش کیا ہے۔ کیوں کہ اس سے بقاء نوع انسانی کے اصول کی تائید ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے اس دنیا کی رونق اور چہل پہل قائم ہے اگر نسل انسانی باقی ہے تو اس سے

ربع مسکون کی تمدنی و روحانی اقدار کا وجود بھی ممکن ہے اور اگر خدا نخواستہ نوع انسانی ہی ختم ہو جاتی ہے تو مذہب اور اس کی اعلیٰ قدروں کے تحفظ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس میں غم نہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا، تو بغیر رخصتہ از دواج کے تو سب کے انسانوں کو پیدا کر سکتا تھا۔ مگر اس کی حکمت و قدرت نے یہ چاہا نہیں اور یہ پسند نہیں فرمایا کہ اسباب حیات کو بے کار کر دیا جائے۔ اس لیے اس نے انسانی تخلیق کیلئے مرد و عورت میں ایک خاص قسم کا عضوی ڈھانچہ تیار کیا اور اسی ڈھانچہ کا تقاضا ہے کہ ان میں شہوت اور محبت جنسی ایسے میلانات پیدا کیے۔ اس میں یہ راز پنہاں ہے کہ یہی جذبات یہی محبت اور جنسی کشش دونوں کو مجبور کرتی ہے کہ نوع انسانی بقا و تحفظ کیلئے سرگرم سعی ہو اور اس غرض کی تکمیل کیلئے اپنی بہترین صلاحیتوں کو صرف کرے ورنہ کون ایسا تھا کہ بغیر کسی لطف اندوزی کے اور مادی محسوس بہرہ مندی کے اتنی بڑی کھکھڑ مومل لیتا۔

**نکاح کا دوسرا فائدہ:**۔ شیطان سے بچاؤ ہے۔ خواہشات نفس کے بے راہ روی سے اجتناب ہے اور شہوت کے زور کو توڑتا ہے۔ اس سے حفظ بصر کی نعمت حاصل ہوتی ہے اور عفاف و پاکیزگی کی دولت سے انسان مالا مال ہوتا ہے۔ اس حقیقت کی طرف آنحضرت ﷺ نے اشارہ کیا ہے۔ ”من نکح فقد حصن نصف دینہ فلیتق الله في الشطر الاخر“۔ جس نے ازدواجی زندگی اختیار کی۔ اس نے اپنا آدھا دین بچالیا۔ اب اسے چاہیے کہ باقی آدھے کے بارے میں اللہ سے ڈرے۔“

**نکاح کا تیسرا فائدہ:**۔ انسان اس کی وجہ سے تدبیر منزل کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو جاتا ہے اور چھوٹے چھوٹے کاموں کی جانب اپنے کو فارغ و یک سو محسوس کرتا ہے اور اس لائق ہو جاتا ہے۔ کہ مہمات امور کیلئے وقت نکال سکے ورنہ اسے خود گھر کی صفائی کا انتظام کرنا پڑے۔ خود برتن مانجے، گھر کا کوڑا کرکٹ صاف کرے اور ضروریات کا اہتمام کرے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پڑھنے لکھنے اور عمل کیلئے اس کے پاس نہ تو کافی وقت بچے گا اور نہ اتنی مقدرت اور توانائی ہی رہے گی۔ کہ سب کاموں کو انجام دے سکے۔ حضرت سلیمان الدارانی رحمہ اللہ نے جو یہ فرمایا کہ صالح اور نیک بخت بیوی دنیا کے قبیل سے نہیں ہے۔ تو اس کا یہی مطلب تھا۔ کہ اس کی وجہ سے اتنا وقت اور قوت و مقدرت بچ رہتی ہے۔ کہ انسان دین کے بڑے بڑے تقاضوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکتا ہے۔ اس مفہوم کا آنحضرت ﷺ نے ایک حدیث میں یوں بیان فرمایا ہے۔

”لیتخذ احدکم قلباً شاکراً ولساناً ذاکراً و زوجة مومنة صالحة تعینہ علی اخرتہ“

”تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ قلب ایسا پائے جو شکر گزار ہو، اور زبان ایسی کہ اس کی یاد میں لذت محسوس کرے اور

بیوی وہ نیک اور صالح جو آخرت کے سلسلہ میں معین و مددگار ہو۔“

**نکاح کا چوتھا فائدہ:**۔ نکاح سے مختلف عشرتہ و قبائل سے تعلقات استوار ہوتے ہیں اور انسان کی قوت و حشمت میں اضافہ ہوتا ہے۔

**نکاح کا پانچواں فائدہ:**۔ زیادہ اہم ہے اور وہ یہ ہے کہ جب انسان تامل اور بال بچوں کی زندگی بسر کرے گا۔ تو لامحالہ اس کو ان سے شکایتیں بھی پیدا ہوں گی۔ ان سے اذیتیں بھی پہنچیں گی اور ان کیلئے جو اکل حلال کا سامان کیا جائے گا۔ اس کے حصول کیلئے دشواریاں بھی پیش آئیں گی۔ اب فرض کیجئے یہ شخص شکایتوں اور اذیتوں کے مقابلہ میں تحمل و برداشت سے کام لیتا ہے اور ان کی تادیب و اصلاح کی فکر میں برابر نگاہ رکھتا ہے، ان کی ترتیب اخلاقی کے فریضہ کو باحسن وجہ پورا کرتا ہے اور گھبراتا نہیں۔ مزید براں ان سب کا حلال سے پیٹ بھرتا ہے اور حرام کی طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھتا۔ تو ان اعمال جلیلہ کی فضیلت سے کون انکار کر سکتا ہے؟ یہی وہ بات ہے۔ جس کی طرف آنحضرت ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے۔ ”یوم من وال عادل افضل من عبادة سبعین سنه ثم قال الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ“۔

”والی عادل کا ایک دن عابد و زاہد کے ستر سال پر بھاری ہے۔ پھر فرمایا تم میں کا ہر ایک ایک طرح کا والی ہے اور تم میں

کے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔“

وجہ فضیلت ظاہر ہے۔ یہ متامل و عیال دار ایسا شخص ہے جس نے اپنی اصلاح بھی کی اور غیر کی اصلاح و تزکیہ کے درپے بھی ہوا۔ پھر اس نے ہر اصلاح کی راہ میں مشکلات کا سامنا بھی کیا۔ یعنی اس کو اگرچہ تکلیفیں پہنچیں۔ مگر اس نے ان سب کو بخندہ پیشانی گوارا کیا۔ بخلاف ایسے

شخص کے کہ جو ان بھیمیلوں سے یکسر آزاد رہا۔ جس نے دنیا داری کے خارزار میں قدم نہیں دھرا اور لطفِ اذیت سے آشنا نہیں ہوا۔ یہ دونوں کسی طور سے بھی اجرو ثواب کے لحاظ سے برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی نکتہ دنیوا کو بشرحانی نے محسوس کیا اور کہا: ”فضل علی احمد بثلاث احدها انه يطلب الحلال لنفسه و لغيره“۔ ”امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو مجھ پر تین وجوہ سے فضیلت حاصل ہے۔ جن میں ایک یہ ہے کہ وہ اپنے لیے ہی نہیں اپنے بال بچوں کیلئے بھی حلال کی روزی تلاش کرتا ہے۔“

اور اس حقیقت کو عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ کی چشمِ معرفت نے دیکھا۔ یہ ایک غزوہ میں شریک تھے۔ اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ جانتے ہو۔ جہاد سے بھی بہتر کونسا عمل ہے۔ کہنے لگے جی نہیں! فرمایا۔ ”رجل متعفف ذو عائلۃ قام من اللیل منتظر الی صبیانہ فیما ما متکشفین فسترہم و غطاہم بثوبہ فعمل افضل ممانحن فیہ“

”ایک ایسا پاک باز جو عیال دار ہو۔ رات کو بیدار ہو۔ اور دیکھے کہ اس کے ننھے ننھے بچوں سر سے چادر یا لحاف سرک گیا ہے۔ یہ آگے بڑھے اور اپنی چادر سے ان کو ڈھانپ دے۔ تو اس کا یہ فعل ہمارے اس مشغلہ سے بہتر ہے۔“ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۱۸ تا ۲۳۳)

### صوفیائے کرام کی تعلیمات میں عورتوں سے حسن سلوک کی اہمیت

شادی کے بعد خاوند کیلئے کن کن آداب کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور حسن معاشرت کے سلسلہ میں کن کن ہدایات پر عمل پیرا ہونا لازم ہے۔ یہ بحث ازدواجی زندگی کو اسلامی نقطہ نظر سے بسر کرنے اور سنوارنے کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔ تفصیل کیلئے ہم اس کو مندرجہ ذیل بارہ عنوانوں کے تحت ذکر کریں گے۔

(۱) ولیمہ، (۲) حسن خلق، (۳) ملاعبت و ملاطفت، (۴) اعتدال، (۵) غیرت میں توازن، (۶) نفقہ، (۸) عدل (۹) مسامحہ، (۱۰) وظیفہ، (۱۱) اولاد، (۱۲) طلاق۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۳۱)

احسن معاشرت آنحضرت ﷺ کی آخری وصیت:۔ قرآن میں ہے۔ ”و عاشروہن بالمعروف“ (نساء: ۱۹) ”اور ان سے اچھی طرح رہو سہو۔“

دوسری جگہ ان کے حقوق کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی: ”واخذن منکم میثاقا غلیظا“۔ (نساء: ۲۱) ”اور تم سے وہ عہد واثق بھی لے چکی ہیں۔ قرآن میں ایک جگہ پڑوسی کے بارے میں آیا ہے۔

”والصاحب بالجنب“ (نساء: ۳۶) ”اور پہلو کے رفیق۔ (یعنی ان سے بھی احسان اور مروت کا برتاؤ ہونا چاہیے۔“

بعض لوگوں نے اس سے مراد منکوحہ عورت لیا ہے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ آخری کلمات جو آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے یہ تھے۔

”الصلوة الصلوة و ما ملکت ایمانکم لا تکلفوہم مالا یطیقون، اللہ اللہ فی النساء فانہن عوان فی

ایدیکم“ اور غلاموں کا خیال رکھو، نماز کا التزام کرو، ایسا نہ ہو، کہ تم ان کو ان کے مقدور سے زیادہ زحمت دو اور عورتوں

کے بارے میں خصوصیت سے اللہ سے ڈرو۔ کیوں کہ وہ بے چاریاں، سراسر تمہارے قبضہ میں ہیں اور تمہارے رحم و

کرم کی اسیر ہیں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۳۲-۳۳۳)

حدودِ اعتدال کی تعیین:۔ ازدواجی رشتوں کو استوار تر کرنے اور حسن معاشرت کے معیاروں کو قائم رکھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ عورتوں

کی پرواہ کیے بغیر ہنسی مذاق جاری رہے اور ملاعبت و ملاطفت میں کوئی کسر نہ اٹھارکھی جائے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ اس کا خیال رکھتے اور

اپنے مرتبہ و مقام کی بلند یوں کی پرواہ کیے بغیر ایسی ایسی تفریحات میں بیویوں کے ساتھ حصہ لیتے، جو ان کی عقلی سطح کے عین مطابق ہوتیں۔ چنانچہ

چرا حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگاتے۔ جس میں ایسا بھی ہوتا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ سے آگے نکل جاتیں۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حبشیوں کا تماشا بھی دکھایا۔ یہ اس لیے کہ اہل وعیال کو خوش رکھنا بھی آپ کے نزدیک ایک بہت بڑی دینی خدمت انجام دینا ہے۔ اس حقیقت کا اظہار آپ ﷺ نے ایک حدیث کے ذریعہ یوں فرمایا ہے۔

”اکمل المومنین ایمانا احسنهم خلقا و الطفهم باھله“۔ کامل الایمان آدمی وہ ہے، جس کے اخلاق اچھے ہوں اور جو اپنے بال بچوں کیلئے بدرجہ غایت شفیق ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ہے: ”خیرکم خیرکم نسائہ و انا خیرکم نسائی“۔ ”تم میں سے بہتر وہ ہے جو عورتوں کے حق میں بہتر ہو اور میں تم سب میں عورتوں کے حق میں بہتر ہوں۔“

ہنسی مذاق اور لطف و ملاعبت کی افادیت کا جہاں تک تعلق ہے۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ کہ اس سے ازدواجی تعلقات کی استواری میں بڑی مدد ملتی ہے۔ لیکن اس کی بھی کچھ حدود ہیں۔ اور ان حدود میں اعتدال و توازن کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ مثلاً خاندان کو اللہ تعالیٰ نے سیادت عطا کی ہے۔ اور ایک قسم کا وقار بخشا ہے۔ جو تدبیر منزل کی مصلحتوں کو نبھانے اور آپس میں جھگڑوں کو نمٹانے کیلئے بہت اہم ہے۔ اب اگر اس کا طرز عمل ایسا ہے جس سے عورت گستاخ ہو جاتی ہے اور اس سے خاندان کا وقار اٹھ جاتا ہے۔ اور وہ ہیبت باقی نہیں رہتی جس کا باقی رہنا خود اس کے حق میں مفید ہے تو یہ طرز عمل اعتدال اور توازن کے خلاف ہوگا۔

اسی طرح خاندان کو اس چیز کا بھی خیال رکھنا ہوگا کہ بیوی منکرات اور خلاف شرح باتوں پر جسور نہ ہو جائے اور اس کے تساہل و محبت سے اس کو حدود اللہ کو توڑنے کا موقع نہ ملے۔ یہ درست ہے۔ ان سے حسن سلوک روا رکھنا چاہیے اور عمدہ برتاؤ کا ثبوت دینا چاہیے۔

(تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۳۴-۳۳۵)

**عدل و توازن ہی معاشرت کی اساس ہے:**۔ الغرض عدل و توازن ہی زندگی و معاشرت کا بہترین پیمانہ ہے۔ اس پر زمین آسمان کی استواریاں قائم ہیں۔ یہ اگر موجود ہے۔ تو معاشرت میں ایک طرح کا انضباط اور ہمواری رہے گی اور اگر یہ عدل ہی پایا نہیں جاتا ہے۔ تو طرح طرح کی قباحتوں کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۳۷)

**بیوی کے راز افشاء نہ کرنے میں بزرگ کی احتیاط:**۔ کسی صورت میں بھی اپنی بیوی کا راز افشاء نہ کرے اور کوئی لفظ اپنی زبان سے ایسا نہ نکالے جس سے اس کی حرمت و عزت نفس پر حرف آتا ہو۔ نہ اس وقت جب وہ اس کے حوالہ عقد میں ہو اور نہ اس وقت جب وہ اس کی بیوی نہ رہے۔ حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اسے بدترین خیانت سے تعبیر فرمایا ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کی اپنی بیوی سے کچھ شکایتیں پیدا ہوئیں اور چاہا کہ طلاق دے دیں۔ کسی دوست کو معلوم ہوا تو انہوں نے ازراہ بے تکلفی پوچھ لیا۔ آپ کیوں طلاق دے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب تک میری بیوی ہے میں راز افشاء کرنے والا نہیں۔ کیوں کہ اس کی عزت اور ناموس کی حفاظت میرا فرض ہے۔ پھر جب انہوں نے طلاق دے دی۔ تو انہوں نے بر بنائے دوستی سوال کیا۔ آپ نے کیوں اس غریب کو چھوڑ دیا۔ کہنے لگے کہ اب چون کہ میرے لیے وہ بمنزلہ ایک غیر اور اجنبی عورت کے ہے۔ اس بنا پر اس کو ذلیل کرنے کا مجھے کیا حق حاصل ہے؟

**پانچ آدمی صحبت کے لائق نہیں:**۔ حضرت جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

”لاتصحب خمسة الکذاب فانك منه علی غرور و هو مثل السراب یقرب منك البعید و یبعد منك

القرب و الاحمق فانك لست منه علی شیء یرید ان ینفعلک فیضرک و البخیل فانه یقطع بك احوج

ماتكون الیہ، والجبان فانه یسلمک و یفر عند الشدة، و الفاسق، فانه یببعلک باکلة او اقل منها“

”پانچ آدمیوں کی صحبت سے قطعاً مجتنب رہو۔ ایک تو جھوٹے کی صحبت سے۔ کیوں کہ اس کی طرف سے تم ہمیشہ

دھوکے میں رہو گے۔ وہ اور اس کے وعدے ہمیشہ سراب ہیں۔ مزید براں وہ ان لوگوں کو تمہارے قریب کر دے گا جنہیں دور رہنا چاہیے اور ان لوگوں کو دور کر دے گا۔ جنہیں قریب تر رہنا چاہیے۔ دوسرے احمق کی صحبت سے اس سے تمہارا کوئی ناطہ نہیں۔ یہ تمہیں نفع پہنچانا چاہے گا مگر اس طرح کہ تمہیں نقصان پہنچے۔ تیسرے بخیل کی صحبت سے کہ یہ ان چیزوں کو روک دے گا، جن کی تمہیں شدید ترین ضرورت ہو سکتی ہے، چوتھے بزدل کی رفاقت سے کہ یہ تمہیں دشمن کے سپرد کر دے گا اور مقابلہ پر بھاگ کھڑا ہوگا۔ پانچویں فاسق کی دوستی سے کہ یہ تمہیں ایک لقمہ یا اس سے بھی کم کے عوض بیچ ڈالنے میں دریغ نہیں کرے گا۔“ (تعلیمات غزالی، ص: ۳۹۸-۳۹۹)

**نیک مجالس کی ضرورت واہمیت:-** فاسق مگر شائستہ شخص اس قاری قرآن سے زیادہ اچھا ہے جو بد اخلاق ہو حضرت جنید رحمہ اللہ کا قول: حضرت جنید رحمہ اللہ نے دوستی کے معیار پر ایک دوسرے ہی پہلو سے غور کیا ہے۔ ان کا قول ہے۔ ”ان یصحبنی فاسق حسن الخلق احب الی من ان یصحبنی قاری سب الخلق“ ایک فاسق مگر شائستہ اخلاق انسان کی دوستی، میرے نزدیک اس قاری کی دوستی سے کہیں بہتر ہے، جو بد اخلاق ہو۔  
بشر نے اخوت کو تین قسموں میں بانٹا ہے۔

”الاخوان ثلاثة! اخ لآخرتك و اخ لدنياك و اخ تتانس به“ ”بھائی تین طرح کے ہیں، ایک جو آخرت کے سلسلہ میں معین ہو۔ دوسرا جس سے مشکلات دنیا میں مدد ملے اور تیسرا جس سے مل کر راحت حاصل ہو۔“  
ماموں کی تقسیم بھی تجربہ پر مبنی ہے۔

”الاخوان الثلاثة احدهم مثله، مثل الغراء لا يستغنی عنه، والآخر مثله مثل الدواء، یحتاج الیه فی وقت دون وقت، والثالث مثله مثل الداء لا یحتاج الیه“

”بھائیوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک ایسا ضروری ہے جیسے روزمرہ کی غذا۔ اس سے بے نیازی ممکن نہیں۔ دوسرا دواؤں کی مانند ہے جس کی کبھی کبھی ضرورت پڑتی ہے اور تیسرا بجائے خود بیماری ہے۔ اس کی کبھی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔“ (تعلیمات غزالی، ص: ۳۹۹-۴۰۰)

### صوفیائے کرام کی تعلیمات میں کسب معاش کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور کارساز یوں نے دین و دنیا کے قانون کی کچھ اس طرح تقسیم فرمائی ہے۔ کہ آخرت کو تو ثواب و اجر کی جگہ مقرر کیا ہے اور دنیا کو تنگ و دواور سعی اضطراب کی جولانگاہ بنایا ہے اور پھر تنگ و دواور جدوجہد صرف معاد ہی کیلئے مخصوص نہیں رکھی۔ بلکہ اس کو حصول دنیا کیلئے بھی ضروری ٹھہرایا ہے۔ کیوں کہ آخرت اور معاد کی برکات سے دامن بھرنے کا بہت بڑا ذریعہ یہ دنیا ہی ہے۔ یہ آخرت کی کھیتی ہے اور آخرت کیلئے بہترین وسیلہ ہے۔

قرآن حکیم میں ہے۔ ”وجعلنا النهار معاشاً“ (نبا: ۱۱)۔ ”اور دن کو معاش کا وقت قرار دیا۔“  
یہاں یہ نکتہ نظر و فکر کے سامنے رہنا چاہیے، کہ معاش کا ذکر معرض امتنان ہوا ہے۔

”وجعلنا لکم فیہا معاش قلیلاً ما تشکرون“ (الاعراف: ۱۰)۔ ”اور اس میں تمہارے لیے سامان معیشت پیدا کیے“  
اس آیت میں جہاں حصول دنیا کو نعمت کی حیثیت سے بیان فرمایا ہے۔ وہاں شکر و ممنونیت کا بھی مطالبہ کیا ہے۔

”فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ“۔ (جمعہ: ۱۰)۔ ”نماز جمعہ کے بعد اپنی اپنی راہ لو اور خدا کا فضل تلاش کرو۔“  
احادیث میں بھی حصول معاش کی کوششوں کو کچھ کم سراہا نہیں گیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ”من الذنوب ذنوب لا یکفرھا

”الا الھم فی طلب المعیشتہ“ ”کچھ گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ طلب معاش کی فکر ہی سے ہو سکتا ہے۔“  
 سچے تاجر کے رُتبہ کی بلندیاں :- اسے انبیاء علیہ السلام کی معیت حاصل ہوگی: ایک حدیث میں ہے:  
 ”التاجر الصدوق یبعث یوم القیامۃ مع الصدیقین والشہداء“  
 ”ایمان دار اور سچا تاجر قیامت کے دن صدیقین اور شہداء کا رفیق ہوگا۔“  
 محنت و مزدوری سے کمانے والے کے چہرہ پر کس درجہ انوار کا نجوم ہوگا۔ اس کو اس حدیث میں ملاحظہ فرمائیے:

”من طلب الدنیا حلالاً و تعففاً عن المسئلة و سعیا علی عیالہ و تعلقاً علی جارہ نضر اللہ وجہہ کالقمر اللیلۃ البدر“ ”جس نے دنیا کو جائز ذرائع سے حاصل کیا کہ، سوال کی ذلتوں سے محفوظ رہے اپنے بال بچوں کی ضروریات کو پورا کرے اور پڑوسی کے ساتھ ہمدردی و شفقت کا اظہار کرے۔ ایسا شخص اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔“ (تعلیمات غزالی، ص: ۴۱۵-۴۱۶)

نام کتاب :- ہفت روزہ خدام الدین لاہور، امام اولیاء حضرت لاہوری نمبر..... امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ..... شخصیت، حالات و کمالات اور مذہبی و سماجی خدمات پر ایک تاریخی دستاویز  
 ناشر :- انجمن خدام الدین، دروازہ شیرانوالہ (لاہور)

### چند تاثرات، چند مشاہدات

جناب محمد اسلم بھٹی حفظہ اللہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ - لاہور

تصوف میں عدیم النظیر شخصیت کا تعارف :- میانہ قد، متوسط جسم، نورانی چہرہ، لمبی داڑھی، روشن آنکھیں، ذہانت کی آئینہ دار، جلیں تو عالمانہ وقار کے حامل، بولیں تو موتی برسائیں، صاف ستھرے مگر سادہ لباس میں ملبوس، ہونٹوں پر ہر آن مسکراہٹ چھائی ہوئی، بیوست سے دور، بیوست سے نفور، تعصب سے متغیر، گفتگو میں نرم، عمل میں گرم، کردار میں پاکیزہ، عمدہ خصائل، خوش مزاج اخلاق میں قرآن کے قالب میں ڈھلے ہوئے، مہمان نواز، معاصرین کے احترام میں بے مثال، اہل علم کی تکریم میں بے مثال، چھوٹوں کے مشفق، تبع سنت، قاطع بدعت، مبلغ توحید، تحریک آزادی برصغیر کے بطل جلیل، تفسیر قرآن میں کیتا، عمل بالحدیث میں اپنی مثال آپ، فقہ میں ماہر کامل، تصوف میں عدیم النظیر، طریقت میں منفرد، وعظ و تبلیغ دین میں پوری ایک جماعت کے قائم مقام، ایثار پیشہ، نصیح و خیر خواہی کے پیکر، اعتدال و توازن کا مرقع، ذکر و فکر کا دل نواز مجموعہ، ہر پہلو سے عامل شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم.....! یہ تھے حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ.....!!

ابتدائی کتب کا درس حاصل کرنا :- سب سے پہلے حضرت مرحوم کا اسم گرامی میں نے ۱۹۳۵ء، ۱۹۳۶ء میں سنا۔ وہ میرے بچپن کا زمانہ تھا اور میں تھوڑی بہت اردو پڑھ لیتا تھا۔ ان دنوں حضرت الاستاذ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ میرے وطن مشرقی پنجاب کی ریاست فریدکوٹ کے قصبہ کوٹکپورہ میں قیام پذیر تھے اور وہاں کی مسند خطابت و تدریس ان کے سپرد تھی میں ان سے بالکل ابتدائی درسی کتابیں پڑھتا تھا۔ وہ کسی کام لاہور تشریف لائے اور واپسی پر ۲۰/۱۶×۳۰ سائز کی ایک موٹی سی کتاب عنایت کی۔ کھول کر دیکھی تو چند چھوٹے چھوٹے دینی اور مذہبی رسائل پر مشتمل تھی جو حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے تصنیف کردہ تھے اور ایک ہی جلد میں مجلد تھے۔ ان کے نام اصلی حنفیت، میلاد مروجہ کی شرعی حیثیت وغیرہ تھے۔ انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور کی طرف سے شائع کیے گئے تھے۔ زبان سادہ اور عام فہم تھی۔ ان کے مضامین کی تاثر انگیزی کا یہ عالم تھا کہ ہر بات دل کی تہوں میں اترتی جاتی تھی۔ میں نے وہ رسالے بڑے شوق اور توجہ سے پڑھے۔ بہت سے لوگوں کو پڑھنے کیلئے دیئے۔ متعدد افراد نے یہ رسالے انجمن خدام الدین سے منگوائے اور ان کا مطالعہ کیا..... ان رسالوں کا تعارف کراتے ہوئے مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف رحمہ اللہ ان کے مصنف

شہیر مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کی بڑی تعریف کرتے اور ان کی علمی اور تبلیغی سرگرمیوں کی وضاحت فرماتے۔

**حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی زیارت کی شدید آرزو:**۔ اس کے بعد وقت گزرتا گیا اور حضرت مرحوم کی بھرپور اور پُر خلوص علمی، عملی اور سیاسی مساعی کے چرچے سننے اور پڑھنے میں آتے رہے۔ ۱۹۴۱ء کی سر دیوں میں میں حضرت مولانا محمد اسماعیل مرحوم (گوجرانوالہ) کے سلسلہ عورس اور حلقہ تلمذ میں شریک تھا کہ ایک دن مولانا عبد المجید (سوہدروی مرحوم) سترہ اٹھارہ کے ایک جوان رعنا کو جو سفید کھدّ رکا کرتے شلوار پہننے ہوئے اور کھد رہی کی سفید چادر اوڑھے ہوئے تھے مولانا محمد اسماعیل مرحوم کی خدمت میں لے کر آئے اور ان کے مدرسے میں داخل کرایا۔ (میری عمر بھی کم و بیش یہی تھی) معلوم ہوا کہ یہ حضرت مولانا احمد علی صاحب کے صاحبزادہ گرامی قدر ہیں اور ان کا نام عبید اللہ انور ہے اس زمانے میں اگرچہ وہ مولانا عبید اللہ انور نہ تھے۔ تاہم ”صاحبزادہ“ تھے اور ملک کے بہت بڑے عالم دین کے بیٹے تھے۔ اس لحاظ سے سب طلباء ان کی تکریم کرتے تھے۔

بڑے آدمی عام طور پر بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں اور اس میں وہ حق بجانب بھی ہوتے ہیں۔ آخر کس کس کی کون کون سی بات یاد رکھیں۔ یہ بندہ عاجز غالباً سب سے زیادہ ان کو محترم گردانتا تھا۔ کیونکہ عمر کے بالکل ابتدائی دور میں ان کے والد گرامی کے مختلف مذہبی رسائل سے استفادہ کر چکا تھا۔

مولانا عبید اللہ انور خاموش طبع اور کم آواز تھے۔ پھر عالی مرتبت باپ کی طرح کسی قدر تصوف و طریقت کے جوہر اس عمر میں بھی ان میں نمایاں تھے۔ وہ زیادہ عرصہ وہاں نہیں رہے، زیادہ سے زیادہ ایک مہینہ رہے ہوں گے، میں جب ان کو دیکھتا دل میں خیال آتا، کاش کبھی ان کے والد گرامی کی زیارت کا موقع ملے۔

**مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کا صدر مجلس بننا:**۔ مارچ ۱۹۴۲ء میں جمعیت علماء ہند کا سالانہ اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ لاہور میں ہونا قرار پایا۔ اخبارات و اشتہارات میں مولانا احمد علی رحمہ اللہ کا نام مجلس استقبالیہ کے صدر کی حیثیت سے شائع ہوتا رہا۔ لیکن بعد کو حالات نے کچھ ایسی کروٹ لی کہ مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کے انکار کی وجہ سے مولانا مرحوم صدر استقبالیہ نہ بن سکے اور ان کی جگہ مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کو صدر مجلس استقبالیہ بنایا گیا۔ اس سے پہلے مولانا غزنوی رحمہ اللہ سیکرٹری مجلس استقبالیہ منتخب ہوئے تھے اور اخبارات میں ان ہی دونوں بزرگوں کے اسمائے گرامی صدر مجلس استقبالیہ منتخب ہوئے تھے اور اخبارات میں ان ہی دونوں بزرگوں کے اسمائے گرامی صدر مجلس استقبالیہ اور سیکرٹری مجلس استقبالیہ کے طور پر شائع ہوتے رہے تھے۔

یہ سب باتیں ملک کی سیاسی تاریخ کا ایک حصہ ہیں اور ان کی بعض تفصیلات کا مجھے علم ہے، لیکن یہ تفصیلات میں جانے کا محل نہیں۔ اس لیے کہ اصل موضوع سے باہر نکل جانے کا خطرہ ہے۔ یہاں ان کی طرف صرف اشارہ کر دینا ہی کافی ہے۔ عرض کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اب تک حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے فقط اسم گرامی ہی سے آشنائی تھی، ان کی زیارت کا موقع میسر نہ آیا تھا۔

**حضرت رحمہ اللہ کی زیارت کا پہلا موقع:**۔ اس بندہ عاجز کو حضرت مرحوم کی زیارت کا شرف پہلی مرتبہ ۱۹۴۸ء کے آخر میں حاصل ہوا جب کہ مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کے ناظم دفتر کی حیثیت سے لاہور آیا۔ نماز جمعہ پڑھنے کیلئے مولانا مرحوم کی مسجد میں گیا وہ تقریر کر رہے تھے، ان کی تقریر کے بعض جملے اب تک کانوں میں گونج رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا تھا:

”پاکستان اسلام کیلئے بنایا گیا ہے۔ حکمرانوں! اسے اسلام کے حوالے کر دو۔ اس ملک سے غیر اسلامی طور طریق مٹا دو۔

اس میں فقط اسلام ہی کی ترویج کرو۔ اگر اسلام نہیں لاؤ گے تو میں اللہ کے حضور تمہارے خلاف گواہ بنوں گا اور اس کے

در بار میں عرض کروں گا کہ انہوں نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ جو لوگ لٹ پٹ کر یہاں آئے ہیں وہ قیامت کے روز

تمہارا دامن پکڑیں گے، اور میدانِ حشر میں تمہیں کھینچیں گے، وہ بڑا نازک وقت ہوگا، تم اللہ کو کیا جواب دو گے؟“

مولانا رحمہ اللہ ایک خاص جذبے اور روانی سے یہ باتیں کہہ رہے تھے۔ ساتھ ہی لوگوں کی تائید بھی حاصل کر رہے تھے۔ انہوں نے سر



سے عمامہ اتار رکھا تھا اور عجیب و غریب اسلوب سے جو بڑا ہی موثر اسلوب تھا، تقریر ارشاد فرما رہے تھے۔ نماز جمعہ کے بعد ہجوم میں گھس کر میں نے حضرت رحمہ اللہ کو سلام کیا۔ اور واپس آ گیا۔ یہ ان کی زیارت کا پہلا موقع تھا اور تقریر بھی پہلی دفعہ سننے کا اتفاق ہوا۔ کچھ عرصہ بعد ہفت روزہ ”الاعتصام“ جاری ہوا اور اس کی ادارت میرے سپرد ہوئی تو مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے متعدد مواقع میسر آئے، مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی معیت میں بھی ان کے ہاں گیا اور تنہا بھی کئی مرتبہ حاضر ہوا۔ میں جب جاتا دعا کی درخواست کرتا۔ وہ نہایت خوشگوار طریقے سے خیر خیریت پوچھتے اور دعا دیتے۔ اس ضمن میں چند واقعات جنہیں میرے ذاتی مشاہدات و تاثرات سے تعبیر کرنا چاہیے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

**شربت بطور تبرک نوش فرمانا:**۔ ۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت کا ہنگامہ زوروں پر تھا میں ایک دن مولانا غزنوی رحمہ اللہ کا خط لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مسجد میں گیا تو پتہ چلا کہ گھر تشریف لے گئے ہیں۔ مسجد سے ایک آدمی مجھے گھر لے گیا۔ حضرت رحمہ اللہ تشریف فرما تھے۔ باہر آئے اور حسب معمول تپاک سے ملے۔ کمرے میں بٹھایا اور حاضری کی وجہ دریافت فرمائی۔ میں نے مولانا غزنوی رحمہ اللہ کا خط پیش کیا۔ خط پڑھا اور زبانی اس کا جواب دیا۔ فرمایا میں تم پر اعتماد کرتا ہوں کہ میرے ہی الفاظ مولانا غزنوی رحمہ اللہ سے بیان کرو گے۔ بعد ازاں اصرار کر کے شربت کا گلاس عنایت فرمایا اور میں نے تبرک سمجھ کر پیا۔ رخصت کرنے کیلئے مسجد تک میرے ساتھ تشریف لائے۔ میں احتراماً ذرا پیچھے ہٹتا تھا تو خود میرے برابر ہو جاتے۔

میں نے واپس آ کر سارا واقعہ مولانا غزنوی رحمہ اللہ سے عرض کیا تو اس درجہ خوش ہوئے کہ فرط مسرت اور جوشِ محبت سے آنکھوں میں آنسو چھلک آئے اور حضرت رحمہ اللہ کی درازی عمر کیلئے دعا فرمائی۔

**میرا ماتھا چوم لیا اور دعا فرمائی:**۔ ۱۹۵۵ء میں ایک نہایت عجیب واقعہ پیش آیا جو میرے لیے بہت ہی خوشی کا باعث تھا۔ اس واقع سے پہلے اس کا پس منظر بیان کرنا ضروری ہے جو مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ مئی ۱۹۵۵ء میں حجیت حدیث کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم نے صحیح بخاری کی تمام احادیث کی صحت و عدم صحت کے بارے میں چند ایسے الفاظ کہہ دیے جو مسلک اہلسنت سے مطابقت نہ رکھتے تھے۔ میں نے ”الاعتصام“ میں ایک ادارہ لکھا جس میں صحیح صورت حال کی وضاحت کی گئی تھی اور محدثین کے موقف کی روشنی میں صحیح بخاری کی تمام احادیث کو صحیح ثابت کیا گیا تھا۔ اس پر جماعت اسلامی کے رسائل و جرائد نے ایک بحث شروع کر دی۔ اس بحث نے اتنا طول کھینچا کہ دو اڑھائی سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہ ”اخباری جنگ“ اپنی فطرت کے مطابق چونکہ مختلف محاذوں میں پھیل گئی تھی اس لیے چند روز نامے بھی اس موضوع کے متعلق ”الاعتصام“ کے بعض ادارے اور شذرات شائع کرنے لگے جن میں مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش کا روزنامہ ”نوائے پاکستان“ پیش پیش تھا۔ پھر ”نوائے وقت“ اور ”امروز“ بھی جماعت کے سیاسی کوائف سے متعلق ”الاعتصام“ کا ادارتی مواد چھاپتے اور اپنے انداز میں اس پر تبصرہ کرتے تھے۔

بحث کا سلسلہ بہت آگے بڑھ گیا تو مشہور اہلحدیث عالم مولانا محمد علی قصوری (ایم۔ اے۔ کینٹ) مرحوم درمیان میں پڑے اور مصالحت کی غرض سے متعلقہ فریقوں کے بعض حضرات کو اپنے مکان (واقعہ ۲۱ ٹیپل روڈ لاہور) میں مدعو کیا۔ جماعت اسلامی کی طرف سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم، میاں طفیل محمد اور ملک نصر اللہ خاں عزیز مرحوم تشریف لائے۔ مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے خود حضرت مولانا مرحوم، مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش مرحوم (ایڈیٹر نوائے پاکستان) شریک ہوئے۔ ان کے ساتھ تیسرے بزرگ اور تھے جن کا نام میرے ذہن میں محفوظ نہیں رہا۔ لیکن حلیہ یہ تھا۔ سرخ و سفید رنگ، قدرے لمبا قد، متوازن جسم، سفید داڑھی، غالباً عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ شبہ پڑتا ہے کہ عبدالرحیم یا عبدالرحمن کہہ کر میکش مرحوم نے ان کا تعارف کرایا تھا۔

جماعت اہلحدیث کی طرف سے مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ اور یہ بندہ عاجز ”الاعتصام“ کے ایڈیٹر کی حیثیت سے شائع اجلاس ہوئے۔ مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کو بھی دعوت دی گئی تھی لیکن بروقت اطلاع نہ پہنچنے کی وجہ سے وہ تشریف نہ لاسکے جس کا انہیں افسوس ہوا۔

میزبان خود مولانا محمد علی قصوری مرحوم تھے اور ان کے بڑے بھائی مولانا محی الدین احمد قصوری گفتگوئے مصالحت میں ان کے معاون تھے۔ دیر تک گفتگو ہوتی رہی اور زیر بحث معاملات کی تمام شقیں سامنے آئیں۔ سب نے بحث میں حصہ لیا لیکن مولانا احمد علی مرحوم، مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ اور یہ بندہ عاجز بالکل خاموش بیٹھے رہے۔ میں چونکہ سب سے کم سن تھا لہذا معزز مہمانوں کو پانی پلانے اور چائے پیش کرنے کے فرائض انجام دیتا رہا۔ اس قسم کے مباحث صحافتی زندگی کا لازمی حصہ ہیں یہ کوئی انوکھی یا نئی بات نہ تھی۔ بہر حال اس موقع پر نہایت اختصار کے ساتھ یہ واقعہ اس لیے زبان قلم پر آ گیا ہے کہ میں مجلس سے اٹھ کر کسی کام سے باہر برآمدے میں آیا تو حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ بھی تشریف لے آئے آتے ہی مجھ سے بغلگیر ہوئے اور میرا ہاتھ چوم لیا۔ فرمایا:

”میں تمہارے مضامین و مقالات باقاعدہ عبید اللہ انور سے سنتا ہوں، بہت خوش ہوتا ہوں اور تمہیں دعا دیتا ہوں۔ اللہ تمہیں خوش رکھے، تم دین کی بہت خدمت کر رہے ہو۔“

انکے یہ الفاظ اور مشفقانہ انداز میرے لیے بہت بڑا اعزاز تھا۔ میں نے سر جھکا کر اظہارِ تشکر کیا اور دعائے خیر میں یاد رکھنے کی درخواست کی۔ پیکر خیر اور مرقع علم و عمل:- ایوب خاں کی حکومت کا دور تھا۔ ایک روز میں نماز ظہر سے قبل اپنے دفتر میں بیٹھا ”الاعتصام“ کیلئے ادارہ لکھ رہا تھا ایک صاحب آئے اور مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے کہا تھوڑی دیر تشریف رکھیے، ظہر کی اذان ہونے والی ہے مولانا نماز کیلئے تشریف لائیں گے تو مل لیجئے گا۔ مولانا آئے، نماز پڑھی اور اپنے نیچے کے کمرے میں جیسے وہ بطور دفتر استعمال کرتے تھے چلے آئے۔ میں نووارد کو ان کے پاس لے گیا۔

معلوم ہوا کہ وہ علاقہ نواب صاحب کے گاؤں میں رضا آباد سے آئے ہیں..... مولانا عبدالستار خاں نیازی نے انہیں بھیجا ہے۔ سنی المسلمک ہیں ان سے شیعہ حضرات کا کچھ جھگڑا ہو گیا ہے اور معاملہ مذہبی اعتبار سے سنگین نوعیت اختیار کر گیا ہے۔ مولانا غزنوی رحمہ اللہ نے ساری بات سن کر لاہور کے علماء کرام کی میٹنگ طلب کی جن میں حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کا اسم گرامی سرفہرست تھا۔ حضرت رحمہ اللہ کو ٹیلی فون کیا تو معلوم ہوا کہ وہ سخت مصروف ہیں اور فوری طور سے تشریف نہ لاسکتے کی سہولت کے پیش نظر مسجد شیرانوالہ ہی میں میٹنگ کا انتظام کیا گیا۔ حضرت مولانا مرحوم سب شرکائے میٹنگ سے ملے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور کارروائی میں پورا حصہ لیا۔ کارروائی میں نے لکھی، میٹنگ ختم ہوئی اور حاضرین واپس چلے گئے۔ کارروائی کو آخری شکل دے کر دستخط کرانے کی غرض سے میں دوبارہ حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں مسجد شیرانوالہ میں حاضر ہوا۔ بچہ شفقت سے پیش آئے۔ کارروائی پڑھی اور دستخط فرمائے۔ میں اجازت لے کر چلنے لگا تو کھڑے ہو گئے۔ میں نے ہر چند عرض کیا کہ تشریف رکھیے میں اس ذرہ نوازی پر بہت شکر گزار ہوں۔ مگر نہیں مانے، مسجد کے دروازے تک میرے ساتھ آئے اور فرمایا:

”تم کئی وجہ سے میرے لیے باعثِ تکریم ہو، ایک تو مہمان ہو، دوسرے کار خیر سے آئے ہو، تیسرے مولانا غزنوی رحمہ اللہ کے سفیر کی حیثیت سے آئے ہو، جن کا احترام واجب ہے اور سفیر کا احترام بھی ضروری ہے، چوتھے تمہارے ادارے پڑھتا ہوں، اور خوش ہوتا ہوں۔“

مجھے رخصت کرتے وقت فرمایا: ”مولانا غزنوی رحمہ اللہ سے بہت سلام کہنا۔“

بیان کے انکسار اور تواضع کی انتہا تھی، ورنہ کہاں یہ گناہ گار اور سراپا معصیت اور کہاں وہ پیکر خیر اور مرقع علم و فضل!

مولانا غزنوی اور حضرت لاہوری رحمہما اللہ کی مسائل تصوف میں موافقت:- مولانا احمد علی مرحوم اور مولانا سید داؤد غزنوی کے باہمی تعلقات بہت زیادہ تھے اور دونوں بزرگ ایک دوسرے کی انتہائی تکریم کرتے تھے۔ مجھے اس کا پورا علم اور کامل احساس تھا۔ مولانا

غزنوی رحمہ اللہ بالکل برداشت نہ کرتے تھے کہ حضرت رحمہ اللہ کے خلاف کوئی لفظ بھی کہا جائے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ لائق تذکرہ ہے۔ حضرت مولانا احمد علی مرحوم نے ایک مرتبہ مجلس ذکر میں کشف قبور کے متعلق اپنے کچھ تجربات و مشاہدات بیان فرمائے اور کوئی ایسی بات کہی جس سے یہ مستفاد ہوتا تھا کہ قبر میں میت جن حالات سے دوچار ہو اس کا انہیں مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ میں نے ”الاعتصام“ میں اس پر ایک شذرہ لکھا اور نہایت ادب سے چند سطور میں حضرت مولانا رحمہ اللہ کے نقطہ نظر سے اظہار اختلاف کی جرأت کی۔

اس کے تیسرے یا چوتھے روز بعد مولانا غزنوی رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا:

”ایڈیٹر صاحب! میں نے مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کے کشف قبور کے بارے میں آپ کا ادارتی نوٹ پڑھا۔ آپ یہ فرمائیے کہ اگر مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ اتنے نیک ہو جائیں کہ انہیں کشف قبور ہونے لگے تو آپ کو کیا اعتراض ہے؟“

اس ایک ہی جملے سے میرا مسئلہ حل ہو چکا تھا اور میرے پاس سوائے اس کے کوئی جواب نہ تھا کہ بلا تامل عرض کر دوں۔ ”کوئی اعتراض نہیں۔“ اس سے ان دونوں بزرگوں کی ذہنی ہم آہنگی، فکری مطابقت، مسائل تصوف میں موافقت اور تعلقات کی انتہائی نزاکت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ چند لائق تذکرہ اولیات و خصوصیات:- لاہور کی علمی اور تبلیغی تاریخ میں حضرت مولانا احمد علی مرحوم کی خاص نوعیت کی کچھ اولیات اور خصوصیات ہیں جن کی حیثیت صدقہ جاریہ کی ہے۔ اس لیے اس عروس البلاد کی روحانی اور عملی فضاؤں میں اس کے اثرات ہمیشہ قائم رہیں گے اور حضرت مرحوم اس کے اجر و ثواب سے متمتع ہوتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ!

۱- مولانا مرحوم سے پہلے بھی اگرچہ لاہور کی چینی نوالی مسجد میں حضرت مولانا عبد الواحد غزنوی رحمہ اللہ کا سلسلہ درس جاری تھا۔ تاہم مولانا احمد علی رحمہ اللہ پہلے عالم دین ہیں جنہوں نے اپنے درس میں تسلسل پیدا کیا اور اس کو باقاعدگی کے سانچے میں ڈھالا۔ وہ بغیر کسی شدید مجبوری کے اس میں ہرگز ناغہ نہ کرتے۔

۲- ان کا بیچ تفہیم اور طریق کلام کچھ اس قسم کا تھا کہ ان کے درس قرآن مجید سے عوام اور خواص یکساں اثر پذیر ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے استفادہ کرنے والوں کا حلقہ بڑا وسیع ہے اور ان کے اصحاب عقیدت مختلف طبقات کو محیط رہیں۔

۳- وہ فقط لاہور ہی کے نہیں بلکہ برصغیر کے پہلے صاحب علم دین ہیں۔ جنہوں نے سال میں سہ ماہی (شعبان، رمضان، شوال) سلسلہ درس قرآن کا آغاز کیا جس میں پاک و ہند کے مشاہیر علمائے کرام ان سے مستفید ہوئے۔ علماء کی اس عالی مقام جماعت میں بعض بین الاقوامی شہرت کے حضرات بھی شامل ہیں۔ مثلاً مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اسی بلند بخت گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ہندوستان کے عظیم و مشہور علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے فارغ التحصیل ہیں جہاں تفسیر قرآن باقاعدہ پڑھائی جاتی ہے۔ مگر وہ قرآن کے خاص تفسیری نکات سمجھنے کیلئے لکھنؤ سے چلے اور لاہور آ کر مولانا احمد علی صاحب مرحوم سے مستفید ہوئے۔ پھر مشرقی پنجاب کے لکھنوی خاندان کے جلیل القدر رکن اور جمعیتہ اہل حدیث کے موجودہ امیر مولانا معین الدین لکھنوی رحمہ اللہ (اوکاڑہ) نے بھی ان کے سامنے زانوئے تلمذتہ تہہ کیا۔ حالانکہ خود ان کے آباؤ اجداد کا بہت بڑا مدرسہ تھا اور ان کے پردادا مولانا حافظ محمد لکھنوی رحمہ اللہ پنجاب کے پہلے عالم ہیں جنہوں نے ”تفسیر محمدی“ کے نام سے سات جلدوں میں پنجابی نظم اور فارسی نثر کے حواشی میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ یہ تفسیر کئی دفعہ زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔ لیکن اس کے باوجود مولانا معین الدین لکھنوی رحمہ اللہ بھی مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ کے باب علم پر دستک دینے کیلئے مجبور ہوئے۔

۴- حضرت مولانا احمد علی مرحوم طائفہ علماء میں اولین بزرگ ہیں۔ جن سے بی، اے اور ایم، اے کرنے کے بعد متعدد حضرات نے باقاعدہ دینی علوم کی تحصیل کی اور اسلام کے مبلغین کی حیثیت سے شہرت پائی۔ پھر پاک و ہند کے اونچے تعلیمی اداروں میں بلند مناصب پر فائز ہوئے۔ مثلاً علامہ علاؤ الدین صدیقی مرحوم پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر ہوئے اور خواجہ عبدالحی فاروقی مرحوم نے جامعہ ملیہ دہلی میں استاذ تفسیر کا منصب سنبھالا۔

۵- حضرت مولانا مرحوم پاکیزہ فکر اور صاف ذہن کے مالک تھے وہ مسلکی تعصب سے پاک تھے۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود اپنا بہت بڑا حلقہ ارادت و عقیدت رکھنے کے باوجود عمر بھر پہلے حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی مرحوم اور ان کے بعد مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں لاہور کے منٹو پارک کے میدان میں (جو اب اقبال پارک کے نام سے موسوم ہے) عیدین کی نماز ادا فرماتے رہے۔ ہمیشہ صف اول میں امام کے پیچھے جا کر بیٹھ جاتے اور پورا خطبہ سننے کے بعد وہاں سے اُٹھتے۔

پھر ان کی یہ بلندی کردار اور وسعت قلب و نظر ملاحظہ ہو کہ اپنی ایک صاحبزادی مولانا عبدالحمید سوہدروی مرحوم کے عقد میں دے دی جو مشہور اہلحدیث عالم و مبلغ، معروف مصنف و مناظر اور ہفت روزہ ”مسلمان“ اور ”جریدہ“ اہلحدیث کے نامور ایڈیٹر تھے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

۶- ان کے انہی اوصاف کی وجہ سے ان کے ارادت مندوں میں احتناف کے علاوہ اہلحدیث بھی کثیر تعداد میں شامل ہوئے ان کا یہ وصف قابل ذکر ہے کہ وہ معاصرانہ رقابت سے بالکل مبرا تھے۔ لاہور میں کسی ہم فکر عالم دین کے درس قرآن کا سلسلہ شروع ہوتا تو بدرجہ غایت خوش ہوتے۔ ۱۹۳۲ء یا ۱۹۳۳ء میں مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے مسجد مبارک (اسلامیہ کالج لاہور) میں درس قرآن کا آغاز کیا تو حضرت مرحوم مسجد مبارک میں گئے، مولانا ندوی رحمہ اللہ کو مبارکباد دی اور دعا فرمائی۔

۷- مرحوم انتہائی جرأت مند عالم دین تھے۔ وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اس شہر میں نہایت دلیری کے ساتھ بر ملا تحریری اور تقریری صورت میں توحید کی تبلیغ کی اور زبردست مخالفت کے باوجود موحدین کی ایک عظیم جماعت پیدا کی۔ جن میں جدید تعلیم یافتہ اصحاب بھی شامل تھے اور قدیم اہل علم حضرات بھی!

۸- انہوں نے اپنے تلامذہ اور ارباب عقیدت کو علمی درس بھی دیا اور عملی بھی! یعنی علم اور عمل دونوں طریقوں سے ان کی تربیت کا اہتمام کیا۔  
۹- ان کی یہ خاصیت تھی کہ ہر اس سیاسی میدان میں بھی آگے آگے نظر آتے تھے جس میں ملک و ملت کی بہتری مضمّن ہو اور ہر علمی معرکے میں بھی سب سے پیش پیش رہتے تھے۔ وہ صحیح معنوں میں عالم باعمل تھے۔ ان کی بھرپور علمی اور عملی زندگی کے کسی گوشے میں بار بار نظر دوڑانے کے باوجود کوئی خلابدکھائی نہیں دیتا۔ کتنے بھی دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کوئی خامی نظر نہیں آئے گی۔ ”فارجع البصر هل ترى من فطور O ثم ارجع البصر كرتين ينقلب اليك البصر خاسئا و هو حسير“ O

۱۰- ان کی امور دنیا سے بے نیازی اور شغف خدمت دین کا یہ عالم تھا کہ عمر بھر بلا معاوضہ تبلیغ اسلام کرتے رہے۔ اگر کوئی بیرون لاہور سے بلاتا تو ان کا معمول تھا کہ وعدہ کرنے سے پہلے آمد و رفت کے اخراجات کا جائزہ لیتے اگر اخراجات ہیں تو چلے جاتے ورنہ معذرت کر دیتے۔ بلاشبہ تبلیغ دین ان کا پیشہ تھا لیکن اس سلسلے میں کسی سے کچھ لینا ہرگز ان کا شیوہ نہ تھا۔ کیا اس مادی دور میں کوئی اور عالم دین اس اونچے کردار کا حامل کہیں نظر آتا ہے؟

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی  
اگر اللہ نے توفیق دی، حالات سازگار رہے اور قلم و قراطس سے رابطہ قائم رہا تو یہ عاجز سلسلہ ”فقہائے ہند“ کے چودھویں صدی ہجری کے علمائے کرام اور فقہائے عظام کے حالات میں حضرت مرحوم کی علمی اور فقہی زندگی کے مفصل واقعات ضبط تحریر میں لائے گا..... انشاء اللہ العزیز و علیہ التکلیل۔“

اس وقت تک گیارہویں صدی ہجری کے ”فقہائے ہند“ کے حالات چھپ چکے ہیں اور اب گیارہویں صدی ہجری کے فقہائے عالی مقام کے سوانح زیر ترتیب ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ وقت خیریت سے آئے جب کہ برصغیر پاک و ہند کے ان بزرگان دین کے علمی کوائف معرض کتابت میں لاؤں جن کی زیارت و صحبت کا کچھ نہ کچھ خود بھی لطف اٹھا چکا ہوں اور ان سے استفادہ و استفاضہ کی محفلیں گرم رہی ہیں۔ (امام اولیاء حضرت لاہوری نمبر، ص: ۲۶۲ تا ۲۷۱) وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم، اللهم و فقنا لما تحب و ترضی“

نام کتاب: شیخ وحید عبدالسلام ہالی کی جنات  
شیاطین اور جادو کے موضوع پر لکھی مشہور زمانہ کتاب  
”وقایۃ الانسان من الجن والشیطان“  
کا اردو ترجمہ جنات اور جادو کا توڑ  
قرآن و سنت کی روشنی میں  
مترجم ابو حمزہ (ظفر اقبال) فاضل مدینہ یونیورسٹی  
ناشر نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار (لاہور)

الشیخ وحید عبدالسلام ہالی کی  
جنات شیاطین اور جادو کے موضوع پر لکھی مشہور زمانہ کتاب  
”وقایۃ الانسان من الجن والشیطان“  
کا اردو ترجمہ  
جنات  
اور  
جادو کا توڑ  
(قرآن و سنت کی روشنی میں)  
الشیخ وحید عبدالسلام ہالی  
مترجم ابو حمزہ (ظفر اقبال) فاضل مدینہ یونیورسٹی  
نعمانی کتب خانہ  
Ph: 042 7321865  
E MAIL nomania2000@hotmail.com

طبع پنجم کے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

ناشر بیگم راغب رحمانی  
مؤرخہ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ مطابق جون ۲۰۰۷ء  
تعداد ۵ ہزار  
کتابت رئیس احمد صاحب نوشہریں  
قیمت 35 روپے۔

ملکہ کا تبہ  
بیگم راغب رحمانی  
۱۔ نمبر ۱۔ مکملہ الرحمان، دارالامان سائمنی جی پبلس روڈ عقب  
شہید ملت روڈ، کراچی نمبر (پاکستان)

غذاء الأرواح  
المعدون  
شرعی وظائف

سید ابو حمزہ قرآن و حدیث سے تندر اوراد و تہجد کے نامی  
مؤلف، جنس علماء کے ترجمہ اور دو خان ممتاز علی مولوی نے  
سرائی سیرت حضرت محمد ﷺ سے لے کر اہل بیت علیہم السلام تک

سید ابو حمزہ قرآن و حدیث سے تندر اوراد و تہجد کے نامی  
مؤلف، جنس علماء کے ترجمہ اور دو خان ممتاز علی مولوی نے  
سرائی سیرت حضرت محمد ﷺ سے لے کر اہل بیت علیہم السلام تک

نام کتاب: شیخ وحید عبدالسلام بابلی کی جنات، شیاطین اور جادو کے موضوع پر لکھی مشہور زمانہ کتاب

”وقایة الانسان من الجن والشيطان“ ..... کا اردو ترجمہ جنات اور جادو کا توڑ

قرآن و سنت کی روشنی میں ..... مترجم: ابو حمزہ (ظفر اقبال)

فاضل مدینہ یونیورسٹی ..... ناشر: نعمانی کتب خانہ .... حق سٹریٹ اردو بازار (لاہور)

کیا جنات لوگوں کے گھروں میں رہتے ہیں:۔ کثرت سے ایسی باتیں سننے میں آئی ہیں کہ فلاں جگہ یا فلاں مکان میں جنات بسیرا کرتے ہیں کیا صحیح ہے؟۔ درحقیقت اس طرح کی باتیں سچ بھی ہوتی ہیں اور جھوٹ بھی۔ سچ ہونا تو اس لیے ہم نے کہا کہ شریعت اسلامیہ کی کچھ نصوص اس بات کی تصدیق کرتی ہیں۔ اور عقلاً یہ جائز اور ممکن ہے۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اپنے گھر کی مرمت کر رہا تھا مجھے بیوی کا پیغام ملا کہ جلدی گھر آؤ۔ میں نے فوراً اپنا کام چھوڑا اور گھر کو سدھارا میں نے استنہامیہ انداز سے اس کی طرف دیکھا تو اس نے ایک سانپ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں گاؤں میں کچھ عرصہ پہلے اس سانپ کو دیکھا کرتی تھی۔ کافی عرصے بعد آج پھر مجھے نظر آیا اور میں اسے اچھی طرح پہچانتی ہوں یہ سو فیصد وہی ہے۔ یہ سن کر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے خطبہ مسنونہ پڑھا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنائیاں کی پھر اس سانپ کو مخاطب کر کے کہنے لگے تو نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے میں تجھے اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر میں نے تجھے آج کے بعد دیکھا تو میں ضرور تجھے قتل کر دوں گا۔ اسی وقت سانپ گھر کے دروازے سے نکل گیا۔ (آ کام المرجان، ص ۷۵) (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۵۲-۵۳)

گھر سے جنات کو کیسے نکالا جائے:۔ تاہم جب یقین ہو جائے کہ گھر میں جنات کا بسیرا ہے۔ تو انہیں نکلنے کا طریقہ درج ذیل ہے:

۱- دو آدمی ہمراہ لے کر اس گھر میں جاؤ اور اعلان یہ کہو: میں تمہیں وہ وعدہ یاد دلاتا ہوں جو سلیمان علیہ السلام نے تم سے لیا تھا لہذا تم ہمارے گھر سے چلے جاؤ۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم یہاں سے چلے جاؤ اور کسی کو تکلیف مت دو۔ تین دن تک یہ عمل دہراؤ۔

۲- اس کے بعد بھی آپ گھر میں کچھ محسوس کریں تو پانی لے کر اپنی انگلی اس میں ڈبوئیں اور اپنے منہ کے قریب کر کے یہ آیات پڑھیں۔

”اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ والصفات صفا فالزاجرات زجرا فالغالیات ذکرا ان الھکم لواحد رب السموات والارض وما بینھما و رب المشارق انا زینا السماء الدنیا بزینة ن الکواکب و حفظا من کل شیطان مارء لا یسمعون الی الملاء الاعلیٰ و یقذفون من کل جانب دحورا ولھم عذاب و اصاب الامن خطف الخطفة فاتبعہ شہاب ثاقب“۔ (الصفات: ۱۰ تا ۱۱) (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۵۳-۵۴)

پھر اس پانی کو گھر کے چاروں کونوں میں چھڑک دو۔ اللہ کے حکم سے تمام جنات نکل جائیں گے۔ جنات کے نکلنے کا علاج آپ کے سامنے ہے آپ پر صرف اتنا فرض عائد ہوتا ہے کہ علاج کے وقت اپنی نیت خالص کر لیں اور ہر لمحے زمین و آسمان کے رب سے مدد حاصل کریں۔ (الوابل الصیب، ابن القیم، ص: ۵۰ بحوالہ جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۵۴)

کیا جنات لوگوں کو ایذا پہنچاتے ہیں؟۔ شیخ ابوبکر جزائری فرماتے ہیں: جنات کی طرف سے انسانوں کو ایذا پہنچانا عقلی و نقلی نصوص سے ثابت ہے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اور ہم اس کا احساس و ادراک بھی رکھتے ہیں۔ اور اگر انسان کی حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرشتے نہ ہوتے تو کوئی انسان بھی جن و شیطان کی ایذا سے نہ بچ سکتا کیونکہ وہ انہیں نظر ہی نہیں آتے پھر ان سے بچنے اور اپنے دفاع کی انسانوں میں صلاحیت ہی نہ ہوتی۔

بعض اوقات انسان اپنی نادانی کی وجہ سے گرم پانی جنات کے اوپر ڈال کر ان کو تکلیف پہنچاتا ہے تو انتقام کے طور پر وہ بھی انسان کو مختلف طرح سے ستاتے ہیں۔ یا پھر کوئی انسان کسی سوراخ میں پیشاب کر بیٹھتا ہے۔ یا بعض مقامات پر گھروں میں وہ پڑاؤ کرتا ہے جہاں پہلے سے جنات کا بسیرا ہوتا ہے۔ یا پھر ابتداء جنات کی طرف سے ہوتی ہے محض ظلم کرنے کیلئے جنات انسان کو ستاتے ہیں۔ جیسے عموماً انسان ایک دوسرے پر کرتے رہتے ہیں اور جہالت، منتقم المزاجی، ایذاء اور استہزاء وغیرہ جنات کی فطرت میں داخل ہے۔

اس باب کے آخر میں مصنف نے شیخ ابوبکر الجبازی رحمہ اللہ کی کتاب سے ان کا اپنا ایک ذاتی واقعہ نقل کیا ہے کہ سعدیہ میری بہن تھی۔ ہم صحن سے کھجور کی ٹہنیاں اٹھا کر چھت پر لے جا رہے تھے کہ ایک بھاری ٹہنی کی وجہ سے میری بہن دھڑام سے نیچے صحن میں گر پڑی۔ اور اس جن کے اوپر گری جو وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اسے بہت زیادہ تکلیف ہوئی اور اس نے انتقام کی ٹھان لی حالانکہ میری بہن بالکل بے گناہ اور لاعلم تھی۔ وہ جن ہر ہفتے دو یا تین بار نیند میں آ کر اس کا گلاباتا۔ وہ بکری کی طرح ٹانگیں چلاتی رہتی۔ وہ ظالم اس وقت تک اسے نہ چھوڑتا جب تک وہ بالکل مرنے کے قریب نہ ہوتی۔ اور ایک بار اس جن نے میری بہن کی زبانی اس بات کی وضاحت کر دی کہ وہ اسے اس وجہ سے تکلیف دیتا ہے۔ تقریباً دس سال اسی طرح گزر گئے۔ ایک دن وہ اس کا گلاباتا رہا اور وہ پھر کئی رہی یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے یہ حادثہ میرے گھر میں پیش ہوا اور میں نے دس سال تک اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا۔ (عقیدۃ المؤمن، ص: ۲۳۰) (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۵۵-۵۶)

**ارواح خبیثہ کے اثرات:-** بعض اوقات جنات کی وجہ سے بھی مرگی نما حالت انسان پر طاری ہو جاتی ہے اور اس جناتی مرگی کا سبب واحد ارواح خبیثہ ہوتی ہیں اور ان کا مقصد مذکورہ انسان کو سزا دینا ہوتا ہے۔

پہلی قسم کی مرگی کا اعتراف اطباء جسمانی بھی کرتے ہیں اور اس کے علاج کے طریقے بھی بتلاتے ہیں لیکن اکثر اطباء جناتی مرگی کو حقیقت ماننے پر تیار نہیں ہوتے اور اگر کچھ اس حقیقت کو مان بھی لیں پھر بھی اس کے علاج سے بے خبر ہی رہتے ہیں۔ بلکہ وہ ان ارواح خبیثہ کا علاج ارواح علویہ کے ساتھ تصادم کے ذریعے کرنے پر مجبور ہوتے ہیں تا آنکہ ارواح خبیثہ کے آثار ختم ہو جائیں۔ (فتح الباری، ج ۱۰، ص: ۱۱۴ بحوالہ جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۵۸-۵۹)

### جناتی مرگی کے اثبات کیلئے منصوص و عقلی دلائل

نقل و عقل کے ذریعہ جناتی مرگی کا وجود ایک حقیقت ثابت ہو چکا ہے۔ اس کا انکار صرف ہٹ دھرم اور جاہل لوگ ہی کرتے ہیں۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۵۹)

ابویسر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دعایا کرتے تھے۔ ”اے اللہ بڑھاپے، بلند جگہ سے گرنے سے، اپنے اوپر (کوئی بھاری چیز) گرنے سے، غم سے، غرق سے اور جلنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور میں پناہ چاہتا ہوں تیری، کہ موت کے وقت شیطان مجھے غیظ و الحواس کر دے اور اس سے کہ تیرے راستے میں پیٹھ دکھا کر میں قتل ہو جاؤں اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں کسی چیز کے ڈسنے سے مروں۔“ (ابوداؤد، ج: ۲، ص: ۹۲، نسائی، ج: ۶، ص: ۲۹۳)

سیدہ صفیہ بنت حمی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”شیطان ابن آدم کی خون کی نالیوں میں چلتا ہے۔“ (بخاری کتاب الاعتکاف۔ حدیث ۳۹-۲۰۳۸ کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجودہ: ۳۲۸۱۔ مسلم مع نووی ۱۵۵/۴)

اس حدیث سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ شیطان انسان کے اندر داخل ہونے کی طاقت رکھتا ہے۔ اور یہیں سے جناتی مرگی پر بھی رہنمائی ملتی ہے۔ (پھر تعجب کس بات کا ہے؟) مترجم۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۶۳)

**جنات کا انسانی بدن میں داخل ہونے کا طریقہ:-** جنات ہوا کی شکل میں ہوتے ہیں اور انسان کے سارے جسم میں مسام ہوتے ہیں لہذا جنات انسانی جسم میں کسی بھی جگہ سے داخل ہو سکتے ہیں۔

اور جنات کے ہوا ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ”وخلق الجنان من نار“ (الرحمن: ۱۵)

”اور جنات کے باپ کو لپکتی ہوئی آگ سے پیدا کیا۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لپکتی ہوئی آگ سے مراد آگ سے نکلنے والی گرم ہوا ہے جو نہی جنات بدن انسانی میں داخل ہوتے ہیں وہ فوراً دماغ کا رخ کرتے ہیں کیونکہ دماغ پر کنٹرول کرنے کے بعد انسان کے دماغ میں کسی بھی عضو کے مرکز پر کنٹرول حاصل کرنا کوئی مشکل نہیں ہوتا۔

طب جدید کے ذریعے لیبارٹری میں دماغی ٹیسٹوں کے ذریعے پتہ چل چکا ہے کہ مرگی کے مریضوں کے دماغ میں عجیب و غریب بے ترتیب لہریں پائی جاتی ہیں۔ نیز مجھے (بقول مصنف) بیشتر جنات نے یہ بات بتائی کہ وہ انسان کے دماغ میں ٹھہرتے ہیں۔

ایک دفعہ مجھے ایک جن نے بتایا کہ وہ دماغ پر قبضہ کر کے انسان کے کسی بھی عضو پر قبضہ کر سکتا ہے۔ میں نے بھی آزمانے کی نیت سے ایک جن کو کہا کہ یہ بازو پکڑ لو۔ مریض نے اپنا بازو بڑھایا مجلس میں موجود تین طاقتور نوجوانوں نے پورا زور لگایا لیکن بازو کو نہ موڑ سکے۔ میں نے جن کو کہا اب بازو چھوڑ دے جب اس نے چھوڑا۔ وہ پہلی حالت پر لوٹ آیا۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۷۸-۷۹)

**انسانی جسم میں جن کے داخلے کی علامات:-** انسانی جسم میں جن کا داخلہ بھی دیگر امراض کی طرح ایک مرض ہے اس کی خاص علامات ہوتی ہیں تاہم میں اس موقع پر معالجین کو خصوصی تشبیہ کرنا چاہتا ہوں کہ عضوی تشیخ اور جناتی داخلے میں مشابہت پائی جاتی ہے۔

میرے پاس ایک عورت آئی اور مجھے بتایا کہ اس کی ٹانگ میں درد ہوتا ہے پہلے لمحے میں نے یہی گمان کیا کہ شاید یہ درد رخ ہو۔ تاہم مزید تاکید کیلئے میں نے جو نبی قرآن پڑھا تو فوراً جن بول پڑا اور اس نے مجھے بتایا کہ میں اس کی ٹانگیں جکڑ لیتا ہوں میں نے اسے حکم دیا کہ تو اسے چھوڑ دے۔ پس وہ چلا گیا۔ اور عورت نے پھر کبھی ٹانگ میں درد کی شکایت نہ کی۔ سارا فضل اللہ وحدہ کا ہے۔

**عالم کامل حضرات کیلئے خصوصی ہدایات:-** معالج کیلئے علامات کو پہچاننا بہت ضروری ہوتا ہے۔ ان علامات کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) نیند کی علامات۔ (۲) بیداری کی علامات۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۷۹)

(۱) نیند کی علامات:-

(۱) بے خوابی: کافی مدت تک انسان بالکل نہ سو سکے۔ جب اس کے سارے اعضاء ڈھیلے پڑ جائیں اور سارے وجود پر سستی چھا جائے تو وہ پھر سو سکے۔

(۲) قلق و ملال: رات کو کثرت سے بیداری کی وجہ سے طبیعت میں اکتاہٹ، گھبراہٹ وغیرہ چھائی رہتی ہے۔

(۳) گھٹن: خواب میں ایسا منظر نظر آئے گا یا کوئی اس کا گلا دبا رہے وہ مدد کیلئے بلانا چاہتا ہے لیکن بلا نہیں سکتا۔

(۴) ڈراؤنے خواب: خواب میں دیکھے کہ کوئی اسے قتل کر رہا ہے یا کوئی اسے مار رہا ہے یا کتوں میں گر گیا ہے یا کمرے کی چھت اس پر گر گئی ہے وغیرہ وغیرہ۔

(۵) خواب میں مختلف جانور دیکھنا: جیسے بلی، کتا، اونٹ، اژدھا، شیر، لومڑی اور چوہا وغیرہ۔ (۶) خواب میں اپنی انگلیوں کو کاٹنا۔

(۷) خواب میں ہنسنا، رونانا یا چیخنا۔ (۸) خواب میں آہ آہ اور ہائے ہائے کرنا۔ (۹) خواب میں کھڑے ہو جانا اور بلا ارادی طور پر چلنا۔

(۱۰) خواب میں اپنے آپ کو بلندی سے گرتے ہوئے محسوس کرنا۔ (۱۱) خواب میں اپنے آپ کو قبرستان، کوڑا کرکٹ یا ڈراؤنے رستے

پر دیکھنا۔ (۱۲) عجیب و غریب لوگ خواب میں دیکھنا مثلاً زیادہ لمبے یا زیادہ چھوٹے یا کالے آدمی دیکھنا۔

(۱۳) خواب میں ہیولے اور سارے دیکھنا۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۸۰)

**(۲) بیداری کی علامات:** (۱) دائمی درد سر: بشرطیکہ آنکھ، کان، ناک، دانت، گلا، یا معدہ کا کوئی مرض اس کا سبب نہ ہو۔ (۲) رکاوٹ:

اللہ کے ذکر، نماز اور اطاعت الہی کے کاموں سے رک جانا۔ (۳) سوچ بچار: ذہنی پریشانی۔ (۴) سستی و کاہلی۔ (۵) عضوی مرگی۔



(۶) کسی عضو میں ایسا درد ہو کہ طب انسانی اس کے علاج سے عاجز آجکی ہو۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۸۱)  
 جن، کے داغے کی اقسام: (۱) کلی داغہ: جن، سارے جسم پر قبضہ کر لے اور پورے جسم میں اکڑن شروع ہو جائے۔ (۲) جزوی داغہ: جن، انسان کے کسی ایک یا چند اعضاء پر کنٹرول حاصل کر لے۔ (۳) دائمی داغہ: لمبی مدت تک جن، انسان کے اندر رہے۔  
 (۴) لمحاتی داغہ: چند منٹ تک انسانی جسم کے اندر جن رہتا ہے اور پھر چلا جاتا ہے۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۸۱)  
 شیخ عبدالسلام بالی کا مرگی میں مجرب علاج:- آپ اپنا دایاں ہاتھ مریض کے سر پر رکھیں اور اس کے کان میں ترتیل کے ساتھ درج ذیل آیات پڑھیں۔

۱- ”اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O بسم اللہ الرحمن الرحیم“ ”الحمد لله رب العالمین، الرحمن الرحیم، مالک یوم الدین“  
 ”ایک نعبد و ایک نستعین“ ”اهدنا الصراط المستقیم“ صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم و لا الضالین (الفاتحہ: ۱ تا ۷)  
 ۲- ”بسم اللہ الرحمن الرحیم، الم ذلک الكتاب لاریب فیہ ہدی للمتقین الذین یومنون بالغیب و یقیمون الصلاة و مما رزقنہم ینفقون و الذین یومنون بما انزل الیک و ما انزل من قبلك و بالآخرة ہم یوقنون اولئک علی ہدی من ربہم و اولئک ہم المفلحون“ (سورۃ البقرۃ آیات ۵ تا ۵)

۳- ”اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم“ ”والہکم الہ واحد لالہ الہ الا ہو الرحمن الرحیم، ان فی خلق السموات والارض و اختلاف اللیل والنہار والفلك التی تجری فی البحر بما ینفع الناس و ما انزل اللہ من السماء من ماء فأحیا بہ الارض بعد موتہا و بث فیہا من کل دابۃ و تصریف الریاح و السحاب المسخرین السماء والارض لایات لقوم یعقلون“ (سورۃ البقرۃ آیات ۱۶۳ تا ۱۶۴)  
 ۴- ”اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔“ ”اللہ لالہ الہ الا ہو الحی القیوم لاتاخذہ سنة و لا نوم لہ ما فی السموات و ما فی الارض من ذالذی یشفع عنده الا باذنه یعلم ما بین ایدیہم و ما خلفہم و لا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء و سع کرسیہ السموات والارض و لا ینودہ“ حفظہما و ہو العلی العظیم، لا اکراہ فی الدین قدتبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروة الوثقی لانفصام لہا واللہ سمیع علیم اللہ ولی الذین امنوا ینصرہم من الظلمات الی النور و الذین کفروا اولیاءہم الطاغوت ینصرہم من النور الی الظلمات اولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون“ (سورۃ البقرۃ: ۲۵۵ تا ۲۵۷)

۵- ”اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم“ ”امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ و المومنون کل امن باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسولہ لا نفرق بین احد من رسلہ و قالوا سمعنا و اطعنا غفرانک ربنا و الیک المصیر لا یکلف اللہ نفساً الا و سعہا لہا ما کسبت و علیہا ما اکتسبت ربنا لا توأخذن انا نسینا او اخطانا ربنا و لا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا و لا تحملنا ما لا طاقت لہا بہ و اعف عنا و اغفر لنا و ارحمنا انت مولانا فانصرتنا علی القوم الکفرین“ (البقرۃ: ۲۸۵ تا ۲۸۶)

۶- ”شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو و الملائکة و اولوا العلم قائماً بالقسط لالہ الہ الا ہو العزیز الحکیم O ان الدین عند اللہ الاسلام و ما اختلف الذین اتوا الكتاب الا من بعد ما جاءہم العلم بغیا بینہم و من یکفر بایات اللہ فان اللہ سریع الحساب“ (آل عمران: ۱۸-۱۹)

۷- ”اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم“ ”ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش یغشی الیل النہار یطلبہ حیثا و الشمس و القمر و النجوم مسخرات بأمرہ الا الہ الخلق و الامر تبارک اللہ رب العالمین O ادعوا ربکم تضرعاً و خفیۃ انہ لا یحب المعتدین O ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا و ادعوه خوفاً و طمعا ان رحمة اللہ قریب من المحسنین“ (الاعراف: ۵۶ تا ۵۴)

۸- اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O افسبتم انما خلقنا کم عبثا وانکم الینا لاترجعون O فتعالی اللہ الملک الحق لالہ الاہور رب العرش الکریم O و من یدع مع اللہ الہا اخر لا یرهان لہ؛ بہ فانما حسابہ، عند ربہ انه لا یفلح الکافرون O و قل رب اغفر وارحم و انت خیر الرحیمین O (المؤمنون: ۱۱۵-۱۱۸)

۹- اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O بسم اللہ الرحمن الرحیم O والصفات صفا O فالزّاجرات زجرا O فالتالیات ذکر O ان الہکم لواحد O رب السموات والارض و ما بینہما و رب المشارق O انا زینا السماء الدنیا بزینة O الکواکب O و حفظاً من کل شیطن ما O رد لا یسمعون الی الملاء الاعلی و یقذفون من کل جانب O دحورا ولہم عذاب واصب O الا من خطف الخطفة فاتبعہ شہاب ثاقب O (الصافات: ۱-۱۰)

۱۰- اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O واذ صرفنا الیک نفرا من الجن یستمعون القرآن فلما حضروہ قالوا انصتوا فلما قضی ولوا الی قومہم منذرین O قالوا یا قومنا انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسیٰ مصدقا لما بین یدیه یرہدی الی الحق والی طریق مستقیم O یا قومنا اجیبوا داعی اللہ و امنوا بہ یغفر لکم من ذنوبکم و یجرکم من عذاب الیم O و من لا یجب داعی اللہ فلیس بمعجز فی الارض و لیس لہ، من دونہ اولیاء اولئک فی ضلال مبین O (الاتقاف: ۲۹-۳۲)

۱۱- اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O یامعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان O فبای الاء ربکمما تکذبان O یرسل علیکم شواظ من نار و نحاس فلا تنتصرون O فبای الاء ربکمما تکذبان O (الرحمن: ۳۳-۳۶)

۱۲- اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O لو انزلنا هذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعاً متصدعاً من خشية اللہ و تلك الامثال نضربہا للناس لعلہم یتفکرون O هو اللہ الذی لا الہ الا هو عالم الغیب والشہادة هو الرحمن الرحیم O هو اللہ الذی لا الہ الا هو الملک القدوس السلام المہیم العزیز الجبار المتکبر سبحان اللہ عما یشرکون O هو اللہ الخالق الباری المصور لہ؛ الاسماء الحسنی یسبح لہ؛ ما فی السموات والارض و هو العزیز الحکیم O (الحشر: ۲۱-۲۲)

۱۳- اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرانا عجابا یرہدی الی الرشد فانما بہ ولن نشکر برینا احدا O وانه تعالیٰ جدرینا ما اتخذ صاحبة ولا ولدا O وانه؛ کان یقول سفینتا علی اللہ شططا O وانا طننا ان لن نقول الانس والجن علی اللہ کذبا O و انه؛ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزاد و هم رھقا O وانہم ظنوا کما ظننتم ان لن یربعث اللہ احدا O وانا لمسنا السماء فوجدناھا ملئت حرساً شديدا و شہبا O وانا کنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن یربعث الان یجدلہ؛ شہاباً رصدا O (الحج: ۱-۹)

۱۴- اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O قل هو اللہ احد O اللہ الصمد O لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفوا احد O (الخلاص: ۱-۴)

۱۵- اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O قل اعوذ برب الفلق O من شر ما خلق O و من شر غاسق اذا وقب O و من شر النفاثات فی العقد O و من شر حاسد اذا حسد O (الفلق: ۱-۵)

۱۶- اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O قل اعوذ برب الناس O ملک الناس O الہ الناس O من شر الوسواس الخناس O الذی یوسوس فی صدور الناس O من الجنة والناس O (الناس: ۱-۶) (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۸۷ تا ۹۴)

**جنات کی حاضری کی علامات:** جن کے حاضر ہونے کا آپ کو پتہ کیسے چلے گا؟ چند علامات سے آپ باسانی پہچان سکتے ہیں کہ جن آپ سے ہم کلام ہونے کا متمنی ہے۔

۱- مریض دونوں آنکھیں سختی سے بھیجنے لے، یا دونوں آنکھیں ایک ہی جگہ لگا دے، یا شدت کے ساتھ جھپکنے لگے۔ یا اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں آنکھوں پر رکھ لے۔ ۲- پورے جسم میں شدید کپکپاہٹ یا جسم کے کناروں میں خفیف کپکپی طاری ہو جائے۔ ۳- جسم پسینے میں شرابور ہو جائے۔ ۴- چیخنا، چلانا۔ ۵- صراحت کے ساتھ اپنا نام بتلائے۔

اس کے بعد عامل درج ذیل ترتیب کے ساتھ جن سے سوالات کرے۔

۱- تیرا کیا نام ہے؟ ۲- تیرا مذہب کیا ہے؟ ۳- تو اس جسم میں کیوں داخل ہوا؟ ۴- کیا اس جسم میں تیرے ساتھ کوئی اور جن بھی ہے؟

۵- کیا تو کسی جادوگر کے ساتھ کام کرتا ہے؟ ۶- اس جسم میں تو کہاں رہتا ہے؟

**عامل مسلمان جن کے ساتھ معاملات کیسے طے کرے گا:**۔ اگر جن مسلمان ہو تو اس کو نیکی کی طرف رغبت دلائیں، خوف الہی

دلائیں، آخرت کے عذاب سے اسے ڈرائیں اور اسے احادیث کی روشنی میں بتائیں کہ دوسروں پر ظلم کرنے والوں کا انجام بہت برا ہوگا۔

اور وہ جس وجہ سے جسم میں داخل ہوا ہو اس کے مطابق عمل کریں۔

اگر وہ اس وجہ سے داخل ہوا تھا کہ مریض نے اس کے بقول اس پر ظلم کیا ہو۔ تو آپ اسے بتائیں کہ انسان جنات کو نہیں دیکھ سکتے لہذا وہ

بے گناہ ہے اسے معاف کر دو۔ کیونکہ جو عدا غلطی نہ کرے وہ سزا کا مستوجب نہیں۔

اور اگر جن یہ کہے کہ اسے اس مریض یا مریضہ سے عشق ہے۔ تو آپ اسے بتائیں کہ کسی سے عشق کرنا حرام ہے۔ نیز آپ اسے قیامت

کے عذاب سے ڈرائیں اور اسے بتائیں کہ قیامت کے دن اس کا کیا انجام ہوگا؟

اور اگر وہ ظلم کی نیت سے کسی انسان کو ستا رہا ہو۔ تو آپ اسے ظالموں کے خطرناک اور حسرت ناک انجام سے ڈرائیں۔

اگر تمہاری گفتگوئے ناصحانہ سے متاثر ہو کر جن نکلنے اور چلے جانے پر آمادگی کا اظہار کرے تو آپ اللہ کا شکر ادا کریں اور جن کے نکلنے سے پہلے

اس سے عہد لے لیں۔ (عہد کے الفاظ مختلف بھی ہو سکتے ہیں لیکن ان میں کوئی شریک لفظ نہیں ہونا چاہیے) وہ آپ کے ساتھ ساتھ یہ عہد دہرائے گا۔

”عاهدت اللہ تعالیٰ ان اخرج من هذا الجسد ولا اعود اليه مرة اخرى ولا الی احد من المسلمین و ان نکثت فی

عہدی فعلى لعنة الله والملائكة والناس اجمعین“ اللهم ان کنت صادقاً فسهل علی خروجی و ان کنت کاذباً فمکن

المؤمنین منی واللہ علی ما اقول شهید۔“

پھر آپ اس سے پوچھیں: وہ کہاں سے نکلنا چاہتا ہے؟ اگر وہ کہے کہ میں مریض کی آنکھ یا حلق یا اس کے پیٹ سے نکلوں گا۔ تو آپ اس

کو منع کریں کہ وہ وہاں سے نہ نکلے اور آپ اسے مشورہ دیں کہ وہ مریض کے منہ یا ناک یا کان، یا ہاتھوں یا پاؤں کی انگلیوں سے نکلے۔

اور آپ اسے کہیں کہ جب تو نکلنے کا ارادہ کر لے تو نکلنے سے پہلے سب کو السلام علیکم کہے۔

جن کے نکلنے کے بعد مزید تاکید کیلئے دم دوبارہ پڑھیں کیونکہ جنات میں جھوٹ بولنے کا بہت زیادہ رواج پایا جاتا ہے۔ سوائے ان کے

جن کو اللہ محفوظ رکھے۔ اگر دم پڑھنے کے نتیجے میں جسم کا پنے لگے تو یقین کر لیں کہ جن ابھی تک جسم میں موجود ہے اور اگر دوبارہ دم پڑھنے سے

مریض پر کوئی اثر نہ ہو تو پھر یقین کر لیں کہ جن نکل چکا ہے۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۹۵-۹۷)

**آپ غیر مسلم جن کے ساتھ معاملات کیسے طے کریں گے؟:**۔ ۱- سب سے پہلے آپ اسے اسلام کی دعوت دیں۔ لیکن اسے

اسلام لانے پر مجبور نہ کریں بلکہ اسے اسلام لانے کا مشورہ دیں۔ اسے مزید تبلیغ کرتے ہوئے کہیں کہ توبہ مکمل ہونے کی علامات یہ ہیں کہ تو اس

ظلم سے باز آ جا اور تو اس جسم سے نکل جا۔

۲- اگر وہ جسم میں موجود رہنے پر اصرار کرے تو آپ اس کے اسرار کو برداشت کریں۔ اور اسے ناصحانہ الفاظ میں اسلام لانے کا

مشورہ دیں۔ اگر وہ پہلے ہی مرحلے میں مسلمان ہو جائے تو آپ الحمد للہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ اور اگر وہ دعوت پر غور نہ کرے تو

آپ اسے ڈرائیں دھمکائیں یا مار پیٹ سے کام نکالیں آپ کیلئے جائز ہے۔

تاہم مار پیٹ صرف اس دم کرنے والے کیلئے جائز ہے۔ جو اپنے عمل میں ماہر ہو اور جنات کی چالوں کو سمجھتا ہو۔ اور اسے پتا ہو کہ مار جن کو پڑ رہی ہے کیونکہ بعض جنات اتنے مکار ہوتے ہیں کہ مار کا نام سن کر ہی ایک کونے میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور مار انسان کو پڑنے لگ جاتی ہے۔ اور عامل کو چاہیے کہ وہ کندھوں، پشت اور جسم کے کناروں پر مارے۔

۳۔ جن سورتوں یا آیات کی تلاوت سے جن کو تکلیف ہوتی ہے وہ یہ ہیں اور ان سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے۔ آیت الکرسی، سورۃ الیسین، سورۃ الصافات، سورۃ الدخان، سورۃ حشر کا آخری رکوع، سورۃ ہمزہ اور سورۃ الاعلیٰ۔

۴۔ عام طور پر ہر وہ آیت جس میں شیطان اور جہنم اور اس کی مختلف سراؤں کا ذکر ہو۔ جنات کو ان جیسی سورتوں اور آیات کی تلاوت سے بہت زیادہ ایذا پہنچتی ہے اور انہیں بہت زیادہ درد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۹۸)

**روحانی معالج کیلئے ضروری ہدایات:** بعض اوقات دم پڑھنے کے بعد مریض متلی، گھبراہٹ، گھٹن یا کپکپاہٹ محسوس کرتا ہے لیکن جن حاضر نہیں ہوتا ایسی صورت میں معالج کو تین بار دم دہرانا چاہیے۔ پھر بھی جن حاضر نہ ہو تو آپ مریض کو درج ذیل نصاب اختیار کرنے کو دیں۔

۱۔ باجماعت نماز کی پابندی ۲۔ ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ اور ٹیلی ویژن کی ممانعت ۳۔ نیند سے پہلے وضو کرے اور آیت الکرسی کی تلاوت کرے ۴۔ اپنے رہائشی گھر میں کسی جاندار چیز کی تصویر مت لٹکائے۔ ۵۔ ہر نیک قول و عمل سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھے۔ ۶۔ لا الہ الا اللہ کا بکثرت ورد کریں۔ ۷۔ نیند سے پہلے سورۃ الصافات، الدخان اور سورۃ الجن کی تلاوت کریں۔ ۸۔ صبح کی نماز کے بعد سورۃ الیسین، معارج اور سورۃ الرحمن ضرور پڑھے۔ ۹۔ صبح و شام کے مسنونہ اذکار بھی پڑھے۔ ۱۰۔ عورت کو شرعی پردے کا حکم دیں۔ ۱۱۔ درج ذیل سورتیں: قرآنی ترتیب سے کیسٹ میں بھر دیں تاکہ وہ کیسٹ ہر روز چار سے چھ گھنٹوں تک سنے۔

”الفتاحہ المبرقۃ آل عمران، الانعام، ہود، الکھف، الحجر، السجدہ الاحزاب، الیسین، الصافات، فصلت، الدخان، الفتح، الحجرات، ق، الذاریات، الرحمن، الحشر، الصف، الجمعہ، المنافقون، الملک، المعارج، الجن، التکویر، الانفطار، البروج، الطارق، الاعلیٰ، الغاشیہ، الفجر، البلد، الزلزال، القارعة، الہمزۃ، الکافرون، المسد، الاخلاص، الفلق، الناس۔“

ایک مہینے کے بعد معالج اس پر دم پڑھے گا۔ پھر پتہ چلے گا کہ جن چلا گیا ہے یا ابھی تک اسی جسم میں موجود ہے۔ اس بات کی تحقیق گزشتہ صفحات میں مذکورہ علامات کے ذریعے کریں جو مریض کے جسم پر ظاہر ہوں گی۔

پہلی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے آپ کو بچالیا ہے۔ آپ صرف الحمد للہ کہہ دیں۔ اس بات کی تاکید آپ کو چند سادہ علامات کے ذریعے ہوگی۔ ۱۔ مثلاً دورے کے دوران متاثرہ عضو ٹھیک ہو جائے گا۔ ۲۔ خوفناک خواب آنا بند ہو جائیں گے۔ ۳۔ دم کرنے کے بعد مریض میں کوئی تبدیلی نہ آئے گی۔

۱۔ دوسری صورت میں جن اگرچہ موجود ہے لیکن کافی کمزور ہو چکا ہے۔ آپ جو نہیں مریض پر دم پڑھیں وہ جن ذلیل و خوار ہو کر آپ کے پاس آجائے گا۔

۲۔ بعض اوقات جن حاضر تو ہو جاتا ہے لیکن نکلنے سے انکاری ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں آپ ایسی سورتیں پڑھیں جس سے جن کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اس کے باوجود اگر وہ نکلنے پر آمادہ نہ ہو۔ تو آپ مار پیٹ سے کام لے سکتے ہیں۔ اگر وہ پھر بھی نکلنے پر آمادہ نہ ہو تو آپ مریض کو سابقہ تعلیمات مزید ایک مہینے کیلئے دے دیں۔

۳۔ بعض اوقات آپ دم پڑھتے ہیں تو مریض بقائے ہوش و حواس شدید انداز میں روتا ہے۔ اگر آپ اس سے رونے کا سبب پوچھیں تو وہ جواب دے گا۔ میں اپنی ذلت کی وجہ سے روتا ہوں۔ اور میں اپنے آپ پر ضبط نہیں کر سکتا۔ بظاہر ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جادو کی علامات ہے۔

واللہ اعلم، گر آپ اس رائے کی تاکید چاہیں تو مریض کے کان میں درج ذیل دم پڑھیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”قال موسى ما جئتم به السحر ان الله سيبطله ان الله لا يصلح عمل المفسدين O ويحق الله الحق بكلماته ولو كره المجرمون“ (یونس: ۸۱-۸۲)

”و اوحينا الى موسى ان الق عصاك فاذا هي تلفف ما يافكون O فوق الحق و بطل ما كانوا يعملون O فغلبوا هنالك و انقلبوا صاغرين O و القى السحرة ساجدين O قالوا امنا رب العالمين O رب موسى و هارون“ (الاعراف: ۱۱۷ تا ۱۲۲)

”انما صنعوا كيد ساحر ولا يفلح الساحر حيث اتى“ (ط: ۶۹)

یہ سب آیات سات سات بار مریض کے کان میں پڑھیں۔ اگر مریض رونے میں اضافہ کر دے۔ تو آپ کو یقین ہونا چاہیے کہ یہ جادو ہے۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۱۰۰-۱۰۲)

## جنات کے ساتھ بیٹی سچی کہانیاں

ہمارا یقین کامل ہے کہ تھوری کے ساتھ ساتھ اگر پریکٹس کا ذکر کر دیا جائے تو سونے پر سہاگہ ثابت ہوتا ہے۔ یہاں میں اپنے ساتھ پیش آنے والے کچھ عملی واقعات تحریر کرتا ہوں۔ (بالی)

**جن شیخ محمد سے ملاقات:** ☆ میں نے ایک بیمار عورت پر دم پڑھا تو وہ کانپنے لگی۔ میں نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟

جن بولا میں شیخ محمد ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا شیخ محمد آپ اس عورت میں کیوں داخل ہوئے؟

کہنے لگا یہ غسل خانے میں مجھ پر چڑھ گئی۔ ☆ میں نے اسے مشورہ دیا۔ اللہ کی اطاعت کیلئے اس کو چھوڑ دے۔ کہنے لگا: میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ ☆ میں نے اسے بتایا کہ میں تجھ پر دم پڑھتا ہوں اور میں نے سورۃ صافات کی ابتدائی آیات پڑھیں تو اسے شدید تکلیف ہوئی وہ رونے لگا اور کہنے لگا میں ابھی نکلتا ہوں۔ ☆ میں نے کہا: فوراً نکل جاؤ، تو اس نے توقف کیا۔ ☆ میں نے سورت جن کی ابتدائی آیات پڑھیں۔

وہ کہنے لگا مجھے چھوڑ دو۔ میں جاتا ہوں پھر سلام کیا اور چلا گیا۔

تمام تعریفات اور شکر و احسان اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۱۰۶)

**سچی اور محمد جن سے ملاقات:** میرے پاس ایک عورت آئی میں نے سورۃ فاتحہ پڑھی تو جن حاضر ہو گیا میں نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟

کہنے لگا میرا نام محمد ہے۔ میں نے کہا کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ تو مسلمان ہے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تمہارے ساتھ اس جسم میں کوئی اور جن بھی ہے۔

اس نے بتایا: کہ ہاں میرے ساتھ ایک نصرانی جن ہے جس کا نام سچی ہے۔

☆ میں نے اسے کہا کہ تو اسے بلا اس نے بلایا تو وہ آ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ وہ بولا مجھے سچی کہتے ہیں۔

☆ میں نے پوچھا: کیا تو مسلمان ہے؟۔ کہنے لگا: کہ نہیں میں نصرانی ہوں۔

☆ میں نے پوچھا تیری عمر کتنی ہے؟ اس نے بتایا کہ اٹھارہ سال ہے۔ میں نے پوچھا کیا تو کسی جادوگر کے ساتھ کام کرتا ہے۔

کہنے لگا کہ ہاں ضلع دسوق (مصر) میں ایک جادوگر ہے میں اس کے ساتھ کام کرتا ہوں۔

میں نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا تو وہ اسلام لے آیا۔ میں نے مزید تاکید کیلئے پوچھا! کہ کیا تو زبانی مسلمان ہوا ہے یا دل سے؟

کہنے لگا میں دل سے مسلمان ہوا ہوں۔ اور پھر روتے ہوئے کہنے لگا کہ میں نے بے شمار لوگوں کو تکلیف دی ہے۔ میں نے اسے خوشخبری سنائی

کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے گناہ معاف کر دیئے ہیں تو اب اپنی توجہ خالص کر۔ کہنے لگا: کہ میں تو نماز کا طریقہ جانتا ہوں نہ وضو کا۔

☆ میں نے اس سے پوچھا: کیا تو کسی مسلمان عامل کو جانتا ہے؟۔ کہنے لگا میں تو صرف کینسے اور پادری جانتا ہوں۔

میں نے اسے ترغیب دلاتے ہوئے کہا: کیا تیرے لیے ممکن ہے کہ تو ہماری فلاں مسجد میں آجائے۔ وہاں آپ نماز پڑھیں۔ اور اپنے

مومن جنات بھائیوں سے ملاقات کریں۔ اور ان سے دینی معلومات حاصل کریں۔ اس نے اس سوچ کو خوش آمدید کہا۔

میں نے اسے کچھ مہلت دی اور پھر پوچھا: کیا اس کے بعد بھی تو جادو گر کے ساتھ کام کریگا؟

کہنے لگا: نہیں کیونکہ اسلام نے جادو کو حرام قرار دیا ہے۔

پھر اللہ کے نام پر اس نے عہد کیا اور چلا گیا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اسلام پر ثابت قدم رکھے۔

پھر پہلا جن محمد آیا تو میں نے اس سے پوچھا جو کچھ پیش آیا کیا تجھے معلوم ہے؟۔ کہنے لگا مجھے معلوم ہے اور میں بہت خوش ہوں کیونکہ وہ اسلام

لے آیا۔ پھر اس نے بھی عہد کیا اور چلا گیا۔ ”والفضل لله وحده“ یہ ساری گفتگو کیسٹ میں موجود ہے۔ (جنات اور جادو کا توڑ: ص: ۱۰۶-۱۰۸)

**زینت جنتی سے ملاقات:-** ایک دو تیزہ نے اپنے جسم میں درد کی شکایت کی جب میں نے دم پڑھا تو اس نے بازو میں جمود کا اشارہ

کیا میں نے اگلے دو ہفتوں کیلئے اسے اذکار دیئے۔ وہ مدت مقررہ کے بعد آئی میں نے اس پر دم کیا۔ تو زینت نامی جن عورت حاضر ہوئی میں

نے پوچھا تیرا دین کیا ہے؟۔ کہنے لگی میں مسلمان ہوں۔

☆ میں نے اس سے پوچھا: کیا مسلمان جن پر قرآن اثر کرتا ہے۔ کہنے لگی کہ ہاں میں نے وہ سورتیں پوچھیں جو جنات پر اثر کرتی ہیں۔

کہنے لگی وہی سورتیں جن کو پڑھنے کیلئے آپ ہر مریض کو کہتے ہیں۔

☆ میں نے پوچھا: کیا سورت بقرہ بھی جنات پر اثر کرتی ہے۔ کہنے لگی: نہ صرف اثر کرتی ہے بلکہ ان کو جلا کر رکھ کر دیتی ہے۔

☆ میں نے اس سے پوچھا: جب تو فلاں عورت کے ساتھ اس کے گھر گئی تو نے اس کے ساتھ کیا کیا؟

اس نے بتایا کہ جو تعلیمات آپ نے اس عورت کو دی تھیں اس کے ان پر عمل کرنے سے میں بہت کمزور ہو گئی۔ کیونکہ جب وہ قرآن

پڑھتی تھی تو مجھے ایذا پہنچاتی تھی۔ جب کھانا کھانے لگتی تو اللہ کو یاد کر لیتی۔ لہذا میں اس کے ساتھ کھانا نہ کھا سکتی۔ اور اگر کھانے کی ابتداء میں بسم

اللہ کہنا بھول جاتی تو جب یاد آتا وہ فوراً کہتی: بسم اللہ اولہ و آخرہ تو جو میں کھا چکی ہوتی فوراً تے کر دیتی۔

میں نے اس سے پوچھا جن اور شیطان میں کیا فرق ہے؟ اس نے بتایا اگرچہ شیطان بھی جنات میں سے ہے لیکن کافر و سرکش جن

شیطان کہلاتا ہے۔ پھر وہ کہنے لگی۔ کہ آپ مجھے جانے دیں میں نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں سے نکلنے کا ارادہ کرتی ہے۔ اس نے بتایا وہ منہ

سے نکلے گی۔ پھر اس نے سلام کہا اور چلی گئی۔ والفضل لله وحده۔ (جنات اور جادو کا توڑ: ص: ۱۰۸-۱۰۹)

یہ مکالمہ کیسٹ پر ریکارڈ ہے جو میرے احباب کے پاس بہت مشہور و متداول ہے۔

**نجوی اور اس کی والدہ فاطمہ جنتی سے ملاقات:-** میں ایک دو تیزہ کے علاج کیلئے گیا کئی بار جن اس کی زبان پر بول چکا تھا۔

لہذا میں نے جاتے ہی اس پر دم پڑھا تو جن آ گیا۔ میں نے لڑکی کے والد کو کہا کہ گھر سے اللہ کی نافرمانی کی تمام اشیاء فوراً نکال دو۔ اور اپنی

بٹی کو کہو کہ وہ فوراً شرعی پردہ کر لے۔ تاکہ گھر کی اندرونی فضاء درست ہو جائے۔ اس کے بعد میں نے سورت دخان کی کچھ آیات پڑھیں تو

جنتی نے بتایا کہ اس کا نام نجوی ہے۔

☆ جب میں نے اس کا مذہب پوچھا اس نے بتایا کہ وہ مسلمان ہے۔ میں نے پوچھا کیا اس جسم میں تیرے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟

اس نے بتایا کہ اس کی ماں فاطمہ بھی ہے۔

☆ میں نے نجوی کو حکم دیا کہ اپنی ماں کو بھی لے آتا کہ میں اس سے کچھ اہم باتیں کر سکوں۔ وہ جب آگئی تو میں نے اس سے دیگر باتوں

کے علاوہ وعظ و نصیحت کی اور عذاب الہی سے اسے ڈرایا۔ کہنے لگی میں عنقریب نکل جاؤں گی۔

میں نے جب اس سے اس کی عمر پوچھی تو اس نے بتایا کہ اس کی عمر چالیس سال ہے۔

میں نے اس سے پوچھا کیا اس مریضہ کے علاوہ بھی کسی کو تکلیف پہنچائی ہے؟

کہنے لگی: چار اشخاص کو تکلیف پہنچا چکی ہوں میں نے اس کے سامنے واضح کیا کہ یہ تو بالکل ظلم ہے۔ اور اس کیلئے قطعاً جائز نہیں۔ میں نے اسے توبہ کا مشورہ دیا۔ پھر اس سے عہد لیا اور وہ چلی گئی۔

پھر نجوی آئی تو میں نے اس سے پوچھا کیا تو نے شادی کر لی؟ اس نے نفی میں جواب دیا میں نے اس سے عمر پوچھی تو اس نے بیس سال بتلائی۔

☆ میں نے جب اس سے پوچھا کہ کیا تو شادی کرنا چاہتی ہے؟ تو کہنے لگی: میں نے اپنے آپ کو اللہ کیلئے وقف کر دیا۔

میں نے اسے بتایا: کہ اسلام میں رہبانیت کی اجازت نہیں۔ تو جا اور کسی نیک جن سے شادی کرا لے۔ وہ مطمئن ہو گئی پھر اس سے عہد لیا

اور چلی گئی۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۱۰۹-۱۱۰)

**عیسائی شفیقہ جنتی سے ملاقات:-** آپ کو اس کی تفصیل وہ شخص سنائے گا جو شروع سے لے کر آخر تک موجود رہا اور اس نے اپنے کانوں سے سنا۔ اور جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا من و عن یہاں تحریر کرتا ہے۔ یکم مئی ۱۹۳۶ء نماز عشاء کے بعد ہم نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک درس سنایا ہمارے سامنے شیخ وحید عبدالسلام ہالی رحمہ اللہ نے بعنوان ”الطب الروحانی“ دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ درس کے بعد ہم تقریباً نو ساتھی شیخ وحید کے ہمراہ ایک جانب چل دیئے۔ جب منزل مقصود کے قریب ہوئے تو مجھے پتہ چلا کہ یہ گھر تو ہمارے ایک رشتہ دار کا ہے وہ شیخ وحید کے عقیدت مندوں میں سے تھا اور استقبال کیلئے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے جونہی ہمیں دیکھا۔ اول نول کہنے لگا۔ اس کے گلے کی رگیں تن گئیں تاہم ہمارے ساتھیوں نے آگے بڑھ کر اسے پکڑ لیا تو اچانک وہ زمین پر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔ شیخ وحید آگے بڑھے اور سورت صافات کی ابتدائی آیات ترتیل کے ساتھ پڑھیں اور جب ”ویقذفون من کل جانب دحورا“ پر پہنچے اور دو منٹ بھی نہیں گزرے کہ ہم نے بے ہوش آدمی کے جسم میں زبردست کپکپی ملاحظہ کی۔ شیخ وحید یہ آیت بار بار پڑھ رہے تھے کہ اچانک ہمیں مریض کے منہ سے ایک اجنبی آواز سنائی دی۔ کہ تو کیا چاہتا ہے؟ اس سوال کے جواب میں درج ذیل مکالمہ شروع ہوا۔

☆ شیخ وحید نے اللہ کا نام لے کر پوچھا: ہمارے ساتھ کون ہے؟۔ آواز آئی: کہ میں شفیقہ ہوں۔

استاد:- تیرا کیا مذہب ہے؟۔ ج:- میں مسیحی ہوں۔

س:- تیری عمر کیا ہے؟۔ ج:- میری عمر تقریباً بائیس سال ہے۔ حقیقت میرا باپ جانتا ہے۔

س:- کیا اس جسم میں تیرے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟۔ ج:- جسم میں تو میرے ساتھ کوئی نہیں لیکن میرا باپ باہر سے میری مدد اور حفاظت کرتا ہے۔

درج بالا سوالات و جوابات گھر سے باہر برآمدہ میں ہوئے۔ پھر شیخ وحید نے مریض کو اندر لے جاتے ہوئے کہا: کہ اگر تو چلی گئی تو میں

تجھے حاضر کروں گا۔ لہذا کہیں مت بھاگ۔

س:- اس جسم میں تم کب داخل ہوئے؟۔ ج:- صرف دس دن سے یہاں موجود ہیں۔

س:- جسم میں تو کہاں رہتی ہے؟۔ ج:- دماغ میں بائیں بازو کو کنٹرول کرنے والے حصے میں رہتی ہوں۔

س:- تم اس جسم میں کس طرح داخل ہوئی اور کیوں؟۔ ج:- میں اس کے کان سے داخل ہوئی، کیونکہ یہ اپنی ماں کے ساتھ غصے کی

حالت میں بول رہا تھا ماں نے اسے چہرے پر پلیٹ دے ماری۔ جب محمد ابراہیم نامی جن اس سے نکل گیا تو میں اپنے باپ کے ہمراہ اس کے پیچھے لگ گئی تاکہ کوئی موقع پا کر ہم اس میں داخل ہو جائیں۔

استاد:- اب محمد ابراہیم کہاں ہے؟۔ شفیقہ:- وہ عباس بلاک کی مرکزی جامع مسجد میں رہتا ہے۔

استاد:- محمد ابراہیم کے نکلنے کے بعد فوراً داخل ہونے سے تمہیں کس چیز نے روکا تھا؟۔ شفیقہ:- کیونکہ وہ شخص پانچ نمازوں کی پابندی کرتا

تھا نیز قرآن کریم کی تلاوت بھی باقاعدگی سے کرتا تھا۔ اور دیگر اذکار مسنونہ میں بھی غفلت نہیں برتتا تھا۔ اسی لیے میں اس سے نفرت کرتی تھی۔

استاد:- کیا تم ذکر الہی، نماز اور تلاوت قرآن سے نفرت کرتے ہیں؟۔ شفیقہ:- ہاں بہت سخت نفرت کرتے ہیں۔

استاد نے اس سے پوچھا کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے نفرت کرتے ہو؟ ”لو انزلنا هذا القرآن علی جبل“ (الحشر/۲۱) کہ ”اگر ہم یہ قرآن پہاڑ پر نازل کرتے تو ریزہ ریزہ ہو جاتا۔“ شفیقہ نامی جمنی نے زوردار چیخ ماری۔  
استاد نے کہا کیا تم اس آیت کو ناپسند کرتے ہو۔ ”ان شجرة الزقوم طعام الاثیم“ (الدرخان/۴۳-۴۴) کہ ”(جہنم میں) تھوہر کا درخت گناہگاروں کا کھانا ہوگا۔“ شفیقہ کی چیخوں میں شدت آگئی۔

استاد:- کیا تو شادی شدہ ہے؟ شفیقہ:- میرا والد مجھے شادی سے منع کرتا ہے لہذا میں شادی نہیں کروانا چاہتی۔  
استاد:- اب تم کہاں رہتے ہو؟ شفیقہ:- ہم سیدی سالم کے کنبہ میں رہتے ہیں۔ اگرچہ وہ ان دنوں گرایا جا چکا ہے۔  
استاد:- کیا تم مسیحیوں سے محبت کرتے ہو؟ شفیقہ:- ہاں ہم ان سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔  
استاد:- جب تمہارے سامنے پادری گزرتا ہے تو تم کیا کرتے ہو؟ شفیقہ:- ہم وہیں کھڑے ہو جاتے ہیں بالکل حرکت نہیں کرتے۔  
استاد:- اگر یہ لڑکا عیسائی ہو جائے اور ہم اس کے گلے میں صلیب لٹکا دیں تو کیا تم اس سے محبت کرو گے؟ شفیقہ:- ہاں میں اس سے محبت ہی نہیں کروں گی بلکہ اپنے باپ کی مرضی کے خلاف اس سے شادی بھی کروں گی۔

استاد:- میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں تو اس بات کی گواہی دے کہ معبود برحق صرف اللہ کی ذات ہے اور محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول ﷺ ہیں۔ شفیقہ:- نہیں جب تک تو اس لڑکے کو سزا نہ دے دے کیونکہ اس نے تیری نصیحت پر عمل نہیں کیا جب تو نے اسے کہا کہ غصہ مت کیا کر۔

استاد:- کیا تو جنت چاہتی ہے یا دوزخ؟ شفیقہ:- میں جنت میں داخل ہونا چاہتی ہوں۔  
استاد وحید:- کیا تو مسلمان جنات سے تعلقات قائم کرنا چاہتی ہے؟ شفیقہ:- میں ان سے نہیں ملنا چاہتی۔  
وحید:- کیا تم ہمارے درس میں کبھی شامل ہوئے ہو؟ شفیقہ:- ہم مسجد دارالسلام میں حاضر ہوئے تھے لیکن باہر ہی کھڑے رہے۔  
وحید:- کیا تم ایسا گھر پسند کرتے ہو جس میں ٹیلی ویژن اور موسیقی اور تصاویر ہوں؟ شفیقہ:- ہم ایسے گھر کو بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔  
وحید:- کیا تم ایسے گھروں میں داخل ہوتے ہو جن میں قرآن پڑھا جاتا ہو؟ شفیقہ:- ہم داخل نہیں ہوتے اور اگر پہلے سے موجود ہوں تو قرآن کی تلاوت سن کر وہاں سے بھاگ جاتے ہیں۔

وحید:- اب میں تجھ پر اسلام پیش کرتا ہوں لیکن تجھ سے زبردستی نہیں کرتا۔ شفیقہ:- نہیں جب تک تو اس لڑکے کو سزا نہ دے دے کیونکہ اس نے تیری نصیحت پر عمل نہیں کیا۔

وحید:- اب اس کی ماں کا کیا حال ہے؟ شفیقہ:- اب وہ بہت راحت محسوس کرتی ہے لیکن جب سے یوسف نامی مسیحی جن اس سے نکلا ہے مجھے بہت افسوس ہے۔

وحید:- کیا تجھے اسلام لانے سے کوئی منع کرتا ہے۔ شفیقہ:- میرا باپ مجھے اسلام لانے سے منع کرتا ہے۔ اگر وہ موافقت کرے تو میں اسلام لاؤں گی۔

وحید:- تو اپنے باپ کو ہمارے پاس بھیج۔ آواز:- تو کیا چاہتا ہے؟

ہم نے واضح طور پر محسوس کیا کہ آواز نہایت گونج دار ہو گئی ہے۔

وحید:- بسم اللہ، تیرا نام کیا ہے؟ آواز:- میرا نام جرجس ہے۔

وحید:- تیرا مذہب کیا ہے۔ جرجس:- مسیحی ہوں۔

وحید:- تیری عمر کتنی ہے؟ جرجس:- میری عمر پینتالیس سال ہے۔

وحید:- تو اس لڑکے میں کیوں رہتا ہے؟ جرجس:- میں تو نہیں رہتا لیکن میری بیٹی ضرور رہتی ہے۔



وحید: تم اس سے کیا چاہتے ہو؟۔ جرجس: ہم چاہتے ہیں کہ وہ نماز سے دور رہے۔ کیونکہ اس سے ہمیں نہایت تکلیف ہوتی ہے۔  
وحید: میں نے تیری بیٹی کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے کہا کہ اگر میرا باپ اسلام لے آئے تو میں بھی اسلام لے آؤں گی تو کیا تو اسلام قبول کرے گا؟۔ جرجس: تھوڑی دیر خاموش رہا، پھر کہنے لگا۔ میں موافق ہوں۔  
وحید: دل سے مسلمان ہونا چاہتا ہے یا صرف زبان سے؟۔ جرجس: میں دل سے مسلمان ہو رہا ہوں۔

وحید: میرے ساتھ کہہ: ”اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ شہادۃ حق و صدق علیہا نحی و علیہا نقلی اللہ عزوجل خارجه من قلبی اللہم ان کنت صادقاً فاخلص توبتی و اعنی علی ایمانی و ان کنت کاذباً فمکن المومنین منی“۔ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود (برحق) نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ میں سچی اور حقیقی گواہی دے رہا ہوں اس پر ہی ہم زندہ ہیں اور اس پر ہم اللہ عزوجل سے ملیں گے۔ یہ میرے دل کی گواہی ہے۔ اے اللہ اگر میں سچا ہوں تو میری توبہ کو خالص کر دے اور میرے ایمان پر میری مدد فرما اور اگر میں جھوٹا ہوں تو تمام مومنوں کو میرے اوپر غالب کر۔“  
وحید: اب تو شفیقہ کو ہمارے پاس بھیج دے تاکہ ہم اس سے اہم بات کر لیں جب شفیقہ آگئی تو وحید نے اس سے پوچھا اسلام کے متعلق تیرا کیا ارادہ ہے؟۔ شفیقہ: اللہ کیلئے میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں۔  
وحید: میرے ساتھ ساتھ گواہی کے الفاظ دہرائی جاؤ۔ پھر وحید نے اسے کہا تواب سب مسلمانوں کیلئے دعا کر۔ شفیقہ نے پہلے زبان سے گواہی دی پھر مسلمانوں کیلئے دعا کی۔

وحید: کیا میں تجھے قرآن سناؤں؟۔ شفیقہ: ہاں سناؤ۔  
وحید: میں نے اس کے سامنے سورت کہف کا آخری رکوع پڑھا اور سورت اخلاص پڑھی۔  
اللہ اکبر: وہ کتنی محبت اور عقیدت سے قرآن سن رہی تھی۔  
وحید: ہم چاہتے ہیں کہ تیرا نام تبدیل کر دیں اور فاطمہ رکھ دیں۔ شفیقہ: جی ہاں مجھے فاطمہ نام بڑا پسند ہے۔  
وحید: ہم تجھے نماز باجماعت کی نصیحت کرتے ہیں اور یہ مشورہ دیتے ہیں کہ مسجد میں وعظ و نصیحت کی محفلوں میں حاضر ہوا کر۔  
فاطمہ: اب مجھے مسلمان اچھے لگتے ہیں اور میں اسلام سے محبت کرتی ہوں۔  
وحید: میری رائے میں تجھے پردہ بڑا اچھا لگے گا۔ فاطمہ: میں حجاب تو اوڑھ لوں گی لیکن فی الحال نقاب نہیں لوں گی۔ تاکہ لوگ مجھ سے ڈرنہ جائیں۔ تاہم حجاب اوڑھنے سے سب لوگ مجھے اچھا سمجھیں گے۔ لیکن تھوڑی سی بحث اور افہام و تفہیم کے بعد فاطمہ نقاب لٹکانے پر راضی ہوگئی۔  
وحید: ہم چاہتے ہیں کہ تو اپنے باپ کو ہمارے پاس بھیج تاکہ ہم اس سے گفتگو کر سکیں۔  
اس کا باپ آیا اس کا نام جرجس تھا ہم نے اس کا اسلامی نام محمد رکھنا چاہا لیکن پہلے اس سے پوچھا۔ جرجس: ہاں، مجھے یہ نام پسند ہے۔  
وحید نے اسے قرآن سنایا۔ جو اس نے پورے شوق اور عقیدت سے سنا۔  
وحید نے محمد سے پوچھا: کیا تم انسانی شکل اختیار کر لیتے ہو؟۔ محمد: ہم بحیثیت جن انسانی شکل تو اختیار نہیں کر سکتے لیکن مختلف حیوانات کی شکل و صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ جیسے کتا، بلی وغیرہ۔

وحید: تم کونسا رنگ پسند کرتے ہو؟۔ محمد: ہم سیاہ رنگ کو ترجیح دیتے ہیں۔  
وحید: کیا تم مختلف آوازیں نکال سکتے ہو؟۔ محمد: ہم جس جسم میں ہوں اسی کی زبان سے بولتے ہیں خود کوئی آواز نکالنے سے قاصر ہیں۔  
وحید: تم کتنی دیر میں شہر کے مشرق میں جا کر واپس آ سکتے ہو؟۔ محمد: صرف ایک منٹ یا اس سے بھی کم وقت میں ہم اتنا فاصلہ طے کر سکتے ہیں۔  
وحید: تم باپ اور بیٹی مجھ سے عہد لے لو اور پھر اس جسم سے چلے جاؤ لیکن جانے سے پہلے ایک نصیحت سن لو کہ احکام دینی سیکھ لو تاکہ تمہیں

دنیا و آخرت میں فلاح مل سکے۔ اس کیلئے دینی محفلوں میں شرکت لازمی ہے۔

محمد اور فاطمہ: بیک وقت کہنے لگے ہمیں یہ منظور ہے پھر دونوں نے عہد کی عمارت پڑھی اور السلام علیکم کہہ کر چلے گئے۔

لیکن ان کے جانے سے پہلے استاد وحید نے سابق جن محمد ابراہیم کو ان کے ذریعے بلوایا۔

وحید: اے ابراہیم اگر ہم تیری شادی فاطمہ سے کر دیں تو کیا تم راضی ہو جاؤ گے؟۔ ابراہیم:۔ مجھے منظور ہے تاہم پہلے فاطمہ کے باپ

سے آپ پوچھ لیں۔

وحید: ابراہیم کو یہی پیغام دیا کہ محمد کو ہمارے پاس بلوایا۔ محمد آیا اور اپنی بیٹی کی رضامندی سے اس کی شادی ابراہیم سے کر دی۔

پھر تینوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ جامع مسجد کے قریب رہیں گے۔ اس سے پہلے کہ یہ مکالمہ ختم ہو وحید نے محمد کو کہا کہ وہ اپنے

مسلم انسانی بھائیوں کیلئے چند نصیحتیں کرے۔

محمد: میں آپ سب کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ہر کام سے پہلے بسم اللہ ضرور کہا کریں۔ کثرت سے قرآن پڑھا کریں۔ نماز باجماعت کی

پابندی کریں۔ موسیقی سے پرہیز کریں۔ ان نصح کے ساتھ ہی یہ عجیب و غریب لیکن عملی تجربہ اختتام پذیر ہوا۔

یہ تمام مکالمات کیسٹ میں ریکارڈ ہیں اور یہ کیسٹیں سامعین کے پاس موجود ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ہمیں تمام فتنوں سے

محفوظ رکھے اور ہمیں مسلمانوں کی خیر خواہی کے کام کرنے کی توفیق دے۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۱۱۰ تا ۱۱۶)

”غوطہ زن جن“ سے ملاقات:۔ میرے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے بتایا کہ میرے باپ کو جن تنگ کرتے ہیں آپ تشریف

لائیں اور علاج کریں۔ میں نے اس سے ابتدائی سوالات پوچھ کر اندازہ کیا کہ واقعی اس آدمی کے پاس جا کر دیکھنا چاہیے۔

میں اپنے تین دوستوں کے ہمراہ اس آدمی کے ہاں گیا تو دیکھا کہ وہ آدمی اپنے پورے ہوش و حواس میں بیٹھا ہوا ہے اس کی عمر پینتالیس

سال کے لگ بھگ تھی۔

☆ میں نے اس سے اس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا نام محمود بتایا۔ میں نے اس سے پوچھا تمہاری تکلیف کی کیفیت کیا ہے؟ وہ بولا مجھے

ایسے محسوس ہوتا ہے کہ مجھے کوئی جن عورت چمٹ گئی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ وہ تجھ کو چھوڑ دے؟

وہ بولا:۔ ہاں! میں یہی چاہتا ہوں کیونکہ اس نے مجھے بہت زیادہ پریشان کیا ہے اور بعض اوقات تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں بیوی کو جدا کر دوں۔

میں نے اسے کہا کہ وہ وضو کرے جبکہ ہم سب نے بھی وضو کر لیا میں نے اپنے ساتھی کو کہا کہ اس پر دم پڑھے۔ جب اس نے دم پڑھا تو

مکمل پڑھنے سے پہلے ہی جسم تھر تھرا اٹھا میں سمجھ گیا کہ جن حاضر ہو گیا۔

میں نے کہا بسم اللہ۔ میں اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں تو کون ہے؟ تو بدلی ہوئی آواز آئی کہ میں جننی ہوں۔

میں نے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟۔ بولی میرا نام سٹی وائرس ہے۔ میں نے پوچھا تیرا دین کیا ہے؟ تو خاموش ہو گئی۔

میں نے پوچھا کیا تو مسلمان ہے؟ کہنے لگی۔ نہیں۔ میں نے پوچھا کیا تو کافر ہے؟ کہنے لگی نہیں۔

میں نے پوچھا کیا تو مسیحی ہے؟ کہنے لگی نہیں۔ بلکہ میں کوئی دین وغیرہ نہیں جانتی۔ میں لا دین ہوں۔

میں نے پوچھا:۔ تو کہاں رہتی ہے؟ کہنے لگی میں غوطہ خور جنات میں سے ہوں جو پانی میں رہتے ہیں۔ میں بحر احمر میں رہتی ہوں۔

میں نے پوچھا تو محمود میں کیوں داخل ہوئی؟۔ کہنے لگی تاکہ اس سے انتقام لے سکوں۔

میں نے پوچھا:۔ اس نے کیا کیا؟۔ جننی نے بتایا: کہ میرا رشتہ دار جن ایک آدمی میں داخل ہو گیا۔ محمود نے جن پکڑ لیا اور اسے بہت زیادہ

مارا حالانکہ محمود بذات خود ایک جاہل آدمی ہے یہ ہم سے اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتا۔

جب وہ تنہا اندھیری رات میں ویران مقام سے گزر رہا تھا۔ میں اس میں داخل ہو گئی۔

میں نے پوچھا: تو کب سے اس کے اندر ہے؟ وہ بولی: تقریباً بیس سال سے اس کے اندر ہوں۔  
میں نے اسے اسلام کی پیشکش کی۔

تو کہنے لگی آپ مجھے تین دن کی مہلت دیں میں سوچ کر اپنے فیصلے سے تجھے آگاہ کروں گی۔  
میں نے اتنی مہلت دینے سے انکار کر دیا اور اسے خبردار کیا کہ زیادہ سے زیادہ دس منٹ میں سوچ کر بتائیے۔  
کہنے لگی ٹھیک ہے میں مسلمان ہو جاتی ہوں لیکن میری ایک شرط ہے۔ کہ میں محمود کے ساتھ رہوں گی اس سے باہر نہیں نکلوں گی۔  
میں نے اسے تسلی دی کہ یہ ایک علیحدہ معاملہ ہے۔ تیرے اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔  
کہنے لگی تو پھر ٹھیک ہے میں نے اس سے شہادتین کا اقرار کروایا۔ اس نے اپنی توجہ کا اعلان کیا اور اپنا نام ام ابراہیم چن لیا۔  
میں نے اسے بتایا کہ تیری توجہ قبول ہونے کی یہ علامت ہے کہ تو ظلم سے باز آ جا۔ کہنے لگی میں نے کونسا ظلم کیا ہے؟  
میں نے اسے بتایا کہ اس مظلوم انسان کے اندر رہنا تیرا بہت بڑا ظلم ہے۔ تو اس سے فوراً نکل جا۔  
کہنے لگی میں دو وجہ سے ہرگز نہیں نکلوں گی۔

۱- وہ خواب میں مجھے خوبصورت عورت کے روپ میں دیکھتا ہے۔ جب صبح ہوتی ہے تو اسے احتلام ہو چکا ہوتا ہے جبکہ میں لذت جماع سے پوری طرح ہمکنار ہوتی ہوں۔ اور مجھے تمام فوائد حاصل ہوتے ہیں۔  
۲- دوسری وجہ یہ ہے میں بحر احمر میں جنات کے بادشاہ کی ملکہ تھی جب وہ فوت ہوا تو میں اکیلی رہ گئی۔ اور میری اولاد بادشاہت کی مالک بن گئی۔ چونکہ وہ سب کافر ہیں جب انہیں میرے اسلام کا پتہ چلے گا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔  
میں نے اسے دلائل سے تفصیلاً بتایا کہ پہلا سبب تو شروع سے آخر تک باطل و مردود ہے۔ کیونکہ محمود تجھ سے محبت نہیں کرتا بلکہ سخت نفرت کرتا ہے۔ نیز وہ شادی شدہ ہے تجھ سے وہ شادی نہیں کرنا چاہتا۔  
دوسری وجہ کا جواب یوں دیا جاسکتا ہے کہ تو حفاظت کے پیش نظر اسلام لاکر بیت اللہ میں چلی جائے وہاں دیگر مسلمان جنات کے ساتھ تو بھی شامل ہو جا کوئی کافر وہاں تجھے گزند نہیں پہنچائے گا۔  
کہنے لگی مجھے تین منٹ کی مہلت دو میں نکل جاؤں گی۔ کچھ دیر بعد محمود کو افاقہ ہو گیا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا۔ آپ کا شکر یہ اور اللہ کا بھی شکر ہے کہ جن چلا گیا۔

میں نے کہا: کہ نہیں مجھے ایسے لگتا ہے کہ وہ مریض کی آنکھوں میں بیٹھی ہے۔  
پھر میں نے اپنا ہاتھ اس کے دونوں کندھوں اور دونوں گھٹنوں پر رکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ابھی تک موجود ہے اور صرف حیلہ سازی کر رہی تھی۔  
میں نے اپنے ساتھی کو دم پڑھنے کیلئے کہا ابھی اس نے دم مکمل نہیں کیا کہ وہ حاضر ہو گئی۔  
میں نے غضب ناک لہجے میں کہا: ام ابراہیم کیا اس طرح تو ہمیں دھوکہ دینا چاہتی ہے؟  
کہنے لگی۔ آپ یقین کریں میں اس سے محبت کرتی ہوں تقریباً بیس سال سے اس کے ساتھ رہتی ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ اسے چھوڑ جاؤں۔  
میں نے اسے بتایا کہ اس طرح ہمارے درمیان پیار و نرمی اور اخوت و احترام باہمی کا جو تعلق تھا وہ ختم ہو گیا اب لاٹھی چارج اور جلنا مرنا ہوگا۔ میں قرآن پڑھوں گا اور تو جل جائے گی۔ کہنے لگی نہیں: ایسے نہیں کرنا۔ میں عنقریب چلی جاؤں گی۔  
تقریباً دو یا تین منٹ تک ہائے محمود ہائے محمود کہتی رہی پھر چلی گئی۔ بہر حال تمام تعریفات اللہ وحدہ کیلئے ہیں۔ (یہ کیسٹ بھی موجود ہے) (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۱۱۷-۱۲۰)

جر جس جن کے خاندان سے ملاقات:- ایک عورت بیمار ہو گئی اس کے خاندان نے ہر قسم کا علاج کرایا لیکن اسے شفا نہ ملی آخر کار

ایک نوجوان آدمی نے جا کر اسے دم کیا تو جن حاضر ہو گیا اس کا نام جرجس تھا معالج نے اسلام کی دعوت دی تو جن مسلمان ہو گیا۔ اور عورت سے نکل گیا لیکن دو ماہ کے بعد، عورت کو پھر دورہ پڑ گیا۔ اس کا خاوند میرے پاس آیا میں اس کے ساتھ چلا گیا۔ میں نے جونہی دم پڑھا۔ جن گونج دار آواز میں بولا۔ تو ہم سے کیا چاہتا ہے؟

میں نے پوچھا:۔ بسم اللہ (اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں) تیرا نام کیا ہے؟ اس نے بتایا:۔ یوحنا میں نے کہا:۔ کہ کیا تو مسیحی ہے؟ کہنے لگا ہاں!۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو کیوں اس عورت میں داخل ہوا ہے؟ کہنے لگا: تم نے میرا بیٹا جرجس مسلمان کر لیا ہے میں اسی کا انتقام لینا چاہتا ہوں۔ میں نے اسے بتایا کہ میں تیرے سامنے بھی اسلام کی دعوت رکھتا ہوں اگر تو نے اسے قبول کیا تو الحمد للہ اور اگر اپنی مرضی سے تو اس کو قبول نہ کرے تو میں تجھے مجبور نہیں کروں گا۔ کہنے لگا:۔ بہتر یہ ہے تو آرام سے بیٹھ جا اور خاموش رہے۔

میں نے کہا: میں ایسا کیوں کروں؟

کہنے لگا:۔ اس لیے کہ میں جنات کا پادری ہوں۔

میں کیسے اسلام قبول کر سکتا ہوں؟ میں نے اسے پیشکش کی کہ پہلے وہ مجھے دلائل کے ذریعے نصرانیت کی دعوت دے اگر میں مطمئن ہو گیا تو تو مجھے اپنے دین میں شامل کر لے اور اگر میں مطمئن نہ ہوا تو تیرے سامنے اسلام پیش کروں گا اگر تو مطمئن ہو گیا تو ہٹ دھرمی اور تعصب کے بغیر اللہ کی رضا کیلئے اسے قبول کرنا پڑے گا۔ کہنے لگا ٹھیک ہے پہلے تو اسلام پیش کر۔

میں نے دین نصاریٰ کے متعلق شکوک و شبہات سے بات شروع کی۔ اور اسے اس بات کا قائل کیا کہ اصلی دین مسیح، ناپید ہے مسیح کے شاگرد ہونے کے دعویداروں نے اپنے ہاتھ سے اٹھائیں لکھیں جن میں بے شمار تضادات پائے جاتے ہیں اور ان میں انبیاء علیہم السلام جیسی مقدس ہستیوں کے متعلق بے شمار نازیبا الفاظ ہی نہیں جملے اور پیرا گراف تک ملتے ہیں۔ تو کیا یہ دین سچا ہو سکتا ہے؟ جب تک میں اسے ایک نکتے پر مطمئن نہ کرتا دوسرے نکتے کو شروع نہ کرتا وہ اگرچہ دین نصاریٰ کی تحریفات اور قرآنی حقانیت سے پوری طرح واقف نہیں تھا تاہم ابتدائی معلومات وہ ضرور رکھتا تھا اور اچھے اور علمی انداز میں پیش کرنے کی صلاحیت بھی اس میں تھی۔ لہذا وہ ہر نکتے پر خوب ٹھونک بجا کر اور دل کھول کر مناظرہ اور مباحثہ کرتا اور میں نے بھی اللہ کے فضل سے صبر کا دامن نہ چھوڑا اور اس کے دلائل کے تار پود بکھیر کر اسلام کی حقانیت اس سے منوالی۔

آخر کار میں نے اسے اسلام کی دعوت دے ہی ڈالی۔ اور اسے اسلام کے محاسن و میزان خصوصاً عدل و انصاف اور مساوات و ہمدردی، اخوت، احترام کے پہلوؤں سے خوب آگاہ کیا۔ جب وہ پوری طرح مطمئن ہو گیا تو کہنے لگا۔ مجھے قرآن سناؤ۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس کے سامنے تلاوت کیا:

”لتجدن اشد الناس عداوة للذین امنوا البھود والذین اشركوا ولتجدن اقربھم مودة للذین امنوا الذین قالوا انا نصاری ذلك بان منھم قسیسین و رهباناً و انھم لا یستکبرون O و اذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعیینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق یقولون ربنا امننا فاكتبنا مع الشاہدین O وما لنا لا نومن بالله و ما جاءنا من الحق و نطمع ان یدخلنا ربنا مع القوم الصالحین O فاثابھم اللہ بما قالوا جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا و ذالك جزاء المحسنین“۔ (المائدہ: ۸۲ تا ۸۵)

جب میں نے تلاوت ختم کی اور دیکھا تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور وہ بالتکرار کہہ رہا تھا۔ میں ایمان لایا میں ایمان لایا۔ میں ایمان لایا۔

میں نے پوچھا کیا تو دل سے ایمان لایا ہے یا صرف زبان سے؟

کہنے لگا میں دل سے ایمان لایا ہوں پھر اس نے اپنی توبہ کا اعلان کیا۔ میرے ساتھ گواہی کا اقرار کیا، مجھ سے عہد لیا اور چلا گیا۔  
 مریضہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اسے اپنے ساتھ جاری رہنے والے حادثے کا احساس تک نہیں تھا۔ تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ یہ عورت جنات کے  
 انسانی جسم میں داخل کی منکر تھی۔ لیکن ایک ماہ کے بعد وہ عورت پھر بیمار ہو گئی میں اس کے خاندان کے ہمراہ گیا اور اس پر دم پڑھا تو جنبی حاضر ہو گئی۔  
 ☆ میں نے پوچھا:۔ بسم اللہ (اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں) تو کون بولی: میں مریم ہوں۔  
 ☆ میں نے پوچھا:۔ تو اس عورت میں کیوں داخل ہوئی ہے؟۔ وہ کہنے لگی:۔ تاکہ میں اپنے خاندان اور بیٹے کا انتقام لے سکوں جن دونوں  
 کو تم نے مسلمان کر لیا ہے۔

☆ میں نے کہا: یعنی تو بھی مسیحیہ ہے۔ اس نے اثبات میں جواب دیا۔  
 ☆ میں نے اسے کہا: میری ایک بات سن لے۔ اس نے انکار کرتے ہوئے کہا میں تیری آدمی بات بھی سننے کیلئے تیار نہیں۔ کیونکہ تو جادو  
 کے زور پر جنات کو مسلمان کر لیتا ہے۔ مجھے اس عورت کے پاس بھیجتے ہوئے میرے رشتہ دار جنوں نے سختی کے ساتھ منع کیا تھا کہ نہ تو وحید کی  
 بات سنو گی اور نہ ہی اس سے قرآن سنو گی۔  
 میں نے اسے پیشکش کی۔ کہ وہ مجھ پر عیسائیت پیش کرے اگر اس نے مجھے مطمئن کر لیا تو پھر ٹھیک ہے وگرنہ میں تیرے سامنے اسلام  
 پیش کروں گا۔ اگر تو مطمئن ہو گی تو اسلام قبول کر لینا وگرنہ تیری مرضی.....  
 اس نے مجھ سے پہلا سوال یہ کیا کہ جب تمہیں احتلام ہوتا ہے۔ تو غسل کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ منی صرف ایک عضو سے نکلتی ہے۔  
 میں نے جواب دیا:۔ ہم اس لیے غسل کرتے ہیں کہ منی سارے جسم سے نچڑ کر آتی ہے خصوصاً ریڑھ کی ہڈی کے تمام مہرے متاثر ہوتے  
 ہیں جو جسم کے اعصابی نظام کو کنٹرول کرتے ہیں اور اخراج منی کے بعد تمام جسم ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔ لہذا غسل ضروری ہے تاکہ پورا بدن دوبارہ  
 چست ہو جائے۔ وہ خاموش ہو گئی۔

☆ میں نے اس سے سوال کیا: عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کے متعلق تمہارا کیا عقیدہ ہے؟۔ کہنے لگی: عیسیٰ بھی اللہ ہے۔ (نعوذ باللہ)  
 ☆ میں نے پھر پوچھا تم اپنے گلے میں صلیب کیوں لٹکاتے ہو؟۔ اس نے جواب دیا: کیونکہ یہود ملعون نے عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی پر لٹکایا تھا۔  
 ☆ میں نے اعتراض کیا: کیا معبود اپنا دفاع کرنے سے عاجز و بے بس ہو گیا؟  
 وہ لا جواب ہو گئی: میں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عیسیٰ اللہ نہیں ہے۔ وہ فوراً کہنے لگی: وہ اللہ کا بیٹا ہے۔  
 ☆ میں نے اعتراض کیا: کہ معبود اپنے بیٹے کا دفاع بھی نہ کرے گا۔ وہ پھر لا جواب ہو گئی۔  
 ☆ میں نے پھر کہا: کہ اس کا یہ معنی ہوا کہ عیسیٰ اللہ کا بیٹا نہیں۔ اس نے مجھ سے پوچھا: تم عیسیٰ کے متعلق کیا کہتے ہو؟  
 ☆ میں نے اسے بتلایا: ہم عیسیٰ علیہ السلام کو ولد الزنا بھی نہیں کہتے جس طرح یہودیوں نے کہا اور نہ ہم تمہاری طرح اسے اللہ کا بیٹا کہتے  
 ہیں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کی روح ہیں اور اس کے حکم سے وہ پیدا ہوئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں  
 اپنے حکم ”کن“ کے ذریعے پیدا کیا۔ وہ بولی: آپ کا کلام دل کو لگتا ہے اور ذہن اسے قبول کرتا ہے۔ آپ مجھے کچھ قرآن سنائیں۔  
 ☆ میں نے اسے سورۃ طہ کی پہلی چھ آیات سنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”طہ..... ما انزلنا عليك القرآن لتشقى O الا تذكرة لمن ينشى O تنزيلا ممن خلق الارض والسموات العلى O الرحمن

على العرش استوى O له ما فى السموات و ما فى الارض و ما بينهما و ما تحت الثرى“ (طہ: ۶۳۱)

فوراً پکار اٹھی:۔ میں اسلام لاتی ہوں۔ مجھے اسلام قبول ہے۔ میرے ساتھ اس نے شہادتین کا اقرار کیا پھر عہد لیا اور چلی گئی۔  
 دو ماہ کے بعد وہی عورت بیمار ہو گئی۔ اس کا خاندان میرے پاس آیا تو میں نے اسے کہا کہ جب تک تمہاری بیوی ہماری دی ہوئی

ہدایات پر عمل نہیں کرے گی اسے علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

وہ بولا یہ حقیقت ہے کہ وہ آپ کی ہدایات پر عمل نہیں کرتی کیونکہ ذہنی طور پر مطمئن ہی نہیں کہ جنات انسانی جسم میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اسی لیے وہ تلاوت نہیں کرتی۔ تاہم میں نے جب آیات پڑھیں تو جن بول اٹھا میں نے اللہ کے نام سے شروع کرتے ہوئے اس سے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟  
کہنے لگا میرا نام پر سوم ہے۔

☆ میں نے اس کا مذہب پوچھا تو کہنے لگا۔ کہ وہ مسیحی ہے۔ میں نے پوچھا تو اس عورت میں کیوں داخل ہوا ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ اپنے بچا اور اس کی بیوی اور اس کے بیٹے کا انتقام لینا چاہتا ہے کیونکہ تم نے انہیں مسلمان کر لیا ہے۔ میں نے اسے کہا کہ کیا میں تجھے اسلام کی دعوت دوں؟ وہ کہنے لگا کہ نہیں بلکہ میں تیرے سامنے عیسائیت پیش کرتا ہوں۔ میں تیرے سامنے اسی لیے آیا ہوں تاکہ تجھ سے مباحثہ کر سکوں کیونکہ میں کنیہ میں مدرس رہا ہوں۔

☆ میں نے اسے کہا تو جو چاہتا ہے پوچھ لے۔ اس نے پہلا سوال کیا کہ تم کہتے ہو کہ عیسیٰ اللہ کا بیٹا نہیں تو پھر بتاؤ کہ اس کا باپ کون ہے؟  
☆ میں نے اس کیلئے وضاحت کی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں چار طریقوں سے اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں تاکہ ہمیں یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

۱- ماں باپ کے بغیر آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ ۲- ماں کے بغیر حواء علیہا السلام کو پیدا کیا۔  
۳- باپ کے بغیر عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا۔ ۴- دیگر سب انسانوں کو ماں اور باپ سے پیدا کیا۔  
اگر ہم یہ کہیں کہ عیسیٰ اس لیے اللہ کے بیٹے ہیں کیونکہ ان کا باپ نہیں تو پھر ہمیں یہ بھی کہنا پڑے گا حواء اللہ کی بیٹی ہیں نعوذ باللہ کیونکہ ان کی ماں نہیں اس بات کے بطلان کا علم ہر سلیم الفطرت انسان کو ہے۔ یہ اہم نقطہ سن کر وہ مطمئن ہو گیا۔  
یہ مباحثہ گیارہ بجے دوپہر سے لے کر چار بجے عصر تک رہا۔ صرف نمازوں کا وقفہ کیا گیا۔  
آخر کار اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اور اپنا نام علی رکھا پھر کہنے لگا کہ میرا یہ فرض بنتا ہے کہ میں اپنی قوم کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں۔  
میں نے اسے نصیحت کی کہ ابتداء میں وہ دین کا علم سیکھے اور قرآن یاد کرے پھر دین کی تبلیغ کرے۔

پھر وہ اپنے چچا، چچی، اور ان کے بیٹے سے وہیں ملا اور پھر چلا گیا ایک ہفتہ ہی گزر رہا تھا کہ وہ عورت پھر بیمار ہو گئی۔ میں گیا دم کیا جن حاضر ہوا اور مجھے بتایا کہ علی کو عیسائی جنوں نے قید کر لیا ہے۔ میں نے اسی جن کو حکم دیا کہ وہ اپنے ساتھ صحت مند اور طاقتور نوجوان میرے پاس لائے گا۔ پھر میں نے ان پر ایک کو امیر بنایا اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ لڑائی کے دوران اللہ کا ذکر کرتے رہیں۔ اور آیت الکرسی پڑھیں۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ علی کو دشمن کی قید سے چھڑا لائے لیکن علی زخموں سے چور تھا اور ہائے ہائے کر رہا تھا۔ میں نے اسے تسلی دلائی اور کہا کہ وہ اس تکلیف کو اللہ کے ہاں اجر سمجھے۔ پھر انہیں کہا کہ آئندہ وہ اس جسم میں ہرگز لوٹ کر نہ آئیں۔ وہ سب چلے گئے والحمد للہ۔ یہ سب مفصل مکالمے تین کیسٹوں پر ریکارڈ ہیں اگرچہ حالات و واقعات بہت زیادہ ہیں لیکن ہم انہیں پراکتفاء کرتے ہیں۔ اور انسانوں اور جنوں کے رب کا شکر ادا کرتے ہیں کہ وہی ہدایت دیتا ہے اور وہی شفا بھی دیتا ہے۔ اور وہی ہمیں لوگوں کے صحیح علاج کی توفیق بھی دیتا ہے۔

**جنات کی مرگی سے بچنے کیلئے چند تدابیر:-** ہم یہاں ان نصیحتوں کا ذکر کرتے ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان جناتی مرگی سے محفوظ رہ سکتا ہے اور کتاب کے آخر میں مفصل تدابیر ذکر کی جانی گی۔ ان شاء اللہ۔

۱- اذکار مسنونہ کی پابندی کریں۔ ۲- بلند مقام سے کودتے وقت بسم اللہ کہیں۔ ۳- زمین پر گرم پانی گراتے وقت بسم اللہ پڑھیں۔  
۴- اندھیرے کمرے میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ کہیں۔ ۵- کتے یا بلی کو مت ستائیں۔ ۶- وضو کر کے سوئیں۔ ۷- سوراخ یا دراڑ میں قضاے حاجت مت کریں۔ ۸- گھر میں نکلنے والے سانپ کو تین دن کی مہلت دے کر مار دیں۔ گھر سے باہر ہر سانپ کو قتل کر دیں۔ ۱- اسے

مہلت دینے کی ضرورت نہیں۔ ۹۔ رات کو تنہا صحراء میں مت داخل ہوں۔ ۱۰۔ جب بھاری چیز زمین پر گرانے کا ارادہ کریں تو بسم اللہ پڑھیں۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۱۲۰ تا ۱۲۷)

## جادو کی اقسام

**جدائی ڈالنے والا جادو:** ۱۔ ماں اور بیٹی میں تفرقہ ڈالنا۔ ۲۔ باپ اور بیٹی میں تفرقہ ڈالنا۔ ۳۔ دو بھائیوں کے درمیان تفرقہ ڈالنا۔ ۴۔ دوستوں کے درمیان تفرقہ ڈالنا۔ ۵۔ کاروبار حصہ داروں میں تفرقہ ڈالنا۔ ۶۔ خاوند اور بیوی میں تفرقہ ڈالنا۔

**جدائی والے جادو کی علامات:** ۱۔ حالات کا اچانک محبت سے عداوت میں تبدیل ہو جانا۔ ۲۔ فریقین کے درمیان شکوک و شبہات ڈالنا۔ ۳۔ اختلافی مسائل میں رائی کا پہاڑ بنانا۔ ۴۔ باہمی عدم اعتماد پیدا کرنا۔ ۵۔ بیوی کی صورت کا مرد کی نگاہوں میں قبیح ہو جانا اسی طرح بیوی کے ساتھ ہونا۔

**جادو کا علاج:** جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے جس طرح جنات والے مریض کا علاج ہوگا اسی طرح جادو والے مریض کا علاج ہوگا۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۱۳۰-۱۳۱)

## جادو کی ایک اور خطرناک قسم

**شادی میں رکاوٹ ڈالنے والا جادو:** جب کوئی شخص کسی جادوگر کے پاس جا کر اس سے یہ مطالبہ کرے کہ فلاں عورت اور فلاں مرد میں نفرت ڈال دو۔ تو ایسی صورت میں وہ کسی جن کو عورت یا مرد میں داخل ہونے کیلئے بھیجتا ہے جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ دو میں سے کسی ایک طریقے پر عمل کرتا ہے۔

۱۔ عورت کے دل میں ہراس شخص کی نفرت ڈال دیتا ہے جس سے وہ شادی کرنا چاہے۔

۲۔ اگر عورت میں داخل نہ ہو سکے تو جو مرد اس سے شادی کرنا چاہے اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالے کہ عورت بد صورت اور بد سیرت ہے لہذا مرد مذکورہ عورت سے نفرت کرنے لگتا ہے۔

**رکاوٹ والے جادو کی علامات:** ۱۔ مختلف اوقات میں سرد رہو اور دوا سے بالکل افادہ نہ ہو۔

۲۔ انتہائی تنگ دلی محسوس کرے بالخصوص عصر سے لے کر آدھی رات تک۔ ۳۔ منگیتر کا انتہائی برے منظر میں نظر آنا۔ ۴۔ نیند میں بے چین رہنا۔ ۵۔ معدے میں مسلسل تکلیف محسوس کرنا۔ ۶۔ ریڑھ کی ہڈی کے نچلے مہروں میں درد محسوس کرنا۔

**علاج:** اس جادو کا علاج بھی عام قرآنی آیات اور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دعاؤں کے ذریعے کیا جائے نیز اپنے گھر کا ماحول شرعی بنایا جائے۔ تمام منکرات کو گھر سے نکال دیا جائے۔

**عورت کا مباشرت پر آمادہ نہ ہونا:** مرد کی طرح عورت کو بھی مباشرت میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور وہ گہری سازش کا شکار ہوتی ہے۔ عورت کے ربط (رکاوٹ) کی پانچ صورتیں ہیں۔

۱۔ ربط منع: وہ یہ ہے کہ عورت عین جماع کے وقت اپنی دونوں رانیں سختی سے بھینچ لیتی ہے۔ پھر خاوند جماع نہیں کر سکتا۔

۲۔ ربط دماغ: عورت کے دماغ میں مرکز شعور پر شیطان کٹرول کر لیتا ہے۔ لہذا جب خاوند بیوی کے پاس جماع کیلئے جاتا ہے تو شیطان بیوی کے احساس اور شعور کو جام کر دیتا ہے۔

۳۔ سیلان رحم کا ربط: مباشرت کے وقت رحم سے خون جاری ہو جاتا ہے اور مرد کیلئے ممکن نہیں رہتا کہ وہ اپنا کام جاری رکھ سکے۔

۴۔ جادوئی رکاوٹ: مرد جب بھی بیوی سے جماع کرنا چاہتا ہو اس کے رحم میں دیوار کی صورت بن جاتی ہے اور مرد ناکام ہو جاتا ہے۔

۵۔ غارنمار کاوٹ: مرد کنواری دوشیزہ سے شادی کرتا ہے لیکن جماع کے وقت اسے احساس ہوتا ہے کہ عورت کنواری نہیں بلکہ وہ پہلے سے مباشرت کر چکی ہے۔ لیکن جو نبی مرد اپنے بستر پر واپس جاتا ہے دلہن کا کنوارا پن اپنی جگہ پر واپس آ جاتا ہے۔

**جادوئی رکاوٹوں کا علاج:**۔ کتاب کے آخر میں جادو گر اور شیطان کے شر سے بچنے کیلئے مفصل طریقے ذکر کیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔ تاہم یہاں اجمالی طور پر چند طریقے لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ ہر وقت با وضو رہیں کیونکہ با وضو انسان پر جادو اثر نہیں کرتا۔ ۲۔ نہار منہ مدینہ منورہ یا کسی بھی علاقے کی سات عجوہ کھجوریں کھانے سے شام تک جادو اثر نہیں کرتا۔ ۳۔ باجماعت نماز کی پابندی۔ ۴۔ نماز تہجد کی پابندی۔ ۵۔ بیت الخلاء میں جاتے وقت مسنون دعاء ضرور پڑھیں۔ ۶۔ دیگر ماٹور دعائیں مختلف مقامات و اوقات کے لحاظ سے اپنا ورد بنا لیں۔ ۷۔ اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز نماز سے کریں۔ ۸۔ نماز میں شیطان سے ضرور پناہ مانگی جائے یعنی ”اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم“ پڑھیں۔ ۹۔ نکاح کے بعد عورت کی شیطان سے حفاظت کریں۔ جماع سے پہلے عورت کی پیشانی پکڑ کر یوں دعا کریں۔ ”اللہم انی اسالک خیرھا و خیر ما جبلتھا علیہ و اعوذ بک من شرھا و شر ما جبلتھا علیہ“۔ ۱۰۔ جماع کے وقت شیطان کے شر سے پناہ طلب کریں۔ ”بسم اللہ اللہم جنبنا الشیطان و جنب الشیطان ما رزقتنا“

۱۱۔ سونے سے پہلے وضو کیا کریں۔

۱۲۔ مغرب کی نماز کے بعد آپ ہر روز یہ وظیفہ پڑھیں۔ (i) سورۃ بقرہ کی شروع میں سے پانچ آیات کی تلاوت۔ (ii) آیت الکرسی اور اس کے بعد والی دو آیات پڑھیں۔ (iii) سورت بقرہ کی آخری تین آیات ضرور پڑھیں۔

۱۳۔ فجر کی نماز کے بعد آپ درج ذیل وظیفہ پڑھیں۔ ”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک و لہ الحمد و ہو علی کل شیء قدیدر“۔ ۱۴۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے نکلنے وقت مسنون دعائیں ضرور پڑھیں۔ ۱۵۔ صبح و شام مندرجہ ذیل دعائیں بار پڑھیں۔ ”بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء فی الارض و لافی السماء و هو السميع العلیم“۔

”میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی خواہ آسمانوں میں ہو یا زمین میں۔ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔“ ۱۶۔ گھر سے نکلنے کی دعا پڑھیں۔ ۱۷۔ صبح و شام کے اذکار مسنونہ ضرور کریں۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۱۳۴-۱۳۷)

**مرکز روحانیت و نور یعنی دل کی اہمیت:**۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا: تمام اعضاء کے مقابلے میں دل کی مثال ایسی ہے گویا فوج کا کمانڈر ان چیف، کہ جس کے حکم سے سب اعضاء کام کرتے ہیں اور دل جیسے چاہتا ہے ان کو استعمال کرتا ہے۔ لہذا تمام اعضاء دل کی تابعداری میں لگے رہتے ہیں۔ اور اگر دل سیدھا رہے تو اعضاء بھی سیدھے رہتے ہیں اور اگر دل میں کجی آجائے تو اعضاء بھی معصیت کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار جسم میں گوشت کا ایک ٹوٹھرا ہے۔ اگر وہ صبح ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہوتا ہے۔ اور وہ دل ہے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۲)

دل ہی پورے جسم کا بادشاہ ہے اور باقی اعضاء دل کے احکام کو نافذ کرتے ہیں۔ دل ہی تمام جسم کا مسئول ہوتا ہے کیونکہ بادشاہ اپنی رعایا کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ (اغاثۃ اللہفان، ج: ۱، ص: ۵۰-۵۱ ابن قیم)

اسی لیے دل، جائے امتحان و آزمائش ٹھہرا۔ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریب قیامت کے وقت دلوں پر فتنے چٹائی کے ٹکڑوں کی طرح پیش ہوں گے پس جو دل ان کو قبول کرے گا۔ اس پر سیاہ دھبہ لگ جائے گا۔ اور جو نسا دل ان فتنوں کا انکار کرے گا۔ اس پر سفید دھبہ لگ جائے گا۔ تو تمام انسانیت دو دلوں کی طرح ہو جائے گی۔ سفید دل والے لوگ جن کے دل صاف شفاف چٹان کی طرح ہوں گے جب تک زمین و آسمان قائم رہیں گے کوئی فتنہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

اور دوسری قسم کے دل سیاہ جلی ہوئی ٹھیکری کی طرح ہو جائیں گے جو کسی نیکی کے کام کو نہ پہنچانے کے اور نہ ہی کسی برائی سے انکار کریں



گے۔ سوائے ان باتوں کے جو ان کی خواہشات میں رچ بس گئی ہوں۔ (صحیح مسلم، ۱/۲۱۷ مع نووی)

جو فتنے دلوں پر پیش کیے جائیں گے وہ اس کے امراض کے اسباب ہوں گے۔ وہ شہوات اور شہوات کے فتنے ہوں گے۔ گمراہی و سرکشی، بدعتوں اور کبیرہ گناہوں، ظلم و جہالت پر مبنی فتنے ہوں گے۔ شہوت رانی کے فتنے قصد اور ارادہ کو فاسد کریں گے اور شہوات والے فتنے علم اور اعتقاد کو خراب کرنے کا باعث ہوں گے۔ (اناشۃ الہفان، ۱-۱۲)

لہذا ہر مسلمان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے دل کی پوری طرح نگرانی کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ دل راہ مستقیم چھوڑ بیٹھے۔ اور کبھی کبھار دل کو نصیحتیں وغیرہ بھی کر لینی چاہئیں اور اس بات کا ہر مسلمان کو بخوبی علم ہونا چاہیے کہ دل کی اصلاح کے ذریعے ہمیشہ سعادت دارین حاصل کریں۔ وگرنہ آپ دل کو فساد زدہ بنا کر بدبختی، آزمائش اور مختلف بیماریوں کا سنسور بنا لیں گے۔

یہ بھی علم ہونا چاہیے کہ جوں جوں دلی ایمان بڑھتا جائیگا۔ اس کا یقین پختہ ہوتا جائے گا۔ اور اس کے نور میں اضافہ ہوتا جائے گا جس کے ذریعے حق و باطل کی تمیز کر سکے گا۔ نیز ہدایت اور گمراہی کے درمیان فرق کو بھی وہ دل سمجھ جائیگا۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دلوں کی چار اقسام ہیں۔

(۱) مومن کا دل: خلوص سے بھرا ہوتا ہے اس میں حق و باطل کے درمیان پہچان کرنے کیلئے نور بھرا ہوتا ہے۔

(۲) کافر کا دل: جس پر غلاف چڑھا ہوتا ہے۔ اس میں حق داخل نہیں ہو سکتا۔

(۳) منافق کا دل: الٹا ہوتا ہے کہ اس نے حق کو پہچان کر کفر اختیار کر لیا۔

(۴) گناہگار کا دل: اس میں ایمان پودے کی طرح ہوتا ہے۔ کہ پاک اور شیریں پانی سے اس کی نشوونما ہوتی رہتی ہے۔ اور نفاق کی

مثال ایسی ہے کہ زخم پیپ سے بھر جائے جوں جوں خون اور پیپ میں اضافہ ہوتا جائے زخم خراب ہوتا رہے گا۔

لہذا دواموں میں سے جو نسا مادہ غالب آجاتا ہے اسی کے مطابق انسان عمل کرتا ہے۔ (مسند احمد، معجم الصغیر)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا۔ جب اللہ کے دشمن شیطان کو اس بات کا علم ہوا کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور دل نیت کی جگہ کو کہتے ہیں تو اس نے کثرت سے وسوسے ڈالنے شروع کر دیئے۔ اور دل کی طرف ہر قسم کی شہوات لانے لگا۔ اور وہ احوال و اعمال بندے کے سامنے مزین کر کے پیش کرنے شروع کر دیئے جو اس کو راہ مستقیم سے ہٹا دیں اور سرکشی و گمراہی کے اسباب مہیا کر دیئے تاکہ بندہ ان میں کھو کر توفیق الہی سے دور ہو جائے اور بندہ کو پھانسنے کیلئے شیطان نے مکرو و فریب کے مختلف جال اور ہتھکنڈے آزمانے شروع کر دیئے تاکہ بندہ اس کے مکر میں بے دام آجائے۔ اگر بندہ مکمل طور پر ان پھندوں میں نہ بھی پھنسا تو اس پر ان کا اثر ضرور ہوگا انجام کار بندہ شیطان کے مکرو و فریب سے پرتدبیروں اور جھوٹے دعوؤں سے بچ نہیں سکتا۔ البتہ اگر بندہ ہمیشہ کیلئے صرف اپنے اللہ سے مانگتا رہے تو پھر شیطان کی چالوں سے بچ جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا: ”ان عبادی لیس لک علیہم سلطان“ (الاسراء: ۶۵) ”کہ میرے بندوں پر تیرا کوئی داؤ نہیں چلے گا۔“

تو یہی وہ اضافت ہی بندے اور شیطان کے درمیان رکاوٹ بنتی ہے لہذا جو بندہ رب العالمین کی توحید و عبادت کو شرک و ظلم سے پاک کر دیتا ہے۔ اور اس کے دل میں اپنے محبوب معبود کی محبت جگمگا اٹھتی ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کی بیان کردہ استثناء کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ ”الا عبادک منهم المخلصین“ (الحجر- ۴۰) کہ بقول شیطان! ”تیرے مخلص بندوں کو میں نقصان نہیں پہنچا سکوں گا۔“ (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۱۶۰-۱۶۲)

الحمد للہ کہ اوراد، اعمال، وظائف اور دعاؤں کی یہ مستند کتاب جو چند دنوں کی والہانہ کوشش و محنت شاقہ سے تیار کی گئی، اب زیور طبع سے آراستہ ہو گئی ہے اور جس کا..... ”تاریخی نام“..... غذاء الارواح الْمَعْرُوف بہ شرعی وظائف ہے اور جس میں قرآن و حدیث سے مستند اوراد و ادعیہ جمع کیے گئے ہیں مصنف :- جناب مولوی حافظ محمد داؤد خاں صاحب رحمانی مرحوم (مولوی فاضل) سابق شیخ الحدیث مدرسہ جامعہ اسلامیہ رائیدرگ..... حسب فرمائش :- محبت علوم قرآن و حدیث فخر دنیائے نسواں محترمہ جناب صاحبزادی صاحبہ مولوی عبید اللہ صاحب مرحوم محدث دہلوی زوجہ مؤلف کتاب ہذا

جائے وظائف کی تقاضے :- وظیفہ پڑھتے وقت بدبودار چیزوں کے استعمال سے بچنا مستحب ہے جیسے کچی پیاز، لہسن، بیڑی، سگریٹ وغیرہ۔ مسواک نہ کرنے سے منہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے ان تمام چیزوں سے بچنا مستحب ہے کیونکہ بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے مساجد وغیرہ میں خوشبو مہکانا سنت ہے۔ مشائخ اُس مقام پر بھی خوشبو سلگایا کرتے تھے جہاں وہ وظیفہ پڑھا کرتے تھے۔ (غذاء الارواح، ص: ۴۲)

وظائف کی اجازت :- بعض لوگوں نے اوراد و وظائف کیلئے اجازت کی شرط لگائی ہے۔ لیکن یہ شرط ان وظائف کیلئے ہے جن کا ثبوت مشائخ سے ہے، مگر وہ ادعیہ و اوراد جن کا ثبوت قرآن و حدیث سے ہے۔ ان میں اجازت کی شرط نہیں کیونکہ قرآن و حدیث سراسر اجازت ہے اور عمل ہی کیلئے ہے۔ (غذاء الارواح، ص: ۴۳)

دم کے وقت تھکانا مستحب ہے: جب کسی زہردار کیڑے کے کاٹے پر یا درم پر یا پھوڑے پھنسی پر یا پانی وغیرہ پر دم کیا جائے تو اس پر تھکانا مستحب ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے اور صحیحین میں حضور اکرم ﷺ کا عمل موجود ہے۔ (غذاء الارواح، ص: ۴۴)

مولانا داؤد اور بسم اللہ کی فضیلت :-

خدا کا نام بھی نام خدا کیا راحت جاں ہے  
عصائے پیر ہے تیغ جواں ہے حرزِ طفلان ہے  
بسم اللہ، اللہ پاک کا نام ہے اس میں اور اللہ پاک کے اسم اعظم میں اتنی نزدیکی ہے جیسے کہ سیاہی سفیدی سے نزدیک ہوتی ہے۔ (ابو حاتم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب یہ آیت (بسم اللہ الرحمن الرحیم) اتری تو آسمان پر بادل چھٹ گئے۔ ہوائیں ٹھہر گئیں۔ سمندر خاموش ہو گیا۔ جانوروں نے کان لگا کر اس کو سنا۔ شیطانوں پر شعلے برسنے لگے اور پروردگار عالم نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر فرمایا: ”جس چیز پر میرا نام لیا جائے گا میں اس میں ضرور برکت عطا فرماؤں گا“۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ”جہنم کے انیس داروغہ ہیں اور اس مبارک دعا کے بھی ۱۹ حروف ہیں۔ اس دعا کو پڑھنے والا بھی ان سے محفوظ رہے گا۔ اس دعا کے پڑھنے سے شیطان کبھی کی طرح ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ (مسند احمد)

جس کام کو اس دعا سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

جس دعا کے اول میں بسم اللہ ہوتی ہے وہ دعا رد نہیں کی جاتی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے کسی سے فرمایا تھا: بسم اللہ خوب خوشخط اور صاف لکھو کیونکہ کسی نے اسے صاف اور خوشخط لکھا تھا اللہ پاک نے اس کو بخش دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قیصر روم کو ایک ٹوپی میں بسم اللہ لکھ کر بھیجی تھی۔ جب وہ اسے سر پر رکھتا تھا اس کا در دسر جاتا رہتا تھا۔ اور اس کے اتارنے پر بدستور جاری ہو جاتا تھا۔ بادشاہ روم اسی بناء پر پکا سچا مسلمان ہو گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ اس آیت سے غافل ہیں۔ حالانکہ علاوہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کسی اور نبی علیہم السلام پر یہ آیت نہیں اتری۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہی دعا

پڑھ کر زہر ہلا بل پی گئے اور اس کی برکت سے کچھ اثر اس زہر کا نہ ہوا۔ بشرحانی رحمہ اللہ نے ایک کاغذ جس پر یہ دعا لکھی ہوئی تھی اٹھا لیا اور اس پر چھ کو خوشبو میں بسایا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ اللہ پاک فرما رہے ہیں۔ بشر! تم نے میرے نام کو خوشبو میں بسایا۔ میں تمہارے نام کو دنیا و آخرت میں خوشبودار بناؤں گا۔ جو آدمی اس کو ۶۲۵ بار لکھ کر اپنے پاس رکھے گا اس کے چہرے سے اتنا رعب ظاہر ہوگا کہ کوئی اسے ستانہ سکے گا۔ یہ شرجی رحمہ اللہ کا مجرب عمل ہے۔ سعی رحمہ اللہ نے فرمایا، بسم اللہ اسم اعظم ہے صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک کا اسم اعظم صرف اللہ ہے تم دیکھتے نہیں۔ تمام قرآن میں علاوہ تمام ناموں کے اسی نام سے ابتداء ہوتی ہے۔ درمنثور میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم کسی پریشانی میں گھر جاؤ تو بسم اللہ الرحمن الرحیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھو اللہ پاک اس کی برکت سے ہر طرح کی بلائیں انشاء اللہ نال دے گا۔ (غذاء الارواح ج: ۵۵-۵۶)

### مولانا داؤد خان کے مجرب وظائف

**سورۃ فاتحہ کے وظائف:-** (۱) یہ وظیفہ عموماً تمام دردوں اور خصوصاً آنکھ کے درد کو فوراً فائدہ پہنچاتا ہے۔ شرجی رحمہ اللہ کا کئی دفعہ کا مجرب ہے۔ صبح کی سنتوں اور فرض کے درمیان ۴۱ مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کرو انشاء اللہ درد جاتا رہے گا (۲) مسافر اپنے سفر میں اس سورت کو اگر ۴۱ بار پڑھے گا انشاء اللہ صحیح وسالم گھر واپس آئے گا۔ (۳) اگر قیدی اس سورت کو ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھے گا اور ہر دس مرتبہ پڑھنے کے بعد بیڑیوں پر دم کرے گا انشاء اللہ بیڑیاں کھل جائیں گی۔ (۴) اگر کسی آدمی کو پیاس کا اندیشہ ہو تو اسے چاہئے کہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر اپنے منہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیر لے اس دن بفضلہ اس کو پیاس نہ لگے گی۔ جو آدمی فجر کی سنتوں اور فرض کے درمیان اس سورت کو ۴۱ بار ہمیشہ پڑھتے رہے گا اللہ پاک اسے غیب سے روزی پہنچائے گا۔ (۵) طاعون کی گلٹی پر سورۃ فاتحہ کو ۴۱ مرتبہ پڑھ کر دم کرو انشاء اللہ شفاء ہوگی۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ہر بیماری کی ایک دوا ہے۔ اگر تم سورۃ فاتحہ سے محسن عقیدہ علاج کرو گے تو اس میں عجیب شفاء دیکھو گے۔ ایک مرتبہ ایک مدت تک میں مکہ معظمہ میں ٹھہرا رہا۔ وہاں مجھے بہت سی بیماریوں نے آن گھیرا جن کا وہاں پر کوئی طبیب اور معالج علاج نہ کر سکا۔ ایک روز میں نے سوچا! کیوں نہ میں اپنا علاج سورۃ فاتحہ سے کر لوں۔ چنانچہ میں نے اپنا علاج شروع کر دیا تو میں نے اس کا عجیب اثر دیکھا“ گویا کہ بہت سی بیماریاں تو اس سے بہت جلد دور ہو جاتی ہیں۔“

**نواب صدیق الحسن خاں رحمہ اللہ فرماتے ہیں:** ”مجھے تجربہ ہے کہ امراض روحانی یا جسمانی میں سے کوئی بھی ایسا مرض نہیں جس میں سورۃ فاتحہ نے اپنا اثر نہ دکھایا ہو۔“

**حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:** ”جس آدمی کو کوئی ضرورت ہو، اسے سورۃ فاتحہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا چاہیے۔ انشاء اللہ وہ ضرورت پوری ہو جائے گی۔“

**شعی رحمہ اللہ کے پاس ایک آدمی نے آ کر درد گردہ کی شکایت کی۔ انہوں نے جواب دیا:** ”سورۃ فاتحہ پڑھ کر درد کی جگہ دم کر لو، تفسیر فتح العزیز میں فرمایا: ”سورۃ فاتحہ اسم اعظم ہے۔ دل سے ہر ایک طلب (یعنی جائز نہ کہ حرام) کیلئے پڑھ سکتے ہیں۔“ اس کے پڑھنے کے دو طریقے ہیں۔ اول طریقہ یہ کہ فجر کی سنتوں اور فرض کے درمیان ۴۱ مرتبہ چالیس یوم تک پڑھیں تو انشاء اللہ ہر غرض پوری ہوگی۔ اگر بیمار، یا جادو کیے ہوئے کی شفاء منظور ہو تو پانی پر دم کر کے پلاؤ۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اتوار کے دن شروع ماہ میں فجر کی سنت و فرض کے بعد ستر مرتبہ پڑھو اور پھر روزانہ اسی وقت پر دس دس کم کرتے جاؤ۔ اس طرح یہ عمل ہفتہ کے دن ختم ہو جائے گا۔ اگر پہلے مہینے میں غرض حاصل ہوگئی تو فہما اور نہ دوسرے اور تیسرے مہینوں میں بھی یہی عمل جاری رکھو۔ اس سورت کو چینی کے برتن میں عرق گلاب و مشک اور زعفران سے لکھ کر پرانے بیمار کو چالیس روز تک پلائیں۔ بہت مجرب عمل ہے۔ علاوہ ازیں دانتوں کے، سر کے اور شکم کے درد میں اور دیگر تمام قسم کے دردوں میں سورۃ فاتحہ کو سات بار پڑھ کر دم کریں نہایت مجرب ہے۔ (غذاء الارواح ج: ۵۷-۵۹)

**سورۃ یسین کا عمل:** شرجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسے جس مطلب کیلئے بھی ۴۱ بار پڑھو گے وہی مقصود انشاء اللہ حاصل ہو جائے گا جس شخص نے

دن نکلتے ہی سورہ یٰسین پڑھی، اس کی حاجت بفضلہ تعالیٰ پوری ہوگی۔ اس لیے مشائخ نے فجر کی سنت و فرض کے درمیان پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔

(غذاء الارواح، ص: ۶۳)

**سورہ واقعہ کا ۴۱ مرتبہ کا عمل:**۔ جو آدمی اس سورت کو کسی ایک ہی نشست میں ۴۱ بار پڑھے گا اس کی تمام مرادیں پوری ہوگی۔ خصوصاً فریخی رزق کی بابت تو دعا ضرور ہی قبول ہو جاتی ہے اسی طرح چونکہ اس سورت کو عصر کے بعد ہمیشہ پڑھے گا اس کے واسطے مسرتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ (غذاء الارواح، ص: ۶۴)

**سورہ حشر کا آزمودہ عمل:**۔ نواب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی بیشک دشمن سے حفاظت کرتی ہے۔ کسی کے کان میں ایک چچڑی گھس گئی۔ اسے انتہائی تکلیف ہوئی۔ بعض علماء نے آب زمزم پر اول سورہ آل عمران اور آخر سورہ حشر کی دس آیات پڑھ کر پانی پر دم کر کے اسے پلا دیا۔ چچڑی فوراً کان سے باہر نکل گئی۔ (غذاء الارواح، ص: ۶۴)

**سورہ ملک کا عمل:** حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں کسی عالم کا بیان ہے کہ وہ مغرب کے وقت کسی جنازے کے ساتھ قبرستان گئے۔ جب میت کو دفنانے کے بعد وہ لوٹے تو اچھی خاصی رات ہو گئی تھی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کتا قبر میں گھس گیا اور فوراً تھر تھر کا پتتا ہوا بیقرار ہو کر قبر سے نکلا۔ اس کی دائیں آنکھ پھوٹی ہوئی تھی۔ انہوں نے اس سے واقعہ دریافت کیا۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے صاحب قبر کو ستانا چاہا تھا مجھے سورہ یٰسین نے روک دیا اور میری آنکھ پھوڑ دی۔ کسی نے مجھ سے کہا اگر یہ سورہ ملک بھی پڑھتے تو تیری دوسری آنکھ بھی پھوڑ دی جاتی!

**ایک خاص عمل:** جو آدمی ہلال (چاند) دیکھ کر یہ سورت پڑھے گا، تمام مہینے برائیوں سے بچا رہے گا اور بھلائیاں ہی بھلائیاں پائے گا۔ بعض لوگ اس سورت کو عشاء کی نماز کے بعد دو رکعتوں میں پڑھا کرتے تھے۔ (غذاء الارواح، ص: ۶۵)

**حصول مقصد کا عمل:**۔ بعض علماء فرماتے ہیں اگر کسی کو اللہ سے کوئی حاجت ہو تو ۴۱ بار یہ سورہ پڑھ کر ۴۱ بار، مندرجہ ذیل دعا مانگے۔ پھر اللہ پاک سے اپنے مقصود خاص کی درخواست کرے۔ انشاء اللہ مدعا حاصل ہو جائے گا۔

”اللهم يامن يكتفي من خلقه جميعا ولا يكتفي منه احد من خلقه احد يامن لا آخر له، انقطع الرجاء

الامنك و خابت الاعمال الافيك و انسدت الطرق الا اليك يا غياث المستغيثين اغثنى“

اے اللہ (تو) وہ ہے جو سب کیلئے کافی ہے اور تیرے سوا تمام مخلوق کیلئے کوئی اور کافی نہیں۔ اے واحد جس کا اخیر نہیں ہر

ایک امید تجھ ہی سے بندھی ہوئی ہے اور ہر ایک عمل تیرے ہی لیے قابل قدر ہے اور راستہ تیرا ہی کھلا ہوا اور سیدھا ہے

اے دکھیا رے انسانوں کی فریاد سننے والے میری فریاد (بھی) سن لے۔ (غذاء الارواح، ص: ۶۶)

**فتح یابی کیلئے سورہ الم نشرح کا عمل:**۔ بعض علماء فرماتے ہیں آسانی سے دشمن پر فتح حاصل کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ الم نشرح ۳ بار

اور سورہ فاتحہ گیارہ بار پڑھ کر فتح کی دعا مانگو۔ باذن اللہ فتح ہوگی۔ (غذاء الارواح، ص: ۶۶)

**ہر شر سے حفاظت کیلئے سورہ کافرون کا عمل:**۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں یہ سورہ قرآن کا چوتھا حصہ ہے (حاکم، ترمذی)

دونوں حدیثیں ضعیف ہیں۔ وہ دو سورتیں کیسی اچھی ہیں جو فجر سے پہلے یعنی سنتوں میں دو رکعتوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ سورہ اخلاص و

کافرون (ابن حبان) یعنی کافرون پہلی رکعت میں اور اخلاص دوسری رکعت میں فجر کی سنتوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ شرعی رحمہ اللہ جو آدمی

آفتاب کے طلوع ہوتے ہی اس سورت کو پڑھے گا وہ اس دن ساری دنیا کے شر سے محفوظ رہے گا۔ (غذاء الارواح، ص: ۶۷)

**سورہ اخلاص کے مجرب عملیات:** بعض علماء فرماتے ہیں کہ جس آدمی نے اس سورت کو ہمیشہ اپنی زندگی میں پڑھا اسے دنیا و آخرت

کی بھلائیاں ملیں گی اور وہ ہر قسم کی بُرائی سے محفوظ رہے گا۔ بھوکا پڑھے گا خوب سیر ہوگا۔ پیاسا پڑھے گا خوب سیراب ہوگا۔ اسماء حسنیٰ میں سے

ایک اسم ”الصمد“ بھی ہے جو اس سورت میں ہے۔ اس کا عامل بھوکا پیاسا نہیں رہتا۔ یا صمد یا صمد لا تعداد پڑھے جاؤ اور بیشک کرو۔ بعض لوگوں

نے اس کی تعداد ۱۳۴ بتائی ہے۔ ہرن کی جھلی پر لکھ کر موم جامہ کر کے اپنے پاس رکھو تو موزی جانوروں اور انسانوں سے امن میں رہو گے۔ گھر میں داخل ہوتے وقت پڑھو تو رزق کی فراخی ہوگی اور افلاس دور ہوگا۔

قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو آدمی مرض الموت میں سورہ اخلاص پڑھے گا انشاء اللہ قبر کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ قبر سے نہ دبو چے گی اور فرشتے اسے اٹھا کر پل صراط پار کرادیں گے۔ نواب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ محترمہ کو مرض الموت میں یہ سورت پڑھنے کو بتائی تھی اور وہ کثرت سے اسے پڑھا کرتی تھیں۔ (غذاء الارواح، ص: ۶۸)

حضرت ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ کا اسم اعظم: (۱) ”یامن له وجه لا یبلی و نور لا یطفی و اسم لا ینسی و باب لا یغلق و ستر لا یہتک و ملک لا یغنی اسئلك ان تقضى حاجتی و تعطینی“ اے وہ جس کا چہرہ نہ پرانا ہونے والا، جس کا نور نہ بجھنے والا، جس کا نام نہ بھولے جانے والا، جس کا دروازہ نہ بند ہو نیوالا، جس کا پردہ نہ پھاڑا جانے والا اور جس کا ملک نہ فنا ہو نیوالا، میں تجھ سے اپنی حاجت برآری اور بخشش مانگتا ہوں۔ (۲) ”اللهم انی اسئلك بانك انت الله لا اله الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد و لم یولد و لم یکن له کفوا احد“ خداوند! میں تجھ سے اس بات کے اقرار کی توفیق مانگتا ہوں کہ میں تیری گواہی دوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی ایک ہے بے نیاز ہے، جو نہ پیدا ہوا (کسی سے) اور نہ کوئی اس سے پیدا ہوا (ان دونوں صورتوں سے پاک ہے) جس کا کوئی جوڑ نہ ہمسر ہے۔

(۳) ”اللهم انی اسئلك بان لك الحمد لاله الا انت الحنان المنان بدیع السموت والارض یا ذا الجلال والاکرام یا حی یا قیوم اسئلك (ابن ماجہ)“

خداوند! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری طرح طرح کی تعریفیں کروں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو بڑی محبت والا، بڑے احسان والا اور آسمان و زمین کو بے مثال پیدا کرنے والا ہے۔ اے جلال و بزرگی والے اے زندہ (معبود) اے دنیا کو سنبھالنے والے میں تجھ سے مانگتا ہوں۔ (۴) ”والھکم الہ واحد لاله الا هو الرحمن الرحیم“

تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی نہیں، وہ بڑی محبت کر نیوالا اور بڑا مہربان ہے۔ (۵) ”آلم الله لا اله الا هو الحي القيوم لآله الا انت سبحنك انی كنت من الظلمین“۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ اور دنیا کو سنبھالنے والا ہے (مالک) تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں بلاشبہ میں ظالم ہوں۔

### اسماء حسنیٰ کے مجرب عملیات

اسماء حسنیٰ بخاری، مسلم اور ترمذی وغیرہ سے ۹۹ ثابت ہیں جو شخص ان کا ورد رکھے گا وہ جنت کا حقدار ہوگا۔ (بخاری) جس نے انہیں یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوا۔ ابو نعیم میں ہے جس نے انہیں پڑھ کر دعا کی اس کی دعا قبول ہوئی۔

### اہل اللہ کے آزمائے مجرب عملیات:-

اللہ	حقدار عبادت سچا معبود	یہ اسم ذات ہے اس کو روزانہ ایک ہزار بار پڑھنے سے یقین اور عرفان بڑھتا ہے، نماز کے بعد سو بار پڑھنا موجب انشراح صدر و کشف ہے۔
الرَّحْمٰنُ، الرَّحِیْمُ	بڑا مہربان، نہایت رحم کر نیوالا	فرائض کے بعد پڑھنے سے غفلت، بھول اور دل کی سختی دور ہوتی ہے۔ الرحیم سو بار روزانہ پڑھنے سے تمام مخلوق مہربان ہوتی ہے۔

الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ	بادشاہ شہنشاہ حقیقی تمام برائیوں اور عیبوں سے پاک	الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ کی ہمیشگی سے بادشاہ کا ملک قائم رہتا ہے اور عوام کا نفس فرمانبردار ہوتا ہے، عزت و آبرو کے واسطے بھی اس اسم کا پڑھنا مجرب ہے، ۹۰ بار کے ورد سے روشن ضمیر مالدار اور بادشاہ کی نگاہ میں معزز ہو۔ زوال کے وقت پڑھنے سے دل صفائی ہوتی ہے اس اسم کو القُدوس کے ساتھ ملا کر جمعہ کے بعد روٹی پر دم کر کے کھلانے سے فرشتوں جیسی خوبیاں پیدا ہوتی ہیں۔ بھاگنے کے وقت پناہ کے واسطے مفید ہے۔ راستے میں مداومت کرنے سے مسافر کی تھکن دور ہوتی ہے۔ ۳۱۹ بار پڑھ کر مٹھائی پر دم کر کے دشمن کو کھلانے سے دشمنی دور ہو جاتی ہے۔
السَّلَامُ	سلامتی والا عیبوں سے پاک	بیمار پر ۱۱۱ مرتبہ پڑھ کر دم کرنے سے بیماری دور ہو جاتی ہے اور اس کی ہمیشگی خوف سے بے نیاز بناتی ہے۔
الْمُؤْمِنُ	امن دینے والا	اسے کثرت سے پڑھو یا اپنے پاس رکھو، شیطان کے شر سے محفوظ رہو گے، ظاہر و باطن ایک رہے گا۔ کثرت ورد سے دنیا میں مخلوق فرمانبردار ہوگی۔
الْمُهَيِّمُ	بہت نگہبانی کرنے والا	غسل کر کے اس اسم کو ۱۱۵ دفعہ پڑھو کشف باطنی ہوگا اور ہمیشگی اختیار کرنے سے تمام آفات سے نجات ملے گی۔
الْعَزِيزُ	بڑی عزت والا	فجر کی نماز کے بعد ۴۱ بار پڑھنے سے رزق میں فراخی ہوگی محتاجی دور ہوگی اور ذلت کے بعد عزت نصیب ہوگی۔
الْجَبَّارُ	بگڑے کا موں کا بنانے والا	دس مسجحات کے بعد ۲۱ مرتبہ یا جبار پڑھو۔ ظالموں کے شر سے امن ملے گا اور ہمیشگی اختیار کرنے سے دنیا کی غیبت و بدگوئی سے بچے رہو گے، انگوٹھی پر نقش کر کے پہننے سے دنیا پر رعب و ادب قائم رہے گا۔
الْمُتَكَبِّرُ	بڑی بزرگی والا	ہم بستری سے پہلے دس بار پڑھو، انشاء اللہ فرزند نیک صالح پیدا ہوگا، کسی کام کے شروع میں پڑھنے سے مطلب برآری ہوگی۔
الْخَالِقُ	پیدا کرنے والا	رات کو اس اسم کی مداومت سے دل میں نور اور چہرے پر نور ظاہر ہوتا ہے اور دین کے سب کاموں میں چستی پیدا ہوتی ہے۔
الْبَارِئُ	بنانے والا	اس اسم کو سو بار پڑھنے سے قبر باغیچہ جنت بن جائے گی اگر طبیب مداومت کرے تو علاج موافق ہو اور ہاتھ میں شفاء ہو۔
الْمُصَوِّرُ	صورت بنانے والا تصویر کھینچنے والا	اگر بانجھ عورت سات روزے رکھے اور روزانہ افطار کے وقت ۲۱ بار یا مصور پڑھے اور پانی پر دم کر کے اس پانی سے روزہ کھولے تو باذن اللہ اس کا بانجھ پن دور ہو اور بچے پیدا ہوں اس کی مداومت سے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں۔
الْغَفَّارُ	بڑی بخشش والا	جمعہ کی نماز کے بعد سو بار پڑھے 'یا غفار اغفر لی ذنوبی' اس کو خداوند قدوس بخش دے گا۔
الْقَهَّارُ	بڑے قہر و غلبہ والا سب پر غالب	اسکے پڑھنے سے دنیا کی محبت دور ہوتی ہے، خاتمہ بالخیر ہوتا ہے اور اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ ہر مشکل کام کے وقت سو بار یا قہار پڑھو کام آسان ہو جائیگا، دشمن کو ذلیل کرنے کیلئے سنت اور فرض کے درمیان پڑھو۔

﴿الْوَهَّابُ﴾	بلا عوض دینے والا بڑا فیاض	اس کی مداومت محتاجی اور افلاس سے نجات دیتی ہے، چاشت کی نماز کے بعد سجدے کی آیت پڑھ کر سجدے میں جاؤ اور سات بار یہ اسم پڑھو، دنیا سے بے پروائی ہوگی، ضرورت ہو تو آدھی رات کو گھر یا مسجد کے گھن میں تین بار سجدہ کرو پھر ہاتھ اٹھا کر سو بار پڑھو، حاجت پوری ہوگی۔
﴿الرَّازِقُ﴾	روزی دینے والا	فراخی رزق کے واسطے چاشت کے وقت چار رکعتیں پڑھو، پھر سجدے میں ۱۰۴ مرتبہ یہ اسم پڑھو، اگر فرصت نہ ہو تو کم از کم ۵۰ بار پڑھو، رزق میں فراخی حاصل ہوگی، علاوہ ازیں صبح صادق کے بعد نماز فجر سے پہلے گھر کے چاروں کونوں میں دس دس بار قبلہ رو ہو کر دائیں سے شروع کر کے اسم مبارک ”یا رزاق“ پڑھو۔ گھر سے انشاء اللہ رنج و غم اور مفلسی دور ہو جائے گی۔
﴿الْفَتَّاحُ﴾	رزق و رحمت کا درکھولنے والا	فجر کی نماز کے بعد سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر ۷۰ بار یا فتاح پڑھو دل کا زنگ دھل جائے گا اور دل آئینہ کی مانند صاف و شفاف ہو جائے گا۔
﴿الْعَلِيمُ﴾	خوب جاننے والا	کثرت مداومت سے معرفت خداوندی کا حصول ہوگا، فرائض کے بعد سو بار مسجد میں پڑھ کر سو جاؤ، پوشیدہ بات خواب میں کھل جائے گی۔
﴿الْقَابِضُ﴾	دل یا روزی تنگ کر نیوالا	چالیس روز تک چار نوالوں پر اس اسم کو لکھ کر کھالو بھوک اور عذاب قبر سے بفضلہ امن میں رہو گے۔
﴿الْبَاسِطُ﴾	روزی یا دل کا فراغ کرنے والا	فجر کے وقت ہاتھ اٹھا کر اس اسم کو دس بار پڑھ کر ہاتھ منہ پر پھیر لو کبھی کسی انسان کے پاس کوئی حاجت لے کر نہیں جاؤ گے۔
﴿الْخَافِضُ﴾	کافروں کو ذلیل کر نیوالا یا ترازو کا پلہ جھکا نیوالا	تین روزے رکھ کر چوتھے روز ایک ہی نشست میں یا خافض ستر بار پڑھو، انشاء اللہ دشمن پر فتح پاؤ گے۔
﴿الرَّافِعُ﴾	بلند کر نیوالا اٹھانے والا	آدھی رات میں یاد دو پہر کو سو بار اس اسم مبارک کو پڑھو مالدار، بے پرواہ اور دنیا کے محبوب بن جاؤ گے۔
﴿الْمُعِزُّ﴾	عزت دینے والا	شب دو شنبہ یا جمعہ کو ۱۴۰ بار پڑھو گے تو بے خوف ہو جاؤ گے اور دنیا کے دل میں تمہاری ہیبت بیٹھ جائے گی۔
﴿الْمُذِلُّ﴾	ذلیل کرنے والا	اگر کوئی کسی ظالم یا حسد کرنے والے سے ڈرتا ہے تو ۵۷ بار اس اسم کو پڑھ کر سجدہ کرے اور کہے کہ اے اللہ فلاں کے شر سے امن دے۔
﴿السَّمِيعُ﴾	بہت سننے والا	جمعرات کو چاشت کی نماز کے بعد ۵۰۰ بار پڑھو، پڑھتے وقت بات نہ کرو اور پھر دعا کرو، انشاء اللہ قبول ہو گی۔
﴿الْبَصِيرُ﴾	خوب دیکھنے والا	فجر کی سنت و فرض کے درمیان ۱۰۱ بار پڑھو اللہ کی محبت پیدا ہوگی۔
﴿الْحَكَمُ﴾	حکم کرنے والا	شب جمعہ کو آدھی رات کے بعد اس اسم مبارک کو کثرت سے پڑھتے رہو، عجائب و غرائب دیکھو گے۔
﴿الْعَدْلُ﴾	انصاف کر نیوالا	شب جمعہ کو بیس نوالوں پر لکھ کر کھالو، دنیا مسخر ہو جائے گی۔

اللَّطِيفُ	باریک بین	وضو کر کے دو رکعت نماز حاجت پڑھ کر اسم مبارک جس نیت سے بھی سو بار پڑھو گے وہی نیت انشاء اللہ پوری ہوگی، روزگار نہ ہو، افلاس اور غربت ہو، کوئی کسی کا ہمدرد نہ ہو، بیماری ہو اور کوئی پرسان حال نہ ہو یا بچی جو ان ہو اور اس کا پیام نہ آتا ہو، ان تمام باتوں کو پورا کرتا ہے (وغیرہ) اور دنیا کے ہر کام کیلئے خالی جگہ میں ۶۳۴ بار پڑھو انشاء اللہ مراد حاصل ہوگی۔
الْخَبِيرُ	دل کی باتوں کو خوب جاننے والا	اس اسم کو کثرت سے پڑھنے سے نفس کی شرارت اور سرکشی سے نجات ملتی ہے۔
الْحَلِيمُ	بڑا بردبار جلدی انتقام نہ لینے والا	باغ و زراعت کی ترقی کیلئے اور آفات سے بچانے کیلئے کاغذ پر لکھ کر پانی میں گھول کر باغ وغیرہ میں ڈالو۔
الْعَظِيمُ	بڑی عظمت و بڑائی والا	اس اسم کو کثرت سے پڑھو تو دنیا کے محبوب بن جاؤ گے۔
الْغَفُورُ	بڑی بخشش والا	اگر کسی کو بخار، درد سر، یارنج و غم کا غلبہ ہو تو اس کو کاغذ پر، زعفران و گلاب سے لکھ کر اور پانی میں گھول کر پیو۔
الشَّكُورُ	قدر دان تھوڑی بات پر بہت ثواب دینے والا	اگر کسی کی بینائی نہ ہو یا تنگ دستی ستاتی ہو یا دل اندھا ہو تو ۴۱۱ بار یہ اسم پڑھ کر پیو اور آنکھوں پر اس پانی کو ملو، نہایت مفید ہے۔
الْعَلِيُّ	بڑے اونچے مرتبے والا	اس کی مداومت کرنے سے ذلیل عزیز، فقیر امیر اور پردیسی دیس والا ہو جائے۔
الْكَبِيرُ	سب سے بڑا سب سے اونچا بالا و برتر	اس کو پڑھنے سے بزرگ و بلند مرتبے والے بنو اگر حکام اس پر مداومت کریں تو اور بھی ترقی کریں۔
الْحَفِيظُ	دنیا کو بر بادی سے بچانے والا نگراں	اسے لکھ کر سیدھے بازو پر باندھو، جلنے سے، ڈوبنے سے، اثر دیو پری سے اور نظر بد سے محفوظ رہو گے۔
الْمُقِيتُ	روزی دینے والا	اگر کوئی غریب یا بد خو ہے یا بچہ بہت روتا ہے تو اس اسم کو سات بار پڑھ کر ایک آنچورے پر دم کرو اور اس میں پانی ڈال کر پلاؤ، اگر روزہ دار پھولوں پر پڑھ کر سو گئے گا تو قوت و توانائی پائے گا۔
الْحَسِيبُ	حساب لینے والا کفایت کر نیوالا	اگر کسی چور یا حاسد یا دشمن یا بد ہمسایہ، یا نظر سے اندیشہ ہو تو اسے صبح و شام جمعرات سے ۷۰ بار ایک ہفتہ تک حسبی اللہ الحسیب پڑھنا چاہیے۔
الْجَلِيلُ	بڑی قدرت و جلالت والا	منہک و زعفران سے لکھ کر گھول کر پینے سے یا سیدھے بازو پر باندھنے سے تعظیم و تکریم ہوگی۔



بستر پر پڑھتے پڑھتے سو جاؤ فرشتے تمہاری عزت کی دعا کریں گے۔	بڑا فیاض بڑا سخی بہت دینے والا	اَلْكَرِيمُ
اپنے اہل و عیال و مال پر سات بار پڑھ کر دم کرو، انشاء اللہ تمام آفتوں سے محفوظ رہیں گے۔	ہر چیز کی نگہبانی کرنی والا	اَلرَّقِيبُ
اس کی کثرت سے دعا جلدی قبول ہوتی ہے، لکھ کر پاس رکھنے سے امن نصیب ہوتا ہے۔	بے قراروں کی دعا قبول کرنی والا	اَلْمُجِيبُ
اس کی مواظبت سے قناعت و برکت حاصل ہوگی۔	بڑے وسیع علم والا	اَلْوَاسِعُ
اس کی مواظبت سے مشکل کام آسان ہوں گے، انشاء اللہ۔	بڑی دانائی والا	اَلْحَكِيمُ
اگر میاں بیوی میں عداوت ہو تو اس اسم کو ۶۰۰۱ مرتبہ کھانے پر پڑھو اور دونوں کو وہ کھانا کھلا دو، صلح و آشتی ہو جائیگی۔	بڑی محبت والا	اَلدُّوْدُ
اگر تم کو آبلہ پا، یا آتشک یا کوڑھ یا سفید داغ ہو تو چاند کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ کو روزے رکھو اور افطار کے وقت کثرت سے پڑھ کر پانی پر دم کر کے اس پانی سے روزہ کھلو تو انشاء اللہ شفاء ہوگی، روزانہ صبح کو ۹۹ بار پڑھنے سے آبرو بڑھتی ہے۔	شریف و بزرگی والا	اَلْمُجِيدُ
سوتے وقت سینے پر ہاتھ رکھ کر ۱۰۱ مرتبہ پڑھنے سے مردہ دل زندہ ہو جاتا ہے۔	قبر سے اٹھانے والا	اَلْبَاعِثُ
ناخلف اولاد کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر اور آسمان کو دیکھ کر ۲۴ مرتبہ یا شہید پڑھو، باذن اللہ اولاد صالح اور نیک ہو جائیگی۔	ظاہر و باطن پر خبردار، ہر وقت موجود	اَلشَّهِيدُ
اگر کسی کی کوئی چیز کھو گئی ہو تو ایک کاغذ کے چاروں کونوں پر حق لکھو اور بیچ میں اس چیز کا نام لکھو اور آدھی رات کو اس کاغذ کو ہاتھ پر رکھ کر یا حَقُّ کثرت سے پڑھو انشاء اللہ وہ چیز مل جائے گی۔ اگر قیدی آدھی رات کو ننگے سر ۱۰۸ مرتبہ پڑھے تو قید سے اللہ کے حکم سے چھوٹ جاوے۔	خدائی کا حقدار	اَلْحَقُّ
اگر بچلی، ہو یا پانی سے اندیشہ ہو تو اسم مبارک کو ورد بناؤ امن سے رہو گے، خوف کے مقام پر پڑھنے سے ڈر جاتا رہتا ہے۔	بڑے کام بنانے والا	اَلوَكِيلُ
دشمن کی مغلوبیت کے واسطے تھوڑا آٹا گوندھ کر اس کی گولیاں بناؤ اور ہر گولی پر یا قَوِي پڑھ کر دم کرو اور دشمن کو مغلوب کرنے کی نیت سے روزانہ دو گولیاں مرغ کو کھلاؤ، مدعی بفضلہ حاصل ہوگا۔	بڑے زور والا بڑا زبردست	اَلقَوِيُّ
اگر دودھ کی کمی ہو یا بچے کا دودھ چھڑا دیا ہو اور وہ مانتا نہ ہو تو یہ اسم لکھ کر بچے کی ماں کو پلائیں، بچہ بھی رک جائے گا اور دودھ میں زیادتی ہوگی۔	تمام کاموں میں پکا	اَلْمُتَيْنُ

اَلْوَكْبِيُّ	مددگار محبوب	اگر کسی کی بیوی یا لونڈی بد خو ہو تو وہ اس اسم کو پڑھ کر اس کے سامنے جایا کرے انشاء اللہ درست ہو جائے گی اس کی مواظبت سے کشفِ اسرار ہوتا ہے۔
اَلْحَمِيدُ	بڑی تعریف کیا گیا	اگر کوئی فحش گو ہے تو اس اسم کو ۹۰ بار پڑھ کر پیالے پر دم کرو اور ہمیشہ اس پیالے میں پانی پیا کرو انشاء اللہ یہ مرض جاتا رہے گا اس کی کثرت سے نیک کاموں کی طرف رجحان ہو جاتا ہے۔
اَلْمُحْصِيُّ	اس کا علم ہر چیز کو گھیرنیوالا ہے	اگر شب جمعہ ۱۰۰۰ بار اس اسم کو پڑھو گے تو عذابِ قبر اور عذابِ حشر سے امن میں رہو گے۔
اَلْمُبْدِيُّ	پہلی بار پیدا کرنے والا	اسقاط سے حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ عورت کا شوہر بیوی کا پیٹ کھوکھو کر ۹۰ بار اس اسم کو پڑھتا جائے اور شہادت کی انگلی پیٹ کے ارد گرد پھیرتا جائے اس کی مداومت سے زبان سچی رہتی ہے۔
اَلْمُعِيدُ	دوبارہ زندہ کرنے والا	بھاگے ہوئے یا غائب کے واسطے جب گھر کے آدمی سو جائیں تو اس اسم کو گھر کے چاروں کونوں میں ستر ستر بار پڑھو اور پھر کہو یَا مُعِيدُ فُلَانٌ كُو واپس لے آ، انشاء اللہ سات روز نہ گزریں گے واپس آ جائے گا اگر کچھ کھو جائے تو اس اسم کی کثرت رکھو مراد پاؤ گے۔
اَلْمُحْيِي	زندہ کر نیوالا	اگر کسی کے کہیں درد ہو یا اسے کسی عضو کے ضائع ہونیکا اندیشہ ہو تو اس اسم کو سات بار پڑھو عرق النساء کے درد کیلئے سات روز تک سات مرتبہ پڑھ کر دم کرو اس کی مداومت سے بدن میں قوت اور دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔
اَلْمُمِيتُ	مارنے والا	نفس پر قابو پانے کیلئے سوتے وقت سینے پر ہاتھ رکھ کر پڑھتے پڑھتے سو جاؤ۔
اَلْحَيُّ	ازلی وابدی زندہ	بیماری میں کثرت سے یہ اسم پڑھو صحت ہوگی اگر روزانہ ستر بار پڑھو گے تو عمر دراز ہوگی اور روحانی قوت بڑھے گی۔
اَلْقَيُّوْمُ	دنیا کو سنبھالنے والا	سحری کے وقت اس اسم کا کثرت سے ذکر اہل دنیا کو محبوب بناتا ہے اور اس کی ہر وقت مداومت سے تمام حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔
اَلْوَاجِدُ	مالدار بے پروا	خلوت میں اس کو کثرت سے پڑھنے سے فراخی اور تو نگری حاصل ہوتی ہے۔
اَلْمُبَادِئُ	شریف شرافت والا	ہر نوالے کے ساتھ یا ماجد پڑھنے سے بڑا نور پیدا ہوتا ہے۔
اَلْوَاحِدُ	ایک یکتا	کسی کو تنہائی میں وحشت ہو تو ۱۰۰۰ بار اس اسم اعظم کو پڑھے وحشت دور ہوگی خدا کا قرب حاصل ہوگا اس کو لکھ کر پاس رکھنے سے اللہ پاک فرزند عطا کرے گا۔
اَلْاَحَدُ	بالکل ایک	مذکورہ بالا طریقہ پر عمل کریں۔
اَلصَّمَدُ	بے نیاز و بے پروا	جو آدمی سحری کو یا آدھی رات کو سجدے میں ۱۱۵ بار اس کو پڑھے گا وہ بات کا سچا ہوگا اور کبھی ظالم کے چنگل میں نہ پھنسے گا اگر اس کی کثرت رکھو گے بھوکے نہ رہو گے اگر حالت وضو میں پڑھو گے بے پروا ہو گے۔
اَلْقَادِرُ	قدرت والا	اگر کوئی مشکل کام درپیش آئے تو اس اسم کو ۴۱ بار پڑھے اور عامانگے انشاء اللہ کام آسان ہو جائے گا۔

اَلْمُقْتَدِرُ	قدرت ظاہر کرنے والا	اس پر مداومت کرنے سے غفلت کے پردے اُٹھ جاتے ہیں اگر بیدار ہوتے ہی یہ اسم بیس بار پڑھا جائے تو تمام کام اچھے ظاہر ہوں۔
اَلْمُقَدِّمُ	آگے بڑھانے والا	اگر جنگ میں اس کو پڑھا جائے یا پاس رکھا جائے تو ذرا تکلیف نہ ہوگی اگر کثرت کی جائے تو اچھے کاموں میں لذت آئے۔
اَلْمُوَخِّرُ	پیچھے بٹانے والا	اگر اس اسم کو سو بار پڑھا جائے تو دل حق میں لذت پائے روزانہ سو بار پڑھنے سے سب کام درست ہو جاتے ہیں اور ۴۱ مرتبہ پڑھنے سے سرکشی دور ہو جاتی ہے۔
اَلدَّوْلُ	سب سے پہلے	اگر کسی کے بیٹا نہ ہوتا ہو تو اس کو ۴۰ مرتبہ ۴۰ دن تک پڑھیں انشاء اللہ مراد حاصل ہوگی۔ اگر بیٹے کی خواہش یا فراخی یا کوئی اور ضرورت ہو تو ۴۰ جمعہ کی راتوں میں ہر رات ہزار بار پڑھا جائے تو انشاء اللہ آرزو پوری ہوگی۔
اَلْاٰخِرُ	سب سے پیچھے	بوڑھے آدمی کو اس کا ورد رکھنا چاہیے انشاء اللہ خاتمہ بالخیر ہوگا۔
اَلظَّاهِرُ	(ظاہر مخلوقات کے اعتبار سے)	اگر اشراق کی نماز کے بعد اسے ۵۰۰ مرتبہ پڑھا جائے تو آنکھوں میں نور پیدا ہوگا اور اگر بینہ وغیرہ کا اندیشہ ہو تو کثرت سے پڑھو انشاء اللہ محفوظ رہو گے اور اگر گھر کی دیوار پر لکھا جائے تو وہ دیوار نہ گرے گی۔
اَلْبَاطِنُ	پوشیدہ (ذات کے اعتبار سے)	مداومت کرے تو جو آدمی اسے دیکھے اس سے محبت کرے۔
اَلْوَالِيُّ	مالک کام بنانے والا	اگر گھر کو تمام آفتوں سے محفوظ رکھنا چاہو تو اس اسم کو کورے آنچورے (کوزہ) پر لکھو اور اس میں پانی بھر کر درو دیوار پر چھڑک دو، تسخیر کے واسطے گیارہ بار پڑھو، سلامتی گھر کے واسطے ۳۰۰ بار پڑھو۔
اَلْمُعْتَالِيُّ	بہت بلند	اس کے پڑھنے سے ہر مشکل کام آسان ہو جاتا ہے اگر عورت حالت حیض میں اسے پڑھے تو حیض کے امراض سے محفوظ رہے گی۔
اَلْبِرُّ	محسن اعظم بڑا احسان کرنیوالا	اس کے پڑھنے سے تمام آفتوں سے نجات ملتی ہے اس کو سات مرتبہ پڑھ کر اولاد پر دم کرو اور اسے اللہ کے سپرد کر دو بالغ ہونے تک تمام آفات سے محفوظ رہے گی شراب نوشی اور زنا میں مبتلا ہونے والوں کو روزانہ سات بار پڑھنا چاہیے دل پھر جائے گا (انشاء اللہ)
اَلتَّوَابُ	توبہ قبول کرنیوالا	اگر چاشت کی نماز کے بعد اسے ۳۶۰ مرتبہ پڑھا جائے خدا کے حکم سے خالص توبہ نصیب ہوگی اور بکثرت ورد سے بگڑے کام سدھریں گے۔
اَلْمُنْتَقِمُ	بدلہ لینے والا	اگر تین جمعوں تک اس کی مداومت کی جائے تو دشمن دوست ہو جائے، آدھی رات کو اس کو جس نیت سے پڑھو گے وہی کام ہو جائے گا۔
اَلْمُنْعِمُ	انعام کرنیوالا	اس پر مداومت کرنے والا کبھی کسی کا محتاج نہ ہوگا۔
اَلْعَفْوُ	بہت معاف کرنیوالا	اس کو کثرت سے پڑھو انشاء اللہ تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اَلرُّؤْفُ	بڑی نرمی کرنیوالا	اگر کسی کی سفارش منظور ہو تو اس اسم کو دس بار پڑھ کر سفارش کرو وہ شخص تمہاری بات مان لے گا اس پر مداومت کرنیوالا رحم دل اور سب کا محبوب ہو جاتا ہے۔
مَالِكُ الْمَلِكِ	سارے جہان کا مالک	اس کی مداومت کرنیوالا مالدار ہو اور اس کی دین و دنیا کی آرزوئیں پوری ہو جاتی ہیں۔
ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ	بزرگ و بخشش والا	مذکورہ بالا۔
الْمُقْسِطُ	عدل و انصاف کرنیوالا	اگر اس اسم کو سو بار پڑھا جائے تو شیطان کے شر اور وسوسہ سے نجات ملے گی اور سات سو بار پڑھنے سے ہر حاجت پوری ہوگی۔
الْجَامِعُ	قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرنیوالا	اگر چاشت کے وقت غسل کر کے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر اس اسم کو دس مرتبہ پڑھیں اور ایک ایک انگلی ہر بار بند کر لیں اور پھر منہ پر ہاتھ پھیریں تو دور پڑے ہوئے احباب و اقارب سب جمع ہو جائیں گے۔
الْمَغْنِيُّ	جسے چاہے بے پروا کرنیوالا مالدار بنانیوالا	اگر اس اسم کو دس جمعوں تک پڑھا جائے اور ہر جمعہ کو ہزار بار پڑھیں تو دنیا سے بے پروائی حاصل ہوگی۔
الْمُنَاعِ	ہلاکت سے روکنے والا	اگر شوہر اپنی بیوی پر ناراض ہو تو بستر پر لیٹتے وقت بیوی ۲۰ مرتبہ اس اسم کو پڑھے شوہر کی ناراضگی انشاء اللہ کافور ہو جائے گی۔
الضَّارُّ	نقصان پہنچانے والا	اس اسم کو جمعہ کی راتوں میں سو مرتبہ پڑھنے سے ثابت قدمی اور اہل قرب کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔
الْتَّافِعُ	نفع پہنچانے والا	اگر جہاز میں اس کی مداومت کی جائے تو جہاز صحیح سلامت کنارے جا لگے گا اور ہر کام کے شروع میں ۳۱ بار پڑھنے سے وہ کام حسبِ منشا پورا ہو جاتا ہے۔
النُّورُ	آسمان وغیرہ کو روشن کرنیوالا	اگر کوئی جمعہ کی رات کو سورہ نور ۷۰ بار اور ۱۰۰ بار یہ اسم پڑھے گا تو دل میں نور پیدا ہوگا۔
الْهَادِي	راہ دکھانے والا مدعا تک پہنچانے والا	اگر کوئی ہاتھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ کر کثرت سے اسکو پڑھے اور ہاتھ منہ پر پھیرے تو اسے اہل معرفت کا درجہ ملے۔
الْبَدِيْعُ	دنیا کو بغیر نمونہ کے پیدا کرنیوالا	اگر کوئی ستر ہزار بار یا ہزار بار اس کو پڑھے تو ہر مشکل کام آسان ہو جاتا ہے اور اگر با وضو اور قبلہ رو لیٹ کر پڑھتے پڑھتے سو جائے تو جس چیز کا حال چاہے خواب میں دیکھ لے۔
الْبَاقِيُّ	ہمیشہ رہنے والا	اگر اسے جمعہ کی شب میں سو بار پڑھیں تو تمام عمل قبول ہوں اور نہ کوئی ستانے پائے۔

اگر طلوع آفتاب کے وقت اس اسم کو ۱۰ بار پڑھیں تو کسی طرح کا رنج نہ ہو اور کثرت سے تمام کام بن جائیں۔	دنیا کی فنا کے بعد باقی رہنے والا	الْوَارِثُ
اگر اسے عشاء کے بعد اور سونے سے پہلے ہزار بار پڑھیں تو صحیح غلط کا پتہ چل جائے گا اور مداومت سے تمام کام بلا کوشش انجام پذیر ہوں۔	راہ دکھانے والا	الرَّشِيدُ
اگر تم کو رنج، مشقت، درد یا کوئی مصیبت پیش آجائے تو اسے ۳۳ بار روزانہ پڑھنے سے دل مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر آدھی رات یا دوپہر کو مداومت کرو گے تو تمام دلوں کے محبوب بن جاؤ۔	بڑا صبر کرنے والا	الصَّبُورُ

(غذاء الارواح، ص: ۷۰ تا ۸۴)

### ذکر نفی اثبات احادیث کی روشنی میں

بخاری و مسلم: ”جس بندے نے لالہ الا اللہ پڑھ لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ کلمہ بڑی فضیلت والا ہے۔ یہی وہ کلمہ ہے کہ جس سے ایک کافر مسلمان ہو جاتا ہے۔ (غذاء الارواح، ص: ۸۶)

بخاری: فرمایا قیامت کے دن حقدا ر شفاعت وہی انسان ہوگا جس نے سچے دل سے لالہ الا اللہ پڑھا ہوگا۔  
ترمذی: سب ذکروں سے بہترین ذکر ”لا الہ الا اللہ“ ہے۔

ابن ماجہ: قیامت کے روز ۹۹ دفتر میزان کے ایک پلڑے میں اور لالہ الا اللہ کا پرچہ دوسرے پلڑے میں ہوگا اور یہی پلڑا بھاری ہوگا (اور جھک جائے گا)

ابن حبان: اگر آسمان اور زمین سب ایک پلڑے میں ہوں اور لالہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں تو اس ہی (لالہ) کا پلڑا بھاری ہوگا۔  
مسند احمد: لوگو! اپنے ایمان تازہ کیا کرو پوچھا گیا کس طرح؟ فرمایا کہ کثرت سے لالہ الا اللہ پڑھا کرو۔ (غذاء الارواح، ص: ۸۷)  
استخارہ کی نماز: بخاری شریف میں سرکار رسالت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی آدمی کسی کام کا ارادہ کرے تو اس کو دو رکعت نفل پڑھنی چاہیے۔ پھر استخارہ کی دعا پڑھنی چاہیے۔ یعنی نے بخاری کی شرح میں اور حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے ”احیاء العلوم“ میں فرمایا ہے۔  
استخارے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی جائے۔ پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکافرین اور دوسری رکعت میں قل هو اللہ احد پڑھی جائے۔  
دفن کے بعد کی دعا: بیہوشی، مرنے والے کی قبر کے سرہانے سورہ بقرہ کی شروع کی آیتیں اور پائنتی پر آخر کی آیتیں پڑھنی چاہئیں۔  
یعنی: الم ذالک الكتاب سے عظیم تک آمن الرسول سے آخر سورہ تک ابوداؤد: میں ہے کہ اپنے بھائی کیلئے بخشش کی دعا مانگو اور اس کیلئے ثابت قدمی کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جا رہا ہے۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۰۰)

### مشک وزعفران سے لکھنے کا خاص عمل

ہر بیماری سے خلاصی:۔ (۱) ”ویشف صدور قوم مومنین (۲) یا ایہا الناس قد جاء تکم موعظة من ربکم وشفاء لہما فی الصدور و ہدی ورحمة للمومنین“ (پ ا س ۱۰۵)؛ (۳) یخرج من بطونها شراب مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس (پ ا س ۱۶ ع ۹: ۶۹)؛ (۴) وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمومنین (پ ا س ۹)؛ (۵) الذی خلقنی فهو یہدین ووالذی ہو یطمئنی و یسقیہن و اذا مرضت فهو یشفیہن (پ ا س ۲۶ ع ۷: ۸ تا ۸۰)؛ (۶) قل هو اللذین امنوا ہدی و شفاء (پ ا س ع) ان آیات کو چینی کی طشتریوں پر مشک وزعفران سے لکھو اور عرق گلاب سے حل کر کے شہد ملا کر چالیس روز تک پلاؤ۔

(غذاء الارواح، ص: ۲۱۰-۲۱۱)

**ٹوپی میں رکھی بسم اللہ کی برکات:**۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روم کے بادشاہ کو ایک ٹوپی بھیجی تھی۔ جب وہ ٹوپی پہن لیتا تو دروسر جاتا رہتا اور جب اتار دیتا تو دروسر شروع ہو جاتا۔ اس کو بڑا تعجب ہوا۔ معلوم کرنے پر پتہ لگا کہ بسم اللہ لکھی ہوئی ہے وہ کہنے لگا کہ یہ کتنا بہترین دین ہے کہ اس کی ایک آیت سے اللہ نے مجھے شفاء دی پھر وہ مسلمان ہو گیا۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۱۲)

**رمضان شریف کا خاص تعویذ:**۔ رمضان شریف کے الوداعی جمعہ کو یہ دعا لکھ کر رکھ لو اور تعویذ بنا کر گلے میں ڈال لو۔ (شرجی)

”بسم اللہ الرحمن الرحیم المر ترالی ربک کیف مدالظل ولو شاء لجعله ساکناً ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلاً ثم قبضناه البینا قبضاً یسیراً“ (پ ۱۹ فرقان ع: ۱۰)

**لکھ کر سر پر باندھنا:** اس دعا کو لکھ کر سر پر باندھو۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم O کھبعض O ذکر رحمت ربک عبده ذکر یا O ..... جمعسق O كذلك یوحی الیک والی الذین من قبلك اللہ العزیز الحکیم O بسم اللہ الرحمن الرحیم کم من نعمه لله علی کل عبد شاکر و غیر شاکر و کم من نعمه لله علی کل قلب خاشع و غیر خاشع و کم من نعمه لله علی کل عرق ساکن و غیر ساکن اسکن ایها الوجع بعزة من له سکن اللیل والنهار و هو السميع العلیم“۔ (شرجی ۲۶)

**حضرت خضر علیہ السلام سے ملا خاص عمل:**۔ مجھے حضرت خضر علیہ السلام نے درود کی ایک دعا سکھائی، فرمایا: درد کے مقام پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھ لیا کرو میں برابر اس دعا کو پڑھتا رہا۔ درد فوراً چلا گیا (شعرانی در طبقات کبریٰ) ”و بالحق انزلناہ و بالحق نزل“

(پ ۱۵ بنی اسرائیل ع ۱۲) (غذاء الارواح، ص: ۲۱۳-۲۱۴)

**چاندی کے ڈبہ سے ملا خاص عمل:**۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے کسی بنی امیہ کے گھر میں ایک چاندی کا ڈبہ تالا لگا ہوا پایا جس پر لکھا ہوا تھا ”ہر بیماری کی شفا“۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے اسے کھولا اس میں مندرجہ ذیل دعائیں لکھی ہوئی تھیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پھر مجھے کسی طبیب کی ضرورت نہ ہوئی۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم و باللہ و للاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ایها الوجع سکنتک بالذی یمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ ان اللہ بالناس لروف رحیم بسم اللہ الرحمن الرحیم و باللہ و للاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ایها الوجع سکنتک بالذی یمسک السموات و الارض ان تزولا ولنن زالتا ان امسکهما من احد من بعدہ انه کان حلیماً غفوراً۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۱۴)

**مرگی سے نجات کا عمل:** مرگی والے کے داہنے کان میں اذان دواور بائیں کان میں اقامت پڑھو، بعض لوگوں کا ذاتی تجربہ ہے۔

(غذاء الارواح، ص: ۲۱۵)

**حافظہ کی دعا:**۔ پاک پانی پر مندرجہ ذیل آیات پڑھ کر دم کرو اور اس پانی میں تین دن تک پکا کر کھلاؤ اور وہی پانی پلاؤ۔

”الکتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور باذن ربهم الی صراط العزیز الحمید اللہ الذی له ما فی السموات و ما فی الارض و ویل للکافرین من عذاب شدید الذین یستحبون الحیاة الدنیا علی الاخرة و یصدون عن سبیل اللہ و یبغونها عوجاً اولئک فی ضلال بعید O و ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لهم فیضل اللہ من یشاء و یهدی من یشاء و هو العزیز الحکیم“ (غذاء الارواح، ص: ۲۱۶)

**بے خوابی کی دعا:** اعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبه عقابه و شر عباده و من همزات الشیاطین و ان یحضرون۔

(غذاء الارواح، ص: ۲۱۶)

**لکھ کر پاس رکھنے کا عمل:**۔ بسم اللہ پوری درود شریف (۱) تم انزل علیکم من بعد الغم سے صدورتک (آل عمران) اور محمد رسول اللہ تک لکھ کر اپنے پاس رکھو۔ (۲) ان الله و ملائکته یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (کتاب الصلوٰۃ) (غذاء الارواح، ص: ۲۱۷)

**جھلی پر لکھ کر گلے میں ڈالنے کی دعا:**۔ مندرجہ ذیل آیات پڑھ کر دم کریں یا کسی پاک کپڑے یا جھلی پر لکھ کر گلے میں باندھ دو؛ خیالات فاسد بحکم اللہ دور ہو جائیں گے۔

(۱) اقراقرات القران سے رجیم تک سورۃ (۲) فان تولوا سے العظیم تک (سورۃ توبہ) اور (۳) فسیکفیکم اللہ وهو السميع العليم (سورۃ بقرہ)۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۱۸)

**درد دل کیلئے زعفران سے لکھنے کی دعا:**۔ آیت مندرجہ ذیل کو مٹی کے کورے برتن میں زعفران و گلاب سے لکھ کر پلاؤ؛ انشاء اللہ آرام ہوگا۔ چالیس دن تک عمل کرو۔

”و نزعنا ما فی صدور ہم من غل تجری من تحتہم الانہار و قالوا الحمد لله الذی ہدانا لهذا و ما کنا لنہتدی لو لانا ہدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق و نو دوا ان تلکم الجنة اور تثموا بما کنتم تعملون“ (پ: ۸ اعراف ع ۵) (غذاء الارواح، ص: ۲۱۸)

**دل کی دھڑکن، خفقان:**۔ سورۃ الم نشرح پوری پاک برتن میں زعفران و گلاب سے لکھ کر آب باراں سے حل کر کے چالیس روز تک پلاؤ؛ انشاء اللہ مرض دور ہو جائے گا۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۱۹)

**دانتوں اور داڑھ کا درد:**۔ جو آدمی ہر چھینک کے وقت مندرجہ ذیل دعا پڑھے گا اسے کبھی دانتوں یا داڑھ اور کان کا درد نہ ہوگا۔

ابن ابی شیبہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی موقوف روایت ہے (۱) ”الحمد لله علی کل حال“ میں ہر حال میں اللہ پاک کی تعریفیں بیان کرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ آیت مندرجہ ذیل کو ایک کاغذ پر لکھ کر ماؤف مقام پر بالو انشاء اللہ آرام ہو جائے گا۔ (۲) لکل نباء مستقر و سوف تعلمون (شرجی)۔ (۳) کھبعض جمعسق لا الہ الا هو رب العرش العظیم له ما سکن فی اللیل والنہار و هو السميع العليم (خواص القرآن الغزالی)۔ (۴) انیس مرتبہ بسم اللہ پڑھ کر دم کرو؛ انشاء اللہ آرام ہوگا۔ (۵) ایک پاک تختہ لے کر اس پر پاک ریت بچھا لو اور ایک کیل سے اس ریت پر ابجد ہوز حطی لکھو۔ پھر الف پر کیل رکھو اور سورۃ فاتحہ پڑھو۔ درد مند اپنی انگلی درد کے مقام پر رکھ لے۔ فاتحہ پڑھ کر اس سے پوچھو درد گیا یا نہیں۔ اگر گیا تو فہما ورنہ ب پر کیل دباؤ اور فاتحہ پڑھ کر اسی طرح پوچھو انشاء اللہ کافی تک جانے سے پہلے ہی آرام ہو جائے گا۔ (قول جمیل) علاوہ درد دندان کے یہ عمل درد سر اور ریاح کیلئے بھی کیا جاتا ہے؛ حرف ابجد کو الگ الگ لکھو۔

(غذاء الارواح، ص: ۲۲۰)

**دعائے نکسیر اور ناک سے خون بہنا:**۔ نکسیر والے کے سر پر ہاتھ رکھ کر تین یا پانچ یا سات مرتبہ مندرجہ آیات پڑھنے سے پہلے مریض کو زمین پر لٹا دو اور سر نیچا کر دو۔

”ان الله یمسک السموات والارض ان تزولا و لنن زلتا ان امسکھما من احد من بعدہ انه کان حلیمًا غفورًا یا ارض ابلعی ماءک و یا اسماء اقلعی و غیض الماء کف ایہا الرعاف بحق الواحد القہار العزیز الجبار“ (پ: ۲۲ فاطر ع ۵۵ الداء) (غذاء الارواح، ص: ۲۲۱)

**آشوب چشم، آنکھ دکھنا، سرخی چشم:**۔ ”اذہبوا بقمیصی هذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا (سورت یوسف) فکشفنا (سورۃ ق) سے حدید تک قل هو للذین امنوا ہدی و شفاء (۴) اللهم متعنی ببصری واجعله الوارث منی و

ارنى فى العدو ثارى وانصرنى على من ظلمنى (حاكم) (۵) يا قريبي يا مجيب يا سميع الدعاء يا لطيفاً لما شاء رد على بصري۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۲۱)

**نگاہ کی کمزوری اور آنکھوں کا درد۔** فرأى من بعدى آيت سات بار پڑھ کر دم کر دیا کرو اور ہر بار حضور پر درود بھیج جاؤ اور بیٹنگی کرو۔

”فكشفتنا عنك غطاءك فبصرتك اليوم حديد“ (غذاء الارواح، ص: ۲۲۱)

ریاح: گیس اور ریاحی تکلیف کیلئے دیکھئے وہی دعا جو مذکورہ بالا نمبر ۵ پر تحریر ہے (غذاء الارواح، ص: ۲۲۱)

پیاس: سورہ ”لایلاف قریش“ کی مداومت سے اللہ کے حکم سے یہ مرض جاتا رہتا ہے۔ تین بار مندرجہ ذیل دعا پڑھیے۔

”یا لطیفاً بخلقه یا علیماً بخلقه یا خبیراً بخلقه الطف بی یا لطیف یا علیم یا خبیر“۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۲۲)

درد و گردہ: سورہ فاتحہ کے بار پڑھ کر مقام درد پر دم کرو انشاء اللہ درد جاتا رہے گا (امام شعیب) درد دانت درد شکم اور دوسرے تمام دردوں

کیلئے مفید ہے۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۲۲)

پتھری ریگ گردہ و مثانہ: ربنا انت الذى فى السماء تقدس اسمك امرك فى السماء والارض كما رحمتك فى السماء فاجعل رحمتك فى الارض واغفر لنا حوبنا و

خطايانا انت رب الطيبين فانزل شفاء من شفاءك ورحمتك على هذا الوجع (ابوداؤد) (غذاء الارواح، ص: ۲۲۳)

**احتباس بول، پیشاب کا بند ہو جانا:** مذکورہ بالا دعا پڑھو انشاء اللہ بند پیشاب جاری ہو جائے گا اور مندرجہ ذیل دعا بھی مفید ہے۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم (۱)“ بست الجبال بسا فكانت هباء منبثا“

مندرجہ ذیل آیت پانی میں گھول کر پیو پتھری کیلئے مفید ہے: (۲) وحملت الارض والجبال فدكتا دكة واحدة (۳) و اذا استسقى موسىٰ

لقومه فقلنا اضرب بعصاك الحجر سے مفسدین (سورہ بقرہ) تک لکھ کر گھول کر پلاؤ پتھری کو بھی نافع ہے۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۲۳)

**سلسل بول، بار بار پیشاب آنا ذیابیطس:** مندرجہ ذیل آیت لکھ کر مریض کے سیدھے بازو پر باندھو انشاء اللہ مرض جاتا رہے گا۔

”قیل یا ارض ابلعی ماءك و یا سماء اقلعی و غیض الماء و قضی الامر و استوت علی الجودی و قیل بعد اللقوم الظالمین ..... قل

اریتم ان اصبح ماءکم غورا فمن یتیکم بماء معین“ (غذاء الارواح، ص: ۲۲۳-۲۲۴)

بواسیر: مندرجہ ذیل دعا جمعہ کو لکھ کر کمر میں باندھ لو بواسیر کو نافع ہے۔

”بسم الله الرحمن الرحيم یا رحيم کل صریخ و مکروب یا رحيم و صلی الله علی خیر خلقه محمد و اله و اصحابه

اجمعین“ (غذاء الارواح، ص: ۲۲۴)

**کثرت احتلام:** مندرجہ ذیل دعا پڑھ کر سو جاؤ انشاء اللہ کثرت احتلام کی شکایت جاتی رہے گی۔

”والسما و الطارق و ما ادراك ما الطارق و النجم الثاقب و ان کل نفس لما علیها حافظ و فلینظر الانسان مم

خلق و خلق من ماء دافق و یخرج من بین الصلب والترائب و انه علی رجعه لقادر و یوم تبلی السرائر و فما له من قوة ولا

ناصر“ (۵) (۳۰) (غذاء الارواح، ص: ۲۲۴)

**عورت پر قابو نہ پانا:** دو بھنے ہوئے (ا بے ہوئے) انڈے لو اور ان کو چھیل لو ایک انڈے پر زعفران سے لکھو و السماء بیننا ہا

باید و انا لموسعون اور مرد کو کھلا دو دوسرے انڈے پر و الارض فرشنا ہا فنعم الماہدون لکھو اور عورت کو کھلا دو (حسن بصری رحمہ اللہ)

**امساک، رکاوٹ:** انگور کے پتوں پر مندرجہ ذیل آیت لکھ کر ان کا شیرہ نکال کر پی جاؤ۔

”یا ارض ابلعی ماءك و یا سماء اقلعی و غیض الماء و قضی الامر .... کلما اوقد و انارا للحرب اطفاء ہا الله امسک ایہا الماء النازل

من صلب فلان بن فلانة بلا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم“ (غذاء الارواح، ص: ۲۲۵)



استرخا، عضو جسم کا عین موقعہ پر ڈھیلا پڑ جانا:۔ تین روزے رکھو پھر آدھی رات کو اٹھ کر کسی پاک قلم سے گلاب و زعفران سے مندرجہ ذیل آیت لکھ کر چاٹ لو، تین روز ایسا ہی کرو۔

”انما يستجيب الذين يسمعون والموتى يبعثهم الله ثم اليه يرجعون“۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۲۵-۲۲۶)

عقم باٹھ پن، بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہ ہونا: (۱) اس غرض کیلئے مندرجہ ذیل آیت چینی کے برتن میں مشک و زعفران و گلاب سے با وضو لکھ کر پانی میں گھول کر خواہ مرد ہو یا عورت جس کو چاہو پلا دو، نیز ایک پرچہ پر لکھ کر سیدھے بازو پر باندھ لو، جماع کے وقت الگ کر لو مفید ہے۔

”هنا لك دعا زكريا ربه قال رب هب لي من لدنك ذرية طيبة انك سميع الدعاء“

(۲) جمعہ کی شب کو آدھی رات کے بعد اٹھو اور مندرجہ ذیل آیت کو حلوے پر اس طرح لکھو کہ کوئی دیکھنے نہ پائے پھر اس کو کھا کر ہم بستری کرو، تین روز تک ایسا ہی کرو۔ (مغرب الحجب ہے)

”يا ايها الناس اتقوا ربكم الذي خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها و بث منهما رجالا كثيرا ونساء واتقوا الله الذي تساءلون به والارحام ان الله كان عليكم رقيباً“ (سورة نساء)

(۳) ہرن کی جھلی پر گلاب و زعفران سے مندرجہ ذیل آیت لکھ کر گلے میں باندھ لو۔

”ولو ان قرانا سيرت به الجبال او قطعت به الارض او كلم به الموتى بل لله الامر جميعاً“ (پ ۱۳ رعد)

(۴) چالیس لوگوں پر سات سات بار آیت مندرجہ ذیل پڑھیے اور غسل حیض سے فراغت پاتے ہی ایک لوگ روزانہ رات کو کھا کر سو جاؤ اس کے بعد پانی نہ پیو اور شوہر سے ملتی رہو۔

”او كظلمات في بحر لجي يغشه موج من فوقه موج من فوقه سحاب ظلمات بعضها فوق بعض اذا اخرج يده لم يكد يراها و من لم يجعل الله له نورا فما له من نور“ (غذاء الارواح، ص: ۲۲۶-۲۲۷)

حفاظت حمل کیلئے ہرن کی جھلی پر لکھنے کا عمل: آیت مندرجہ ذیل کو ہرن کی جھلی پر مشک و زعفران و گلاب سے لکھ کر سیدھے بازو پر باندھ لیجئے:

(۱) ”اذ قالت امرأة عمران رب انى نذرت لك ما فى بطنى محرراً فتقبل منى انك انت السميع العليم“ (سورة ال عمران)

(۲) اجوائن پانی اور کالی مرچ لے کر پیر کے دن دوپہر کو چالیس بار سورة والشمس پڑھا کر دہر بار درود شریف پڑھ لو شروع حمل سے دودھ چھڑانے تک روزانہ کھلاؤ (حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ)

(۳) پاک کاغذ کے پرچہ پر (۱۶۰) بار ”بسم اللہ“ لکھو اور عورت کے گلے میں یا سیدھے بازو پر بندھو اور دو۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۲۷-۲۲۸)

اسقاط سے بچنے کیلئے: مندرجہ ذیل آیت کو لکھ کر گلے میں یا سیدھے بازو پر باندھ لیجئے انشاء اللہ حمل ساقط نہ ہوگا۔ مجرب ہے۔

”ولبثوا فى كهفهم ثلث مائة سنين وازدادوا تسعاً“ (غذاء الارواح، ص: ۲۲۸)

حمل میں حفاظت کیلئے: جس عورت کے حمل نہ ٹھہرتا ہو اس کیلئے یہ عمل مجرب ہے۔ ایک پاک برتن میں سورة فاتحہ اور درود شریف لکھو اور دوسرے

برتن میں مندرجہ ذیل آیتیں لکھو پھر دونوں کو پانی میں گھول کر ہم بستری سے پہلے پی جاؤ (ما قبل میں ذکر کردہ آیات) (شہری) (غذاء الارواح، ص: ۲۲۸)

دروزہ پیدائش کے درد کا علاج:۔ ذیل کی آیات کو کسی پاک برتن میں لکھ کر پانی سے گھول کر زچہ کے شکم و ناف پر چھڑک کر قدرے

پانی زچہ کو بھی روغن بادام اور دودھ میں ڈال کر پلا دو انشاء اللہ درد میں کمی واقع ہو کر با آسانی بچہ کی پیدائش ہوگی۔

”كانهم يوم يرون ما يوعدون لم يلبثوا الا ساعة من نهار بلاغ فهل يهلك الا القوم الفاسقون“ (۲) کانہم یوم یرونہا

لم یلبثوا الا عشیة او ضحیاً (۳) لقد كان فى قصصهم عبرة لاولى الالباب“

(۲) کسی چینی کے برتن پر نیچے کی آیتوں کو لکھ کر زچہ کو پلاؤ انشاء اللہ بہت جلدی بچہ کی پیدائش ہوگی۔ آیت الکرسی، سورة فاتحہ، سورة اخلاص

اور ذیل کی آیت شریف۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۲۹)

(۴) ”لو انزلنا هذا القرآن علی جبل لرايته خاشعاً متصدعاً من خشية الله و تلك الامثال نضر بها للناس لعلهم يتفكرون لا اله الا الله محمد رسول الله اللهم صل و سلم علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد فی كل لمحة و نفس بعد دكل معلوم لك“

(۵) ایک پرچہ پر یہ آیت لکھو اور موم جامہ کر کے زچہ کی ناف پر باندھ دو انشاء اللہ فوراً بچہ پیدا ہوگا۔

والقت ما فيها و تخلت O و اذنت لربها و حقت (غذاء الارواح، ص: ۲۲۸-۲۳۰)

فرزند نرینہ کیلئے:- (۱) سورہ یوسف مکمل اور صاف صاف لکھ کر حاملہ کے سیدھے بازو پر باندھ دیں۔ بچم خدا خوبصورت، نیک بخت اور صالح فرزند پیدا ہوگا۔ واضح رہے کہ تین ماہ کے حمل کے بعد عمل مفید نہیں ہوتا۔ استقرار حمل کے فوراً بعد یہ عمل مؤثر ہوتا ہے۔ (۲) ہرن کی جھلی پر گلاب اور زعفران سے مندرجہ ذیل آیتیں لکھیں اور سیدھے ہاتھ میں باندھ دیں۔

”اللہ یعلم ماتحمل كل انثی و ما تغیض الارحام و ما تزدد O و كل شی عندہ بمقدار O عالم الغیب و الشهادة الكبير المتعال O... یا زکریا انا نبشرك بغلام اسمه یحییٰ لم نجعل له من قبل سمیاً“ (غذاء الارواح، ص: ۲۳۰)

درود جسم: درد کی جگہ نگلی رکھ کر تین مرتبہ بسم اللہ اور سات مرتبہ ذیل کی دعا پڑھیے۔ (مسلم وغیرہ)

اعوذ بالله و قدرته من شر ما اجد احاذر: (غذاء الارواح، ص: ۲۳۰)

سرخ بادہ ورم کیلئے چھری کا عمل:- مندرجہ ذیل دعا کو سات مرتبہ پڑھو اور چھری سے اشارہ کرتے جاؤ گویا کاٹ رہے ہو۔

بسم الله الرحمن الرحيم- اللهم صل علی محمد و علی ال محمد و بارک و سلم- بسم الله العظيم الكريم الرحمن الرحيم رب العرش العظيم بعزة الله و قدرته و سلطانه ايتها الجمرة جاءك جنود من السماء و قال سليمان ايتها الريح اجيبي داعي الله و من لم يجب داعي الله فماله من ملجاء و ماله من ظهير بسم الله و بالثناء الطيب علی الله يكفيك الله يشفيك من كل داء يؤذيك و من كل أفة تعتریک لاحول و لا قوة الا بالله العلي العظيم و صلی الله علی خير خلقه محمد و اله و اصحابه اجمعين و سلم تسليمًا كثيرًا كثيرًا برحمتك يا ارحم الراحمين- (غذاء الارواح، ص: ۲۳۱)

پہیل کے پتوں پر لکھنے کا خاص عمل:- ”بسم الله الرحمن الرحيم يا ناركوني بردا و سلاما علی ابراهيم و اارادوا به كيد افعلنهم

الاخسرين و بالحق انزلناه و بالحق نزل و صلی الله علی خير خلقه محمد و اله و اصحابه اجمعين“ (غذاء الارواح، ص: ۲۳۲)

موذی جانوروں سے حفاظت کا عمل:- (۱) سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کر دو (۲) پانی میں نمک ملاؤ اور اس پر سورہ کافرون، سورہ ناس

پڑھ کر مقام ماؤف پر خوب مل دو۔

(۳) بسم الله شجة قر نية ملححة بحر قفطا- میں اللہ کے نام سے دم کرتا ہوں (طبرانی)۔ (۴) تھوڑا سا روغن لے کر مقام

ماؤف پر ملتے ہوئے مندرجہ ذیل آیتیں پڑھو اور دم کر دو یہ عمل آدھانہ ہوگا کہ اس سے پہلے پہلے سانپ کے سیاہ، سرخ اور سفید دانت برآمد ہو جائیں گے۔ (۱) آیت الکرسی ۳ بار۔ اوکا الذی الخ ۳ بار۔ ولو ان قرانا سيرت الخ ۳ بار۔ ویسلونك عن الجبال الخ ۳ بار۔ و جعلنا من بين ايدهم سدا و من خلفهم سدا ۳ بار۔ انه من سليمان و انه بسم الله الرحمن الرحيم ۳ بار۔ قل هو الله ، فلق اور ناس ۳، ۳ بار۔ والضحیٰ اور الم نشرح ۳ بار۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۳۳)

سگ دیوانہ کا علاج: مندرجہ ذیل آیت کو روزانہ چالیس دن تک روٹی پر لکھ کر کھلاؤ انشاء اللہ آرام ہوگا۔ انہم یکیدون کیدا

واکید کیدا فمهل الکافرین امهلهم رویدا۔ بیشک وہ بڑا کمر کرتے ہیں اور میں بڑی زبردست تدبیر کرتا ہوں پھر آپ کافروں کو چھوڑ

دیں اور ان کو ڈھیل دے دیں۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۳۳)

جن، بھوت، پری، چھلاوہ سے حفاظت کیلئے:- پانی پر مندرجہ ذیل آیتیں پڑھ کر دم کرو اور آسیب زدہ کے منہ پر چھینٹے مارو اور گھر کے اندر چھڑک دو۔ آسیب کا اثر جاتا رہے گا اور بیمار خود ہوش میں آجائے گا۔ سورہ فاتحہ، آیت الکرسی اور (قل اوحی سورۃ جن ۲۹ پارہ) کی پہلی پانچ آیتیں۔

(۲) آسیب زدہ پر یہ دعا پڑھ کر دم کرو۔ انشاء اللہ مریض ہوش میں آجائے گا اور پھر کبھی اثر نہ ہوگا۔ (خواص القرآن)

بسم الله الرحمن الرحيم، طه، كهيعص، يسين والقران الحكيم، حمسحق، ق، ن والقلم وما يسطرون۔

(۲) یہ آیت پڑھ کر دم کرو: قل الله اذن لكم امر على الله تفترون۔ آپ ﷺ فرمادیتے تھے: کیا اللہ پاک نے تمہیں اجازت دی ہے یا اس پر تم افتراء کر رہے ہوں؟۔ (۳) دائیں کان میں اذان دو اور بائیں کان میں اقامت کہو۔ انشاء اللہ آرام ہوگا۔ (۴) سیدھے کان میں سات بار اذان پڑھو، سورہ فاتحہ، سورہ فلق، سورہ ناس، آیت الکرسی، والسماء والطارق، آخروسورہ حشر اور والصفات مکمل پڑھیے جن آگ میں جل جائے گا۔ (۵) ولقد فتنا سليمان والقيينا على كرسيه جسد ثم انا اب۔ بلاشبہ ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو آزما یا اور ہم نے ان کے تخت پر ایک جسم ڈال دیا پھر انہوں نے توبہ کی۔

(۶) کان میں سورہ مومنون کی آیات پڑھیے افحسبتم انما خلقنکم سے آخر سورۃ تک۔ (۷) اگر رات کو گھر میں پتھر آئیں تو مندرجہ ذیل آیات پچیس پچیس بار پڑھ کر لوہے کی کیل پر دم کرو پھر اسی طرح مزید تین کیلوں پر علیحدہ علیحدہ پڑھ کر دم کرو اور ان چاروں کیلوں کو مکان کے چاروں کونوں میں گاڑ دو۔ انہم یکیدون کیدا واکید کیدا فمهل الکافرین امهلهم رویدا۔ (۸) اس آیت کو لکھ کر سیدھے بازو پر باندھ دو انشاء اللہ جن بھاگ جائے گا۔ لو انزلنا هذا القران سے آخر تک (قل اوحی الی انہ استمع سے شططا) تک۔ (سورۃ جن کی آیات) سحر، جادو کا قرآنی علاج:- حضور اکرم ﷺ پر ایک یہودی ”لبید بن اعصم“ نے جادو کیا تھا۔ بات یہ تھی کہ ایک دھاگے پر گیارہ گر بہن لگی ہوئی تھیں۔ اسی وجہ سے فلق اور ناس دو سورتیں حضور اکرم ﷺ پر نازل کی گئیں۔ ان دنوں سورتوں میں بھی گیارہ آیتیں ہیں ہر آیت پر ایک گرہ کھل گئی۔ (بخاری)۔ (۲) چینی کے پاک برتن میں مندرجہ ذیل آیت لکھ کر روغن زرد (گھی) سے حل کر کے اسے چٹاؤ جس پر جادو کیا گیا ہے۔ سات روزیہ عمل جاری رکھو۔ چائے والا پاکی کی حالت میں ہونا پاک نہ ہو۔ انشاء اللہ ایک ہفتہ کے اندر جادو کا اثر مٹ جائے گا۔ ومن یخرج من بیتہ مهاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ۔ جو آدمی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر اپنے گھر سے ہجرت کر کے نکلے اور راستے میں اسے موت آجائے اس کا ثواب اللہ پر قائم رہا۔

(۳) مندرجہ ذیل دعا ہر طرح کے جادو اور نہ جانے والے ہر مرض کیلئے اکسیر ہے۔ چینی کے سفید برتن پر گلاب و زعفران سے لکھ کر زمزم کے پانی سے حل کر کے چالیس دن تک پلاؤ۔ اگر آب زم زم میسر نہ ہو تو معمولی پانی ہی کافی ہے۔ یا حی حین لاحی فی دیمومۃ ملکہ و بقائہ یا حی بسم الرحمن الرحیم الحمد لله (سورۃ فاتحہ پوری لکھیں)۔ اے زندہ معبود جس کی دوامی بادشاہت میں کوئی زندہ نہیں اے زندہ مالک میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ (۴) ان آیات کو پڑھ کر دم کرو: الحمد لله الذی خلق السموت سے آیتہ الکرسی۔ لا اکراه سے خالدون تک لله ما فی السموت سے آخر سورۃ تک ان ربکم الله الذی خلق السموت سے محسنین تک قل ادعوا الله سے فلا تنتصران تک۔ لو انزلنا هذا القران سے آخر سورۃ تک قل اوحی الی انہ سے شططا تک۔

بخار سے خلاصی عمل: بخار والا کثرت سے بسم اللہ الکبیر پڑھتا رہے (ابن ابی شیبہ، حاکم) یہ بھی پڑھتا رہے۔ (۲) نعوذ باللہ العظیم من شر کل عرق نعار وشر حر النار۔ میں ہر پھڑکنے والی رگ سے اور آگ کی گرمی کی برائی سے عظمت والے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (۳) بعض دفعہ بخاروں میں نہانا مفید ہوتا ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بخار آگ کی بھاپ ہے جو پانی سے سرد ہو جاتی ہے۔ (۴) بخار والے مریض کے سیدھے بازو پر مندرجہ ذیل دعا لکھ کر باندھ دیں انشاء اللہ بہت جلد صحت ہو جائے گی۔ بسم الله الرحمن الرحيم براءة من

اللہ العزیز الحکیم الی ام ملدم التي تاكل اللحم و تشرب الدم و تهشم العظیم ام ملدم ان كنت مومنة بالله و بالیوم الاخر فبعزة الله و قدرته و ان كنت یهودية فبرحمة الله و كرمه و ان كنت نصرانية فبفضل الله و احسانه ان لا اكلت الفلان بن فلانة لحمًا و لا شربت له دمًا و لا هسمت له عظمًا و تحولى عنه الی من اتخذ مع الله الها اخر لا الا الله العزیز الحکیم و الا فانت برينة من الله و الله برى منك و حسبنا الله و نعم الوکیل و لاحول و لا قوة الا بالله العظیم۔ (شرحی۔ قول جمیل)

(۵) بعد نماز عصر بخاروالے مریض پر تین بار سورہ مجادلہ پڑھیں۔ ذلك تخفيف من ربكم و رحمة .. يريد الله ان يخفف عنكم وخلق الانسان ضعيفا.. قلنا يانار كوني بردا و سلاما على ابراهيم .. ربنا اكشف عنا العذاب انا مومنون .. وان يمسسك الله سے غفور رحيم تک۔ یہ تخفيف اور رحمت ہے تمہارے آقا کی طرف سے اب اللہ تم سے تخفيف کر دیگا اور انسان کمزور بنایا گیا ہے۔ ہم نے کہا اے آگ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جاوے ہمارے آقا ہم سے عذاب ہٹا دے۔ شروع میں بسم اللہ اور درود شریف پڑھیں اور آخر میں بھی درود شریف پڑھیں۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۳۷)

**جاڑ بخار، تپ و لرزہ کا علاج:**۔ مندرجہ ذیل دعا کو پتیل کے تین پتوں پر لکھ کر باری سے پہلے پہلے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد مریض کو تینوں پتے چٹا دو، انشاء اللہ باری رک جائے گی۔ بسم اللہ الرحمن الرحيم یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراهيم و اراذوبه کیدا فجع لهنم الاخرين.. و بالحق انزلناه و بالحق نزل.. و صلی اللہ علی خیر خلقه محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۳۹)

**نوعی بخار، بلیر یا کارو حانی علاج:**۔ اس کیلئے بھی مذکورہ بالا گزشتہ صفحہ دعا بہت مفید ہے (۱) تین روز تک باری سے پہلے مندرجہ ذیل عمل کرو۔ سیدھے ہاتھ کی خنصر سے لکھنا شروع کرو اور اٹے ہاتھ کی خنصر پر ختم کرو۔ ہر انگلی پر ایک حرف لکھو۔ ک، ہ، ی، ع، ص، ح، م، ع، س، ق۔

عرق النساء کا درد: درد کے مقام پر ہاتھ رکھ کر سورہ فاتحہ پڑھو اور سات بار یہ دعا پڑھ کر دم کرو۔ ”اللهم اذهب عني سوء ما اجد“ اے اللہ میرا مرض کھودے۔

**چچک، موتی جھارا، معیادی بخار کیلئے دم:**۔ صبح و شام سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرو۔ انشاء اللہ آرام ہو جائے گا۔

**سینگیاں، جو تک وغیرہ:** آیت الکرسی پڑھ کر دم کرو۔ انشاء اللہ فائدہ ہوگا (ابن سنی نزل)

**عوارض نفسانی (خواب میں ڈرنا):**۔ اگر کوئی آدمی خواب میں ڈر جائے اور ڈر سے اس کی آنکھ کھل جائے تو اسے اپنے بائیں جانب تھکا کر کروٹ بدل لینا چاہئے اور تین مرتبہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنی چاہئے۔ مندرجہ ذیل دعاؤں سے جو دعا چاہو پڑھ لو۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) ابوداؤد ترمذی۔ اگر تم میں سے کوئی خواب میں ڈر جائے تو اسے یہ دعا پڑھ لینا چاہئے۔ شیطان اسے نقصان نہ پہنچائے گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس دعا کو اپنے بالغ بچوں کو سکھایا کرتے تھے اور نابالغ بچوں کے گلوں میں لکھ کر لٹکا دیا کرتے تھے۔ اعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبه و عقابه و شر عباده و من همزات الشیاطین و ان یحضر و ان یحضر و ان یحضر و ان یحضر۔ مندا احمد ابو یعلیٰ نزل: جس رات شیطانوں نے مجھ کو آگ کے شعلوں سے جلانا چاہا تھا اسی رات حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہ دعا سکھائی تھی۔ چنانچہ یہ دعا پڑھتے ہی ان کے آگ کے شعلے بجھ گئے۔ اعوذ بکلمات اللہ التامات التي لا یجاوزهن برولا فاجر من شر ما یینزل من السماء و ما یعرج فیها و من شرفتن اللیل و النهار و من شرطو ارق اللیل و النهار الا طارقا یطرق بخیر یا رحمن۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۴۰)

**حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کیلئے:**۔ (وظیفہ نمبر ۱)۔ جمعہ کی شب کو ایک ہزار مرتبہ عشاء کے بعد سورہ کوثر پڑھ کر سو جائیں اول آخر مندرجہ ذیل درود شریف پڑھیں۔ اللهم صل علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد بعدد معلوم لك۔ اے اللہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی اولاد پر اپنے علم کے برابر درود بھیج۔ (خزینۃ الاسرار)

(وظیفہ نمبر ۲)۔ جمعہ کی نصف شب میں سورہ قریش ہزار بار با وضو پڑھ کر سو جائیے انشاء اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار مبارک سے مشرف ہوں

گے۔ (وظیفہ نمبر ۳)۔ کسی پرچہ پر محمد رسول اللہ ﷺ بعد نماز جمعہ ۳۵ بار لکھیں اور روزانہ طلوع آفتاب کے وقت درود شریف پڑھتے ہوئے اس پرچہ کو دیکھتے رہیں کثرت سے دیدار نصیب ہوگا۔ (وظیفہ نمبر ۴)۔ دو رکعت نماز پڑھیں ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ سورہ قل پڑھیں پھر تین بار حسب ذیل دعا پڑھیں۔ یا محسن یا مجمل یا منعم یا متفضل ارنی وجہ نبیک صلی اللہ علیہ وسلم اے محسن اے انعام و اکرام کرنے والے مجھے اپنی نبی ﷺ کا رخ انور خواب میں دکھا۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۷۷)

**اسلحہ کا کندہ ہوجانا، ہتھیاروں کا اثر نہ کرنا:** (۱) سورہ ہود صاف اور خوشخط لکھ کر اپنے پاس رکھو ہتھیار اثر نہ کریں گے اور دشمن پر رعب طاری ہوگا۔ (۲) حم لاینصرون اے مددگار اللہ دشمن کی مدد نہ کی جائے۔ (۳) لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم قوت بلند و برتر اللہ ہی کی طرف سے ہے (ابن ابی الدنیا) (۴) سیہزم الجمع ویو لون الدبر لشکر شکست کھا جانے والے اور پیٹھ دکھانے والے ہیں۔ ایک مٹھی بھر مٹی لے کر آیات مذکورہ بالا پڑھ کر اس پر دم کر کے دشمن کی طرف پھینکنا انشاء اللہ دشمن بال بھی بیکانہ کر سکے گا۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۷۷)

**چشم زخم، نظر بد، نظر لگنا، نظر ہونا:** (۱) سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو نظر لگ گئی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا جن کی نظر لگی تھی وہ اپنا منہ، ہاتھ پاؤں اور شرمگاہ دھو لیں، پھر وہ پانی اس پر ڈالا گیا جس کو نظر لگ گئی تھی وہ فوراً اچھا ہو گیا۔ (موطا) (۲) لا خلق السموات والارض اکبر من خلق الناس ولكن اکثر الناس لا یعلمون فارجم البصر سے حسیر تک۔ (۳) اللہم اذهب حرھا وبردھا ومر ضھا اعبذک بکلمات اللہ التامات من شر کل شیطان وهامة ومن کل عین لامة (بخاری نسائی) (ابن ماجہ)

**جانوروں کو نظر لگنا:** جانور کی ناک کے داہنے نٹھنے میں مندرجہ ذیل دعا ۴ بار اور بائیں نٹھنے میں تین بار پڑھ کر دم کرو۔ ”اذھب الباس رب الناس واشف انت الشافی لایکشف الضر الا انت“۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۷۹)

**کھوئی ہوئی چیز کو تلاش کرنا:** (۱) اس مقصد کے واسطے یا حقیق ۱۱۹ بار پڑھ کر ۱۱۹ بار ہی مندرجہ ذیل آیت پڑھیں انشاء اللہ کھوئی ہوئی چیز مل جائے گی اور محفوظ رہے گی۔ یہ شری رحمة اللہ کا مجرب عمل ہے ”یا بینی انھا سے خیبیر“ تک (سورہ لقمان پ ۲۱)۔ (۲) سورہ والضحیٰ ۳ بار پڑھ کر پھر ۳ بار مندرجہ ذیل دعا پڑھیں۔ اللہم یا جامع الناس لیوم لاریب فیہ اجمع علی صالتی انک لا تخلف المیعاد۔ اے اللہ! اے قیامت کے روز لوگوں کو اٹھا کرنے والے میری کھوئی ہوئی چیز مجھے ملادے بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

**نامعلوم آدمی، بھاگا ہوا غلام یا جانور:** (۱) فجر کی سنتوں اور فرض کے درمیان سورہ فاتحہ ۴۱ بار پڑھیں۔ (۲) مندرجہ ذیل آیتیں کسی کاغذ پر لکھ کر کسی چیز میں لپیٹ کر اندھیری کٹھری میں دو پتھروں کے درمیان رکھ دو۔ سورہ فاتحہ، آیت الکرسی اور یہ دعا: اللہم انی اسئلك بان لك السموات والارض ومن فیہن واجعل اللہم السماء والارض وما فیہما علی عبدك فلان بن فلانة (یہاں نام لو) اضیق من خلقه حتی یرجع الی مولاه برحمتك یا ارحم الراحمین -

او کظلمات سے من نور تک (نور پ ۱۸) ومن ورائهم سے یبعثون تک (مؤمنون پ ۱۸) و ضرب سے خلقه تک (یس پ ۲۳) واللہ سے آخر سورۃ تک (بروج پ ۳۰) لکھ کر یہ دعا لکھو۔ اللہم انی اسئلك بحق هذا الایات ان تصلی علی نبیک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وان ترد العبد الی مولاه برحمتك یا ارحم الراحمین۔ اے اللہ! میں تجھے ان آیتوں کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنے نبی ﷺ اور ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج اور غلام کو اس کے مالک کی طرف واپس کرادے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے مجھے پر رحم کر۔

(۳) مندرجہ ذیل درود شریف لکھ کر کسی درخت وغیرہ پر لٹکا دو۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہم صل علی محمد وعلی ال محمد وبارک وسلم الف الف مرۃ و الف الف ذرۃ۔ میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان شفیق ہے۔ مولا محمد ﷺ پر اور ان کی اولاد پر ہزار ہزار بار اور لاکھ لاکھ بار درود بھیج اور انہیں برکت عطا فرما۔ (۴) اہل اتنی سے بصیرا تک مشک وزعفران و گلاب سے لکھ کر اپنے پاس رکھو۔ بھاگا ہوا آدمی یا جس کے واسطے عمل کیا گیا ہے وہ انشاء اللہ فوراً حاضر ہوگا۔ (دہر آیت ۲۱) (غذاء الارواح، ص: ۲۸۰)

**عیش و آرام:** اس غرض کے واسطے سورہ قدر، کافرون اور اخلاص کو گیارہ گیارہ بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے نئے کپڑے پر چھڑک لوجب تک کپڑے کا ایک تار بھی باقی رہے گا انشاء اللہ عیش و آرام میں رہے گا اور اگر خالی سورہ قدر کو ۳۶ مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے چھڑک لوجب تک وہ کپڑا باقی رہے گا اللہ پاک ایسی جگہ سے روزی دیگا جہاں سے گمان بھی نہ ہوگا۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۸۱)

**سرکش اور شریر جانور کی شرارت سے بچاؤ:** جانور کے کان میں مندرجہ ذیل آیت پڑھ دو۔ اس کی شرارت انشاء اللہ دور ہو جائے گی۔ (افغیر دین اللہ سے یرجعون تک (آل عمران پ ۳))

**کنویں میں پانی کی کمی اور باغ و زراعت کی سرسبزی:** (۱) جس کنویں یا نہر سے باغ و زراعت کو پانی دیا جاتا ہو اس میں جمعہ کی شب کو یاد ان میں ”و هو الذی انزل من السماء سے یومنون تک لکھ کر ڈال دو باذن اللہ پانی کی کثرت ہوگی۔ (سورہ انعام پ ۷)۔ (۲) الم تر کیف ضرب اللہ سے یتذکرون تک بارش کے پانی پر ۲ بار پڑھ کر دم کرو اور تمام درختوں کی جڑوں میں چھڑک دو خوب برکت ہوگی۔ اور تمام آفات سے درخت محفوظ رہیں گے۔ (سورہ ابراہیم پ ۱۳)۔ (۳) والذی مرعلی قریۃ سے قدیر تک ہرن کی جھلی پر لکھ کر کسی پاک کپڑے میں لپیٹ لو اور گھر کے یاد و کان، یازمین یا باغ کے در پر دفن کر دو نیز کسی پاک برتن میں لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر بار آور درختوں کی جڑوں میں ڈال دو۔ انشاء اللہ خوب برکت ہوگی۔ (سورہ بقرہ پ ۳)۔ (۴) سورہ فاتحہ لکھو مگر مالک یوم الدین کو سات بار لکھو اور پانی پر دم کر کے درختوں کی جڑوں میں ڈال دو۔ انشاء اللہ خوب بار آور سرسبز و شاداب ہوں گے۔ (سورہ توبہ پ ۱۶ ع پ ۱۱ کنز الابرار) عمر درازی کی دعا: اس غرض کے واسطے آیت لقد جاء کم سے آخر سورۃ تک روزانہ ایک بار پڑھ لیا کرو۔ صبح و شام تین تین بار حسب ذیل دعا پڑھا کریں۔ (۲) سبحان اللہ ملاء المیزان و مبلغ العلم و منتهی الرضوان و زنة العرش۔ میں اللہ کی اس کے علم کے مطابق ترازو بھر کر انتہائی رضا مندی کے موافق اور عرش کے وزن کے برابر پاکی بیان کرتا ہوں۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۸۲)

**غلبہ عشق و محبت سے بچنے کیلئے:** اس غلبہ سے بچنے کے واسطے اسماء حسنیٰ میں سے ہر وہ نام جس میں (ی) ہو کسی پاک برتن میں لکھ کر سات دن تک گھول کر پلانا مفید ہے۔

**بری چیز کی یا برے غم کی دعا:** الحمد لله علی کل حال۔ ہر حال میں اللہ ہی تعریفیں ہیں۔

**بری بات کو مٹاتے ہوئے کیا پڑھا جائے:** جاء الحق سے زہو قاتک (بنی اسرائیل پ ۱۵) جاء الحق و ما یبیدی الباطل و ما یعید صلح و اشتی کیلئے حلوے پر لکھ کر کھانے کا عمل:۔ (۱) آیت ”ونز عنا ما فی فی صدور ہم الخ“ (حجر پ ۳) خالی قلم سے حلوے پر لکھو اور فریقین کو کھلا دو۔ (۲) مذکورہ بالا ترکیب سے سورہ فاتحہ لکھ کر فریقین کو کھلا دو انشاء اللہ صلح ہو جائے گی۔ (۳) مندرجہ آیات کو لکھ کر اپنے پاس رکھیں۔ ون خفتم سے خبیبر تک (سورہ نساء، پ ۵) یصلح لکم سے عظیماتک (سورہ احزاب پ ۲۲) وان امراتہ سے والصلح خبیر تک (نساء پ ۱۹) عسی اللہ ان یجعل سے مودۃ تک (ممتحنہ پ ۲۸)۔

**زمین کی پیمائش میں کمی کی آرزو کروانا:** (۱) اگر تم کو کسی ظالم کے ظلم کا اندیشہ ہو اور یہ چاہتے ہوئے کہ زمین پیمائش کے وقت کم ہو جائے تو کاغذ کے چار پرچوں پر مندرجہ ذیل چار آیتیں الگ الگ لکھو اور موم جامہ کر کے کھیت کے چاروں کونوں میں گاڑ دو: (۱) اولم یروا سے من اطر فہا تک (رعد پ ۱۳)۔ (۲) یوم نطوی السماء سے کتب تک (انبیاء پ ۱)۔ (۳) الم تر سے ساکناتک (فرقان پ ۱۹)۔ (۴) وما قدر واللہ الخ (سورہ انعام پ ۱)۔ (۵) پانچ پتھر لو اور ہر پتھر پر سورہ فاتحہ سے بار سورہ اخلاص ۳ بار۔ سورہ فلق ابار۔ سورہ ناس ابار۔ سورہ یسین ابار۔ سورہ ملک ابار۔ آیۃ الکرسی ابار اور درود شریف ۱۰ بار پڑھ کر دم کرو اور چاروں کونوں میں اور ایک بیچ میں گاڑ دو زمین انشاء اللہ ہر آفت سے محفوظ رہے گی۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۸۹)

**کھیت کی حفاظت کیلئے آبخورے کا عمل:** مندرجہ ذیل دعا کو کاغذ پر لکھ کر کورے آبخورے میں بند کر کے کھیت کے بیچ میں یا باغ

کے درمیان گاڑ دو۔ بفضلہم ہر طرح کی حفاظت رہے گی اور جانور وغیرہ بھی گھسنے نہ پائیں گے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یا رزاق العباد ویا خالق الخلاق ویا فاطر السموات ویا منبت الزرع والنبات فی الارض ویا مجیب الدعوات ارفع من هذا الزرع شر الھوام والوحوش وشر الفارۃ والخنزیر المفسدۃ وارزقنا رزقاً حسناً وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ (الداء) ایک کاغذ پر ایک سو ایک بار بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھو اور موم جامہ کر کے کھیت کے درمیان دفن کر دو۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۹۰)

**دشمن سے حفاظت کیلئے انگوٹھی کا عمل:**۔ (۱) سورہ یٰسین پڑھتے ہوئے گھر سے باہر نکلو انشاء اللہ دشمن کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ (۲) آیت مندرجہ ذیل لکھ کر انگوٹھی کے ٹکینے کے نیچے رکھو الو اور وضو کر کے پہن کر نکلو دشمن بال بھی بیکار نہ کر سکے گا۔ الذین قال لهم الناس سے الوکیل تک (پ ۴)

**انشراح صدر، حق کے لئے سیدہ کھلانا:**۔ کسی مشرک نے ایک مسلمان سے تمنا کی تھی کہ کوئی ایسا عمل بتاؤ جس سے میں مسلمان ہو جاؤں اور میرے دل کے روگ دھل جائیں۔ مسلمان نے یہ عمل بتایا کہ سورۃ الم نشرح لکھ کر گھول کر پیا کرو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔

**لڑکیوں کے رشتے کیلئے عمل:**۔ اس غرض کے واسطے قل ان الفضل..... الخ لکھ کر موم جامہ کر کے سیدھے بازو پر باندھ لو جس لڑکی کا پیام نہ آتا ہوگا۔ آنے لگے گا۔ (سورہ آل عمران) (غذاء الارواح، ص: ۲۹۱)

**پانی کی زیادتی:**۔ کسی کو رے آنجورے پر آیت ثم قست قلوبکم..... الخ لکھو اور کسی کنوئیں میں یا نہر میں ڈال دو اگر دودھ کی کمی ہو تو چینی کی طشتری پر لکھ کر پھر پانی سے حل کر کے پلا دو اللہ کے حکم سے دودھ زیادہ ہو جائے گا۔ (بقرہ) (غذاء الارواح، ص: ۲۹۱)

**ڈائن، جادو گر عورت سے حفاظت:**۔ چھری سے دائرہ بناؤ اور مندرجہ ذیل آیات پڑھو پھر چھری کو یہ کہتے ہوئے گاڑ دو مرکز تھا فی قلب عائنة (میں نے یہ چھری ڈائن کے دل میں گاڑ دی) پھر اسے کسی برتن سے ڈھک دو: وقل جاء الحق سے زھو قاتک (بنی اسرائیل پ ۱۵) لیحق اللہ سے مجرمون تک (اعراف پ ۸) یرید اللہ ان یحق سے کفرین تک (انفال) ویحق اللہ سے مجرمون تک (یونس ۸۲) ویمح اللہ الباطل سے صدور تک پڑھ کر یہ دعا پڑھو (شوری ۲۲)۔ اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من شر کل شیطان وھامة وعین لامۃ یا حفیظ یا رقیب یا وکیل فسیکفیکھم اللہ وھو السميع العليم۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۹۱)

**سوار اللہ پاک کی زیارت:**۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے جب سویں بار حق تعالیٰ شانہ کو خواب میں دیکھا تو فرمانے لگے مولا قیامت کے روز کس عمل سے نجات ملے گی۔ ارشاد ہوا صبح و شام یہ دعا پڑھتا رہے۔ سبحان ابدی الابد سبحان الواحد الاحد سبحان الفرد الصمد سبحان من رفع السماء بغير عمد سبحان من بسط الارض علی ماء جمید سبحان لم یتخذ صاحبة ولا ولد سبحان لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفو احد۔

**دل کی زندگی:**۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا جو آدمی صبح کی سنت اور فرض کے درمیان یہ دعا ۴۰ بار پڑھے گا جس دن دل مردہ ہوئے اس دن اس کا دل اللہ پاک کے حکم سے زندہ رہے گا۔ یا حی یا قیوم یا بدیع السموات و الارض یا ذا الجلال والا کرام یا لالہ الا انت الہی اسلک ان تحی قلبی بنور معرفتک یا ارحم الرحمین۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۹۱)

**ایمان کی سلامتی:**۔ اس کام کے واسطے مغرب کی سنتوں کے بعد بات کرنے سے پہلے پہلے دو رکعت نماز پڑھو۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص ۶ بار، سورہ فلق ایک بار اور سورہ ناس ایک بار پڑھیں اور سلام پھیر دیں انشاء اللہ قیامت کے دن ایمان کے ساتھ اٹھو گے (ابن عمر رضی اللہ عنہما) بعض روایتوں میں سورہ قدر ایک بار اور سلام پھیر کر سبحان اللہ ۲۵ بار پھر اس دعا کا پڑھنا مذکور ہے۔ اللھم انت اعلم ما اردت بہا تبین الرکتین اللھم اجعلھما ذخر ایوم لقائک اللھم احفظ بہما دینی فی حیاتی و عند مماتی و بعد وفاتی۔

**تجارت سوداگری میں برکت:**۔ (۱) جس کا کاروبار ٹھپ پڑا ہو وہ اپنی دوکان میں سورہ شعراء لکھ کر لٹکا دے انشاء اللہ خوب بکری ہوگی۔ (۲) عشاء کی نماز کے بعد قرآن شریف کی ۱۳۳ آیتیں پڑھو اگر فرصت نہ ہو تو آیت الکرسی ۱۰ بار اور یا حفیظ ۲۰۰۰ بار پڑھو۔

آبرو کی سلامتی:- یا عزیز ۴۱ بار پڑھ کر گھر سے باہر نکلو۔ (غذاء الارواح ص: ۲۹۴)

گناہوں سے پیزاری:- صبح و شام لاحول و لا قوۃ الا باللہ لا الہ الا اللہ اور معوذتین پڑھے۔ (غذاء الارواح ص: ۲۹۴)

گناہوں کی معافی: نماز کے بعد استغفار بکلمہ طیب، اور آیت الکرسی کثرت سے پڑھو۔

خادم کو دعا دینا: اللهم فقہہ فی الدین ..... الے اللہ سے دین کی سمجھ عطا فرما۔

مرغ کی بانگ سن کر: اللهم انی اسئلك من فضلك اے اللہ میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں (ترمذی)۔

گدھے اور کتے وغیرہ کی آواز سن کر: اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں شیطان راندے ہوئے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (بخاری - مسلم)

پھسل جانے کی دعا مسنون:- بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ لیں۔

سواری پر جم نہ سکتا:- اللهم ثبتہ واجعلہ ہادیا مہدیا اے اللہ! اسے ثابت قدم رکھ اور اسے راہ دکھانے والا اور راہ پایا ہوا بنا۔ (بخاری مسلم)

جانور وغیرہ خریدتے وقت: اللهم انی اسئلك خیرہ و خیر ماجبل علیہ واعوذ بک شرہ و شر ماجبل علیہ اے اللہ میں تجھ سے اس کی بھلائی اور اس کے کاموں کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس کی برائی سے اور اس کے کاموں کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (ابوداؤد)

### ہر پریشانی میں آزمائے مجرب و طائف

الجھنوں کے خاتمہ کیلئے:- وظیفہ نمبر ۱۔ یہ وظیفہ قرآن وحدیث دونوں سے ثابت ہے۔ اگر آپ کو پریشانیوں اور الجھنوں نے گھیر رکھا ہے تو اس مبارک دعا کو نہ بھولنے اس کے پڑھنے والے کو کبھی کوئی برائی نہ پہنچے گی۔ سرعت تاثیر میں کبریت احمر اور تریاق مجرب ہے پورے بھروسے کے ساتھ روزانہ سکون کے وقت خصوصاً رات کے پچھلے حصہ میں یہ وظیفہ جس قدر پڑھا جائے پڑھے کوئی تعداد مقرر نہیں ایک چلہ پورا کر لیجئے۔ اول و آخر تین یا پانچ یا سات بار درود شریف ضرور پڑھئے۔ وظیفہ نمبر ۲ کہ یہ ہے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل (بخاری)

وظیفہ نمبر ۲۔ مندرجہ ذیل وظیفہ بھی یہی کام کرتا ہے۔ لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم رب السموات السبع ورب العرش العظیم الحمد للہ رب العلمین اللهم انی اعوذ بک من شر عبادک حسبنا اللہ ونعم الوکیل (بخاری)

وظیفہ نمبر ۳۔ حسب ذیل دعا بھی اسی غرض سے پڑھی جاتی ہے۔ لا الہ الا اللہ العظیم الحلیم لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم لا الہ الا اللہ رب السموات ورب الارض ورب العرش الکریم (بخاری و مسلم)

ہر پریشانی سے نجات کیلئے:- وظیفہ نمبر ۴۔ حاکم کی صحیح سند والی حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب کبھی کسی وجہ سے مجھے پریشانی ہوئی فوراً ہی جبرئیل علیہ السلام نے انسانی شکل میں آ کر مجھے یہ دعائیں گویا روح الامین نے الامیسن کو پریشانیوں کی یہ دعا سکھائی۔

توکل علی الحی الذی لایموت الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن له شریک فی الملک ولم یکن له ولی من الذل وکبرہ تکبیرا اللهم رحمتک ارجو فلا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین واصلح لی شانی کلہ لا الہ الا انت۔ (ابن حبان)

وظیفہ نمبر ۵: حضور اکرم ﷺ نے یہ مبارک دعا حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما کو اور اپنے گھر والوں کو سکھائی تھی۔ طبرانی میں تین بار پڑھنا آیا ہے۔ مداومت کیجئے تمام پریشانیوں کیلئے مجرب نسخہ تریاق ہے۔ اللہ اللہ ربی لا اشرك به شیئا (ترمذی نسائی)

اسم اعظم کے متلاشیوں کیلئے:- وظیفہ نمبر ۶۔ جنگ بدر میں حضور اکرم ﷺ میدان جنگ میں عیشے کے اندر سجدے میں رورور کر یہ دعا پڑھ رہے تھے۔ آخر کار فتح ہوئی۔ اگر آپ کو بھی اسم اعظم کی تلاش ہو تو یہ مبارک دعا یاد رکھیں اثر میں بڑی سریع تاثیر ہے۔ یاسحی یا قیوم برحمتک استغیث (ترمذی نسائی) (غذاء الارواح ص: ۲۹۸)

تریاق مجرب: وظیفہ نمبر ۷: مندرجہ ذیل دعا کا عمل بھی تمام پریشانیوں کا تریاق مجرب ہے۔ کثرت سے پڑھتے رہیے۔ اللهم انی عبدک وابن



امتك ناصيتي بيدك ماض في حكمتك عدل في قضائك اسألك بكل اسم هولك سميت به نفسك او انزلته في كتابك او علمته احدا من خلقك او استأثرت به في مكنون الغيب عندك ان تجعل القرآن ربيع قلبي ونور صدري وجلاء حزني وذهاب غمّي و همّي (احمد حاکم)

(وظیفہ نمبر ۸): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ دعا ۹۹ بیماریوں کی شفا ہے جن میں سے کم درجہ کی تکلیف و پریشانی ہے۔ لاجل و لا قوۃ الا باللہ (طبرانی) گناہوں سے رکنے کی طاقت اور اچھے عمل کی قوت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۹۸)

**گھبراہٹ دور کرنے کیلئے:** (وظیفہ نمبر ۹): حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے کیسے چین آئے جبکہ صور والے (حضرت اسرافیل) صور منہ میں لیے کھڑے ہیں اور کان لگائے ہوئے ہیں کہ کب حکم ہو اور کب پھونکوں یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھبرا گئے تو آپ ﷺ نے ان کی گھبراہٹ دور کرنے کیلئے یہ دعا فرمائی۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل علی اللہ تو کلنا (ترمذی) ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کام بنانے والا ہے ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۹۹)

**رنج دور کرنے کیلئے:** (وظیفہ نمبر ۱۰): کان میں اذان دینے سے رنج و غم دور ہو جاتے ہیں بشرطیکہ اذان دینے والا عالم ہو جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا (الداء والدواء)۔ (وظیفہ نمبر ۱۱): یہ وظیفہ نماز حاجت میں گزر چکا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

**آخرت کا غم دور کرنے کیلئے:** (وظیفہ نمبر ۱۲): روزانہ مغرب اور صبح کی نماز کے بعد سات مرتبہ مندرجہ ذیل دعا پڑھیں دنیا اور آخرت کے غم کو دور کرتی ہے۔ حدیث سے ثابت ہے (الداء ولدواء) حسبی اللہ لا اله هو علیہ توکلت و هو رب العرش العظیم مجھے اللہ ہی کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہ عظمت والے عرش کا مالک ہے۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۹۹)

**ظاہری و باطنی حفاظت کیلئے (تعویذ):** (وظیفہ نمبر ۱۳): مندرجہ ذیل دعا کے پاس رکھنے سے برکت ہوتی ہے۔ رنج و غم دور ہوتے ہیں۔ دشمن پر غلبہ حاصل ہوتا ہے اور تمام ظاہر اور باطنی بیماریوں کو دور کرتی ہے بیماریوں کو مشک و زعفران سے لکھ کر شہد میں حل کر کے یا آب زم زم سے دھو کر پلاؤ اور کاموں کے لئے اس کا تعویذ بنا کر سیدھے بازو پر باندھ لو۔ سنوئی کا مجرب ہے پوری بسم اللہ پورا درود شریف، ثم انزل سے الصدور تک (آل عمران پ ۱۶ء ۱۶) محمد رسول اللہ ﷺ سے آخر سورۃ تک (فتح پ ۲۶ء ۲۶)۔

**سویصد کارآمد عمل:** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۱۴): آدھی رات کو اٹھ کر وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھ کر قبلہ رخ ہو کر بیٹھ جاؤ پھر اس دعا کو پڑھا اور ۴۰ دن روزانہ پڑھا اور قدرت خدا کا تماشا دیکھو اس دولت کی قدر کرو کا میابی یقینی ہے ”اللهم صل وسلم علی سیدنا و مولانا محمد صلاۃ تحل بہا عقدتی وتفرج بہا کربتی وتنقذی بہا من وجلتی وتقیل بہا عثرتی وتقضی بہا حاجتی“

**تین پریشانیوں کا خاتمہ:** (بزرگوں کا مجرب) (پانی میں ڈالنے کا عمل) (وظیفہ نمبر ۱۵): یہ وظیفہ علاوہ پریشانیوں دور کرنے کے رزق میں فراخی پیدا کرتا ہے اور ہر مصیبت کو دور کرتا ہے۔ روزانہ مندرجہ ذیل لکھ کر جاری پانی میں ڈالو تعداد کوئی مقرر نہیں جتنی بھی لکھی جا سکیں لکھو۔ (الداء ولدواء) بسم اللہ الرحمن الرحیم من العبد الذلیل الی المولی الجلیل رب انی مسنی الضروانت ارحم الراحمین اللهم اکشف ضری و همی و فرج عنی غمی۔

**ہر تنگی میں راحت کیلئے مسنون عمل:** (وظیفہ نمبر ۱۶): نوح علیہ السلام۔ لوگو اپنے رب سے بخشش کی دعائیں مانگتے رہو یا درکھو وہ بڑا بخشش والا ہے وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار پانی برسائے گا مال و اولاد سے تمہاری مدد فرمائے گا تمہارے لیے باغ بنائے گا۔ تمہارے لیے نہریں نکالے گا ”معلوم ہوا استغفار کی برکت سے مال و اولاد کی فراخی ہوتی ہے قرآن حکیم فرماتا ہے۔ ”اے نبی جہاں آپ ہوتے ہیں وہاں کے لوگوں پر اللہ پاک عذاب نہیں بھیجتا اور نہ ان لوگوں پر اللہ عذاب بھیجتا ہے جو اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہتے ہیں۔“ معلوم ہوا کہ استغفار مصائب اور پریشانیوں کو دور کرتا ہے حضور اکرم ﷺ روزانہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے تھے آپ بھی کثرت سے استغفار کرتے رہیے ”استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ“۔ (غذاء الارواح، ص: ۳۰۱)

**جلب رزق، فراخی روزی:** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۱۷): فراخی رزق کے واسطے وظیفہ نمبر ۱۱۶ استعمال کرو یہ وظیفہ مذکور گنتی کے ان

وظائف میں سے ہے جن کا ثبوت قرآن وحدیث سے ملتا ہے۔ تریاق مجرب ہے بیشکی کرو۔

**ہر بلا سے حفاظت کیلئے:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۱۸): یہ دعا علاوہ روزگار مہیا کرنے کے ہر بلا سے حفاظت کرتی ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نیک روزی ملتی ہے اور ہر بلا سے محفوظ رہتے ہیں ”کم از کم تین تین بار ہر فرض نماز کے بعد ہمیشہ پڑھو اور دیکھو کیا اثر ظاہر ہوتا ہے لقد جاءکم سے آخر سورۃ تک (پ ۱۱، ۹، ۱۶)۔

**بہترین رشتے کیلئے:-** (بزرگوں کا مجرب تعویذ) (وظیفہ نمبر ۱۹): علاوہ روزگار مہیا کرنے کے جس لڑکی کا پیام نہ آتا ہو یا جس کو کسی عہدے کی خواہش ہو اس کو بھی مفید ہے مشک وزعفران سے لکھ کر سیدھے بازو پر باندھ لیں (الداء) قل ان الفضل سے العظیم تک (پ ۳، ۴، ۳)۔

**سورہ مزمل کا مجرب عمل:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۲۰): مولوی قطب الدین مرحوم کا تجربہ کیا ہوا عمل ہے روزانہ ۱۰۰۰ بار یا مغنی اور ۴۰ بار سورہ مزمل پڑھو اگر سورہ مزمل ۴۰ بار نہ پڑھی جاسکے تو کم از کم گیارہ بار پڑھ لو اس ترکیب سے کہ دو دو بار فرائض پہنچانے کے بعد ایک بار فجر کی سنتوں کے بعد بعض مشائخ سے سورہ مزمل کا ۴۱ بار پڑھنا آیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وظیفہ دونوں قسم کی مالداروں کو پیدا کرتا ہے۔ (قول جمیل)

**عجائبات آنکھوں سے دیکھیں:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۲۱): اس دعا کو جمعہ کے روز اول اذان کے بعد ۷ بار پڑھو عبدالرحمن ثعلبی رحمہ اللہ ہر جمعہ کو نماز کے بعد قبلہ رو ہو کر جب تک ۷۰ بار یہ پڑھ نہ لیتے کسی سے بات نہ کرتے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی برکتیں حاصل ہو گئیں سنوسی نے کہا اس عمل کی بیشکی کرو آپ کو تھوڑے سے تجربہ کے بعد اس کے عجائب معلوم ہو جائیں گے ہمیں اللہ پاک اس عمل کی بدولت حلال روزی دیتا ہے جو بغیر زیادہ مشقت کے حاصل ہوتی ہے وہ مبارک دعا یہ ہے ”اللھم اغننی یا کریم اغننی بحلالک عن حرامک وبفضلک عن سواک“

**دست غیب کا خاص عمل:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۲۲): لوگ دست غیب کے وظیفوں کے جو یاں رہتے ہیں حالانکہ یہ وظیفے خطرات سے خالی نہیں اور پھر بالفرض کامیابی روزی حرام کی ہے تو ایسے وظائف سے ایمان میں بھی خلل آنے کا اندیشہ ہے۔ ہم آپ کو ایک ایسا وظیفہ بتاتے ہیں جس سے آپ کی معاشی تنگدستیاں دور ہو جائیں اور آپ کا جائز روزگار بھی لگ جائے۔ روزانہ ۴۰ روز تک اول و آخر تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ ۳ بار یہ دعا پڑھا کریں ”حمسق حمیت کھببص کھببص کھببص ح م ع س ق سے میری مدد کی گئی اور ک ہی ع ص مجھے کافی ہے۔“

**محتاجی دور کرنے کیلئے:-** (وظیفہ نمبر ۲۳): سورہ واقعہ روزانہ پڑھئے اس کی خاصیت یہ ہے کہ یہ محتاجی دور کرتی ہے اور حلال روزی اس کی برکت سے مہیا ہوتی ہے۔ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے ہم اسے ناظرین کے استفادہ کے لئے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ ”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کو تشریف لاتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی آخری سانسیں ہیں عثمان رضی اللہ عنہ: آپ کو کیا شکایت ہے؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ: اپنے گناہوں کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: کیا چاہتے ہو؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ: رب کی رحمت۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: کسی حکیم کو بھیج دوں؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ: حکیم ہی نے تو بیمار کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: کچھ پیسے بھیج دوں؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ: مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: آپ کے بعد آپ کے بچوں کے کام آئیں گے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ: کیا آپ کو میری بچیوں کی بابت محتاجی کا اندیشہ ہے؟ سنیے! میں نے اپنی سب بچیوں سے کہہ دیا ہے کہ وہ ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھ لیا کریں میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے جو آدمی روزانہ رات کو سورہ واقعہ پڑھے گا اسے کبھی فاقہ نہ پہنچے گا۔ اس واقعہ کے راوی حضرت ابو ظبیہ رضی اللہ عنہ بھی اس سورہ کو روزانہ ہر شب بلاناغہ پڑھا کرتے تھے۔ امام عبدالبر رحمہ اللہ نے کتاب التہمید میں حضور اکرم ﷺ سے مرفوع روایت کی ہے من قرأ الواقعة کل یوم لم تصبه فاقۃ ابدان جو آدمی (مرد یا عورت) سورہ واقعہ روزانہ پڑھے گا اسے کبھی فاقہ نہ پہنچے گا۔ جو آدمی اسے ایک مجلس میں ۴۱ بار پڑھے گا اس کی ہر ضرورت بفضل تعالیٰ پوری ہوگی بالخصوص طلب رزق کی دعا تو ضرور ہی قبول ہوگی اور جو آدمی اس سورہ کو عصر کے بعد پڑھے گا اسے مسرت و انبساط حاصل ہوگی۔ (غذاء الارواح ص: ۳۰۴)

**ننانوے بیماریوں کی دوا:-** (وظیفہ نمبر ۲۳): بیہقی کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں سرکار رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی دوا ہے جن میں سب سے آسان تفکرات ہیں۔ یہ دعا فرانی رزق کو بھی مفید ہے (حزب البحرین)۔ (وظیفہ نمبر ۲۵): مندرجہ ذیل وظیفہ تنہک دور کرتا ہے اور روزی میں فرانی پیدا کرتا ہے حضور اکرم ﷺ نے یہ عمل اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتایا تھا کہ جبکہ چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ اور انہوں نے آپ ﷺ سے ایک غلام کی درخواست کی تھی رات کو سوتے وقت ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر پڑھ کر سو جاؤ اور بیہوشی کرو۔

**بارش کی طرح حصول رزق کا عمل:-** (وظیفہ نمبر ۲۶): سورہ فلق کی بیہوشی کرو، رزق انشاء اللہ الرحمن بارشوں کی طرح بر سے گا (الداء)۔  
(وظیفہ نمبر ۲۷): مندرجہ ذیل عمل ہر طرح کی بھلائی ہر چیز میں برکت اور کثرت رزق کا باعث ہے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم الملک الحق المبین ہو نعم المولی ونعم النصیر“۔

(وظیفہ نمبر ۲۸): روزانہ سورہ واقعہ اور سورہ یسین پڑھیں رزق بارش کی طرح بر سے گا۔  
**قرض با آسانی ادا کرنے کیلئے:-** (وظیفہ نمبر ۲۹): حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جبکہ ان پر قرض ہو گیا یہ عمل بتایا تھا کہ اگر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا تو اللہ پاک کے حکم سے سب اتر جائے گا۔ نماز میں تشہد اور درود کے بعد بیہوشی کرو: ”اللهم مالک المملک سے حساب تک (آل عمران ۳) پھر مندرجہ ذیل دعا پڑھو یا رحمن الدنیا والاخرۃ ورحیمہما تعطی من تشاء ومنہما وتمنع من تشاء ارحمنی رحمة تغنینی بها عن رحمة من سواک۔ مندرجہ ذیل عمل علاوہ قرض اتارنے کے رنج و غم بھی مٹاتا ہے: اللهم انی اعوذ بک من الهم والحزن واعوذ بک من العجز والکسل واعوذ بک من غلبة الدین وقهر الرجال (طبرانی)

**پہاڑ کے برابر ادا قرض کیلئے:-** (وظیفہ نمبر ۳۰): یہ عمل حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک غلام کو جو ان سے مدد مانگنے آیا تھا بتایا تھا اگر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا تو اللہ پاک کے حکم سے اتر جائے گا (ترمذی ابن ماجہ) ”اللهم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلك عن سواک“ اے اللہ! مجھے حلال روزی دے کر حرام سے بچا اور اپنا فضل دے کر اپنی مخلوق سے بے پروا کر دے۔

(وظیفہ نمبر ۳۱): اگر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا تو انشاء اللہ اتر جائے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو یہ وظیفہ بتایا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ پر کچھ قرض باقی رہ گیا تھا جب میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ عمل سن کر پڑھا تو اللہ پاک نے میرا قرض اتار دیا۔ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ مجھ پر ایک اشرفی اور تین چوینا اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی باقی رہ گئی تھیں جب وہ میرے پاس آئیں تو مجھے ان کی طرف منہ کرتے ہوئے شرم سی محسوس ہوتی تھی کیونکہ میرے پاس قرض ادا کرنے کو کچھ نہ تھا۔ ہاں یہ دعا میں ضرور پڑھا کرتی تھی تھوڑے ہی عرصہ میں اللہ پاک نے مجھے ایسا مال دیا جو نہ صدقہ تھا نہ کسی سے ورثہ میں ملا تھا اللہ پاک نے وہ قرض بھی اترا دیا اور باقی مال میں نے اپنے گھر والوں پر تقسیم کر دیا اور اپنے بھائی عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو تقریباً تین تولہ چاندی کا زیور بھی بنوادیا پھر بھی مال بچ گیا۔ (ابن حبان) ”اللهم فارج الهم کاشف الغم محیب دعوة المضطربین رحمن الدنیا والاخرۃ ورحیمہما انت ترحمنی فارحمنی برحمة تغنینی عن رحمة من سواک“۔ (غذاء الارواح، ص: ۳۰۶)

**قضاء حوائج کیلئے:-** (بزرگوں کا مجرب) وظیفہ نمبر ۳۲: یہ عمل ہر طرح کی ضرورت پوری کرتا ہے۔ ہر طرح کی پریشانیاں رفع کرتا ہے تریاق اعظم ہے۔ یہی وہ دعا ہے جس کو حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں پڑھا تھا۔ اسی لئے اسے دعائے ذوالنون بھی کہتے ہیں۔ قرآن حکیم میں فرمایا: ”فلولا انہ کان میں المسیحین للبت فی بطنہ الی یوم یبعثون“ اگر وہ یہ دعا نہ پڑھتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے۔ اسی عمل کی وجہ سے مچھلی والے نبی اندھیروں سے ساحل پر پھینکے گئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”و كذلك ننجی المؤمنین“ اسی طرح ہم ایمانداروں کو نجات دیتے ہیں۔ اس وظیفہ کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ کسی خالی جگہ میں وضو کرے چار رکعت نماز پڑھیں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سو بار دعا

ذوالنون پڑھیں۔ دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد ۱۰۰ بار ”رب انی مسنی الضرو انت ارحم الرحمین“ پڑھیں۔ پھر تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد ۱۰۰ بار ”وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد“ پڑھیں اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ۱۰۰ بار ”حسبنا اللہ ونعم الوکیل“ پڑھیں اور پھر سلام پھیر کر ۱۰۰ بار ”رب انی مغلوب فانتصر“ پڑھیں یہ چاروں آیات اسم اعظم ہیں مجھے اس آدمی پر بڑا تعجب ہے جو ان آیات کے ویسے سے اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے اور اس کی دعا قبول نہ ہو۔ ”لا الہ سے ننجی المومنین“ تک (سورہ انبیاء ۷۷-۷۸)۔

**طلب مراد کیلئے مجرب چلہ:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۳۲): دور رکعت نماز پڑھیں۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آل عمران کا آخری رکوع، آیت الکرسی، سورہ اخلاص اور سورہ قدر پڑھیں پھر سلام پھیر کر دس بار مندرجہ ذیل دعا پڑھیں اور چالیس روز تک یہی وظیفہ کرتے رہیں اور ختم ہونے پر اللہ تعالیٰ سے اپنی مراد طلب کریں۔ ”یا قدیم یا دائم یا حسی یا قیوم یا احد یا صمد یا اللہ“ (الدرء) اے ازلی وابدی معبوداے دنیا کو سنبھالنے والے اے تنہا اے ایک اور اے بے نیاز معبود۔

**ہر حاجت کیلئے سرعت تاثیر عمل:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۳۲): مندرجہ ذیل عمل ہر طرح کی حاجت روائی کرتا ہے قرآن حکیم سات دن میں حسب ذیل طریقے سے ختم کرو جمعہ کو سورہ فاتحہ سے ماندہ تک، ہفتہ کو سورہ انعام سے سورہ توبہ تک، اتوار کو سورہ یونس سے مریم تک، پیر کو سورہ طہ سے سورہ قصص تک، منگل کو سورہ عنکبوت سے صحت تک، بدھ کو سورہ زمر سے سورہ رحمن تک، جمعرات کو سورہ واقعہ سے والناس تک ختم قرآن کے بعد سجدہ کرو اور خوب رو رو کر اللہ پاک سے دعا مانگو۔ سرعت تاثیر میں کبریت احمر اور تریاق مجرب ہے۔

**کھوئی ہوئی چیز واپس پانے کیلئے:-** (وظیفہ نمبر ۳۵): یہ عمل علاوہ حاجت روائی کے بیمار کو شفاء دینے والا اور کھوئی ہوئی چیز واپس پھیرنے والا بھی ہے فجر کی سنتوں اور فرض کے درمیان ۴۱ بار سورہ فاتحہ پڑھیں پھر سجدے میں دعا مانگیں اگر حسب طریقہ سابق پانی پر دم کر کے بیمار کے منہ پر چھڑکا جائے تو بخار اتر جاتا ہے۔ (غذاء الارواح ص: ۳۰۸)

**یابدیع سے ہر حاجت پوری:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۳۶): ہر حاجت کیلئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ ۱۲ دن تک روزانہ ۱۰۰ بار پڑھیں ”یابدیع العجائب بالخیر یا بدیع“ اے عجیب و غریب چیزوں کو بھلائی کے ساتھ بے مثال پیدا کرنے والے۔

**کشف اسرار اور امید سے زیادہ پانے کیلئے:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۳۷): یہ عمل علاوہ حاجت براری کے خوف بھی دور کرتا ہے کسی ایک مجلس میں با وضو ۴۴ بار پڑھیں سرعت تاثیر میں آگ کے ہے۔ غم و پریشانی بھی دور کرتا ہے۔ رزق میں فراخی کرتا ہے اور بھلائی کے دروازے بھی کھولتا ہے شیخ تونسلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو آدمی اسے روزانہ پڑھے گا گویا اس پر آسمان پر سے رزق اتر رہا ہے اور زمین سے آگ رہا ہے کشف اسرار کیلئے ۳۱۳ بار پڑھا جاتا ہے اگر روزانہ سو بار پڑھا جائے گا تو امید سے زیادہ ملے گا۔ ”اللہم صل صلوة کاملہ وسلم سلاما تاما علی سیدنا محمد تنحل بہ العقد وتنفرج بہ الكرب وتقضي بہ الحوائج وتال بہ الرغائب وحسن الخواتم ویستسقی الغمام بوجہہ الکریم وعلی آلہ و صحبہ فی کل لمحۃ و نفس بعدد کل معلوم لک۔“

**بدھ، جمعرات اور جمعہ کا خاص عمل:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۳۸): بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھو۔ پھر جمعہ کے روز جامع مسجد میں یہ دعا پڑھو۔ ”یودعا اسم اعظم پر شامل ہے۔“ اللہم انی اسئلك باسمک بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الہ الا هو عالم الغیب والشہادۃ هو الرحمن الرحیم واسئلك باسمک بسم اللہ الرحمن الرحیم الذی لا الہ الا هو الی القیوم لاتاخذہ سنۃ ولا نوم الذی ملائک عظمتہ السموات والارض واسئلك باسمک بسم اللہ الرحمن الرحیم الذی لا الہ الا هو عنفت الوجوه و خشعت له الابصار ووجلت القلوب من خشیتہ ان تصلی علی محمد وعلی ال محمد وان تعظیبنی مسألتنی وتقضی بھا حاجتی یا ارحم الراحمین“ (الدرء)۔

**6641 بار یا لطیف پڑھنے کا عمل:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۳۹): یہ عمل رنج و غم بھی دور کرتا ہے اسرار کتومہ میں سے ہے عشاء کی نماز کے بعد با وضو اور قبلہ رو ہو کر ایک مجلس میں ”یا لطیف“ ۶۶۴۱ بار پڑھو اور ۱۲۹ بار پڑھنے کے بعد آیت ”لاتدد کہ سے خبیر“

تک پڑھیں (س ۱۶، ع ۲، پ ۲۷) اس کی تسبیح ۱۲۹ دنوں کی ہونی چاہیے دیکھو کمی بیشی نہ ہونے پائے ورنہ اسرار باطل ہونے کا اندیشہ ہے۔

(غذاء الارواح ج ۱: ص ۳۰۹)

**یا لطیف سے پر لطف زندگی:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۴۰): یہ عمل رفع حاجت کے علاوہ روزی میں فرامی، مال میں برکت اور ہر طرح کی بھلائی لاتا ہے ہر نماز کے بعد ۱۰۰ بار ”یا لطیف“ پڑھ کر آیت اللہ لطیف سے عزیز تک پڑھئے (پ ۷، س ۶، ع ۳)۔

**ہر ظلم سے نجات کیلئے:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۴۱): یہ عمل حاجت برآری کے علاوہ ظالموں کے ظلم کو بھی مفید ہے ہر نماز کے بعد آیت لاتدرک سے الخبیر تک (پ ۷، س ۶، ع ۱۳، ۱۰۳، ۱۰۰) بار پڑھ کر یہ دعا مانگو ”اللهم وسع علی رزقی اللهم اعطف علی خلقک اللهم کما صنعت وجہی عن السجود لغیرک فصنہ عن ذل السؤال لغیرک یا ارحم الراحمین“

**ہر دعا قبول کروانے کیلئے:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۴۲): سجدے میں شہادت کی انگلی اٹھا کر ۴۰ بار دعا ذوالنون پڑھیں اور جو دعا مانگو گے انشاء اللہ قبول ہوگی۔

**ختم بخاری کا مجرب عمل:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۴۳): یہ عمل علاوہ حاجت برآری کے ہر طرح کی تکلیف اور بیماری کو دور کرتا ہے پریشانی اور رنج و غم مٹاتا ہے ہر مہم کیلئے ہے جس مقصد کیلئے پڑھا جائے وہی حاصل ہو جائے میں نے ہر مہم کے واسطے تقریباً ۱۲۰ مرتبہ بخاری شریف پڑھی ہے اور ہر بار کامیابی ہوئی (سید اسماعیل الدین رحمہ اللہ) امام بخاری رحمہ اللہ مستجاب الدعوات لوگوں میں سے تھے آپ رحمہ اللہ نے بخاری شریف پڑھنے والوں کو عادی ہے اس کے پڑھنے کے بعد جو کچھ بھی مانگا جائے گا انشاء اللہ وہی ملے گا۔ ختم بخاری کا کوئی خاص طریقہ مروی نہیں مگر چونکہ ختم قرآن تین دن سے کم میں جائز نہیں اس بناء پر ختم بخاری بھی کم از کم تین دن میں کیا جائے بہتر یہ ہے کہ با وضو ہو کر پڑھو خواہ ایک آدمی پڑھے یا چند آدمی پڑھیں اجتماع کی شرط نہیں ہے۔ (غذاء الارواح ج ۱: ص ۳۱۲)

**شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کا آزمودہ عمل:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۴۴): شیخ اکبر رحمہ اللہ نے اس کو عرش کے خزانوں میں سے شمار کیا ہے۔ سرعت تاثیر میں بجلی کی طرح اکسیر ہے آدھی رات کو اٹھ کر با وضو ہو کر اور قبلہ رو ہو کر ایک ہزار بار پڑھیں پھر سجدے میں رو کر رب سے مانگو روزانہ سو بار چالیس دن تک پڑھیں جو آدھی شب جمعہ میں ایک ہزار بار پڑھے اس کی ساری مرادیں پوری ہوں گی اور سرکار دو عالم ﷺ خواب میں نظر آئیں گے۔

”اللهم صل علی سیدنا محمد صلوة تنجینا من جمیع الاحوال والافات وتقضی لنا بها من جمیع الحاجات وتطہرنا بها من جمیع السیئات وترفعنا بها علی الدرجات وتبلغنا بها اقضی الغایات من جمیع الخیرات فی الحیات و بعد الممات انک علی کل شیء قدير“

**جو مانگو ملے گا:-** (بزرگوں کا مجرب) یہ مناجات آدھی رات کے بعد دو رکعت ادا کر کے عاجزی سے قبلہ رو ہو کر جس غرض سے پڑھو گے وہی غرض انشاء اللہ حاصل ہوگی۔ اگر بیمار پڑھے گا تو حق تعالیٰ اسے شفاء عطا فرمائے گا۔ (وظیفہ نمبر ۴۵): یا من یری مافی الضمیر ویسمع انت المعد لکل ما یتوقع، یا من یرجی للشد اند کلها، یا من الیہ المشتکی والمفرغ، یا من خزائن رزقہ فی قول کن، امن فان الخیر عندک اجمع، مالی سوی فقری البیک وسیلۃ، فیالافتقاری البیک فقری ادفع، مالی سوی قرعی لبابک حیلۃ، فلئن رددت فائی باب اقرع، ومن الذی ادعوا واهتف باسمہ، ان کان فضلک عن فقیرک یمنع، حاشا لوجودک ان تقنط عاصیاً، الفضل اجزل والمواہب اوسع، ثم الصلاة علی النبی وآلہ، خیر الانام ومن بہ یتشفع۔ (غذاء الارواح ج ۱: ص ۳۱۴)

**ہر قسم کا خوف دور کرنے کیلئے:-** (وظیفہ نمبر ۴۶): یہ عمل بادشاہ، حاکم اور ظالم کے خوف سے پناہ دیتا ہے جب جاؤ تو پڑھتے ہوئے جاؤ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بتایا ہوا عمل ہے (طبرانی) اللہ اکبر اللہ اکبر من خلقہ جمیعاً اللہ اعز مما اخاف واحذر اعدو باللہ الذی لا الہ الا هو الممسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنه من شر عباده وجنوده واتباعه واثیاعه من الجن والانس کن لی جاراً من شرهم جل ثنائک و عز جارك ولا الہ غیرک۔

(وظیفہ نمبر ۴۷): یہ عمل بھی مذکورہ بالا کام کرتا ہے رب ادخلنی سے نصیرا تک پڑھتے ہوئے جاؤ (پ ۱۵، س ۱۷، ع ۱۸) دشمن سے حفاظت کیلئے:- (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۴۸): گھر سے نکلنے وقت سورہ یاسین پڑھ لیں انشاء اللہ دشمن قابو نہ پا سکے گا۔ انگٹھوں کے نیچے رکھنے کا عمل:- (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۴۹): ایک چھوٹے سے پاک کپڑے پر آیت ”الذین سے الوکیل تک لکھ کر انگٹھوں کے ننگ کے نیچے رکھ لو (پ ۲، ع ۱۸، س ۳)

ضعیف روایت قوی ایمان کا ذریعہ:- (وظیفہ نمبر ۵۰): اس عمل کو طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے مگر اس میں جناہ راوی ضعیف ہے اللهم رب السموات السبع ورب العرش العظيم كن لي جاراً من شر (یہاں نام لو) و شر الجن والا نس واتباعهم ان یفرط علی احد منهم عز جارك وجل ثناؤك ولا اله غیرك۔

امام شععی رحمہ اللہ کا عمل:- (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۵۱): امام شععی رحمہ اللہ نے اپنے خاص آدمیوں کو عمل بتایا تھا کہا جاتا ہے کہ ایک آدمی بادشاہ کے پاس گیا اور اس نے یہ دعا پڑھی تو بادشاہ نے اس کو چھوڑ دیا اللهم اله جبرئیل ومیکائیل واسرافیل واله ابراهیم واسمعیل واسحق عافنی ولا تسلطن احداً من خلقك علی بشی لا طاقة لی به۔ (ابن ابی شیبہ)

(وظیفہ نمبر ۵۲): بعض مشائخ اس دعا کو مجرب بتاتے ہیں ”رضیت باللہ رباً وبالاً سلام دیناً وبمحمد نبیاً وبالقرآن حکماً واماماً“ شیطان سے حفاظت کی مسنون دعا:- (وظیفہ نمبر ۵۳): یہ عمل بھی شیطان کے خوف سے امن کولاتا ہے شیطان شب معراج حضور ﷺ کے پاس آگ کا شعلہ لے کر آیا تھا اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو یہ دعا بتائی تھی ”اعوذ بوجه اللہ الکریم ویکلمات اللہ التامات التی لایجاوزهن برو لا فاجر من شر ما خلق وذرأ برأو من شر ما یینزل من السماء وما یرعرج فیها ومن شر فتن اللیل والنهار ومن شر کل طارق الاطارقا یطرق بخیر یا رحمن“ (مسند احمد) (غذاء الارواح، ص: ۳۱۵)

ظالم شخص سے حفاظت کیلئے حروف تہجی کا عمل:- (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۵۴): جاتے ہوئے ”ک، ہ، ی، ص“ اس طرح پڑھو جب کاف پڑھو تو دائیں ہاتھ کی ایک انگلی بند کر لو اسی طرح ہر حرف پر ایک ایک انگلی بند کرتے جاؤ اب تمہارا پورا ہاتھ بند ہو گیا اسی طرح ”ح، م، ع، س، ق“ پڑھ کر بائیں ہاتھ بند کر لو اور حاکم یا ظالم بادشاہ کے پاس جا کر کھول دو (قول جمیل)۔

(وظیفہ نمبر ۵۵): حضور اکرم ﷺ نے جنگ احزاب میں یہ دعا پڑھی تھی حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی خلیفہ ہارون رشید کے پاس جاتے ہوئے یہ دعا پڑھی تھی۔ ”شہد اللہ سے عند اللہ الاسلام“ تک (پ ۳، س ۳) پھر یہ دعا پڑھیں ”وانا اشہد بما شہد اللہ به استودع اللہ هذه الشهادة وهي وديعة عنده الی يوم القيامة اللهم انی اعوذ بنور قدسك وعظیم ركنك وعظمة طهارتك من كل افة و عاهة ومن كل طوارق اللیل والنهار الاطارقا یطرق بخیر یا اللہ اللهم انت غیاتی بك استغیث وانت ملاذی بك الودوانت عیادی بك اعوذیا من ذل له رقاب الجبابرة وخضعت له اعناق الفراعنة اعوذ بك من كشف سرك ونسیان ذكرك والا نصراف من شكرك وانا فی حرك لیلی ونهاری ونومی وقراری وظعنی و اسقاری و حیاتی ومماتی ذكرك شعاری و ثناؤك دثاری لا اله الا انت سبحانك وبمحمدك تشریفا لعظمتك وتكریما لنفحات رحمتك اجرنی من خذیك واضرب ساداتك حفظك واوصلنی فی حفظ عنایتك وجد علی بخیر یا ارحم الراحمین“ (غذاء الارواح، ص: ۳۱۶)

ظالم شخص سے حفاظت کا تعویذ:- (وظیفہ نمبر ۵۶): آیت یومئذ سے ہضماتک لکھ کر سیدھے بازو پر باندھ لو۔ (پ ۱۷، آخری) (وظیفہ نمبر ۵۷): آیت ان اللہ یا مرم سے بصیرا تک لکھ کر سیدھے بازو پر باندھ لو یا گلاب وزعفران سے لکھ کر بارش کے پانی سے یا آب زم زم سے دھو کر جہاں حاکم یا بادشاہ یا ظالم شخص بیٹھا ہو وہاں چھڑک دو۔ (سورہ نساء پ ۵، سورہ ۸) (وظیفہ نمبر ۵۸): اس عمل میں وضو کی شرط نہیں کسی وقت کی قید نہیں اور کوئی تعداد بھی مقرر نہیں وقت کے وقت تک کثرت سے پڑھو اور

دیکھو پڑھتے وقت دشمن کا تصور کر کے اس کے سینہ پر پتھر مارو اور سورہ قیل اور تبت یدنا خوب پڑھو نیز بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی اس مقصد کے واسطے بکثرت پڑھی جاتی ہے۔

**دُور سے حفاظت کا حصار:** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۵۹): اگر آپ کو کسی جگہ ڈر لگتا ہو تو آپ مع اپنے تمام ساتھیوں کے آگے پیچھے بیٹھ جائیے تشہد کے وقت جیسے بیٹھا جاتا ہے پھر آپ ان کے چاروں طرف ایک دائرہ سات بار آیت الکرسی پڑھتے ہوئے کھینچ دیجئے پھر مندرجہ ذیل دعائیں بار پڑھئے اور پورے اطمینان سے سو جائیے ”و لا یودہ حفظہما و هو العلی العظیم، و حفظا من کل شیطان مارہ، و حفظا ذلک تقدیر العزیز العظیم، و حفظہا من کل شیطان رجیم، انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون، له معقبات من بین یدیہ و من خلفہ یخفظونہ من امر اللہ، اللہ حفیظ علیہم و ما انت علیہم بوکیل، ان کل نفس لماً علیہا حافظ، بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ، فان تولوا فقل حبسی اللہ لا الہ الا هو علیہ توکلت و هو رب العرش العظیم، یا حفیظ (تین بار) یا حافظ احفظنا اللہم احرسنا بعینک التی لا تنام و اکفنا بکفک الذی لا یرام یا اللہ (۳ بار) یا رب العالمین“۔ (۳ بار)

**دشمن کا منہ پھیرنے کا عمل:**۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۶۰): یہ عمل دشمن کا منہ اور ہاتھ پھیر دیتا ہے نماز فجر کی سنتوں کی پہلی رکعت میں الم نشرح اور دوسری میں سورہ قیل کی تیسگی کرو۔

**غلبہ کی حفاظت کا عمل:**۔ (بزرگوں کا مجرب تعویذ) (وظیفہ نمبر ۶۱): یہ قرآن شریف کی پانچ آیات ہیں اگر آپ انہیں کاغذ پر لکھ کر سیدھے بازو پر باندھ لیں اور صبح و شام پڑھتے رہیں تو امن سے رہیں گے اور اگر آپ ان کو لکھ کر غلہ وغیرہ میں رکھیں گے تو اس غلہ کو گھن نہ لگے گا مال میں کہیں بھی رکھیں گے تو مال محفوظ رہے گا (۱) الم اللہ سے القیوم تک (پ ۳، س ۳، ع ۱۴) (۲) شہد اللہ سے الحکیم تک (مومن ۲۶) (۳) ولوان قرآنا سے میعاد تک (رعد ۱۳ ع ۴) (۴) انما امر سے ترجعون تک (پ ۲۲ ق ۱۵) (۶) و هو معکم سے بصیر تک (حدید ۲۸) (۷) ان اللہ قوی عزیز و من یتوکل سے قدر تک (پ ۲۸ س ۵۶) (۸) واحاط بما لدیہم و احصی کل شی عدا ربّ المشرق و المغرب سے آخر آیت تک (مزل ۹) (۹) لا یتکلمون سے صواب تک (پ ۳۰) من ای شی سے انشتر تک (۳۰) ذی قوۃ سے امین تک (پ ۳۰) و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہ و صحبہ و سلم۔

(غذاء الارواح: ص ۳۲۰)

**موذی جانور سے حفاظت کیلئے:**۔ (بزرگوں کا مجرب تعویذ) (وظیفہ نمبر ۶۲): یہ عمل تمام موذی جانوروں کو دفع کرتا ہے مندرجہ ذیل آیات کو لکھ کر زمین میں دفن کر دیں یا درخت پر لٹکا دیں انہ من سلیمان سے مسلمین تک (پ ۹ نمل) یا ایہا النمل سے لایسعون تک (پ ۹ نمل) فلنأمننہم سے صاعرون تک (پ ۹ نمل) یرسل سے تنصرون تک (پ ۲۷ الرحمن) فسپکفیکہم اللہ سے علیہم تک (پ آخری) و مثل کلمۃ۔ الیہ (پ ۱۳ س ۱۲) و اذا تولى سعى الیہ (پ ۲۲ س ۲) فلما قضینا علیہ الموت الیہ (سبا ۲۲) پھر یہ لکھیں حنۃ ولدت مریم امۃ اللہ و مریم ولدت عیسی عبد اللہ یا معشر الہوام من کان منکم من البر فلیخرج الی البحر من کان منکم من البحر فلیخرج الی البحر اعزم مرعلیکما ایہا الارواح الطائرة باذن اللہ تعالیٰ بعز عظمتہ و باسمائہ الحسنی کلہا الاما سمعتم و اطعتم و انتقلتم من ہذا المکان و من لم ینتقل منکم فقد بآء بغضب من اللہ و رسولہ۔ حنہ سے حضرت مریم علیہ السلام پیدا ہوئیں جو اللہ کی بندی ہیں اور حضرت مریم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جو اللہ کے بندے ہیں اے جانور تم میں سے جو کوئی خشکی کا ہوا سے خشکی کی طرف نکل جانا چاہیے اور جو سمندر کا ہے اسے سمندر میں چلا جانا چاہیے اللہ کے حکم سے اڑنے والی روحا جو اس کے تمام اسماء حسنیٰ کی جلالت شان کی عزت کے ساتھ اڑتی ہیں کیا تم نے سنا نہیں اور بات نہیں مانی اور اس جگہ سے ہٹے نہیں جو تم میں سے یہاں سے نہ ہٹے گا اس پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عتاب ہوگا پھر قالوا یا موسیٰ ادع لنا بما عہد عندک الیہ لکھو (پ ۱۹ اعراف) پھر سورۃ فاتحہ لکھو۔

**گمشدگی سے حفاظت:-** (بزرگوں کا مجرب تعویذ) (وظیفہ نمبر ۶۳): اگر کسی کی بابت کھوئے جانے کا اندیشہ ہو تو سورہ قصص لکھ کر اس کے سیدھے بازو پر باندھ دیں وہ انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔

**شب جمعہ کیلئے خاص عمل:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۶۴): اپنے گھر میں بادشاہ اور قبلہ رو ہو کر شب جمعہ کو عشاء کے بعد ۱۰۰۰ بار یہ درود پڑھیں اور ہر سو بار پر یہ دعا پڑھیں یا اللہ استجیر بک من فلان بن فلان فخذ لی حقا منہ اے اللہ میں فلاں سے جو فلاں عورت کا بیٹا ہے تیری پناہ مانگتا ہوں تو اس سے میرا حق لے لے (درویش شریف یہ ہے) اللھم صل علی سیدنا محمد النبی الامی وعلی الہ وصحبہ وسلم اے اللہ ہمارے سرکار حضرت محمد ﷺ پر درود و سلام بھیج جو ان پڑھ نبی ہیں اور ان کی بیوی بچوں پر اور ساتھیوں پر بھی۔

(وظیفہ نمبر ۶۵): یہ عمل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یعنی مندرجہ ذیل آیات پڑھیے اور امن و امان سے رہنے آیت الکرسی ان ربکم سے محسنین تک (پ ۱۶ اعراف ع ۴) والصفات سے لازب تک (پ ۲۳، صافات ع ۱) سنفرغ لکم سے فلا تنصرون تک (پ ۲۷ حن ع ۴)۔ (وظیفہ نمبر ۶۶): اگر آپ کو اپنے کسی سامان پر چوری کا اندیشہ ہے تو یہ دعا لکھ کر اس میں رکھ دیجئے اللہ کے حکم سے وہ سامان محفوظ رہے گا بسم اللہ الرحمن الرحیم یا حفیظ یا من لا ینسی ویا من نعمہ لا تحصی ویا الہ العروة الوثقی ویا من لہ العزۃ والثناء ویا من لہ الاسماء الحسنی احفظ و کذا بما حفظت بہ الارض والسماء الجات ظہری فی حفظ ذلك الی الحی القیوم فانک قلت وقولک الحق و کتابک المنزل انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحاظون وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم

**خاتمہ بالخیار اور روزی میں فراخی کا عمل:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۶۷): صبح و شام تین تین بار یہ دعا پڑھا کریں عمر میں زیادتی ہوگی خاتمہ بالخیار ہوگا روزی میں فراخی ہوگی اور دشمن سے امن ملے گا سبحان اللہ ملاء المیزان ومبلغ العلم ومنتہی الرضوان وزنة العرش ترازو بھر کر جہاں تک مجھے علم ہے وہاں تک انتہائے رضا کے مطابق اور عرش کے وزن کے برابر میں اللہ پاک کی پاکی بیان کرتا ہوں۔ (غذاء الارواح، ص: ۳۲۲)

**41 بار معوذتین کا عمل:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۶۸): دن رات میں ۴۱ بار معوذتین پڑھئے آیتوں کی تکرار کریں معنی و مطالب پر غور کریں انشاء اللہ امن و عافیت میں رہو گے۔

**ہر نماز کے بعد 5 مرتبہ اذان کا عمل:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۶۹): ہر نماز کے بعد ۵ مرتبہ اذان پڑھیں فجر کی سنتوں کے بعد ۱۰ بار دعاء ذوالنون پڑھیں اور اگر ہو سکے تو وتر سے پہلے یا سجدے میں دعاء ذوالنون ۳۶۰ مرتبہ پڑھیں۔

**7 جمعوں تک کرنے کا عمل:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۷۰): جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد نماز ادا کرنے کی نیت سے کسی آباد مسجد میں بیٹھ جاؤ اور ایک بار یا تین بار درود شریف کے بعد بکثرت یہ دعا پڑھیں اور سات جمعوں تک مسلسل یہی عمل جاری رکھیں وہ دعا یہ ہے یا حی یا قیوم برحمتک استغیث اے زندہ اور دنیا کو سنبھالنے والے میں تجھ سے تیری رحمت طلب کرتا ہوں۔

**مصائب سے بچاؤ کیلئے حرز اعظم:-** (وظیفہ نمبر ۷۱): اگر آپ انتہائی مصائب میں گھرے ہوئے ہیں تو کثرت سے دعائے ذوالنون پڑھا کریں نیز یہ دعا بھی کثرت سے پڑھا کریں حسبی اللہ ونعم الوکیل مجھے اللہ ہی کافی ہے اور بہترین کام بنانے والا ہے۔

(وظیفہ نمبر ۷۲): یہ عمل ہر مصیبت میں پڑھا جاتا ہے خواہ کسی عزیز کی موت ہو یا کچھ اور مصیبت پیش آجائے اس کے پڑھنے سے نعم البدل مل جاتا ہے خود ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس کا تجربہ کیا ہے ان کے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے انہوں نے یہ دعا پڑھی اللہ تعالیٰ نے ان کو بہترین شوہر عطا فرمایا یعنی اللہ کے نبی ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا انا للہ وانا الیہ رجعون اللھم عندک احتسب مصیبتی فاجرنی فیہا وابدلنی منها خیرا اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منھل (مسلم) ہم اللہ ہی کیلئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں میں تجھ سے اے مالک اپنی اس مصیبت پر ثواب کا امیدوار ہوں اس میں مجھے اجر دے اور اس سے بہتر دے مالک مجھے میری



مصیبت میں بدلہ دے اور اس کا نعم البدل عنایت فرما۔ (غذاء الارواح ص: ۳۲۳)

(وظیفہ نمبر ۷۳): اس عمل کی کثرت بھی ہر مصیبت کے وقت کام آتی ہے (ابن حبان) اللھم لا سهل الا ما جعلته سهلا وانت تجعل

الْحَزْنَ اِذَا شِئْتَ سَهْلًا اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ بِشَيْءٍ مَا يَشَاءُ اِنَّهٗ لَعَلِیْمٌ (ہر مصیبت کے وقت تو آسان کر دے اور تو تو ہر مشکل کام کو بھی آسان کر دیتا ہے۔)

(وظیفہ نمبر ۷۴): مندرجہ ذیل دعا کی تہنیتی بھی مذکورہ بالا کام کرتی ہے یا رب ما زال لطف منك یشملنی وقد تجد دبی ما انت

تعلم فاصرفه عنی کم عودتہ کر ما فمن سواک لہذا العبد یرحمہ۔ اے رب مجھ پر ہمیشہ تیرا لطف و کرم رہتا ہے آج مجھ پر ایک مصیبت

آئی ہے جسے تو جانتا ہے اسے مجھ سے ہٹا دے جیسا کہ تو پہلے اپنے کرم سے بار بار ہٹاتا رہا تیرے سوا کون ہے جو اس غلام پر اپنا رحم کرے۔

**3 بار اشعار پڑھنے کا عمل:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۷۵): ان اشعار کو کمریاسہ (۳ بار) پڑھیں انشاء اللہ مصائب دور ہو گئے و کم

لله من لطف خفی یدق خفاہ عن فہم الذکی و کم یسرانی من بعد عسر و فرج کربة من بعد عسر و فرج کربة القلب الشجی و کم امر تساع

به صبا حاً و تاتیک المسرة العشی اذا ضاقت بک الا هو ال یوما فتق بالواحد الفرد العلی تشفع بالنبی فکل عبد یغاث اذا تشفع بالنبی۔

(وظیفہ نمبر ۷۶): آدھی رات کو با وضو یا سماء حسنی پڑھیں علاوہ مصائب دور کرنے کے باعث ہیبت و عظمت بھی ہیں الملک العلی العظیم

المغنی المتعال ذوالجلال المہیمین الکبیر بادشاہ، بلند و برتر، عظمت والا بے پرواہ، بہت اونچا جلال و جبروت والا، حفاظت کرنیوالا اور سب سے بڑا۔

**اسماء حسنی سے مصائب دور کریں:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۷۷): ہر فرض نماز کے بعد اس دعا کو ہمیشہ پڑھیں انشاء اللہ دنیا

و آخرت کی ہولناکیوں سے امن و امان میں رہو گے اعدت لکل هول القاه فی الدنیا والاخرة لا الہ الا اللہ و لکل ہم و غم ماشاء اللہ

و لکل نعمة الحمد لله و لکل اعجوبة سبحان الله و لکل ذنب استغفر الله و لکل ضیق حسبی الله و لکل مصیبة ان الله و لکل

قضاء و قدر توکلت علی الله و لکل طاعة لاحول و لا قوة الا بالله میں نے دنیا و آخرت کی ہر ہولناکی کیلئے لا الہ الا اللہ ہر غم و فکر کیلئے

ماشاء اللہ ہر نعمت کے لئے الحمد لله ہر تنگی اور فریخی کیلئے الشکر لله ہر تعجب کیلئے سبحان الله ہر گناہ کیلئے استغفر الله ہر تنگی کے لئے حسبی

الله ہر مصیبت کے لئے انا لله بر قضاء و قدر کیلئے توکلت علی الله اور ہر تابعداری کیلئے لاحول و لا قوة الا بالله کو مقرر کیا ہے۔

**غروب آفتاب کے وقت 7 بار دعا کا عمل:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۷۸): اس عمل کو آفتاب غروب ہونے سے پہلے اور

غروب ہونے کے بعد پڑھنا چاہئے ہر دعاسات بار پڑھو سورہ فاتحہ، ناس، فلق، اخلاص، کافرون، آیت الکرسی کلمہ تجید اور مندرجہ ذیل درود شریف

پڑھو اللھم صل علی محمد عبدک و حبیبک و نبیک و رسولک النبی الامی و علی آل محمد و باریک و سلم اللھم اغفر لجمیع المومنین

و المومنات و المسلمین و المسلمات الاحیاء منهم و الاموات انک مجیب الدعوات و رافع الدرجات یا قاضی الحاجات برحمتک یا

ارحم الرحیمین اللھم رب افعل بی و بہم عاجلا و آجلا فی الدین و الدنیا و الاخرة افعل بنا ما انت له اهل و لا تفعل بنا ما نحن له

اهل انک غفور جواد کریم ملک بر رؤف رحیم۔

اگر فرصت نہ ہو تو مندرجہ ذیل دعا کو روزانہ سات بار پڑھ لیا کیجئے (جلال الدین بخاری) ”اللھم انت ربی لا الہ الا انت رب العرش

الکریم علیک توکلت و انت رب العرش العظیم و لا حول و لا قوة الا بالله العلی العظیم ما شاء اللہ کان و ما لم یشاء لم یکن

اشھد ان لا الہ الا اللہ اعلم ان اللہ علی کل شی قدیر وان اللہ قد احاط بکل شی علما و احصی کل شی عددا اللھم انی

اعوذ بک من شرنفسی و من شر کل دابة انت اخذ بنا صیبتها ان ربی علی صراط مستقیم“

**1 ہزار بار درود شریف کا عمل:-** (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۷۹): آدھی رات کے بعد اٹھ کر قبلہ رو ہو کر ایک ہزار مرتبہ مندرجہ ذیل

درود شریف پڑھیں اللھم صل و سلم علی سیدنا و مولنا محمد صلوة تحل بہا عقدتی و تفرج بہا کربتی و تنقذنی بہا من و جلتی

و تقیل بہا عشرتی و تقضی بہا حاجتی اے اللہ! ہمارے سردار ہمارے محبوب حضرت محمد ﷺ پر درود سلام بھیج جس سے تو میری پیچیدگیاں دور

کر دے میرے تفکرات مٹا دے مجھے خوف سے نجات دے دے میری لغزش زائل کر دے اور میری مرادیں پوری کر دے (سنوی)۔

جملہ حقوق محفوظ ہیں

طبع اول  
ربیع الاول ۱۴۳۳ھ فروری ۲۰۱۲ء  
ادھمکنان \_\_\_\_\_ حافظ حمید اللہ  
مکتبہ ارسول و بی بی عثمانی  
قدیم سہیاں علی ضلع گوجرانوالہ رابطہ نمبر: 0344-6084317

ملنے کے پتے

گوجرانوالہ	دہلی کتاب گھر - اردو بازار - 055-4441613۔ مکتبہ نعمانیہ - اردو بازار - 055-4235072
	کتبہ الفرقان - اردو بازار - 0333-4264487
لاہور	مکتبہ السنن لاہور - 042-37237184۔ کتاب مراکے - اردو بازار - 042-37320318
	کتبہ محمدیہ - اردو بازار - 042-37114650۔ کتبہ اسلامیہ - اردو بازار - 042-37244973
	دارالکتب السنن - اردو بازار - 042-37361505
	اسلامی آئینی - اردو بازار - 042-37357585۔ مکتبہ قدوسیہ - اردو بازار - 042-37351124
فیصل آباد	کتبہ اہل حدیث - ٹنن پور بازار - 041-2629292
	کتبہ اسلامیہ - فیصل آباد - 041-2631204۔ طارق آئینی - 041-8546964
کراچی	فیصل سنٹر - اردو بازار - 021-32629724۔ 021-32212991
	شمی کتاب گھر - اردو بازار - 021-32628939۔ دارالاسلام - 021-34393936
اسلام آباد	اُسیسو - اسلام آباد - 051-2261356۔ دارالاسلام - 051-2281516، 2500237
راولپنڈی	کتبہ عائشہ - 051-5551014۔ کتبہ خانہ رضویہ - 051-5771798
سواتی تریب	الفرقان - اریاش - 01-4358646۔ دارالعلوم اہلحدیث - جہد - 02-6336640

# تذکرہ ملاقاتی عالم رسول

تالیف  
محمد اسحاق بھٹٹی

مولانا غلام رسول و بی بی عثمانی

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کراچی  
کی  
نئی پبلشرز  
کے  
گھر

اس کتاب کے  
جملہ حقوق اشاعت محفوظ ہیں

الانعام طباعت  
ابوبکر بنسکری

اشاعت ۲۰۱۱ء

مکتبہ ارسول و بی بی عثمانی  
Tel: +92-42-37351124, 37230585  
maktaba\_uddusia@yahoo.com  
www.quddusia.com  
ماہانہ نکتہ، روزنامہ نکتہ، روزنامہ نکتہ، روزنامہ نکتہ

# مولانا احمد دین گکھڑوی

محمد اسحاق بھٹٹی

اسلام کی تبلیغ کے لیے  
میں نے اپنی زندگی وقف کر دی ہے  
میں نے اپنی زندگی وقف کر دی ہے  
میں نے اپنی زندگی وقف کر دی ہے

مولانا احمد دین گکھڑوی  
مولانا احمد دین گکھڑوی  
مولانا احمد دین گکھڑوی

مکتبہ ارسول و بی بی عثمانی

(وظیفہ نمبر ۸۰): مجھے اس پر تعجب ہے جو عم میں مبتلاء ہو وہ دعاء ذوالنون نہ پڑھے کسی چیز سے ڈرتا ہو اور حسبی اللہ ونعم الوکیل نہ پڑھے لوگوں کی شرارتوں سے خوفزدہ ہو اور وہ افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد نہ پڑھے جنت کی رغبت رکھتا ہو اور ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ نہ پڑھے ان چاروں آیتوں میں اللہ پاک نے قبولیت کی خوشخبری دی ہے۔ (غذاء الارواح، ص: ۳۲۸)

استخارے: وظیفہ نمبر ۸۱: نماز استخارہ گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

**خواب میں نبی رہنمائی کا استخارہ:**۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۸۲): بدھ، جمعرات اور جمعہ کی رات کو عشاء کے بعد استخارہ کریں اور اس کے بعد کسی سے بات کیے بغیر سیدھی کروٹ پر سو جائیں بسم اللہ اور اللہ نشرح سات مرتبہ پڑھ کر سینے پر دم کر لیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ خواب یا بیداری کی حالت میں واقعہ کھول دے پھر سو بار یہ درود شریف پڑھیں ”اللہم صل علی محمد بعدد معلوم لك“ اے اللہ اپنی تمام معلومات کی برابر حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج۔

**سورہ فاتحہ سے استخارے کا عمل:**۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۸۳): یہ بڑا مجرب استخارہ ہے عشاء کے بعد وضو کر کے پاک بستر پر بیٹھو درود شریف ۳ بار، سورہ فاتحہ ۱۰ بار، سورہ اخلاص ۱۱ بار اور پھر ۳ بار درود شریف پڑھ کر سیدھی کروٹ پر قبلہ رخ ہو کر لیٹ جائیں انشاء اللہ خواب دکھائی دے گا مگر اس کی تعبیر کسی اچھے معبر سے دریافت کریں (خزینۃ الاسراء) ہماری کتاب ”شرعی تعبیر“ اپنے پاس رکھیں اور اس سے تعبیر دیکھ لیا کریں۔

**سورہ شمس سے استخارے کا عمل:**۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۸۴): غسل کر کے پاک کپڑے پہننے اور وضو کر کے قبلہ رخ ہو کر سیدھی کروٹ سے لیٹ کر یا بیٹھ کر سات سات بار سورہ والشمس سورہ والیل اور سورہ اخلاص یا معوذتین بار پڑھیں پھر مندرجہ ذیل دعا پڑھیں انشاء اللہ سات دن سے آگے تجاوز نہ کرے گا کہ خواب میں کچھ نہ کچھ ضرور نظر آئے گا ”اللہم ارنی فی منامی کذا وکذا واجعل لی من امری فرجا ومخرجا وارنی فی منامی ما استدلل به علی اجابة دعوتی“ (قول جمیل) اے اللہ! میری نیند میں فلاں فلاں کام دکھا دے میرے کام کو میرے لیے کھول دے اور ظاہر کر دے اور مجھے ایسے خواب دکھا جو میری دعا کے قبول ہونے پر دلالت کرتا ہو۔

**گھبراہٹ و وحشت وغیرہ:**۔ (وظیفہ نمبر ۸۵): حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گھبراہٹ کے واسطے یہ دعائیں تھیں (ابوداؤد، ترمذی، حاکم) اعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبه وعقابه و شرعباده ومن همزات الشیطن وان یحضر و ان اللہ کے مکمل کلموں کی اس کے غصہ سے اس کے عذاب سے اس کے بندوں کی شرارت سے شیطان کے دوسوں سے اور ان کی موجودگی سے پناہ مانگتا ہوں۔

(وظیفہ نمبر ۸۶): کسی آدمی نے حضور اکرم ﷺ سے وحشت کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے یہ دعائیں تھیں (طبرانی) سبحان الملک القدوس رب الملائکة والروح جللت السموات والارض بالعزة والجبروت۔ میں پاک شہنشاہ کی پاکی بیان کرتا ہوں جو کفر شنتوں اور روح کا مالک ہے اے اللہ تو نے آسمان وزمین کو عزت و جبروت سے بھر دیا۔ (غذاء الارواح، ص: ۳۲۹)

**نام کتاب:**۔ تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ..... مصنف:۔ محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ

**ناشر:**۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ ویلفیئر سوسائٹی

**خیر الامور اوسطها کی تلقین:**۔ سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی زبان سے یہ کہلواتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت نصیب فرما۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے اپنی عنایات و نوازشات کی انتہا کر دی۔ سورہ نساء میں ان لوگوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: یہ لوگ انبیاء، صدیقین، شہداء، اور صالحین کی معیت سے سرفراز ہوتے ہیں۔ (النساء: ۶۹)

ان انعام یافتگان میں سے ایک طبقہ صالحین کا بھی ہے۔ یہی وہ اہل ذکر و فکر لوگ ہیں جن کی صحبت میں بیٹھنے اور ان سے نگاہیں نہ پھیرنے کا حکم اللہ نے اپنے رسول مکرّم ﷺ کو دیا۔ فرمایا: ”واصبر نفسك مع الذین یدعون ربهم بالغلوة والعشی یریدون وجہہ ولا تعد عینک عنهم“ (سورۃ الکہف) (ترجمہ: ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا کرو جو محض اس (اللہ) کی رضا کے حصول کی خاطر اپنے رب کو صبح و شام پکارتے

(اور اس سے دعائیں مانگتے) ہیں۔ قرآنی تعلیمات تک نارسائی اور اسلاف کے احترام اور ان کے معمولات یومیہ کے ذکر سے گریز ممکن ہے نیاز مندوں کے غلو عقیدت کا رد عمل ہو لیکن یہ دونوں راہیں افراط و تفریط کا نتیجہ ہیں۔ ان کے ”وسط“ میں ہی اصل راہ ہے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۶)

**نقش اسلاف پر چلنے کی دعا:**۔ یہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کی داستانِ حیات ہے جو علم و عمل میں ہمہ وقت مستعد اور عزیمت کا کوہ گراں تھا۔ جس نے اپنی پوری زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کیلئے وقف کر دی تھی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۶)

**احترام اولیاء ایمان کا حصہ ہے:**۔ اللہ کی زمین پر انبیاء و رسل علیہ السلام کے بعد سب سے زیادہ مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے ان کے بعد محدثین کرام اور ائمہ دین کا ہے اور ان کے بعد اولیاء عظام کا مرتبہ و مقام ہے اور اولیاء کرام کی عزت و احترام کرنا ایمان کا جزو ہے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۰)

**اہل اللہ اور اولیاء کی تعریف:**۔ اولیاء کن کو کہتے ہیں، سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ ولی کامل کی پہچان اور مقام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ولایت کی دلیل فقط ایک ہے اور وہ محمد ﷺ کی کامل اتباع ہے۔ ”قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ“ (آل عمران ۳/۲) جو جتنا آپ ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ کی سنت میں فنا ہوا وہ اتنا ہی مقرب الہی ہوا۔ حضرت محمد بن فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بدبختی کی تین علامات ہیں:

(۱) صالحین کی صحبت نصیب ہو اور وہ ان کی عزت و حرمت سے محروم رہے، (۲) عالم ہو اور بے عمل ہو، (۳) عمل ہو اور اخلاص سے

نہ ہو۔ سید ابوبکر غزنوی مزید فرماتے ہیں کہ میری بات کو پلے باندھ لو کہ ولایت اور قرب الہی کے تمام درجات اللہ اور اس کے رسول

ﷺ کی اطاعت ہی سے حاصل ہوتے ہیں: ”ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ“ (النساء: ۶۹/۳)

جن پر اللہ تعالیٰ کی نوازشیں ہوتی ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہیں انبیاء علیہ السلام کی معیت نصیب ہوتی ہے جنہیں صدیقیت و شہادت کے بلند مقاموں سے نوازا جاتا ہے۔ نیز یہی وہ ہستیاں ہیں جنہیں صلحاء کی رفاقت جو کہ سب سے اچھی رفاقت ہے نصیب ہوتی ہے۔ صلحاء، اتقیاء،

اولیاء کے سب درجات و مراتب کا انحصار اللہ اس کے رسول مقبول کی اطاعت اور اتباع پر ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۰-۲۱)

**گستاخ اولیاء سے اللہ کا اعلان جنگ:**۔ اولیاء واجب الادب اور واجب التعظیم ہوتے ہیں۔ اولیاء کا نام ادب سے نہ لینا ان کی

عزت نہ کرنا اور ان سے دشمنی رکھنا۔ بخاری شریف کی حدیث قدسی پڑھیے: ”ان اللہ قال من عادلی ولیاً فقد آذنته بالحرب“ (بخاری

کتاب الرقاق ۶۵۰۲) کے مطابق اللہ تعالیٰ کا ان سے اعلان جنگ ہے۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی حیات مبارکہ کا تذکرہ اور اس کو محفوظ کرنا آئندہ نسلوں کیلئے فوز و فلاح کی راہیں کھولنا ہے۔ اللہ والوں کا

تذکرہ انتہائی خوبصورت انداز میں کیا ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۱-۲۲)

**تصوف یعنی تزکیہ و احسان کا مقام:** ہمارے ممدوح مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے مجاہدات اور ریاضتیں قرآن و سنت کی تعلیمات کے

عین مطابق تھیں وہ اسلامی علوم کے بجز عالم، فقیہ اور متکلم تھے۔ تزکیہ و احسان اسلام کی روح اور ایمان کا جوہر ہے۔ قد افلح من تزکی (الاعلیٰ)

قرآن و حدیث کی غرض و غایت ذات باری تعالیٰ کے ساتھ فرد کے شخصی تعلق کو قائم رکھتا ہے۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی داستانِ حیات کا مطالعہ یقیناً تپتے ہوئے ریگزاروں میں بادِ نسیم کے ایک جاں فزا جھونکے کی مانند ہے مولانا

کی زندگی تعلیم و تدریس اور تبلیغ میں صرف ہوئی جانے کتنے اللہ کے بندے ان کی وجہ سے مسلمان ہوئے۔ اور راہِ راست پر آئے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۲)

آج تک برکات موجود رہنا: اور ایسی صاحب کمال ہستیاں کبھی فنا نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں مٹنے والوں کو بقائے دوام بخش دیتا ہے۔

نیک ناموں کے نشان باقی رہیں گے حشر تک

”الان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون“ (یونس: ۶۲/۱۰)

میں اس کتاب کے بارے میں کچھ بھی عرض کرنے کے قابل نہیں ہوں اس قدر معلوم ہے کہ جب سے بحیثیت مدرس مولوی صاحب کی مسجد میں آیا ہوں۔ عرصہ دراز سے یہیں کا ہو کر رہ گیا ہوں۔ آج بھی اس مسجد میں ان کی برکات موجود ہیں۔

تذکرہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ طابین حق کیلئے گرفتار روحانی دولت ہے آپ کی پوری زندگی شریعت محمدی ﷺ کا نمونہ تھی، آپ کے فرمودات و معمولات رعب و وقار، تواضع و انکسار، متانت و شرافت، خشوع و خضوع، غنائے قلب و حلم و تحمل، اعتدال پسندی، مہمان نوازی، خادم پروری، خوش مزاجی، نفاست پسندی، اتباع سنت پر مبنی تھی۔ صبر و رضا، نیکی و تقویٰ، خدمت خلق خدا میں بلند مقام احسان پر فائز تھے اور اُس کے اثرات آج بھی ان کے خاندان میں نظر آتے ہیں۔

قاری طاہر محمود، ایم اے و فاضل جامعہ اسلامیہ چاہ شاہاں گوجرانوالہ مدرس شعبہ حفظ جامع مسجد رحمانیہ، مولانا غلام رسول رحمہ اللہ والی (قلعہ اسلام۔) (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۲-۲۳)

اولیاء کی شان میں مستند روایت:- اہل ایمان کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ شدید محبت کرتے ہیں۔ ”والذین آمنوا اشد حبا لله“ (البقرہ: ۱۶۵) اس کے جواب میں اللہ ان سے محبت کرنے لگتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو تو جبرائیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر جبرائیل آسمان پر اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے، تم بھی اس سے محبت کرو۔ سو اہل آسمان بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اس کی محبت زمین پر اتاری جاتی ہے۔ (یعنی اہل زمین بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں)۔ صحیح مسلم (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۴)

صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کے جانشین:- ایک دن صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ (ماموں کا نجن ضلع فیصل آباد) کے جانشین حضرت مولانا صوفی عائش محمد صاحب حفظہ اللہ عصر کی نماز کے بعد تشریف لے آئے۔ وہ قلعہ میں تھوڑی دیر ہی ٹھہرے، پھر واپس تشریف لے گئے۔ اگرچہ یہاں ان کے قیام کا وقفہ بہت مختصر تھا، لیکن انکی سادگی، درویشی، اخلاقی بلندی اور پُر خلوص محبت آج بھی یاد آتی ہے تو آنکھیں بھگ جاتی ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۶)

سوانحی خدمت کیلئے عملی کوشش:- ہر آنے والے صالح فطرت مہمان کی طرف سے ایک ہی تقاضا ہوتا کہ مولانا رحمہ اللہ کی زندگی کے بارے میں کوئی کتاب یا ان کی سوانح عمری ہو تو ہمیں عنایت کریں، لیکن میرے پاس کچھ بھی نہ ہوتا۔ آنے والوں کا اشتیاق اور اصرار دیکھ کر ندامت کا شدید احساس ہوتا۔

حاجی محمد سعید طاہر میرے نہایت مخلص اور مہربان دوست ہیں۔ اولیائے کرام کی تاریخ اور شخصیات کے بارے میں معلومات کا مجسم انسائیکلو پیڈیا ہیں۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اور ان کے خاندان کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ جب بھی ان سے اس موضوع پر بات ہوئی انہوں نے یہی مشورہ دیا کہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے حالات زندگی از سر نو مرتب کیے جائیں جس سے موجودہ نسل یقیناً فائدہ اٹھائے گی اور اپنے اسلاف سے آگاہی حاصل کرے گی۔ محترم حاجی صاحب اور ان کے دوست چودھری صدیق احمد ایڈووکیٹ اس پر پیہم اصرار بھی کرتے رہے۔ ان کے مسلسل اسرار نے مجھ ناچیز میں ایک عملی تحریک پیدا کر دی اور میں نے جتنا مواد دست یاب ہو سکتا تھا اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ حاجی محمد سعید طاہر نے اپنے ایک مخلص دوست کتب کثیرہ کے مترجم اور بہترین مصنف مولانا محمد نذیر راہنما سے مولانا مرحوم و مغفور کے

فارسی مکتوبات کا اردو ترجمہ کروایا۔ محترم راجنہا صاحب نے اپنی ملازمت اور تصنیفی مصروفیات کے باوجود نہ صرف اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا بلکہ مفید مشورہ سے بھی نوازا۔ ان میں سے ایک مشورہ یہ بھی تھا کہ اس عظیم کتاب کی تیاری اور ترتیب کیلئے ایسی شخصیت کا انتخاب کیا جائے جو نثر تاریخ کا ماہر اور تذکرہ نگاری میں ممتاز اور باکمال ہو۔ سچی بات یہ ہے کہ اس عظیم تصنیفی کام کیلئے نہایت اہم شخصیت کا چناؤ بھی حاجی صاحب کی نگاہ بصیرت کا کمال ہے۔ ان کی نگاہ انتخاب مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ پر جا کر ٹھہر گئی۔ ہم تینوں دوست مولانا بھٹی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا سے اپنا تعارف کرایا اور مدعا بیان کیا۔ مولانا نے ہماری آمد پر نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ ہماری والہانہ طریقے سے آؤ بھگت کی اور کام کی بصدر رضا و خوشی ذمہ داری قبول کر لی۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ ایک عمیقی شخصیت، جید عالم دین، صاحب طرز ادیب اور کتب کثیرہ کے مصنف ہیں۔ ان کا غیر معمولی حافظہ ان پر اللہ رب العزت کا اضافی کرم ہے۔ زیر مطالعہ تصنیف کیلئے اگر مولانا بھٹی کا انتخاب نہ ہوتا تو یہ علمی اور تاریخی ورثہ اتنے خوب صورت اور عمدہ طریقے سے قارئین کرام تک نہ پہنچ پاتا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۶-۲۷)

صاحب کرامات بزرگ:۔ اس زمانے میں گوجرانوالہ کے متعدد لوگوں سے سنا کہ قلعہ میہاں سنگھ (قلعہ اسلام) میں ایک بہت بڑے عالم سکونت پذیر تھے، جن کا نام مولوی غلام رسول تھا وہ صاحب کرامات بزرگ تھے اور اللہ ان کی دعائیں قبول فرماتا تھا۔ استاذ مکرم مولانا محمد اسماعیل سلفی بھی بعض اوقات ان کے تقوے اور خدمات دینی کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۱)

بزرگ والد کی کرامات پر بیٹے کی شہادت:۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ مستجاب الدعوات اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ ان کی قبولیت دعا اور کرامتوں کے بے شمار واقعات مشہور ہیں جو پہلی مرتبہ ان کے بڑے بیٹے مولانا عبدالقادر نے اپنی کتاب ”سوانح حیات مولانا غلام رسول“ میں بیان کیے۔ یہ کتاب آج سے کم و بیش اسی برس قبل شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد بھی چھپی۔ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اور بہت پڑھی گئی۔ مولانا غلام رسول کے بارے میں اولیں ماخذ یہی کتاب ہے۔ میں نے اپنی کتاب فقہائے ہند (مطبوعہ ۱۹۸۹ء) میں ان کی بعض کرامتیں اسی کتاب کے حوالے سے لکھی ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۸)

کرامات پر اعتراض کرنے والے:۔ یاد رہے دنیا اللہ کے صالح بندوں سے کبھی خالی نہیں رہی۔ بعض لوگوں کو بزرگان دین کی کرامات اور قبولیت دعا کے واقعات پر اعتراض کرنے کی عادت ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ سب لوگ ہماری طرح کے بے عمل ہیں، جس طرح ہماری دعا قبول نہیں ہوتی، اسی طرح کسی کی بھی نہیں ہوتی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۹)

حصول فیض اولیاء اور بزرگوں کی تلاش:۔ مولانا مددوح ہمیشہ صالحین کی تلاش میں رہے اور انہوں نے پوری زندگی اصحاب تقویٰ کی صحبت میں بسر کی۔ وہ صالحین کون تھے؟ وہ تھے ان کے استاذ مکرم میاں سید نذیر حسین دہلوی، سید محمد امیر (کوٹھا والے) حضرت سید عبداللہ غزنوی، سید امام عبدالجبار غزنوی، مولانا محی الدین عبدالرحمن لکھوی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا رحیم بخش لاہوری رحمہم اللہ اور ان کی طرح کے دیگر حضرات گرامی۔

انہیں اصحاب تقویٰ سے ملنے اور ان سے فیض حاصل کرنے کا انتہائی شوق تھا، جہاں کسی نے کسی نیک آدمی کے بارے میں بتایا وہ اس کے پاس پہنچے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۰)

ابدال اور مجذوبوں سے ملاقاتیں:۔ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کی ملاقات ابدال سے بھی رہی اور مجذوبوں سے بھی۔ یہ بھی صالحین و اتقیاء کی جماعتیں ہیں۔ اس سلسلے کی تفصیل کا مجھے علم نہیں، اور بھی بہت لوگ اس سے آگاہ نہیں ہوں گے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس چیز کی حقیقت کا ہم علم نہیں رکھتے، اور اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ابدال بھی موجود ہیں اور مجذوب بھی۔ ان کا ذکر صلحاء و اتقیاء کے تذکروں میں آتا ہے۔ ان کی عادات و اطوار اور حرکات و سکنات کے بھی کچھ حصے مشہور ہیں جو عام لوگوں سے متعلق نوعیت کے ہیں۔ مولانا

غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کا ان سے تھوڑا یا زیادہ تعلق رہا ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۱)

**تلاش مرشد کیلئے سرگردہ:**۔ ان کے پنجابی اشعار کا تعلق اس دور سے ہے، جب وہ مروجہ تعلیم سے فارغ ہو کر ایک خاص جذبے کے تحت اصحاب تقویٰ کی تلاش میں مشغول تھے اور لوگوں کی نشاندہی پر دیوانہ وار مختلف مقامات کے چکر لگا رہے تھے۔ صوفیاء کی بولی میں کہنا چاہیے کہ وہ ایک عاشق زار کی طرح نہایت بے تابی کے عالم میں محبوب کو ڈھونڈ رہے تھے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۱)

**استاد کا شاگردوں کا احترام فرمانا:**۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ، مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے استاذ ہیں، لیکن وہ اپنے اس شاگرد کو بے حد احترام سے خطاب فرماتے ہیں اور معذرت کرتے ہیں کہ وہ سستی اور عدم فرصت کی وجہ سے انہیں خط نہیں لکھ سکے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۶)

**تصنیف حضرت والا کی کرامت کا نتیجہ:** مولانا ممدوح صاحب کرامات بزرگ تھے اور اسے بھی ان کی کرامت ہی سے تعبیر کرنا چاہیے کہ اس فقیر نے ان کے حالات میں کچھ لکھنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حالات سازگار بنا دیئے اور غیر متوقع طور پر کویت اور دہلی کے دور دراز ملکوں میں رہنے والے اہل علم نے بھی اس سلسلے میں میری مدد فرمائی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۷)

**علم تصوف اور علم طریقت:**۔ اب مولانا ابوالکلام احمد صاحب دہلوی کا خط پڑھیے جو انہوں نے دہلی سے مولانا عارف جاوید محمدی کو لکھا اور پھر وہ خط انہوں نے کویت سے مجھے بھیجا۔

مولانا ابوالکلام احمد نے خط میں اہلحدیث کے علم تصوف اور علم طریقت کا جس انداز میں ذکر فرمایا ہے، وہ بالکل صحیح ہے۔ اس بات میں مولانا کے جذبات قابل قدر ہیں۔ انہیں اس موضوع پر کھل کر لکھنا چاہیے اور اہلحدیث علمائے دین کی کرامات اور ان کی قبولیت دعا کے واقعات کی تفصیل بیان کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں بہت عرصہ ہوا مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم و مغفور نے کچھ کام کیا تھا اور بڑی عمدگی سے بعض اہل حدیث علمائے کرام کی کرامتوں کا تذکرہ فرمایا تھا۔

اصحاب کرامات علمائے اہلحدیث کی اس فہرست میں انہوں نے حضرت سید عبداللہ غزنوی، مولانا غلام رسول قلعوی اور حضرت قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی درج فرمائے ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۸-۴۹)

**علم تصوف سے نا آشنا حقیقت کیا جانیں!!!:** بہر حال ذیل میں مولانا ابوالکلام احمد دہلوی کا مکتوب گرامی پڑھیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

المركز الاسلامی۔۔۔۔۔ ابو الفضل انکلیو، جامعہ نگر۔۔۔۔۔ نیو دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵ (ہند)

ٹیلی فون: 11911126953003۔۔۔۔۔ التاريخ: 14-1-1431 (1-1-2010)

ذوالحجہ والکرم الشیخ عارف جاوید محمدی صاحب حفظہ اللہ وتولاه

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مولانا عبداللہ معروف بہ غلام رسول (قلعہ میہاں سنگھ والا) رحمہ اللہ کے خطوط اور نظموں کا ترجمہ مع تصحیح مکمل ہے۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ علیہ کا ایک شعر جو اصل میں غلط چھپا ہوا ہے، اس کی تصحیح و ترجمہ بعد میں ان شاء اللہ ارسال خدمت کروں گا۔

متن چوں کہ خط شکستہ کے انداز کا ہے، نیز اس میں کافی غلطیاں تھیں، اس لیے پورے مجموعے کو خود اپنے خط میں لکھ کر منقح کر دیا ہے۔ بعض حرص محمود ہے اور بعض مذموم، اور علم کی حرص پر رشک کرنا بجا ہے، حدیث میں تو ”حسد“ کا لفظ آیا ہے، لیکن اس کے معنی رشک کے ہیں۔ آپ کی حرص علمی کو دیکھتے ہوئے اپنے خط کو اصل آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں، عکسی کاپی اپنے پاس رکھ لی ہے۔ سلفیوں کی بابت دشمنوں کی اڑائی ہوئی ہوئی ہے کہ انہیں علم باطنی میسر نہیں، وہ اہل ظاہر ہیں، طریقت نہیں جانتے، صرف شریعت سے واقف ہیں۔ واشگافانہ کہیں تو ان

کے نزدیک یہ لوگ تصوف سے نابلد ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ ان خطوط کو شائع کر دوں اور اس پر ایک مبسوط مقدمہ لکھوں تاکہ دنیا باخبر ہو جائے کہ اہل حدیث کے یہاں علم طریقت و تصوف ہے، مگر وہ جو مبنی بر کتاب و سنت ہے۔ اور اہل حدیث کو مطعون کرنے والوں کو بتایا جائے کہ

لذت بادہ ناصح کیا جانے  
ہائے کم بخت تو نے پی ہی نہیں

ہمارے علم طریقت کی چاشنی، کتاب و سنت کے مخلوط سے وجود میں آئی ہے، اوروں کے یہاں انحراف ہے اور زلیخ و ضلالت، ہداهم

اللہ للصراط المستقیم۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۵۰)

**شیخ الکل کا مثالی ادب:**۔ یہاں حضرت میاں صاحب کا اپنے قلم سے لکھا ہوا خط بھی دیا جا رہا ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی.....! کچھ بتا نہیں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے کتنے خطوط ہوں گے جو انہوں نے مختلف لوگوں کے نام لکھے اور ضائع ہو گئے۔ ذیل میں حضرت میاں صاحب کا خط ملاحظہ ہو۔ اس کے بعض الفاظ کا پڑھنا مشکل ہے، تاہم بہ طور تبرک یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

اب اس مکتوب گرامی کا ترجمہ پڑھیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کے بعد۔

عاجز محمد نذیر حسین کی جانب سے حسنات و کمالات کے جامع مولوی عبداللہ عرف مولوی غلام رسول کی خدمت میں۔ اللہ ان کے فضائل

اور اعمال فاضلہ کے ساتھ انہیں سلامت رکھے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد۔ آپ کے خاطر مجموعہ فیض پر واضح ہو کہ میرا حال یہ خط لکھنے تک بخیر ہے۔ اس محترم کی خبر و خیریت کیلئے دعا گو ہوں۔ عنایت نامہ جو عافیت کی بشارت دے رہا ہے، موصول ہوا، جو میرے بچھے ہوئے دل کو روشن کرنے والا اور رقیق آنکھوں کیلئے سرمہ ثابت ہوا۔ مجھ سے آپ کا جو شکوہ اور گلہ بیانی ہے، اس سے جدائی کی آگ میں جلتا ہوا دل دریائے ندامت میں ڈوب گیا۔ خیال ہوا کہ اپنے کوائف کی اطلاع اور آنحضرت کے مبارک مزاج کی صحت، دل پارہ پارہ کیلئے ضروری ہے بعض بدنی عوارض اور قلت فرصت کی وجہ سے کوتاہ دست ہو جاتا ہوں۔ معاف فرمائیں کہ عذر شرفاء کے یہاں مقبول ہوتا ہے۔ بے حد سستی جو مجھ میں پائی جاتی ہے، اس سے اپنے دوست و احباب سے بڑی شرمندگی ہوتی ہے۔

امید کہ دعائے خیر میں نہ بھولیں گے اور طلبہ کو حدیث کا درس ہمیشہ دیتے رہیں گے۔ اللہ آپ کو اخلاص عطا فرمائے اور آپ پر بھرپور انعام کرے اور اللہ آپ کا ناصر ہو۔ حالات سے وقتاً فوقتاً خاص کر اپنے احوال و اشغال سے مسرور و مسرور فرما رہے ہیں۔ اور ہاں مجالس الابرار اور شرح موطا کو (اپنے لیے) کافی بہتر پائیں گے۔

والسلام مع الاکرام مع خیر ختام۔۔۔ مہر۔۔۔ سید محمد نذیر حسین (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۵۱-۵۲)

**ہر مسلک کا احترام:**۔ میں ہر مسلک کے علمائے کرام کا احترام کرتا ہوں، میں نے مختلف مسالک کے ہزاروں علمائے کرام کے حالات لکھے ہیں۔ اس فقیر پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص احسان ہے کہ برصغیر کے جتنے علمائے کرام کا تذکرہ اردو زبان میں میں نے کیا ہے اور کسی نے نہیں کیا۔ میں حضرات علماء کی نفسیات کو بھی خوب جانتا ہوں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۵۸)

**فروعی مسائل میں میانہ روی:**۔ حافظ محمد سعید طاہر کی خدمت میں یہ گزارش کرنے کو بھی جی چاہتا ہے کہ علمائے کرام کسی فقہی مسئلے میں جھگڑیں یا نہ جھگڑیں، یہ ان کی صواب دید یا تحقیق پر موقوف ہے۔ لیکن ہم دونوں فیصلہ کر لیں کہ ہم آپس میں ہرگز نہیں جھگڑیں گے۔ کوئی بیس تراویح پڑھے، چالیس پڑھے، ساری رات پڑھتا رہے، آٹھ پڑھے۔ ہمارے نزدیک سب ٹھیک ہے۔ کوئی شخص تراویح نہ پڑھنا چاہے تو نہ



پڑھے۔ فرض اور سنتیں اور وتر پڑھے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۵۸-۵۹)

**باپ کی ولایت کے بیٹوں میں اثرات:**۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تو اپنے دور کے ولی اللہ اور صاحب کرامات بزرگ تھے ہی، واقعہ یہ ہے کہ ان کی آل اولاد میں بھی صالحیت کے آثار موجود ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے۔ سخاوت، مروت، رحم دلی، ایثار، اللہ کا خوف، عبادت کا ذوق، بڑے کا احترام، چھوٹے پر شفقت، نرم خوئی ایسے بہت سے اوصاف اس خانوادے کے افراد میں اب بھی پائے جاتے ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۵۹)

**خدمت کا جذبہ:** مولانا محمد اشرف کے چھوٹے بھائی مولوی عبدالرحمن مسجد میں نماز پڑھنے آتے تو غسل خانوں میں اکثر غلاظت ہوتی تو پانی کی بالٹیاں بھر کر اسے صاف کرتے، پھر وضو کر کے نماز پڑھتے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۶۲)

**چوہوں کا احترام ولی میں کھیت خالی کر جانا:**۔ اب ایک واقعہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے صاحب زادے مولانا عبدالعزیز کے متعلق سنیے جو پروفیسر محمد صدیق مان اپنے والد مکرم چودھری عبداللہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ چودھری صاحب ممدوح فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہمارے کماد کے کھیت میں بے شمار چوہے آگئے اور کماد کی فصل برباد ہونے لگی۔ میں نے مولوی عبدالعزیز کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا تم جاؤ اور چوہوں کے بلوں کی مٹی لے کر کھیت کے تین کونوں میں بکھیر دو۔ چوتھا کونا خالی رہنے دینا۔ میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد مولانا عبدالعزیز وہاں پہنچ گئے اور کھیت کے خالی کونے میں کھڑے ہو گئے۔ چودھری عبداللہ کہتے ہیں کہ مولانا نے مجھے بھی اپنے ساتھ کھڑا کر لیا۔ آواز دی: چوہو! یہ کماد انسانوں کی خوراک ہے، تمہاری نہیں۔ لہذا اتمام چوہے جلد از جلد کھیت سے باہر نکل جائیں۔ دوبارہ یہاں نہ آئیں۔

چودھری عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا آواز سنتے ہی چوہوں کی قطاریں ہمارے پاؤں کے پاس سے گزر رہی تھیں۔ ان کے بچے ان کے مونہوں میں تھے۔ میری آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے اور خوشی سے ہنسی بھی آرہی تھی۔

اس طرح کے بہت سے واقعات و کرامات مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اور ان کے بعض اخلاف کے بارے میں مشہور ہیں جو اس کتاب میں خوانندگان محترم کے مطالعے میں آئیں گے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۶۲-۶۳)

**مولانا اسلم حفظہ اللہ کی بزرگوں سے عقیدت:**۔ بزرگان دین کے متعلق واقعات سے میں ابتداءً عمر ہی سے دلچسپی رکھتا ہوں۔ بے حد شوق سے ان کے واقعات سنتا بھی ہوں، پڑھتا بھی ہوں اور لکھتا بھی ہوں۔ جن حضرات سے ان کے مراسم رہے اور وہ ان کی ادائے صالحیت سے متاثر ہوئے، ان سے بھی مجھے قلبی لگاؤ ہے۔ اس سے قبل میں نے صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے حالات بھی بڑی دلچسپی سے لکھے ہیں، جو ”تذکرہ صوفی محمد عبداللہ“ کے نام سے مکتبہ سلفیہ لاہور نے شائع کیے۔ میرے نزدیک حضرت علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کے واقعات حیات بھی نہایت سبق آموز ہیں جو اس فقیر نے تحریر کیے اور مکتبہ سلفیہ کی طرف سے شائع ہوئے۔ اب ”تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ“ بھی نہایت محنت اور انتہائی شوق سے لکھا ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۶۳-۶۴)

### خاندانی پس منظر

مولانا غلام رسول قلعوی کا نسب نامہ جو ان کے صاحب زادہ گرامی مولانا عبدالقادر نے تحریر فرمایا ہے، یہ ہے: غلام رسول بن مولوی رحیم بخش بن حافظ نظام الدین خادم بن حافظ بہاؤ الدین بن حافظ محمد اکرم بن حافظ عصمت اللہ بن حافظ عبداللہ بن شیخ سکندر بن نور محمد بن پیر محمد۔ اس نسب نامے میں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے لے کر حافظ عبداللہ رحمہ اللہ تک سات بزرگوں کے ناموں کے آغاز میں بڑے بڑے القاب لکھے گئے ہیں، مثلاً فاضل، العالم، اکمل، ولی اللہ، اہل اللہ، ائمہ، وغیرہ۔ ان بزرگان عالی قدر کے حالات تو نہیں ملتے لیکن قرآن سے پتا چلتا ہے کہ فی الواقع یہ القاب ان پر صادق آئے ہیں۔ رحمہم اللہ۔

مولانا عبدالقادر تحریر فرماتے ہیں: یہ نسب نامہ میں نے اپنے بزرگوں کی قلمی کتب سے نقل کیا ہے۔ سلسلہ نسب قطب شاہ تک پہنچتا ہے۔ ہمارے جدِ اعلیٰ جن کا نام سکندر تھا، موضع سکندر پور ضلع گجرات (پنجاب) میں رہتے تھے۔ موضع سکندر پور کے واحد مالک تھے۔ انہی کے نام سے گاؤں کا نام مشہور ہو گیا تھا۔ پیشے کے اعتبار سے زمیندار تھے اور ذات کے اعوان تھے۔ (سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص: ۱۶-۱۷ بحوالہ تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۶۶-۶۷)

**حافظ نظام الدین رحمہ اللہ کا روحانی تعلق:** مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے دادا کا اسم گرامی حافظ نظام الدین تھا رحمہ اللہ۔ وہ فارسی کے شاعر تھے اور خادمِ تخلص کرتے تھے۔ محمد زبیر اعوان نے اپنے ایک مضمون میں ان کی تاریخ ولادت ۱۱۷۶ھ (۱۷۶۲ء) تحریر کی ہے اور مقام ولادت ضلع گوجرانوالہ کا گاؤں ”بھومہ باٹھ“ لکھا ہے۔ نیز بتایا ہے کہ وہ اپنے علاقے کے مشہور عالم دین، ادیب و انشاء پرداز، قادر الکلام شاعر اور علم الرویا کے ماہر تھے۔ ان کا روحانی تعلق ایک بزرگ کا شاہ رحمہ اللہ سے تھا جو ضلع سیالکوٹ کے موضع ”گڈگوڑ“ کے رہنے والے تھے۔ حافظ نظام الدین خادمِ رحمہ اللہ کو اسہال کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا۔ وہ کچھ دن اس مرض میں مبتلا رہے۔ پھر اسی مرض سے ۱۲۳۹ھ (۱۸۲۳ء) کو نماز پڑھتے ہوئے حالتِ رکوع میں وفات پا گئے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۶۸-۷۰)

**اشعار لکھ کر دستار میں محفوظ رکھنا:** وفات کے بعد ان کی دستار سے حسب ذیل فارسی اشعار نکلے جو انہوں نے زندگی کے آخری دور میں لکھے اور دستار میں رکھ لیے۔ ان اشعار سے صاف پتا چلتا ہے کہ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ یہ ان کی زندگی کے آخری دن ہیں اور وہ اسی بیماری کی حالت میں سفرِ آخرت پر روانہ ہو جائیں گے۔

پادر رکاب ہم چو صبا ایستادہ فارسی  
اینک بکوچ بال عزیمت کشادہ ایم  
ازما کہ ہم چو حلقہ برون اوفتادہ ایم  
ما الفراق خواندہ بہ رفتن آمادہ ایم  
سوئے وطن گہی کہ ازاں بوم زادہ ایم  
ما عمر خویش بیہودہ برباد دادہ ایم  
فارغ کنوں ز فکر کم دہم زیادہ ایم  
ما خود قدم بوادئ اقدس نہادہ ایم  
من بعد تن زینم مطیع ارادہ ایم

یاراں وداع ماست سلامی و خیرباد  
پرواز می کنیم چو بلبل ازیں چمن  
یاد آورید حلقہ چو سازید انجمن  
نوبت زما گزشت کنوں نوبت شماست  
برداشتیم خاطر ایس کارواں سرا  
دارید ہوش دم بتغافل میادرید  
عمر عزیز برسر سود و زیاں گزشت  
بگذاشتیم ایس غزل آخرین نشان  
شاہد شوید جملہ بہ اقرار و صدق من

ان اشعار میں شاعر نے دردناک انداز میں دنیا سے اپنے رخصت ہونے کا اعلان کیا ہے اور اپنے دوستوں اور عزیزوں کو آخری سلام کیا اور خیر باد کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم اسی طرح یہاں سے پرواز کر رہے ہیں جیسے باغ سے بلبل پرواز کر جاتا ہے۔ دنیائے فانی سے ہمارا معاملہ ختم ہوا، اب یہاں رہنے کی تمہاری باری ہے۔ یہ دنیا کاروانِ سرا ہے، جسے چھوڑ کر ہم وطن کو جا رہے ہیں۔ لوگو! تم یہاں ہوش سے رہو، ہم نے تو اپنی عمر بے ہودہ کاموں میں گزاری۔ ہماری آخری نشانی یہ چند اشعار ہیں جو ہم نے یہاں چھوڑے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۷۰-۷۱)

**ولادت سے قبل بزرگوں کی بشارات:** کوٹ بھوانی داس سے تین کوس (موجودہ حساب سے پانچ کلومیٹر) کی مسافت پر ایک گاؤں ”پیرکوٹ“ تھا۔ وہاں ایک شخص میاں محمد یوسف رحمہ اللہ فرکوش تھے جو اس علاقے کے نیک اطوار بزرگ تھے۔ نجاری ان کا پیشہ تھا۔ وہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے والد مولوی رحیم بخش کے دوست تھے اور دونوں حقیقی بھائیوں کی طرح رہتے تھے۔ ایک دن چھوڑ کر اگلے دن وہ

مولوی رحیم بخش رحمہ اللہ کے پاس کوٹ بھوانی داس آیا کرتے تھے۔ دونوں کی گفتگو ہمیشہ علم و عمل اور خیر و صالحیت کے دائرے میں رہتی تھی۔ ایک روز میاں محمد یوسف رحمہ اللہ نے مولوی رحیم بخش رحمہ اللہ کی پشت پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ ایک بیٹا عطا فرمائے گا جو نہایت صالح اور پرہیزگار ہوگا۔ اس کی تبلیغ دین اور صالحیت سے متاثر ہو کر کثیر تعداد میں لوگ اسلام کی صراطِ مستقیم پر گامزن ہوں گے۔ اس کا نام غلام رسول رکھنا۔ وہ صحیح معنوں میں غلامِ رسول یعنی اطاعتِ رسول (ﷺ) کا دم بھرنے والا اور تبعِ کتاب و سنت ہوگا۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۶۷)

**والدہ کو خواب میں بشارت:** اسی اثنا میں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی والدہ نے خواب دیکھا کہ ان کی گود میں چودھویں رات کا چاند آگرا ہے اور اس کی روشنی مشرق سے مغرب تک چلی گئی ہے۔ یہ چاند ان کی گود میں مسلسل بڑھتا جا رہا ہے اور اس کی روشنی چار سو پھیل رہی ہے۔ بعض لوگوں سے اس کی تعبیر پوچھی گئی تو بتایا گیا کہ اس خاتون کے لطن سے ایسا عالی بخت بیٹا پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر کتاب و سنت کی تبلیغ کرے گا اور اس کی تبلیغ سے لوگ مستفیض ہوں گے اور شریعتِ مطہرہ کا نور پھیلے گا..... پھر لوگوں نے دیکھا کہ ایسا ہی ہوا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۶۷-۷۷)

**عالم طفولیت کی کرامات:** مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے بارے میں ان کے تذکرہ نگار بیٹے مولانا عبدالقادر لکھتے ہیں کہ انہوں نے بچپن میں والدہ ماجدہ کی گود میں کبھی پیشاب نہیں کیا۔ والدہ نماز کے اوقات میں بھی بچے کو چار پائی پر لٹا دیتیں اور خود نماز پڑھنے لگتیں، وہ آرام سے لیٹے رہتے، والدہ کے دوران نماز میں کبھی نہیں روئے۔ تہجد کی نماز بھی آرام سے پڑھ لیتیں اور بچہ چپ چاپ لیٹا رہتا۔ ان کے والد مولوی رحیم بخش رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا بچہ اتنا خاموش طبع ہے کہ رونا جانتا ہی نہیں۔ رمضان المبارک میں صبح سے شام تک نہ دودھ پیتے نہ پانی، ان کی اس خصوصیت کی بنا پر لوگوں میں مشہور تھا کہ میاں رحیم بخش رحمہ اللہ کا شیر خوار بچہ روزے رکھتا ہے۔ اس روزے دار بچے کو لوگ ان کے گھر دیکھنے کیلئے آیا کرتے تھے۔ (سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص: ۲۷)، (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۷۷-۷۸)

**متقی بچہ کی لوگوں میں عقیدت:** غلام رسول کے ساتھ کھیلنے والے بچوں میں سے کوئی بچہ شرارت کرتا یا کسی کو پریشان کرتا اور برا بھلا کہتا تو وہ اسے روکتے اور سمجھاتے کہ اس طرح کی حرکتیں کرنا بری بات ہے، اسلام میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

ظاہر ہے اس وقت انہوں نے نہ کوئی تعلیم حاصل کی تھی اور نہ تعلیم حاصل کرنے کی عمر تھی۔ نہ اہل علم کی مجلسوں میں بیٹھے تھے، نہ اس طرح کا شعور تھا۔ کسی قسم کے وعظ و نصیحت سے بھی انہیں کوئی تعلق نہ تھا، لیکن ان کے اندر ایک فطری جذبہ تھا اور ضمیر کی ایک خوش گوار صدا اور معصوم سی تمنا تھی جو غیر شعوری طور پر ان کے دل کی گہرائیوں سے اٹھتی اور اپنے ساتھی بچوں کے کانوں تک پہنچتی اور انہیں متاثر کرتی تھی۔ اس تاثر کی وجہ سے لوگ انہیں ”متقی بچہ“ کہنے لگے۔ ان کے گاؤں کے ہندوؤں میں مشہور تھا کہ مولوی رحیم بخش کا یہ بچہ ولی اللہ ہے۔ گاؤں کے عام لوگوں کو ان سے اتنی عقیدت ہو گئی تھی کہ کوئی بیمار ہو جاتا تو وہ ان سے پانی دم کرا کے مریض پر چھڑکتے یا اسے پلاتے تو اللہ سے صحت عطا فرمادیتا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۷۸)

**گمشدہ گدھے کی صحیح اطلاع دینا:** (کرامت): ان کے بچپن کا ایک واقعہ سنیے جو نہایت عجیب و غریب ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دن ایک کبھار نے ان سے کہا: متقی صاحب! میرا گدھا گم ہو گیا ہے، میں نے بہت تلاش کیا، لیکن ملا نہیں، میں سخت پریشان ہوں۔

کہا: گدھا آپ کے گھر میں ہے۔ اس نے کہا: میرے گھر میں نہیں ہے، گم ہو گیا ہے۔ انہوں نے جب زور دے کر کہا کہ گھر میں ہے تو وہ یہ دکھانے کیلئے کہ گھر میں نہیں ہے، انہیں پکڑ کر اپنے گھر لے گیا۔ دیکھا تو گدھا گھر میں کھڑا تھا۔ مطلب یہ کہ بچپن ہی میں ان پر آثار بزرگی ظاہر ہونے لگے تھے اور ان کے اندر علاماتِ کراماتِ کروٹ لینے لگی تھیں۔

بہر حال یہ خاندان متقی خاندان تھا، اس خاندان کے بچے بھی صالحیت کے اوصاف سے متصف تھے۔ اب بھی اس خاندان کے افراد میں حلم، رواداری، سخاوت، خدا ترسی اور نرم دلی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۷۹)

**کندھنی کا خواب میں نبی علاج:** مولانا غلام رسول رحمہ اللہ پانچ سال کے ہوئے تو انہیں قرآن مجید پڑھنے کیلئے مسجد میں ایک

استاد کی خدمت میں لایا گیا۔ لیکن پڑھنے میں نہایت کمزور تھے۔ نہ یادداشت نہ حافظہ۔ بڑی مشکل سے قرآن مجید پڑھا۔ والد اور گھر کے تمام افراد پریشان و فکر مند، جو کچھ سوچا تھا وہ ظہور میں نہیں آ رہا تھا۔ چند سال اسی طرح گزر گئے۔ پڑھنے لکھنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ اتنا نیک اور شریف طبع بچہ، بالکل غبی، والدین کیلئے ذہنی اعتبار سے یہ نہایت تکلیف رساں معاملہ تھا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۸۰)

پنجاب میں اس وقت سکھوں کا راج تھا اور راجا رنجیت سنگھ تخت حکومت پر متمکن تھا، جس کی حکمرانی کا دورانیسویں صدی کے آغاز سے لے کر ۱۸۳۹ء تک چلتا ہے۔ اس غبی اور کمزور ذہن بچے نے خواب میں دیکھا کہ وہ راجا رنجیت سنگھ کے طویلے میں اذان دے رہا ہے اور اس کی اذان سن کر بہت بڑی تعداد میں دور دور سے لوگ اس کی طرف آ رہے ہیں۔ یہ خواب اس بچے نے اپنے جد امجد حافظ نظام الدین خادم رحمہ اللہ کو سنایا تو انہوں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ تم آگے چل کر اسلام کے اتنے بڑے مبلغ بنو گے کہ بہت سے لوگ تمہاری تبلیغ سے اثر پذیر ہو کر تمہارے ہاتھ پر دائرہ اسلام میں داخل ہوں گے۔

یہ ایک خواب تھا جو عالم طفولیت میں مولانا غلام رسول نے دیکھا اور یہ اس کی تعبیر تھی جو ان کے دادا حافظ نظام الدین خادم رحمہ اللہ نے اپنے ہونہار پوتے کو بتائی۔ آگے چل کر یہ تعبیر بالکل صحیح ثابت ہوئی اور ایک دنیائے ان سے حصول فیض کیا، جس کی تفصیل کتاب کے آئندہ اوراق میں ہمارے علم میں آئے گی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۸۰-۸۱)

**دادا کی خدمت اور ان کی دعا:**۔ اس واقعہ سے چند روز بعد حافظ نظام الدین رحمہ اللہ کو اسہال کا مرض لاحق ہو گیا، جس نے طوالت اختیار کر لی۔ اب غلام رسول رحمہ اللہ ان کی خدمت میں رہنے لگے۔ بیماری کی وجہ سے حافظ صاحب نہ رات کو سو سکتے تھے، نہ دن کو، غلام رسول رحمہ اللہ بھی ان کے ساتھ جاگتے اور ان کی غلاظت صاف کرتے۔ ایک دن سحری کے وقت انہوں نے دیکھا کہ بچہ جاگ رہا ہے اور ہاتھوں سے ان کی غلاظت صاف کر رہا ہے۔ انہوں نے تعجب سے فرمایا: غلام رسول تم جاگ رہے ہو اور غلاظت صاف کرتے ہو، ایک وقت آئے گا کہ اسی طرح لوگ تمہاری خدمت کریں گے، تمہیں لوگوں میں مقبولیت حاصل ہوگی اور تمہاری تبلیغ اسلام سے لوگوں کے دلوں کی غلاظت اور گندگی ختم ہوگی۔

مولانا غلام رسول کے سوا ننگار لکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنے عقیدت مندوں کو یہ واقعہ سناتے اور فرماتے کہ مجھے اپنے دادا صاحب ہی سے فیض حاصل ہوا ہے اور میں جو کچھ ہوں، یہ ان کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۸۱-۸۲)

**توجہ ولی اور کند ذہنی کا علاج:**۔ جس دن حافظ نظام الدین رحمہ اللہ نے اپنے پوتے غلام رسول سے فرمایا کہ جس طرح تم میری خدمت کرتے ہو، اسی طرح لوگ تمہاری خدمت کریں گے، اس سے دوسرے دن حافظ صاحب کے ایک دوست کا کاشا کوٹ بھوانی داس تشریف لائے، ان صاحب سے ملے اور ان سے گفتگو کی۔

کا کاشا صاحب ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں موضع گڈ گوڑ کے رہنے والے تھے۔ نہایت پرہیزگار بزرگ تھے۔ حافظ صاحب نے ان سے فرمایا کہ میرا اب آخری وقت ہے۔ غلام رسول میں صابحت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ میں نے اس کیلئے حصول فیض کی دعائیں کی ہیں۔ اس کی پرورش اور حفاظت کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن آپ اس کا خیال رکھیں۔ یہ لڑکا ضائع نہ ہو جائے۔

دوسرے روز شاہ صاحب فی امان اللہ کہہ کر اپنے گاؤں گڈ گوڑ چلے گئے اور اس سے اگلے دن حافظ نظام الدین کا انتقال ہو گیا۔ کچھ روز بعد شاہ صاحب دوبارہ کوٹ بھوانی داس آئے اور غلام رسول رحمہ اللہ کو پڑھنے کیلئے چند الفاظ بتائے۔ دوسرے دن انہوں نے ان سے وہ الفاظ پوچھے تو جواب دیا کہ جو الفاظ آپ نے بتائے تھے، میں وہ الفاظ بھول گیا ہوں۔ شاہ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اتنی جلد بھول گئے۔ حافظ ندارد..... کہا تم میرے دوست کے پوتے ہو۔ تمہارے متعلق انہوں نے مجھے خاص طور پر وصیت کی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے غلام رسول کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: برخوردار! کہو: ”اللہم بارک لی فی علمی و عملی رب زدنی علماً“

”اے اللہ! میرے علم اور عمل میں برکت فرما اور میرے علم میں اضافہ فرما“۔ مولانا غلام رسول کی عمر اس وقت تقریباً بارہ برس کی تھی۔ یہ

الفاظ پڑھنے کے بعد ان کا ذہن کھل گیا۔ وہ جو کچھ پڑھتے فوراً حافظے کی لوح پر نقش اور زبان پر جاری ہو جاتا۔ ان کے سوا کونسا لکھتے ہیں:

”مولانا غلام رسول فرمایا کرتے تھے کہ جس دن شاہ صاحب نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا کہ مجھے یہ دعا پڑھا تھی، اس دن سے اگر میں نے سوئے کی کتاب کا مطالعہ کیا تو وہ پوری کتاب مجھے یاد نہیں رہی تو اس کا مطلب میرے ذہن میں محفوظ ہو گیا۔“ (سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص: ۳۲)

شاہ صاحب نے رخصت ہوتے وقت ان سے کہا کہ جب میں تمہیں بلاؤں، مجھے ضرور ملنا۔ جس طرح ہو سکے درسی کتابیں پڑھ لو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے گا۔ وہی سب کا حافظ و ناصر ہے۔ یاد خدا میں مشغول رہو۔ یہ کہہ کر دعا کی اور چلے گئے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۸۲-۸۳)

**روزانہ تہجد میں 36 مرتبہ بیسین پڑھنے کا حکم:** اپنے دادا حافظ نظام الدین خادم رحمہ اللہ کی وفات کے چند روز بعد مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تحصیل علم کیلئے لاہور آئے۔ یہاں کی لال مسجد (اندرون بھائی گیٹ) میں اس عہد کے ایک عالم مولانا غلام محی الدین گوی کا سلسلہ درس جاری تھا، اس میں شامل ہو گئے۔ دو ماہ کے بعد استاذ محترم سے اجازت لے کر شاہ صاحب کی خدمت میں گدگوڑ گئے۔ وہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور نصیحت فرمائی کہ چھتیس مرتبہ روزانہ نماز تہجد میں سورہ یس پڑھا کرو۔ اس کے علاوہ بہ کثرت درود شریف اور چند وظائف پڑھنے کی تاکید فرمائی۔ نیز ارشاد فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اسی طرح کرو جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کرتے تھے۔ اصل صوفی اور شیخ وہ ہے، جس کے افعال و اعمال فرامین پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مطابق ہوں۔ ایسے ہی لوگ کامل اور لائق بیعت ہوتے ہیں۔ جو لوگ ان اوصاف سے محروم ہیں، ان سے کنارہ کش رہو۔ شاہ صاحب نے انہیں اس قسم کی اور بھی نصیحتیں کیں۔

شاہ صاحب کی ان نصائح سے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نہایت متاثر ہوئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ باتیں سن کر ان کے سامنے حقیقت واضح ہو گئی اور انہیں پتا چل گیا کہ نیکی کیا ہے اور برائی کیا ہے۔ پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب ان سے کوئی خلاف سنت کام ہونے لگتا تو انہیں ایسے محسوس ہوتا کہ اس کے ارتکاب سے انہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے انہیں اس درجہ محبت پیدا ہو گئی اور دل میں ایسا انقلاب آیا کہ بے شک انہیں مار دیا جائے، ان کے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور انہیں آگ میں پھینک دیا جائے، وہ ہر حال میں اتباع سنت پر کار بند رہیں گے اور ہر صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا رشتہ محبت قائم رکھیں گے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۸۳-۸۵)

**دوران درس یاد بزرگ سے بے تابی:** مولانا واپس لاہور آئے تو مولانا غلام محی الدین گوی رحمہ اللہ لاہور کی سکونت ترک کر کے اپنے اصل مسکن بگہ چلے گئے تھے اور ان کی جگہ ایک اور استاذ ان کی مسند درس پر فائز ہو گئے تھے۔ وہ مدرس اور عالم تو بے شک اچھے تھے لیکن ان کی عملی حالت کمزور تھی۔ مولانا غلام رسول کچھ عرصہ ان کے حلقہ درس میں رہے اور اس اثناء میں ان سے علم نحو کی دو کتابیں پڑھیں۔ ایک ہدایت الخو، دوسری کافیہ۔

کچھ مدت کے بعد مولانا نے اپنے استاذ سے شاہ صاحب مدوح کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے اجازت طلب کی، لیکن انہوں نے اجازت نہیں دی۔ چند روز کے بعد پھر اجازت مانگی، اب بھی اجازت نہیں ملی۔ تیسری دفعہ پھر درخواست کی، لیکن منظور نہیں کی گئی۔ اب انہوں نے فیصلہ کیا کہ یہاں سے چلے جانا چاہیے چنانچہ کتابیں اٹھائیں اور شاہ صاحب کی خدمت میں حاضری کیلئے چل پڑے۔ ان کے گاؤں پہنچے تو معلوم ہوا کہ شاہ صاحب وفات پا گئے ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۸۵-۸۶)

**والد محترم کی حالت سجدہ میں رحلت:** مولانا غلام رسول گاؤں پہنچے تو ان کے والد محترم مولوی رحیم بخش رحمہ اللہ بیٹے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ فرمایا اچھا ہوا تم آگئے اور مجھ سے ملاقات ہو گئی۔ وہ بیٹے کی دین داری اور شوق حصول علم سے بڑے مطمئن تھے۔ مولانا کی آمد کے دوسرے دن وہ جماعت کے ساتھ نماز عصر پڑھ رہے تھے کہ چوتھی رکعت کے سجدے میں رحلت فرما گئے۔

ظاہر ہے یہ اچانک موت تھی اور بہت بڑا حادثہ تھا۔ لیکن اللہ کو یہی منظور تھا، صبر شکر کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ ان کی وفات چوں کہ حالت سجدہ

میں ہوئی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے یقیناً ان کی مغفرت فرمادی ہوگی۔ والد کے کفن و دفن کے بعد وہ بگہ تشریف لے گئے اور وہاں مولانا غلام محی الدین بگوی کے برادرِ صغیر مولانا احمد الدین بگوی کے حلقہٴ درس میں شامل ہو گئے۔ پھر باقی ماندہ تمام مرحلہ درسی کتابیں انہیں سے پڑھیں۔ مولانا غلام محی الدین بگوی اور مولانا احمد الدین بگوی رحمہما اللہ دونوں بھائی اپنے عہد کے مشہور مدرس اور عالم تھے۔ ان سے بے شمار شائقینِ علوم دینیہ نے استفادہ کیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۸۶-۸۷)

### اساتذہ کرام

مولانا حافظ غلام محی الدین بگوی رحمہ اللہ پنجاب کے جس خاندان سے تعلق رکھتے تھے، وہ کئی پشتوں سے مرجعِ خلائق تھا اور اس کے اکثر افراد علم و عمل اور زہد و تقویٰ کی دولت سے بہرہ ور تھے۔ مولانا محمود کے والد کا نام حافظ نور حیات، دادا کا حافظ محمد شفا اور پردادا کا اسم گرامی نور محمد تھا۔ ان کا سلسلہٴ نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

حافظ غلام محی الدین رحمہ اللہ کے اسلاف میں ایک بزرگ عبدالرحمن بن صالح تھے جو آٹھویں صدی ہجری میں واردِ پنجاب ہوئے۔ حافظ نور محمد کے جانشین حافظ محمد شفا ہوئے۔ انہوں نے ۱۲۲۰ھ (۶-۱۸۰۵ء) میں وفات پائی۔ حافظ غلام محی الدین انہی حافظ محمد شفا کے پوتے تھے۔ والد کا نام حافظ نور حیات تھا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۸۸-۸۹)

**ایک غیبی بزرگ کی پیشگوئی:** حافظ غلام محی الدین بگوی رحمہ اللہ اپنے علاقے اور عہد کے ممتاز عالم تھے۔ تفسیر و حدیث، فقہ و کلام، اصول و معانی اور دیگر علوم متداولہ میں درک رکھتے تھے۔ زہد و اتقا کی دولت سے بھی بارگاہِ الہی سے انہیں خاص حصہ ملا تھا۔

حافظ غلام محی الدین محرم ۱۲۱۰ھ (اگست ۱۷۹۵ء) کو اپنے آبائی گاؤں بگہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے بارے میں ایک عجیب واقعہ منقول ہے جو ان کے بالکل ابتدائی ایام سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے راوی ان کے والد ماجد حافظ نور حیات ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات وہ نماز تہجد کیلئے اٹھے تو ازراہِ محبت اپنے بچے غلام محی الدین کو گود میں اٹھا کر ساتھ لے گئے اور دریائے جہلم کے کنارے پہنچے۔ کپڑا بچھا کر بچے کو لٹا دیا اور خود وضو کر کے نوافل پڑھنے لگے۔ اندھیری رات تھی اور بچہ قدرے فاصلے پر تھا۔ کچھ دیر بعد انہیں خیال گزرا کہ ایسا نہ ہو کوئی درندہ آجائے اور بچے کو اذیت پہنچائے، بچے کو اپنے پاس ہی لٹانا چاہیے۔ اس خیال سے جب وہ بچے کو اٹھانے گئے تو دیکھا کہ ایک مبارک صورت سفید ریش بزرگ بچے کو گود میں لیے بیٹھے ہیں۔ باپ نے بزرگ سے درخواست کی کہ اس بچے کیلئے دعا فرمائیں کہ یہ باعمل عالم ہو۔ بزرگ نے کہا یہ باعمل عالم ہی ہوگا اور لوگوں کو اس سے فیض پہنچے گا۔ یہ الفاظ کہہ کر وہ بزرگ ان کی آنکھوں سے غائب ہو گئے۔

غلام محی الدین چار برس چار ماہ کے ہوئے تو انہیں مسجد میں لے جا کر حافظ حسن کے سپرد کر دیا گیا جو بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۸۹-۹۰)

**ایک مہینے میں قرآن حفظ کر لینا:** انہوں نے تھوڑے عرصے میں ناظرہ قرآن مجید پڑھ لیا تھا۔ آواز اچھی تھی، مگر قرآن مجید حفظ نہیں کیا تھا۔ ان کے قرآن پڑھنے کے بعد پہلا ماہ رمضان آیا تو لوگوں نے ان کے والد حافظ نور حیات سے کہا کہ تراویح میں غلام محی الدین سے قرآن سننا چاہیے۔ والد نے بیٹے سے پوچھا کہ تم قرآن مجید سنا سکو گے؟ عرض کیا آپ اگر روزانہ میرے ساتھ ایک پارے کا دور کر لیا کریں تو سنا سکوں گا۔ چنانچہ یہ سلسلہ شروع کر دیا گیا اور انہوں نے اسی ماہ رمضان میں پورا قرآن مجید حفظ کر لیا اور نماز تراویح میں سنا بھی دیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۹۰-۹۱)

**حضرت شاہ غلام علی مجددی نقشبندی کی بیعت:** حافظ غلام محی الدین رحمہ اللہ نے حدیث کی کتابیں ختم کر لیں تو ان کے استاذِ محترم حضرت شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ اپنے اس لائق شاگرد کو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گئے اور سند حدیث عطا فرمانے کی درخواست کی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے ان سے حدیث اور علم حدیث کے متعلق چند سوالات پوچھے جن کے انہوں نے صحیح صحیح جواب دیئے۔ شاہ صاحب جواب سن کر خوش ہوئے اور سند حدیث عطا فرما کر دعا کی اور فرمایا ان شاء اللہ آپ سے لوگوں کو فیض پہنچے گا۔ ساتھ

ہی نصیحت کی کہ ”وطن جا کر ایسی کوئی بات نہ کرنا جس سے لوگوں میں تفرقہ پیدا ہو۔“

قیام دہلی کے زمانے میں انہوں نے شاہ غلام علی رحمہ اللہ مجددی کی بیعت کی اور ان سے استفادہ کیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۹۱-۹۲) **تکمیل علم کے بعد تلاش مرشد کا سفر:** قمری حساب سے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی ولادت ۱۲۲۸ھ میں ہوئی جو عیسوی حساب سے 1813ء بنتا ہے۔ نیکی کے آثار تو ان میں ابتدائی عمر ہی میں نمایاں ہونے لگے تھے جو بہ فضل الہی اس زمانے اور علاقے کے بزرگ کا شاہ صاحب رحمہ اللہ کی دعا اور تلقین و نصیحت سے مزید ابھر آئے تھے۔ تعلیم حاصل کرنے کا شوق بھی ذہن میں تیزی سے کروٹ لینے لگا تھا۔ تقریباً بارہ سال کی عمر میں انہوں نے باقاعدہ طلب علم کی راہ پر قدم رکھا۔ قمری حساب سے یہ کم و بیش ۱۲۴۰ھ کا زمانہ ہے اور عیسوی حساب سے ۱۸۲۳-۲۵ء کا۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ کہیں آنے جانے کے موجودہ ذرائع کا کوئی تصور نہ تھا۔ بالعموم پیدل سفر کیا جاتا تھا۔ اور دور حال کے نقطہ نظر سے کہنا چاہیے کہ ایک گھنٹے کی مسافت پہروں میں طے ہوتی تھی۔ لاہور اور برگہ کے اساتذہ (مولانا حافظ غلام محی الدین اور حافظ احمد الدین بگوی) سے انہوں نے آٹھ سال کے لگ بھگ تعلیم حاصل کی اور بیس برس کی عمر میں اس دور کے مروجہ علوم کی تکمیل کی۔ اس وقت ان کا خاندان کوٹ بھوانی داس میں مقیم تھا۔

میہاں سنگھ (قلعہ اسلام) اس زمانے کے سکھوں میں شریف آدمی تھا اور مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے والد حافظ رحیم بخش رحمہ اللہ کا شاگرد تھا۔ اس نے اپنے استاذ مكرم حافظ رحیم بخش سے اپنے آباد کردہ گاؤں قلعہ میہاں سنگھ (قلعہ اسلام) تشریف لانے اور وہاں مستقل طور سے سکونت اختیار کرنے کی درخواست کی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۹۸-۹۹)

**خواب کی تعبیر پوری ہو جانا:** میہاں سنگھ (قلعہ اسلام) نے ان لوگوں سے نہایت عزت کا برتاؤ کیا۔ وہاں انہوں نے مسجد تعمیر کی، جس میں دن رات میں پانچ وقت اذان گونجنے لگی اور باقاعدہ جمعہ و جماعت کی ادائیگی کا اہتمام کیا گیا۔ دینی مدرسہ قائم کیا، جس میں درس و تدریس کے سلسلے کا آغاز ہوا اور تھوڑی مدت میں قلعہ میہاں سنگھ (قلعہ اسلام) دینی علوم کا ایک بڑا مرکز قرار پا گیا۔ اس طرح مولانا غلام رسول کے بچپن کے اس خواب کی تعبیر سامنے آگئی جس میں انہوں نے دیکھا تھا کہ وہ راجا رنجیت سنگھ کے طویلے میں اذان دے رہے ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۹۹-۱۰۰)

**کامل مرشد کی تلاش کا بے پناہ جذبہ:** مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے قلب صافی میں محبت الہی کا اتہنا درجے کا جوش اور تعلق باللہ کا بے پناہ جذبہ پیدا ہو گیا تھا جو انہیں کسی مرشد کامل کے دروازے پر حاضری کیلئے مجبور کرتا تھا۔ کسی نے بتایا کہ علاقہ بونیر میں ایک بزرگ اخوند صاحب رہتے ہیں جو متقی اور ولی اللہ شخص ہیں۔ بہت سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے صالحیت کا درس لیتے ہیں۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ بھی وہاں پہنچے اور ان سے ملاقات کی۔

مولانا دودن ان کے پاس ٹھہرے، پھر واپس لوٹ آئے۔ راستے میں علاقہ ہزارہ کے ایک گاؤں تر بیلا پہنچے تو وہاں کے نمبردار کے گھر قیام کیا۔ نمبردار نے مقصد سفر دریافت کیا تو انہوں نے پوری روداد بیان فرمادی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۰۰-۱۰۱)

**مرشد و مرید کی خوشی:** گاؤں کا یہ نمبردار (یا چودھری، ارباب) اخوند سید محمد امیر (ساکن کوٹھا، تحصیل صوابی ضلع مردان) کا مرید تھا۔ اس نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو سید محمد امیر صاحب رحمہ اللہ کے متعلق بتایا اور ان کے زہد و تقویٰ اور علم و عمل کے واقعات سنائے تو وہ نہایت متاثر ہوئے اور ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا عزم کیا۔ رات بہ مشکل وہاں بسر کی اور فجر کی نماز پڑھتے ہی موضع کوٹھا کی طرف روانہ ہو گئے۔ پہاڑی راستہ اور مولانا اس نواح کے اجنبی مسافر۔ بڑی مشکل سے وہاں پہنچے۔ سید امیر صاحب رحمہ اللہ کو دیکھتے ہی دل میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اسی آن ان سے سلسلہ بیعت سے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: میں مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ کے مرشد سید احمد شہید بریلوی رحمہ اللہ سے بیعت ہوں اور انہی سے میں نے فیض پایا ہے۔

یہ الفاظ سنتے ہی مولانا غلام رسول رحمہ اللہ خوش ہو گئے اور طویل و مشکل سفر کی تکوان دور ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ نئی زندگی مل گئی ہے۔ گا

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے نصیحت کرتے ہوئے جس قسم کے اولیاء اللہ کا ذکر فرمایا تھا اور جن اوصاف حسنہ کے لوگوں کی نشان دہی فرمائی تھی، وہ تمام اوصاف سید امیر صاحب ممدوح کی ذات گرامی میں پائے جاتے تھے۔

سید صاحب رحمہ اللہ نے بھی انہیں دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور اٹھ کر سینے سے لگایا۔ فرمایا تیری خوشی کا بھی کوئی حساب نہیں اور میری خوشی کا بھی کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ مجھے آج تک تیرے جیسا مشتاق سنت شخص نہیں ملا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۰۱-۱۰۲)

**سید صاحب کا طریق تعلیم و اصلاح:**۔ سید صاحب اپنے ملنے والوں اور ان کے حلقہ بیعت میں شامل ہونے والوں کو وہی وظائف پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی اور کتب حدیث میں منقول ہیں۔ نیز انہیں احکام شریعت کی پابندی کرنے اور نماز روزے کی ادائیگی کی سختی سے تلقین فرماتے۔

چند روز مولانا ان کی خدمت میں رہے۔ پھر اپنے وطن قلعہ اسلام واپس آگئے۔ اب انہوں نے سلسلہ درس بند کر دیا تھا اور ہر وقت ذکر الہی اور تلاوت قرآن میں مشغول رہنے لگے تھے۔ لوگوں کو نیک کام کرنے کی تاکید اور منہیات سے روکنا ان کا شب و روز کا معمول قرار پا گیا تھا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۰۲)

**خواجہ سلیمان تونسوی سے ملاقات کا شوق:**۔ کوٹھا (علاقہ مردان) سے واپس آئے تھوڑے دن ہوئے تھے کہ کسی نے بتایا تو نسہ (ضلع ڈیرہ غازی خان) میں ایک بزرگ خواجہ سلیمان رحمہ اللہ رہتے ہیں، جن کی نیکی اور صالحیت کا بڑا شہرہ ہے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ ان سے ملاقات کیلئے تونسہ کو روانہ ہو گئے۔ یہ بھی ایک طویل اور تکلیف دہ سفر تھا، لیکن انہیں بزرگوں اور دین دار لوگوں سے ملنے کا اتنا شوق تھا کہ سفر کی طوالت اور اذیت رسانی کا انہیں کوئی احساس نہ ہوتا تھا۔ یہ ایک ایسا پُر خلوص جذبہ تھا جو اس راہ کی تمام مشکلات پر غالب آجاتا تھا۔ چلتے چلتے وہ رات کے وقت ایک گاؤں میں پہنچے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تونسہ گئے تو خواجہ سلیمان وہاں نہیں تھے، کہیں لمبے دورے پر گئے تھے۔ مولانا واپس اسی گاؤں میں آئے اور امام صاحب کو سرگزشت سنائی تو انہیں بڑی مسرت ہوئی۔ (سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص: ۲۴۳-۲۴۵)

**تونسہ کو دوبارہ روانگی اور خواجہ صاحب سے ملاقات:**۔ مولانا کا یہ پھر پورا جوانی کا زمانہ تھا اور صحت بہت اچھی تھی۔ بزرگوں سے ملاقات اور حصول فیض کا شوق انہیں ہر اس جگہ لے جاتا، جہاں کسی بزرگ کی موجودگی کا پتا چلتا۔ اسی شوق کی وجہ سے (جیسا کہ ابھی بتایا گیا) وہ تونسہ گئے، لیکن وہاں کے پیر خواجہ سلیمان رحمہ اللہ سے ان کی ملاقات نہ ہوئی۔ اب کچھ عرصے کے بعد انہوں نے دوبارہ تونسہ جانے کا فیصلہ فرمایا اور وہاں پہنچ گئے۔ خواجہ صاحب سے ملاقات ہوئی اور ان کی خدمت میں منظوم (فارسی) خط پیش کیا، جو چوالیس (۴۴) اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ز جور نفسک ام آره فریاد  
کہ زیں دار د سپنجی راہگر اشو  
نہ شور قمری ونے سوز بابل  
کنند ابر فنائش آب داری  
نہ ایس حسن و جمال گلغداران  
دل اندر یسار بند و دست درکار  
زپا بندئ ایس دنیا گزر کن

دریغا زندگانی رفت برباد  
مننادی می زند کوس روارو  
نباشد دائم ایس سنبل و گل  
خزان افتد دریں باغ و بہاری  
نماند نرگس ونے لاله زاران  
کنوں وقت است شو از خواب بیدار  
بسے دور است سامان سفر کن



کہہ چوں برہم زند ایس کار و بارت — زیرِ خاکی گور افتد گزارت  
مولانا فرماتے ہیں: ”ان شعروں سے خواجہ سلیمان رحمہ اللہ بہت خوش ہوئے۔ چند روز خواجہ سلیمان رحمہ اللہ نے مجھے اپنے ہاں ٹھہرایا۔  
مجھ پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اب تم کو مرید ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم خود لوگوں کو اپنا مرید بنایا کرو۔ بعد رخصت میں گھر آیا۔ (سوانح  
حیات مولانا غلام رسول، ص: ۲۸-۲۸، بحوالہ تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۰۲-۱۰۵)

**ایک اور مجذوب بزرگ کی خدمت میں حاضری کا سفر:**۔ کچھ دن مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اپنے گھر (قلعہ اسلام) قیام فرما  
رہے۔ پھر اپنے سسرال فتح گڑھ چوڑیاں (ضلع گورداس پور چلے گئے جو قیام پاکستان کے بعد ہندوستانی پنجاب میں شامل کیا گیا) اس  
علاقے کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ علاقہ تخت ہزارہ کے موضع ”بچے“ میں ایک باکمال ولی رہتے ہیں جنہیں حافظ صاحب کہا جاتا ہے۔ یہ سن کر  
وہ فتح گڑھ چوڑیاں سے تخت ہزارہ کو چل پڑے۔ دوسرے سفروں کی طرح یہ سفر بھی پیدل طے کیا، کیوں کہ اس زمانے میں نہ ریل تھی، نہ  
موٹر سائیکل تھی، حافظ صاحب کے پاس پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کا معاملہ میری رسائی علم سے بہت بلند ہے۔ آپ فلاں بزرگ سے ملیے۔  
وہ موضع گڑھی اعواناں میں ملک رحمت خاں کے گھر رہتے ہیں۔ ان بزرگ کے نام حافظ صاحب نے خط بھی دیا۔ وہ اس گاؤں میں ملک رحمت  
خاں کے گھر پہنچے تو انہوں نے بتایا کہ وہ باہر کھیتوں میں لوگوں کے گدھے چرانے گئے ہیں۔

بات یہ ہے کہ وہاں کے لوگ گدھوں سے بہت کام لیتے تھے اور جب گدھے زیادہ کمزور یا بیمار ہو جاتے تو وہ انہیں چھوڑ دیتے، ان  
بزرگ کی عادت تھی کہ وہ بیمار اور کمزور گدھوں کا فی سبیل اللہ علاج کرتے اور جب وہ تندرست ہو جاتے تو مالک انہیں محنت مزدوری کیلئے لے  
جاتے اور بیمار گدھوں کو چھوڑ دیتے، جن کا یہ بزرگ علاج کرتے۔ اس طرح گدھوں کے علاج معالجے کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا۔

مولانا ان بزرگ کے پاس کھیتوں میں گئے۔ اس وقت ایک طالب علم مولانا کے ساتھ تھا جو اثنائے سفر میں ان سے علم بیان و معانی کی  
کتاب مطول پڑھتا تھا۔ اس بزرگ نے دور سے مولانا کو دیکھ کر آواز دی کہ اپنے ساتھی کو بیٹھ چھوڑ دیں، اکیلے میرے پاس آئیں۔ مولانا  
ان کے پاس گئے تو وہ نہایت تپاک سے ملے اور بیٹھنے کیلئے زمین پر چادر بچھائی۔ بڑے احترام سے چند باتیں کیں۔ کہا ایک وقت گوشت روٹی  
اور پلاؤ کھاؤ، دوسرے وقت دال روٹی خود بھی کھاؤ، لوگوں کو بھی کھلاؤ۔

مولانا فرماتے ہیں: اس وقت سے میرا شوق ذکر الہی بھی بڑھ گیا، میری شہرت بھی مختلف علاقوں میں پھیل گئی اور لوگ بہ کثرت میرے  
پاس آنے لگے۔ (سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص: ۲۸-۲۹)

یہ بزرگ دراصل ایک مجذوب تھے جنہوں نے مجذوبانہ انداز میں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے چند باتیں کیں۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۰۵-۱۰۷)

**مرشد ساکن کوٹھا کو داستانِ غم سنانا:**۔ اب صورت حال یہ ہو گئی تھی کہ انہیں کسی پل چین نہ آتا تھا۔ صلحاء کی خدمت میں حاضری اور  
ان سے گفتگو ان کا مقصد حیات قرار پا گیا تھا۔ اس بزرگ کے پاس سے آئے تو سید محمد امیر رحمہ اللہ (ساکن کوٹھا) کے ہاں جانے کیلئے بے  
تاب ہو گئے۔ ان کے رشتہ دار اور بھائی کہنے لگے تھے کہ اس شخص پر جنون کا غلبہ ہو گیا ہے اور اس کے پاؤں میں چکر آ گیا ہے۔ کوئی کہتا یہ  
آسیب زدہ ہے۔ کسی کا خیال تھا یہ اب حیات کی تلاش میں ہے، لیکن انہیں کسی شخص کی کسی بات کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ ان کی طعنہ زنی اور اس قسم کی  
باتوں سے ان کے شوقِ ملاقاتِ صالحین میں مزید اضافہ ہوتا تھا۔ بہر حال وہ کوٹھا تشریف لے گئے۔ یہ وہاں ان کی دوسری حاضری تھی۔

انہوں نے سسی پنوں کے رنگ میں ایک پنجابی نظم میں اپنی اس وقت کی حالت بیان کی ہے۔ اس میں اپنے جد امجد حافظ غلام الدین  
خادم رحمہ اللہ کا ذکر بھی کیا ہے جن کا شمار اس دور میں فارسی کے بڑے شعرا میں ہوتا تھا۔ انہوں نے نظامی گنجوی کے تتبع میں مثنوی لکھی۔ اس بنا پر  
انہیں ”نظامی گنجوی ثانی“ قرار دیا جاتا تھا۔

ان اشعار میں انہوں نے اپنے والد ماجد حافظ رحیم بخش رحمہ اللہ کا تذکرہ بھی کیا ہے اور والد نے بیٹے کے حصولِ علم کیلئے جو کوشش کی، اس کی طرف بھی وہ اشارہ فرماتے ہیں۔

پھر اپنے اساتذہ مولانا غلام محی الدین بگوی اور ان کے برادرِ صغیر مولانا احمد الدین بگوی رحمہما اللہ کے علم و فضل اور عمل و کردار کا ذکر بھی فرماتے ہیں اور ان کے لطف و کرم اور شفقت و ہدایت کی نشان دہی کرتے ہیں۔

صوفیائے کرام سے ملاقات کے شوق کی بھی اپنے انداز میں ان اشعار میں وضاحت فرمائی ہے۔ سید محمد امیر (کوٹھا) رحمہ اللہ کے بابِ صالحیت پر حاضری کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ سید صاحب ممدوح سے وہ بہت متاثر ہیں اور ان سے جو فیض پایا، اسے حاصلِ زندگی قرار دیتے ہیں۔ اب ذیل میں ان کے وہ پنجابی اشعار ملاحظہ فرمائیے جو ان کے صاحبِ زادہ گرامی مولانا عبدالقادر نے اپنی کتاب ”سوانح حیات مولانا غلام رسول“ میں درج فرمائے ہیں۔ ان اشعار میں اردو اور فارسی کے الفاظ بھی استعمال کیے گئے ہیں۔

نظام	الدين	دم	جدّ	مغفور	فضیلت	میں	ہوا	ہر	طرف	مشہور
تے	سخت	میں	یگانہ	بکسر	نفس	بے	مثل	زمانہ!		
خزانہ	فیض	دی	کنجی	زباں	سی	نظامی	گنجوی	ثانی	بیاں	سی
کیا	مجھ	پر	کرم	سے	اک	نظارہ	ہویا	غفلت	دا	پردہ
کیتی	میں	پر	کرم	سیتی	عنایت	ہوئی	تخصیص	کرنے	دی	ہدایت
اوهناں	دے	بعد	حضرت	قبلہ	گاہی	رحیم	بخش	میرے	تکلیہ	گاہی
عجیبہ	حسن	صورت	کیا	معنے	تعالیٰ	اللہ	چہ	دور	اندیش	دانا
کیتی	اشفاق	تے	وافر	عنایات	بھیجا	لاہور	میں	دے	خرچ	حاجات
بخدمت	مولوی	صاحب	یگانہ!		جو	سن	ممتاز	فضلائے	زمانہ	
جو	ساکن	موقع	بگہ	شریف	است	غلام	محی	الدين	اسم	لطیف
دوہے	حضرت	میرے	ہن	احمد	الدين	دونوں	بھائی	مبارک	فیض	آمین
کیتو	نے	علم	دینی	دی	ہدایت	میرے	پر	لطف	و	شفقت
جو	کس	منہ	نال	انھاں	نوں	صلاحیں	مگر	بیٹھا	کراں	ہر
ہویا	پھر	صوفیاں	دا	شوق	غالب	پھراں	اس	درد	دا	ہر
غلام	ایہ	پُر	گناہ	بے	چارہ	گم	نام	طلب	دے	درد
ہوا	آخر	نوں	آوارہ	وطن	سے	نہ	خویشاں	سے	خبر	نہ
چلا	جذبہ	الہی	میں	گرفنار	حضرت	صاحب	کوٹھا	کے	دیدار	
اوهناں	روزاں	میں	آہا	شوق	غالب	پھراں	اس	درد	دا	ہر
حکایت	عاشقانہ	بہت	بھاوے	کہانی	عشق	دی	دلنوں	سکھاوے		
خصوصاً	بات	سسی	دی	زیادہ	کرے	سوزاں	دا	دروازہ	کشادہ	
اسے	کارن	وچھوڑے	دی	حکایت	تھلاں	دے	وچ	رلیندی	روایت	
کبی	اول	میں	درداں	دی	کہانی	ہوئی	باقی	موں	سسی	بار

لکھیا میں درد اپنے دا فسانہ سسی پنوں دا قصہ کر بہانہ

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۰۷-۱۱۱)

**حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے بیعت برکت:-** مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو سید محمد امیر رحمہ اللہ کی خدمت میں کوٹھا گئے ابھی دو دن ہوئے تھے کہ حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ بھی وہاں تشریف لے گئے۔ سید امیر صاحب رحمہ اللہ مدوح نے ان کو دیکھا تو نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ حضرت عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ بھی ان سے مل کر بے حد مسرور ہوئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔ سید امیر صاحب رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ صاحب سے بہ درجہ غایت عزت کا برتاؤ فرمایا اور ان کی روحانیت و صالحیت سے بہت متاثر ہوئے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سید عبداللہ صاحب نے محض ان کے سلسلہ سلوک میں داخل ہونے کیلئے اخوند سید امیر صاحب کی بیعت کی تھی ورنہ انہیں بیعت کی ضرورت نہ تھی۔ (سوانح مولانا غلام رسول، ص: ۵۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ حسنات و صالحیت کے بہت اونچے مرتبے پر فائز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا غلام رسول نے حضرت عبداللہ صاحب رحمہ اللہ سے رشنیہ اخوت قائم کیا۔ ایک روز یہ دونوں حضرات سید امیر صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ انہوں نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: تمہارے اور عبداللہ کے درمیان اخوت کا نور عجیب طرح سے آتا جاتا ہے۔ تم دونوں کو دیکھ کر مجھے بڑا حظ حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں کی محبت میں اضافہ فرمائے۔ (سوانح مولانا غلام رسول، ص: ۵۱، بحوالہ تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۱۱-۱۱۲)

**مجذوب کی خوشبو سونگھ کر خدمت میں حاضری:-** چند روز یہ دونوں کوٹھا میں سید صاحب کی خدمت میں رہے۔ پھر قلعہ اسلام کو روانہ ہو گئے۔ دوران سفر میں دونوں نے کتب حدیث پڑھنے کا فیصلہ کیا۔ چلتے چلتے گجرات کے قریب پہنچے تو حضرت عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا مجھے یہاں ایک مجذوب بزرگ کی خوشبو آ رہی ہے۔ وہ اس لائق ہے کہ اس سے ملاقات کی جائے۔ اب وہ اس بزرگ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کا یہ خیال بھی تھا کہ اس بزرگ سے پوچھیں گے کہ حدیث کہاں اور کس سے پڑھی جائے۔

اس بزرگ کے پاس اس وقت چند لوگ بیٹھے تھے۔ اس نے ان سے کہا ایسے اوصاف کے دو آدمی آرہے ہیں جو اپنے عمل و کردار کی بنا پر صحابہ کرام کا نمونہ ہیں۔ ان کے بیٹھنے کیلئے صاف ستھرا کپڑا اچھا و اور مجھے بھی پہننے کیلئے اچھا لباس دو۔ یہ دونوں اس بزرگ مجذوب کے قریب پہنچے تو اس نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور اپنے قریب صاف ستھرے کپڑے پر بٹھایا۔ دہلی کی طرف اشارہ کر کے کہا: جنت اس طرف ہے۔

جب یہ دونوں اس بزرگ سے اجازت لے کر رخصت ہونے لگے تو کہا: اس شخص کا لباس دیکھ کر کسی قسم کی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جانا۔ وہ مسکین صورت شخص ہے۔ اس کا نام سید نذیر حسین ہے۔ اس سے ضرور حدیث پڑھنا۔

بزرگ کے یہ الفاظ ان کیلئے اطمینان کا باعث ہوئے اور پھر یہ دونوں قلعہ اسلام پہنچے..... سید عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوا ہے کہ چند مہینے ٹھہر کر پڑھنے کیلئے جانا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۱۲-۱۱۳)

**حافظ محمود صاحب کی بیعت اصلاح:-** کوٹھا سے چلتے وقت اخوند سید امیر صاحب رحمہ اللہ نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے فرمایا تھا کہ آپ لاہور کو اپنی قیام گاہ بنائیں اور وہاں وعظ و تبلیغ کا سلسلہ شروع کریں۔ اب یہ دونوں حضرات قلعہ اسلام سے لاہور چلے گئے۔ چند روز وہاں ٹھہرے، پھر امرتسر کا قصد کیا۔ وہاں باغ والی مسجد میں حافظ محمود کے پاس مقیم ہوئے۔ وہاں حافظ صاحب نے حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۱۳)

## مرشد مولانا غلام رسول رحمہما اللہ کے مختصر حالات

گزشتہ صفحات میں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے مرشد حضرت اخوند سید محمد امیر رحمہ اللہ علیہ کا ذکر متعدد مرتبہ آیا ہے۔ ذیل میں ان کے

مختصر حالات بیان کیے جاتے ہیں۔

ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: محمد امیر بن محمد سعید بن یار محمد بن عبدالغفور بن مہربیگ رحمہم اللہ، سلسلہ نسب کے یہ تمام بزرگ علم و صلاح کی بنا پر اپنے علاقے اور عہد میں خاص شہرت کے مالک تھے اور ہر حلقے میں عزت و احترام کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔

**ولادت:** سید امیر صاحب رحمہ اللہ جو حضرت جی کے عرف سے معروف ہیں۔ ۱۲۱۰ھ (۱۷۹۷ء) کو موضع کوٹھا (تخصیل صوابی مردان) میں پیدا ہوئے، پیدائش ساتویں مہینے میں ہوئی۔ پیدائش کے وقت والدہ وفات پا گئی تھیں۔ ان سے بڑی سات بہنیں تھیں، جنہوں نے اپنے اس چھوٹے بھائی کی پرورش کی۔

**اساتذہ:** سید امیر کے والد محمد سعید اور چچا محمد قابل دونوں عالم اور فقیہ تھے۔ ابتدائی تعلیم انہی سے حاصل کی اور انہی سے علوم عربیہ اور فقہ و اصول کی بعض کتابیں پڑھیں۔ بعض ازاں مندرجہ ذیل حضرات سے استفادہ کیا۔

**مولانا محمد عظیم رحمہ اللہ:** یہ ”میاں صاحب گنج والے“ کے عرف سے معروف تھے۔

اپنے علاقے کے مشہور اور بڑے عالم ہونے کی وجہ سے انہیں ”بحر العلوم“ کہا جاتا تھا۔ اچھے مدرس اور نامور خطیب تھے۔

**مولانا حافظ محمد احسن رحمہ اللہ:** انہیں ”حافظ دراز پشوری“ کہا جاتا تھا۔

سید محمد امیر رحمہ اللہ (کوٹھا) نے ان سے حدیث پڑھی اور سند لی۔

**مولانا منصور علی:** اپنے عہد کے عالم و فاضل اور ممتاز مدرس تھے۔ سید اخوند امیر نے ان سے بھی بعض درسی کتابیں پڑھیں۔

(سوانح حیات حضرت سید محمد امیر، ص: ۱۳۷ تا ۱۴۰)

**سید احمد بریلوی رحمہ اللہ کے حلقہ بیعت میں:** سید احمد بریلوی رحمہ اللہ نے بغرض جہاد مورخہ ۷۔ جمادی الاخریٰ ۱۲۴۱ھ (۱۷۷۷ء) جنوری ۱۸۲۶ء) کو تقریباً چھ سو مجاہدین کے ساتھ ہندوستان سے صوبہ سرحد کے آزاد علاقے کی طرف ہجرت کی تھی اور اس سلسلے کے تمام معاملات مولانا اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ کے سپرد تھے۔ یہ لوگ سید احمد شہید رحمہ اللہ کے آبائی مسکن رائے بریلی سے روانہ ہو کر بندھیل کھنڈ، گوالیار، ٹونک، اجمیر، صحرائے ماڑواڑ، عمرکوٹ، حیدرآباد (سندھ)، شکارپور، کوئٹہ، قندھار، غزنی اور کابل سے ہوتے ہوئے نومبر ۱۸۲۶ء کے اواخر میں پشاور پہنچے۔ یہ کم و بیش تین ہزار میل کا طویل سفر تھا، جس میں تپتے ہوئے صحرا بھی تھے، جہاں میلوں تک پانی کا ایک قطرہ نہ ملتا تھا۔ بڑے بڑے دریا بھی تھے، دشوار گزار پہاڑ اور برفستان بھی تھے۔ اللہ کے ان برگزیدہ بندوں نے دس مہینوں میں یہ تکلیف دہ مسافت طے کی۔ اس علاقے کے لوگ بھی مجاہدین میں شامل ہو گئے تھے اور ان کی شمولیت کی وجہ سے مجاہدین کی تعداد ڈیڑھ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اس وقت رنجیت سنگھ کی سکھ فوج کا جرنیل بدھ سنگھ اس نواح میں موجود تھا۔ اس کی فوج سے مجاہدین کی پہلی جنگ اکوڑہ خٹک کے مقام پر ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۲ھ (۲۰ دسمبر ۱۸۲۶ء) کو بدھ اور جمہرات کی درمیانی شب کو ہوئی، جبکہ مجاہدین میں سے نوسو آدمیوں نے دشمن پر شب خون مارا، اس کے بعد جنگوں کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو گیا۔

سید احمد شہید اس علاقے میں پہنچے تو یہاں کے جن حضرات نے ان کے حلقہ بیعت میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی، ان میں اخوند سید محمد امیر رحمہ اللہ (کوٹھا والے) کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ یہ بیعت اقامت شریعت تھی۔ بیعت کے بعد انہیں ان کے قریب کوٹھا کا قاضی مقرر کر دیا گیا تھا۔ ۱۵ شعبان ۱۲۴۳ھ (۲۰ فروری ۱۸۲۹ء) کو ان کے نام باقاعدہ قضا نامہ جاری ہوا۔

قضا کی یہ بہت بڑی ذمہ داری تھی جو اخوند سید امیر صاحب رحمہ اللہ کے سپرد ہوئی۔ اس سلسلے میں وہ اردگرد کے دیہات و قصبات میں جاتے اور جہاں کوئی امر خلاف شریعت پاتے اس کا انسداد کرتے۔ اس منصب کے تمام تقاضوں کو انہوں نے احسن طریقے سے پورا کیا۔ تھوڑی مدت میں تمام علاقے کی حالت بدل گئی اور لوگ احکام شریعت پر عمل کرنے لگے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۱۴ تا ۱۱۷)

**مریدین کو تلقین:**۔ سید امیر صاحب رحمہ اللہ کی پسندیدہ دعائیں جن کی وہ اپنے عقیدت مندوں اور امیروں کو تلقین کرتے تھے، مندرجہ ذیل ہیں۔ نہایت مختصر اور بے حد آسان فرماتے سفر یا حضر میں کوئی تکلیف یا سختی پیش آئے تو یہ آئیے مبارکہ پڑھنی چاہیے۔ ”انا لله وانا الیہ راجعون“۔

”بیزید دعا بھی پڑھنی چاہیے۔“ اللهم اجرنی فی مصیبتی و اخلفنی خیرا منها“۔

یہ دعا پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ مصیبت کو راحت میں بدل دے گا۔

فرمایا: یہ دعا بھی اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو نصیب فرمائی ہے۔

”ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا قرۃ اعین و اجعلنا للمتقین اماما۔ (سوانح سید امیر صاحب: ۴۳۱)

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۲۰)

**مرشد کی زندگی میں اتباع سنت کا جذبہ:**۔ اخوند سید امیر صاحب رحمہ اللہ بلند اخلاق اور عالی کردار بزرگ تھے۔ بلا ضرورت کوئی بات نہ کرتے۔ دنیوی قسم کی باتیں کرنے سے احتراز فرماتے۔ اشارتاً یا کنایتاً کسی کی غیبت نہ کرتے۔ کسی پر طعنہ زن نہ ہوتے، کسی کو بددعا نہ دیتے۔ عام مجلس میں گفتگو اللہ کے نام سے شروع کرتے اور اللہ کے نام پر ہی ختم کرتے۔

اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تلقین فرماتے مجلس میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام بیان فرماتے۔ عام گفتگو میں مناسب مواقع پر قرآن کی آیات اور احادیث پڑھتے اور بزرگوں کے اقوال لوگوں کو سناتے۔ پیدل چلتے تو تیز چلتے۔

مسجد میں داخل ہوتے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا فرماتے۔ عام طور پر با وضو رہتے۔ مسجد میں دنیوی باتیں نہ کرتے۔ ذکر الہی میں مشغول رہتے۔ مسجد میں جا کر تلاوت قرآن کرتے یا وعظ فرماتے۔

مہمان کی خدمت کرتے اور اس سے حسب حال بات کرتے۔ اسے خندہ پیشانی سے ملتے۔ مہمان رخصت ہونے لگتا تو کھڑے ہو کر اسے رخصت کرتے اور چند قدم اس کے ساتھ چلتے۔

غریب کی مدد کرتے، چھوٹے پر شفقت فرماتے، بڑوں کا احترام کرتے، بچوں کی دلداری کرتے، انہیں دعا دیتے، محبت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے، ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتے اور انہیں نصیحت کرتے۔ لوگ ملنے کیلئے آتے تو ان سے مصافحہ اور معافتہ کرتے، مجلس میں ان کو جگہ دیتے اور انہیں پورے احترام سے بٹھاتے مریضوں کی بیماری پر پرسی کرتے، ان کی صحت کیلئے دعا کرتے، جنازے میں شرکت کرتے اور قبروں کی زیارت کو جاتے۔ راستے میں کسی کے ساتھ چلتے وقت اس کے آگے چلنا پسند نہ کرتے، مجلس میں بلا عذر ٹیک لگا کر نہ بیٹھتے۔ باہر سے تشریف لاتے تو لوگوں کو اپنے لیے کھڑے ہونے سے روکتے۔ غرض وہ اخلاق حسنہ کا چلتا پھرتا پیکر تھے۔ نہایت متواضع اور منکسر۔ ہر چھوٹے بڑے کے خیر خواہ اور ہر شخص سے نرمی کا برتاؤ کرنے والے۔ (ان کے اخلاق و کردار اور لوگوں سے میل جول کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو سوانح حیات حضرت امیر صاحب از صفحہ ۱۵۹ تا ۱۷۲)، (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۲۰-۱۲۲)

**تبع شریعت مرید کے حالات:**۔ اخوند سید امیر صاحب رحمہ اللہ کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ حضرت ممدوح کے ایک مرید اور خادم خاص عماد الدین تھے جو سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہتے تھے وہ ان کے مشیر بھی تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ۱۲۹۴ھ کے ماہ شوال تک حضرت سید صاحب بالکل تندرست تھے۔ مہمانوں اور مریدوں سے ملتے، ان سے گفتگو کرتے اور انہیں اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کا درس دیتے، پند و نصیحت فرماتے۔ خصائل کریمانہ پر کار بند رہنے اور شریعت محمدی کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے۔ بہت اچھی طرح اور بے حد خوش خلقی سے آنے جانے والوں سے ملتے تھے۔ لیکن ماہ شوال میں جسمانی کمزوری کے آثار ظاہر ہونے لگے تاہم اٹھنے بیٹھنے اور کہیں آمد و رفت میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ عبادت کے معمولات بھی پہلے کی طرح جاری رہے اور وعظ و تلقین کا سلسلہ بھی پہلے کا سارہا۔ کوئی

تکلیف لوگوں پر ظاہر نہ ہونے دیتے۔ ہر کام اسی طرح انجام دیتے جس طرح ہمیشہ سے انجام دے رہے تھے۔  
بالآخر تکلیف بڑھنے لگی اور نقاہت میں اضافہ ہونے لگا۔ چلنے پھرنے کی طاقت کم ہو گئی، وضو کی بجائے مجبوراً تیمم کرنے لگے۔ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا بھی مشکل ہو گیا۔ پھر ایک دن آیا کہ اپنے فرزند گرامی محمد اسرائیل کو بلایا اور ان سے چند باتیں کیں۔ بعد ازاں سب کو یاد فرمایا اور ان کیلئے دعا فرمائی۔ تین مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا۔ پھر محمد رسول اللہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ آگے کچھ نہ کہہ سکے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو ہاتھ کے اشارے سے طلب فرماتے۔ یہ جمعرات کا دن تھا۔ جمعۃ المبارک کی صبح کو بھی یہی کیفیت رہی، نماز جمعہ پڑھ لی گئی۔ اب نزع کی حالت طاری تھی۔ لوگوں کا ہجوم لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا تھا۔ ان کے فرزند گرامی حافظ احمد نے سورہ یٰسین پڑھی۔ کھلا بٹ کے حاجی سید ابو ذر نے بھی سورہ یٰسین کی تلاوت کی۔ ایک اور حافظ قرآن نے سورہ یٰسین کی تلاوت شروع کی۔ آدھی سورت پڑھی ہوگی کہ نماز جمعہ کے بعد حضرت کی روح قفسِ معصومی سے پرواز کر گئی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) یہ ۱۲۹۲ھ کے ماہ ذی الحجہ کی آخری تاریخ تھی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۲۳-۱۲۵)

### حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

**بچپنیت مرید:** مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے ایک مخلص ترین اور مجسمہ صالحت بزرگ ساتھی حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ تھے، جن سے ان کی اولیں ملاقات (جیسا کہ گزشتہ سطور میں عرض کیا گیا) کوٹھا میں محترم المقام اخوند سید امیر صاحب رحمہ اللہ کے آستانہ عالیہ میں ہوئی تھی۔ دونوں بزرگ سید امیر رحمہ اللہ کے حلقہ بیعت میں شامل تھے۔ دونوں کی روحانی منزلت سے سید امیر صاحب رحمہ اللہ بے حد خوش تھے اور دونوں کے درمیان ایسی پُر خلوص رفاقت قائم ہوئی کہ زندگی بھر قائم رہی۔ حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کو عبداللہ نام بہت پسند تھا، اس لیے کہ اس میں اللہ کی الوہیت کا اقرار اور بندے کی عبودیت کا اظہار پایا جاتا ہے۔ ان کا اپنا اسم گرامی محمد اعظم تھا، انہوں نے اسی بنا پر اپنا نام بدل کر عبداللہ رکھ لیا تھا۔ خود اپنے ایک بیٹے کا نام بھی عبداللہ رکھا اور وہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو بھی عبداللہ کے تسمیہ سے پکارا کرتے تھے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ صاحب سے حصول فیض کیا تھا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۲۷)

**تعمیل سلوک کیلئے مرشد کی خدمت میں حاضری:** اس دور کے افغانی علماء میں ملا حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ کی بڑی شہرت تھی۔ علم کے ساتھ ساتھ عملی اعتبار سے بھی ان کا مقام بڑا بلند تھا۔ تصوف و سلوک میں بھی وہ مرجع عوام و خواص تھے۔ قندھار میں ملا حبیب اللہ رحمہ اللہ کا سلسلہ درس جاری تھا۔ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کو ان کے مرتبہ علمی کا پتا چلا تو وہ غزنی سے روانہ ہوئے اور راستے کے نشیب و فراز کی مشکلات طے کرتے ہوئے قندھار پہنچے اور ملا صاحب موصوف کی خدمت میں حاضری دی۔ ان سے اخذ علم اور کسب فیض کیا۔ کچھ عرصہ ان کے قصر فضیلت میں گزارا، پھر واپس اپنے گھر چلے گئے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۲۸)

**دوبارہ مرشد کی خدمت میں حاضری:** کچھ مدت بعد پھر قندھار کا عزم فرمایا اور ملا حبیب اللہ رحمہ اللہ کے باب عالی پر آ بیٹھے۔ اس طرح انہوں نے اپنے اس مرشد اور استاذ سے خوب استفادہ کیا۔ ملا صاحب ممدوح اپنے اس شاگرد اور مرید کی ذہنی صلاحیت اور روحانی رفعت کے بے حد مداح تھے۔ وہ ان کی قوت فہم کی اپنے حلقے کے سب اصحاب علم کے سامنے تعریف کرتے اور فرماتے۔

مسائل دینیہ راجحان کہ این شخص می فہمد من خود نمی فہمد (دینی مسائل کو جس طرح یہ شخص سمجھتا ہے، میں نہیں سمجھتا)  
(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۲۸)

**باصلاحیت مرید کے حق میں مرشد کی پیشگوئی:** تھوڑے عرصے بعد ملا صاحب رحمہ اللہ نے سید عبداللہ صاحب کو غزنی سے قندھار کا مشکل سفر کرنے سے روک دیا اور فرمایا اگر آپ کو کسی مسئلے کی سمجھ میں کبھی کوئی مشکل پیش آئی تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا اور تمام عقدے حل ہو جائیں گے، چنانچہ سید صاحب فرماتے ہیں: رب جل شانہ موافق گفتہ شیخ بامن معاملہ کردہ است ”میرے پروردگار نے

میرے ساتھ وہی معاملہ کیا جو شیخ نے فرمایا“ (سوانح عمری حضرت مولانا سید عبداللہ غزنویؒ ”از مولانا عبدالجبار غزنویؒ“ ص: ۹) ملا صاحب ممدوح کے ایک مرید اور شاگرد نے ”ملفوظات ملا حبیب اللہ قندھاری“ کے نام سے ان کے ملفوظات جمع کر دیئے ہیں۔ ان میں ملا صاحب رحمہ اللہ ممدوح نے مولانا سید عبداللہ غزنویؒ رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے اور ان کے زہد و اتقا اور ورع و عبادت کی تعریف فرمائی ہے۔ (ملا حبیب اللہ قندھاری ۱۲۱۳ھ کو پیدا اور ماہ رمضان ۱۲۶۵ھ کو فوت ہوئے۔ تیرہویں صدی ہجری ”انیسویں صدی عیسوی“ کے افغانستان کے مشاہیر علماء میں شمار کیے جاتے تھے)۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۲۸-۱۲۹)

**مریدین کا حق پرست مرشد کی حمایت کرنا:**۔ ابتدائی عمر سے حضرت عبداللہ غزنویؒ رحمہ اللہ کے قلبِ بابرکت میں احیائے سنت اور اتباعِ شریعتِ مطہرہ کا جذبہٴ صادقہ پایا جاتا تھا۔ سنتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف وہ کوئی عمل برداشت نہ کرتے تھے۔ اس وقت افغانستان کی جو دینی حالت تھی، وہ ان کے نزدیک نہایت تکلیف دہ تھی۔ عوام اور خواص بدعات کے خوگر اور غیر شرعی رسوم کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ علماء و مشائخ کی حالت بھی یکسر بدلی ہوئی تھی۔ بدعات کو دین اور غلط رسوم کو اسلام قرار دیا جاتا تھا۔ حضرت سید عبداللہ غزنویؒ رحمہ اللہ کیلئے اس موقع پر خاموش رہنا مشکل تھا۔ حالات موافق نہ تھے، لیکن وہ اللہ کا نام لے کر میدانِ عمل میں اترے۔ اشاعتِ سنت اور تبلیغِ قرآن و حدیث پر کمر ہمت باندھی اور بدعات کی تردید اور مشرکانہ رسوم و معاملات کی مخالفت کرنے لگے۔ بعض علمائے کرام اس مردِ مجاہد کی سرگرمیوں سے بہت متاثر ہوئے اور بعض شدید مخالفت پر اتر آئے۔

مخالفت کرنے والے زیادہ تر علماء کا تعلق اس دور کی افغان حکومت سے تھا۔ انہوں نے ان کے خلاف حکمرانوں کے کان بھرنا شروع کر دیئے اور بات بہت آگے نکل گئی۔ مخالفین نے ان کے خلاف باقاعدہ جنگ و جدل اور لڑائی کا منصوبہ بنایا۔ لیکن حضرت سید صاحب کے عقیدت مندوں کی تعداد بھی کچھ کم نہ تھی۔ وہ ایسے نازک موقع پر اپنے استاذ و مرشد کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے تھے، انہوں نے لڑائی کرنے والوں کے ساتھ لڑائی کا فیصلہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بات آگے نہ بڑھی اور مخالفین نے لڑائی جھگڑے کا معاملہ ختم کر دیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۳۰-۱۳۱)

**استقامت علی الشریعت:**۔ مولانا سید عبداللہ غزنویؒ رحمہ اللہ نے افغانستان کے چار بادشاہوں کا زمانہ پایا، جنہوں نے ان کو شدید اذیتوں میں مبتلا کیا۔ ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) امیر دوست محمد خاں (۲) امیر شیر علی خاں (۳) امیر محمد افضل خاں (۴) امیر محمد اعظم خاں

امیر دوست محمد خاں افغانستان کا پہلا حکمران تھا، جس نے کلمہٴ حق کہنے کی پاداش میں مولانا سید عبداللہ غزنویؒ رحمہ اللہ کو ہدفِ ستم بنایا۔ پھر ایک وقت آیا کہ خود اس کا شاہی خاندان ذہنی، جسمانی اور مالی اذیتوں کا شکار ہوا اور اس (شاہی) خاندان کے بہت سے لوگ پشاور، پنجاب اور ہندوستان کے علاقوں میں انگریزی حکومت کی قید میں آئے اور انگریز کے تختہٴ مشق بنے۔

آخر ایک وقت آیا کہ جیل سے نکال کر (عبداللہ غزنویؒ) ان کو اور اس خاندان کے تمام افراد کو پشاور کی طرف دھکیل دیا گیا۔ سخت گرمی اور تکلیف کی حالت میں انہوں نے یہ سفر طے کیا۔ پشاور میں کچھ دن گزارنے کے بعد مظلومین کا یہ قافلہ لاہور پہنچا۔ پھر امرتسر کے قریب بستی خیر الدین میں کچھ عرصہ گزارا۔ بعد ازاں امرتسر کو اپنا مسکن بنایا۔ امرتسر کے جس محلے میں انہوں نے قیام کیا وہ محلہٴ غزنویہ کہلایا، جس مسجد میں نماز پڑھنے لگے، وہ مسجد غزنویہ کے نام سے موسوم ہوئی۔ شائقینِ علوم دینیہ کیلئے جس مدرسے کی بنیاد رکھی، اس نے مدرسہ غزنویہ نام سے شہرت پائی۔

حضرت مولانا عبداللہ غزنویؒ رحمہ اللہ اپنے عہد کے عظیم المرتبت عالم اور رفیع المنزلت بزرگ تھے۔ مستجاب الدعوات، انتہائی رفیق القلب، خاشع اور خاضع، مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے وہ نہایت مخلصانہ مراسم رکھتے تھے۔ ان کے ساتھ دہلی میں حضرت سید میاں نذیر حسین رحمہ اللہ سے حدیث کا درس لیا۔

امرتسر آ کر اس خاندان کے اصحابِ علم نے تصنیفی، تدریسی، تبلیغی، سیاسی ہر قسم کی خدمات سرانجام دیں اور اپنی خدمات گونا گوں کی

وجہ سے برصغیر میں بے حد شہرت پائی۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنوی کا انتقال ۱۵ ربیع الاول ۱۲۹۸ھ (۱۵ فروری ۱۸۸۱ء) کو امرتسر میں منگل کے روز آدھی رات کے وقت ہوا۔ بدھ کے روز زوال آفتاب کے بعد نماز ظہر سے قبل دفن کیے گئے۔ بے شمار لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

اللهم اغفر له و نور قبره و ادخله جنت الفردوس (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۳۲-۱۳۳)

**رخصتی کے وقت مرشد کی نصیحت:** حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اور مولانا غلام رسول رحمہما اللہ کوٹھا سے رخصت ہونے لگے تو اخوند سید امیر صاحب نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو حکم دیا کہ آپ لاہور جا کر وعظ و تذکیر کا سلسلہ شروع کریں۔ چنانچہ یہ دونوں بزرگ وہاں سے چلے، پہلے قلعہ اسلام پہنچے۔ وہاں سے لاہور آئے۔ پھر امرتسر گئے۔ بعد ازاں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے حضرت اخوند محمد امیر صاحب رحمہ اللہ کے حکم کے مطابق لاہور آنے اور وہاں مجالس وعظ و ارشاد منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کیلئے انہوں نے کشمیری بازار کے قریب نکیہ سادھواں کی ایک مسجد میں امامت شروع کی۔ اس طرح یہ مسجد ان کا مرکز قیام قرار پائی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۳۵)

**مرشد کی طرف سے لاہور میں وعظ کا حکم:** لاہور جس طرح اب علوم و فنون کا مرکز ہے، اس وقت بھی اسے یہی حیثیت حاصل تھی۔ بے شک موجودہ دور کے لاہور کی نسبت سے ڈیڑھ سو برس قبل کالاہور حجم میں بہت کم تھا، لیکن مختلف علوم و فنون کا گہوارہ یہ اس وقت بھی تھا اور پنجاب کا دارالحکومت تھا۔ اس دور کا حکمران طبقہ یہیں رہتا تھا، تمام محکموں کے دفاتر یہیں تھے اور ہر قسم کے دفتری احکام یہیں سے جاری کیے جاتے تھے، اس لیے اسے ”تخت لاہور“ کہا جاتا تھا۔ ہندو، سکھ، مسلمان، اچھوت، عیسائی، پارسی وغیرہ تمام مذہبوں کے لوگ یہاں آباد تھے۔ پھر حکومت کے چھوٹے بڑے افسر بھی اس شہر میں مقیم تھے جو اپنے روزمرہ کے فرائض منصبی سرانجام دیتے تھے۔ اس لیے اس شہر میں ایسے واعظ و خطیب کی ضرورت تھی جو پُر تاثیر الفاظ اور شیریں زبان میں لوگوں کی نفسیات کے مطابق دلائل کے ساتھ بات کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اور اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو عطا فرمائی تھی، لہذا ان کے دوران دلش مرشد حضرت سید امیر صاحب رحمہ اللہ نے ان کو لاہور رہ کر وعظ و ارشاد کا سلسلہ شروع کرنے کا حکم دیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۳۶)

**بزرگ کی دعا فوری قبول ہو جانا:** مولانا غلام رسول رحمہ اللہ ایک دن چینیوں والی مسجد میں وعظ کیلئے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک عمر رسیدہ بزرگ ملے۔ انہوں نے آپ دیدہ ہو کر مولانا سے کہا: ”اے ہمارے نوجوان ہادی! تو راہ حق دکھانے کیلئے کوشاں ہے، لیکن افسوس ہے لوگ سنگ دل ہیں، وہ تیری بات نہیں سنتے۔ اگر سنتے ہیں تو اس پر عمل نہیں کرتے۔“ مولانا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: ”ہر کام بندرتج ہوتا ہے۔ صدیوں کی خرابیاں دور کرنے میں کچھ وقت لگتا ہے۔“ بزرگ نے کہا: ”نوجوان! تو کامیاب ہوگا۔“ پھر اس نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر مولانا کو دعا دی۔ ”اے نوجوان! خداوند کریم تیری عمر میں برکت دے اور تجھے تیرے نیک ارادوں میں کامیاب کرے۔“ ایک راغبیر نے یہ الفاظ سن کر بلند آواز سے کہا: ”آمین۔“

یہ دعا قبول ہوئی اور صرف دو گھنٹے کے بعد اس کا اثر ظاہر ہو گیا۔ مولانا پُر جوش لہجے میں اللہ کی توحید بیان فرما رہے تھے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں اللہ کی وحدانیت ثابت کر رہے تھے کہ دوران وعظ میں سامعین میں سے تقریباً دو سو آدمیوں نے بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا، شرک و بدعت سے تائب ہوئے اور عہد کیا کہ آئندہ اللہ کے سوا کسی کو حاجت روا اور مشکل کشا نہیں قرار دیں گے۔ تائب ہونے والے اس گروہ میں مختلف مذاہب کے لوگ تھے۔ کچھ ہندو، کچھ انگریز، لیکن سکھ زیادہ تعداد میں تھے۔ (سوانح مولانا غلام رسول، ص: ۵۹۔ بحوالہ تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۳۹-۱۴۰)

**حکم مرشد کی پاسداری:** پچھلے باب کے شروع میں بتایا جا چکا ہے کہ حضرت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو ان کے مرشد جناب محترم اخوند محمد امیر صاحب رحمہ اللہ نے ہدایت کی تھی کہ وہ لاہور جا کر لوگوں کو وعظ و تبلیغ کریں۔ چنانچہ وہ لاہور تشریف لائے اور سلسلہ وعظ شروع کیا۔ (سوانح حیات حضرت مولانا غلام رسول، ص: ۵۳)



انہوں نے لاہور شہر اور اس کے قرب و جوار کے مختلف مقامات میں وعظ کیے اور اپنے انداز خاص سے کتاب و سنت کے احکام سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ بے شمار مسلمانوں نے ان کے مواعظ سے متاثر ہو کر بدعات و محدثات سے توبہ کی اور خالص کتاب و سنت کو مشعل راہ بنایا، اور لاتعداد غیر مسلم ان کے وعظ سن کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

مولانا مرحوم نے تین حکومتوں کا زمانہ پایا۔

(۱) مسلمانوں (یعنی مغلوں) کی حکومت کا آخری زمانہ (۲) پنجاب میں سکھوں کی حکومت کا زمانہ (۳) انگریزی حکومت کا زمانہ۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے لاہور کے بہت سے مقامات پر وعظ کیے اور بہت سی مسجدوں میں جا کر اللہ کی وحدانیت بیان کی، لیکن لاہور کی تین مسجدیں بالخصوص ان کی جائے قیام اور مراکز وعظ رہیں۔ وہ تھیں مسجد تکیہ سادھواں، مسجد چینیوں والی اور مسجد نیلا گنبد۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۴۲-۱۴۳)

**برکت اولیاء کے اثرات اک حقیقت:**۔ یہاں ایک ذاتی واقعہ عرض کرنے کو بھی جی چاہتا ہے۔ میں ۱۹۵۸ء اور اس سے کچھ عرصہ بعد تک چینیوں والی مسجد کے قریب کرائے کے مکان میں رہا۔ اس وقت میں ہفت روزہ ”الاعتصام“ میں فرائض ادارت انجام دیتا تھا۔ نماز عشاء کے قریب گھر پہنچتا۔ عشاء اور فجر کی دو نمازیں مسجد چینیوں والی میں پڑھتا تھا۔ میں بہت گناہگار ہوں، لیکن اس مسجد میں جاتا تو اس طرح اس کی گرفت میں آجاتا کہ جی وہاں سے نکلنے پر آمادہ نہ ہوتا۔ بغیر کسی مطلب کے دیر تک وہیں بیٹھا مسجد کی چھت، اس کے صحن اور اس کی دیواروں کو دیکھتا رہتا۔ وہاں بیٹھنے سے دل کو سکون حاصل ہوتا تھا۔

اس کا ذکر ایک دن حضرت الاستاذ مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ اور پھر مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ سے کیا تو دونوں بزرگوں نے تقریباً ایک سا جواب دیا۔ وہ جواب یہ تھا کہ جہاں کبھی صالح لوگ رہے ہوں، تصوف کے نقطہ نظر کے مطابق وہ وہاں اپنے اثرات (یا آثار) چھوڑ جاتے ہیں، جو قدرتی طور پر وہاں آنے والے ان لوگوں پر اثر انداز ہوتے ہیں جو تصوف سے تھوڑا بہت تعلق رکھتے ہوں۔ ان حضرات کی یہ بات میرے ذہن میں بیٹھ گئی۔ میں تصوف سے تعلق رکھنے کا دعوے دار تو ہرگز نہیں ہوں، لیکن صوفیائے کرام سے محبت اور ان کی تعظیم بہر حال کرتا ہوں۔ بے شک اس مسجد میں بہت سے صالح اور کتاب و سنت کے عامل حضرات رہے ہیں، جنہوں نے اللہ کے دین کی بے حد خدمت کی، وہاں جا کر وہ یاد بھی آتے ہیں۔

لاہور میں مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کا تیسرا مرکز تبلیغ اور مقام وعظ مسجد نیلا گنبد قرار پائی جو انارکلی بازار سے متصل لاہور کی مشہور اور قدیم مسجد ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۵۱)

**مولانا غلام رسول کا مسلک اہلحدیث سے تعلق:**۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تو اہلحدیث (وہابی) تھے ہی جو اس مسجد میں وعظ کیا کرتے تھے، نور احمد چشتی کے الفاظ سے پتا چلتا ہے کہ ششی نجم الدین ٹھیکے دار ڈبل روٹی بھی وہابی (اہلحدیث) تھے، جنہوں نے یہ مسجد واگزار اور مرمت کرائی۔ مولانا غلام رسول اور ششی نجم الدین کی وجہ سے یہ وہابیوں کی مسجد مشہور ہوئی۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے تین مراکز وعظ تبلیغ کا ذکر تو مختلف کتابوں میں موجود ہے، جن کا ہمیں علم ہو سکا ہے۔ وہ ہیں مسجد تکیہ سادھواں، مسجد چینیوں والی اور مسجد نیلا گنبد۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۵۲-۱۵۳)

**مرشد غزنوی کے باکمال مرید:** پھر ایک وقت آیا کہ انہوں نے لاہور کی سکونت ترک کر کے دہلی جانے اور وہاں حضرت میاں سید نذیر حسین رحمہ اللہ سے علم حدیث پڑھنے کا فیصلہ کیا۔ لاہور سے امرتسر پہنچے اور حافظ محمود کے پاس باغ والی مسجد میں قیام پذیر ہوئے۔ حافظ صاحب ممدوح حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے بیعت تھے اور نہایت صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔ ان کا مقام صالحیت اتنا بلند تھا کہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اپنے اس مرید کو مختلف اوقات میں اور دو وظائف کی تلقین فرمانے کیلئے خود ان کے پاس امرتسر تشریف لائے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۵۴-۱۵۵)

**خواب میں مصیبتوں کا اشارہ:-** مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے ایک دن مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ پر کوئی مصیبت نازل ہو رہی ہے، لہذا یہاں رہنے کی بجائے، بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے گھر چلے جائیں۔ اس خواب کی وجہ سے میں آپ کے متعلق بہت فکر مند ہوں، آپ کو یہاں سے چلے جانا چاہیے۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ بار بار مجھے دہلی چھوڑنے اور گھر جانے کیلئے کہتے اور اس پر اصرار کرتے تھے۔ میں انہیں جواب دیتا کہ اگر آپ واقعی یہ دیکھتے ہیں کہ میں کسی مصیبت میں مبتلا ہونے والا ہوں تو مجھ سے ایسی باتیں کریں، جو میرے لیے اطمینان کا باعث ہوں، ایسی باتیں نہ کریں، جن سے مجھے گھبراہٹ پیدا ہو، لیکن وہ برابر اسی قسم کی باتیں کرتے رہتے..... بالآخر وہ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے اصرار پر دہلی سے اپنے گھر کو روانہ ہو گئے۔ (سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص: ۶۵)، (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۵۹)

**انگریز عورت کے ساتھ ہمدردی:-** مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ ان کو رخصت کرنے کیلئے میاں صاحب کے مدرسے سے لاہوری دروازے کے باہر شاہدہ تک ان کے ساتھ گئے۔ وہاں یہ دونوں ساتھی کھڑے آپس میں الوداعی باتیں کر رہے تھے کہ سامنے ایک انگریز عورت پر نظر پڑی جو سخت زخمی حالت میں پیاس کی شدت سے بلک رہی تھی۔ لیکن کوئی اسے پانی نہ پلاتا تھا۔ انسانی ہمدردی کے پیش نظر یہ دونوں اس عورت کے پاس آئے اور کہیں سے پانی لا کر اسے پلایا۔

۱۸۵۷ء کا زمانہ انتہائی ہنگامہ خیز تھا۔ ابتدا میں ہندوستانی انگریزوں پر غالب آگئے تھے۔ اس وقت وہ اس قدر جوش میں تھے اور فضا ایسی پیدا ہو گئی تھی کہ انگریز بوڑھا ہو، بیمار ہو، عورت ہو، بچہ ہو اس کی امداد کرنا نہایت مشکل تھا، حالانکہ اسلام کی رو سے زمانہ جنگ میں یا کسی بھی صورت میں بچوں، بیماروں، بوڑھوں اور عورتوں کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں، بلکہ جہاں تک ہو سکے ان کو تکلیف سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اور مولانا عبداللہ رحمہ اللہ نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر اس عورت کی مدد کی۔

اس عورت کو کسی صورت میں مردانہ لباس پہنایا اور نہایت مشکل سے مسجد کے حجرے میں لے کر آئے اور اس کے علاج کا سلسلہ شروع کیا۔ رات کو کچھ لوگوں کو شبہ ہوا تو وہ مسجد میں تلاشی کیلئے آگئے۔ ان لوگوں سے کہا گیا کہ ایک مریض ہے جو حجرے میں لیٹا ہوا ہے۔ یہ سن کر وہ لوگ واپس چلے گئے۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے اب وطن جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ چند روز کے علاج سے وہ عورت صحت یاب ہو گئی تو پتا چلا کہ وہ ایک انگریز کرنل کی بیوی ہے۔ اسے کسی طرح اس کے گھر پہنچایا گیا۔

اس عورت نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا بے حد شکر یہ ادا کیا اور اپنی طرف سے خط لکھ کر انہیں دینا چاہا کہ کسی وقت ضرورت پڑے تو اس سے فائدہ اٹھایا جاسکے، لیکن مولانا نے خط لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا ہم نے اس کی مدد اور خدمت محض رضائے الہی اور انسانی ہمدردی کیلئے کی ہے، اس کا صلہ ہمیں اللہ ہی دے گا۔ اس عورت نے یہ بھی کہا کہ ممکن ہے ہندوستانیوں کی پکڑ دھکڑ تک نوبت پہنچ جائے، اس صورت میں یہ خط آپ کے کام آئے گا۔ اگر انگریزی حکومت سے کسی نے آپ کی شکایت کی تو متعلقہ لوگوں کو یہ خط دکھایا جاسکتا ہے، لیکن مولانا انہیں مانے، فرمایا ہم درویش لوگ ہیں۔ کوئی ہماری شکایت کیوں کرے گا اور ہمیں تکلیف پہنچا کر اسے کیا ملے گا۔

اس انگریز عورت کی صحت یابی کے بعد مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے اسے گھر پہنچایا اور پھر اس واقعہ کے کئی دن بعد دہلی سے وطن کو روانہ ہوئے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۵۹ تا ۱۶۱)

**صحبت ولی کی برکات:-** حضرت میاں صاحب فرماتے ہیں: ”ہم اس وعظ اور نماز میں شریک تھے۔ سارا میدان آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ پہلی ملاقات سید صاحب اور مولانا شہید سے یہیں پٹنہ میں ہوئی تھی۔“ (الحیات بعد الممات، ص: ۲۶)

حضرت شہیدین کے ساتھیوں کا یہ قافلہ چند روز وہاں رہا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب اور مولانا شہید رحمہما اللہ کی اس صحبت اور وعظ کی

برکت سے میاں صاحب کے دل میں دہلی جانے اور وہاں تعلیم حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۶۹-۱۷۰) مولانا شاہ عبدالغنی نقشبندی مجددی رحمہ اللہ:۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۲ء) کوچ بیت اللہ کیلئے گئے تو مدینہ منورہ میں مولانا شاہ عبدالغنی مجددی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور ان سے سند حدیث لی۔ مولانا عبدالغنی مجددی رحمہ اللہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے اخلاف میں سے تھے۔ اس خانوادہ عالی مرتبت کا تقریباً ہر فرد زبور علم سے آراستہ تھا۔ آج اس برصغیر کے مختلف گوشوں میں فروغ علم کی جو مندریں بچھی ہوئی ہیں، ان میں کسی نہ کسی شکل میں اس خاندان کے اصحاب کمال کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ان میں سے کسی بزرگ نے تصوف و طریقت کی محفلیں جمائیں، کسی نے وعظ و نصیحت کا راستہ اختیار کیا، کوئی بزرگ تصنیف و تالیف کی راہوں پر گامزن ہوئے اور کوئی درس و تدریس کے میدان میں اترے۔ غرض ہر ایک نے اپنی بساط و استطاعت اور حالات کے مطابق وہ خدمات انجام دیں جن کی ہمہ گیر اثر پذیری سے بنجر دلوں کی کھیتیاں سرسبز ہوئیں اور قلب و نظر کے بھٹکے ہوئے قافلوں نے تسکین و راحت کی منزل پائی۔ ان حضرات کے نواع بنوع کا رنامے آج تذکرہ و رجال کی کتابوں کے زیریں باب بن گئے ہیں اور لوگ ان سے مستفید ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ مولانا عبدالغنی مجددی رحمہ اللہ اسی بحر ناپیدا کنار کی ایک موج خوش خرام تھے، جس سے ہزاروں نقشہ لبوں نے سیراب ہونے کی سعادت حاصل کی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۷۹-۱۸۰)

**شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کے خاندان کا ذوق تصوف:**۔ مولانا شاہ عبدالغنی مجددی رحمہ اللہ ۲۲ شعبان ۱۲۳۵ھ (۲۵ مئی ۱۸۲۰) کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب ساتویں پشت میں حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سے ملتا ہے اور وہ یہ ہے: عبدالغنی بن شاہ ابوسعید زکی القدر بن صنی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہم اجمعین.....! نسلاً فاروقی تھے اور ان تمام اوصاف سے متصف تھے جو ان کے آباؤ اجداد میں پائے جاتے تھے۔ اور ان کے والد گرامی مولانا شاہ ابوسعید مجددی دہلوی دیار ہند کے بلند مرتبت علماء و فقہاء اور اصحاب طریقت و تصوف میں سے تھے۔ برادر کبیر مولانا شاہ احمد سعید مجددی رحمہ اللہ کا شمار بھی خطہ ہند کے جلیل القدر ارباب فقہ اور نامور صوفیا و اتقیا میں ہوتا ہے۔ ان کا گھرانہ علم و عمل اور فضل و کمال کا گھرانہ تھا اور بڑے بڑے فضلاء ان کے حلقے میں شامل ہوئے جو ان کی صحبت اختیار کرنے کو اپنے لیے موجب شرف قرار دیتے تھے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۸۰)

**شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کا اخذ طریقت اور بیعت:**۔ شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ نے کچھ ہوش سنبھالا تو قرآن مجید حفظ کیا، پھر مولانا حبیب اللہ دہلوی رحمہ اللہ سے صرف و نحو اور علوم عربی کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد حصول حدیث و فقہ کی طرف عنان توجہ مبذول فرمائی۔ حدیث کی تحصیل مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ سے کی۔ موطا امام محمد اپنے والد گرامی شاہ ابوسعید رحمہ اللہ سے پڑھا، اخذ طریقت بھی انہی سے کیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۸۰)

**شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کا منصب:**۔ شاہ عبدالغنی علم و فضل میں درجہ امامت پر فائز تھے۔ رجوع الی اللہ میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ ہر وقت دل پر خوفِ خدا طاری رہتا۔ حدیث رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت اور اتباع سنت کا جذبہ ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ حسن اخلاق کا بیکر تھے۔ لوگوں کو نفع پہنچانا اور ان سے نیکی کا برتاؤ کرنا ان کا شیوہ تھا۔ دنیا کے مال و متاع سے کبھی تعلق نہیں رکھا۔ وہ اس جہان گزراں میں فرشتہ سیرت عالم تھے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۸۱)

**صوفی نقشبندی محدث کے باکمال شاگردین:**۔ سرزمین برصغیر میں انہوں نے علم حدیث کی تدریس و ترویج میں بے پناہ خدمت سرانجام دی۔ وہ گوشہ گیر بزرگ تھے اور مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر درس حدیث دیتے تھے۔ ان سے بے شمار علماء نے کسب علم حدیث کیا اور پھر وہ اس علم کی اشاعت کا بہت بڑا ذریعہ بنے۔ ان کے تلامذہ حدیث کے وسیع حلقے میں مولانا محمد قاسم تانوتوی رحمہ اللہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور مولانا عبداللیم انصاری لکھنوی رحمہ اللہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ آج ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں علوم حدیث کے جو مراکز دکھائی دیتے ہیں، ان کی نسبت قیام جن بزرگوں

کی طرف جانے گی، ان میں شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کے اسم گرامی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۸۱-۱۸۲)

**صوفی محدث کی تصنیفی خدمات:** حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رحمہ اللہ نے تدریس کے علاوہ تحریری طور پر بھی حدیث کی خدمت کی اور ”انجیح الحجۃ“ کے نام سے حدیث کی مشہور کتاب ”سنن ابن ماجہ“ پر ذیل سپرد قلم کی جو اپنے انداز کی بہترین ذیل ہے۔ تیرہویں صدی ہجری کے یہ وہ ہندی عالم تھے جو تدریس حدیث کے لحاظ سے عرب و عجم کے علماء و طلباء میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ اس عالم کبیر نے منگل کے روز ۶ محرم ۱۲۹۶ھ (۳۱ دسمبر ۱۸۷۸ء) کو مدینہ منورہ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (تذکرہ علمائے ہند، ص: ۱۲۶، نزہتہ الخواطر، ج: ۷، ص: ۲۸۹-۲۹۰، آثار الصنادید، ص: ۲۱۵-۲۱۶، ابجد العلوم، ص: ۹۲۹-۹۳۰، واقعات دارالحکومت دہلی، ج: ۲، ص: ۳۹۵، حدائق الحنفیہ، ص: ۳۹۰-۳۹۱، الجانح الجنی)، (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۸۳)

**سند حدیث میں صوفیت کا اشارہ:** مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ نے ۱۲۸۸ھ میں مدینہ منورہ میں ان سے جو سند حاصل کی، وہ مندرجہ ذیل ہے اور مولانا کی سوانح حیات کے صفحہ ۳۰-۳۱ پر درج ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”الحمد لله اولاً و آخراً و الصلوة والسلام على رسوله دائماً و سرمداً اما بعد فقد ورد على في المدينة المنورة الفاضل الفحول مولانا غلام رسول والتمس مني اجازة الحديث و التفسير و بغير هما من الكتب المعتمدة اسانيدھا في حصر الشارد و البالغ فاجزت له و اسأل الله وله التوفيق باتباع السلف الصالحين من الائمة و المجتهدين و الصوفية الصافية المنادين بالشرعية الطاهرة رضوان الله عليهم اجمعين و صلى الله على سيدنا محمد و آله و اصحابه اجمعين“

”قال بغمه و كتبه بقلمه الملتجى بالحرم النبى عبدالغنى بن ابى سعيد المجددى الدهلوى“

نشان مہر حضرت مسند صاحب عبدالغنی عفا اللہ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۸۳)

**مرشد اور مریدین میں ذوق جہاد:** مولانا لیاقت علی رحمہ اللہ ضلع الہ آباد (یو۔ پی) کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ ان کا حلقہ ارادت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ اپنے مریدوں میں ہر آن جہاد کی تلقین و ترغیب میں مشغول رہتے تھے۔ مولانا رحمت اللہ رحمہ اللہ کیرانہ ضلع مظفرنگر کے باشندے تھے۔ نیک نفس اور متدین بزرگ تھے۔ انگریزوں سے ان کو بے حد عداوت تھی۔ عیسائی لٹریچر پر ان کو عبور حاصل تھا۔ بڑے بڑے نام ور پادری ان کا سامنا کرنے سے گھبراتے تھے۔ ان کا فیصلہ کن مناظرہ مشہور پادری فنڈر سے مارچ ۱۸۵۶ء (رجب ۱۲۷۲ھ) میں آگرہ میں ہوا، جس میں پادری مذکور نے شکست کھائی اور وہ اس شکست سے اتنا بدل ہوا کہ اس کے بعد اسے ہندوستان میں رہنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ انگلستان چلا گیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۸۸-۱۹۰)

**مرشد بھی ہم سبق بھی:** حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں ایک مستقل باب میں بھی کیا گیا ہے اور کتاب کے مختلف مقامات میں بھی ان کا ذکر آیا ہے۔ وہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے مرشد بھی تھے، ہم سبق بھی تھے اور مخلص ترین دوست بھی تھے۔ انہوں نے حضرت سید صاحب کی خدمت میں مختلف اوقات میں بہت سے روپے بھیجے جو سید صاحب موصوف نے یتیمی و مساکین پر خرچ کیے۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو سوانح حیات مولانا غلام رسول از ص: ۱۵۰-۱۵۴) (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۰۶-۲۰۷)

**صوفی اور سالک کی ترقی کا راز:** ان کے سوانح نگار فرزند مولانا عبدالقادر نے لکھا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے:

”صاحب وضو پر سحر وغیرہ اثر نہیں کرتا۔ نہ جن بھوت اسے ایداعے سکتے ہیں۔ وضو سے ہر کام میں برکت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ پاکیزہ رہنا اور پاکیزہ رہنے کا حکم دینا اسلامی منشا ہے۔ صوفی اور سالک کو زیادہ مقبولیت سحرانی اور پاکیزگی کی وجہ سے ہوتی

ہے..... فیوض و برکات اور درجات کا منبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خود وضو سے رہنا اور دوسروں کو وضو سے رہنے کی تلقین کرنا سنت ہے۔ اور یہ مقبول عمل ہے، وضو پاکیزگی کا باعث ہے۔

”ان اللہ یحب التواہین و یحب المتطہرین“ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ چلتے ہوئے نظریں نیچے رکھتے۔ ادھر ادھر آگے پیچھے اور دائیں بائیں نہ دیکھتے۔ کسی کا شعر ہے۔

رسم سگانست بہر سونگاہ

شیر سرافگندہ بر اندر راہ

”شیر راستے میں چلتے ہوئے اپنا سر نیچے رکھتا ہے۔ کتوں کی عادت ہر طرف دیکھنا ہے۔“ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی ص: ۲۰۸-۲۰۹)

**مال حرام سے نفرت اور عورت کی توجہ:** مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو مال حرام سے بے حد نفرت تھی۔ اسے ہاتھ لگانا بھی گوارا نہ فرماتے۔ اس سلسلے میں ان کے سوانح نگار مولانا عبدالقادر ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز میں ان سے شیخ سعدی کی کتاب ”بوستان“ پڑھ رہا تھا۔ ایک عورت بڑا قیمتی زرق برق لباس پہنے دو آدمیوں کے ساتھ مولانا کی خدمت میں آئی۔ اس نے ایک سو روپیہ نقد، ایک باریک لمبل کا تھان اور کچھ مٹھائی پیش کی۔ مولانا نے اس عورت سے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو؟ اس نے بتایا کہ وہ گوجرانوالہ کی رہنے والی ایک طوائف ہے۔ مولانا نے فرمایا تیرا یہ حرام مال ہے، میں اسے ہرگز نہیں لے سکتا۔ اس عورت کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ حرام مال کیا ہوتا ہے۔ مولانا کی باتوں سے وہ اس درجہ متاثر ہوئی کہ اس کی دنیا بدل گئی اور اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی۔ پھر یہ مال اس نے کسی مقروض کو دے دیا جس سے اس نے اپنا قرض ادا کیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی ص: ۲۱۰)

### مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کی (۶۷) کرامات

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ بے شمار خصوصیات کے حامل اور بہت بڑے عالم تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ بلاشبہ اللہ کے مقرب، ولی اللہ اور صاحب کرامات بزرگ تھے ان کی زبان میں بے پناہ اثر تھا اور اللہ ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا تھا۔ اس سلسلے میں ان سطور کے راقم نے بہت سی باتیں متعدد ثقہ لوگوں سے سنی ہیں اور ان کے سوانح نگار مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ نے بھی (جو ان کے بڑے صاحب زادے تھے) چونسٹھ پینسٹھ واقعات درج کیے ہیں۔ جو نہایت عجیب و غریب ہیں۔ یہ واقعات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی ص: 214)

**تنگ دست کمہار کا مالدار ہو جانا:** (کرامت ۱) موضع سترہ سندھواں ضلع سیالکوٹ کے ایک شخص کا نام ”عمرا“ تھا جو کمہار برادری سے تعلق رکھتا تھا اور کثیر العیال تھا لیکن اس کی آمدنی بہت کم تھی جس کی وجہ سے وہ زیادہ تر تنگ دستی اور غربت کا شکار تھا اتفاقاً ایک مرتبہ وہاں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تشریف لے گئے۔ عمر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور تنگی معاش کا ذکر کیا آپ نے فرمایا: ”یا حسی یا قیوم برحمتک استغیث“ کثرت سے بلا تعداد پڑھا کرو، وضو ہو یا نہ ہو اس کی کوئی شرط نہیں لیکن اس کے معنوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے (یعنی اے اللہ! جو ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے میں تیری رحمت سے تجھ سے فریاد کرتا ہوں) اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔ اس نے اس پر عمل کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں مال دار ہو گیا اور موضع سترہ میں خاصی زمین بھی خرید لی۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی ص: 214, 215)

**اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کا ذاتی مشاہدہ:** اس دعا کے بارے میں راقم الحروف بھی اپنا ایک ذاتی واقعہ اور

تجربہ بیان کرنا چاہتا ہے میں ہفت روزہ ”الاعتصام“ کا ایڈیٹر تھا۔ جنوری 1958ء میں چند دوستوں کے اشتراک سے میں نے اپنا ایک سہ روزہ اخبار ”منہاج“ جاری کیا۔ اکتوبر 1958ء میں ملک میں ایوب خان نے مارشل لا نافذ کر دیا اور نیوز پرنٹ کنٹرول میں آ گیا۔ ”منہاج“ چونکہ نیا جاری ہوا تھا اس لیے اسے کنٹرول ریٹ میں اخباری کاغذ نہیں مل سکتا تھا۔ اخباری کاغذ پرانے اخباروں کو ملتا تھا۔ میں نے یہ اخبار تنگ آ کر اپریل 1959ء میں بند کر دیا۔ حساب کیا تو میں تین ہزار روپے کا مقروض تھا۔ ”الاعتصام“ سے مجھے اس زمانے میں دوسروپے ماہانہ تنخواہ ملتی تھی جو

اس وقت کے مطابق مناسب تنخواہ بھی لیکن اس سے یہ قرض جو اس زمانے میں بڑی رقم بھی ادا کرنا بہت مشکل تھا میں نے مولانا محمد علی لکھوی مرحوم و مغفور سے جو مدینہ منورہ میں مقیم تھے ایک خط میں دعا کے لئے درخواست کی انہوں نے فوراً جواب دیا اور یہی وظیفہ اسی طرح بتایا جیسا کہ اوپر مذکور ہے میں نے اس پر عمل کیا اور چند ماہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ میں قرض سے سبک دوش ہو گیا اور تمام مالی تکلیفیں ختم ہو گئیں۔

**قرض سے غیبی خلاصی مل جانا:**۔ (کرامت، ۲) سلیمان ایک بنگالی طالب علم تھا جو تمام عمر مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کی خدمت میں رہا ان کی وفات کے بعد بیت اللہ شریف چلا گیا تھا اس کا بیان ہے کہ مولانا کے بڑے بھائی حکیم غلام محمد ایک شخص شیخ غلام حسین بھیرودی کے دو ہزار روپے کے مقروض تھے وہ قرض جلدی ادا نہ کر سکے تو شیخ غلام حسین نے دعویٰ کر کے ڈگری حاصل کر لی اور حکیم غلام محمد کو عدالت نے جیل بھجوا دیا۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اس وقت گاؤں میں موجود نہ تھے، اسی روز عصر کے قریب تشریف لائے اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق پہلے مسجد میں آئے۔ حکیم صاحب کے بارے میں پوچھا کہ کہاں ہیں سلیمان بنگالی نے تمام واقعہ بیان کیا۔ مولانا کو اس سے نہایت ذہنی کوہفت ہوئی۔ نماز عصر سے فارغ ہوئے تو سلیمان سے کہا ”پانی کا ایک لوٹا بھرا اور میرے ساتھ آؤ“۔ گاؤں سے کچھ دور جا کر اپنے گریڈ ایک حصار کھینچا اسی میں وضو کیا قبلہ رو ہو کر بیٹھ گئے اور کچھ پڑھنے لگے سلیمان بھی قریب ہی بیٹھا تھا اس نے دیکھا کہ مغرب کی طرف سے سفید لباس میں ملبوس ایک شخص آیا اور اس نے مولانا کو ایک ہزار روپیہ دیا۔ آپ نے فرمایا: مجھے دو ہزار کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا: ہزار روپیہ دینے والے نے کہا ہے کہ باقی روپے (قرض خواہ) چھوڑ دے گا۔ مولانا اسی وقت وہاں سے اٹھے اور شیخ غلام حسین کو تلاش کر کے ایک ہزار روپیہ دیا اور فرمایا: باقی روپے میں جلد ہی ادا کر دوں گا شیخ غلام حسین نے ایک ہزار روپیہ وصول کیا اور باقی ہزار چھوڑ دیا۔ مولانا گئے اور حکیم صاحب کو جیل سے رہا کر کے گھر لے آئے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 215, 216)

**لا ولد کو لڑکی کی بشارت:**۔ (کرامت، ۳) علاقہ شاہ پور کے موضع سدہ میں ایک بزرگ حافظ غلام محمد سکونت پذیر تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے گاؤں سدہ کے قریب ایک گاؤں ”کوٹلی“ ہے کوٹلی کا ایک زمیندار لا ولد تھا وہ اپنی بیوی اور انہی حافظ غلام محمد کے ساتھ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ”اللہ سے دعا کریں وہ مجھے اولاد عطا فرمائے۔ مولانا نے اسی مجلس میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے دعا کے بعد فرمایا: شاید اللہ تعالیٰ تمہیں لڑکی عطا کرے گا۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے لڑکی عطا فرمائی۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 216)

**طبیعیوں کا ٹھکرائے شخص کا صحت یاب ہو جانا:** (کرامت، ۴) مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے سوانح نگار مولانا عبدالقادر لکھتے ہیں کہ قلعہ اسلام میں ایک حافظ قرآن لڑکوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ ان کے چہرے پر چنبل ہو گیا تھا، بہت علاج کرایا لیکن صحت یاب نہ ہوئے۔ ایک دن انہوں نے مولانا سے عرض کیا تو آپ نے دیکھ کر دریافت فرمایا کوئی علاج نہیں کرایا؟ کہا: بہت علاج کرائے سال بھر سے علاج کر رہا ہوں مگر بجائے فائدے کے مرض بڑھ گیا ہے اور روز بروز بڑھ رہا ہے اب خدائی علاج چاہتا ہوں۔ آپ نے اسی وقت دم کیا اور فرمایا: ”متواتر تین دم کراؤ“ حافظ صاحب نے مولانا رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق تین دن دم کرایا اور بالکل صحت یاب ہو گئے۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 217)

**گمشدہ زیورات کی غیبی اطلاع:**۔ (کرامت، ۵) قلعہ اسلام کے حاجی کرم الہی کا بیان ہے کہ ان کی شادی کے موقع پر ان کی والدہ کا زیور گم ہو گیا۔ جہاں رکھا تھا بار بار وہاں دیکھا اور جگہوں میں بھی دیکھا مگر نہ ملا حاجی صاحب مدوح کی والدہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور زیور کی گم شدگی کا ذکر کیا آپ نے فرمایا: جہاں رکھا تھا وہیں پڑا ہے۔ چنانچہ دیکھا تو وہیں پڑا تھا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 217)

**غریب شخص کا مالدار ہو جانا:-** (کرامت، ۶) ضلع سیالکوٹ کے موضع سترہ سندھواں کے چوہدری محمود خاں بیان کرتے ہیں کہ ابتدا میں اس کی مالی حالت بہت خراب تھی۔ مولانا رحمہ اللہ ایک مرتبہ وہاں تشریف لے گئے تو اس نے مولانا رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنی مالی کمزوری کا ذکر کیا۔ فرمایا ”اللہ الصمد“ ہر روز بلا تعداد پڑھا کرو اور نماز تہجد بھی باقاعدہ پڑھا کرو۔ چوہدری محمود خاں کا بیان ہے کہ اس نے اس پر عمل کیا اور چند ہی روز میں مال دار ہو گیا یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اتنی دولت کہاں سے آئی۔ مولانا نے تہجد پڑھنے کا حکم دیا تھا نماز تہجد بھی بالالتزام پڑھنے لگا۔ چوہدری محمود خاں کا کہنا ہے کہ اگر کسی دن عہد اسو بھی جاؤں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا تہجد کے لئے مجھے جگا رہے ہیں۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 217، 218)

**ان پڑھ درزی کا حساب کتاب سیکھ جانا:-** (کرامت، ۷) قلعہ اسلام کا ایک درزی امام الدین کہتا ہے کہ وہ بالکل کند ذہن اور ان پڑھ تھا اس کا بڑا بھائی عبداللہ ایک دن اسے مولانا رحمہ اللہ کے پاس لے گیا اور اس کا حال بیان کیا آپ نے فرمایا: لوٹے میں تھوڑا سا پانی لاؤ پانی لایا گیا تو آپ نے اس پر دم کیا اور فرمایا لو امام الدین اس کو پی جاؤ۔ تم تھوڑا بہت حساب کتاب سیکھ جاؤ گے امام الدین کہتا ہے کہ اللہ کے فضل اور مولانا کی دعا سے اس دن سے مجھ میں اتنی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے کہ حساب کتاب بھی کر لیتا ہوں اور معمولی خط و کتابت بھی کر سکتا ہوں۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 218)

**تاجر کا مال چوری ہونے سے بچ جانا:-** (کرامت، ۸) ایک شخص ملا کر م داملتان میں دکان کرتا تھا کہتا ہے کہ میرے والد مولانا کی خدمت میں گئے اور عرض کیا کہ ہم مختلف مقامات میں تجارت کے سلسلے میں جاتے ہیں تو راستے میں چوری وغیرہ ہو جاتی ہے کوئی وظیفہ بتا دیجئے تاکہ ہمارا مال محفوظ رہے۔ فرمایا: تم جہاں رات کو ٹھہرو اپنے مال کے ارد گرد ایک سومرتبہ ”یا محیط“ پڑھ لیا کرو۔ وہ کہتا ہے کہ ہم یہ عمل کرتے رہے اور ہمیشہ سلامتی کے ساتھ مال لے کر گھر پہنچتے رہے۔ ہمارا کبھی نقصان نہیں ہوا جب کہ ہمارے ساتھیوں کا کئی دفعہ نقصان ہوا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 218)

**لا علاج مریض کا تندرست ہو جانا:-** (کرامت، ۹) موضع کوٹلی سنگھ بھڑاں (ضلع گوجراں والہ) کے ایک زمیندار ”بلندار“ کا بیان ہے کہ اس کا بھائی علی گوہر ایک مدت تک بخار میں مبتلا رہا طبائے تشخص کی کہ اسے دق اور سل کی بیماری ہو گئی ہے طبی علاج سے ناامید ہو کر لوگ اسے مولانا کے پاس لے گئے اور عرض کیا کہ طبیعت اسے مدقوق اور مسلول قرار دیتے ہیں۔ فرمایا ”طیبوں نے تشخص میں غلطی کی ہے اسے معمولی سا بخار ہے اس کے بعد پانی دم کر کے اسے پلایا اور اسی روز بخار اتر گیا اور مریض اچھا بھلا ہو گیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 218، 219)

**ہندو گھرانے کا مسلمان ہو جانا:-** (کرامت، ۱۰) بعض ہندو یا سکھ اپنے بچوں کو سودا وغیرہ لینے کیلئے اگر کسی ایسی دکان پر بھیجتے جو مولانا رحمہ اللہ کی مسجد کی طرف ہوتی تو انہیں تاکید کرتے ہیں مسجد کے قریب سے ”واہگرو واہگرو“ یا رام رام کرتے جانا اور جلدی سے نکل جانا ایک دن ایک ہندو لڑکی والدین کی ہدایت کے مطابق بھاگتی ہوئی جا رہی تھی اور رام رام کا لفظ اس کی زبان پر تھا۔ مولانا کے پاس سے گزری تو فرمایا: یا اللہ یا اللہ یہ کیسا پیارا لفظ ہے چنانچہ ”یا اللہ یا اللہ“ کے الفاظ اس کی زبان سے جاری ہو گئے اور یہی الفاظ ادا کرتی ہوئی گھر پہنچی والدین بے حد پریشان ہوئے اور اسے بار بار کہا کہ رام رام کہو مگر لڑکی مسلسل ”یا اللہ یا اللہ“ کہتی جا رہی تھی اور ساتھ ہی گھر والوں سے کہتی تھی تم بھی ”یا اللہ یا اللہ“ کہو یہ بڑا پیارا لفظ ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گھر کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے اور سب کی زبان پر ”یا اللہ یا اللہ“ کے الفاظ ادا ہونے لگے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 219)

**بانجھ عورت کے گھر بیٹے کی پیدائش:-** (کرامت، ۱۱) گجرات کا ایک موچی لاہور میں اپنا کوئی کام کاج کرتا تھا اتفاقاً مولانا لاہور تشریف لائے اور وعظ فرمایا۔ وعظ میں آپ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کا قصہ بیان کیا اس وقت گجرات کا موچی بھی موجود تھا وہ دوران وعظ ہی میں اٹھ کھڑا ہوا اور کہا ”حضرت اب بھی ایسا ہو سکتا ہے فرمایا: ہاں اب بھی اللہ تعالیٰ ایسا کرنے

پر قادر ہے۔ موچی نے کہا تو میرا حال بعینہ حضرت زکریا علیہ السلام کا سا ہے۔ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بوڑھا ہوں آپ میرے لیے دعا فرمائیں شاید آپ کی دعا کی برکت سے میرے گھر لڑکا پیدا ہو جائے۔ آپ رحمہ اللہ نے دعا فرمائی اور لوگوں نے آمین آمین کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کو لڑکا عطا فرمایا۔ اس نے مولانا رحمہ اللہ کو اطلاع دی تو آپ نے اس کا نام ”اللہ دتا“ رکھا وہ لڑکا حافظ قرآن ہوا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 219، 220)

**کلمہ سنتے ہی مسلمان ہو جانا:**۔ (کرامت ۱۲) ایک دن مولانا رحمہ اللہ لاہور میں کہیں وعظ فرما رہے تھے۔ دو گورے عیسائی کچھ سکھ اور چند ہندو بھی وعظ میں موجود تھے۔ وعظ میں مولانا رحمہ اللہ نے سورہ مریم کی چند آیات تلاوت کیں اور ہر قل کے دربار میں قریش مکہ کی سفارت کا ذکر کیا تھا۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہر قل نے جس انداز سے بات کی اور کلمہ شہادت سنا وہ بتایا تھا تو سنا تھا ہی اس طرح زور دار اور پرکشش آواز میں کلمہ شہادت پڑھا کر سننے والوں میں ایک تہلکہ پیا ہو گیا اور ہندو مسلمان گورے عیسائی اور سکھ شدت تاثر سے تڑپنے لگے۔ اس وعظ میں جتنے بھی غیر مسلم موجود تھے سب مسلمان ہو گئے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 220)

**ولی کامل کی زبان کا اثر:**۔ (کرامت ۱۳) لاہور ہی کا واقعہ ہے کہ آپ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر وضو کرنے کی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک سکھ عورت ”واہ گردواہ گردو“ کہتی ہوئی وہاں سے گزری۔ آپ نے فرمایا: ”وحدہ وحدہ“ کہو اس عورت کی زبان پر ”وحدہ وحدہ“ جاری ہو گیا۔ گھر والوں نے اسے بہت سمجھایا اور مار پیٹ بھی کی مگر وہ باز نہ آئی اور مسلمان ہو گئی۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 220)

**خواجہ اجیر رحمہ اللہ کی یاد تازہ کر دینا:**۔ (کرامت ۱۴) ایک مرتبہ مولانا ممدوح ضلع گجرات میں سفر کر رہے تھے کہ ایک سکھ نے آپ سے پوچھا موضع ڈنگہ کا راستہ کون سا ہے۔ فرمایا: بھائی مجھے ڈنگوں کا راستہ تو یاد نہیں البتہ سیدھوں کا یاد ہے۔ اس نے کہا سیدھوں ہی کا بتا دو۔ فرمایا سیدھوں کا راستہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ادھر مولانا کی زبان سے یہ کلمہ نکلا اور ادھر سکھ کی زبان پر یہی کلمہ جاری ہو گیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 220، 221)

**ہندو پنڈت کا زریہ ہو جانا:**۔ (کرامت ۱۵) موضع دلاور چیمہ (ضلع گجرانوالہ) کے ایک بڑے زمیندار اور دولت مند سکھ کا نوجوان بیٹا مولانا رحمہ اللہ کا وعظ سن کر مسلمان ہو گیا اور اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اس سکھ نے دلاور چیمہ اور علی پور میں اعلان کر دیا کہ کوئی پنڈت یا گرنٹھی قلعہ میہاں سنگھ والے مولوی صاحب سے بحث کر کے ان کو شکست دے دے اور میرے بیٹے کو دوبارہ سکھ مذہب قبول کرنے پر آمادہ کر لے تو میں اس کو کئی ایکڑ زمین اور پانچ سو روپے نقد انعام دوں گا۔ علی پور کے ایک پنڈت نے یہ اعلان سنا تو لالچ میں آ کر مولانا رحمہ اللہ سے بحث کے لئے تیار ہو گیا۔ سکھ زمیندار نے پانچ سو روپے نقد جمع کر دیے اور زمین کے لئے دستاویز لکھ دی اور پنڈت کو ساتھ لے کر قلعہ اسلام کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور بھی بہت سے لوگ جن میں غیر مسلم بھی تھے اور مسلمان بھی، بحث سننے اور نتیجہ معلوم کرنے کی غرض سے ان کے ساتھ چل پڑے یہ لوگ قلعہ اسلام پہنچے تو مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اپنے بالا خانے میں تشریف فرما تھے اور ایک طالب کو شیخ سعدی کی کتاب ”بوستان“ کا وہ سبق پڑھا رہے تھے جس میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ پنڈت نے آتے ہی مولانا رحمہ اللہ سے ایک سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: تشریف رکھیے آپ کی تشریف آوری سے بہت خوشی ہوئی طالب علم کے سبق سے فارغ ہو جاؤں تو آپ سے بات ہوگی جو جی چاہے سوال کریں میں ان شاء اللہ نہایت خوشی سے جواب دوں گا یہ الفاظ کہہ کر اس شعر کی طرف متوجہ ہوئے۔

دریں بحر جز مرد راعی نرفت گم آن شد کہ دنبال داعی نرفت

کہتے ہیں یہ شعر پڑھتے ہی مولانا رحمہ اللہ کا اسلوب بیان بدل گیا اور مجلس کا انداز کچھ اور ہی رنگ اختیار کر گیا۔ تقریر میں اللہ نے ایسی تاثیر بھری کہ سامعین یوں محسوس کر رہے تھے کہ درود بوار سے کلمہ شہادت کی آوازیں آرہی ہیں پنڈت اور ان کے ساتھی بے جان تصویر بنے ہوئے مولانا رحمہ اللہ کا منہ تک رہے تھے اور سب کی زبانیں گنگ تھیں۔ ناگہاں پنڈت نے شور مچانا شروع کر دیا۔ مجھے لے چلو، مجھے لے چلو



کچھ لوگوں نے پنڈت کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کیا اور بڑی مشکل سے بالا خانے سے نیچے اتارا پنڈت پر مدہوشی طاری تھی۔ جب وہ کچھ ہوش میں آیا تو اس سکھ زمیندار نے جو اسے لے کر گیا تھا اور اس کے ساتھیوں نے اس سے دریافت کیا تم بڑی شان اور ادا دعویٰ سے وہاں گئے تھے لیکن جاتے ہی خاموش ہو گئے اور کوئی بات کہے بغیر لوٹ آئے اس کی کیا وجہ ہے؟ پنڈت نے جواب دیا میں اسلام کے خلاف اکیس اعتراض سوچ کر گیا تھا جو میرے نزدیک بڑے مضبوط تھے لیکن مولوی صاحب کے سامنے جاتے ہی تمام باتیں ذہن سے نکل گئیں۔ ان کی تقریر میں کچھ ایسا جا دو بھرا ہوا تھا کہ خود میرے دل میں ایک کہرام سا بپا ہو گیا ان کے مذہب کی سچائی میرے دل میں پیوست ہونے لگی اور یوں محسوس ہونے لگا کہ میرا مذہب صحیح نہیں ہے مولوی صاحب کی طرف سے ایک روشنی میری طرف بڑھ رہی تھی اور میرے مذہب کے آثار مٹنا شروع ہو گئے تھے اگر چند ثانیے مزید ان کے سامنے بیٹھا رہتا تو میں کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو جاتا۔

اس کے بعد بہت لوگوں نے پنڈت جی کو مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں لے جانے اور ان سے بحث و مناظرہ پر آمادہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں مانے اور صاف لفظوں میں کہا کہ میں ہرگز مولوی غلام رسول رحمہ اللہ سے بحث و مناظرہ نہیں کروں گا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 221, 223)

**دعا کرتے ہی پہلی بیوی کا مسلمان ہو جانا:**۔ (کرامت، ۱۶) یہی عبداللہ نو مسلم جس کے سکھ والد کے کہنے پر پنڈت مذکور مولانا سے بحث کرنے گئے تھے بیان کرتے ہیں کہ مولانا رحمہ اللہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے ایک مسلمان خاندان میں شادی کر لی تھی۔ قبول اسلام سے پہلے بھی وہ شادی شدہ تھے ایک دن وہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا کہو! میاں عبداللہ مع اہل و عیال کے خوش ہو؟ عرض کیا۔ حضرت! میری پہلی بیوی بہت سلیقہ شعار اور تابعدار تھی مجھے وہ بہت یاد آتی ہے۔ آپ دعا فرمائیں وہ بھی اسلام قبول کر لے اور میرے پاس آجائے اگر ایسا ہو جائے تو بہت ہی اچھا ہے ورنہ دن تو گزر رہی رہے ہیں۔

فرمایا: میاں عبداللہ! جس ذات اقدس نے تم کو ہدایت دی ہے وہ اس کو بھی ہدایت دینے پر قادر ہے گھبراؤ نہیں ان شاء اللہ جلد ہی تمہاری مراد پوری ہوگی۔ اب تم گھر جاؤ۔

عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مولانا رحمہ اللہ کے حسب فرمان گھر چلے آئے۔ ابھی ایک ہی دن گزرا تھا کہ ان کی پہلی بیوی نے ایک شخص کے ہاتھ ان کو خط بھیجا کے فلاں دن اور فلاں وقت آ کر اسے لے جاؤ۔ وہ گئے اور اسے ساتھ لے کر مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں قلعہ اسلام حاضر ہوئے اور وہ مسلمان ہو گئی۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 223)

**برہمنوں کا دیکھتے ہی مسلمان ہو جانا:**۔ (کرامت، ۱۷) موضع سترہ سندھواں (ضلع سیالکوٹ) کے چوہدری محمود خان کہتے ہیں کہ ان کے گاؤں کے برہمن نے ان سے کہا کہ سنا ہے جو غیر مسلم مولوی صاحب کا درشن کرنے آتا ہے وہ مسلمان ہو جاتا ہے انہوں نے جواب دیا بات تو ایسی ہی ہے برہمن نے کہا کسی دن ہم کو بھی ان کے درشن کرانا۔ چند روز بعد مولانا رحمہ اللہ تشریف لے آئے اور چوہدری محمود خان نے سے برہمن کی بات بیان کی۔ فرمایا اگر کوئی وقت آیا تو میں کہوں گا تم اسے بلا لانا۔ جمعہ کا دن تھا مولانا وعظ فرما رہے تھے کہ محمود خاں کو حکم دیا برہمن کو بلاؤ کوئی اور غیر مسلم آنا چاہے تو وہ بھی آجائے۔ حسب ارشاد محمود خاں گئے برہمن سے کہا اور اس کو لانے کی بہت کوشش کی مگر وہ نہیں آیا۔ دو اور غیر مسلم ان کے ساتھ آ گئے جوں ہی وہ مولانا کے سامنے آئے حالانکہ انہوں نے وعظ کا کوئی لفظ نہیں سنا تھا ان کو دور سے دیکھتے ہی کلمہ شہادت پڑھنا شروع کر دیا۔

محمود خان کہتے ہیں کہ ایندھن کا ٹٹنے کے لئے وہ ایک کلہاڑی برہمنوں سے مانگ کر لائے تھے۔ انہوں نے وہ کلہاڑی واپس کرنے کی بہت کوشش کی لیکن برہمنوں نے نہیں لی اور کہا کہ اس کلہاڑی سے جو کلہاڑیاں کاٹ کر کھیت سے لائی گئی ہیں ان سے مولوی صاحب رحمہ اللہ کیلئے کھانا پکایا گیا ہے ممکن ہے اس کو دیکھ کر اور ہاتھ لگا کر ہی ہم مسلمان ہو جائیں۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 223, 224)

**جو اس سالہ لڑکی کا گنچا پن ختم ہو جانا:** (کرامت، ۱۸) گوجراں والا کے دو میاں بیوی اپنی چودہ سالہ لڑکی کو لے کر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ان کی لڑکی کے سر پر کوئی بال نہیں ہے اور یہ بالکل گنچی ہے اس کی شادی ہونے والی ہے آپ دعا فرمائیں کہ اس کے سر پر بال آگ جائیں۔

مولانا رحمہ اللہ نے لڑکی سے فرمایا: بیٹی نماز پڑھا کرو انشاء اللہ تم جلد ہی اچھی ہو جاؤ گی۔ لڑکی نے نماز پڑھنا شروع کر دی اور تھوڑے ہی عرصے میں سر پر بال آگ آئے اور گنچا پن ختم ہو گیا۔ دو سال بعد وہ لڑکی اپنے چھوٹے سے بچے کے ساتھ مولانا کی خدمت میں نذرانہ لے کر حاضر ہوئی اس کی ماں بھی ساتھ تھی۔ مولانا رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو؟ لڑکی کی والدہ نے تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے پوچھا نماز پڑھتی ہو یا نہیں؟ لڑکی نے جواب دیا پہلے نماز پڑھا کرتی تھی مگر اب چند روز سے چھوٹ گئی ہے۔ یہ سنتے ہی آپ نے نذرانہ واپس کر دیا اور فرمایا: تمہارے جیسے لوگوں سے جو خدا سے وعدہ کر کے توڑ دیتے ہیں مجھے کوئی سروکار نہیں۔ ہر چند اس نے کہا لیکن آپ نے نذرانہ قبول نہ کیا اور دونوں ماں بیٹی واپس گوجراں والا چلی گئیں۔ رات کو وہ لڑکی سوئی، صبح اٹھ کر سر پر ہاتھ پھیرا تو ایک بال بھی نہ تھا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 224، 225)

**مالینچولیا کے مریض کا صحت یاب ہو جانا:** (کرامت، ۱۹) موضع کھیکہ (ضلع گجر نوالہ) کے حکیم نبی بخش کا بیان ہے کہ انہیں ایک گاؤں میں ایک ایسے مریض کے علاج کی غرض سے جانا پڑا جو مالینچولیا میں مبتلا تھا اور جسے طبیب لا علاج قرار دے چکے تھے۔ حکیم صاحب مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: علاج کرو اللہ شافی مطلق ہے شفا دے گا حکیم صاحب نے اس کا علاج شروع کیا اور قدرت الہی سے ایک ہی دن کے علاج سے آدھی بیماری ختم ہو گئی دوسرے روز مریض بالکل تندرست ہو گیا۔ حکیم صاحب با مذاق آدمی تھے اور مولانا ان کی باتوں سے خوش ہوتے تھے۔ وہ مولانا رحمہ اللہ کے پاس آئے مریض کی صحت یابی کی اطلاع دی اور عرض کیا وہ مریض تو صحت یاب ہو گیا اگر کوئی ایسا ہی مریض اور آ گیا تو پھر کیا ہوگا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے علاج سے ہمیشہ ایسے مریضوں کو صحت عطا فرمائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس کے بعد سے مالینچولیا کے جتنے بھی مریض ان کے پاس آئے اللہ نے انہیں صحت عطا فرمائی۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 225)

**منافع کے غیبی اسباب بن جانا:** (کرامت، ۲۰) لاہور کے میاں صاحب کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں وہ گھوڑوں کا بویا پار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے گھوڑے خرید کر اپنے ملازموں کو سری نگر گھوڑے فروخت کرنے کے لئے بھیجا۔ تین مہینے گزر گئے لیکن گھوڑے فروخت نہ ہوئے۔ میاں محمد صاحب نہایت پریشان تھے کیوں کہ سری نگر میں ملازموں کا خرچ بھی پڑ رہا تھا اور گھوڑوں کا بھی اتفاقاً مولانا غلام رسول رحمہ اللہ لاہور تشریف لائے اور مسجد چیمپیاں والی میں وعظ کیا۔ سامعین میں میاں محمد بھی موجود تھے وعظ کے بعد وہ مولانا رحمہ اللہ سے ملے اور اپنی پریشانی کا ذکر کیا فرمایا انشاء اللہ تیسرے روز تمہارے گھوڑے حاکم کشمیر خرید لے گا اور تمہیں تین ہزار روپے منافع ہوگا۔ میاں محمد کہتے ہیں کہ وہ تاریخ انہوں نے لکھ لی جب ملازم واپس آئے تو معلوم ہوا کہ مولانا کے فرمان کے تین روز بعد گھوڑے فروخت ہوئے اور حساب کیا گیا تو ٹھیک تین ہزار روپے منافع ہوا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 226)

**ہندو مہنت کا کلمہ سنتے ہی مسلمان ہو جانا:** (کرامت، ۲۱) ضلع گورداس پور (مشرقی پنجاب) کے ایک ہندو مہنت کا نام کاہن داس تھا۔ وہ اپنے چند عقیدت مندوں کے ساتھ ایک مرتبہ ”موضع کالوالی“ آیا جو قلعہ اسلام کے قریب ایک گاؤں ہے مہنت نے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں سے قلعہ اسلام کتنے فاصلے پر ہے؟ بتایا گیا تین کوس کے فاصلے پر ہے موجودہ حساب کے مطابق پانچ کلومیٹر کہنا چاہیے۔ مہنت کاہن داس نے کہا سنا ہے وہاں مولوی غلام رسول رحمہ اللہ رہتے ہیں جو بہت عالم اور صوفی ہیں۔ میرے دل میں اسلام کے بارے میں کچھ سوالات پیدا ہو رہے ہیں میں ان سے یہ سوالات پوچھنا چاہتا ہوں لوگوں نے بتایا کہ ان کے پاس کئی پنڈت اور غیر مسلم بحث و مباحثہ کے لئے آئے اور مسلمان ہو گئے آپ وہاں نہ جائیں لیکن مہنت صاحب نہیں مانے اور مولانا کے پاس پہنچ گئے جاتے ہی سوال کیا ”اسلام کیا چیز ہے؟ فرمایا:

پہلی چیز ہے کلمہ پڑھنا، پھر کلمہ پڑھ کر سنایا کلمہ سنتے ہی مہنت کا ہن داس نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا اور مسلمان ہو گیا اس کے بعد دو سال وہ مولانا کی خدمت میں قلعہ اسلام رہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 226، 227)

**قتل کے مقدمہ میں گرفتار شخص کا بری ہو جانا:** (کرامت، ۲۲) ضلع شاہ پور کے موضع بھرت لوتھ کا نمبر دار جس کا نام ”جوایا“ تھا کسی پیر کا مرید تھا وہ نمبر دار قتل کے ایک مقدمے میں گرفتار ہو گیا۔ گواہ بھی بھگت گئے جنہوں نے اس کے قاتل ہونے کی گواہی دی نمبر دار نے جو جیل میں بند تھا اپنے بیٹے کو مولانا کی خدمت میں بھیجا مولانا رحمہ اللہ نے اسے ایک حرف پڑھنے کے لئے فرمایا اور کہا کہ تم اسے متواتر تین دن پڑھو انشاء اللہ گرفتار شدہ شخص بری ہو جائے گا، چنانچہ وہ بری ہو گیا اسے جرمانہ بھی نہیں ہوا۔ مولانا کے سوانح نگار نے اس حرف کا ذکر نہیں کیا جو مولانا نے پڑھنے کے لئے فرمایا تھا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 227)

**نمبر دار کے مرنے کی اطلاع دینا:** (کرامت، ۲۳) موضع سدرہ ضلع شاہ پور کے حافظ غلام محمد ایک دن مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں دیکھتے ہی رونے لگے۔ مولانا رحمہ اللہ نے رونے کی وجہ پوچھی تو بتایا کہ گاؤں کا نمبر دار انہیں بہت اذیت پہنچاتا اور پریشان کرتا ہے۔ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ اس نے مجھے گاؤں سے بھی نکال دیا ہے نمبر دار سے میرے اختلاف کا باعث فقط شرعی معاملات ہیں حافظ غلام محمد کی بات سن کر مولانا رحمہ اللہ خاموش رہے۔

حافظ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں تین دن مولانا کی خدمت میں رہا وہ اپنی جوتی صبح کے بعد پانچ مرتبہ زور سے زمین پر مارتے تھے تیسرے روز مجھے فرمایا کہ جاؤ حافظ جلدی پہنچتا کہ اس نمبر دار کا جنازہ تم ہی پڑھاؤ اس طرح دشمن سے بھی تمہیں ثواب مل جائے گا۔ حافظ صاحب کہتے ہیں جب میں گاؤں کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ لوگ اس نمبر دار کا جنازہ لیے جا رہے ہیں۔ مولانا رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق جنازہ میں نے ہی پڑھایا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 227، 228)

**لا علاج مریض کا فوراً شفا پا جانا:** (کرامت، ۲۴) موضع بڈھا گورایہ متصل سترہ سندھواں (ضلع سیالکوٹ) کے نمبر دار کا نام ”بنیم“ تھا اس کا ایک ہی بیٹا تھا، جو خوب صورت جوان اور خوش آواز تھا۔ اسے فاج ہو گیا۔ بہت سے طبیبوں سے علاج کرایا گیا لیکن افاقہ نہ ہوا، اور اطباء نے اسے لا علاج قرار دے دیا، اتفاقاً مولانا غلام رسول رحمہ اللہ ایک مرتبہ سترہ تشریف لے گئے۔ بنیم نمبر دار کو پتا چلا تو وہ اپنے مریض بیٹے کو لے کر مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا مولانا مریض کو دیکھنے کیلئے اس کے قریب ہوئے، تو اس نے کہا السلام علیکم! مولانا نے نام پوچھا تو اس نے جو نام بتایا نمبر دار نے کہا یہ میرے بیٹے کا نام نہیں مولانا سمجھ گئے کہ اسے جن کا عارضہ ہے جن حاضر ہی تھا مولانا نے اس سے پکڑنے کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا حضرت میں اپنے بادشاہ کا مامور ہوں ایک دن ہمارا گزران کے کنوئیں سے ہوا ہم وہاں ٹھہر گئے یہ نوجوان گادھی پر بیلوں کے ذریعے کنوئیں سے پانی نکال رہا تھا سحری کا وقت تھا اس نے نہایت خوش الحانی سے چند اشعار پڑھے اس کی خوب صورت شکل اور دلکش آواز کی وجہ سے ہمارے بادشاہ کی بیٹی اس پر عاشق ہو گئی بادشاہ کو غیرت آئی اس نے مجھے حکم دیا کہ اسے پکڑ لو اور اس کا بدن سکھا سکھا کر اس کی جان نکالو اس روز سے میں اسے پکڑے ہوئے ہوں۔ مولانا نے پوچھا: ”تمہارے بادشاہ اس وقت کہاں ہے؟“

جن نے جواب دیا: اس وقت وہ کشمیر میں ہے۔ مولانا نے فوراً اسے حاضر کیا اور فرمایا: اسے چھوڑ دو اس پر مولانا اور بادشاہ کے درمیان چند باتیں ہوئیں بالآخر وہ اسے چھوڑنے پر رضامند ہو گیا اور اس نے چھوڑ دیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 228، 229)

**ولی کامل کا نام سنتے ہی سرکش جن کا چلا جانا:** (کرامت، ۲۵) اس باب کے شروع میں سلیمان بنگالی کا ذکر آیا ہے جو مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے شاگرد تھے اور ان کی زندگی تک ان کی خدمت میں رہے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مولانا رحمہ اللہ کی وفات کے بعد وہ دہلی گئے وہاں ایک شخص جنات کی گرفت میں تھا۔ جن نکالنے کیلئے اسکے وارثوں نے بہت سے عالموں کو بلایا اور عالموں نے اپنی سی کوشش کی لیکن جن نہیں نکلا۔ سب لوگ مایوس ہو چکے تھے اس اثناء میں ان لوگوں کو پتا چلا کہ قلعہ والے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا شاگرد یہاں آیا ہے وہ انہیں

بلا کر لے گئے۔ جن چوں کہ ہر وقت حاضر رہتا تھا اس لیے سلیمان بنگالی کو اسے حاضر کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ مشہور عالم اور معروف عامل تھے۔ سلیمان بنگالی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے گھر میں جاتے ہی جن سے کہا کہ مرے استاد مولوی غلام رسول قلعہ اسلام والے تمہیں السلام علیکم کہتے تھے۔ جن نے یہ الفاظ سن کر کہا: وہ مجھے کہتے ہوں گے نکل جا لیکن میرا ارادہ نکلنے کا نہیں تھا، اچھا میں چلا جاتا ہوں اب میں نہیں آؤں گا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 229, 230)

**عاشق جن کا تعمیل حکم بجالانا:** (کرامت، ۲۶) ایک مرتبہ ایک عورت کو جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی اس کے وارث غلام رسول رحمہ اللہ کے پاس قلعہ اسلام لائے وہ عورت جن کی گرفت میں تھی اور بے ہوش تھی۔ مولانا رحمہ اللہ کے سامنے آئی تو اٹھ کر بیٹھ گئی مولانا رحمہ اللہ نے جن سے کہا تو اس عورت کو چھوڑ دے اس نے جواب دیا میں اس پر عاشق ہوں اسے نہیں چھوڑوں گا مولانا رحمہ اللہ نے اس کو ڈانٹا اور وہ مان گیا اور کہا کہ نکل جاتا ہوں مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کوئی نشانی دے جاؤ (کہتے ہیں جن جاتے ہوئے کوئی نشانی دے جائے تو پھر نہیں آتا) اس نے کہا: فرمائیے کیا نشانی دوں؟ میں آپ کے ہر ارشاد پر عمل کروں گا۔

فرمایا وہ گھڑا جو سامنے پڑا ہے یہاں لے آؤ چنانچہ وہ گھڑا چلتا چلتا سیڑھیوں پر سے ہوتا ہوا مولانا رحمہ اللہ کی چار پائی کے نزدیک آ کر رک گیا۔ لوگ اس گھڑے کو چلتا ہوا دیکھ رہے تھے اور حیران ہو رہے تھے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 230)

**جنات دکھانے کا وعدہ:** (کرامت، ۲۷) قلعہ اسلام کا رہنے والا ایک شخص عبداللہ کشمیری، مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا عقیدت مند تھا، اس نے ایک دن مولانا رحمہ اللہ سے عرض کیا جن کس طرح کے ہوتے ہیں؟ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: تم جنوں کو دیکھنا چاہتے ہو؟ اس نے جواب دیا ہاں دیکھنا چاہتا ہوں۔ مولانا چپ رہے۔ دوسرے دن عبداللہ کشمیری لاہور جانے کیلئے تیار ہوا اور ملنے کیلئے مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں گیا وہ اپنے بالا خانے میں تشریف فرما تھے جو مسجد کے قریب ہی تھا۔ فرمایا: عبداللہ جو خواہش تم نے کل ظاہر کی تھی آج راستے میں پوری ہوگی۔ یعنی لاہور جاتے ہوئے راستے میں تمہیں جن دکھائی دیں گے۔ عبداللہ نے منت سماجت کرتے ہوئے عرض کیا حضور! مجھے بن دیکھے ہی خوف آ رہا ہے مجھے یقین ہے جن کوئی مخلوق ہے مہربانی فرما کرو مخلوق مجھے نہ دکھلائی جائے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 230, 231)

**جام کو مکشہہ بیٹے کی اطلاع دینا:** (کرامت، ۲۸) ایک نہایت عجیب و غریب کرامت ملاحظہ ہو: قلعہ اسلام کا ایک جام مولانا رحمہ اللہ کی حجامت بنا رہا تھا۔ اس نے کہا: حضرت میرا ایک ہی بیٹا ہے وہ کئی سال سے کہیں باہر چلا گیا ہے، معلوم نہیں کہاں ہے اور کیا کرتا ہے زندہ بھی ہے یا نہیں جو ان بہو ہے دعا فرمائیں کہ وہ آجائے پڑھنے کیلئے کچھ بتادیں تاکہ اس کا پتا چلے۔ مولانا حجام کی بات سن کر خاموش رہے وہ کہتا ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کچھ پڑھ رہے ہیں۔ حجامت بنانے کے بعد حجام نے پھر وہی عرض کی جو پہلے کر چکا تھا۔ مولانا نے فرمایا: تمہارا بیٹا تو تمہارے گھر میں ہے اور جنوں کے آٹے کی پکی ہوئی نمکین روٹی کھا رہا ہے جا کر دیکھو۔ جام کہتا ہے۔ میں ان کی یہ بات سن کر سخت حیران ہوا چون کہ ان کی کرامتوں کے متعلق بہت کچھ سن چکا تھا اس لیے جی میں آیا کہ ممکن ہے میرا بیٹا آ گیا ہو۔ جب میں گھر پہنچا تو بیٹا واقعی گھر میں بیٹھا چنے کے آٹے کی نمکین روٹی کھا رہا تھا، اس نے بتایا کہ میں صوبہ سندھ کے شہر سکھر میں تھا اور اپنی رہائش گاہ میں آٹا گوندہ رہا تھا پانی لینے کیلئے باہر نکلا تو معلوم نہیں کیا ہوا مجھے کسی نے اٹھایا اور پل بھر میں یہاں اپنے گاؤں پہنچ گیا میرا سامان اور استعمال کی تمام چیزیں سکھر میں ہیں۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 231, 232)

**چھری گاڑنے پر غیبی پرندوں کی آمد:** (کرامت، ۲۹) ایک شخص بیان کرتا ہے کہ ایک دن میں مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک آدمی آیا اس نے بتایا کہ ایک بزرگ کی میں نے عجیب کرامت دیکھی۔ وہ کرامت یہ ہے کہ اس نے چھری پکڑی اس پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری اور اسے زمین میں گاڑ دیا، ایک جانور اڑتا ہوا جا رہا تھا کہ وہ اس چھری پر آگرا۔

مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ کوئی بڑی بات نہیں انہوں نے ایک چھری منگوائی اور ہمیں ساتھ لے کر جنگل میں چلے گئے پہلے کچھ پڑھ کر

چھری پر پھونک ماری اور اسے زمین میں گاڑ دیا پھر چھری کے اس حصے پر جو زمین سے باہر تھا کپڑے کی دھجیاں لپیٹ دیں اور پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے وہ شخص قسم کھا کر بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جانوروں کے جھنڈ کے جھنڈ آتے اور اپنا گلا چھری کے ساتھ اس طرح رگڑتے کہ گویا ذبح ہونے کیلئے بے قرار ہیں۔ اس دن ایسے ایسے جانور دیکھنے میں آئے جو نہ کبھی اس سے پہلے دیکھے تھے اور نہ سنے تھے حیرانی ہوتی تھی کہ قسم قسم کے یہ جانور اتنی تعداد میں کہاں سے آئے کچھ دیر یہ حالت رہی پھر مولانا رحمہ اللہ نے چھری زمین سے نکال لی چھری نکالتے ہی تمام جانور جدھر سے آئے تھے ادھر ہی چلے گئے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 232, 233)

**معترضین میں ولایت کا اقرار:** (کرامت، ۳۰) ایک دن مولانا رحمہ اللہ لاہور میں وعظ فرما رہے تھے جس میں بے شمار لوگ جمع تھے وعظ میں لاہور کے بعض علمائے کرام بھی آئے جو مولانا رحمہ اللہ سے چند سوالات کرنا چاہتے تھے اس وقت مولانا سورہ عنکبوت کی پہلی آیت پڑھ رہے تھے ”المر احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وهم لا یفتنون“ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ صرف یہ کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔

مولانا رحمہ اللہ نے ایسے خوب صورت اور منطقیانہ و فلسفیانہ انداز سے اس آیت کی تفسیر بیان کی اور اس اسلوب سے اس کے تمام پہلوؤں کی وضاحت فرمائی اور بحث کرنے والے حضرات جو سوالات و اعتراضات سوچ کر آئے تھے ان میں سے ہر سوال اور ہر اعتراض کا اس نہج سے جواب دیا کہ وہ بالکل مطمئن ہو گئے اور ان کیلئے مجمع عام میں بات کرنے کی ذرہ بھر گنجائش نہ رہی۔ وہ مولانا رحمہ اللہ سے کوئی بات کیے بغیر واپس چلے گئے جن لوگوں کو ان کی آمد کی وجہ کا علم تھا انہوں نے ان سے ان کی خاموشی کے متعلق پوچھا تو جواب دیا کہ ہمارے اعتراضات کا ایک ایک کر کے وعظ میں جواب دے دیا گیا ہے اور ان کے سامنے ہمارے لیے بات کرنا مشکل ہے یہ شخص صرف عالم ہی نہیں، ولی اللہ بھی ہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 233)

**تمام اعتراضات کا منکشف ہو جانا:** (کرامت، ۳۱) ایک شخص نے مولانا رحمہ اللہ سے کہا کہ بعض علمائے دین آپ کے وعظ میں صرف بحث کیلئے آتے ہیں۔ بعض لوگ کچھ مسائل سمجھنے کیلئے حاضر ہوتے ہیں، بعض غیر مسلم اسلام کے بعض پہلوؤں پر اعتراض کرنے کی غرض سے وعظ میں شامل ہوتے ہیں لیکن وعظ سننے کے بعد سب لوگ خاموشی سے چلے جاتے ہیں نہ کوئی بحث کرتا ہے نہ کوئی مسئلہ پوچھتا ہے نہ کوئی اعتراض کرتا ہے عالم بھی خاموش سائل بھی خاموش اور غیر مسلم بھی خاموش آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا: جب میں وعظ کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تو اللہ کے فضل و کرم سے تمام اعتراضات اور سوالات کرنے والوں کے اعتراضات و سوالات کی فہرست ان کے ناموں سمیت مجھے پیش کر دی جاتی ہے اگرچہ ہوں تو ہر ایک کا نام لے کر اور اس کا اعتراض بتا کر اس کا جواب دوں لیکن میں اپنی شہرت کے ڈر کی وجہ سے اس کا ذکر نہیں کرتا تاہم ان کے اعتراضات کے جواب وعظ میں تفصیل سے دیتا ہوں جس سے سب کی تسلی ہو جاتی ہے اور اسی کیلئے اعتراض یا سوال کی گنجائش نہیں رہتی۔

موضوع دلاور چیمہ کے سکھ زمیندار کا بیٹا بھی (جس کا واقعہ پہلے بیان کیا گیا ہے) اسلام پر اعتراض کرنے کے لئے مولانا رحمہ اللہ کے پاس آیا تھا ان کا وعظ سنا تو اس کے تمام اعتراضات کا جواب اس میں آ گیا تھا لہذا مسلمان ہو گیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 233, 234)

**اعتراض کرنے والے کا بیعت میں شامل ہو جانا:** (کرامت، ۳۲) گیارہویں صدی ہجری کے ایک مشہور عالم و مصنف محمد بن ابراہیم شیرازی رحمہ اللہ تھے۔ ان کا لقب صدر الدین تھا لیکن علمی حلقوں میں انہوں نے ”ملا صدرا“ کے نام سے شہرت پائی وہ بہت بڑے فلسفی تھے ان کی ایک کتاب شرح ”ہدایت الحکمت“ ہے جو درس نظامی کے حلقوں میں ”صدر“ کے نام سے معروف ہے۔ یہ کتاب کسی زمانے میں درس نظامی کے علماء و طلباء میں متداول تھی۔ اب بھی کہیں کہیں پڑھائی جاتی ہے ہمارے ممدوح مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے یہ کتاب پڑھی تھی اور وہ اسے طلباء کو پڑھاتے بھی تھے، ان کے عہد کے ایک عالم دین مولوی غلام دین محمد تھے۔ ان کا سلسلہ درس قائم تھا اور ان کے طلباء میں ایک

طالب علم ”صدر“ پڑھتا تھا جو بڑا ذکی اور ذہین طالب علم تھا مولوی غلام محمد نے اس طالب علم کو صدر کا ایک مقام سمجھنے کیلئے جو فلکیات سے متعلق تھا مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے پاس بھیجا ان کا خیال تھا کہ مولانا یہ مقام نہ خود سمجھ سکتے ہوں گے اور نہ طالب علم کو سمجھا سکیں گے اس طرح وہ مولانا رحمہ اللہ کا امتحان لینا چاہتے تھے۔

وہ طالب علم جس وقت مولانا رحمہ اللہ کے پاس آیا اس وقت مولانا ایک طالب علم کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا رہے تھے اور سورہ یسین کی اس آیت کا مطلب سمجھا رہے تھے۔ ”والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم“ (یعنی چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ وہ آخر منزل میں پرانی ٹہنی کی طرح باریک رہ جاتا ہے) نو وارد طالب علم السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گیا جو سوال وہ اپنے استاد مولوی غلام محمد سے سمجھ کر آیا تھا مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے دوران درس وہی سوال اپنے شاگرد سے کیا اور پھر اس کا جواب دینا شروع کیا۔ جواب دے کر کتاب ”صدر“ کے مصنف کے نقطہ نظر کی وضاحت فرمائی اور اس پر جو حاشیہ لکھا گیا ہے اس کی تشریح کی مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی تمام تقریر فلکیات سے متعلق تھی اور یہی بات وہ طالب علم بہ صورت امتحان سمجھنے کے لیے آیا تھا لیکن اب اس کیلئے کچھ کہنے کی گنجائش نہ رہی تھی۔

اس کے بعد مولانا رحمہ اللہ نے اس طالب علم سے فرمایا کہ ”صدر“ کے اس مقام پر میرے دو سوال ہیں جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کیے یہ سوال سمجھ لو اور پھر اپنے استاد صاحب سے ان کے جواب پوچھ کر مجھے بتانا اس کے بعد طالب علم چلا گیا اور سارا واقعہ اپنے استاد سے بیان کیا اس پر چند روز گزرے تھے کہ مولوی غلام محمد صاحب مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے حلقہ بیعت میں شامل ہو گئے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 234، 236)

**کشف الصدور پر چور کا تہجد گزار بن جانا:**۔ (کرامت، ۳۳) موضع بھڑت (ضلع شاہ پور) کا ایک شخص مسمی ”جوایا“ اپنے علاقے کا مشہور چور تھا اور زمین جائیداد کا بھی مالک تھا ایک مرتبہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اس نواح کے ایک گاؤں موضع ”سدرہ“ تشریف لے گئے تو جوایا ان سے ملنے کے لئے آیا اور پچیس روپے جو اس زمانے میں اچھی خاصی رقم تھی بطور نذرانہ پیش کیے مولانا رحمہ اللہ نے مسکراتے ہوئے روپے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جوایا نے انکار کی وجہ پوچھی تو فرمایا: یہ چوری کا مال ہے۔

جوایا نے کہا: حضرت! یہ روپے چوری کے مال میں سے نہیں ہیں آپ کو کسی نے شے میں ڈال دیا ہے۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: تم نے فلاں شخص کی انیم چوری کی اور شاہ پور جا کر ایک سو روپے میں فروخت کی یہ پچیس روپے اس میں سے ہیں۔ باقی پچھتر روپے تم نے فلاں جگہ رکھے ہیں۔ جوایا نے یہ بات سنی (جو بالکل صحیح تھی) تو اسی وقت چوری سے توبہ کر لی نماز روزے کا پابند ہو گیا۔ اور بالالتزام تہجد پڑھنے لگا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 236)

**پیغام ولی پر دریا کا رخ تبدیل ہو جانا:**۔ (کرامت، ۳۴) ایک مرتبہ صدر الدین اور سرفراز (ساکن سدرہ کمبوہ) ایک بزرگ حافظ غلام محمد کے ساتھ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ان کی زمین کا بہت سا حصہ دریا کی زد میں آ گیا ہے اگر یہی حال رہا تو خطرہ ہے کہ ساری زمین دریا برد ہو جائے گی آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مصیبت سے نجات دے۔ یہ تینوں آدمی دو دن مولانا رحمہ اللہ کے پاس ان کے گاؤں قلعہ اسلام رہے تیسرے دن جانے لگے تو مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دریا کہ کنارے پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہو ”یا ملائکہ اللہ السلام علیکم من غلام رسول قلعہ والا“ نیز فرمایا کہ سورہ یسین تین روز پڑھنا۔

ان تینوں حضرات کا بیان ہے کہ جب ہم نے مولانا رحمہ اللہ کے حسب فرمان دریا کے کنارے کھڑے ہو کر ان کا سلام بھیجا تو ہمارے دیکھتے ہی دریا پیچھے کو ہٹنا شروع ہو گیا ہم یہ سلسلہ نہایت حیرانی کے عالم میں دیکھتے رہے دریا کے ایک دم پیچھے کو ہٹ جانے کے عمل کا آغاز ہمارے لیے بے حد تعجب نیز معاملہ تھا پھر جب سورہ یسین پڑھی تو دریا پیچھے ہٹ کر بالکل اپنی اصل جگہ پر آ گیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 237)

**دریا کا آپ کا پیغام سن کر جگہ چھوڑ دینا:** (کرامت، ۳۵) مولانا مرحوم کے سوانح نگار بیٹے (مولانا عبد القادر) فرماتے ہیں کہ

مولانا رحمہ اللہ کی وفات کے بعد حافظ غلام محمد مذکور ایک مرتبہ تشریف لائے انہوں نے مذکورہ بالا واقعہ بیان کر کے کہا کہ مولانا رحمہ اللہ تو وفات پا چکے ہیں میں آپ کو ان کا جانشین سمجھ کر بیان کرتا ہوں کہ ہمارے گاؤں کے قریب ایک گاؤں کی زمین اسی طرح دریا کی زد میں آنا شروع ہو گئی تھی جس طرح ہمارے گاؤں کی زمین آئی تھی۔ میں نے گاؤں کے لوگوں کو وہی طریقہ بتایا جو مولانا رحمہ اللہ نے ہمیں بتایا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کی مہربانی سے دریا پیچھے ہٹ گیا اب معاملہ یہ ہے کہ پہلے کی طرح دریائے ہماری زمینوں کی طرف رخ کر لیا ہے۔

مولانا عبدالقادر فرماتے ہیں کہ حافظ غلام محمد کی بات سن کر میں نے مولانا مرحوم کے الفاظ بیان کر کے وہی پڑھنے کا مشورہ دیا جو مولانا نے اپنی زبان مبارک سے ادا فرمائے تھے۔ چنانچہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ نے پھر وہی کچھ کر دیا جو پہلے ہوا تھا یعنی دریا پیچھے ہٹ گیا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 237، 238)

**مبارک زیارت کثرت کرامات کی وجہ:-** (کرامت، ۳۶) ایک بزرگ کا نام مولوی قطب الدین تھا وہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے شاگرد اور مرید تھے۔ انہوں نے ایک دن مولانا رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کرامتیں تو اللہ کے بہت سے صالح اور متقی بندوں سے صادر ہوتی رہی ہیں لیکن آپ رحمہ اللہ سے تو بے شمار کرامتوں کا صدور ہوتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا: جب سے مجھے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے اس وقت سے کرامتوں کا صدور بڑھ گیا ہے۔ اب مولوی قطب الدین نے ان سے خواب کی کیفیت پوچھنا چاہی لیکن وہ انہیں ٹالتے رہے جب ان کا اصرار بہت بڑھ گیا تو فرمایا کہ ایک مبارک رات کو میں نے رسول ﷺ کی زیارت کی (مولوی قطب الدین کا خیال ہے کہ وہ شاید لیلۃ القدر ہوگی) مولانا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہ تو میں اسے خواب سے تعبیر کر سکتا ہوں نہ بیداری سے، مجھے رسول اللہ ﷺ نے صابن عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ اس سے اپنے کپڑے دھولو۔ میں نے حسب الحکم کپڑے دھولے اور پھر حاضر خدمت ہوا نبی ﷺ نے مجھے منبر پر کھڑا کر کے میرے ایک ہاتھ میں قرآن شریف عنایت فرمایا اور دوسرے ہاتھ میں صحیح بخاری اور فرمایا تم اسے لوگوں کو سنناؤ تم میرے وارث ہو۔

مولانا یہ خواب سنا کر مولوی قطب الدین سے فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ایسی رات عمر بھر نصیب نہیں ہوئی جو فیوض و برکات اس رات حاصل ہوئے پھر وہ کسی کی صحبت اور کسی کے ذکر سے حاصل نہیں ہوئے۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے۔

آنچه اندر خواب دیدیم بیچ بیداری نہ دید

آنچه در دیوانگی دیدیم ہوشیاری نہ دید

”جو کچھ ہم نے خواب میں دیکھا وہ کبھی بیداری میں نہ دیکھا اور جو دیوانگی میں دیکھا وہ ہوشیاری میں نظر نہ آیا۔“

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 238، 239)

**نسبت بیعت شیطان سے حفاظت کا ذریعہ:-** (کرامت، ۳۷) مولوی قطب الدین رحمہ اللہ نہایت صالح بزرگ تھے۔ وہ خود اپنے متعلق ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے مروجہ علوم کی تحصیل کر چکے تو ان سے (دوبارہ) قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا۔ ابھی ایک سپارہ پڑھا تھا کہ ان کی زندگی بالکل بدل گئی۔ مولانا رحمہ اللہ کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت کی تھی اور نہ کبھی ان سے وظائف یا ذکر اذکار کے متعلق پوچھا تھا۔ لیکن حالت بیعت کرنے والوں اور وظائف پوچھنے والوں سے بھی دگرگوں ہو گئی تھی۔ وہ اس پر بہت خوش تھے اور ان پر ایسی روحانی کیفیت طاری تھی جو بیان نہیں کی جاسکتی۔ اللہ کے خوف سے آنسو آنکھوں سے جاری رہتے تھے۔ مولانا رحمہ اللہ قرآن مجید کا ترجمہ اس انداز سے پڑھاتے تھے کہ ایسا محسوس ہوتا جیسے قرآن نازل ہو رہا ہے اور یوں خیال گزرتا کہ وہ پڑھنے والے ہیں اور پڑھانے والے نبی ﷺ ہیں۔ جب مولانا رحمہ اللہ کوئی بات یا مسئلہ بیان فرماتے تو اللہ کے ڈر سے مولوی قطب الدین رحمہ اللہ کانپ اٹھتے اور ایسے لگتا کہ اب تک کے تمام گناہ ان کے سامنے آ گئے ہیں وہ اللہ کے دربار میں کھڑے ہیں اور حساب کتاب ہو رہا ہے اکثر حالت یہ رہتی تھی کہ انہیں دنیا اور اس کے معاملات کا کچھ پتا نہ ہوتا نیند آتی تو فوراً آنکھ کھل جاتی اور اٹھ کر بیٹھ جاتے۔

مولوی قطب الدین کہتے ہیں کہ قلعہ اسلام سے بجانب مغرب ایک میل کے فاصلے پر ایک گاؤں کا نام ”کھبکی“ ہے وہاں کے لوگوں نے مولانا رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ کوئی طالب علم جو تھوڑا بہت وعظ نصیحت کر کے مغرب کے وقت ان کے گاؤں آجایا کرے مغرب عشاء اور فجر کی نمازیں انہیں پڑھائے اور صبح کو قلعہ اسلام جا کر اپنے اسباق پڑھے۔ مولانا رحمہ اللہ نے انہی (قطب الدین) کو یہ خدمت انجام دینے کا حکم دیا چنانچہ وہ روزانہ مغرب سے پہلے کھبکی پہنچ جاتے وہاں رہتے اور صبح کو قلعہ اسلام آ کر مولانا رحمہ اللہ سے قرآن مجید کا ترجمہ اور دوسری کتابیں پڑھتے۔ ایک دن وہ حسب معمول نماز عصر کے بعد کھبکی کو روانہ ہوئے تو مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آج تمہیں راستے میں ایک بے دین صوفی ملے گا وہ شیطان ہے۔ اس کے پھندے میں نہ آجانا اس سے بچ کر آگے نکل جانا۔

مولوی قطب الدین جب آدھا فاصلہ طے کر چکے تو ایک شخص کو اپنی طرف آتے دیکھا ان کے ذہن میں مولانا رحمہ اللہ کا فرمان آیا اور اس شخص سے بچ کر آگے نکلنے کی کوشش کی لیکن اس نے مولوی قطب الدین کو نام لے کر انہیں آواز دی اور انہیں روک لیا۔ اب آگے سینے! وہ ان کے قریب آیا اور آتے ہی انہیں سینے سے لگا لیا، سینے سے لگتے ہی تمام فیض اور تمام ذوق عبادت ختم ہو گیا البتہ دل کا لطیفہ اور احساس عبادت برقرار رہا یعنی یہ کیفیت باقی رہی کہ اللہ کی عبادت کرنی اور اس سے ڈرنا چاہیے یہ احساس بھی بہت معمولی تھا۔ اب وہ کھبکی پہنچے تو نماز پڑھنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا لیکن کسی نہ کسی طرح نماز پڑھ لی عشاء کا وقت ہوا تو اس وقت بھی یہی صورت حال تھی نہایت مشکل سے یہ فریضہ ادا کیا رات کو ذہن اس قسم کے خیالات کی آماج گاہ بنا رہا ہے کہ نماز روزے کی کیا ضرورت ہے اور اللہ کا ڈر بالکل غیر ضروری ہے بہر حال اس کش مکش میں رات گزر گئی اور بادل نخواستہ فجر کی نماز پڑھائی واپس مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی آنے پر طبیعت آمادہ نہ تھی لیکن کسی نہ کسی طرح آگئے، یہ خیال البتہ ذہن میں رہا کہ میں عالم دین ہوں مجھے نماز پڑھنی اور اللہ کی تھوڑی بہت عبادت کرنی چاہیے اگر ایسا نہیں کروں گا تو لوگوں پر برا اثر پڑے گا یہی خیال انہیں دوسرے دن صبح کے وقت مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں قلعہ اسلام حاضر ہونے کا باعث بنا۔

مولانا رحمہ اللہ سے ملے تو فرمایا وہ شیطان راستے میں تمہیں ملا؟ ان پر جو کچھ بیتی تھی وہ سننا شروع کی تو مولانا رحمہ اللہ نے مسکراتے ہوئے ساری بات سنی۔ اس سے آگے مولوی قطب الدین کہتے ہیں کہ میری بات سن کر خلاف عادت مجھ سے معاف کیا۔ آپ رحمہ اللہ کا معاف کرنا اور میرے دل کے وسوسوں کا دور ہونا سبحان اللہ، وہی حلاوت، وہی لذت، وہی ذکر اور وہی برکات پھر عود کر آئیں۔

مولوی قطب الدین سے گفتگو کرتے ہوئے مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صوفیہ کے چار سلسلے مشہور ہیں۔ وہ ہیں نقشبندی، سہروردی، قادری اور چشتی۔ ان کے نام علیحدہ علیحدہ ہیں۔ جن حضرات کی طرف یہ سلسلے منسوب ہیں وہ متبع قرآن و حدیث تھے، بہت بڑے متقی اور ہر وقت اللہ کا ذکر کرنے والے۔ لیکن ان کے جاہل عقیدت مندوں نے ان کی تعلیمات کو بگاڑ دیا اور ان کے طریق عمل و عبادت میں ایسی چیزیں ڈال دیں جن سے ان بزرگان دین کا کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ وہ ان کی شدید مخالفت کرتے تھے۔ وہ تمام عمر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر عمل پیرا رہے اور لوگوں کے لیے اسی کی تلقین کو اپنا شیوہ بنائے رکھا وہ اللہ کے پاک باز اور عبادت گزار بندے تھے قرآن کے الفاظ میں یہ وہ لوگ تھے۔

”ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا“ (حم سجدہ: 13) جنہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے پھر اس پر ہمیشہ قائم رہے۔ اس کے بعد مولانا نے مولوی قطب الدین کو اپنے حلقہ بیعت میں داخل کر لیا اور فرمایا کہ آج تم نماز عصر کے بعد کھبکی جاؤ گے تو وہ شیطان تمہیں پھر ملے گا۔ لیکن انشاء اللہ تم پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ جارہے تھے کہ وہ اسی جگہ کھڑا تھا جہاں گزشتہ روز کھڑا تھا اس نے ان کو بلایا اور یہ اس کی آواز سن کر رک گئے وہ ان کے پاس گیا اور کہا کہ تمہارا مرشد بہت زوردار ہے تم جاؤ چنانچہ یہ کھبکی کو روانہ ہو گئے۔

صبح کو جب واپس مولانا رحمہ اللہ کے پاس قلعہ اسلام آئے تو مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے مولانا رحمہ اللہ نے مسکرا کر فرمایا اب اس کا تم پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ مولوی قطب الدین نے مولانا رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ اگر وہ شیطان ہے تو (احکام الہی کے مقابلے میں) اس کا اتنی جلدی کیوں اثر ہوتا ہے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”ان عبادی لیس لك علیہم سلطان“ (بنی اسرائیل: 65)



”کہ میرے بندوں پر تم غلبہ نہیں پاسکو گے۔ فرمایا: تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن جب انسان اللہ کے بندوں میں داخل ہو جائے تو نہ صرف یہ کہ شیطان کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ اس سے ڈر کے بھاگتا ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھاگتا تھا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 239، 243)

**بدتمیز شخص پر اللہ کا خوف طاری ہونا:-** (کرامت، ۳۸) قلعہ اسلام کے رہنے والے ایک شخص کا نام بڈھا کشمیری تھا وہ پہلوان تھا اور اس کا کاروبار کھڈیوں پر کپڑا بنانا تھا۔ بد معاشی اور بد تمیزی میں وہ خاص شہرت رکھتا تھا مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے گھر اور مسجد کے درمیان اس کا مکان تھا اور وہیں پر اس کی کھڈیاں تھیں، ایک دن مولانا رحمہ اللہ مسجد کی طرف جا رہے تھے کہ خلاف معمول بڈھا کشمیری کی کھڈیوں کے پاس رک گئے اور بڈھا سے پوچھا کہ کبھی تم روئے بھی ہو یا نہیں؟ اس نے جواب دیا ایک مرتبہ کشتی لڑتے ہوئے میرا بازو ٹوٹ گیا تھا اور شدید درد کی وجہ سے میں بے اختیار رو پڑا تھا۔

مولانا نے فرمایا: میرا مطلب یہ نہیں ہے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کبھی اللہ کے خوف سے تم روئے ہو یا نہیں؟

اس نے جواب دیا: میں جانتا ہی نہیں کہ اللہ کیا ہے اور اس سے خوف کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: دیکھو اگر دیوار پر کچھ مارا جائے تو بے شک وہ گر جائے لیکن اس کا نشان دیوار پر باقی رہتا ہے۔ مولانا رحمہ اللہ کی یہ بات سنتے ہی وہ اللہ اکبر کہتا ہوا کھڈی سے باہر نکلا اور بے ہوش ہو گیا دو روز بے ہوش رہا جب ہوش آیا تو قبرستان کی طرف بھاگ گیا اس کے والدین یا کوئی اور اس کے پاس جاتا تو وہ زور زور سے پکارتا کہ خنزیر آگئے، خنزیر آگئے یہ کہتا ہوا پھر بھاگ جاتا۔ اس کے والدین نہایت پریشانی کی حالت میں مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا ایک ہی بیٹا ہے جس کی کمائی سے ہمارا گزارا وقت ہوتی ہے اور اس کی یہ حالت ہوگئی ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کی دین داری کا سلسلہ بھی جاری رہے اور وہ اپنا کام بھی کرے۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: جاؤ اسے میرے پاس لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے جانے کا کوئی فائدہ نہیں وہ ہماری بات نہیں سنتا ہمیں دیکھ کر بھاگ جاتا ہے۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے میرا نام لو کہ وہ تمہیں بلاتے ہیں چنانچہ وہ گئے مولانا رحمہ اللہ کا نام لیا اور وہ ان کا نام سنتے ہی ان کے ساتھ چل پڑا اور مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ مولانا رحمہ اللہ نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا جاؤ والد اور والدہ کی خدمت کرو اسی میں دین اور دنیا کی سعادت ہے اور یہی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ بڈھا کشمیری اسی وقت اٹھا اور کھڈیوں پر کپڑا بنانے کا کام کرنے لگا اب اللہ کا خوف ہر وقت اس پر طاری رہتا تھا اور اس کے ڈر سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے، پھر اس کی پوری زندگی اسی طرح گزری اسے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی کرامت سمجھنے یا ان کی زبان کا اثر قرار دینے۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 243، 245)

**اپنی کرامت ظاہر نہ کرنے کا وعدہ:-** (کرامت، ۳۹) قلعہ اسلام کا ایک شخص بوٹا بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ مولانا رحمہ اللہ نے موضع فیروز والا سے بطور ایندھن جلانے کیلئے ایک پیری کا درخت لیا۔ وہ پیری ایک خانقاہ پر تھی اور بہت بڑی تھی وہاں پر پوجا پاٹ کا سلسلہ جاری تھا اسی لیے وہ اسے لینا چاہتے تھے تاکہ یہ سلسلہ ختم ہو۔ مولانا رحمہ اللہ نے زمین کے مالک سے بات کی تو اس نے کہا یہ پیری خانقاہ کے فقیر کی ہے۔ ہم تو اسے نہ کٹوا سکتے ہیں نہ استعمال کر سکتے ہیں آپ میں ہمت ہے تو کٹوا لیجیے اور لے جائیے۔ مولانا رحمہ اللہ نے پیری کٹوائی اور بوٹا سدو کو پیغام بھجوایا کہ گڈالے کر فیروز والا پہنچو وہ حسب حکم فیروز والا پہنچ گیا پیری اتنی بڑی تھی کہ اس کا تیسرا حصہ گڈے پر لدا گیا اور وہ قلعہ میہاں سنگھ کو روانہ ہو گئے، یہ صرف دو آدمی تھے خود مولانا رحمہ اللہ اور گڈے والا بوٹا۔ گوجرواں والا سے آگے نکل کر قلعہ میہاں سنگھ کے راستے پر آئے تو گڈالٹ گیا اور تمام کٹڑیاں زمین پر گر گئیں نہایت پریشانی ہوئی کہ اب کیا کیا جائے نہ قریب کوئی گاؤں ہے نہ آدمی ہیں راستے میں کھڑے ہیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے بوٹا سے کہا آؤ گڈا سیدھا کرنے کیلئے تم بھی زور لگاؤ میں بھی لگاتا ہوں۔ لیکن بوٹا خاموش کھڑا رہا، مولانا رحمہ اللہ نے پھر کہا کہ آؤ گڈا سیدھا کریں۔ اس نے کہا حضرت فیروز والا سے تو تقریباً سو آدمیوں نے لکڑیاں لدوائیں اور ہمیں روانہ کیا اب ہم دو آدمی

کس طرح لادلیں گے؟ فرمایا اللہ قادر ہے کیا عجب کہ وہ سو آدمیوں کا کام ہم دو آدمیوں سے لے لے آؤ! بسم اللہ کر کے گڈے کو ہاتھ لگاؤ بوٹا کہتا ہے میں نے گڈے کو فقط ہاتھ ہی لگایا وہ بھی حیرانی کے عالم میں مولانا رحمہ اللہ کے متعلق مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے زور لگایا کہ نہیں لگایا لیکن گڈا سیدھا ہو گیا اور لکڑیاں صحیح طور سے اس پر لد گئیں اور ہم گاؤں کو روانہ ہو گئے۔

مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: گاؤں جا کر کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کرنا وہ کہتا ہے کہ ان کی زندگی میں کسی سے یہ واقعہ میں نے بیان نہیں کیا ان کی وفات کے بعد اس کا ذکر کیا ہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 245, 246)

**مجذوب کی بڑا اور آپ کی:-** (کرامت، ۴۰) فیروز والا کے ایک شخص بوٹا بڑ بیان کرتے ہیں کہ جب مولانا غلام رسول رحمہ اللہ میری کٹوانے کیلئے فیروز والا آئے وہ چیت کا مہینہ تھا۔ جس خانقاہ سے میری کٹوائی گئی اس کا کٹوانا اس کے قریب تھا مولانا غلام رسول رحمہ اللہ گھوڑی پر سوار تھے۔ انہوں نے آتے ہی گھوڑی چھوڑ دی اور وہ سیدھی امی کے گندم کے کھیت میں چلی گئی اس کھیت میں نئی آب پاشی ہوئی تھی اور چند روز تک اس کی کٹائی ہونے والی تھی۔ اب گھوڑی گندم کھا رہی تھی اور بوٹا ان کا بیٹا اسے دیکھ رہے تھے۔ مولانا رحمہ اللہ ان کے پاس بیٹھے تھے اور انہیں ایک مجذوب کا واقعہ سن رہے تھے کہ وہ مجذوب لوگوں کے کم زور اور بھوکے گدھے زمینداروں کے کھیتوں میں چراتا پھرتا تھا جتنے پاؤں ان گدھوں کے کسی زمیندار کے کھیت میں پڑتے اس زمیندار کا اتنے ہی مانی غلہ ہوتا۔ اگر کوئی زمیندار گدھوں کو چرنے سے روکتا تو اس کا غلہ بہت کم ہوتا۔ جب لوگوں کو اس مجذوب کے متعلق پتا چل گیا تو انہوں نے خود مجذوب سے کہنا شروع کر دیا کہ وہ گدھے ان کے کھیتوں میں لائے اور چرائے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے مجذوب کا یہ قصہ سن کر کھیت کے مالک بوٹا بڑ نے اس سے کہا کہ آپ کی گھوڑی سیدھی میرے گندم کے کھیت میں آئی اور اس نے اس کے خوشے کھانا شروع کر دیے۔ میں بھی گنتا ہوں کہ اس نے کتنے خوشے کھائے اور اس کے کتنے قدم زمین میں پڑے۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا تمہارا جی چاہتا ہے تو گن لو اگر اللہ کو میری عزت رکھنا منظور ہوگی تو رکھ لے گا بوٹا بڑ کہتا ہے کہ میں نے گھوڑی کے قدم گنے، جو میری زمین میں پڑے 84 تھے میری کاشت کل دس گھماؤں تھی جب گندم کاٹی گئی اور غلہ نکلا تو پوری 84 مانی گندم ہوئی یہ مولانا رحمہ اللہ کی کرامت یا ان کی دعا کا نتیجہ تھا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 246, 247)

**پل بھر میں عورت کا نکاح پر آمادہ ہو جانا:-** (کرامت، ۴۱) یہیں فیروز والا کا ایک شخص آ گیا اس نے عرض کیا کہ میری چچی بیوہ ہے اور مال دار ہے۔ میں غریب آدمی ہوں، میں نے اسے نکاح کے لئے کہا تو وہ مجھ سے سخت کلامی سے پیش آئی۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا تم اپنی چچی کو میری طرف سے کہو کہ آج شام کو وہ مجھے کھانا کھلائے۔ اس نے اسے مولانا رحمہ اللہ کا یہ پیغام دیا تو وہ بہت خوش ہوئی اور اسی شخص سے کھانے کی چیزیں منگوائیں اور تمام انتظام اسی کے سپرد کر دیا جب کھانا کھا چکے تو اس عورت نے مولانا رحمہ اللہ سے کہا کہ میرا اس شخص سے نکاح کر دیں۔ شاید آپ کے نکاح پڑھانے اور مبارک قدموں کی وجہ سے کوئی بیٹا پیدا ہو جائے چنانچہ مولانا نے نکاح پڑھا دیا اور وہ میاں بیوی بیٹوں والے ہوئے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 247, 248)

**بے ادب اللہ کی پکڑ میں:-** (کرامت، ۴۲) ایک اور شخص کا قصہ سنئے۔ اس کا نام بھی بوٹا تھا اور وہ قلعہ اسلام کا رہنے والا تھا کشمیری برادری سے تعلق رکھتا تھا، نہ نماز پڑھتا تھا نہ روزہ رکھتا تھا ایک دفعہ رمضان شریف میں مسجد میں آکر کنوئیں سے پانی نکالا اور پانی لوٹے میں ڈال کر پینے لگا، مولانا غلام رسول رحمہ اللہ وہیں تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا کر رہے ہو؟ کہا: پانی پی رہا ہوں فرمایا یہ تو بڑی بے حیائی کی بات ہے کہ مسجد کا ڈول اور مسجد ہی کا لوٹا پھر رمضان کا مہینہ مسجد میں کھڑے ہو کر تو میرے سامنے اقرار کرتا ہے کہ پانی پی رہا ہوں اس نے مولانا رحمہ اللہ کی یہ بات سن کر پانی سے بھرا ہوا لونا زمین پر پھینک دیا اور وہ ٹوٹ گیا۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کم بخت جس طرح تو نے مسجد کا لوٹا توڑا ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح تجھے توڑے گا۔

اس کے بعد وہ گھر گیا اور جاتے ہی سخت بیمار ہو گیا۔ اس کا ایک رشتے دار محمد صدیق کشمیری تھا جو بہت نیک آدمی تھا اور مولانا غلام رسول

رحمہ اللہ کا مرید تھا۔ اسے اس کی تکلیف کا علم ہوا تو عیادت کیلئے آیا اور کہا کہ تم تو اچھے بھلے تھے، اچانک کیا معاملہ ہوا؟ اس نے سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ کسی حکیم کو لاؤ اور اس سے دوالو۔ محمد صدیق نے کہا: یہ حکیم کا معاملہ نہیں ہے یہ مولانا رحمہ اللہ کی کرامت ہے، وہی دعا فرمائیں گے تو تمہیں آرام آئے گا چنانچہ محمد صدیق سمیت سب رشتے دار اسے مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گئے اس کی جوان بیوی بھی بچے کو اٹھا کر لگی لوگوں نے دعا کیلئے عرض کیا اور بیوی نے روتے ہوئے بچہ مولانا رحمہ اللہ کی گود میں رکھ دیا اور کہا۔ حضور میری جوانی کو دیکھئے اور اس بچے کو دیکھئے اس کیلئے دعا فرمائیے کہ یہ تندرست ہو جائے دوسرے لوگوں نے بھی اس قسم کے الفاظ کہے۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: میری ذاتی طور پر نہ اس سے کوئی ناراضی ہے اور نہ اس پر کوئی غصہ ہے یہ نماز پڑھے روز رکھے، زکوٰۃ دے جو اللہ نے اس پر فرائض عائد کیے ہیں وہ ادا کرے اللہ تعالیٰ اسے صحت عطا فرمائے گا اگر ایسا نہیں کرے گا تو ”ان بطش ربك لشديد“ (سورہ بروج: 12) بے شک تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔

چنانچہ اس نے سب کے سامنے اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ کی اور آئندہ نماز روزے کی ادائیگی کا اقرار کیا اور اللہ نے صحت عطا فرمادی۔ ایک سال وہ اس عہد کا پابند رہا اور اسے کوئی تکلیف نہیں ہوئی ایک سال کے بعد اس نے نماز چھوڑ دی تو پھر اسی بیماری میں مبتلا ہو گیا پھر نماز شروع کر دی تو پھر تندرست ہو گیا۔ چوتھی دفعہ نماز چھوڑی دی تو مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ شخص اللہ تعالیٰ کو دھوکا دیتا ہے اب اس کا کوئی علاج نہیں چنانچہ اسی بیماری کی حالت میں اس کی موت واقع ہو گئی۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 248, 249)

**سمجھ سے بالاتر قصہ:-** (کرامت، ۴۳) قلعہ اسلام کے قریب ایک گاؤں کا نام ”مان“ ہے وہاں کا نمبردار فضل دین ایک دفعہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ میں فلاں سا ہوکار (پینے) کا مقروض ہوں اصل رقم بہت کم ہے باقی سب سود ہی ہے جو میں نے ادا کرنا ہے سا ہوکار مطالبہ کر رہا ہے یا تو دو چار روز میں نقد روپے کی صورت میں قرض ادا کر دو یا اس کے بدلے میں زمین دو۔ ورنہ عدالت میں تم پر دعویٰ دائر کیا جائے گا۔ فضل دین نے مولانا رحمہ اللہ سے کہا: اگر معاملہ عدالت میں گیا تو زمین بھی جائے گی اور نمبرداری بھی ختم ہو جائے گی۔ مولانا رحمہ اللہ نے پوچھا: قرض کتنا ہے؟ جواب دیا: بارہ سو روپے۔

فرمایا: فلاں فلاں آدمی کو سا تھ لے کر اس پینے کے پاس جاؤ اور جو چھوٹی سی گائے تمہارے پاس ہے وہ اسے دے کر حساب بے باق کر دو تمہارے ذمے کل بارہ سو روپے ہیں۔  
فضل دین نمبردار نے کہا حضرت مجھے اچھی طرح معلوم ہے قرض بارہ سو روپے ہے لیکن ہے سود ہی۔  
فرمایا: تم جاؤ قرض خواہ سے ملو اللہ فضل کرے گا۔

حسب ارشاد فضل دین نمبردار چند آدمیوں کو سا تھ لے کر قرض خواہ کے پاس گیا اور کہا میں حساب کرنے کیلئے آیا ہوں قرض خواہ پینے نے یہی کھولی اس میں لکھا تھا بقایا قابل وصول رقم بارہ سو روپے۔

اب قرض خواہ بھی حیران اور فضل دین بھی متعجب چھوٹی سی گائے اسے دی اور معاملہ صاف ہو گیا۔ یہ کیا قصہ ہے؟ اس کا علم صرف اللہ کو ہے یہ بات ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 249, 250)

**بانجھ بھینس کا گا بھن ہو جانا:-** (کرامت، ۴۴) اسی طرح ایک شخص آیا اس نے عرض کیا کہ میرے پاس صرف ایک بوڑھی بھینس ہے وہ بھی گا بھن نہیں ہے فرمایا وہ تو گا بھن ہے جاؤ اللہ تعالیٰ اس میں برکت فرمائے گا اس کے بعد کئی دفعہ اس نے کٹے اور کٹیاں دیں اسی کا دودھ اور گھی بیچ کر وہ شخص آسودہ حال ہو گیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 250, 251)

**ولی کی بات کے انکار کا وبال:-** (کرامت، ۴۵) موضع مان (متصل قلعہ اسلام) کا ایک شخص اسماعیل کشمیری بڑا مال دار تھا اور وہیں کارہنے والا ایک شخص شرف الدین تھا جو نہایت نیک آدمی تھا اور مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا ارادت مند تھا۔ مولانا کے بیٹے مولوی عبدالقادر کی شادی ہونے والی تھی اور اس کے لئے مولانا رحمہ اللہ کو ایک سو روپے کی ضرورت تھی وہ موضع مان گئے اور اپنے مرید شرف الدین کو

بھیج کر اسماعیل کشمیری کو بلایا اور اس سے ایک سو روپیہ قرض مانگا اسماعیل نے کہا: میرے پاس سو روپیہ نہیں ہے۔ مولانا رحمہ اللہ نے پھر کہا کہ مجھے عبدالقادر کی شادی کے سلسلے میں سو روپے کی ضرورت ہے تم دے دو۔ میں یہ قرض جلد ہی تمہیں ادا کر دوں گا اسماعیل نے اب بھی یہی کہا کہ میرے پاس سو روپیہ نہیں ہے شرف الدین نے بھی اسے سو روپیہ دینے کو کہا اس نے اسے بھی یہی الفاظ کہے کہ میرے پاس سو روپیہ نہیں ہے۔ مولانا رحمہ اللہ نے شرف الدین سے کہا: اب اس سے سو روپیہ نہ مانگو اس کے پاس نہیں ہے۔ اسماعیل کے انکار کرنے پر مولانا رحمہ اللہ واپس قلعہ اسلام تشریف لے گئے اور شرف الدین نے کسی سے سو روپیہ ادھار لیکر مولانا رحمہ اللہ کے گھر پہنچا دیا۔ مولانا رحمہ اللہ نے اس کے لئے دعا کی اور تھوڑے عرصے میں وہ اس قدر آسودہ حال ہو گیا کہ زکوٰۃ دینے لگا۔ لیکن اسماعیل بالکل مفلس ہو گیا اور پھر اسی صدمے سے اس کا ذہنی توازن بگڑ گیا موت تک اس کی زبان پر یہی الفاظ رہے کہ نہ میں نے کسی کی شادی کی، نہ میرا روپیہ چوری ہوا، نہ میں نے کسی کو ادھار دیا میرا پیسہ کدھر گیا۔ فسوس میں نے مولوی صاحب کو سو روپیہ قرض نہ دیا اور میری یہ حالت ہو گئی۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 251، 252)

**مرید کی خواہش اور عیاش کی توبہ:-** (کرامت، ۴۶) ایک دن سترہ سندھواں کے حاجی خدایار نے جو مولانا رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ عرض کیا کہ ان کے گاؤں کا ذیل دار اور فیض بخش بڑا عیاش اور غلط رو ہے لیکن اس کے ساتھ ہی بہت با اثر اور فراخ دست بھی ہے۔ اگر وہ سدھر جائے اور اسلامی احکام پر عمل کرنے لگے تو گاؤں کے تمام لوگ صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں اس سے کچھ عرصہ بعد مولانا ممدوح سترہ سندھواں تشریف لے گئے۔ ذیل دار فیض بخش سے ملاقات ہوئی تو مولانا نے فارسی کا یہ شعر پڑھا۔

بیانا نیک خواہاں متفق باش غنیمت دان امور اتفاقی

”آؤ نیک کے خواہش مندوں کے ہم نوا ہو جاؤ ان اتفاقی معاملات کو غنیمت جانو۔“

شعر سنتے ہی ذیل دار کے دل کی حالت بدل گئی اور اس پر عجیب قسم کی واردات طاری ہو گئیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور وہ ان کے حلقہ عقیدت منداں میں شامل ہو گیا۔ اب وہ خود بھی احکام اسلامی کا پابند تھا اور اس کی وجہ سے اور بھی بے شمار لوگوں نے اسلام کی سیدھی راہ اختیار کر لی۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 252)

**کشف کی بدولت مشکوک آمدنی کی اطلاع:-** (کرامت، ۴۷) انہی حاجی خدایار نے جو مولانا رحمہ اللہ کے سعادت مند مرید اور مرد صالح تھے۔ اپنی ہدایت یافتگی کا واقعہ بیان کیا کہ وہ ذیل دار فیض بخش کے منشی تھے دیگر آمدنی کے علاوہ انہیں رشوت کی آمدنی سے ذیل داروں روپے فی صد کے حساب سے دیتا تھا یعنی اگر سو روپے ذیل دار کو ملتے تو ان میں سے دس روپے حاجی خدایار کو دے دیے جاتے۔ ایک دن وہ ایک مقدمے کے سلسلے میں ذیل دار کے ساتھ گجرا نوالہ آئے تو انہیں حساب کے مطابق پندرہ روپے رشوت سے حصہ ملا۔ ان کا تعلق اہل علم کے کسی گھرانے سے تھا اور انہوں نے سواری کیلئے گھوڑی رکھی تھی۔ مقدمے سے فارغ ہو کر اور اپنے حصے کے پندرہ روپے رشوت جیب میں ڈال کر انہوں نے ذیل دار سے کہا کہ میں آج مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی زیارت کے لئے قلعہ اسلام جانا چاہتا ہوں، سنا ہے وہ بہت بڑے بزرگ ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ اس بزرگ کو سلام کیا جائے۔ ذیل دار نے ان کو وہاں جانے سے روکنے کی کوشش کی اور کہا چھوڑو ان بزرگوں اور مولویوں کو اس قسم کے ہم نے بہت لوگ دیکھے ہیں۔ لیکن حاجی خدایار نے ان کی بات نہیں مانی اور وہ شام کے قریب قلعہ اسلام پہنچ گئے، اس وقت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ مسجد سے باہر کھڑے تھے اور ان کے ساتھ درویش محمد ابراہیم تھا۔ اس سے پہلے نہ حاجی خدایار نے مولانا کو دیکھا تھا اور نہ مولانا نے حاجی خدایار کو۔ دونوں کی آپس میں کوئی جان پہچان نہ تھی۔ اب مولانا رحمہ اللہ نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو محمد ابراہیم درویش سے کہا کہ اس گھوڑی والے شخص کا تعلق سترہ کے علماء سے ہے، اس سے گھوڑی پکڑ کر باندھو اور اسے چارہ کھاؤ۔ میں کنوئیں پر جا رہا ہوں۔ حاجی صاحب سے مولانا رحمہ اللہ کی گھوڑی ہی سلام دعا ہوئی اور وہ اپنے کنوئیں پر چلے گئے۔ ابراہیم درویش نے ان سے گھوڑی پکڑی اور اسے چارہ کھلایا۔

مولانا ممدوح مغرب کے وقت آئے اور نماز پڑھائی پھر عشاء کی نماز پڑھائی۔ لیکن خدایار کی طرف متوجہ نہیں ہوئے وہ سخت پریشان ہوئے

اور مولانا رحمہ اللہ پر غصہ بھی آیا ہوگا جی میں آیا کہ کہ ذیل دارٹھیک کہتا تھا مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا اسی خشکی کے عالم میں سو گئے۔ مولانا سحری کے وقت مسجد میں آئے تو خدایا رکو جگایا فرمایا تم عالم ہو یا چوہڑے؟ انہوں نے کہا: حضرت مجھ میں چوہڑوں والی کون سی بات ہے؟ فرمایا ذیل دارکا ساتھ چھوڑ دو اور آئندہ کے لئے اپنی کوتاہیوں سے توبہ کر لو۔ خدایا راس پر سخت حیران کہ انہیں کیسے بتا چلا کہ میرا تعلق ذیل دار سے ہے اور میں اس کی رشوت سے حصہ لیتا ہوں وہ اس پر بھی حیران کہ انہیں کس طرح معلوم ہوا کہ میرا تعلق علماء کے خاندان سے ہے۔ بہر حال مولانا رحمہ اللہ کے کہنے سے انہوں نے ذیل دار کا ساتھ چھوڑ دیا اور ملازمت ترک کر دی۔ ذیل دار نے ان کو اپنے ساتھ رہنے اور ملازمت کا سلسلہ جاری رکھنے پر بہت اصرار کیا یہ بھی کہا کہ رشوت کے پیسوں میں سے پینتیس روپے فی صد لے لیا کرو مگر یہ نہیں مانے مولانا رحمہ اللہ کی یہ بات دل میں بیٹھ گئی کہ ذیل دار کا ساتھ چھوڑ دو اور گزشتہ کوتاہیوں سے تائب ہو جاؤ وہ اس پر عامل ہو گئے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 252, 254)

**صرف اک ملاقات پر حلقہ بیعت میں شامل ہو جانا:**۔ (کرامت، ۲۸) قلعہ اسلام سے بارہ کوس کے فاصلے پر ایک گاؤں ”دائیاں والی“ ہے وہاں ایک صوفی صاحب رہتے تھے، جن کا نام پیر کبیر شاہ تھا اور احکام شرع کے پابند نہ تھے۔ ایک دن ان کے ایک مرید مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے ملاقات کی غرض سے پیر کبیر شاہ کے ہاں سے روانہ ہوئے تو پیر صاحب نے کہا کہ مولوی غلام رسول رحمہ اللہ کا امتحان کرتے آنا۔ عصر کی نماز پڑھی جا رہی تھی کہ وہ مرید آ گیا۔ نماز کے بعد وہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گفتگو کرنے لگا آدھ گھنٹے کے بعد اس نے مولانا رحمہ اللہ سے رخصت کی اجازت مانگی۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، ابھی بہت وقت ہے اس نے عرض کیا دائیاں والی یہاں سے بارہ کوس (تقریباً اٹھارہ کلومیٹر) کے فاصلے پر ہے اب اجازت دیجیے مولانا رحمہ اللہ سے رخصت کرنے کے لئے مسجد سے باہر آئے اور فرمایا کہ اپنے پیر کو میری زبانی شعر سنا دینا۔ خلاف پیغمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواستہ رسید جو شخص اللہ کے پیغمبر ﷺ کے خلاف راستہ اختیار کرتا ہے وہ ہرگز منزل پہنچ سکے گا۔ وہ شخص بیان کرتا ہے کہ مولانا رحمہ اللہ نے اسے رخصت کرتے وقت اس سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور وہاں سے چل پڑا ابھی سورج اسی حالت میں تھا کہ وہ دائیاں والی پہنچ گیا۔ کبیر شاہ سے ملا اور انہیں مولانا رحمہ اللہ کا پیغام دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ قلعہ اسلام سے کب روانہ ہوئے تھے بتایا کہ ابھی تھوڑی دیر قبل وہاں سے چلا تھا نہ مجھے سفر کی تکان ہے اور نہ کسی قسم کی بے آرامی ہے۔ اس روز سے وہ مولانا رحمہ اللہ کا معتقد ہو گیا اور کہنا شروع کیا کہ اس وقت صالحیت کی رو سے دنیا میں کوئی شخص مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا ہم سر نہیں پھر اس نے کبیر شاہ سے بیعت کا سلسلہ ختم کیا اور مولانا ممدوح کے حلقہ بیعت میں شامل ہو گیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 254, 255)

**ولی کامل کے تبرک تولیے کی برکات:**۔ (کرامت، ۴۹) کوٹ بھوانی داس کے ایک بزرگ میاں عبدالعزیز، مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے شاگرد اور ارادات مند تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ قلعہ اسلام سے قریب کے ایک گاؤں موضع ”دھاری وال“ کا بڑھئی مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے بتایا کہ وہ سکھوں کا مزارع ہے اور چار مانی گندم بہ طور ٹھیکا ان کو دینی ہے لیکن جو گندم زمین کی کاشت سے اسے حاصل ہوئی ہے وہ بہ مشکل ڈیڑھ یا دو مانی ہوگی۔ ظاہر ہے زمین کے مالک کو پوری گندم نہیں دی جاسکے گی گھر میں کھانے کے لئے بھی گندم کی ضرورت ہے اس صورت حال سے وہ بڑھئی سخت پریشان تھا اسے خطرہ تھا کہ پوری گندم نہ دی گئی تو زمین کا مالک سکھ اس کے بے عزتی کرے گا۔ اس نے اس پریشانی سے نجات کیلئے مولانا رحمہ اللہ سے دعا کی درخواست کی مولانا رحمہ اللہ اس وقت غسل کر رہے تھے، انہوں نے غسل کے بعد جس کپڑے سے جسم صاف کیا وہ کپڑا اسے دیا اور فرمایا یہ کپڑا گندم کے ڈھیر پر ڈال دو اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اسے تولنا شروع کرو میں بھی تھوڑی دیر بعد آتا ہوں۔

مولانا رحمہ اللہ وہاں گئے تو گیارہ مانی گندم تولی جا چکی تھی جو مزارع نے اپنے گھر رکھنی تھی مولانا رحمہ اللہ نے ڈھیر پر سے کپڑا اٹھایا تو دیکھا کہ ابھی اتنی ہی گندم پڑی ہے جتنی پہلے تھی یہ دیکھ کر مولانا اس بڑھئی مزارع پر خفا ہوئے اور فرمایا پورا حساب کرنے کے بعد

اپنے گزارے کے لئے رکھ لیتے اتنا لالچ کرنا اچھی بات نہیں۔

**تیز نظر کا اثر جس کو لگا شکار ہو گیا:**۔ (کرامت ۵۰)۔ اب ایک شخص پیر میر حیدر مرحوم کا واقعہ سنئے وہ خان پور لکھڑاں ضلع راولپنڈی کے رہنے والے تھے اور یہی ان کے آباؤ اجداد کا مسکن تھا انہیں شکار کا بہت شوق تھا 35 سال کے خوب صورت جوان تھے ایک دن شکار کھیلنے کے بعد گھوڑے پر سوار تھے اور گھر جا رہے تھے کہ بازار میں ایک لکڑہارے نے آواز دی اور کہا میر حیدر تھوڑی دیر یہاں بیٹھ جاؤ لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی اور چلے گئے دوسرے روز پھر شکار سے واپس آتے ہوئے وہاں سے گزرے تو اسی لکڑہارے نے بلایا اور کچھ دیر بیٹھنے کے لئے کہا۔ لیکن انہوں نے اب بھی اس کی بات سنی ان سنی کر دی اور چلے گئے حسب معمول تیسرے روز وہاں سے گزرے تو لکڑہارے نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑی اور انہیں نیچے اتار لیا مصافحہ بھی کیا اور بغل گیر بھی ہوا۔ اسی وقت میر حیدر کی دنیا بدل گئی شکار کا شوق دل سے نکل گیا اور حالات کچھ سے کچھ ہو گئے گھوڑا اور باز ملازموں کو دینے کہ اسے گھر لے جائیں اور لکڑہارے کے پاس بیٹھ گئے اہل و عیال کا خیال دل سے رخصت ہوا اور ذکر الہی اور یاد خدا میں مصروف ہو گئے اس کے علاوہ کسی چیز سے کوئی تعلق نہ رہا ان کے بھائی بچے اور رشتے دار لینے کے لئے آتے لیکن یہ انہیں کسی نہ کسی طرح گھر بھیج دیتے اور ہر وقت لکڑہارے کے پاس بیٹھے اللہ کی عبادت کرتے رہتے۔

ایک دن صبح نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ لکڑہارہ غائب ہے نہ اس کا سامان نہ بستر کچھ بھی نہیں ہے سخت پریشانی کی حالت میں اس کی تلاش میں نکل پڑے طویل عرصے تک اسے تلاش کیا مختلف مقامات میں ڈھونڈنے کے کوشش کی لیکن وہ نہیں ملا اور کسی نے اس کے متعلق کچھ نہ بتایا اسی پریشانی کے عالم میں ہری پور ہزارہ بچنے اور وہاں ایک شخص حیات گل سے ملاقات ہوئی حیات گل نے اس کا حال سن کر انہیں حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے پاس بھیج دیا وہاں سے بھی اس لکڑہارے کا سراغ نہ ملا۔

پھرتے پھرتے ایک دفعہ گجرات والے پہنچ گئے وہاں ان کی ملاقات ایک بزرگ نبی بخش سراج سے ہوئی انہوں نے ان کی کیفیت قلبی کا اندازہ کر کے پوچھا آپ کون ہیں؟ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ اب کہاں کا قصد ہے؟ ان کے سوالات سے انہیں کچھ تسکین ہوئی دل میں مسرت کی لہر اٹھی اور اس کے پاس بیٹھ گئے، گفتگو کرتے ہوئے اس سے پوچھا آپ کس کے مرید ہیں؟ جواب دیا: مولوی صاحب کے۔ پوچھا: کون مولوی صاحب؟ جواب ملا: مولوی غلام رسول رحمہ اللہ قلعہ اسلام والے کے۔ یہ نام سنتے ہی ان کا جی مطمئن ہو گیا اور بے چینی اور پریشانی کافی حد تک ختم ہو گئی ذہن پر دستک ہوئی کہ مولوی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں ضرور حاضر ہونا چاہیے آتش شوق دیدار اس قدر بھڑکی کہ نبی بخش سراج سے کہا مجھے ابھی قلعہ اسلام کا راستہ بتاؤ انہوں نے کہا کہ کچھ دیر ٹھہرو روٹی کھاؤ پھر چلے جانا لیکن یہ ایک لمحے کے لئے بھی وہاں ٹھہرنے پر آمادہ نہ ہوئے دل مولانا کے پاس پہنچنے اور ان سے ملنے کے لئے انتہائی بے تاب تھا۔

اب نبی بخش انہیں قلعہ اسلام کا راستہ بتانے کے لئے اٹھے تو چلے چلتے ان کے ساتھ ہی قلعہ اسلام پہنچ گئے۔ مولانا رحمہ اللہ اس وقت گھر میں تشریف فرما تھے وہ اسی وقت ان دونوں کے لئے کھانا اٹھائے تشریف لے گئے۔ السلام علیکم کہا مصافحہ کیا اور فرمایا: میر حیدر خوش ہو جاؤ لیکن میر حیدر اس کا جواب دینے کے بجائے رو پڑے فرمایا صبر کرو انشاء اللہ تمہارا مقصد پورا ہوگا پھر ان کی بے صبری اور روٹی نہ کھانا دیکھ کر فرمایا: میر حیدر! تمہارا پیر لکڑہارا ابدال تھا تمہاری اصلاح کی خاطر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہاں مقیم تھا جب تمہارا حصہ تمہیں مل گیا تو وہ چلا گیا اور لکھنؤ پہنچ کر فوت ہو گیا تمہارا باقی حصہ اس عاجز کے پاس ہے۔ مولانا رحمہ اللہ کے یہ الفاظ سن کر میر حیدر مطمئن ہو گئے۔ پھر وہ ایک مدت تک مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں رہے مولانا رحمہ اللہ گھوڑی پر سوار ہوتے وہ گھوڑی کی پالان پکڑ کر پیچھے دوڑتے جس سے انہیں بے حد سرور حاصل ہوتا۔ اس زمانے میں انہوں نے بہت روحانی فیض پایا۔ وہ وہیں رہنا چاہتے تھے لیکن مولانا نے انہیں نصیحت کی کہ ہمارے نبی ﷺ کے ارشاد کی رو سے بیوی بچوں بہن بھائیوں اور باقی رشتہ داروں کے بھی آپ پر کچھ حقوق ہیں انہیں پورا کرنا ضروری ہے۔ اس قسم کی نصیحتیں کر کے مولانا نے ان کو ان کے گھر روانہ کر دیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 259، 256)

**کشف و کرامات کا لوگوں پر اثر:-** (کرامت، ۵۱) مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے ایک شاگرد کا نام احمد الدین تھا اور احمد الدین کے والد کا نام تھا چوہدری حاکم وڑائچ یہ ضلع گجراتوالہ کے قصبہ لدھے والا وڑائچ کے رہنے والے تھے۔ مولانا رحمہ اللہ کے مخلص ترین مرید ایک مرتبہ گھوڑی فروخت کرنے کیلئے امرتسر گئے وہاں مویشیوں کی منڈی لگتی تھی کئی دن واپس نہ آئے تو ان کے بیٹے احمد الدین نے مولانا رحمہ اللہ سے کہا کہ میرے والد بہت دنوں سے امرتسر گئے ہیں واپس نہیں آئے میں ان سے بہت اداس ہو گیا ہوں یہ بات انہوں نے مولانا رحمہ اللہ سے سبق پڑھتے ہوئے کہی۔

مولانا رحمہ اللہ نے اس سے فرمایا اداس ہونے کی ضرورت نہیں آج انشاء اللہ تمہارے والد آجائیں گے اور اسی راستے سے آئیں گے اور تمہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے احمد الدین بیان کرتے ہیں کہ عصر کے وقت واقعی میرے والد آگئے ان کا ملازم بھی ان کے ساتھ تھا میں انہیں دیکھ کر بڑا خوش ہوا مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اجازت لے کر والد کے ساتھ ہی گاؤں کو روانہ ہو گیا۔

میں گھوڑی پر والد کے پیچھے بیٹھا تھا راستے میں میں نے والد کو بتایا کہ دوران سبق مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ آج تمہارے والد آئیں گے اور تم بھی ان کے ساتھ جاؤ گے۔ میری بات سن کر والد نے ملازم سے کہا: سن لی غلام رسول رحمہ اللہ کے بارے میں احمد الدین کی بات لوگ کہتے ہیں کہ حاکم کو معلوم نہیں مولوی صاحب کا اتنا عاشق اور معتقد کیوں ہے میں ان کی اسی قسم کی باتوں سے ان کا عاشق اور معتقد ہوں لیکن یہ معمولی بات ہے جو احمد الدین نے مولوی صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں بتائی ہے میں ان کے بے حد شاکشوں اور کرامتوں کا مشاہدہ کر چکا ہوں ان کی صالحیت اور پاک بازی کی وجہ سے میرا مال و جان سب کچھ ان کے لئے حاضر ہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 259, 260)

**چور کا کتابن کر بھونکتا:-** (کرامت، ۵۲) ضلع گجراتوالہ کے موضع مرالی والا میں ایک شخص مولوی سلطان احمد سکونت پذیر تھے جو بڑے متمول تھے ان کا ہمسا یہ ایک لوہار تھا، جو اس علاقے کا مشہور چورتھا۔ سلطان احمد وفات پا گئے تو ان کی بیوہ اور بچوں کو وہ چور تنگ کرنے لگا اور کوشش کرتا کہ ان کے گھر کا سب کچھ لوٹ لیا جائے۔ مولوی سلطان احمد مرحوم کی بیوہ نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے اس پریشانی کا ذکر کیا انہوں نے خاتون کو کچھ پڑھنے کے لئے بتایا اور فرمایا کہ یہ پڑھنے کے بعد بے فکر ہو کر سو جایا کرو۔ ان شاء اللہ وہ کتا خود ہی بھونک بھونک کر چلا جایا کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا وہ چوری کی غرض سے آتا اور سچ مچ بھونک کر چلا جاتا اس سے تھوڑا عرصہ بعد مولانا رحمہ اللہ فوت ہو گئے۔ وہ چور خود بیان کرتا ہے کہ مولوی سلطان احمد کی وفات کے بعد اس نے ان کے گھر میں چار دفعہ نقب لگائی جب اندر جاتا تو کتے کی شکل ہو جاتی اور کتے ہی کی طرح بھونکتا ہوا باہر نکل آتا ایک مرتبہ نقب لگا کر اندر گیا گھر کی مالکہ خاتون جاگ رہی تھی میری شکل مسخ ہوتے دیکھ کر اس نے کہا: بھائی تیری شکل مسخ ہونے سے تعجب ہوتا ہے لیکن جس کی زبان سے تیرے متعلق یہ کلمات نکلے ہیں اس کی زبان سیف الرحمن ہے جو کچھ انہوں نے کہا وہ ضرور ہوگا اور آئندہ بھی انشاء اللہ ہوتا رہے گا اس کے بعد اس نے چوری سے توبہ کر لی تھی۔ یہ واقعہ مولانا رحمہ اللہ کی بہت بڑی کرامت ہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 260, 261)

**سخت آندھی سے حفاظت:-** (کرامت، ۵۳) قلعہ اسلام کا باشندہ بوٹا سندھو بیان کرتا ہے کہ وہ کھلیان میں غلہ نکال رہے تھے، دیکھا کہ سخت آندھی آئی ان کے والد چوہدری خیر محمد گھبرائے ہوئے مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آندھی کے بارے میں پریشانی کا اظہار کیا فرمایا جاؤ کام کرو اللہ حافظ ہے یہ لوگ کام میں مصروف ہو گئے لیکن زوردار آندھی آئی کہ بڑے بڑے درخت جڑوں سے اکھڑ گئے لیکن ان کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

**مالی پریشانی ختم:-** (کرامت، ۵۴) موضع مان کے رہنے والے بوٹا اور فضل دین سخت مالی پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں آئے اور ان سے اپنی غربت کا اظہار کیا۔ مولانا رحمہ اللہ نے ان کو زراعت کیلئے دو تیل لے دیئے۔ انہوں نے زراعت کا سلسلہ شروع کر دیا لیکن جب فصل کاٹ لی اور بھوسہ اور غلہ الگ الگ کرنے لگے تو شدید آندھی کے آثار پیدا ہو گئے بوٹا کھیتوں سے دوڑتا ہوا مولانا

رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آندھی سے بچاؤ کے لئے دعا کی درخواست کی۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کچھ فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا اور تمہارا نقصان نہیں کرے گا چنانچہ بڑی سخت آندھی آئی لیکن ان کا ذرہ بھر نقصان نہیں ہوا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 261)

**حفاظت کیلئے غیبی اسباب بن جانا:**۔ (کرامت، ۵۵) ایک مرتبہ گوجرانوالہ سے ایک سکھ تھانیدار جو گندرسنگھ کسی مخبری کی بنا پر سرکاری حیثیت سے قلعہ اسلام آیا یہ جمعۃ المبارک کا دن تھا اور انگریزی سرکار کو اطلاع پہنچی تھی کہ جمعہ میں دو ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ حکومت کے خلاف تقریر کرتے ہیں اور وہ لوگ حکومت کے مخالف ہو جاتے ہیں۔ اس مخبری کی وجہ سے تھانیدار سرکاری کتوں کے ساتھ آیا اور کتوں سمیت مسجد میں داخل ہو گیا مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا یہ مسجد ہے اور اللہ کا گھر ہے اس سے تم خود بھی نکل جاؤ اور کتوں کو بھی نکال لو لیکن تھانیدار نہیں مانا اور گستاخی سے پیش آیا مولانا رحمہ اللہ نے بڑے جوش و جذبے کے ساتھ قرآن کے یہ الفاظ پڑھے: ”ان بطش ربك لشديد“ (سورہ بروج: 12) تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔ اگر میں برا ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے پکڑے گا اگر تم غلط کارہوئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں سختی سے پکڑے گا۔ اب تھانیدار نے حاضرین کی گنتی شروع کی تو کل گیارہ آدمی شمار میں آئے بار بار گنتی کی لیکن گیارہ ہی رہے حالانکہ لوگ بہت زیادہ تھے لیکن اللہ نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور اسے گیارہ ہی نظر آئے اور اس نے اپنی رپورٹ میں گیارہ ہی لکھے۔ اس واقعہ پر چند روز گزرے تھے کہ اس تھانیدار پر کوئی مقدمہ قائم ہو گیا اور اسے معزول کر دیا گیا اس مقدمے پر اتنا روپیہ خرچ ہوا کہ وہ کوڑی کوڑی کا محتاج ہو گیا اور سخت ذلیل ہو کر گجرانوالہ سے نکلا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 262, 263)

**مبارک بشارت اور آپ کی حفاظت:** (کرامت، ۵۶) ایک دن مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے بڑے بھائی حکیم غلام محمد نے ان سے کہا کہ ہم حکام کی باز پرس سے تنگ آگئے ہیں۔ آئے دن حکومت کا کوئی نہ کوئی آدمی آدھمکتا ہے اور کہنا شروع کر دیتا ہے کہ تم نے فلاں موقع پر حکومت کے خلاف فلاں بات کہی اور فلاں موقع پر تقریر میں یہ کہا، بہتر ہے کہ ہم یہاں سے کسی اور جگہ چلے جائیں یا کسی ریاست کو اپنا مسکن بنالیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: بھائی جان آپ کا فرمان بجا ہے، لیکن میں مجبور ہوں میں ایک دن مسجد میں سویا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر مجھے جگایا اور کہا کہ میرے ساتھ چلو تمہیں رسول ﷺ بلا رہے ہیں میں اس کے ساتھ چل پڑا گاؤں سے باہر نکلا تو دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی پاکی پڑی ہے، میں نے حاضر خدمت ہو کر رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیا آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: غلام رسول ہم تمہاری مسجد میں جانا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑے رکھا اور پاکی والوں نے پاکی اٹھالی رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں تشریف لاکر اس طرح پکڑے ہوئے ہاتھ سے مجھے منبر پر بٹھایا اور فرمایا وعظ کیا کرو، تمہارے وعظ سے لوگوں کو ہدایت ہوگی تمہاری یہی جائے بود و باش ہے۔ یہ خواب سنا کر فرمایا: بھائی صاحب! میں تو مامور ہوں اس جگہ کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 263)

**کھنڈر کنوئیں کا صحیح سالم ہو جانا:** (کرامت، ۵۷) موضع پسپنا کھ، قلعہ اسلام سے بجانب شمال پانچ یا چھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے ایک دن وہاں کے ایک زمیندار مسمی دارا مولانا رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہا کہ ہم نے ایک کنواں کھدوایا تھا جس پر کافی روپیہ خرچ ہوا، اب کنواں شکستہ ہو گیا ہے میں پہلے ہی مقروض ہو چکا ہوں دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔

مولانا رحمہ اللہ اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور کنوئیں پر جا کھڑے ہوئے فرمایا چودھری دارا کنوئیں کو دیکھو یہ تو بالکل صحیح سالم ہے تمہیں کنواں دیکھنے میں غلطی لگی ہوگی زمیندار نے عرض کیا حضور مجھے غلطی نہیں لگی یہ سب آپ کی دعا کی برکت اور کرامت ہے کہ آپ کے تشریف لاتے ہی اللہ تعالیٰ نے کنواں صحیح سالم کر دیا ہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 264)

**نہایت تنگ دست شخص کا آسودہ ہو جانا:** (کرامت، ۵۸) موضع ”مان“ کے ایک شخص پر غربت نے غلبہ پالیا اور وہ مقروض ہو گیا زمین رہن ہو گئی اور کچھ باقی نہ رہا ایک شخص نظام الدین اسے مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گیا اور سارا قصہ بیان کیا فرمایا: تمہارے پاس کوئی بیل ہے؟ اس نے عرض کیا سب کچھ بک گیا ایک بھینس باقی رہ گئی ہے فرمایا: جاؤ کاشت کرو اللہ برکت دے



گا اس کا بیان ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے وہ ایک سال میں مال دار ہو گیا قرض بھی اتر گیا زمین بھی قبضے میں آگئی گاؤں کا نمبر دار بھی ہو گیا وہ کہتا ہے کہ پتا نہیں کہ اتنا مال کہاں سے ملا اور کیسے ملا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 264)

**ایک نصیحت پر ہندو کا مسلمان ہو جانا:** (کرامت، ۵۹) ایک دفعہ مولانا رحمہ اللہ اپنی گھوڑی پر سہا ہوا والا کی طرف جا رہے تھے اس وقت ان کی حالت دگرگوں تھی اور گھوڑی کی باگ ہاتھ سے گر گئی تھی ادھر سے ایک ہندو چوہدری بھی گھوڑی پر آ رہا تھا۔ اس نے مولانا رحمہ اللہ سے کہا: میاں گھوڑی والے! گھوڑی کی باگ سنبھالو۔ فرمایا: سنبھالنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن نفس بڑا سرکش ہے مانتا نہیں ہندو نے کہا کیا کہتا ہے۔ فرمایا: لا الہ الا اللہ کے معنی کما حقہ نہیں مانتا اس کے بعد انہوں نے اس انداز سے کلمہ پڑھا کہ اس سے متاثر ہو کر ہندو چوہدری بھی کلمہ پڑھنے لگا اور مسلمان ہو گیا مولانا رحمہ اللہ نے اس کا نام عبد اللہ رکھا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 264، 265)

**با اعتماد مرید کو دست غیب عطا کرنا:** (کرامت، ۶۰) موضع درگا ہی والا ایک شخص اللہ دتہ تھا جو بعد میں اللہ الصمد کے عرف سے معروف ہوا پہلے وہ ایک ایک سکھ مجسٹریٹ دیال سنگھ کی عدالت میں ملازم تھا اور بڑا راشی تھا پھر حالات بدلے اس نے مولانا رحمہ اللہ کی بیعت کی اور ان کا مرید ہو گیا پھر کچھ تنگ دستی میں گھر گیا۔ مولانا رحمہ اللہ نے کچھ پڑھنے کے لئے بتایا اور فرمایا اپنے مصلے کے نیچے سے دو روپے روزانہ نکال لیا کرو لیکن یہ سہرا الہی ہے کسی پر ظاہر نہ کرنا دو روپے روزانہ آمدنی اس وقت بہت بڑی بات تھی۔ اس آمدنی سے گھر میں آسودگی ہوئی اور حالت بدلی تو اس کی بیوی نے آسودگی کی وجہ پوچھی کچھ عرصہ تو وہ وجہ بتانے سے گریز کرتا رہا لیکن بیوی نے زیادہ اصرار کیا تو بتا دیا اس کے بعد دو روپے والی آمدنی بند ہو گئی۔

جمعے کے روز یہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: واہ بھئی اللہ دتہ تم سے ایک چھوٹی سی چیز بھی ہضم نہ ہو سکی۔ اب اللہ الصمد پڑھنے کے لئے فرمایا: اس نے اتنا کثرت سے اللہ الصمد پڑھا کہ لوگوں میں اس کا نام ہی اللہ الصمد مشہور ہو گیا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 260)

**ضرورت کیلئے غیب سے اسباب بن جانا:** (کرامت، ۶۱) یہی شیخ اللہ دتہ بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ اسے کچھ روپے کی ضرورت پڑی وہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوا مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: تم بھی دعا کرو میں بھی دعا کرتا ہوں دعا کرانے کے بعد وہ چلا گیا راستے میں رفع حاجت کے لئے بیٹھا تو وہاں ایک چھوٹا سا سیاہ رنگ کا کپڑا پڑا تھا اسے کھولا تو اس میں اتنے روپے تھے جتنے کی اسے ضرورت تھی۔ شیخ اللہ دتہ کہتا ہے کہ مجھے مختلف مقامات میں جانے اور بے شمار لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا لیکن مولانا غلام رسول رحمہ اللہ جیسا آدمی کہیں نہیں دیکھا۔ جو کوئی ان کے پاس آیا خالی ہاتھ نہ گیا۔ جو انہوں نے اللہ سے مانگا اللہ نے دیا ان کا کام ان کا لباس، ان کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا سب رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق تھا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 265، 266)

**اجازت کی بدولت خاص تاثیر:** (کرامت، ۶۲) قلعہ اسلام کے رہنے والے ایک شخص بڈھا کشمیری کا کہنا ہے کہ ایک دن میں نے مولانا رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ میں مالی اعتبار سے بہت تنگ ہوں۔ آپ دعا فرمائیے کہ میری تکلیف رفع ہو۔ فرمایا: میاں بڈھا فجر کی نماز کے بعد روزانہ ایک مرتبہ سورہ یسین پڑھا کرو انشاء اللہ کسی نہ کسی صورت میں ایک روپیہ تمہیں روزانہ مل جا یا کرے گا۔ کچھ دن اس نے یہ عمل کیا اور روزانہ ایک روپیہ ملتا رہا ایک دن اس کے جی میں آیا کہ روزانہ دو دفعہ سورہ یسین پڑھ کر دیکھوں کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ اس نے روزانہ دو دفعہ پڑھنا شروع کی تو دو روپے روزانہ ملنے لگے۔ پھر تین دفعہ پڑھنے لگا تو تین روپے روزانہ آمدنی ہو گئی۔ اس کے بعد چار اور پھر پانچ دفعہ پڑھنا شروع کی تو پانچ روپے ملنے لگے پانچ دفعہ کا عمل ایک یا دو دن ہی کیا تھا کہ مولانا رحمہ اللہ نے اسے بلا کر فرمایا میاں بڈھا تو بہت لالچی ہو گیا ہے جو تمہیں کہا گیا تھا تو اس پر شاکر نہیں رہا آئندہ اس مطلب کے لئے سورہ یسین نہ پڑھنا۔ اس کے بعد اس نے بیس بیس دفعہ روزانہ سورہ یسین پڑھی لیکن حاصل ایک روپیہ بھی نہ ہوا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 266، 267)

**بابرکت تھوک سے شفا یابی:** (کرامت، ۶۳) قلعہ اسلام کا عبدالعزیز درزی کہتا ہے کہ بچپن میں اس کے پیر پر لوہاروں کی آہرن گری جس سے اس کا پاؤں زخمی ہو گیا اور اتنا شدید درد ہونے لگا کہ نہ چل سکتا تھا اور نہ کوئی کام کر سکتا تھا اس کی والدہ اسے اٹھا کر مولانا رحمہ اللہ کے پاس لے گئی انہوں نے اس کے زخمی پیر پر تھوک لگایا اور اسے فوراً آرام آ گیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی، ص 267)

**شیطان کا دھوکہ اور ولی کی فراست:** (کرامت، ۶۴) ہدایت اللہ پنجابی کے مشہور شاعر تھے جو لاہور (چچیاں والی مسجد کے قریب) رہتے تھے پنجابی نظم میں ان کی ایک کتاب ”سی حرنی ہدایت اللہ“ کسی زمانے میں بہت پڑھی جاتی تھی۔ ان کے بقول ان کے ”والد نمازی تھے مگر بدعتی اور مشرک تھے“۔ ایک مرتبہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ چچیاں والی مسجد میں تشریف لائے ہدایت اللہ کے والد ان کی زیارت کو گئے ہدایت اللہ کا یہ بچپن کا زمانہ تھا یہ بھی والد کے ساتھ چلے گئے۔ ان کے گلے میں چاندی کی بنی ہوئی ہنسلیاں ڈالی ہوئی تھیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے ان کے والد سے نہایت نرم الفاظ میں پوچھا بچے کے گلے میں یہ کیڑا ال رکھا ہے؟ والد نے بتایا کہ میرے کئی بچے چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے ہیں سنا ہے کہ سات سال کی عمر تک کے بچے کے گلے میں چاندی کی ہنسلیاں ڈالی جائیں تو بچے زندہ رہتے ہیں چنانچہ بچے کی زندگی کے لئے یہ اس کے گلے میں ڈالی گئی ہیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: موت اور زندگی اللہ کے ہاتھ میں ہے ان ہنسلیوں میں کیا پڑا ہے یہ کسی کو زندگی عطا نہیں کر سکتیں انہیں اتار دو چنانچہ ان کے والد نے ہنسلیاں وہیں اتار دیں گھر آئے تو ہدایت کی والدہ اور دادی چیختے چلانے لگیں کہ یہ کیا ظلم کیا ہنسلیاں کیوں اتار دیں؟ لیکن ان کے والد نے ان کی کوئی پروا نہ کی اور ہنسلیاں گلے میں نہیں ڈالیں۔ مولانا رحمہ اللہ چلے گئے اس کے بعد ہدایت اللہ بیمار ہو گئے اور چھ مہینے بیمار رہے اس اثنا میں ایک ہاتھ بھی سوکھ گیا چھ مہینے کے بعد مولانا رحمہ اللہ پھر لاہور تشریف لائے اور ہدایت اللہ کے والد انہیں ساتھ لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جس دن سے اس بچے کے گلے سے ہنسلیاں اتاری ہیں اسی دن سے یہ بچہ بیمار ہے اور اس کا ایک ہاتھ بھی سوکھ گیا ہے۔

ہدایت اللہ بتاتے ہیں: مولوی صاحب نے میرے ہاتھ پر اپنا لب مبارک لگایا اور دم کیا میں بالکل تندرست ہو گیا اور اب تک درزیوں کا کام کرتا ہوں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ایسے کاموں پر عقیدہ رکھنے کے لئے شیطان اس قسم کی اذیتیں دیا کرتے ہیں۔

یہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی چونٹھ (64) کرامت یا ان کی قبولیت دعا کے واقعات ہیں جو ان کے بڑے صاحب زادے اور سوانح نگار مولانا عبدالقادر نے تحریر فرمائے ہیں۔

**شطنخ کھیلنے پیر صاحب کی توبہ:** (کرامت، ۶۵) یقیناً اس طرح کے اور بھی بہت سے واقعات ہوں گے جن تک فاضل سوانح نگار کی رسائی نہیں ہو سکی اب مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے متعلق ایک واقعہ اور ملاحظہ فرمائیے یہ واقعہ مجھے فیصل آباد سے ملتبہ دار ارقم کے مالک جناب محمد اشرف جاوید صاحب نے ارسال کیا ہے جو سوہدرہ کے رہنے والے جماعت اہل حدیث کے معروف طبیب حکیم محمد عبداللہ نصر علیگ مرحوم نے ہفت روزہ ”المسیر“، فیصل آباد کے شمارہ مورخہ 9 جون 1967ء کے ایک مضمون میں تحریر فرمایا:

حکیم صاحب مرحوم لکھتے ہیں: کسی زمانے میں ہمارے گاؤں (علاقہ) سوہدرہ ضلع گجرانوالہ کے اکثر لوگ شیر گڑھ کے پیروں سے تعلق رکھتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پیر صاحب اپنے لاؤٹشکر اور مریدوں کے ساتھ اپنے سالانہ دورے پر نکلے ہوئے تھے۔ ہمارے ہاں بھی تشریف فرما ہوئے۔ بیس پچیس بیل گاڑیاں، دس پندرہ اونٹ، چالیس پچاس گھوڑیاں اور دوسو کے قریب مریدوں کا جتھا ساتھ تھا۔

باہر لب سڑک ڈیرا تھا زیادہ وقت اپنے خلیفہ کے ساتھ شطنخ کھیلنے میں گزارتے دوپہر کے وقت حسب معمول شطنخ کھیل رہے تھے کہ شہر سے کھانے کا بلاوا آ گیا آپ مریدوں سمیت روانہ ہوئے اور بساط اسی طرح کچھی چھوڑ گئے اور محافظ کو ہدایت کر گئے کہ اس طرف خیال رکھنا کوئی ہاتھ نہ لگائے۔

پیر صاحب کے جانے کے بعد ایک نووارد شخص سفید ریش دوسوتی کا کرت پہنے، نیلا تہبند باندھے، ہاتھ میں عصا لیے ڈیرے میں وارد

ہوئے محافظ سے پوچھا یہ ڈیرا کس کا ہے؟ اس نے کہا قدوۃ السالکین، حضرت سید قطب الاقطاب پیر و مرشد شیر گڑھ شریف والوں کا ڈیرا ہے نووارد نے پوچھا یہ شطرنج کون کھیل رہا تھا؟ محافظ نے جواب دیا پیر صاحب اپنے خلیفہ کے ساتھ کھیل رہے تھے نووارد نے بساط کو چاروں کونوں سے پکڑا اسے اٹھا کیا اور قریب کی نالی میں پھینک کر عصا سے اس کے اوپر کچڑ ڈال دیا کہ عصا نہ ہوتو کلیسی ہے کاربے بنیاد محافظ نے اٹھ کر نووارد کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ میں اب تمہیں حضرت پیر صاحب کے آنے تک جانے نہیں دوں گا نووارد نے کہا میں نہیں جاتا اور وہیں قریب ایک طرف ہو کر زمین پر بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد پیر صاحب تشریف لائے محافظ سے بساط کے متعلق دریافت کیا کہ کدھر گئی۔ اس نے نووارد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس نے نالی میں پھینک کر کچڑ میں دبا دی ہے۔

پیر صاحب جلال میں آگئے اور نووارد سے فرمانے لگے کیوں بے ہتنگی! یہ تو نے کیا کیا؟  
نووارد دمود بانہ کھڑے ہو کر کہنے لگا: بے شک میں سادات کے گھرانے کا بھنگی ہوں بھنگی کا کام یہ ہے کہ مالک کے گھر سے جو کوڑا کرکٹ دیکھے اسے جھاڑ کر صاف کر دے۔ پیر صاحب بے ہوش ہو کر گر پڑے گھٹنہ بھر کے بعد ہوش میں آئے۔  
اٹھے، کپڑے جھاڑے اور دست بستہ عرض پر داز ہوئے کہ اے پیر مرد، مجھے اللہ تعالیٰ کے واسطے معاف کر دو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ پیری مریدی نہ کروں گا۔

اس کے بعد سے آج تک پیر صاحب ادھر تشریف نہیں لائے یہ نووارد پیر مرد کون تھے؟ یہ تھے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ قلعہ اسلام والے۔  
کیا اولیائے کامل اور ہم برابر ہیں.....! ہم لوگوں کے ذہن و فکر پر مادیت نے غلبہ پالیا ہے اور روحانیت کا معاملہ ختم ہو گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر اس قسم کے واقعات کی صحت کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے ہم سمجھتے ہیں کہ جس طرح کے ہم ہیں اسی طرح کے وہ ہوں گے ہماری یہ سوچ غلط ہے۔

میں نے حضرت مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے حالات لکھنے کا ارادہ کیا تو اخبار میں بھی اعلان کیا اور بہت سے لوگوں سے ٹیلی فون اور خطوط کے ذریعے بھی رابطہ کیا خود بھی بعض حضرات سے ملا اللہ کا شکر ہے کہ اس ولی اللہ کے حالات سے آگاہی ہوئی اور جو کچھ کسی صاحب نے بتایا ان کے حوالے سے کتاب میں درج کر دیا۔ بتانے والوں کا تعلق مختلف مقامات سے ہے بلکہ جیسا کہ ”حرفے چند“ میں عرض کیا دوسرے ملکوں (کویت اور دہلی) سے بھی اس مرد جلیل کے متعلق اطلاعات پہنچیں۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 267، 271)

**ولی اللہ سے مذاق کا برا انجام:** (کرامت، ۶۶) ایک دن کراچی سے ایک صاحب کا ٹیلی فون آیا کہ انہیں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے بارے میں بعض واقعات کا علم ہے۔ اس سے چند روز بعد وہ خود تشریف لے آئے اور فرمایا کہ انہوں نے کراچی کے ایک اخبار میں ان کے متعلق مضمون میں پڑھا تھا وہ اخبار میں نے تلاش کیا لیکن ملا نہیں، ملا تو بھیج دیا جائے گا پھر کچھ عرصے کے بعد کراچی سے جناب عرفان ملک صاحب کا خط بھی آیا اور مضمون بھی موصول ہوا یہ مضمون کراچی کے روزنامہ ”امت“ میں چھپا ہے۔ مضمون نگار کا اسم گرامی عبدالرشید شاہد ہے عرفان ملک صاحب نے 2 نومبر 2010ء کو کراچی سے مضمون بھیجا وہ لکھتے ہیں کہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے متعلق یہ مضمون دو سال قبل روزنامہ ”امت“ میں شائع ہوا تھا تلاش بسیار کے بعد آج اچانک مل گیا جو پیش خدمت ہے اس مضمون میں ایک بڑا عجیب و غریب واقعہ درج ہے جو ایک زندہ نوجوان کا جنازہ پڑھانے کے متعلق ہے۔ بعض لڑکوں نے ازراہ مذاق ایک نوجوان کو چار پائی پر لٹایا اور مولانا رحمہ اللہ سے کہا کہ یہ ایک میت ہے اس کا جنازہ پڑھا دیں مولانا رحمہ اللہ نے ان سے چند باتیں پوچھیں اور پھر جنازہ پڑھا دیا اور وہ شخص واقعتاً مر گیا۔ میں نے اس واقعہ کے متعلق مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے پڑپوتے ملک عصمت اللہ سے ٹیلی فون پر بات کی تو انہوں نے بتایا کہ یہ واقعہ انہوں نے اپنے خاندان کے بعض بزرگوں سے سنا ہے۔ اب روزنامہ ”امت“ کراچی میں عبدالرشید شاہد کا تحریر کردہ واقعہ پڑھیے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے توحید پر عمل اور اس کی تبلیغ کی وجہ سے کچھ لوگ ان کے خلاف ہو گئے تھے کیوں کہ ان لوگوں کی مقبولیت میں کمی آ رہی تھی

جو انہیں ناگوار گزرتی تھی لیکن ان کی مخالفتوں اور باتوں سے بے نیاز ہو کر مولانا ممدوح اللہ کی وحدانیت کا درس دیتے اور خلق خدا کی رہنمائی فرماتے رہے۔ ایک دن مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کسی سفر سے واپس گاہوں آ رہے تھے مولانا رحمہ اللہ کے مخالف چند نوجوان راستے میں کھڑے تھے ان نوجوانوں کو شیطان نے بہکایا اور انہوں نے شرارت کے طور پر ایک لڑکے کو چار پائی پر لٹا کر اس کے اوپر چادر ڈال دی یہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے مخالفین کا ایک منصوبہ تھا جس سے مولانا رحمہ اللہ کو رسوا کرنا مقصود تھا۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ قریب پہنچے تو ان لڑکوں نے اپنے چہروں پر افسردگی طاری کر لی اور مولانا رحمہ اللہ سے کہا کہ اس کا جنازہ پڑھادیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے پوچھا ”یہ کس کا جنازہ ہے؟“ لڑکوں نے جواب دیا: یہ فلاں زمیندار کا لڑکا ہے۔“

مولانا رحمہ اللہ نے پوچھا اس لڑکے کا باپ جنازے میں کیوں شریک نہیں ہے؟ لڑکوں نے جواب دیا وہ اپنے بیٹے کے غم میں ہوش و حواس کھو چکا ہے اس لیے وہ جنازے میں نہیں آسکا۔

لڑکے شرارت پر پوری طرح آمادہ تھے اور ہر سوال کا جواب دے رہے تھے۔ مولانا رحمہ اللہ نے کہا: ٹھیک ہے میں جنازہ پڑھا دیتا ہوں لیکن اس کا جو نتیجہ نکلے گا اس کی کوئی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوگی۔

جنازہ پڑھا دیا گیا لڑکے اب پوری طرح کھل کر سامنے آ گئے تھے ان کا مقصد مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو رسوا کرنا تھا کہ دیکھو مولانا رحمہ اللہ نے ایک زندہ شخص کا جنازہ پڑھا دیا۔ وہ ہنس رہے تھے اور قہقہے لگا رہے تھے مولانا رحمہ اللہ ان کی شکلیں دیکھ رہے تھے جو طنزیہ انداز میں مولانا رحمہ اللہ کے سامنے انہیں رسوا کر نیکی غمازی کر رہی تھیں۔ ایک لڑکے نے آگے بڑھ کر چار پائی پر لیٹے لڑکے کے اوپر سے چادر ہٹادی اور بازو سے پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کی اور کہا: اب اٹھ جاؤ لیکن لڑکائوں سے مس نہ ہوا لڑکوں کے چہروں سے ہنسی غائب ہو گئی اور اس کی جگہ تشویش نے لے لی۔ سب لڑکے اس نئی صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگے۔ انہوں نے لڑکے کو اٹھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ تو ہلنے جلنے سے قاصر تھا ایک لڑکا بھاگا اور حکیم صاحب کو لے آیا حکیم نے معائنہ کرنے کے بعد بتایا ”لڑکے کی موت واقع ہو چکی ہے۔ ایک کہرام مچ گیا لڑکے کے ماں باپ بھی آگئے اور مذاق نے سنگین صورت حال اختیار کر لی۔

والدین نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے کہا: آپ نے جنازہ کیوں پڑھا یا؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے ایک میت کا جنازہ پڑھانے کے لئے کہا گیا تھا سو میں نے پڑھا دیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ چادر کے نیچے ایک میت رکھی ہے یا کوئی زندہ شخص ہے اس میں میرا کوئی قصور نہیں اس کا جنازہ ہو چکا ہے بہتر ہے کہ اسے جلد از جلد دفنادو۔

بات تھانے کچھری تک جا پہنچی کچھ عرصہ مقدمہ چلتا رہا بالآخر انگریز جج نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو بری کر دیا۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی زبان میں بڑی تاثیر تھی وہ ولی اللہ تھے ان کی زبان سے ایک خاص کیفیت میں جو نکل جاتا وہ پورا ہوجاتا اس طرح کے کئی واقعات ان سے وابستہ ہیں۔

عبدالرشید شاہد اس سے آگے لکھتے ہیں۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی آخری آرام گاہ قلعہ اسلام ضلع گجرانوالہ میں ہے ان کی اولادیں اور خاندان کے لوگ ایک احاطے میں مدفون ہیں خلق خدا ان کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے حاضر ہوتی ہے ان کے خاندان والوں نے ان کی یاد میں ویلیفٹرسوسائٹی مولانا غلام رسول رحمہ اللہ بنادی ہے جس سے خدمت خلق کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

**کرامات کے ظہور کی وجہ:**۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے بہ کثرت کرامات کا ظہور کیوں ہوا اور ان کی دعا دربار خداوندی میں اتنی جلدی کیوں شرف قبولیت حاصل کرتی تھی؟ اس کے متعلق ان کے ایک شاگرد اور مرید مولوی قطب الدین بیان کرتے ہیں کہ ایک روز وہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے عرض کیا:

حضرت آپ سے اس درجہ بہ کثرت کرامات کے صدور کا سبب کیا ہے؟ پہلے بھی بہت سے بزرگ ہو گزرے ہیں اب بھی کئی متدین اور متقی لوگ موجود ہیں بلاشبہ ان سے بھی کرامات کا ظہور ہوتا رہا ہے لیکن اتنی کثرت سے نہیں جتنا کہ آپ سے۔  
مولانا رحمہ اللہ نے جواب دیا: جب سے مجھے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی ہے اس وقت سے کرامات ظہور میں آرہی ہیں۔

**فرشتہ صفت ولی کی روحانی پرواز:-** بے شک مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اپنے عہد کی عظیم شخصیت تھے۔ پیکر صالحیت اور سراپا تدین۔ انہوں نے جو مانگا اللہ نے دیا اور جس کی طرف نگاہ اٹھائی وہ تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہو گیا وہ صحیح معنوں میں عالم باعمل تھے۔ کتاب و سنت کے شیدائی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے دل و جان سے پابندی کی انکا شعار تھا اور خیر ان کی پہچان لوگوں سے ان کی وابستگی بھی اللہ کیلئے تھی اور ان سے انقطاع بھی اللہ کی خاطر انہوں نے زندگی کے ہر قدم میں دین کو دنیا پر ترجیح دی اور ہر معاملے میں رضائے الہی کو مقدم رکھا وہ اسی دنیا کے باشندے تھے اور اسی زمین کی مٹی سے ان کا ہیولا بنایا گیا تھا لیکن ان کی روحانیت کی پرواز بہت بلند تھی اور ان کا علمی مقام بڑا رفیع تھا وہ گفتار کے ماحول میں رہتے تھے۔ لیکن کردار کی فضا انکا مسکن تھا۔ وہ فرشتہ صفت انسان تھے اور اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت گزاری ان کا معمول تھا۔ اللہ ان کی دعائیں قبول فرماتا اور ان کی التجاؤں کو شرف قبول بخشتا تھا اس قسم کے پاکیزہ اوصاف لوگ ہمیشہ پیدا نہیں ہوتے ان کی پیدائش کا بھی شاید ایک دور اور ایک موسم ہوتا ہے۔

اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور وہ تاقیام قیامت اس کے سایہ رحمت میں رہیں۔ آمین یا رب العالمین۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: جس، 276 تا 271)

**حافظ عبدالمنان صاحب کی نقشبندی بزرگ کی خدمت میں حاضری:-** وہ بخیر و عافیت سندھ پہنچ گئے۔ وہاں شیخ مجدد الف ثانی

رحمہ اللہ کے خاندان کے ایک بزرگ پیر محفوظ اللہ صاحب فروکش تھے۔ کچھ دن ان کے ہاں قیام رہا۔

پیر محفوظ اللہ صاحب نے اپنے بیٹوں کی تعلیم کیلئے ایک عالم کی خدمات حاصل کی تھیں۔ وہ واقعی عالم دین تھے۔ لیکن ایک دن علم نحو کی کتاب کا فیہ پڑھا رہے تھے کہ ایک عبارت کی غلط تشریح کی۔ حافظ صاحب نے یہ غلطی سنی تو ان سے کوئی نحوی سوال کیا، مگر وہ صحیح جواب نہ دے سکے۔ پیر صاحب بھی وہیں تھے۔ انہوں نے حافظ صاحب سے کہا کہ بچوں کو یہ سبق آپ پڑھائیں۔ حافظ صاحب کے طریق تدریس پر پیر صاحب بہت خوش ہوئے اور تعجب بھی کیا کہ اس چھوٹی عمر میں نابینا ہونے کے باوجود اللہ نے ان کو بڑی قابلیت سے نوازا ہے۔ اب پیر محفوظ اللہ صاحب نے حافظ صاحب کو اپنے بیٹوں کا باقاعدہ معلم مقرر کر دیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی: جس، ۲۸۰-۲۸۱)

**حضرت سہارن پوری کے شاگرد جنات:-** ایک دن حافظ صاحب ایک مسجد میں بیٹھے تھے، جہاں مولانا محمد سہارن پوری رحمہ

اللہ طلباء کو پڑھاتے تھے۔ لوگوں نے دیکھا کہ مسجد کی چھت سے ایک عجیب سی شکل کا جانور آیا، جس کا طول و عرض انگوٹھے کے برابر تھا۔ اس کا تعاقب کیا گیا تو وہ غائب ہو گیا۔ مولانا سہارن پوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ جن ہے جو کبھی کبھی مسائل دریافت کرنے کیلئے آتا ہے۔ آپ لوگوں کا شور سن کر غائب ہو گیا۔ اس کا نام عبدالجبار ہے اور جبل عرفات میں رہتا ہے۔ مجھ سے اس نے تین مرتبہ صحیح بخاری پڑھی ہے۔ جنات کے بہت سے مقدمات کے تصنیف کیلئے بھی یہ کئی بار آیا ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی: جس، ۲۸۶)

**حافظ عبدالمنان صاحب کی جنینی عورت سے ملاقات:** ایک دن حافظ صاحب کے ایک بنگالی شاگرد نے ان سے پوچھا کہ رات

آپ کے پاس کون عورت آئی تھی؟ حافظ صاحب نے جواب دیا مجھے کسی عورت کے آنے کا پتا نہیں۔ اس نے کہا آپ کی چار پائی پر ایک عورت کی انگلیا پڑی ہے۔ حافظ صاحب نے وہ انگلیا قبضے میں کی اور اسے فروخت کرنے بازار گئے تو دکان دار نے کہا یہ مالا بار کے علاقے کی بہت قیمتی اور بڑھیا انگلیا ہے۔ دکان دار نے اس کے دس روپے دیئے اور حافظ صاحب نے ان دس روپے سے ”تفسیر معالم التنزیل“ خریدی۔

انگیا کا واقعہ حافظ صاحب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ آدھی رات کو انہیں رفع حاجت کیلئے اٹھنا پڑا۔ جب وہ بیت الخلاء کی طرف جا رہے تھے تو ان کے کندھے سے کسی کا کندھا ٹکرایا۔ دو تین مرتبہ اسی طرح ہوا۔ وہ حیران تھے کہ یہ کون شخص ہے جب بیت الخلاء میں گئے تو کسی نے باہر سے دروازے کو کھڑکی لگا دی۔ اندر سے انہوں نے کھڑکی کھولنے کیلئے آواز دی تو کسی عورت کے ہنسنے کی آواز آئی اور کھڑکی کھول دی گئی۔ پھر وہ اپنے کمرے میں جانے کیلئے اس کا دروازے کھولنے لگے تو اندر سے کھڑکی لگا دی گئی۔ کھڑکی کھولنے کیلئے کہا تو عورت کے ہنسنے کی آواز آئی اور کھڑکی کھل گئی۔ جب وہ لیٹے تو وہ ان کی ٹانگیں دابنے لگی، لیکن ہاتھوں کے سوا اس کے جسم کا کوئی حصہ موجود نہ تھا۔ دراصل وہ جنات میں سے تھی اور جاتے وقت انگیا چھوڑ گئی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۸۸-۲۸۹)

### حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے مبارک خواب

**پہلا خواب:** حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد خواب دیکھا کہ ”وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر میرے قریب آئے اور میرے منہ سے شہد کا چشمہ جاری ہو گیا، جس سے مولانا صاحب نے سیرابی حاصل کی لیکن ان کی پیاس نہ بجھی۔“ اس خواب سے حافظ صاحب پریشان تھے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کی تعبیر کیا ہے۔ لیکن جلد ہی تعبیر سامنے آ گئی۔ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے دونوں ہاتھ جو انہوں نے حافظ صاحب کی طرف پھیلائے تھے، وہ دراصل ان کے دونوں صاحب زادے مولانا عبدالقادر اور مولانا عبدالعزیز تھے جنہوں نے وزیر آباد جا کر حضرت حافظ صاحب سے تحصیل علم کا سلسلہ شروع کیا اور شہد سے مراد علم دین تھا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۹۲)

**دوسرا خواب:** جس کے متعلق حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ ”میں نے ایک دفعہ خواب میں مولانا سید نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ کو دیکھا کہ مجھے سخت پیاس لگی ہے اور میاں صاحب رحمہ اللہ نے اپنا منہ میرے منہ پر رکھ دیا۔ ان کے منہ سے شہد کا چشمہ جاری ہوا اور میں اس سے سیراب ہوتا رہا۔“ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۹۲)

**پریشانی پر خواب میں رہنمائی:** حافظ صاحب فرماتے ہیں: انہی دنوں مجھے ایک اور خواب آیا۔ خواب سے پہلے ایک واقعہ سنئے! امرتسر میں ان دنوں مسئلہ صفات باری پر مباحثے ہو رہے تھے۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت انسان کے ساتھ بالذات ہوتی ہے اور بعض کہتے تھے کہ بالعلم ہوتی ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں، ”ایک دن میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ ﷺ کے دائیں بائیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مولانا عبداللہ غزنوی اور سید نذیر حسین رحمہما اللہ بیٹھے ہیں۔ میں نے معیت کے بارے میں پوچھا تو نبی ﷺ نے فرمایا، معیت سے مراد معیت بالعلم ہے، بالذات نہیں ہے۔“

مغرب کے بعد مسجد میں وظائف و اوراد کا سلسلہ چلتا۔ عشاء کے قریب گھر جا کر کھانا کھاتے اور عشاء کے بعد جلد سو جاتے۔ یہ عالم کبیر اور محدث جلیل مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے ہم عصر تھے اور دونوں ایک دوسرے کا بے حد احترام کرتے تھے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۹۲ تا ۲۹۳)

**مسلمی جھگڑوں سے دامن کشاں:** مولانا رحیم بخش لاہوری خاموش طبع ہنسنا مزاج اور تہجد گزار تھے۔ مسلمی جھگڑوں سے دامن کشاں رہتے اور اپنی بات مثبت انداز میں کرتے۔ صبح وشام مسجد میں قرآن و حدیث کا درس دیتے اور طلباء ان سے تعلیم حاصل کرتے۔ کسی شاگرد سے کوئی کام کراتے تو اس کا معاوضہ ادا کرتے۔ صرف چالیس برس عمر پائی۔ ۱۸ صفر ۱۳۱۱ھ (۲۹ جولائی ۱۸۹۶ء) کو فوت ہوئے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۹۶)

**مولانا محی الدین عبدالرحمن لکھوی رحمہ اللہ:** مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے معاصرین میں ایک نہایت نمایاں نام مولانا محی الدین عبدالرحمن لکھوی رحمہ اللہ کا ہے جو حضرت سید عبداللہ غزنوی کے مرید خاص اور مفسر قرآن حضرت حافظ محمد لکھوی کے فرزند گرامی تھے۔ وہ ۱۲۵۳ھ (۸-۱۸۳۷ء) کو بمقام لکھو کے (ضلع فیروز پور مشرقی پنجاب) پیدا ہوئے۔ قرآن مجید سمیت صرف و نحو کی بعض کتابیں اپنے گھر لکھو کے میں والد مکرم حافظ محمد لکھوی سے پڑھیں۔ پھر دہلی گئے۔ وہاں صدر الدین آرزو، مولانا بشیر الدین قنوجی، مولانا نواز علی اور بعض دیگر حضرات سے اکتساب علم

کیا۔ کتب حدیث اپنے والد عالی قدر حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ سے پڑھیں اور ان سے سند حدیث لی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔ نہایت متقی اور صالح عالم دین تھے۔ غزنی جا کر حضرت سید عبد اللہ صاحب کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ مدینہ شریف جا کر بیمار ہو گئے اور ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ (۱۰ مئی ۱۸۹۵ء) کو بروز جمعہ المبارک مسجد نبوی میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۰۶-۳۰۷)

**مولانا غلام نبی سوہدروی رحمہ اللہ:**۔ مولانا غلام نبی سوہدروی علم و صالحیت اور حسن اخلاق کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھے۔ ۴ ستمبر ۱۸۴۷ء (۲۳ رمضان ۱۲۶۳ھ) کو سوہدرہ (ضلع گوجران والا) میں پیدا ہوئے۔ علوی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ مشہور عالم دین مولانا عبدالمجید سوہدروی کے جد امجد تھے۔

حدیث کی کتابیں لکھو کے (ضلع فیروز پور) میں حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ حضرت میاں سید نذیر حسین رحمہ اللہ کی خدمت میں دہلی گئے اور ان سے سند حدیث لی۔

مولانا غلام نبی رحمہ اللہ نے امرتسر میں حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی حاضری دی اور ان کے دائرہ بیعت و ارادت میں شریک ہوئے۔

مولانا مرحوم پنجابی کے شاعر بھی تھے اور پنجابی نظم میں انہوں نے تین کتابیں تصنیف کیں۔ (۱) تحفۃ الوالدین (۲) تحفۃ المعجزات فی تاکید الصلوٰۃ اور (۳) تحفۃ العجلاء المعروف نصیحة النساء

مولانا غلام نبی سوہدروی رحمہ اللہ نے ۴ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ (۳ مئی ۱۹۳۰ء) کو سوہدرہ میں وفات پائی۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۰۷-۳۰۸)

**مولوی غلام احمد رحمہ اللہ:**۔ یہ بزرگ ضلع گوجرانوالہ کے ایک گاؤں دلاورچیمہ کے رہنے والے تھے اور مولانا عبد القادر قصوری رحمہ اللہ کے والد محترم تھے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے مخلص ترین دوست تھے۔ دونوں بزرگوں نے اس علاقے میں اسلام کی بڑی تبلیغ کی۔ مولانا عبد القادر قصوری ۱۸۶۳ء کے لگ بھگ دلاورچیمہ میں پیدا ہوئے۔ چار سال کی عمر کو پہنچے تو ان کی پڑھائی کا آغاز یا افتتاح دلاورچیمہ آکر مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے کیا تھا، جسے ”رسم بسم اللہ“ کہا جاتا ہے۔ مولانا عبد القادر قصوری رحمہ اللہ نے ملک کی تحریکات آزادی میں بڑی شہرت پائی۔ تدین و تقویٰ میں بھی ان کا مقام بڑا بلند تھا۔ وہ میاں محمود علی قصوری اور مولانا محی الدین احمد قصوری کے والد مکرم تھے۔ ۱۶ نومبر ۱۹۴۲ء کو لاہور میں فوت ہوئے اور قصور میں دفن کیے گئے۔

مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے معاصرین میں اور بھی بے شمار اہل علم شامل ہیں۔ لیکن یہاں ان کے صرف پانچ معاصرین کا ذکر کیا گیا ہے۔ معاصرین سے پتا چلتا ہے کہ جس شخص کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، اس کے رفقاء علم و عمل میں کس حیثیت کے مالک تھے اور باہم ان کے کس قسم کے مراسم تھے۔ بلاشبہ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ اپنے عہد کے رفیع المرتبت حضرات سے تعلق رکھتے تھے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ قلعوی، ص: ۳۰۸-۳۰۹)

### باکمال مرشد کے تلامذہ کرام

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا اپنے گاؤں میں سلسلہ تدریس جاری تھا۔ ان کے جاری کردہ مدرسے کا نام ”اشاعۃ التوحید والسننہ“ تھا۔ اس مدرسے میں ان سے بے شمار طلباء نے تحصیل علم کی ہوگی، لیکن مجھے ان کے صرف بائیس تلامذہ کرام کا پتہ چل سکا ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۱۰)

**مولانا علاؤ الدین:** مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے ایک شاگرد مولانا علاؤ الدین رحمہ اللہ تھے، جن کے آباؤ اجداد کا اصل مسکن موضع اوج بھٹیاں (ضلع ملتان) تھا۔ وہ برہمن چند رہنسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

علاء الدین رحمہ اللہ نے حصول علم کا آغاز قلعہ اسلام میں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے کیا اور مختلف علوم کی کتابیں ان سے پڑھیں۔ پھر مولانا موصوف نے خود ہی انہیں حضرت سید میاں نذیر حسین رحمہ اللہ کی خدمت میں دہلی بھیج دیا۔ میاں صاحب رحمہ اللہ سے انہوں نے حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ فراغت کے بعد مختلف مقامات میں درس و تدریس اور وعظ و خطابت کی خدمت انجام دی۔ زیادہ عرصہ بمبئی رہے۔ وہیں ان سے حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کی ملاقات ہوئی۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گوجراں والا کے مولوی علاء الدین رحمہ اللہ بہت اچھا وعظ کہا کرتے تھے۔ وہ تقریباً ۵۲ برس کی عمر تک اپنے مولد و مسکن سے باہر رہے۔ ۱۸۷۵ء کے قریب گوجراں والا آئے اور انہیں وہاں اونچی مسجد کہا راں والی کے امام مقرر کیا گیا۔ مسلک کے اعتبار سے اہلحدیث تھے، لیکن اس معاملے میں بے حد احتیاط سے کام لیتے تھے۔ اس کے باوجود مسجد کے نمازیوں نے ان کو ایک دن حالت نماز میں اٹھا کر مسجد کے باہر پھینک دیا۔ پھر اس عالم دین نے اس کے قریب ہی کھلے میدان میں خطبہ جمعہ دینا شروع کر دیا۔ انہی دنوں ایک بزرگ پیر میر حیدر شاہ صاحب خان پوری رحمہ اللہ گوجراں والا تشریف لائے تو انہوں نے چوک نیائیں میں سائیں رنگ علی سے کچھ جگہ لے کر مسجد کی بنیاد رکھی اور مولانا علاء الدین رحمہ اللہ کو اس مسجد کے خطیب و امام مقرر کر دیا۔ (پیر میر حیدر کا ذکر ”قبولیت دعا اور ظہور کرامات“ کے باب ”کرامت نمبر ۵۰“ میں تفصیل سے آچکا ہے۔ یہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے مرید تھے)۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۲۱-۳۲۲)

**نزہۃ الخواطر کی شہادت:** مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی زندگی دراصل دو کاموں میں بسر ہوئی اور یہی دو کام ان کی شہرت کا باعث اور لوگوں میں دین اسلام کی اشاعت کا سبب ہوئے۔ ایک وعظ و تذکیر اور دوسرا درس و تدریس، ان کے وعظ کی دور دور تک دھوم تھی۔ جیسا کہ نزہۃ الخواطر کے مصنف شہیر حکیم سید عبداللہ حسنی نے بیان کیا، وہ راسخ فی العلم عالم دین، یگانہ روزگار مدرس اور عمل و کردار اور حسن اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے۔ تدریس میں بھی وہ بڑا اونچا مقام رکھتے تھے، اور یہ دونوں خوبیاں (درس و تدریس اور وعظ و تذکیر) بہت بڑی خوبیاں ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۲۸)

### سلوک و معرفت سے بھرپور مکتوبات

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا، جن میں معاشرے کے عام لوگوں کے علاوہ علماء و طلباء بھی کثیر تعداد میں شامل تھے۔ مختلف مقامات میں وہ وعظ و تبلیغ کیلئے بھی تشریف لے جاتے تھے۔ لوگ ان سے زبانی اور تحریری صورت میں مسئلے مسائل بھی پوچھتے تھے، فتوے بھی لیتے تھے۔ بعض معاملات میں بذریعہ خطوط لوگ ان سے مشورے بھی لیتے ہوں گے۔ لیکن ان کے سوانح نگار فرزند گرامی مولانا عبدالقادر کی معرفت ہمیں ان کے صرف تیرہ مکتوبات کا علم ہو سکا ہے۔ ایک طویل مکتوب انہوں نے حافظ آباد کے ایک ہندو رام دتا ٹانڈو کے نام تحریر فرمایا جو اس کتاب میں مستقل باب کے طور پر علیحدہ درج کر دیا گیا ہے۔

مولانا مدوح جامع الحیثیات شخصیت کے مالک تھے، اس لیے یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے بہت سے لوگوں کو بہت خطوط لکھے ہوں گے، لیکن افسوس ہے تمام خطوط محفوظ نہیں رہ سکے۔ ہمیں جو خطوط ملے ہیں، وہ فارسی زبان میں ہیں۔ ان میں سے دو خطوط نمبر گیارہ اور بارہ فارسی نظم میں ہیں جو حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے نام تحریر فرمائے گئے ہیں۔ خط نمبر ایک سے لے کر نمبر دس تک کے خطوط فارسی نثر میں ہیں، لیکن ان میں بہ کثرت فارسی اشعار درج ہیں۔ ان اشعار میں زیادہ تر ان کے اپنے اشعار ہیں۔ آئندہ صفحات میں ان کے دستیاب خطوط کا اردو ترجمہ دیا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی فارسی اشعار درج کر کے نیچے ان کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔ دو تین کے سوا مکتوب الہیم کے حالات کا علم نہیں ہو سکا۔ تمام مکتوبات نہایت سبق آموز اور بے حد پرتاثر ہیں۔ قارئین کرام ان مکتوبات کا انتہائی غور سے مطالعہ فرمائیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۳۳-۳۳۵)

کسی کامل مرشد کی صحبت میں رہنے کی نصیحت:- پہلا خط مولوی محمد اعظم کے نام ہے جو مولانا غلام رسول کے برادر نسبتی تھے۔

برخوردار مولوی محمد اعظم

عزیز! اپنے عزیز اوقات کو برباد نہ کریں اور اپنے نفس سانسوں کو نیکی میں بسر کریں۔ کوشش کریں کہ خود کو کسی ایسے مرد کی خدمت میں



پہنچائیں جو رنگ آلود دلوں کو آئینے کی مانند صاف کرنے والوں میں سے ہو:

گر خدا خواہی وہم دنیا سے دوں  
”اگر تو خدا کو چاہے اور (اس کے ساتھ) کہنی دنیا کو بھی، تو یہ (مخض تیرا) خیال ہے جو محال اور دیوانگی ہے۔“  
ٹھیک ٹھیک لکھ رہا ہوں اور تبلیغ کی شرط پوری کر رہا ہوں:

اگر باخویشتن عمرے بسر این راہ را پوئی  
نہ از مقصد نشان یابی نہ این راہ را کران بینی  
ز خاک دامن مردے بکش در چشم جان گردے  
کہ تا زین چشم نورانی جمال جان جان بینی  
”اگر تو خود (اکیلا) عمر بھر سر کے بل اس راستے پر دوڑتا رہے تو نہ مقصد کا نشان پاسکے گا (اور) نہ اس راستے کا (آخری) کنارہ دیکھ سکے گا۔ کسی مرد (خدا) کے دامن کی خاک کا سرمہ آنکھ میں ڈال لے، تاکہ اس نورانی آنکھ سے جان جان کو دیکھ لے۔“

اس فقیر کے خیال کے مطابق عبداللہ رحمہ اللہ جیسا کوئی سنت کا پیروکار اور ارباب حقیقت کا منتخب (شخص) نہیں مل سکتا۔ وہ (محبوب الہی) ہیں، اللہ کے محبوب ہیں اور دائمی معرفت والے ہیں۔ اللہ کی رضا کی چاہت ہے۔ وہ ایک کامل و مکمل (مرشد) ہیں۔ ان کی نظیر اس زمانے میں نہیں ملتی۔ طالبین کی تربیت جیسی ہونی چاہیے، وہ ان کے ہاں موجود ہے۔ عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے لکھا تھا کہ صاحب استعداد کو حقیر کی صحبت میں روانہ کریں۔ یہ اس بنا پر ہے کہ اشاعتِ سنت کیلئے وہ مضبوط سند ہیں اور اس معاملے میں ان کا مقصد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہے، جس کیلئے قوی ہمت درکار ہے، اور (آیت) کریمہ: ولایخافون لومة لائم (یہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۵۴ کے الفاظ ہیں۔ ترجمہ یہ ہے: کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے) کو نصب العین بنانا چاہیے۔ پھر کمال اخلاص کے ساتھ:

کند از فرق پا وزیدہ نعلین  
شود سوئش رواں بالراس والعین  
”پاؤں سے جوتے الگ کر کے، اس کی طرف سر اور آنکھوں کے بل چلنا چاہیے۔“

ورنہ نال مٹول اور بہانہ سازی سے کام نہیں چلے گا، جب وقت گزر گیا تو حسرت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔  
والسلام علیکم  
فقیر غلام رسول از قلعہ  
(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۳۵-۳۳۷)  
دوبارہ مرشد کی خدمت میں حاضری کا حکم: بر خوردار محمد اعظم جی!

ہمارا دل ہمیشہ آپ عزیز کے علمی و عملی کمالات کو حاصل کر لینے کی طرف متوجہ رہتا ہے، تاکہ ضروری علوم کی تحصیل سے فراغت کے بعد آپ ارباب یعنی (اولیائے کرام) کی صحبت کی سعادت حاصل کرنے کی خاطر متوجہ ہو جائیں:

کانچہ ضروریست چو حاصل کنی  
آنست عمارت گری دل  
بہ کہ عمارت گری دل کنی  
واکشی از کش مکش آب و گل  
”جو علم ضروری ہے، جب تو وہ حاصل کر لے، تو پھر دل کی عمارت گری کر۔ دل کی عمارت گری یہ ہے کہ آب و گل (دنیا) کی کشمکش سے جدا ہو جائے۔“ لیکن جب سے میں نے آپ کے منصب تدریس سے وابستہ ہو جانے کی خبر سنی ہے تو یقین ہو گیا ہے۔

بس غلط بود آنچه ما پنداشتیم ”وہ بے حد غلط تھا جو ہم نے گمان کر رکھا تھا۔“  
افسوس کہ استعداد کی آگ جو کہ کمال انوار کے بھڑکانے کے لائق تھی، وہ آپ نے بلا مقصد مصروفیات میں راکھ کی طرح ضائع کر ڈالی اور جو مساعی جلیلہ اس عمر میں ملاقات قدسیہ کے تحصیل کی معاون (بنتی) ہیں، ان کو خاک میں ملا ڈالا:

تروم العزائم تنام لیلا  
من طلب العلی سہر الیالی  
”تم سر بلندی چاہتے ہو، پھر رات کو سوتے بھی ہو، جو بلند یوں کا طلب گار ہوتا ہے، وہ راتوں کو جاگتا ہے۔“

اس ضمن میں تاسف آمیز اور غفلت انگیز عذر نہیں سے جائیں گے۔ اگر حافظ محمود کے ہمراہ عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی صحبت میں پہنچ جاتے تو کتنی اچھی بات ہوتی۔ خیر گزر گیا جو گزر گیا۔ اب بھی وقت ہے۔ ہاتھ سے نکل جانے والا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا:

کنونت کہ چشم است اشکے بیار  
زبان دردہسان ست عذرے بیار  
”اب جبکہ تیری آنکھ ہے، ایک آنسو (ہی) بہا لے، زبان جب منہ میں ہے، کوئی عذر ہی کر لے۔“

مبادا ان جنون آمیز باتوں سے آپ کی طبیعت پریشان ہو جائے، لیکن کیا کروں، یہ چیز (میرے) اختیار میں نہیں ہے، خواہ مخواہ میرا دل جوش میں آ رہا ہے:

اگر باخویشتن عمرے بسرایں راہ را پوئی  
نہ از مقصد نشان یابی نہ این راہ را کران بیینی  
ز خاک دامن مردے بکش در چشم جاں گردے  
کہ تازیں چشم نورانی جمال بے نشان بیینی  
”اگر تو خود (اکیلا) عمر بھر سر کے بل اس راستے پر دوڑتا رہے تو بھی نہ مقصد کا نشان پائے گا (اور) نہ اس راستے کا (آخری) کنارہ دیکھ سکے گا۔ کسی مرد (خدا) کے دامن کی خاک کا سرمہ آنکھ میں ڈال لے، تاکہ اس نورانی آنکھ سے تو بے نشان کے جمال کو دیکھ لے۔“

والسلام فقیر غلام رسول از قلعہ  
(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۳۷-۳۳۹)

### تصوف اور طریق صوفیاء کی اہمیت:

بسم الله الرحمن الرحيم ”الحمد لله وحده والصلوة على رسوله الذي لانبى بعده و على آله و

اصحابه و سائر من بذل في مرضيات الله جهده“

”سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں اور درود ہوا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں! اور آپ ﷺ کی اولاد و صحابہ کرام پر اور ان تمام لوگوں پر جنہوں نے اللہ کی رضا میں اپنی محنت صرف کر دی۔“

سلام مسنون کے بعد واضح ہو کہ آپ سعادت مند کو کیا لکھوں اور کیا تحریر کروں؟ جوانی کے دن مسافر ہیں اور زندگی پانی کے بلبل کی طرح ہے، لیکن ہم کس مشغے میں قیمتی اوقات کو برباد کر رہے ہیں؟ اور کیوں بے فائدہ کاموں میں خدا داد صلاحیت کے پھل دار درخت کی جڑیں کسی سے اٹھڑ رہے ہیں؟ کیا ہم دیوانے ہیں جو نہیں سمجھتے؟ اور عقل سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں کہ اس کے ضائع کرنے میں مصروف ہیں۔ افسوس، ہزار افسوس:

قدر وقت ار نشنا سد دل و کارے نکند  
بس خجالت کہ ازیں حاصل اوقات بریم  
”اگر دل وقت کی قدر نہ پہچانے اور کوئی کام نہ کرے تو بس ہم ان حاصل اوقات سے (کل قیمت میں) شرمندگی ہی اٹھائیں گے۔“

ہمیشہ دو چیزوں کا حصول ضروری اور لازمی ہے۔ ایک کتاب و سنت کا ادراک رکھنے کی علمی پونجی، جو دینی علوم کا سرچشمہ اور معنوی علوم کا خلاصہ ہے۔ دونوں چیزیں شمع کا درجہ رکھتی ہیں، جن کو دائیں اور بائیں (طرف) رکھ کر راستہ طے کیا جاسکتا ہے۔

دوسری چیز پابند شرع حضرات صوفیاء رحمہم اللہ کا طریقہ ہے، جو کام کی اصل، اسلام کی اساس اور ذوق و وجد کی مورث ہے۔ وہ جسم شریعت کیلئے جان کا درجہ رکھتی ہے اور صورت اسلام کی حقیقت اور روح ہے۔ ابھی تک ان دونوں کی خوشبو سے آپ عزیز کا دماغ معطر نہیں ہوا۔ (دنیاوی) تعلقات اور رنگ و نام کی رکاوٹیں حائل ہیں۔

تعلق حجاب است و بے حاصلی  
چو پیوند ہا بگسلی واصلی  
” (دنیاوی) تعلق پردہ ہے اور بے حاصل، جب تو (دنیاوی) تعلق توڑ ڈالے گا تو (حق تعالیٰ سے) تعلق جوڑ لے گا۔“

علم ظاہری کے اساتذہ ہر جگہ موجود ہیں، مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے دہلی سے کتنا اچھا ملکہ بہم پہنچایا اور علمی فیوض کا مورد بنے۔ سبحان اللہ۔ بہت سے خاندان تحصیل کمال کی چاہت سے عاری، غافل اور دوسرے (لوگ) اللہ کی مہربانی سے فضل و علم سے متصف اور سرفراز ہیں:

ترسم بکعبہ نرسی اے اعرابی کیس راہ کہ تو می روی بترکستان است  
 ”اے اعرابی! میں ڈرتا ہوں کہ تو کعبہ تک نہیں پہنچ سکے گا، کیوں کہ جس راستے پر تو چل رہا ہے، (یہ) ترکستان کو جاتا ہے۔“  
 افسوس، صد افسوس کہ استعداد کی دولت برباد ہو رہی ہے، ابھی وقت ہے:

ترور العزائم تنام لیلًا  
 ومن طلب العلی سهر الیالی  
 ”تم عزت چاہتے ہو اور رات کو سوتے بھی ہو، جو بلندیوں کا طلب گار ہوتا ہے، وہ راتوں کو جاگتا ہے۔“

اس رقعہ لے جانے والے کی بابت کتنا افسوس ہو رہا ہے کہ اتنی عمر لو ولعب میں ضائع کر دی اور آپ بھی شفقت و اخوت اور صلہ رحمی کی دلیل ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ جہل مرکب کس طرح اس خاندان میں پیدا ہو گیا ہے کہ دینی علوم حاصل نہیں کر رہا ہے۔

ملتان میں مولوی عبید اللہ کے فرزند مولوی عبدالرحمن اچھے عالم ہیں، ریاضی اور حدیث کے علوم دینیہ پڑھانے میں بہت مہارت رکھتے ہیں۔ وہیں مولوی سدید الدین لکھنوی علوم عقلیہ میں بے حد کامل موجود ہیں۔ باطنی علوم کیلئے صاحب زادہ رکن عالم صاحب رحمہ اللہ اور جناب (سید) عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ کا سلسلہ ہے۔ والسلام۔ فقیر غلام رسول از قلعہ  
 اس خط میں مکتوب الیہ کا نام درج نہیں، لیکن سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط بھی مولوی محمد اعظم کی طرف لکھا گیا ہے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۴۰-۳۴۳)

کامل اولیاء کی صحبت: بسم اللہ الرحمن الرحیم ”الحمد لله وسلام علی عبادة الذین اصطفیٰ“  
 اس فقیر کی جانب سے السلام علیکم کے بعد برخوردار محمد اعظم عظمہ اللہ تعالیٰ تو فیق الخیر (اللہ تعالیٰ بھلائی کی توفیق سے انہیں عظمت بخشے) نور کریں کہ جوانی مسافر ہے اور یہاں (دنیا میں) بار بار آنا نہیں ہوگا۔ فرصت اور صحت کی یہ نعمت ہر روز میسر نہیں رہے گی:

قدر وقت ار نشا سددل و کارے نکند  
 بس خجالت کہ ازین حاصل اوقات بریم  
 ”اگر دل وقت کی قدر نہ پہچانے اور کوئی کام نہ کرے تو ہم ان حاصل اوقات سے (کل قیمت میں) شرمندگی ہی اٹھائیں گے“  
 دو کام بڑے اہم ہیں، ایک دینی علوم کی تحصیل اور دوسرا ارباب جمعیت (اولیاء اللہ) کی صحبت، جو سب سے اونچا مقصد ہے:  
 باہر کہ نشینی و نشد جمع دولت  
 ز نہار ز صحبتش گریزان می باش  
 ”تو جس کے ساتھ بیٹھے اور دل کو جمعیت (سکون) حاصل نہ ہو اور تجھ سے آب و گل (دنیا) کی محبت نہ چھوٹے، خبردار! ایسے شخص کی صحبت سے دور بھاگ، ورنہ اپنے پیاروں کی روح (مبارک) تجھے معاف نہیں کرے گی۔“

بلکہ اصحاب حقیقت نے لکھا ہے کہ ایک گھڑی خود اپنے ساتھ بیٹھ کر اور خیال کی آنکھ کو ماسوی اللہ سے بند کر کے اس شعر کا مضمون سمجھ لے۔

من ملک بودم و فردوس بریں جائم بود  
 آدم آورد دریں دیر خراب آبادم  
 ”میں فرشتہ تھا اور فردوس بریں میرا گھر تھا۔ اس خانہ خراب دنیا میں مجھے (حضرت) آدم (علیہ السلام) لائے ہیں۔“  
 نیز اپنی روح کو خطاب کر کے عتاب کرے:

خیز غافل بال ہمت باز کن  
 سوائے جائے اصلیت پرواز کن  
 طوطی شیریں مقالی چند چند  
 باشی اندر حبس زاغان پائے بند  
 ”اٹھ اے غافل! ہمت کے پر کھول (اور) اپنے اصلی گھر کی جانب پرواز کر۔ تو شیریں زباں طوطی ہے، کب تک کوؤں کے قید خانے

میں بند رہے گا۔“

جب محض اللہ سبحانہ کی عنایت سے، کسی کی کوشش کے بغیر ایک بشارت عظمیٰ کا شرف نصیب ہو گیا، اس کھانے کا مزہ چکھ، ذائقہ کا ذوق لگا اور تلچھٹی کی لذت طلب کے حلق تک پہنچ گئی تو پھر افسوس ہے کہ (زندگی) بے مقصد مصروفیات میں برباد کریں اور نفسانی خواہشات کے سرور میں گزریں۔ (حضرت) امام ربانی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں:

ہمہ اندرز من بہ تو ایس است کہ تو طفلی و خانہ رنگین است  
میری تمام نصیحت تجھے یہ ہے کہ تو ایک بچہ ہے اور یہ گھر (دنیا) بڑی رنگین ہے۔“

اگر فرصت کے اوقات میں سورہ فاتحہ بسم اللہ اور آمین کے ساتھ ہر دفعہ آیات کا تکرار کرتے اور معانی کا لحاظ رکھتے ہوئے پڑھی جائے تو یہ جذب الہی کی کنجی ہے اور فرصت کے دنوں میں درود شریف حلیہ مبارک کے لحاظ سے پڑھنا مذکورہ بالا حال کے ورد کا موجب ہے، صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد وآلہ وسلم۔

اگر سہام حوادث ترانشانہ کنند پناہ بہ درود جناب مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم)  
”اگر حادثات کے تیر تجھے نشانہ بنائیں تو تو جناب مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود (شریف) پڑھ کے پناہ حاصل کر۔“  
والسلام فقیر غلام رسول از قلعہ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۳۳-۳۳۵)

**باہمی اتفاق اور اتحاد کی اہمیت:**۔ یہ خط وہ علمائے کرام مہربانی فرما کر ضرور پڑھیں، جن کی عادت مسلمانوں کو کافر قرار دینا اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنا ہے۔ میرے عزیز چودھری فیض بخش، محمود خاں اور حاجی الحرمین خدایا سلامت رہو۔ فقیر غلام رسول کی طرف سے السلام علیکم..... ان دنوں حاجی صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ چند روز سے ہمارے اور ذیلدار کے درمیان کوئی بات چیت ہوئی ہے، جس کے بعد فیض بخش مسجد میں (آنے کا) شرف نہیں حاصل کرتے۔ یہی معاملہ چند باتیں لکھنے کا باعث ہوا ہے۔ بڑے غور سے سنئے کہ ہم سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو ماننے کا جو فرمان ہے، اس میں برابر ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مامور ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ اتفاق رکھیں، خصوصاً اسلام کی نسبت کی وجہ سے باہم متفق رہیں۔ آپس میں نفاق (رکھنا) اور اسلامی بھائیوں میں تفرقہ (ڈالنا) حرام ہے۔ صلہ رحمی فرض ہے اور برکات کا ذریعہ اور نیک نامی کا سبب ہے:

زاتفاق مگس شہد می شود پیدا خدا چہ دولت و نعمت در اتفاق نہاد  
”کھبیوں کے اتفاق سے شہد پیدا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اتفاق میں کیسی دولت و نعمت رکھی ہے۔“

ذیلدار ذیلداری کو بھلا کر محمود خاں کے ساتھ حسن معاملہ سے پیش آئیں کہ بھائی آپس میں حسن سلوک رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشورے سے کام کرتے ہیں، اور محمود خاں کیلئے ضروری ہے کہ ملکیت کے غرور کو الگ رکھ کر ذیلدار کے ساتھ یوں اچھے اخلاق سے پیش آئیں، جس طرح کہ چھوٹے بھائی بڑے بھائیوں کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ جو مشورہ خلاف دین نہ ہو، اس سے باہر نہ جائیں۔ حاجی صاحب خود بھی سوچیں کہ ہم درویش سیرت لوگ حسن خلق اور سیرت نیک کے پابند ہیں، سخت گیری جو کہ رضائے الہی کے خلاف ہے، اس سے الگ ہو کر یوں (برتاؤ) کریں کہ ہم میں سے کسی مسلمان کا دل آزرہ نہ ہو اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ اور فساد نہ ہو، کیوں کہ حدیث صحیح میں آیا ہے جو مسلمان کے ساتھ تین روز میں صلح نہ کرے، اس کے ایمان میں خلل ہے۔ اگر ناراض نہ ہوں تو شیخ سعدی رحمہ اللہ کا شعر لکھوں، خوب کہا جو کہا:

حاجی تو نیستی شتر است از برائے آنکہ بے چارہ خار می خورد و بار میں کشد  
”تو حاجی نہیں (بلکہ) اونٹ ہے، جو بے چارہ کاٹنے کھاتا ہے اور بوجھا اٹھاتا ہے۔“

جی ہاں! اس سے بھی زیادہ ذیلدار اور محمود خاں کی بے اتفاقی فساد اور تفرقہ کا سبب ہے:

چرا ایشان نمی باشند چون شیرو شکر باہم عجب ذوقے بکام دین رسد زین کامرانی ہا

”وہ آپس میں شیر و شکر کیوں نہیں ہوتے۔ یہ ایسا عجیب ذوق (عمل) ہے، جس سے دین کے کام کو کامیابیاں ملتی ہیں۔“  
جوش کا آغاز کرتا ہے، اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ لوگ اس نصیحت پر کاربند ہوں گے اور سب کے ساتھ صلے سے پیش آئیں گے اور کاموں کا انتظام دونوں مشورے سے کریں گے:

نصیحت گوش کن جانان کہ از جاں دوست تر دارند  
جوانان سعادت مند پند پیر دانارا  
”اے جانان! نصیحت سن لے کہ سعادت مند جوان دانا بوڑھے کی نصیحت کو جان سے بھی زیادہ دوست رکھتے ہیں۔“  
حافظ (شیرازی رحمہ اللہ) کا شعر ہے:

بہ مجلس نوجوانان را کہن پیرے ضرور آمد  
حرارت دارد این معجون و طباشیرے ضرور آمد  
”نوجوانوں کی مجلس کیلئے تجربہ کار بوڑھا ضروری ہے، (کیوں کہ) یہ معجون گرمی رکھتی ہے اور (اس کیلئے) ایک طباشیر لازمی ہے۔“  
اس فقیر کی جانب سے ہر تین (صاحبان) کیلئے بارگاہ الہی میں دعا ہے کہ اس کی ذات پاک انہیں ظاہری اور باطنی اطمینان نصیب کرے۔ جاننا چاہیے کہ ہمارا دین دو چیزیں ہیں: ”مَا آتَاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَكُمُ عَنْهُ فَانْتَهُوا“ (سورۃ الاحشر، آیت: ۷)۔  
ایک حکم کا بجالانا اور دوسرا منع کردہ چیزوں اور گناہوں سے رک جانا۔ خصوصاً جو آدمی حرام پر قدرت رکھتا ہو، اور پھر وہ (اس سے) بچے، اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور بعض فرشتوں سے اس کے درجات بڑھ جائیں گے۔ کون آدمی زندگی میں حرام خوری کو پیشہ بناتا ہے، جو اپنی آخرت کا فکر رکھتا ہے۔ فقط والسلام: غلام رسول از قلعہ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۵۱-۳۵۲)  
نیک صحبت کی ضرورت:۔ یہ خط حضرت مولانا غلام رسول صاحب نے اپنے شاگرد مولوی علاء الدین صاحب رحمہ اللہ (گوجران والا) کو دہلی لکھ کر بھیجا تھا، جب مولوی علاء الدین وہاں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

بسم الله الرحمن الرحيم ”الحمد لله وحده والصلوة والسلام على رسوله الذي لاني بعدة و

على آله وصحبه و على سائر من بذل في مرضيات الله جهده“

ابا بعد عزیز (من)! آپ کا رقعہ ملا، مجھے خوشی ہوئی۔ آپ کے والد بہت انتظار میں تھے، اتنے زیادہ کہ اس کی انتہاء نہیں۔ علم دین آیا تھا کہ شہاب الدین سے سنا تھا کہ عید کے بعد آئیں گے لیکن ابھی تک نہیں آئے۔ تمہیں ان کو خط لکھنا چاہیے۔ تمہارے خط کے بغیر وہ مطمئن نہیں ہوں گے۔ میرے عزیز! مرزا (صاحبان) پڑھو یا حمد اللہ، ہمیں اتنی فرصت نہیں، جو علم حدیث کیلئے (درکار) ہے۔ علم کا مدار عمل پر ہے اور عمر گزر رہی ہے۔ تمہارے عمل میں غفلت اور سستی موجود ہے۔ مجھے خبر نہیں کہ تمہیں کس کس کی صحبت حاصل ہے، اچھے لوگوں کی یا برے لوگوں کی؟ لیکن افسوس! صد افسوس:

صحبت نیکان زجاں دور شد  
خانہ عسل خانۂ زنبور شد

”نیک لوگوں کی صحبت دنیا سے اٹھ گئی، شہد کا چھتہ، بھڑوں کا ٹھکانہ بن گیا ہے۔“

اچھی باتیں کرنے سے کام نہیں بنتا، بلکہ اچھے کردار سے (کامیابی ہوتی ہے)، میرے عزیز! اس وقت موت کا قاصد آ پہنچے تو آخرت میں کیا جواب دو گے کہ میں کس مشغلے میں تھا؟

ببام منطق اے سلم نہادہ  
زواج اہتداد دور افتادہ

بجز حب خداوند تبارک  
مبارک نیست ایس قاضی مبارک

زحمد اللہ تغیر یافتت حال  
بحمد اللہ نبودت ہیج اشغال

”اے وہ! جو منطق (اور) سلم کی چوٹی پر جا پہنچے، (تم) ہدایت کی چوٹی سے دور ہو گئے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت کے سوا یہ ”قاضی مبارک“ مبارک نہیں ہے۔“

”حمد اللہ“ سے تیری حالت بدل گئی (اور) تجھے اللہ تعالیٰ کی حمد سے ذرہ بھر (بھی) لگاؤ نہیں!

میرے عزیز! یہاں بار بار آنا (نصیب) نہیں ہوگا، آخر کار ایک روز اس جہاں سے جانا ہوگا۔ ہلک المسوفون (ہلاک ہو گئے دیر کرنے والے) کی صدائیں گے:

ہیں مگو فردا کہ فردا ہا گزشت  
تسابقے نگزرد ایام کشت  
ایس قدر تخمے کہ باید ست بکار  
تادر آخردر دہد صد برگ و بار  
ایس قدر عمرے کہ ماند سنت بباز  
تادر آخربینی از روئے عزو ناز  
رو بگو رستان دمے خامش نشیں  
وآن خموشان سخن گوربہ بیس  
گوچہ یکساں ست روئے خاکشان  
وآن خموشان سخن گوربہ بیس  
لحم و شحم زندگان یکساں بود  
نیست یکساں حالت چالاک شان  
آن یکے غمگین و ایس شاداں بود  
”خبردار! کل کل مت کہو کہ کتنے ہی کل گزر گئے! جب تک کہ کھیتی (زندگی) کے دن پورے نہیں ہو جاتے۔“

اتنا بیخ جو کہ تیرے کام کیلئے ضروری ہے (وہ بوتارہ)، تا کہ (یہ) آخرت میں سینکڑوں پھول، پتے اور پھل دے۔

جتنی زندگی تیری باقی رہ گئی ہے، وہ کام میں لا، تا کہ آخرت میں تو عزت اور اونچا مقام حاصل کرے۔

تو قبرستان میں جا کر ایک لحظہ خاموش بیٹھ اور ان باتیں کرنے والے خاموشوں کو دیکھ۔

اگر چہ ان پر ایک جیسی مٹی پڑی ہے، لیکن ان کی حالت آخرت یکساں نہیں ہے۔

زندوں کا گوشت پوست ایک جیسا (دکھائی دیتا) ہے، (لیکن) ان میں ایک غم میں ڈوبا ہوا ہے اور دوسرا خوش ہے۔

ہمیشہ دل میں آتا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز اور رات کو تہجد کیلئے جاگنا نصیب ہو جائے، اور تھوڑا سا حصہ جو مشتے از خوارے کے

مصدق (زندگی کا) باقی رہ گیا ہے، وہ بے مقصد مصروفیات میں گزر رہا ہے:

خوابم بشد از دیدہ دریں فکر سوز  
کاغوش کہ شد منزل سائش خویش  
”فکر سوز سے میری آنکھ میں نیند نہ رہی کہ آسائش خوگس کی آغوش تیری منزل بن گئی؟“

اگر اس معاملے میں کوئی فتور یا کوتاہی روار کھے ہوئے ہوں تو بلاشبہ وہ سخت گھاٹے میں ہیں اور بے فائدہ مشاغل میں دیوانے ہیں:

بوق صبح ہمی شود بحضور معلومت  
کہ باکہ باخته ای عشق در شب دیجور

چند چند از حکمت یونانیان  
حکمت ایمانیان راہم بخوان

”صبح کے وقت تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اندھیری رات میں کس کے ساتھ عشق کرتے رہے ہو۔ یونان والوں کی حکمت کب تک پڑھو

گے، ایمان والوں کی حکمت کو بھی پڑھ لو۔“

آپ پر سلامتی ہو مولوی صاحب کو (میرا) سلام پہنچائیں۔

(حضرت) شاہ ولی اللہ صاحب (رحمہ اللہ) کی کتابیں اور ان کے رسائل جہاں بھی دست یاب ہوں، نظر میں رکھیں۔ پہلے آپ اطلاع

دیں، پھر لکھا جائے گا اور مبلغ چھ روپے ابھی تک ہم نے نہیں بھیجے، لیکن عنقریب بھیج دیں گے۔ حضرت امام علی شاہ مکان شریف رحمہ اللہ چھتر

والے ان دنوں میں فوت ہو گئے ہیں:

ساقیا عشرت امروز بفردا مکن  
یا زیوان قضا خط ہر حال بمن

”اے ساتی! آج کی موج کو کل پرمت ڈال، (کیوں کہ) دیوان قضا سے خط (پروانہ موت) یقیناً مجھے ملنے والا ہے۔“

محمد قاسم کی طرف سے سلام قبول ہو۔ فقیر غلام رسول از قلعہ

مولانا عبدالقادر لکھتے ہیں۔

مولوی (علاء الدین) صاحب رحمہ اللہ بیان کرتے تھے کہ جب میں نے یہ خط پڑھا تو اس قدر رقت طاری ہوئی کہ برابر ہفتہ بھر پڑھنا نہیں سوچھا اور روتا ہی رہا۔ میرے استاد صاحب رحمہ اللہ نے بہت اصرار کر کے مجھ سے رونے کی وجہ پوچھی (کیونکہ انہیں شک گزارا کہ میرے کسی عزیز کے فوت ہونے کی خبر مجھے ملی ہے) تو میں نے روتے ہوئے انہیں یہ خط دے دیا۔ وہ بھی پڑھ کر رونے لگے۔ اس کے بعد بھی مولوی علاء الدین صاحب رحمہ اللہ کی یہ حالت تھی کہ خط بہت سنبھال کر رکھا ہوا تھا اور کبھی کبھی نکال کر اسے پڑھ کر روتے تھے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۵۹-۳۶۴)

**مرشد کی خدمت میں خط:-** یہ خط حضرت سید عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں ان کے خط کے جواب میں لکھا گیا۔

بسم الله الرحمن الرحيم "الحمد لله و كفى والسلام على عباده الذين اصطفى"

اما بعد، بخدمت شریف، فیض مآب، جامع کمالات، مورد عنایات جناب حضرت من دامت برکاتہ فقیر غلام رسول کی طرف سے السلام علیکم، آداب و نیاز پیش کرنے کے بعد عرض ہے کہ محمد عثمان آئے اور انہوں نے فقیر کے نام آپ کا مکتوب شریف پہنچایا: من کہ باشم کہ برآں خاطر عاطر گزرم لطف ہامی کنی اے خاکِ درت تاج سرم "میں کون ہوں جو اس خاطر عاطر میں آؤں؟ اے (بزرگ وار) آپ مہربانیاں کر رہے ہیں۔ آپ کے در کی خاک میرے سر کا تاج ہے۔" وعدے کے مطابق ارشاد کا منتظر ہوں۔ اللہ کرے کہ انتظار کا دن میری زندگی میں آئے، کیونکہ فانی زندگی کا بھر و سہ نہیں ہے اور یہاں بار بار آنا نہیں ہے، ہر چند میں اس راستے پر دوڑ رہا ہوں، لیکن ابھی تک اس چہرے کو نہیں دیکھا جو مجھے مطلوب ہے:

مرا عہد یست با جانان کہ تاجاں در تنم دارم ہوا واراں کویش راچوں جان خویشتن دارم  
الائسے پیر فرزانہ مکن منعم زمرے خانہ کہ من در حق پیمانہ دل پیمان شکن دارم  
"میں نے جانان کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے کہ جب تک میرے تن میں جان ہے، میں تیرے کوچے کو ہوا کی طرح اپنی جان سمجھتا ہوں۔ خبردار! اے دانا بزرگ مے خانے سے مجھے منع مت کر کہ میں ساغر کیلئے پیمان شکن دل رکھتا ہوں۔"

مزید یہ کہ شیخ عبداللہ قوم برہمن حامل رقعہ ہڈانے دو تین سال سے، ریا کے شائبہ کے بغیر اور دنیا کی کسی غرض و حرص کے سوا اللہ کیلئے خالص مخلص بن کر تائب ہونے کے بعد، خلعت اسلام کو زیب تن کر لیا ہے۔ شروع سے اب تک حقیقی اسلام کی دریافت کا شوق و ذوق ان کے ذہن میں موجود ہے اور اللہ والوں کی صحبت کے بغیر اس کا حصول مشکل ہے اور (اس کے) پیاروں کی عنایت کے بغیر اس تک رسائی محال ہے، خاص کر اس زمانے میں جب کہ دعویٰ کرنے والوں کی کثرت ہے اور روشن ضمیر اور اکیسر نظر اہل دل اکثر صحبتوں میں تفرقہ اور خلل کا شکار ہیں، (اس طرح) جمعیت اسلام کیلئے کیا کیا جائے اور کہاں جایا جائے؟

باہر کہ نشستنی و شد جمع دلت داز تو نر مید زحمت آب و گلت  
زنہار ز صحبتش گریزاں می باش ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت  
"جس کے ساتھ بیٹھو اور دل کو جمعیت (سکون) حاصل نہ ہو اور تجھ سے آب و گل (دنیا) کی محبت نہ چھوٹے۔  
خبردار! ایسے شخص کی صحبت سے دور بھاگو، ورنہ عزیزاں کی روح تجھے معاف نہیں کرے گی۔

لہذا ارادت کامل کے ساتھ ایک راستہ ہے، اس امید پر کہ اپنی بیعت سے مشرف فرما کر اس پر ایک نظر (توجہ) فرمائیں، جو اس کے دل کے اطمینان کا سبب بن جائے اور وہ زبان حال و قال سے ہر کسی سے کہتا پھرے:

ایس جا بیا کہ مائندہ فیض سر مدیست

ایس جا بیا کہ جلوہ نور محمد یست

ایس جا بیا کہ نور یقین جلوہ می کند  
خوش وقت آن کسے کہ باین نور مہند یست  
اے ماندنہ ظلمت شک این طرف بیا  
تابنگر بچشم کہ دین، دین احمد یست  
”ادھر آ کہ (یہاں) نور محمدی ﷺ کا جلوہ ہے۔ ادھر آ کہ (یہاں) فیض سردی کا دسترخوان (بچھا) ہے۔  
ادھر آ کہ نور یقین جلوہ کر رہا ہے۔ خوش بخت وہ آدمی ہے، جو اس نور سے ہدایت پاتا ہے۔

اے شک کی تاریکی میں گرفتار اس طرف آ.....! تاکہ آنکھ سے دیکھ لے کہ دین تو دین احمدی ﷺ ہی ہے۔  
مؤلفہ القلوب کیلئے وقت نہ نکالنا سکون دل کیلئے خلل کا موجب بنتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ درخواست قبول فرمائیں گے اور جو آپ کے مبارک  
خط میں مشائخ زمانہ کے متعلق لکھا گیا تھا (بالکل صحیح تھا) کہ قدیم دور کے بزرگ بلندی ہمت اور مقام معرفت کو تیزی سے طے کرنے کے باوجود اپنے  
آپ کو شیخیت کے منصب پر نہیں سمجھتے تھے اور اس وقت جب کہ ہر طرف کمی ہی کمی ہے، اور باطن کو چھوڑ کر لوگ ظاہر پر قناعت کرتے ہیں، زیادہ سے  
زیادہ مرید بنانے میں کوئی خوف نہیں کیا جاتا۔ میرے حضرت! بعض کے ضمن میں فقیر کا قیاس یہی ہے، جو مشنوی کے اس شعر میں (مذکور) ہے:

ہم چو صیاد آورد بانگ صغیر  
تسافر یبید مرغ راپا آن مرغ گیر  
”شکاری کی طرح اس نے پرندوں کو بلانے کی آواز لگائی، تاکہ پرندے کو دھوکا دے کر اسے پکڑ لے“

بعض کا ملین سے پوچھا گیا۔ انہوں نے کہا کہ مقررین سابقین جو اہل اللہ ہیں، ہر زمانے میں ان کے طالب کم رہے ہیں، اور اس  
زمانے میں سوائے نام کے کوئی نشان نہیں ہے۔ حقیقت میں یہ سلسلہ کچھ شرائط کیساتھ مشروط ہے۔ مرید کے حق میں ارادت کی چنگلی اور آداب  
صحبت کے ساتھ، جیسا کہ شیخ حمید بنگالی کے مکتوبات کی جلد اول میں پیشوا کیلئے فنائے شعور، مقامات کے طے کرنے کیلئے فنائے ارادہ اور شیخ  
مکمل کی اجازت (کا حامل ہونا ضروری) ہے اور ابرار کے طریقے میں اور ادا و اذکار، نماز، تلاوت اور نوافل کیلئے کسی سے اجازت لینا لازمی  
نہیں ہے۔ مقررین کم ہیں اور لحدین گمراہ کرنے کیلئے ہر جگہ جلدی میں ہیں، مبادا کہ (یہ صاحب) کسی زندگی کے ہاتھ گرفتار ہو کر ایمان کا  
سرمایہ برباد کر بیٹھیں۔ اگرچہ ایسا نہیں ہوگا (ان شاء اللہ)۔ (پھر بھی) اگر (ارشاد) فرمائیں تو مضائقہ نہیں ہے، لیکن (انھیں) آگاہ کریں کہ  
مقررین کا طریقہ اور ہے، تاکہ انہیں فرق معلوم ہو جائے۔ فقط:۔ فقیر غلام رسول از قلعہ

**مرشد سے عقیدت کا گیارہواں خط:**۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے یہ خط حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ علیہ کے نام فارسی نظم  
میں اپنے ایک نہایت مخلص اور خوش الحان مرید حافظ غلام مرتضیٰ صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ پہلے شعر ہی سے پتا چل جاتا ہے کہ یہ خط  
انہوں نے حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کو اس وقت ارسال فرمایا تھا جب وہ غزنی میں قیام فرماتے۔

اے سارباں بیا کہ بغزنی سفر کنیم  
در لمحے کوہ و دشت و بیابان آن سواد  
از حد گزشت درد و غم انتظار یار  
زاں صحبتے کہ طالع بیدار ہم ندید  
دردا گزشت موسم فصل بہار گل  
باز آنسیم وصل بیا در حیات ما  
خوباں بصد کمال و جمال اندسو بسو  
اس نظم کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

”اے شتر بان آہم غزنی کا سفر کریں، یار کا دیس دیکھیں اور غم کو دل سے ہٹائیں۔ اس اطراف کے پہاڑ، جنگل و بیابان کو دیکھئے، کیلئے



آنکھیں انتظار کر رہی ہیں۔

دوست کے انتظار کا درد و غم حد سے گزر گیا، کیا بیماری گھڑی ہوگی جب ہم جاناں کے در پر پہنچیں گے۔ وہ ہم نشین کہ جاگتا مقدر بھی نہ دیکھے ہو، ہم اس سے محروم ہیں اور آپ کو بتا رہے ہیں۔ ہائے درد، کہ گلاب کی فصل بہار کا موسم بیت گیا، بلبل کے مانند ہم جنگل میں چھپے ہوئے شمارہے ہیں۔ اولملاقات کی ٹھنڈی ہوا ہماری زندگی میں لوٹ آ، ایک بار سے اپنی زندگی کا حساب کریں۔

بے حد کمال و جمال والے محبوب یہاں اور وہاں ہیں، لیکن اس کا حسن دوسرے عالم کا ہے جب ہم دیکھتے ہیں۔“

یہ منظم فارسی خط بھی حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے نام ہے جو انہوں نے اپنے شاگرد مولانا محمد علی بو پڑوی مرحوم کی معرفت ارسال فرمایا۔ اس سے واضح نہیں ہوتا کہ یہ خط غزنی بھیجایا امرتسر۔ البتہ آخری شعر سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا محمد علی بو پڑوی رحمہ اللہ حضرت سید عبداللہ صاحب رحمہ اللہ سے حصول فیض کے خواہاں تھے۔

خوشا روز وصال گل کہ بعد از انتظار آمد  
بر آے جان بہ استقبال چون آن شہسوار آمد  
چہ فرمائی بر آید یا بگردد چون کہ یار آمد  
کنوں از عین دلداری بر این برے قرار آمد  
کنوں انصاف خود خواہیم چون فصل بہار آمد  
بروای غم ز کونے ماکہ یار غم گسار آمد  
بر آن راہے شوم قربان کہ آن زیبا نگار آمد  
ہزاراں سوز پروانہ بہ ہر حرفش بکار آمد  
ز سوز سینہ این نامہ مخبر حال زار آمد

نوید اے بلبل بیدل بفضل اللہ بہار آمد  
بساز اے سارباں بارے دو چشم محمل جاناں  
بہ دروازہ بر آمد جاں براہ انتظار تو!  
شنیدم کہ آن دلبر کہ کردے دل ربانیہا!  
خرا بیہاکہ از باد خزان آمد بباغ ما  
بیاد امن فشاں اے گل بیزم شاد ما نیہا  
سزا بر مقدم جاناں ز مشتاقان نثار جاں  
غلام این نامہ شوق از مداد دیدہ بنوشته  
خدا رحمت کند وے را کہ خواند پیش عبداللہ  
اب اس نظم کا اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

”اے اداس بلبل! خوش خبری لے کہ اللہ کی مہربانی سے بہار آئی، کتنا پیارا گل کی ملاقات کا دن ہوگا جو انتظار کے بعد آیا۔ اے شتر بان، ایک مرتبہ میری دونوں آنکھوں کو جاناں کا کجا وہ دکھا، اے جان! باہر آ جا استقبال کیلئے جب وہ شہسوار آئے۔ تیرے انتظار کی راہ میں جان چوکھٹ پڑی، کیا حکم ہے؟ جان نکل جائے یا واپس جائے جب کہ دوست آئے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ محبوب جو اٹھکیلیاں کرتا تھا، اب انتہائی ڈھارس کی نظر سے اس بے قرار کے پاس آیا۔ وہ ویرانیاں جو پت جھڑ کے موسم کی ہوا سے ہمارے باغ میں آئیں، اب ہم اپنا انصاف چاہیں گے جب بہار کا موسم آیا۔ اے گلاب! آمیری خوشیوں کے جشن میں دامن جھاڑ دے، اے غم! ہمارے کوچے سے بھاگ جا، کیوں کہ غم غلط کرنے والا یار آیا ہے۔ محبوب کے آنے پر عاشقوں کو جان بچھڑ کر کرنی چاہیے، اس راہ پر میں قربان جاؤں جس پر وہ دلکش محبوب آئے۔ غلام نے آنکھ کی روشنائی سے یہ محبت نامہ لکھا ہے، پروانے کا ہزاروں درد اس کے ہر حرف میں کام آیا۔ خدا اس پر رحمت کرے جو عبداللہ رحمہ اللہ کے پاس پڑھے، سینے کے سوز سے یہ خط (پیش خدمت ہے) جو میری خستہ حالت کا پتا دے رہا ہے۔“ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۶۹-۳۷۲)

ولی کامل فتافی اللہ بزرگ سے عقیدت:۔ انتہائی واجب الاحترام بھٹی صاحب! حفظہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور اور بعد ازاں فون پر آپ کے برادر صغیر جناب سعید احمد صاحب بھٹی سے معلوم ہوا کہ آپ ان دنوں ولی

کامل، فنا فی اللہ حضرت مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ سے متعلق کتاب لکھ رہے ہیں، اور اس سلسلے میں آپ کو معلومات درکار ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل اور عمر عزیز میں برکت عطا فرمائے۔ آمین (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۸۷)

جناب سید عبدالقادر جیلانی محی السنہ رحمہ اللہ کی تعریف میں:

گتیاں سٹیاں تیری ہے اج واری  
تغافل نال گزری رات ساری  
سفر پیشہ کیا طول امل نے  
بنا کشتی کویں طوفان ترسیں  
چلا چل شاہ جیلانی دے آثار  
تمامی اولیاء کی گردنوں پر  
اسی موجب محی الدین ہوا نام  
میرا وہ محبوب صمدانی ہے مطلوب  
وہ موردِ خاص فیض سردی کا  
بڈھی وانگوں یوسف دے خریدار  
وہ بستانِ حقیقت کا ہے مالی  
ہووے اس فیض دے دربار و اسا

دلا اٹھ جاگ گزری رات ساری  
کیا کرسیں نہیں کچھ کات تیری  
نقارا کوچ دا مارا اجل نے  
کویلے اٹھ کیا سامان کرسیں  
جے چاہیں قرب ربانی دے انوار  
معارض قرب دے چڑھیا قدم دھر  
چلا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گام پر گام  
میرا محبوب سبحانی ہے محبوب  
وہ آئینہ ہے سنت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا  
بجھ اللہ میرے ہیں طالع یار  
کیا اس شاہ کا ہے شان عالی  
غلام اس جام کا ہے دل پیاسا

حلیہ مبارک حضرت محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ:

ہوئی سرسبز تازہ پھول ڈالی  
کلجے عاشقان دے ٹھنڈ پائی  
چلی گل دیکھنے کو کر تیاری  
کرے محبوب دے ملنے کو غلغل  
نمونہ سنت دا ہے شاہ جیلان  
وہ پوتا ہے علی المرتضیٰ  
تعالیٰ کیا اس دا تجمل  
سفید میں ملی سرخی منور  
اودھے پر ختم ہوئی دربان  
ہو یا مفتون اس پر جگ سارا  
ہوواں صدقے جو سوئی چال چلن  
سیاہ اکھیں میں ڈوری سرخ دسن

گھلی بغداد دی واؤ فیض والی  
میرے دل دی کلی اس نے ہنسائی  
اڈی بلبل چمن دی کر تیاری  
اداس جی میرا ہے وانگ بلبل  
میرا محبوب ہے محبوب سبحان  
جو دوہتا ہے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا  
حسن دے باغ دا ہے وہ تازہ گل  
کیا سوہنا مبارک رنگ انور  
نجیف البدن محبوب الہی  
میانہ قد لگے دل نون پیارا  
جھلک رخسار دی اکھیں جھلن  
دو ابر و شاہ اعظم دے ملے سن

لمی چوڑی مبارک ریش آہی  
بلند آواز تے قدرے شتابی  
ودھے رغبت تے ہیبت حاضرانوں  
کھلا سینہ مبارک دا خزینہ  
ڈوبے نے انگلیاں دے شمس سارے  
قیامت تک رہے گا فیض جاری  
غلام امید وار مہربانی

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۴۲-۴۴۳)

**مقام فنا فی الرسول کی اشعار میں ترجمانی:**۔ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محبت پائی جاتی تھی۔ اس کا اظہار وہ فارسی اور پنجابی اشعار میں بھی کرتے تھے اور تقریر و خطابت میں بھی۔ نبی ﷺ کی زیارت کا شرف انہیں خواب میں بھی حاصل ہوا اور ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اپنے گاؤں (یا علاقے) میں، وہ جو تبلیغ دین کر رہے ہیں، اس کا انہیں نبی (ﷺ) کی طرف سے حکم دیا گیا ہے، یعنی وہ اس نواح میں تبلیغ دین کیلئے بارگاہِ نبوت سے باقاعدہ مامور تھے۔ ان کے جسم کے روئیں روئیں میں محبت رسول (ﷺ) سرایت کر چکی تھی۔ اس کے ساتھ ہی دیارِ پیغمبر (ﷺ) سے بھی انہیں انتہائی پیار تھا۔

اس کا اندازہ ان کی مندرجہ ذیل فارسی نظم سے ہوتا ہے۔

گویم بتو اے صبا پیامے  
از ملک عجم مگر برآئی  
بادیدنہ زار و دل فگارے  
بیس روضہ پاک سرور دیں  
بردیمانی بو تن کشیدہ  
گوئی پس صد ہزار صلوات  
کائے سید و سرورِ دو عالم  
بے توبہ لبم رسیدہ جانے  
دل بردی و دل دہی نہ کردی  
از یاد کمال با جمالت  
از حد شدہ درون انتظارم

ذیل میں اس نظم کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو۔

”اے پورب کی ہوا! ایک پیغام تیرے حوالہ کر رہا ہوں، میرے عشق کے علاج کیلئے چند قدم کی زحمت کرنا۔  
ملک عجم سے جب تو باہر نکلے، (اور) اطرافِ عرب میں داخل ہو جائے تو روتی آنکھ اور خستہ دل کے ساتھ، شہر مدینہ میں پڑاؤ ڈالنا۔  
سرور دین (ﷺ) کے روضہ پاک کو دیکھنا، جو خاتم انبیاء (ﷺ) کی خواب گاہ ہے۔  
وہ یمن کی دھاری دار چادر اوڑھے، مبارک قبے میں آرام فرمائیں۔

ان پر لاکھوں درود و سلام، برکات، رحمتوں اور سلامتی کی دعاؤں کے بعد کہنا۔

کہ اے آقا! دو جہان کے سردار، اے حشر میں شفاعت کرنے والے فخر انسانیت! آپ ﷺ کے بغیر جان، لبوں پر آچکی ہے، اور میرے عشق کی تڑپ ایک داستان بن گئی ہے۔

آپ ﷺ نے دل لے لیا اور دل دیا نہیں، غم دیا اور غم خواری نہیں کی۔

آپ کے ﷺ جمال بھرے کمال کی یاد میں، آپ ﷺ کی رنجیدگی کے بغیر میں عاجزی رکھتا ہوں۔

میرے انتظار کی تکلیف حد کو پھلانگ چکی، آپ ﷺ کی راہ پر میری آنکھ آنسو برسا رہی ہے۔

اب اسی سلسلے کی مولانا مدوح کی ایک اور فارسی نظم پڑھیے۔ اس میں بھی وہ نبی ﷺ کی زیارت کیلئے بے تاب ہیں۔ سات اشعار پر مشتمل نہایت عمدہ نظم ہے۔“

اے عجب قامت رعنائی رسول عربی  
ہر کہ شد والہ و شیدائے رسول عربی  
نقد جان در سودائے رسول عربی  
کاش بینم رخ زیبائے رسول عربی  
تادر روضہ والائے رسول عربی  
پرتو حسن زسیمائے رسول عربی  
یافت از لطف مداوائے رسول عربی

اے خوشا روئی، دلا سامی رسول عربی  
بخت یا ورشده ویافت سعادت عظمیٰ  
ورچہ سودا وچہ سودیست کہ سازیم فدا  
نہ بشہر ونہ بصحراست قرار دل من  
طائر جان من از شوق بنی بال کشائے  
از بس بردیمانی مگر افتد بدلم  
لله الحمد کہ پُردرد غلام بے دل

اب ان اشعار کا اردو ترجمہ پڑھیے۔

”اے پیارے مکھڑے والے، دل کوچین دینے والے عربی پیغمبر (ﷺ) اور اے شوخی بھرے عجیب سراپا والے عربی پیغمبر (ﷺ)۔

مقدر جاگ گیا اور سب سے بڑی سرفرازی پائی (اس شخص نے) جو پیغمبر عربی (ﷺ) پر فریفتہ و شیدا ہوا۔

کیا محبت کا معاملہ اور کیا منفعت ہے کہ ہم اپنی نقد جان قربان کریں پیغمبر عربی (ﷺ) پر دیوانگی کے ساتھ۔

نہ شہر میں قرار ہے، نہ جنگل اور ویرانے میں اطمینان، کاش میں پیغمبر عربی (ﷺ) کے منور چہرے کو دیکھ پاتا۔

میری روح کا پرندہ نبی (ﷺ) کی محبت میں بازو پھیلائے ہوئے ہے، پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند و بالا روضے تک پہنچنے کیلئے۔

دھاری دار دوائے مبارک کے پیچھے سے، شاید میرے دل پر، پیغمبر عربی (ﷺ) کی پیشانی کے حسن کا عکس نظر آجائے۔

اللہ کی بے حد تعریف ہے کہ غلام (ایسے) درد سے بھرے اُداس شخص نے اللہ کی مہربانی سے پیغمبر عربی (ﷺ) کا مداوا حاصل کر لیا۔

ان دو فارسی نظموں کے بعد اسی موضوع کی پنجابی نظموں کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

جتھے کیتا حبیب اللہ ٹکانا  
تیرے راہاں توں گھولی جان میری  
کلیجے چھیک پاؤن وین میرے  
النبے مار بھڑکے شوق دیدار  
حیاتی میں ملا دلدار مینوں  
ہوواں صدقے اگر اک جھات پاواں

چلیں اس دلیں نوں وے سار بانا!  
چلا اُشتر ہوواں قربان تیری  
ہوئی مدت جو روون نین میرے  
رسول اللہ دے کر کر یاد آثار  
مدینے میں پوچا اک وار مینوں  
غبار اس راہ دا سرمہ بنا واں

جے پر ہوون تاں ماراں اوڈاری  
ایک اور پنجابی نظم پڑھیے۔

دیکھاں روضہ جے طالع کرن یاری

میرے احوال رو رو کے سنائیں  
کروڑیں بار تسلیم و تحیات  
دچھوڑے سے ہے جاں آئی لبائے پر  
کہو اس درد دا دارو کراں کی  
میرے بابل تیرے لڑ لائیاں میں  
ترحم یا نبی اللہ ﷺ ترحم  
نہیں تے ہو چکی ہے زندگانی  
مدینے کی طرف دیوانہ دوڑوں  
وہ روضہ مطلع انوار دیکھاں  
خدا و ندا حبیب اپنا ملائیں  
کرو مقبول ایہہ فریاد میری  
بسا تقصیر مندو پُر گناہ ہوں  
گیاں سیاں کھڑی رہیاں بیچاری  
تمامی رات سونے میں گوائی  
کسے جاہک نہیں مل دی ہے ڈھونڈی  
اجل دی جج بوہے آن ڈھوسن  
اکیلے چھوڑ جا سن بھین بھائی  
نہیں پھرنت نت اس دیس آناں  
پھڑاں محکم رسول اللہ دا داماں

صبا روضے رسول اللہ دے جائیں  
کہیں بعد از ہزاراں بار صلوات  
جو اے محبوب ربانی نگاہ کر  
النبے عشق سے جل بل گیا جی  
خدا جانے جدوں دی جائیاں میں  
میرا دل چور کیتا درد تے غم  
دیہو جلوہ اٹھا برو یمانی  
تعلق شہر سے ایک بار چھوڑوں  
جو تا محبوب دے آثار دیکھاں  
کراں دن رات نوں دل سے دعائیں  
حیاتی ہو گئی برباد میری  
گناہاں نال میں نامہ سیاہ ہوں  
تغافل نال گزری عمر ساری  
نہ میں جاگ چرے تند پائی  
گیاں سیاں کویلے سار ہوئی  
کیا کرساں جو بھلکے کات منگسن  
جدوں ڈولی کہاں آن چائی  
بیگانیاں نال ہے پردیس جاناں  
ایہہ پُر گناہ بے سازو ساماں

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۴۸ تا ۴۵۵)

بیٹوں کو مثل بایزید رحمہ اللہ مرشد سے بیعت ہونے کی وصیت: مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ سوموار کے دن ۵ شوال ۱۲۸۸ھ  
(۱۷ دسمبر ۱۸۷۱ء) کو اپنے گھر سے حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہوئے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ بڑے مولانا عبدالقادر اور چھوٹے مولانا عبدالعزیز۔  
انہوں نے ان کیلئے فارسی میں حسب ذیل وصیت لکھی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

”الحمد لله وحده والصلوة والسلام على رسوله الذي لاني بعدة وعلى آله وصحبه وسائر من بذل في مرضيات الله جهده“

امالعد: امروز دو شنبه ۵ شوال ۱۲۸۸ ہجری مقدسه نبویہ ”علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ“ فقیر عبداللہ المعروف  
بغلام رسول بن جناب فضیلت دست گاہ رحیم بخش بن حافظ نظام الدین خادم بن حافظ فاضل کامل بہائو الدین  
بن جامع کمالات حافظ محمد اکرم بن حافظ فاضل عصمت اللہ بن مصدر کمالات زبندہ اہل اللہ کامل التحریر

جناب عبداللہ بن سکندر بن نور محمد بن پیر محمد بمحض فضل الہی عازم زیارت حرمین شریفین ”زاد ہما اللہ شرفاً“ گریڈ۔ لہذا بہ فرزندى عبدالقادر کہ امروز نہ (۹) سالہ است و بعد تلاوت قرآن شریف و تحصیل صرف تاز رادی، بوستان و گلستان می خواند، و نور چشمی محمد عبدالعزیز کہ سه (۳) و نیم سالہ است وصیت می کنم کہ ازہمہ امور علم دینی از تفسیر و حدیث و فقہ و سیر و تصوف مقدم دارندو ملاک الامر و اساس الایمان یقین کنندو بہمگی ہمت بہ او متوجہ شوند خصوصاً صحبت محدثین لازم شمارند کہ اہلحدیث اہل اللہ و بعد فراغ از علم دینیہ دست بیعت شیخ کامل مکمل دہند۔ و دریں زمان مثل عبداللہ غزنوی در قیاس ما احدے نیست۔ صحبتش اکسیر است و بہ حقیقت آنحضرت کامل مکمل پیراست، و عبدالقادر ترجمہ قرآن ازیشاں شروع کنند و بسم اللہ عبدالعزیز ازیشاں شروع کند، کہ در عقیدتہ فقیر مثل جنید و نظیر حضرت بایزید است۔ ”لایدرک الواصف المطری خصائصہ وان یک سابقاً فی کل ما وصفاً“۔ ہمیں بس گرچہ بس کا سد قماشم، کہ در سلک خریدار انش ہاشم دمے باید کہ بملحدین و زنا دقہ و کسے کہ سر مومخالفت شریعت محمدیہ ﷺ باشد مجلس نکنند و باولیاء اللہ و کمال صوفیہ حسن عقیدہ ثابت نہانند۔ امام شعرانی فرمودہ ”ایاک ولحور الاولیاء فانہا مسمومۃ و شطحیات“ آن حضرات مہما مکن برمحمل نیک فرود آرند۔ و اوقات خودرا اولاً بہ ادائے صلوات در اوقات مستحبہ و اقامت ارکان و واجبات و سنن و مستحبات بتقید جماعت و خشوع تمام معمور کنند، و ایمان خودرا راست کنند، و ثانیاً بہ تلاوت قرآن و درود شریف و اذکار نور علی نور نمایند و بس۔

دامنے کز فراق چاک شدہ

گر بماندیم زندہ بردو زیم

اے بسا آرزو کہہ خاک شدہ

وربمردیم عذر ما بپذیر

اس وصیت کا اردو ترجمہ یہ ہے: ”سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو ایک ہے اور درود و سلام اس کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جن کے بعد

کوئی نبی نہیں آئے گا اور آپ ﷺ کے آل اور اصحاب پر اور ان پر جنہوں نے فقط اللہ کی رضا کیلئے جدوجہد کی۔“

اما بعد: آج سوموار کا دن ۵ شوال ۱۲۸۸ ہجری کا مقدس سال ہے۔ (مکہ سے مدینہ کو) ہجرت کرنے والے (اللہ کے نبی ﷺ) پر درود و سلام ہو۔ یہ فقیر عبداللہ جو غلام رسول کے نام سے معروف ہے (اس کا سلسلہ نسب یہ ہے) غلام رسول بن صاحب فضیلت رحیم بخش بن حافظ نظام الدین خادم بن فاضل کامل حافظ بہاء الدین بن جامع کمالات حافظ محمد اکرم بن حافظ فاضل عصمت اللہ بن منج کمالات، زبدۃ اہل اللہ، کامل و ماہر جناب عبداللہ بن سکندر بن نور محمد بن پیر محمد رحمہ اللہ، محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے حرمین شریفین (اللہ تعالیٰ ان کے شرف میں مزید اضافہ فرمائے) کی زیارت کیلئے عازم سفر ہوا ہے، اس لیے اپنے فرزند عبدالقادر کو جس کی عمر نو سال ہے اور وہ قرآن شریف پڑھنے اور علم صرف کی کتاب زرادتی تک پڑھنے کے بعد گلستان اور بوستان پڑھا رہا ہے، اور اپنی آنکھوں کے نور محمد عبدالعزیز کو جو ساڑھے تین سال کا ہوا ہے، وصیت کرتا ہوں کہ تمام کاموں پر علم دینی (یعنی) تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت اور تصوف کو اولین اہمیت دیں، اور ہمت کر کے اس کی طرف متوجہ ہوں، بالخصوص محدثین کی ہم نشینی اختیار کریں (یاد رکھیں) کہ اہلحدیث ہی اہل اللہ ہیں، علوم دینی سے فراغت کے بعد کسی کامل و مکمل کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ ہمارے علم کے مطابق اس عہد میں (حضرت) عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ جیسا کوئی نہیں۔ ان کی صحبت کی میاں ہے اور وہ کامل و مکمل پیر ہیں۔ عبدالقادر ترجمہ قرآن انہی سے شروع کرے اور عبدالعزیز انہی سے بسم اللہ کا آغاز کرے۔ کیوں کہ میرے عقیدے کی رو سے وہ (حضرت) جنید کے مثل اور حضرت بایزید کی مانند ہیں رحمۃ اللہ علیہم۔

(یاد رکھیے!) کوئی مدح کرنے والا ان کے خصائص کا احاطہ نہیں کر سکتا، اگرچہ مدح کرنے میں وہ سب پر سبقت لے گیا ہو۔ بس اتنی بات

ہی کافی ہے۔ اگرچہ میں کھوٹا سامان ہوں، لیکن ان کے خریداروں کی قطار میں کھڑا ہوں۔ چاہیے کہ لٹھروں، زندیقوں اور ان لوگوں کی مجلس میں نہ

بیٹھیں جو شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بال بھر بھی مخالف ہوں۔ اولیاء اور کامل صوفیاء کے بارے میں حسن عقیدت رکھیں۔

امام شعرانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ”ایک ولحوم الاولیاء فانها مسمومة وشطحيات“

”اپنے آپ کو اولیاء اللہ کی گوشت خوری سے بچاؤ، یہ زہریلے گوشت ہیں۔

یعنی ان کی غیبت نہ کرو۔ جہاں تک ممکن ہو، ان کے ساتھ نیک گمان رکھو۔“ اپنے (دن رات کے) اوقات دو کاموں میں صرف کریں۔

**اول:** مستحب اوقات میں نماز کی ادائیگی، ارکان نماز کی درستی، واجبات و سنن و مستحبات کی صحت، جماعت کی پابندی اور پورے خشوع

کے ساتھ ادائے نماز کا التزام اور ایمان کو صحیح رکھنے کا اہتمام۔

**دوم:** قرآن مجید کی تلاوت کرنا، درود شریف پڑھتے رہنا اور اللہ کے ذکر میں مصروفیت، بس یہ کام نور علی نور ہے۔

گر بماندیم زندہ بردوزیم

ور بمریدیم عذر ما بپذیر

”یعنی اگر ہم زندہ رہے تو اس دامن کو جو فراق سے چاک ہو گیا ہے، ہی لیں گے، اگر مر گئے تو ہمارا عذر قبول کر لینا، کیوں کہ بہت سی ایسی

آرزوئیں ہیں جو خاک ہو گئیں (یعنی پوری نہ ہوئیں)۔“ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۵۶-۲۵۰)

**چودھری حاکم صاحب کی بیعت اصلاح:** چودھری حاکم: یہ مولانا رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ (ساکن لدھے والا وڑانچ ضلع گوجران

والا) (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۶۲)

**دادا کی دعا اور صوفی شیخ سعدی رحمہ اللہ کے اشعار:** میں نے اپنے دادا حافظ نظام الدین خادم کی بیماری کے دنوں میں خدمت

کی اور انہوں نے میرے لیے دعا کی جو اللہ نے قبول فرمائی اور میں لوگوں کو وعظ و تبلیغ کرنے کے قابل ہوا۔ پھر اپنے بڑے بھائی حکیم غلام محمد

سے مخاطب ہو کر کہا کہ میری مثال وہ ہے جو شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے کسی مقبول درگاہ خداوندی کے قصے میں اس کی زبان سے بیان کی ہے۔

گل خوشبوئے در حمام روزمے

رسید از دست محبوبی بہ دستم

بہ دو گفتم کہ مشک کی یا عبیری

کہ از بوئے دلا ویز تو مستم

بہ گفتم گل ناچیز بودم

ولیکن مدتے با گل نشستم

وگر نہ من ہماں خاکم کہ ہستم

یعنی ایک روز حمام میں خوشبودار مٹی، محبوب کے ہاتھ سے میرے ہاتھ میں پہنچی۔ میں نے اس سے کہا کہ تیری دلا ویز خوشبو سے میں

مست ہو گیا ہوں، تو بتا کہ تو مشک کی ہے یا عبیری؟

اس نے جواب دیا میں تو ناچیز مٹی ہوں، لیکن ایک عرصے تک مجھے پھول کے ساتھ رہنے کا موقع ملا، اس لیے ہم نشین کی خوبیوں نے مجھ

پراثر کیا، ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں جو کہ ہوں۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ کے یہ اشعار پڑھ کر مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے دادا حافظ نظام الدین خادم رحمہ اللہ نے میرے ذہن میں وہ

اثر کیا، جس کی حلاوت میں اب تک محسوس کر رہا ہوں۔ حافظ صاحب بھی انسان تھے، یہ چودھری حاکم بھی انسان ہے، لیکن میں چاہتا ہوں کہ

جس طرح حافظ صاحب نے میرے لیے دعا کی تھی، یہ شخص بھی دعا کرے۔

دس دن کی بیماری کے بعد چودھری حاکم وفات پا گئے۔ وفات کے وقت انہوں نے اپنا تمام مال و اسباب مولانا رحمہ اللہ کے حوالے کر

دیا تھا اور کہا تھا کہ وہ اسے جہاں چاہیں خرچ کریں۔ لیکن انہوں نے سارا مال و اسباب واپس آ کر چودھری صاحب موصوف کے وارثوں کو

دے دیا تھا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۶۳-۲۶۵)

عشق رسالت ﷺ میں ڈوبے ہوئے اشعار: ۱۲۸۹ھ میں وہ مدینہ منورہ پہنچے۔ وہاں انہوں نے مندرجہ ذیل شعر کہے۔

شکر خدا چہ وقت سعید است و بختیار  
دیدم بچشم عشق مدینہ منورہ  
یعنی شب وصال رسید است در حیات  
ذوقش بجز حلاوت ایماں کجا چشید  
حقاچہ دولتتست کہ شد دست یاب من  
استادہ بآداب حضور محمدی (ﷺ)  
یارب صل علی الذی اخترتہ واجتیبته  
و هو النبی شفیعنا خیر البشر ختم الرسل  
اے سرور دو عالم و سلطان مرسلین  
از جان و دل غلام رسولم مرا چہ غم  
ان شعروں کا اردو ترجمہ یہ ہے: ”خدا کا شکر کیا مبارک اور خوش قسمت وقت ہے، دلی مراد کی کلی، بہار کی وجہ سے کھل اٹھی ہے۔

میں نے محبت کی آنکھ سے مدینہ منورہ کا نظارہ کیا، اس وقت مناسب ہے کہ جان کے موتی بچھا کر دوں۔

یعنی ملاقات کی رات، زندگی میں میسر آگئی، اس کی ایک گھڑی پر ہزاروں شب قدر قربان ہوں۔

اس کی چاشنی، ایمان کی مٹھاس کے بغیر وہ کہاں چکھ پائے گا، جو جھوٹا، (فقط) دعوے کرنے والا اس کے فیض سے دور ہو۔

یقیناً وہ کیا دولت ہے، جو مجھے ملی ہے، زبان پر یہ وظیفہ بلبل کے مانند ہزار بار کروں۔

تمام تر آداب کے ساتھ بارگاہ محمدی (ﷺ) میں کھڑا ہوں، آپ ﷺ پر ان گنت صلوات اور تحیات کا نذرانہ لے کر۔

پروردگار! پاکیزہ صلوات نازل فرما اس ذات پر جو تیرا برگزیدہ و چنیدہ ہے، اور آپ ﷺ کی کل آل پر اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام پر۔

وہی نبی (ﷺ) ہمارے لیے شفاعت کرنے والے ہیں، جو تمام انسانوں میں افضل اور پیغمبروں کے خاتم ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہی

سارے جہانوں کیلئے رحمت ہیں۔ وہ ایسے سورج ہیں، جن کی روشنی تمام عالم میں پھیلی ہوئی ہے ﷺ۔

اے دونوں جہانوں کے سردار اور پیغمبروں کے سلطان! ﷺ میں بے حد گناہ گار ہوں، اپنی شفاعت کو میرا دوست و مددگار بنا۔

میں (تو وقت پیدائش ہی سے) جان و دل سے، رسول (ﷺ) کا غلام ہوں، مجھے فکر کیا ہے۔ میں آپ کی رحمت کی ایک آدھی نظر کی

آس لگائے ہوئے ہوں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۶۹-۴۷۱)

**وفات کا قابل رشک واقعہ:** ان کی وفات کا واقعہ بھی نہایت تعجب انگیز اور قابل رشک ہے۔ ان کی مسجد میں ایک حافظ صاحب رہتے

تھے۔ وہ مؤذن بھی تھے اور گاؤں کے بچوں کو قرآن مجید بھی پڑھاتے تھے۔ ایک روز خلاف معمول مولانا مرحوم ان کے حجرے میں تشریف لے

گئے۔ اس دن قمری حساب سے مولانا کی عمر کے ۶۳ سال پورے ہونے میں ایک دن باقی تھا۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ بے حد متقی اور پابند شرع

بزرگ تھے۔ مولانا رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا کہ حافظ صاحب! جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے، مجھ پر اللہ کا یہ خاص فضل رہا ہے کہ دانستہ کسی

ایسے عمل کا ارتکاب نہیں ہوا جو خلاف سنت ہو، اور کوئی ایسا عمل اللہ کی مہربانی سے ترک نہیں ہوا جو مطابقت سنت ہو۔ اب آخری سنت رہ گئی، اللہ تعالیٰ

وہ بھی نصیب فرما دے تو زہے قسمت۔ جس وقت انہوں نے یہ بات فرمائی، انہیں کوئی تکلیف نہ تھی۔ بہت اچھی صحت تھی اور وہ ہشاش بشاش

تھے۔ فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک پورے ۶۳ سال کی ہوئی ہے اور میری عمر کل ۶۳ سال کی ہو جائے گی۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ کو کیا منظور ہے۔



اتفاق سے دوسرے روز ساہی وال سے دو مہمان آئے۔ مولانا رحمہ اللہ نے نماز ظہر سے قبل اپنے بڑے بیٹے مولوی عبدالقادر سے فرمایا کہ قطب الدین درویش کو ساتھ لے کر گھر جاؤ اور وہاں سے دانے (گندم) اٹھوا کر خراساں پر رکھو تا کہ آنا پس جائے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۶۷-۴۷)۔

**اجتماعی ذکر نفی اثبات کے وقت انتقال:**۔ اس کے بعد ظہر کی اذان ہوئی۔ مولانا رحمہ اللہ نے خود جماعت کرائی۔ نماز کے بعد ساہی وال سے آنے والے دونوں مہمانوں کو اپنے ساتھ لے کر حجرے میں تشریف لے گئے۔ اس وقت بالکل تندرست تھے۔ کسی قسم کی کوئی بیماری یا نقاہت وغیرہ نہ تھی۔ مہمانوں کو تلقین کرنا شروع کی۔ پہلے مولوی فضل الدین صاحب کو کلے کا ذکر کرایا۔ ایک بار کلے کی ضرب دی۔ دوسری بار ضرب دے رہے تھے کہ روح مبارک جسد عنصری سے پرواز کر گئی۔ ”انا لله وانا الیہ راجعون“۔

یہ صورت حال بالکل اچانک پیش آئی تھی۔ مہمان اسے دیکھ کر گھبرا گئے۔ مولوی فضل الدین جلدی سے باہر آئے اور مولانا رحمہ اللہ کے بھائی حکیم غلام محمد سے کہا کہ مولوی صاحب کو کچھ ہو گیا ہے۔ وہ طبیب حاذق تھے۔ انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا: ”مولوی صاحب رحمہ اللہ وفات پا گئے ہیں۔“

یہ خبر اسی وقت گاؤں میں پھیل گئی۔ پھر جلد ہی اردگرد کے دیہات میں پہنچ گئی۔ تھوڑی دیر میں بے شمار لوگ جمع ہو گئے۔ متعدد طبیب بھی آ گئے۔ اطباء نے کہا کہ مولانا رحمہ اللہ کی موت واقع نہیں ہوئی، انہیں سکتہ ہو گیا ہے، رمی لگائی جائے تو ٹھیک ہو جائیں گے۔ لیکن حکیم غلام محمد یہی کہتے رہے کہ مولوی صاحب رحمہ اللہ وفات پا چکے ہیں۔

حکیم غلام محمد نے طبیبوں اور وہاں موجود لوگوں کو بتایا کہ ہمارے خاندان میں یہی معاملہ چلا آ رہا ہے۔ ان کے والد مولوی رحیم بخش رحمہ اللہ بحالت تندرستی نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں فوت ہوئے۔ دادا صاحب نظام الدین خادم رحمہ اللہ نے حالت رکوع میں وفات پائی۔ یہی معاملہ مولوی صاحب رحمہ اللہ کو پیش آنا تھا جو آ گیا۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ جمعرات کو ظہر اور عصر کے درمیان فوت ہوئے تھے۔ جمعہ المبارک کے دن انہیں دفن کیا گیا۔ جنازے میں لاتعداد لوگ شامل تھے۔۔۔۔۔۔ یہ ۱۲۹۱ھ (۱۸۷۴ء) کا واقعہ ہے۔ یعنی تیرہویں صدی ہجری کے آخری عشرے کا۔ لیکن سید عبدالحمید حسینی نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا تذکرہ اپنی عربی کتاب ”نزہۃ الخواطر“ کی آٹھویں جلد (یعنی چودھویں صدی، ہجری کے علماء و زعماء) میں کیا ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۶۷-۴۷)۔

**مبارک بزرگوں کی مبارک وفاتیں:**۔ اللہ اللہ! کس قدر پاک باز تھے وہ لوگ کہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے والد مکرم مولوی رحیم بخش نے بارگاہ الہی میں زمین پر پیشانی رکھ کر حالت سجدہ میں اللہ کے حضور میں حاضری دی۔ جد امجد حافظ نظام الدین خادم رحمہ اللہ نے اللہ کے دربار میں جھکتے ہوئے رکوع کی حالت میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی، اور بیٹے اور پوتے (مولانا غلام رسول رحمہ اللہ) نے کلمہ طیبہ پڑھتے اور پڑھاتے ہوئے وفات پائی، اور ان کی یہ دعا قبول اور تمنا پوری ہوئی کہ ٹھیک ۶۳ سال میں یعنی نبی ﷺ کی عمر کو پہنچ کر اس دنیائے فانی سے کوچ کیا۔

اللہ نے ان کو ہمیشہ اپنے سایہ عاطفت میں رکھا اور جو دعا انہوں نے کی اسے شرف قبولیت حاصل ہوا۔ ان کی آخری دعا بھی قبول ہوئی اور یہ تمنا برآئی کہ ٹھیک ۶۳ سال میں یعنی نبی ﷺ کی عمر کو پہنچ کر اس دنیائے فانی سے کوچ کیا۔

اللہ نے ان کو ہمیشہ اپنے سایہ عاطفت میں رکھا اور جو دعا انہوں نے کی اسے شرف قبول حاصل ہوا۔ ان کی آخری دعا بھی قبول ہوئی اور یہ تمنا برآئی کہ ٹھیک ۶۳ سال عمر پا کر فوت ہوئے۔ قمری حساب سے ان کی تاریخ وفات ۱۵ محرم ۱۲۹۱ ہجری اور عیسوی حساب سے ۴ مارچ ۱۸۷۴ء تھی۔ اللہ ان کو اور ان کے آباؤ اجداد کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے اخلاف کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازے۔ (اللهم اغفر لهم وارحمهم و اعف عنهم و ادخلهم جنۃ الفردوس) (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۸)

**مولوی ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ:** یہ شیخ احمد صاحب رحمہ اللہ کے اکلوتے فرزند تھے۔ ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ انتہائی شریف النفس اور حلیم الطبع بزرگ تھے۔ بردباری ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ نہایت کریمانہ اخلاق کے مالک تھے۔

مشکل سے مشکل وقت میں بھی گھبراہٹ کا اظہار نہ کرتے۔ سحری کے وقت نماز تہجد ادا کرتے اور اپنے رب کے سامنے مناجات کرتے اور اپنے رب سے بار بار کہتے: ”وَلَمْ اَكُنْ بِدَعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا“ (سورہ مریم: ۴)

سر پر جناح کیپ سجاتے، چلتے تو ”واقصد فی مشیک“ کا اعلیٰ نمونہ اور ”یمشون علی الارض ہونا“ کا مصداق تھے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۸۴ تا ۲۸۶)

**مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ:** مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے دو صاحب زادے تھے، عبدالقادر اور عبدالعزیز، ان سطور میں پہلے مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا جائے گا اور مولانا عبدالعزیز کا ان کے بعد۔

مولانا عبدالقادر ۱۲۷۹ھ (۱۸۶۲ء) کو بمقام قلعہ اسلام پیدا ہوئے۔ طفولیت کی منزلیں طے کرنے کے بعد شعور کی منزل میں قدم رکھا ہی تھا کہ بارہ سال کی عمر (۱۲۹۱ھ) میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے ۱۲۸۸ھ میں حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہونے سے پہلے اپنی اولاد کیلئے ایک وصیت نامہ لکھا:

”لہذا بہ فرزندى عبدالقادر کہ امروز نہ سالہ است و بعد تلاوت قرآن شریف و تحصیل صرف تا زراى، بوستان و گلستان مے خواند ..... از فراغ علم دینیہ دست بیعت شیخ کامل مکمل دہند و درین زمان مثل عبداللہ غزنوی در قیاس ما احدے نیست، صحبتش اکسیر است، و بحقیقت کامل مکمل پیراست۔ عبدالقادر ترجمہ قرآن از ایشان شروع کنند“

ترجمہ: میرا فرزند عبدالقادر جو نو سال کا ہے، قرآن مجید پڑھنے کے بعد علم صرف زراى تک اور گلستان، بوستان پڑھ رہا ہے۔ دینی تعلیم سے فراغت کے بعد کسی کامل بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ اس وقت میرے خیال میں (حضرت سید) عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے بہتر کوئی نہیں۔ ان کی صحبت اکسیر ثابت ہوگی۔ حقیقت میں وہ کامل اور مکمل پیر ہیں۔ عبدالقادر ان سے قرآن مجید کے ترجمے کا آغاز کرے۔

مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ کی عمر بارہ سال تھی کہ ان کے والد مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا انتقال ہو گیا۔ آٹھ سال بعد ۱۲۹۸ھ میں مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ بھی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اس وصیت پر عمل ہو سکا یا نہیں، اس کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ غالب گمان یہی ہے کہ ہوا ہوگا۔ تاہم تعلیمی سلسلہ دریتک جاری نہ رہ سکا ہوگا، کیوں کہ حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی رحمہ اللہ کے علمی فیض یافتگان کی فہرست پر نگاہ ڈالتے ہیں تو مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ کا نام نامی سرفہرست نظر آتا ہے۔ حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ وزیر آبادی کا بیان ہے کہ:

”مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد انہوں نے خواب دیکھا کہ مولانا کو سخت پیاس لگی ہے اور وہ دونوں ہاتھ پھیلائے ان سے پانی طلب کر رہے ہیں۔ میرے آگے ایک چشمہ نہر بہہ رہا ہے۔ میں نے اس سے لے کر ایک پیالہ پیش کیا۔ انہوں نے پانی پی لیا لیکن پیاس بجھی نہیں۔ میں اور دینا چاہتا تھا کہ جاگ اٹھا اور اس خواب کی تعبیر کے بارے میں بہت فکر مند ہوا، لیکن بعد میں تعبیر از خود ظاہر ہوئی جب کہ مولانا رحمہ اللہ کے دونوں صاحب زادوں مولانا عبدالقادر اور مولانا عبدالعزیز نے مجھ سے علم حدیث کی تحصیل کی۔“

(استاد پنجاب، ص: ۹۰ بحوالہ تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۸۶ تا ۲۸۹)

**نام کتاب:۔ سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی..... مصنف:۔ محمد اسحاق بھٹی**

مولانا احمد دین گکھڑوی رحمہ اللہ کا ٹوپی استعمال فرمانا: سر پر بید کی ٹوپی اور ہاتھ میں لاٹھی (استعمال فرماتے)۔

(سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 12)

**متصوف لکھوی علماء کی علمی خدمات**

پنجاب کا سب سے پہلا مدرسہ:۔ ضلع فیروز پور کے ایک چھوٹے سے گاؤں لکھو کے میں ایک ہی خاندان کے بہت سے جلیل المرتبت

اصحاب علم فرکوش تھے، جن کی تصنیف تک و تاز کا سلسلہ بھی بہت وسیع تھا اور تدریسی مساعی کا حلقہ بھی نہایت وسعت پذیر تھا۔ پنجاب میں اہل حدیث کا پہلا دینی مدرسہ 1840ء کے پس و پیش اسی محدود آبادی کے گاؤں میں جاری ہوا تھا۔ جس نے ملک میں بے حد شہرت پائی اور بے شمار طلباء و علماء نے اس میں تحصیل علم کی۔ اس کے جاری کرنے والے تھے حافظ بابر اللہ لکھنوی اور ان کے فرزند ذی منزلت حافظ محمد لکھنوی رحمۃ اللہ علیہم۔

پنجابی زبان میں قرآن مجید کی مفصل تفسیر ”تفسیر محمدی“ کے نام سے لکھی جو کئی مرتبہ چھپی اور بہت مقبول ہوئی۔ یہ اولین مفسر تھے جنہوں نے پنجابی نظم میں قرآن مجید کی تفسیر رقم فرمائی۔ انہوں نے متن قرآن کے دو ترجمے کیے۔ پہلا پنجابی میں دوسرا فارسی میں۔ اس اعتبار سے حافظ محمد لکھنوی رحمہ اللہ پنجاب کے پہلے اور اب تک آخری عالم ہیں جنہوں نے پنجابی کے علاوہ قرآن کا فارسی ترجمہ کیا اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بعد ہندوستان کے دوسرے عالم ہیں جنہوں نے بزبان فارسی اتنی اہم ترین خدمت سرانجام دی۔

حافظ محمد لکھنوی رحمہ اللہ کی پنجاب میں بہت سی تحریری اولیات ہیں۔ اور اس صوبے کے اولین عالم ہیں، جنہوں نے عربی میں حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد کے حواشی تحریر کیے۔ یہ حواشی انہوں نے 1271ھ میں لکھے اور 1272ھ (1856ء) میں مطبع قادری دہلی سے شائع ہوئے۔ اس کے بعد کان پور میں چھپے۔

حضرت مولانا نس الحق ڈیانوی رحمہ اللہ نے ابوداؤد کی شرح ”عون المعبود“ لکھنا شروع کی تو جو کتابیں اس وقت ان کے پیش نگاہ تھیں، ان میں حافظ محمد لکھنوی رحمہ اللہ کے رقم فرمودہ یہ حواشی بھی تھے۔ چنانچہ مولانا ڈیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”النسخة الدہلویة المطبوعة فی سنة 1272 ھ باہتمام الفاضل العالم محمد بن باریک اللہ الفنجابی“ (1)

(عون المعبود ج 4 ص 553)

انہی حضرت حافظ محمد لکھنوی رحمہ اللہ نے 1272ھ میں مشکوٰۃ شریف کے حواشی بزبان عربی تحریر فرمائے۔ اس کے آخر میں حافظ صاحب رحمہ اللہ رقم فرماتے ہیں۔ ”تم تحریر حواشی هذا لکتاب یوم الخمیس السادس والعشیرین من ذی الحجۃ سنة 1272 ھ ببید اضعف عبد اللہ محمد بن مخدومی باریک اللہ“ یعنی ان حواشی کی تحریر کا سلسلہ جمعرات کے روز 26 ذی الحجہ 1272ھ کو اللہ کے کم زور ترین بندے محمد بن مخدومی باریک اللہ کے ہاتھ سے اختتام کو پہنچا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حافظ محمد لکھنوی رحمہ اللہ کے لکھنے کی رفتار بھی تیز تھی کہ صرف دو سال (1271ھ اور 1272ھ) میں ابوداؤد اور مشکوٰۃ کے حواشی مکمل کر دیے اور ان کی تصنیفات کو اہل علم میں اتنی مقبولیت حاصل تھی کہ فوراً چھپ بھی گئیں۔ (سوانح مولانا احمد دین لکھنوی ص 37)

**مولانا غلام رسول (ساکن قلعہ میہاں سنگھ) کی بیعت اصلاح:-** عالم و فاضل اور نہایت متقی بزرگ تھے۔ ان کی کرامتوں کے ظہور اور قبولیت دعا کے لیے حیرت انگیز واقعات لوگوں میں مشہور اور کتابوں میں مرقوم ہیں۔ ان کی تذکیر و تبلیغ اور ان کے مواعظ حسنہ سے غیر مسلموں کی کثیر تعداد نے اسلام قبول کیا اور ان گنت مسلمانوں نے خلاف شرع رسوم کو ترک کر کے صحیح اسلامی راہ اختیار کی۔ وہ حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد اور حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے معاصر اور طلب حدیث میں ان کے ہم درس تھے۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے انہوں نے روحانی فیض بھی پایا۔ مشہور بزرگ حضرت سید محمد امیر رحمہ اللہ (کوٹھوالا) سے باقاعدہ بیعت تھے۔ اس سرپا زہد اور پیکر حسنات عالم دین نے 15 محرم 1291ھ (4 مارچ 1874ء) کو اپنے مسکن (قلعہ میہاں سنگھ) میں وفات پائی۔ اس فقیر نے ان کے حالات میں تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے نام سے کتاب لکھی ہے جو چار سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ (سوانح مولانا احمد دین لکھنوی ص 42)

کثیر صاحب کرامات صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ: اس مرد ذی شان کا تعلق بھی وزیر آباد سے تھا۔ اعوان برادری کے فرد تھے۔ والد کا نام ملک قادر تھا۔ ملک قادر بخش کے ایک بیٹے کا نام محمد سلطان تھا جو 1887ء کے پس و پیش پیدا ہوئے۔ محمد سلطان کچھ بڑے ہوئے تو ان کے مراسم مولانا فضل الہی وزیر آبادی رحمہ اللہ سے ہو گئے۔ ان مراسم کی وجہ سے ان کا تعلق بھی جماعت مجاہدین سے ہو گیا۔ پھر یہ بھی مرکز مجاہدین میں چلے گئے اور

وہاں انھیں صوفی عبداللہ کے عرفی نام سے موسوم کیا گیا۔ اس جماعت سے وابستگی کی بناء پر انگریزی حکومت نے انھیں بہت سی تکلیفوں میں مبتلا کیا۔ 1922ء کے لگ بھگ یہ چک نمبر 493 گ ب اوڈاں والا (فیصل آباد) آگئے۔ انگریزی حکومت کی خفیہ پولیس کے لوگ ان کے تعاقب میں رہتے تھے۔ پھر ایک وقت آیا کہ انھوں نے اوڈاں والا میں تعلیم الاسلام کے نام سے دینی مدرسہ قائم کر لیا۔ اس مدرسے نے دینیات کے تدریسی حلقوں میں بڑی شہرت پائی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نہایت نیک اور ولی اللہ بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں قبول فرماتا تھا۔ انھوں نے اوڈاں والا کے بعد ماموں کا نجن میں بھی دارالعلوم قائم کیا، جس کا نام جامعہ تعلیم الاسلام رکھا گیا۔ اس دارالعلوم سے لاتعداد علماء و طلبائے تعلیم حاصل کی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا۔ انھوں نے 29 اپریل 1975ء کو وفات پائی۔

**وضاحت از محشی:**۔ ان کے حالات میں میں نے ”صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ“ کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی ہے

جو ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل ہے اور مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور نے شائع کی ہے اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے بڑی

مقبولیت عطا فرمائی۔ کئی دفعہ چھپ چکی ہے۔ (سوانح مولانا احمد دین لکھڑوی 45)

**مصنف کرامات علمائے اہلحدیث کا تعارف:**۔ سوہدرہ کے یہ عالم دین تصنیف و تالیف اور تقریر و خطابت کی وجہ سے پورے برصغیر میں مشہور ہوئے۔ یہ مولانا غلام نبی ربانی رحمہ اللہ کے پوتے، مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمہ اللہ کے بیٹے اور حضرت حافظ عبدالمتان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے نواسے تھے۔ جنوری 1901ء (رمضان 1318ھ) کو پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں سایہ پداری سے محروم ہو گئے تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے جد امجد مولانا غلام نبی رحمہ اللہ کی آغوش شفقت میں پائی۔ پھر سیالکوٹ میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کے دامن فضیلت سے وابستہ ہوئے۔ دینیات کی تعلیم کے علاوہ علم طب پڑھا اور تکمیل تعلیم کے بعد تخریر و نگارش سے رابطہ قائم کیا اور تقریر و خطابت میں بڑا نام پایا۔ سوہدرہ میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ دینی صحافت کے میدان میں ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ ان کی وجہ سے قصبہ سوہدرہ کا نام متحدہ ہندوستان کے مذہبی اور دینی حلقوں میں پہنچا۔ مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمہ اللہ نے 6 نومبر 1959ء (5 جمادی الاولیٰ 1379ھ) کو لاہور میں وفات پائی اور ان کی میت لاہور سے ان کے وطن سوہدرہ لے جائی گئی اور وہیں دفن کیے گئے۔

اس خاندان کا سلسلہ فیض ماشاء اللہ اب بھی جاری ہے اور اس کے معزز ارکان تحریری اور خطابتی شکل میں حالات کے مطابق خدمات

سرا انجام دے رہے ہیں۔ (سوانح مولانا احمد دین لکھڑوی ص 47)

**مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ:**۔ ان کے آبا و اجداد کا مسکن شہر گوجرانوالہ تھا، 10 مئی 1908ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ 1921ء میں مولانا محمد اسماعیل سلفی سوانح مولانا احمد دین لکھڑوی گوجرانوالہ تشریف لائے تو ان کے حلقہ درس میں شمولیت کی۔ بے حد ذہین تھے۔ اس زمانے کے تمام علوم درسیہ مولانا محمد اسماعیل سلفی نے سوانح مولانا احمد دین لکھڑوی سے پڑھے۔ 1925ء میں درارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ لیا۔ پانچ سال وہاں رہے اور دارالعلوم کا نصاب مکمل کیا۔ قرآن مجید سے خاص طور پر شغف تھا۔ ندوہ میں قرآن کے موضوع پر تقریریں تین سال میں تخصص کی منزل طے کی۔ متعدد علمی کتابیں تصنیف کیں۔ قرآن مجید کے مطالب پر عبور حاصل تھا۔ گوجراں والا کے اس جلیل القدر عالم و مصنف نے 12 جولائی 1987ء (11 ذیقعدہ 1407ھ) کو لاہور میں وفات پائی۔

یہ ضلع اور شہر گوجرانوالہ کے چند اہل حدیث علمائے کرام ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار اصحاب علم نے اس علاقے میں جنم لیا اور بے حد

خدمات سرا انجام دیں۔ اب احناف کے دیوبندی حضرات کی طرف آئیے۔ (سوانح مولانا احمد دین لکھڑوی ص 50)

### احناف کے مشہور علمائے کرام

**قاضی شمس الدین رحمہ اللہ:**۔ 1901ء میں موضع پڑی (تحصیل گھیب ضلع اٹک) میں پیدا ہوئے۔ اپنے علاقے کے علمائے کرام

سے تعلیم پائی۔ مولانا حسین علی رحمہ اللہ (ساکن واں بھجراں) سے بھی مستفید ہوئے۔ حدیث کا دورہ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ مولانا انور

شاہ کشمیری رحمہ اللہ اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ سے کیا۔ مروجہ علوم سے فراغت کے بعد مختلف مقامات میں فریضہ درس سرانجام دیتے رہے۔ پھر گوجرانوالہ تشریف لائے۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 51)

**مولانا محمد سرفراز خاں صفدر رحمہ اللہ:** ان کا مقام ولادت موضع ڈھکی چڑاں ضلع (مانسہرہ) ہے اور سال ولادت ہے 1914ء مختلف مقامات کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند اور اکوڑہ خٹک میں بھی تحصیل علم کرتے رہے۔ فراغت کے بعد گوجرانوالہ میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ گکھڑوی کی ایک مسجد میں طویل عرصے تک خطابت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

(سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 52)

**مولانا شریف اللہ خاں رحمہ اللہ:** مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ نے قیام پاکستان کے بعد مولانا شریف اللہ خاں سواتی رحمہ اللہ سے بھی استفادہ کیا اور ان سے کتاب ”سلم العلوم“ پڑھی۔ لہذا اب مولانا شریف اللہ خاں صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں چند الفاظ پڑھیے۔ مولانا شریف اللہ خاں رحمہ اللہ 1890ء (1307ھ) علاقہ سوات کے قصبہ عالی گرامہ نیک تحصیل میں پیدا ہوئے۔

1906ء (1324ھ) کو مولانا شریف اللہ خاں رحمہ اللہ رام پور کے مدرسہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ نو سال وہاں تعلیم حاصل کی اور سند فراغت لی۔ رام پور میں انہوں نے جن اساتذہ سے استفادہ کیا، ان میں مولانا فضل الحق رام پوری رحمہ اللہ بھی شامل ہیں۔

رام پور سے وہ دارالعلوم دیوبند گئے۔ وہاں مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ سے شرف شاگردی حاصل کیا اور ان سے تہر کا دوبارہ صحیح بخاری پڑھی۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 68)

**مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ:** سر پرفید عمامہ زبیب تن فرمایا کرتے تھے۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 76)

**فروغی اختلاف کے باوجود دل صاف تھے:** مشہور دیوبندی عالم مولانا سرفراز خاں صفدر رحمہ اللہ کا تعلق سکونت گکھڑ سے تھا۔ وہ بہت سی کتابوں کے مصنف اور معروف مدرس تھے۔ مولانا احمد الدین رحمہ اللہ کا مسکن بھی گکھڑ تھا۔ سنا ہے کہ ان کا آپس میں کبھی جھگڑا نہیں ہوا تھا۔ البتہ ایک مرتبہ سورہ فاتحہ خلف الامام کے مسئلے پر گفتگو ہوئی اور اس موضوع پر مناظرے کا فیصلہ ہوا۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ نے اس فیصلے پر عمل نہ کیا۔ مولانا احمد الدین رحمہ اللہ نے اشتہار شائع کر دیا کہ مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ مناظرے سے گریز کر رہے ہیں۔ اس سے قبل دونوں کا ایک دوسرے سے میل ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا تھا لیکن اشتہار کی اشاعت کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اس اثناء میں مولانا سرفراز صفدر صاحب رحمہ اللہ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ حج سے واپس آئے تو مولانا احمد الدین رحمہ اللہ ملاقات کے لیے ان کے گھر گئے۔ حج کی مبارک بادی اور انہیں کھانے پر اپنے گھر بلایا۔ وہ تشریف لائے مولانا احمد الدین رحمہ اللہ نے عزت و تکریم کے ساتھ کھانا کھلایا اور پوچھا کہ آپ نے مجھ سے تعلقات کیوں منقطع کر لیے؟ مولانا سرفراز رحمہ اللہ نے فرمایا: ”تلك الايام دنا اولها بين الناس“

بہر حال دونوں کے دل صاف ہو گئے اور میل جول کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 81)

**مناظرے میں مصالحت کا نتیجہ:** یہ مناظرہ فروری 1936ء میں ہوا تھا۔ اس کا موضوع نماز میں رفع الیدین کرنا تھا۔ احناف کے مناظر مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ تھے اور اہل حدیث کے تھے مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ۔

سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری مرحوم احناف کے دیوبندی مکتبہ فکر کے مشہور عالم تھے۔ انہیں بعض اہلحدیث حضرات بھی اپنے جلسوں میں تشریف آوری کی دعوت دیا کرتے تھے اور وہ ان کے جلسوں میں شرکت فرماتے اور تقریر کرتے تھے مسئلہ توحید پر وہ بڑا مؤثر وعظ فرماتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کے ذہن میں حقیقت نے بھی مضبوطی سے نچے گاڑ رکھے تھے۔

بہر حال مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ کو حضرت شاہ عنایت اللہ صاحب بخاری رحمہ اللہ سے بھی مناظرے کا موقع ملا۔ مناظرے کے بعد لوگوں کی درخواست پر اسی میدان میں مشترکہ طور پر احناف اور اہل حدیث مقررین کی اصلاحی اور مصالحتی تقریریں

ہوئیں، جس کا عوام پر بہت اچھا اثر ہوا۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 82)

**باہمی اختلاف میں کیا کیا جائے:**۔ دینی مسائل کی تعبیر میں اختلاف کوئی بُری بات نہیں ہے۔ اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ اس سے نہ کوئی اسلام سے خارج ہوتا ہے، نہ اس کے لیے جنت سے محرومی لکھی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں فراخ دلی کا ثبوت دینا چاہئے۔ اختلاف کو کفر و اسلام کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 117)

**مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمہ اللہ:** مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ کے ہم ضلع علماء میں سے مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمہ اللہ کا نام نامی قابل ذکر ہے۔ وہ مشہور مقرر اور معروف مناظر تھے۔ حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے نواسے تھے۔ ان کے دادا مولانا غلام نبی سوہدروی رحمہ اللہ نہایت متقی عالم دین تھے۔ جو حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ اور حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد اور سید عبد اللہ غزنوی رحمہ اللہ کے فیض یافتہ تھے۔ مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ کے والد بھی اپنے عہد کے ممتاز عالم تھے، جن کا اسم گرامی مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ تھا۔

مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ جنوری 1901ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے تصنیف و تالیف اور تقریر و خطابت میں بڑی شہرت پائی۔ مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ نے ان کے ساتھ ملک کے بہت سے تبلیغی اجتماعات میں شرکت کی اور دونوں زندگی بھر کتاب و سنت کی ترویج میں مشغول رہے۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ نے 6 نومبر 1959ء کو وفات پائی۔ ان کا تذکرہ اس کتاب کے دوسرے باب میں (بہ سلسلہ گوجرانوالہ کے چند علمائے کرام) ہو چکا ہے۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 119)

**اختلاف کے باوجود میل ملاقات کے عادی:**۔ اختلافات کے باوجود مولانا احمد الدین رحمہ اللہ میل ملاقات کے عادی تھے اور مہمان نوازی ان کا قابل ذکر وصف تھا۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے بارے میں سنا ہے کہ ان کا کوئی ایسا حریف جو امرتسر سے باہر کے کسی مقام سے ان کے ساتھ مناظرے کے لیے آتا تو مناظرے کے بعد وہ اسے اپنے ہاں قیام کی دعوت دیتے۔ وہ یقیناً ان کے ہاں قیام نہیں کرتا ہوگا، انہی لوگوں کے ہاں ٹھہرتا ہوگا جنہوں نے اُسے مناظرے کے لیے بلایا ہوگا، لیکن مولانا رحمہ اللہ کا اخلاق انھیں مجبور کرتا تھا کہ اسے اپنے ہاں ٹھہرنے کی دعوت دی جائے۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 128)

**فضائل سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم:** مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ کی یہ تصنیف 16-30-20 کے 240 صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے موضوع پر مشتمل ہے۔ اس کے صفحہ اول (ٹائٹل پیج) پر یہ الفاظ مرقوم ہیں:

”وكان فضل الله عليك عظيماً فضائل سيد العالمين“

مصنف، احقر العباد احمد الدین گکھڑ منڈی

ملنے کا پتہ۔ دفتر سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم گکھڑ منڈی۔ ناشر: سکول بک ڈپو۔ گوجراں والا (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 170)

**مولانا گکھڑوی علیہ الرحمہ کا خواب:**۔ محترم مولانا احمد الدین رحمہ اللہ ان دنوں مرزائیوں سے مناظرات میں مشغول تھے اور مقامی دو عدد مرزائی علم دین اور اللہ ودھایا سے حدادی کی دکان پر جہاں ہم جا کر تعلیم حاصل کرتے تھے، دن بھر گفتگو رہتی تھی تاکہ ان مقامی مرزائیوں کو راہ راست پر لایا جائے لیکن وہ دونوں اپنے فاسد عقیدے پر مرے۔ انہی ایام میں مولانا صاحب مرحوم نے ایک رات خواب دیکھا: لوگوں کا بہت بڑا ہجوم ان کے مکان پر جمع ہے۔ مولانا یہ بات سن کر گھر گئے تو دیکھا کہ واقعی چار پائی پر ایک نعش رکھی ہوئی ہے اور اس سے بدبو اٹھ رہی ہے مولانا نے فوراً حکم فرمایا کہ اس خبیث کو اٹھا کر فوراً لے جاؤ چنانچہ اس کو اٹھا کر لے جایا گیا۔

میرے خیال میں ان کی تبلیغ سے واقعی مرزائیت کا جنازہ اٹھ گیا، چنانچہ غالباً اس خواب کے بعد مولانا رحمہ اللہ نے شملہ میں جلال الدین شمس مرزائی سے مناظرہ کیا اور اسی میدان میں 17 مرزائی مرزائیت سے تائب ہو گئے۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 241)



# داؤد غزنوی

ترتیب و تخریر

سید ابو بکر غزنوی

فاران اکیڈمی

قذافی سٹیٹ ۱۰، اردو بازار، لاہور

جملہ حقوق محفوظ

قاسم محمود

فاران اکیڈمی ۷-۱ اردو بازار لاہور نے

باجازت و رضائے سید ابو بکر غزنوی مرحوم شائع کی

اشاعت ثانی: اکتوبر ۱۹۹۳ء

تعداد اشاعت: ۶۰۰

قیمت:

## Copy Right

All Rights reserved

Exclusive rights by **Nomani Kutab Khana, Lahore.**  
Pakistan No part of this publication may be translated, reproduced, distributed, in any form or by any means, or stored in a database retrieval system, without the prior written permission of the publisher.



نام کتاب

تحریک اہل حدیث کے عالمی مراکز کا سفر

از قلم

مولانا فضل کریم عاصم  
بانی مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان

تاریخ اشاعت

جنوری ۲۰۰۰ء

مطبوعہ

مورٹو سے پرنٹرز لاہور

کمپوزر

رانا محمد یوسف

ناشر

**نومانی کتب خانہ**  
NOMANI KUTAB KHANA  
HAQ STREET URDU BAZAR  
LAHORE 2 PAKISTAN  
TEL: 042-7321865

## تحریک اہل حدیث کے عالمی مراکز کا مطالعاتی سفر

حضرت مولانا فضل کریم عاصم

بانی مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان

سفر نامہ

ترکی ایران کشمیر جرمنی پاکستان  
بلتستان سعودی عرب انڈونیشیا  
بھارت بنگلہ دیش نیپال فلسطین

**نومانی کتب خانہ**  
NOMANI KUTAB KHANA

HAQ STREET URDU BAZAR  
LAHORE 2 PAKISTAN  
TEL: 042-7321865

## نام کتاب :- سوانح داؤد غزنوی ..... ترتیب و تحریر :- سید ابو بکر غزنوی رحمہ اللہ

علمائے دیوبند سے حسن عقیدت :- حضرت والد علیہ الرحمہ کی تاریخ وفات سولہ دسمبر 1963ء ہے۔ ان کی وفات سے ایک دو برس بعد ہی ان پر کتاب مرتب کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ یہ خواہش بھی تھی کہ حضرت میاں ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ ناظم ندوۃ العماہ لکھنؤ جن کی شخصیت مجھے عزیز ہے کے نگارشات قلم بھی کتاب میں شامل ہو سکیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 7)

متصوف خاندان اور تلاش مرشد کا سفر :- مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے دادا مولانا عبدالغزنوی رحمہ اللہ کی ایک فقید المثل شخصیت تھی۔ جس میں ایک وقت علم دین اور تصوف جمع ہو گئے تھے۔ ان کے متعلق ہمارے خاندان میں مشہور ہے کہ وہ مادر زاد ولی تھے۔ چنانچہ وہ تحصیل سلوک کے شوق میں اپنے پیر و شیخ سے ملنے گئے جو اُس وقت افغانستان کے مشاہیر صوفیاء اور اولیاء میں سے تھے (سوانح داؤد غزنوی صفحہ 11)

استغراق نماز یا آپ کی کرامت :- میرے ایک استاد مولوی حافظ عبدالرحمن مرحوم تھے جن سے میں نے حدیث کی مشہور کتاب ”ریاض الصالحین“ پڑھی۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ قیام امرتسر میں جب وہ حضرت مولانا سے حدیث پڑھا کرتے تھے تو ان کی محویت کے عجیب و غریب واقعات دیکھنے میں آئے۔ ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ یکا یک سخت بارش شروع ہو گئی۔ ایسی سخت کہ مقتدی سب نماز چھوڑ کر بھاگ گئے صرف دو چار رہ گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو ہاتھ سب کچھڑ سے بھرے ہوئے تھے۔ فرمانے لگے:

”بارانِ شُد؟ واللہ عبد اللہ را خبر نشد“ ”کیا بارش ہوئی تھی؟ اللہ کی قسم عبد اللہ کو اس کی خبر ہی نہیں ہوئی“ (سوانح داؤد غزنوی ص 14)

قبولیت دعا کا اشارہ فرمانا (کرامت) :- ایک روز نماز عصر کے بعد پھوپھا صاحب نے فرمایا کہ حضرت میرے لیے بھی دُعا فرمائیں پوچھا کیا دُعا کروں؟ عرض کیا مجھے در دوسر کا کبھی ایسا شدید دورہ پڑتا ہے کہ میں بے حال ہو جاتا ہوں اور میری نمازیں قضا ہو جاتی ہیں۔ دُعا فرمائیں یہ شکایت دُور ہو جائے۔ میری نماز باجماعت قضا نہ ہو ایک تیسری اور چیز کہی مگر وہ میری یاد سے نکل گئی ہے۔ بہر حال چند منٹ ہاتھ اٹھا کر دُعا کی اور فرمایا: ”قبول شد انشاء اللہ“۔

میرے دادا (والد صاحب کے پھوپھا) اس وقت بالکل جوان تھے۔ ستر سال کی عمر پائی۔ گویا قریباً دُعا کے بعد پینتالیس پچاس سال زندہ رہے۔ در دوسر کا دورہ ایک مرتبہ بھی اس مدت میں نہیں ہوا۔ سفر و حضر میں نماز باجماعت کبھی قضا نہیں ہوئی۔ آخری رات عشاء کی نماز باجماعت پڑھی۔ تہجد کی نماز پوری پڑھی کہ وقت آ گیا۔ ذکر شروع کر دیا اور صبح کی نماز سے قبل جان جاں آفریں کے سہرہ دکر دی

(سوانح داؤد غزنوی ص 15)

ع خدا رحمت کنند این عاشقان پاک طینت را

مسجد کے در و دیوار سے نفی اثبات کا ذکر (کرامت) :- ایک دن میاں غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کی کسی بات پر خفا ہو کر کہنے لگے: مولوی غلام رسول! تو مولوی شُدی، محدث شُدی عالم شُدی، واعظ شُدی واللہ ہنوز مُسلمان نشدی۔ یہ کہنا تھا مولوی غلام رسول رحمہ اللہ فرس پر گر گئے اور تڑپنے لگے۔

پھر فرمایا: ”گو لا الہ الا اللہ“ کہتے ہیں اور مولانا کا بیان ہے کہ اُس وقت مسجد کے در و دیوار سے ”لا الہ الا اللہ“ کی آوازیں آرہی تھیں۔

(سوانح داؤد غزنوی صفحہ 16)

کسی فرقہ پر کلمتہ چینی نہ کرنا :- مجھے کبھی یاد نہیں کہ آپ رحمہ اللہ نے خطبہ میں کسی قسم کی درشت نکتہ چینی کسی شخص یا کسی فرقہ پر کی

ہو۔ ”رحمة الله عليه“

مولانا عبدالغزنوی کی خلافت نقشبندیہ :- غزنوی خاندان سے ہمارے خاندان کے روابط بہت قدیم اور عزیزانہ ہیں۔ ہندوستان میں اس خاندان کے نامور اور مخلص بانی مولانا سید عبدالغزنوی رحمہ اللہ سلوک میں مولانا حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ کے خلیفہ



تھے اور مولانا حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ کا روحانی تعلق و تلمذ حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ سے تھا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 23)

**علمائے دیوبند کا خراج عقیدت:** اچانک انکی وفات کی اطلاع ملی نہ صرف خاندان غزنوی اور نہ صرف جماعت اہل حدیث بلکہ اس بر عظیم پاکستان و ہند کے دینی و علمی حلقے میں اور علماء کی صف اول میں ایک باوقار کرسی خالی ہوگئی جس کا پُر ہونا آسان نہیں معلوم ہوتا۔ مولانا کی دلاویز شخصیت، اُن کا فکری توازن اور اعتدال، اُن کے وسیع روابط، ان کی مجاہدانہ سرگرمیاں، ان کا علمی ذوق، عمقا اور اپنے مسلک میں پختگی اور استقامت کے ساتھ سلف کا عمومی احترام، خاندانی ذوق اور روحانی چاشنی۔ یہ سب وہ خصوصیات ہیں جن کے حامل بہت کم نظر آتے ہیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 27)

**نفرتوں سے دور متوازن شخصیت:-** جب ان کی صحت اچھی نہ رہی تو وہ گوشہ نشین ہو گئے اور یہ دور بھی انتہائی سلامت روی سے گزارا۔ کبھی کسی سے پر خاش گوارا نہ کی۔ اچھے اور نیک کاموں میں سب کا ساتھ دیا۔ وہ فطرتاً متوازن اور مستقیم تھے۔ اختلاف رائے کے وقت بھی سب کے ساتھ محبت، ہی خواہی اور خیر گالی کا برتاؤ جاری رکھا۔ عداوت کو ان کے دلی خلوص کی منزل میں کبھی بار نہ ملا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 38)

**تصوف و احسان کی اشاعت کا جذبہ:-** تلافی مافات کے لیے اب ہماری نظریں مولانا مرحوم کے جواں سال اور جواں فکر فرزند مولانا ابو بکر غزنوی رحمہ اللہ پر گڑھی ہیں کہ وہ انھیں اور دعوت و ارشاد کے اس منصب کو سنبھالیں اور تواضع، انکساری اور محبت و تودد کی ان فراوانیوں کے ساتھ جو تصوف و احسان کا خاصہ ہیں، تبلیغ و اشاعت میں نکلیں اور لسان و قلم کی جنبشوں کو اُس اور کمال تک پہنچائیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 40)

**تصوف اور قلب و روح پر علمی گفتگو:-** بارہا ایسا ہوا کہ مولانا رحمہ اللہ نے اپنی دلاویز اور روایتی مسکراہٹ کے ساتھ نہ صرف میرے بعض تفردات فکری کی پُر زور تائید کی بلکہ اس کے لیے شواہد بھی مہیا کیے۔ خلوت کے یہ لمحے علم و تحقیق کی خوش بختوں سے گزر کر آخر تصوف، احوال آخرت اور قلب و روح کے جائزہ پر ختم ہو جاتے۔

**وسعت نظری کے لیے فکر مند ہونا:-** لیکن ہمارا یہ حال ہے کہ ہم بہت زیادہ بحث و مناظرہ کی وجہ سے مسائل کی ان چند گنی چنی دیواروں میں محصور ہو کر رہ گئے ہیں جن کو گروہی عصبيت اور تنگ نظری نے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ آج اہلحدیث کے معنی ایسے گروہ کے نہیں کہ جن کی نظر اسلام کے پورے حکیمانہ نظام پر ہو، جن کے عمل سے اسلام کی تمام اخلاقی، اجتماعی اور روحانی قدروں کا خصوصیت سے اظہار ہوتا ہو اور جو روزمرہ کی عام زندگی میں ہر قدم پر کتاب و سنت کی تصریحات کے متلاشی ہوں۔ آج اہلحدیث کے معنی اس کے برعکس ایک ایسے شخص یا جماعت کے ہیں جن کی دلچسپیوں کا محور عموماً صرف چند مسائل، چند بحثیں اور چند فرسودہ مناظرانہ کاوشیں ہیں۔ (سوانح داؤد غزنوی صفحہ 43)

**ائمہ اربعہ کی عزت اور احترام:-** منگلمری کے خطبہ جمعہ میں ایک انتہائی اہم بات جو مولانا رحمہ اللہ نے فرمائی اور جس کی جانب تمام اہل حدیث حضرات کو خصوصی طور پر متوجہ ہونا چاہیے! وہ یہ تھی کہ اگرچہ ہم ائمہ اربعہ رحمہم اللہ سے اختلاف کرتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم ان کی عزت نہیں کرتے یا ان کی قدر و منزلت سے آگاہ نہیں ہیں۔ خدا شاہد ہے کہ ہمارے دلوں میں ان کا اسی قدر احترام موجود ہے جس قدر ان کے مقلدین کے دلوں میں ہے۔

**گستاخ ائمہ اربعہ پر تنقید:-** اس سلسلے میں مولانا رحمہ اللہ نے سامعین (جو اکثر و بیشتر اہل حدیث تھے) کو سخت الفاظ میں تنبیہ کی کہ دوسرے لوگوں کو یہ شکایت کی اہل حدیث حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی توہین کرتے ہیں بلا وجہ نہیں ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے حلقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ بھی کر جاتے ہیں۔ یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے اور ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

**ائمہ کا حدادب:-** ہم ان ائمہ دین رحمہم اللہ کے دسترخوان کے جھوٹے ٹکڑے کھانے والے ہیں۔

**اختلاف ائمہ میں وسعت ظنی:-** راقم الحروف کے لیے اول تو یہ فراخی قلب ہی بہت غیر متوقع تھی کہ جمعیت اہلحدیث کے صدر اپنی جمعیت کے لوگوں کو ائمہ اربعہ کی تعظیم و تکریم کی اس درجہ شدت کے ساتھ تلقین کریں، لیکن شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کے ساتھ حضرت

کا عظیم آمیز مکملہ تو بہت ہی حیرانی کا موجب ہوا۔ چنانچہ مجمعہ کے بعد جب ایک جگہ کھانے پر ملاقات ہوئی تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے عرض کر ہی دیا کہ حضرت! آپ نے ابن عربی رحمہ اللہ کا تذکرہ تعظیم و تکریم کے ساتھ کیا حالانکہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے ان کے بارے میں بہت سخت ہے اس کا جو جواب مولانا مرحوم نے دیا وہ اس قابل ہے کہ سنہری حروف سے لکھا جائے اور دین کے تمام خادم اس کو حرز جان بنا لیں۔ میری بات سن کر مولانا نے قدرے توقف کے بعد فرمایا:

ڈاکٹر صاحب! ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ابن عربی رحمہ اللہ دونوں ہی ہمارے بزرگ ہیں۔ اپنے آپس کے اختلاف کو وہ جانیں! ہم خورد ہیں اور خورد رہنے ہی میں عافیت سمجھتے ہیں! مولانا نے یہ الفاظ اتنے شدید تاثر کے ساتھ فرمائے کہ ساتھ ہی ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے! واقعہ یہ کہ میں عرض نہیں کر سکتا کہ مولانا رحمہ اللہ کے اس منکسرانہ قول سے میرے دل میں ان کی عزت میں ایک دم کس قدر اضافہ ہوا اور ان کا احترام کتنا بڑھ گیا! (سوانح داؤد غزنوی ص 88)

**مکتوبات امام ربانی سے عشق:-** چنانچہ ایک بار جب میں نے مولانا رحمہ اللہ سے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی جلد اول عاریتاً لگی تو مولانا نے فرمایا: ڈاکٹر صاحب اس کتاب کو میں نے آج تک کبھی اپنے سے جدا نہیں کیا اور میں کسی دوسرے شخص کو یہ کتاب عاریتاً نہ دیتا لیکن آپ سے ایک خصوصی محبت ہو گئی ہے جس کی بناء پر انکار نہیں کر سکتا چنانچہ ایک ماہ کے لیے میں وہ نسخہ منگمری لے گیا۔ پھر جب میں اسے واپس لایا تھا تو اس پر چرمی جلد بندھوا لیا جسے دیکھ کر مولانا بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے میرا پہلے ہی سے یہ اندازہ تھا کہ آپ اس کتاب کے واقعی قدر دان ہیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 89)

**شریعت و طریقت کا حسین امتزاج:-** واقعہ یہ ہے کہ اس دور میں مولانا رحمہ اللہ کی شخصیت بہت غنیمت تھی اور اس میں اسلام کے قرن اول کی بہت سی خصوصیات موجود تھیں۔ خصوصاً اتباع سنت کے مکمل اہتمام کے ساتھ قلب و روح کی حیات باطنی کا جو حسین امتزاج ان کی شخصیت میں پایا جاتا تھا وہ تو اس دور میں جب کہ تصوف میں بہت سی نئی باتیں بطور لوازم داخل ہو گئی ہیں بہت ہی قابل قدر تھا اور میری ناچیز رائے میں اس دور میں شدید ترین ضرورت اسی چیز کی ہے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 94)

**علمائے دیوبند کا اقتداء میں نماز پڑھنا:-** حضرت مولانا مسلک سلفی العقیدہ اہل حدیث اور توحیح کتاب و سنت، مگر متشدد نہیں تھے ائمہ مجتہدین بالخصوص حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا پورا پورا احترام کرتے تھے۔ فروعی مسائل میں کبھی نہیں الجھتے تھے یہی وجہ تھی کہ دیوبندی علماء آپ کو عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ خود مولانا صاحب رحمہ اللہ کا اپنا بیان ہے کہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم کے بعد جمعیت علماء ہند کے صدر مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند رہے اور نائب صدر کا عہدہ بھی تفویض ہوا۔ یہ معلوم ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ مذہب کے بارے میں نہایت متشکف اور سخت گیر تھے، مگر نماز کے وقت امامت کے لیے مولانا حسین احمد مرحوم مجھے آگے کر دیتے اور میری اقتداء میں نماز پڑھتے۔ حضرت مولانا احمد علی مرحوم امیر انجمن خدام الدین لاہور تمام عمر عیدین کی نماز حضرت مولانا داؤد غزنوی مرحوم کی اقتداء میں نماز پڑھتے رہے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 114)

**مولانا داؤد غزنوی کی پگڑی:** سفید عمامہ باندھے ہوئے، بہت وجیہہ اور بازو عب سٹیج پر نمودار ہوئے۔

**مولانا غزنوی ہمارے مرشد ہم مرید (کرامت):** ملک احمد بوڑھے آدمی تھے، دراز قامت اور وجیہہ تھے۔ بڑے نیک تھے۔ وہ حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ دو تین روز ہی میں مجھ سے مانوس ہو گئے تھے۔ میں نے باتوں باتوں میں ان سے پوچھا: آپ اس خاندان کے حلقہ اردات میں کیسے آئے؟ انہوں نے اس کا جواب ان الفاظ میں دیا:

میں اٹھارہ سال کی عمر کا تھا۔ مجھے گنٹھیا کا مرض لاحق ہو گیا۔ والد نے بہت علاج کرائے مگر آرام نہیں آیا۔ کسی نے بتایا کہ امرتسر میں ایک بزرگ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ رہتے ہیں، وہ دُعا کرتے ہیں اور لوگ صحت یاب ہو

جاتے ہیں۔ اس زمانے میں گھوڑی کے سوا اس گاؤں سے امرتسر جانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا، چنانچہ گھوڑی کی شکل میں والد نے مجھے گھوڑی پر لادا۔ ہم امرتسر مسجد غزنویہ میں پہنچے تو فجر کی نماز ہو رہی تھی۔ والد نے مجھے اٹھایا اور مسجد کے صحن میں رکھ دیا۔ گھوڑی باہر باندھی اور خود وضو کر کے جماعت میں شریک ہو گئے جو بزرگ امامت کر رہے تھے وہ اس درد و سوز سے قرآن مجید پڑھ رہے تھے کہ دل ان کی طرف کھینچا جاتا تھا۔ نماز کے بعد انھوں نے میری طرف دیکھا۔ اُدھر والد نے آگے بڑھ کر درخواست دعا کی۔ اُنھوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ جیسے جیسے وہ دُعا مانگ رہے تھے یوں احساس ہوتا تھا جیسے میرے جوڑوں کی بندش کھل رہی ہے۔ تین دن ہم وہاں رہے اور اللہ کے فضل سے میں تندرست ہو کر واپس آیا۔ اب جسمانی حالت کے ساتھ ہماری روحانی دنیا بھی بدل چکی تھی۔ اس کے بعد ہم اُن کے مرید تھے اور وہ ہمارے مُرشد۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 132)

دعا کی بدولت معاشی تنگی ختم ہو جانا (کرامت): حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے قبولیت دُعا کے سلسلے میں بہت سے واقعات عوام اور ان کے عقیدت مندوں میں مشہور ہیں۔ اس ضمن کا ایک عجیب و غریب واقعہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے بھی اور ایک مدرسی بزرگ عزیز اللہ صاحب (گھڑی ساز) نے بھی بیان کیا۔

عزیز اللہ صاحب 1958ء میں اپنے عزیزوں سے ملاقات کیلئے مدراس سے کراچی آئے۔ کراچی سے لاہور آئے اس سفر کا مقصد محض مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ اور ارکان جماعت سے ملاقات تھا۔ وہ الاعتصام کے خریدار تھے۔ سیدھے دفتر میں آئے، اپنا نام اور پتہ بتایا۔ میں ان کے نام سے واقف تھا۔ بحیثیت مدیر ”الاعتصام“ وہ مجھ سے آشنا تھے۔ میں نے ان کو اعزاز سے بٹھایا اور مدراسی ہونے کی وجہ سے کھانے کے لیے مچھی پیش کی۔ مولانا رحمہ اللہ اس روز لاہور سے باہر تشریف لے گئے تھے، میں نے مولانا رحمہ اللہ کے ساتھ ان کی عقیدت کی وجہ پوچھی، تو انہوں نے بتایا کہ ایک عرصہ ہو مدراس سے دو آدمی چڑے کی تجارت کے لیے امرتسر آئے ان کے ساتھ ایک مدراسی ملازم بھی تھا، جس کا نام اسماعیل تھا۔ اسماعیل فجر کی نماز روزانہ حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء امامت میں ادا کرتا۔ ایک روز انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہاں کے رہنے والے ہو؟ اور یہاں کیا کام کرتے ہو؟

اُس نے جواب دیا: میرا نام اسماعیل ہے، مدراس کا رہنے والا ہوں اور مدراسی سیٹھوں کے ساتھ ملازم کی حیثیت سے یہاں آیا ہوں۔ اس کی یہ بات سن کر امام صاحب رحمہ اللہ نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ عزیز اللہ نے اور اس کے بعد مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے بتایا کہ اسماعیل کہا کرتا تھا۔ امام صاحب دعا مانگ رہے تھے اور مجھے یوں محسوس ہوا تھا کہ گویا دولت میرے جھولی میں گر رہی ہے۔ نماز و دعا کے بعد واپس گھر گیا تو سیٹھوں نے کہا: اسماعیل! تم بہت عرصے سے ہمارے ساتھ ہو، ہم نے تم کو دیانتدار، محنتی اور امین پایا ہے۔ لہذا ہم نے آج سے تمہیں اپنے کاروبار میں شریک کر لیا ہے اور تمہارا ایک خاص حصہ مقرر کر دیا ہے اپنے حصے کی رقم تم نقد ادا نہیں کرو گے، بلکہ تمہارے حصے کے منافع سے وضع ہوتی رہے گی۔ اسکے بعد چند مہینوں میں وہ اس درجہ امیر ہو گیا کہ اسماعیل سے کا کا اسماعیل بن گیا۔ کا کا مدراس کی زبان میں سیٹھ کہتے ہیں۔

ننگے سر نماز پسند نہ فرماتے: ننگے سر نماز پڑھنا مولانا رحمہ اللہ کو ناگوار گزرتا تھا۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ ایک مرتبہ مسجد چینیوں والی میں بیٹھے تھے کہ ملک محمد رفیق جو اُن کے پُرانے عقیدت مند اور حلقہ مسجد چینیوں والی کے رہنے والے تھے، ان کی موجودگی میں مسجد میں آئے اور ننگے سر نماز پڑھنے لگے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے، تو اُن کو بلایا اور فرمایا: ملک صاحب! ایک بات عرض کروں؟ انہوں نے کہا: مولانا فرمائیے۔ کیا ارشاد ہے۔ کہا: ننگے سر نماز نہ پڑھا کریں۔

فتہی اختلاف کے باوجود احترام کرنا: نماز میں جمع تقدیم کے بھی وہ قائل نہ تھے۔ ان کا نقطہ نظر یہ تھا اور اس پر انھیں اصرار تھا جس نماز کا وقت نہیں ہوا، وہ کیوں پڑھی جائے۔ اس سلسلے کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے: ایک مرتبہ تنظیم جماعت کے ضمن میں مولانا غزنوی رحمہ اللہ مولانا محمد اسماعیل

مرحوم اور مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ صلح لاہور کے ایک قصبے موضع کھڈیاں گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ نماز جمعہ وہاں پڑھی اور علاقے کے لوگوں کو خطاب کیا۔ وہاں سے چلے تو تصور پہنچے اور نماز مغرب تصور کی مسجد اہل حدیث میں ادا کی۔ فرض پڑھنے کے بعد مولانا غزنوی رحمہ اللہ تو حسب معمول وظیفے میں مشغول ہو گئے اور مولانا محمد اسماعیل مرحوم نے عشاء کی نماز پڑھنا شروع کر دی۔ وظیفے کے بعد مولانا نے مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا یہ آپ نے مغرب کی نماز کے بعد کیا پڑھا ہے؟ کہا: نماز عشاء فرمایا: کیوں؟ کہا: مغرب کے ساتھ عشاء جمع کر لی ہے۔ فرمایا عشاء کا وقت تو ابھی نہیں ہوا۔ آپ نے قبل از وقت نماز کیوں پڑھی؟ لیکن مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ ان کا اس درجہ احترام کرتے تھے کہ بجائے اپنے حق میں دلائل دینے کے خاموش ہو گئے۔

کھانے پینے میں آداب کا خیال رکھنا:۔ آپ آداب اکل و شرب کے بھی بہت پابند تھے۔ فرمایا کرتے تھے کھانے پینے کے کچھ خاص آداب ہیں ان کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً چلتے پھرتے کھانا یا راستے میں کھڑے ہو کر کھانا سخت معیوب ہے، اگر اپنے تعلق والے کسی شخص کو راستے میں ریڑھی یا دوکان پر کھڑا کھاتے ہوئے دیکھتے، تو اس کو سختی سے روک دیتے اور صاف الفاظ میں کہتے:

یہ حرکت تہذیب و ثقافت اور متانت و سنجیدگی کے منافی ہے۔ یہ معقول آدمیوں کا شیوہ نہیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 135)

جماعتی انحطاط کی اہم وجہ ائمہ کی بے ادبی:۔ ائمہ کرام رحمہم اللہ کا ان کے دل میں انتہائی احترام تھا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اسم گرامی بے حد عزت سے لیتے۔ ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ جماعت اہل حدیث کی تنظیم سے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ بڑے دردناک لہجے میں فرمایا: مولوی اسحاق! جماعت اہل حدیث کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بدو عالمے کر بیٹھ گئی ہے۔ ہر شخص ابوحنیفہ ابوحنیفہ کہہ رہا ہے۔ کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہہ دیتا ہے۔ پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ۔ اگر کوئی بہت بڑا احسان کرے تو وہ انہیں سترہ حدیثوں کے عالم گردانتا ہے۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں ان میں اتحاد و یک جہتی کیوں کر پیدا ہو سکتی ہے۔ ”یا عزیزۃ العلم انما اشکو بشی و حزنی الی اللہ“ (سوانح داؤد غزنوی ص 136)

اختلاف کے باوجود ادب و احترام برقرار رہنا:۔ مولانا رحمہ اللہ کی بیشتر خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ علمائے کرام کی بڑی تکریم کرتے اور ان کا نام ادب و احترام سے لیتے ”الاعتصام“ میں اختلافی اور مسلکی مضامین کی اشاعت کے سلسلے میں تاکید فرماتے کہ اسلوب تحریر مثبت ہونا چاہئے۔ کسی کی مخالفت خدمت دین نہیں ہے۔ اگر کسی صاحب علم کے فکری رجحانات سے عدم اتفاق کا اظہار ضروری ہو، تو اس کا نام عزت و احترام سے لیا جائے اور اس کی ذات کو حدف تقید نہ بنایا جائے، بلکہ دائرہ بحث فقط اصل مسئلے تک محدود رکھا جائے۔ اپنی اسی خوبی کی بناء پر ان کو علماء کے تمام حلقوں اور فقہی مکاتب فکر میں مقبولیت و محبوبیت حاصل تھی۔

کشف قبور سے اعتراض کیونکر ہے:۔ ان کے رجحانات تصور اور میلانات فقہیہ کے بارے میں ان کے احساسات کس درجہ نازک تھے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیجیے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم نے مجلس ذکر میں کشف قبور کے متعلق کچھ تجربات و مشاہدات بیان فرمائے اور کہا کہ قبر میں میت جن حالات سے دوچار ہو اس کا انہیں مشاہدہ ہو جاتا ہے، میں نے ”الاعتصام“ میں اس پر ایک شذرہ لکھا اور نہایت ادب سے شرعی نقطہ نظر کی روشنی میں چند سطور میں مولانا رحمہ اللہ کے نقطہ نظر سے اظہار اختلاف کیا۔ اس سے تیسرے یا چوتھے روز بعد مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: ایڈیٹر صاحب! میں نے مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کے کشف قبور کے بارے میں آپ کا ادارتی نوٹ پڑھا۔ آپ یہ فرمائیے اگر مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ اتنے نیک ہو جائیں کہ انہیں کشف قبور ہونے لگے تو آپ کو کیا اعتراض ہے؟

ان چند الفاظ سے میرا مسئلہ حل ہو چکا تھا اور میرے پاس سوائے اس کے کوئی جواب نہ تھا کہ بلا تامل عرض کر دوں کوئی اعتراض نہیں ہے

(سوانح داؤد غزنوی ص 139)

حضرت لاہوری اور غزنوی رحمہما اللہ کے تعلقات:۔ مولانا غزنوی رحمہ اللہ کی عظیم خصوصیت یہ تھی کہ ان کا ظرف بہت وسیع

تھا۔ انتہائی وسعت قلب کے مالک تھے اور ایک خاص مسلک فقہ کے پابند ہونے کے باوجود تعصبات سے ان کا دل بالکل صاف تھا۔ اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ عیدین کی نماز ہمیشہ ان کی اقتداء میں ادا فرماتے حالانکہ خود ان کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ پھر نہ صرف مولانا غزنوی رحمہ اللہ کی موجودگی میں بلکہ ان کی غیر حاضری اور زمانہ اسارت میں بھی انھوں نے اپنے پورے حلقہ ارادت کے ساتھ منٹو پارک میں عیدین کی نمازیں پڑھی اور صرف اول میں بیٹھے۔

مولانا احمد علی رحمہ اللہ سے ان کے تعلقات بہت گہرے تھے اور یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کی انتہائی تکریم کرتے تھے مشترکہ معاملات اور اسلام اور مسلمانوں کے عام مفاد کا کوئی مسئلہ سامنے آتا، تو مولانا غزنوی رحمہ اللہ یا تو خود ان کی خدمت میں تشریف لے جاتے یا ٹیلی فون پر رابطہ پیدا کرتے۔

مولانا احمد علی مرحوم کی وفات کی اطلاع ملی تو مولانا رحمہ اللہ نے نہایت حزن و ملال کا اظہار کیا اور فرمایا آج دین کا ایک ستون گر گیا ہے اور میرے قریبی رفقاء میں ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جو کبھی پُر نہیں ہو سکے گا۔ ساتھ ہی فرمایا: اب ہم چند روز کے مہمان ہیں اور آہستہ آہستہ یہ دور ختم ہو جائے گا۔ مولانا احمد علی رحمہ اللہ کے جنازے پر آئے تو یہ عاجزان کے ہمراہ تھا۔ راستے میں انہی کی زندگی کے واقعات بیان کر کے روتے رہے۔ مفتی محمد حسن اور حضرت غزنوی رحمہما اللہ: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے مکتب فکر سے متعلق حضرات سے بھی ان کے بہت مراسم تھے بالخصوص مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ خاص مولانا مفتی محمد حسن مرحوم سے قلمی لگاؤ تھا مفتی صاحب مرحوم ایک ٹانگ سے معذور تھے، اس لیے ان کو گھر سے باہر نکلنے میں مشکل پیش آتی تھی، لیکن وہ اپنی اس معذوری کے باوجود مولانا رحمہ اللہ کے پاس آتے اور دونوں کے درمیان خاصی دیر تصوف اور دیگر مسائل پر سلسلہ گفتگو جاری رہتا۔

مولانا تو نماز عصر کے بعد ہفتے عشرے میں ایک دو مرتبہ بالعموم ان کے ہاں تشریف لے جاتے۔ مفتی صاحب رحمہ اللہ کا بھی اصل موضوع تصوف تھا اور مولانا رحمہ اللہ کا بھی۔ یہ دونوں بزرگ اکثر اسی موضوع سے متعلق گفتگو فرماتے تھے۔

مولانا سید ابوالحسنات مرحوم اور حضرت غزنوی رحمہما اللہ: مولانا سید ابوالحسنات مرحوم بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے، لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے مسلکی تعصبات سے ان کا دل صاف تھا۔ تحریک ختم نبوت کے زمانے میں مولانا کی وساطت سے ان کو کسی حد تک قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ نماز کا وقت آتا، تو مولانا ان سے امامت کے لیے اصرار کرتے اور وہ مولانا سے۔ مجھے کئی دفعہ مولانا کے پیغام بر کی حیثیت سے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ وہ ان کا ذکر بہترین الفاظ سے کرتے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 145)

بزرگ کی آمد کا الہام ہونا: مولانا محی الدین رحمہ اللہ اتنے نیک تھے کہ جب وہ غزنی کے قریب پہنچے تو دادا صاحب رحمہ اللہ کو اللہ کی طرف سے بذریعہ الہام معلوم ہو گیا کہ ایک بزرگ ملاقات کے لیے آرہے ہیں، چنانچہ وہ ان کے استقبال کے لیے گھر سے باہر نکلے اور جاتے ہوئے گھر میں کہہ گئے کہ پنجاب سے ایک بزرگ آرہے ہیں، ان کے لیے کھانا تیار کرو اور اچھا کھانا تیار کرو (یہ لفظ بھی وہ دو تین بار کہتے) پھر ہنس کر کہتے: اچھا کھانا کیا ہوگا حلوا پکانے کو کہا ہوگا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 147)

مولانا کہا کرتے تھے کہ مولانا محی الدین دُور سے آتے دکھائی دیتے تو دادا صاحب رحمہ اللہ احترام سے ان کی طرف بڑھے، انھیں گھولائے خیر خیریت پوچھی، کھانا کھلایا اور باتیں کیں۔ ان سے نام پوچھا تو جواب دیا میرا نام محی الدین ہے۔ فرمایا اپنا نام عبدالرحمن رکھ لیجیے۔ مولانا عبدالرحمن لکھوی رحمہ اللہ غالباً دو مرتبہ غزنی گئے اور حضرت مولانا عبدالغزنوی رحمہ اللہ کے ارادت میں شامل ہوئے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 148)

جامعیت اور ہمہ گیری کا ثبوت: مفتی محمد حسن رحمہ اللہ، مولانا احمد علی رحمہ اللہ اور سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ ایسے بزرگوں کے ساتھ مولانا داؤد غزنوی مرحوم کے تعلقات ان کی شخصیت کی جامعیت اور ہمہ گیری کا بہت بڑا ثبوت ہیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 183)

امام اعظم کی گستاخی کا وبال: مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ اور مفتی محمد حسن رحمہ اللہ کی ملاقات میں بعض اوقات مفتی محمد شفیع صاحب

رحمہ اللہ بھی شامل ہوتے تھے۔ مولانا داؤد غزنوی اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمہما اللہ کے درمیان بھی گہرے روابط تھے۔ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے مولانا داؤد غزنوی اور مفتی محمد حسن رحمہما اللہ دونوں کی وفات کے بعد ایک محفل میں فرمایا تھا۔ اب میرا کراچی سے لاہور آنے کو جی نہیں چاہتا کیونکہ مجھے مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ اور مفتی محمد حسن رحمہما اللہ نظر نہیں آتے اور میں ان دونوں کی علمی گفتگوؤں سے محظوظ نہیں ہو سکتا۔ مفتی محمد حسن رحمہ اللہ نے ایک بار مولانا عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ کی ولایت کا ایک واقعہ سنایا۔ وہ واقعہ یوں تھا کہ امرتسر میں ایک محلہ تیلیاں تھا جس میں اہلحدیث حضرات کی اکثریت تھی۔ اس محلے کی مسجد اسی نسبت سے مسجد تیلیاں والی کہلاتی تھی۔ وہاں عبدالعلی نامی ایک مولوی امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ وہ مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ سے پڑھا کرتے تھے ایک بار مولوی عبدالعلی نے کہا کہ ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) سے تو میں اچھا اور بڑا ہوں کیونکہ انہیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور مجھے ان سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔

اس بات کی اطلاع مولانا عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ کو پہنچی، وہ بزرگوں کا نہایت ادب و احترام کیا کرتے تھے انہوں نے یہ بات سنی تو ان کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا۔ انہوں نے حکم دیا کہ اس نالائق (عبدالعلی) کو مدرسے سے نکال دو۔ وہ طالب علم جب مدرسے سے نکالا گیا تو مولانا عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص عنقریب مرتد ہو جائے گا۔

مفتی محمد حسن رحمہ اللہ راوی ہیں کہ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ وہ شخص مرزائی ہو گیا اور لوگوں نے اُسے ذلیل کر کے مسجد سے نکال دیا۔ اس واقعے کے بعد کسی نے امام صاحب مولانا عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ سے سوال کیا: حضرت! آپ کو یہ کیسے علم ہو گیا تھا کہ وہ عنقریب کافر ہو جائے گا۔ فرمانے لگے کہ جس وقت مجھے اس کی گستاخی کی اطلاع ملی اُسی وقت بخاری شریف کی یہ حدیث میرے سامنے آگئی کہ:

”من عادى لى وليا فقد اذنته بالحرب“ (جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی تو میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں)

میری نظر میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ولی اللہ تھے جب اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہو گیا، تو جنگ میں ہر فریق دوسرے کی اعلیٰ چیز کو چھینتا ہے۔ اللہ کی نظر میں ایمان سے اعلیٰ کوئی چیز نہیں اس لیے اس شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا تھا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 192)

**مفتی صاحب اور حضرت غزنوی کے خوشگوار لمحات: (۱)** ایک دفعہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ والد صاحب کے پاس تشریف لائے۔ ان کے سامنے چائے رکھی گئی۔ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے کسی وجہ سے کچھ دیر تو قف فرمایا تو والد صاحب نے کہا:

آپ چائے پیتے کیوں نہیں؟ پھر مفتی صاحب نے کہا: دیکھیے میں نے یہ نہیں کہا کہ آپ چائے پیئیں کیونکہ اس صورت میں مطلب یہ ہوتا ہے کہ دراصل چیز تو میری ہے لیکن آپ حاصل کر سکتے ہیں اور پہلی صورت میں مفہوم یہ ہے کہ چیز آپ ہی کا حصہ ہے پھر آپ استعمال کیوں نہیں کرتے؟

اس نکتے پر مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے دو معنیوں میں بات کہی فرمایا: واہ مفتی صاحب یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

ایک زمانے میں مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ کی تفسیر نہایت شوق سے پڑھا کرتے تھے۔ ان دنوں وہ جب کبھی مفتی صاحب رحمہ اللہ سے ملنے تشریف لاتے تو اُس تفسیر کے بارے میں اپنے خوشگوار تاثرات بیان فرماتے تھے۔ ایک روز فرمانے لگے کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی تفسیر کے مطالعے کے دوران بعض اوقات میرا جی چاہتا ہے کہ میں ان کا کوئی فقرہ یا لفظ بدل دوں لیکن آخر غور و خوض کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ وہاں وہی فقرہ یا لفظ ٹھیک بیٹھتا ہے۔

یہ بات سن کر مفتی صاحب رحمہ اللہ نے جواب میں کہا: یہ فہم بھی آپ ہی کو عطا ہوا ہے یہ بھلا کس کس کو نصیب ہے۔

مولانا غزنوی رحمہ اللہ اور حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہما اللہ کی ملاقاتوں کا مقصد زیادہ تر ایمان تازہ کرنا اور آخرت کی یاد تھا۔

**مفتی صاحب رحمہ اللہ کا ذکر اللہ میں استغراق: (۲)** (مفتی صاحب کے بیٹے کے بیان فرمودہ واقعات) والد صاحب اکثر مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: مجھے مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی بیباکی اور دلیری بہت پسند ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ کوئی بات ہو تو میں ان سے کہہ دوں اور وہ آگے لوگوں تک پہنچادیں کیونکہ انکی تقریر کا انداز بہت واضح اور دل نشین ہے۔ بات انکے دل سے نکلتی ہے اور دلوں میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔

مفتی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا داؤد غزنوی رحمہما اللہ دونوں میں اس قدر بے تکلفی تھی کہ وہ ایک دوسرے سے اپنی باتیں چھپاتے نہیں تھے۔ جب مفتی صاحب کی ٹانگ آپریشن کے ذریعے کاٹ دی گئی تو ایک روز مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ والد صاحب کی عیادت کے لیے ہسپتال میں تشریف لائے۔ وہاں مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ پہلے سے موجود تھے انہوں نے مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کو یہ واقعہ سنایا کہ مفتی صاحب رحمہ اللہ نے آپریشن کے وقت بے ہوشی کا ٹیکہ لگوانے سے انکار کر دیا تھا اور ڈاکٹروں سے کہا تھا کہ آپ لوگ اپنا کام کریں میں اپنا کام کروں گا اور وہ کام یہ تھا کہ مفتی صاحب رحمہ اللہ اس وقت اللہ کی یاد میں مچھو گئے تھے۔

اس موقع پر مفتی صاحب رحمہ اللہ نے بتایا کہ آپریشن کی رات بھی اُن کی نماز تہجد فوت نہیں ہوئی تو مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ یہ سن کر ابدیدہ ہو گئے۔ عطاء کردہ خاص وظیفہ:۔ (۳) گزشتہ سال میری والدہ حج کے لیے تشریف لے گئیں۔ وہاں ایک روز مدینہ منورہ میں ایک وظیفے کے سلسلے میں مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے بتایا تھا اور کہا تھا کہ صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان یہ چالیس بار پڑھنا چاہیے وہ وظیفہ یہ تھا۔

”یا حی یا قیوم لا الہ الا انت برحمتک استغیث“

یہ واقعہ سن کر مجھے خیال آیا کہ مولانا داؤد غزنوی اور والد صاحب رحمہما اللہ کے درمیان اکثر تبادلہ اذکار بھی ہوا کرتا تھا۔ الفاظ درود میں زیادتی: (۴) میرے والد صاحب نے ایک موقع پر مجھے یہ واقعہ سنایا کہ ایک دن مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ آئے اور کہنے لگے: میں درود شریف پڑھتا ہوں تو اُس کی عظمت بڑھانے کے لیے کچھ اور کلمات اس میں شمار کر لیتا ہوں۔ سوچتا ہوں کہ یہ بے ادبی یا سنت کی خلاف ورزی تو نہیں؟

یہ بات ہو رہی تھی کہ اچانک مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تشریف لے آئے مفتی صاحب رحمہ اللہ نے انہیں مخاطب ہو کر کہا۔ آئیے مولانا! اس وقت آپ کی ضرورت پڑ گئی پھر انہیں مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کا سوال سنایا۔ مولانا ادریس صاحب رحمہ اللہ نے کہا۔ اس میں کوئی اشکال نہیں اور قرآن کی اس آیت سے استنباط فرمایا کہ ”بیاہیا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما“ اس میں صلوا اور سلمو کے صیغے مطلق ہیں اس اطلاق میں یہ خاص شکل بھی شامل ہے۔

مفتی صاحب رحمہ اللہ نے یہ بات سنی تو فرمایا: ہزاک اللہ! آپ نے خوب جواب دیا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 195) بے تعصبی اور وسعت مسلک:۔ (۵) مولانا داؤد غزنوی، مفتی محمد حسن اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہم اللہ کسی محفل میں یکجا ہوتے تو گفتگو میں مزید شگفتگی پیدا ہو جاتی تھی۔ مولانا ادریس صاحب اپنے ضعف جسمانی کے باعث دو مسجدوں کے درمیان ذرا وقفہ کرتے تھے مولانا داؤد ایک باری صورت دیکھ کر فرمانے لگے: مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ ”قولا خفی ہیں لیکن عملاً اہلحدیث ہیں“۔ مفتی صاحب رحمہ اللہ نے اس بات سے محظوظ ہو کر کہا: کیوں نہ ہوں حدیث کے اُستاد ہیں۔

اس سے آپ ان بزرگوں کی بے تعصبی اور وسعت مسلک کا اندازہ کر سکتے ہیں! (سوانح داؤد غزنوی ص 196) اُنسیت ذکر اور حضرت تھانوی کا جواب:۔ (۶) ایک دفعہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ فرمانے لگے: میں جب ذکر الہی میں مشغول ہوتا ہوں تو کبھی جی چاہتا ہے کہ وہ درود پڑھوں اور کبھی جی چاہتا ہے کہ بعض دوسرے اذکار میں سے کچھ پڑھوں۔ اس سلسلے میں نسب کیا ہے؟

مفتی صاحب رحمہ اللہ نے کہا: یہ سوال ایک بار میرے دل میں بھی پیدا ہوا تھا اور میں نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو لکھا کہ آپ نے مجھے جو وظیفہ بتایا تھا، اُس سے فراغت کے بعد کبھی میرا جی چاہتا ہے کہ فلاں ذکر کروں اور کبھی جی میں آتا ہے کہ فلاں ذکر کروں اس سلسلے میری رہنمائی فرمائیے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے جواب میں لکھا:

یہ سب دسترخوان باطنی کے کھانے ہیں جب ایک میز پر بہت سے کھانے پڑے ہوئے ہیں تو اُن میں ترتیب قائم نہیں کی جاسکتی۔ ایسے

ہی اور اداوار میں طبیعت کے مطابق عمل کیا جاسکتا ہے۔

مولانا داؤد رحمہ اللہ یہ بات سن کر بولے: جزاک اللہ! آپ نے میرے دل سے بڑا بوجھ اتار دیا۔

**اصل صوفی اہلحدیث کو ہونا چاہیے:-** (۷) ایک بار مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ تشریف لائے تو فرمانے لگے:  
مفتی صاحب رحمہ اللہ! تصوف کے بارے میں کوئی اچھی کتاب بتائیے۔

مفتی صاحب رحمہ اللہ نے کہا: آپ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب ”تعلیم السیدین“ دیکھ لیجئے مولانا داؤد رحمہ اللہ نے بازار سے کتاب منگوائی تو اُس میں تصوف کا باب شامل نہیں تھا۔ اس پر مفتی صاحب رحمہ اللہ نے انہیں اپنا نسخہ دے دیا اور فرمایا:  
میں سمجھتا ہوں کہ اصلی صوفی تو اہلحدیث کو ہونا چاہئے کیونکہ احادیث کی کتابوں میں حسد، کینہ، کبر، غضب وغیرہ کے ابواب آتے ہیں جن میں ان بدعادات سے اجتناب کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس کے برعکس فقہ کی کتب میں ایسے ابواب نہیں ہیں۔

اس موقع پر مفتی صاحب رحمہ اللہ نے مولانا کو مخاطب کر کے فرمایا: مولانا! آپ کو دیکھ کر میرا جی بہت خوش ہوتا ہے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 201)  
**حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا مکتوب گرامی:-** (خلیفہ اجل حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)  
کرم فرمائے محترم مولانا ابو بکر غزنوی دام مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ سے مشرف فرمایا۔ تعمیل حکم کیلئے چند سطر لکھی ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ دل کا داعیہ بہت کچھ لکھنے کا تھا، مگر معذور ہو گیا اسی کو قبول فرما کر ممنون فرمائیں۔ والسلام: بندہ محمد شفیع ۱۸۱۶۱۳۹۳

حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی ذات گرامی سے احقر کا تعارف تو بہت قدیم سے تھا لیکن 1368ھ 1948ء میں ہجرت پاکستان کے بعد سے مسلسل ملاقاتوں اور بہت سے دینی کاموں میں رفاقت کا شرف اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ مولانا کو قریب سے دیکھا۔ اُن کے جن علمی و اخلاقی فضائل و کمالات کا مشاہدہ ہوا افسوس ہے کہ اپنی طویل علالت اور ضعف عمر کے سبب اب یہ ناکارہ اُن میں سے کوئی حصہ بھی لکھنے پر قادر نہیں۔

اس وقت صرف چند جملے لکھنے پر اکتفاء کرتا ہوں کہ احقر نے حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کو علمی کمالات کے علاوہ عملی اور اخلاقی کمالات سے بہت آراستہ پایا۔ وہ ایک باخدا بزرگ تھے۔ اہلحدیث ہونے کے باوجود ائمہ مجتہدین اور علمائے سلف صالحین (رحمہم اللہ) کا احترام و عقیدت اُن کے قلب میں ان حضرات کے مقلدین سے کم نہ تھا۔ حنفی علماء سے روابط اور تعلقات بہت گہرے تھے۔ اُنھوں نے اپنے عمل سے اجتہادی اختلافات کی حدود لوگوں کو اچھی طرح بتلا دی تھیں۔ وظائف و نوافل کے پابند تھے۔

**امام ابن تیمیہ کا وظیفہ:-** ایک مرتبہ فرمایا حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد چالیس مرتبہ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ ”یا حی یا قیوم لا الہ الا انت برحمتک استغیث اصلح لی شانی کلہ ولا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین“

جب سے احقر نے اُن سے سنا تھا الحمد للہ احقر کا بھی معمول بن گیا۔ حضرت مولانا کا تذکرہ اور اتنی سی مختصر بات پر اکتفاء کرنا پڑا اس کا قلق محسوس کر رہا ہوں۔

دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ حضرت مرحوم کو جنت کے درجات عالیہ سے سرفراز فرمائیں اور اُن کے علوم اور دارالعلوم کو اُن کا صدقہ جاریہ بنادیں۔ بندہ محمد شفیع خادم دارالعلوم کراچی ۱۸ جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 210)  
مولانا عبداللہ غزنوی کے بارے میں علماء کی رائے:- شیخ شمس الحق ڈیانوی رحمہ اللہ ”غایۃ المقصود“ کے مقدمے میں حضرت



عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی مدح و توصیف میں یوں لکھتے ہیں: ”انہ کان فی جمیع احوالہ مستغرقانی ذکر اللہ عزوجل حتی ان لحمہ وعظامہ واعصابہ واشعارہ و جمیع بدنہ کان متوجہا الی اللہ تعالیٰ فانیا فی ذکرہ عزوجل“  
وہ ہر وقت ہر حالت میں خدائے بزرگ و برتر کے ذکر میں ڈوبے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ اُن کا گوشت، اُن کی ہڈیاں، اُن کے پٹھے اور اُن کا ہر ہر بن مؤ اللہ کی طرف متوجہ تھا۔ اللہ عزوجل کے ذکر میں فنا ہو گئے تھے۔

نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ ”تقصیر من تذکار جیود الاحرار“ میں حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:  
”چرخ اگر ہزار چرخ زندہ مشکل کہ چینیں ذات جامع کمالات بروئے ظہور آرد ہم محدث بود ہم محدث“  
آسمان اگر ہزار بار بھی گردش کرے تو مشکل ہے کہ اب ایسی جامع کمالات ہستی معرض وجود میں آئے۔ وہ محدث بھی تھے اور اللہ سے ہمکلامی کا شرف بھی انہیں حاصل تھا۔

حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے فرزند حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ جو آپ رحمہ اللہ کے ساتھ دن رات سفر اور حضر میں رہے اور جنہیں آپ رحمہ اللہ کو بہت قریب سے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا اُن کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

”عابد کثیر الذکر رجاء الی اللہ المتذلل لہ الخاشع الخاضع الورع المتضرع المتبرع المتوضع المبتہل الحنیف المبتل الی اللہ الکامل البارء الملمہ المحدث المخاطب المخلص الصدیق الکریم الجواد الاواہ الحلیم المتوکل المنیب الصابر القانت لم تاخذہ فی اللہ لومة لائم قط“۔ (مخطوطہ حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی ص ۱)

عبادت گزار، بہت ذکر کرنے والے، اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے، اس کے سامنے بہت جھکنے والے اور خشوع و خضوع کرنے والے تھے۔ گناہوں سے بچنے والے اللہ کے حضور میں گریہ و زاری کرنے والے بہت صدقہ و خیرات کرنے والے عاجزی کرنے والے سب سے کٹ کر اللہ ہی کی طرف متوجہ ہونے والے اور اسی سے دعا و التجاء کرنے والے تھے۔ مہر و کامل اور یکتائے روزگار تھے، اللہ کی طرف سے الہام و خطاب سے نوازے جاتے تھے اور اس کی ہم کلامی کا شرف انہیں حاصل ہوتا تھا۔ وہ اللہ کے لیے خالص کر لیے گئے تھے۔ بہت سچے بزرگ اور سخی تھے۔ بڑے دردمند، بڑبار اللہ پر بھروسہ کرنے والے، اس کی طرف رجوع کرنے والے مصیبتوں پر صبر کرنے والے، اور ملامت انہیں اللہ کی راہ سے قطعاً روک سکتی تھی۔  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ساری کائنات سے زیادہ: آپ رحمہ اللہ کے والدین نے آپ کا نام محمد اعظم رکھا تھا۔ آپ نے اپنا نام عبداللہ رکھ لیا۔ آپ فرماتے تھے: ”محمد کہ اعظم از کائنات افضل از مخلوقات است ہاں رسول اللہ ہست تسمیہ ما بعد اللہ خوب است“۔ (مخطوطہ۔ میاں صاحب)  
”محمد“ کا اسم گرامی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو زیبا ہے جو ساری کائنات سے زیادہ عظمت رکھنے والے اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں میرا نام عبداللہ ہی بہتر ہے۔

امام صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ عبداللہ نام آپ نے اس لیے رکھ لیا تھا کہ اس نام میں خدایا کی الوہیت اور بندے کی عبودیت کا اظہار اور فروتنی کا اقرار ہے۔

آپ کے جدا عظیم محمد شریف رحمہ اللہ ولی کامل تھے۔ ان کا مزار مرجع خلاق تھا۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے والد بزرگوار اور جد امجد کا شمار بھی اولیائے وصلحاءے اُمت میں ہوتا تھا۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کریم ابن الکریم ابن الکریم تھے۔ آپ اور آپ کے آباؤ اجداد سب اقلیم نقر کے فرمانروا تھے۔ سب نشہ درویشی سے سرشار تھے اور مال و جاہ دنیوی سے یکسر بے نیاز تھے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں:  
”صاحب! فقیر و فقیر زادہ ام وغریب زادہ..... عاجزی اور گمنامی و خاکساری کا رماست و گوشہ نشینی و زاویہ گزینی شعار ما است“

(مکاتب غیر مطبوعہ بحوالہ سوانح داؤد غزنوی ص 220)

بذریعہ الہام رہنمائی:- آپ فرماتے تھے، مجھے اُن دنوں الہام ہوا کہ حضرت شیخ حبیب اللہ قدھاری رحمہ اللہ سے رجوع کرو۔

غزنی سے قندھار تک کا راستہ کافی طویل ہے اور اس زمانے میں تو سخت دشوار گزار بھی تھا۔

**باطنی آنکھ سے پیشانی پڑھ لینا:**۔ اس زمانے میں بعض اہل اللہ آپ رحمہم اللہ سے فرماتے، تمہاری پیشانی میں ہم ایک نور دیکھتے ہیں۔ دیکھو علمائے سوء کی صحبت میں رہ کر اپنے دل کو خراب نہ کر لینا۔ اور تمام لوگ کیا خواص کیا عوام بچپن ہی میں اُن کی للہیت اور پرہیزگاری پر حیرت زدہ تھے جب آپ جوان ہوئے تو آپ کو عنایت ربانی اور جذب غیبی نے پالیا اور اللہ کے سوا ہر چیز سے بیزار ہو گئے اور اپنے رب کی طرف ہم تن متوجہ ہو گئے۔ آپ نے خلوت اختیار کر لی اور لوگوں سے کنارہ کش ہو گئے۔ حضور دائمی اور پاس انفاس جو مرتبہ احسان سے عبارت ہے یکا یک آپ کو عطا کیا گیا اور آپ مرجع خلائق ہو گئے۔

**ابتدائے سلوک میں گوشہ نشینی کا ذوق:**۔ ابتدائے سلوک میں آپ پر جذب اس قدر غالب تھا کہ مخلوق سے گریزاں تھے سب رشتہ داروں اور دوستوں سے الگ تھلگ خواجہ بلال پہاڑ میں جہاں کسی شخص کی رہائش نہ تھی اقامت اختیار کر لی۔

**صحبت اور لباس کا لوگوں پر اثر:**۔ بعض لوگ محض آپ کی صحبت میں بیٹھنے سے اور بعض صرف آپ کی زیارت سے صاحب حال ہو گئے اور اُن پر روحانی کیفیات طاری ہو گئیں۔ حضرت کے لباس سے بھی استفادہ کرنے والوں کو فیض حاصل ہوا۔ ایک طالب علم محض پوستین اٹھانے سے وجد میں آ گیا۔ اسی وجہ سے وہ طالب علم مرید پوستین کے نام سے مشہور ہوا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 223)

**نئی اثبات کے ذکر کے جمادات پر اثرات:**۔ دُور دراز علاقوں سے علماء اور مشائخ آپ رحمہم اللہ سے فیض حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوتے اور جب ”سُبحان اللہ“ اور ”لا الہ الا اللہ“ کا ورد کرتے تو جمادات بھی آپ کے ساتھ با آواز بلند تسبیح و تہلیل کرتے اور وجد اضطراب میں آ جاتے۔

**الہام اور خواب میں مستقل رہنمائی:**۔ افغانستان میں اس وقت عوام اور خواص بدعات اور مشرکانہ رسوم میں مبتلا تھے حتیٰ کہ علماء و مشائخ بھی بدعات اور رسوم کو دین سمجھتے تھے۔ آپ رحمہم اللہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے کبھی الہام کے ذریعے اور کبھی خواب میں ان بدعات سے سخت روکا جاتا اور کتاب و سنت کی ترغیب دی جاتی۔ آپ رحمہم اللہ حیران تھے کہ اس ملک میں جہاں علوم کتاب و سنت کا نام و نشان تک نہیں اور نہ کتاب و سنت کا مواد موجود ہے یہ کام مجھ سے کیونکر سرانجام پائے گا؟ جب آپ کو یہ خیال آتا تو آپ کو الہام ہوتا ”وینسیرک للیسری“ بس آپ نے اتباع سنت پر کمر باندھی اور بدعتوں اور مشرکانہ رسموں کے خلاف آواز بلند کی اور علوم کتاب و سنت کی طرف متوجہ ہوئے۔ چونکہ اللہ عز و جل آپ کی تربیت کرنے والے تھے۔

**سلاسل اویسیہ، نقشبندیہ، بنوریہ میں خلافتیں:**۔ قندھار کے قاضی القضاة قاضی غلام نے ملا سعد الدین مقری کو ایک خط لکھا جس میں ملا کٹر کی شکایت کی اور حضرت عبداللہ غزنوی رحمہم اللہ کے اوصاف حمیدہ کا یوں ذکر کیا:

حقائق و معارف آگاہ موفق من عند اللہ قائد الخلق الی صراط اللہ محی السنہ وقاطع البدعة میاں محمد اعظم کے حق میں یہ کہنا بجا اور درست ہے: ”مملو بالسنۃ من الفرق الی القدم“ (یہ انسان سر سے پاؤں تک سنت میں ڈوبا ہوا ہے)

انہوں نے سیر و سلوک باطن میں نسبت اویسی حاصل کرنے کے بعد محض اللہ تعالیٰ کی عنایت سے طریقہ نقشبندیہ میں قدم رکھا اور اس طریقہ کے سیر و سلوک کی تکمیل کی اور اس میں مجاز ہوئے۔ اس کے بعد سید آدم بنوری قدس اللہ سرہ کے طریق کا بھی اکتساب کیا اور سلسلہ بنوریہ میں بھی مجاز ہوئے، مختصر یہ کہ میاں محمد اعظم کا ظاہر تقویٰ اور شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیور سے آراستہ ہے اور اُن کا باطن اہل صفا کے احوال و مقامات سے مزین ہے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 225)

**مقابلے کے وقت کرامت کا ظہور:**۔ آپ رحمہم اللہ کی کرامتوں میں سے ایک کرامت تھی کہ اُن تمام علماء نے اعتراف کر لیا کہ وہ غلطی پر ہیں اور مان لیا کہ آپ حق پر ہیں حالانکہ مقابلے کے وقت ایسا اقرار علماء کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے۔ دوسرے علاقوں کے علماء نے یہ ماجرا سنا تو وہ بھی ایسے خائف ہوئے کہ حضرت کے ساتھ گفتگو اور مباحثے کے لیے تیار نہ ہوئے۔

**مریدین کو سخت تکلیف کا سامنا:**۔ جب نادہ کے علمائے سوء کو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہم اللہ یاغستان کے پہاڑی علاقے

میں بے یار و مددگار پڑے ہیں تو سینکڑوں آدمیوں کو ساتھ لے کر آپ پر حملہ آور ہوئے آپ کے گھروں کو جلا دیا اور آپ کے بعض مریدوں کو زخمی کر دیا، مگر آپ اور آپ کے اہل و عیال کی اللہ تعالیٰ نے ایسی حفاظت کی کہ وہ سب اپنے دشمنوں سے سلامت نکل آئے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 228)

**غار میں دشمن کی ہلاکت کا الہام:**۔ اخراج کا حکم نامہ یکا یک ملنے پر آپ حیران تھے کہ کس طرف جائیں، جنگل کی ایک غار میں

چھپ گئے اور کچھ مدت وہیں پوشیدہ رہے۔ انہی دنوں آپ کو الہام ہوا: ”فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد لله رب العالمین“

(پس جن لوگوں نے ظلم ڈھایا تھا ان کی جڑ کاٹ دی گئی ہے اور حمد و ستائش اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے)

اُسی زمانے میں امیر شیر علی خان کا تختہ الٹ دیا گیا۔ وہ ذلیل و نامراد ہوا اور اُس نے ہرات میں جا کر پناہ لی۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 229)

**اشاعت دین کے الہامات:**۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں کتاب و سنت کو جاری کروں۔ مجھے بارہا

الہام ہوا ہے: ”یا عبدی هذا کتابی وھو لاء عبادی فاقرأ کتابی علی عبادی“

(اے میرے بندے! یہ میری کتاب ہے اور یہ میرے بندے ہیں پس تو میری کتاب میرے بندوں کو پڑھ کر سنا۔ اور یہ بھی الہام

ہوتا ہے: ”ولئن اتبعت اھواء ہم بعد الذی جاءک من العلم مالک من اللہ من ولی ولا نصیر“

(اگر تُو نے اُن کی خواہشوں کی پیروی کی، اُس علم کے بعد جو تیرے پاس آچکا ہے تو کوئی حامی اور مددگار تجھے اللہ کی سرزنش سے نہ بچا

سکے گا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 230)

**انتقال پر ملال:**۔ آخری عمر میں ضروری بات کے سوا کوئی بات نہ کرتے تھے۔ ہر وقت اللہ ہی کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ تسبیح و تہجد اور دعا کے سوا

آپ کا کوئی دوسرا شغل نہ رہا تھا یہاں تک کہ آپ ربیع الاول ۱۲۹۸ء بمطابق ۹ء ۱۸ء میں آدھی رات کے وقت اپنے اللہ سے جا ملے اور زوال کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے فُن کیے گئے۔ آپ رحمہ اللہ کا مزار شہر امرتسر میں دروازہ سلطان ونڈ کے بارے عبدالصمد کاشمیری کے تالاب کے کنارے پر ہے۔

**امام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کا مسند خلافت پر متمکن ہونا:**۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے اصل حق ہونے کے بعد اُن

کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عبداللہ بن عبداللہ اُن کے خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ تھوڑا عرصہ زندہ رہے۔ ان کی وفات کے بعد اُن کے

صاحبزادہ اور بندہ عاجز کے جدا موجد حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔

صاحب ”نزهة الخواطر“ ان کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں: وہ ۱۲۶۸ھ میں غزنی میں پیدا ہوئے اور حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ

سے مدتوں روحانی اور علمی فیض حاصل کیا۔ اللہ کا ذکر بڑی باقاعدگی اور یکسوئی سے کرتے اور ذکر کے دوران اُن پر بڑی کیفیت طاری ہوتی تھی۔ میں نے

امر تسر میں اُن کی کئی بار زیارت کی۔ نئے دیتے وقت وہ کسی معین فقہی مسلک کا التزام تو نہ کرتے تھے لیکن ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ سے سُوئے ظن نہ فرماتے

تھے اور اُن کا ذکر ہمیشہ اچھے الفاظ میں کرتے۔ جمعۃ الوداع رمضان کے مہینہ 1331ھ میں وفات پائی۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 235)

**مولانا عبداللہ غازی پوری کا مبارک خواب:**۔ مولانا عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مقام پر ہجوم بہت ہے۔ لوگ جوق در جوق چلے آ رہے ہیں۔ کسی نے کہا سیدنا حضرت محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ لوگ آپ ﷺ سے شرف مصافحہ حاصل کر رہے ہیں۔ ایک صاحب اس بھیڑ سے باہر نکلے۔ میں نے پوچھا:

کیا آپ نے مصافحہ کر لیا ہے؟۔ انہوں نے کہا جی ہاں!۔ میں نے کہا: ازراہ کرم مجھے اپنا وہ ہاتھ دے دیجیے میں بھی مشرف ہو جاؤں اور برکت

حاصل کر لوں۔ وہ صاحب کہنے لگے: تم خود ہمت کر کے آگے بڑھو، اس ہجوم سے نہ گھبراؤ اور مصافحہ کا شرف حاصل کرو۔ اُن کے ہمت دلانے

پر میں آگے بڑھا اور حضور اکرم ﷺ سے بلا واسطہ مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔ جن صاحب نے مجھے ہمت دلانی تھی میں نے ان کا شکر یہ ادا کیا

اور میں بہت مسرور تھا۔ بیدار ہوا تو وہی مسرت اور کیفیت دل میں باقی تھی۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 241)

**مقام فنا فی الرسول ﷺ:**۔ لوگ سمجھتے ہیں میں بیماری کی وجہ سے روتا ہوں۔ حضور ﷺ کی محبت کا آج کل مجھ پر شدید غلبہ ہے۔ اُن

کی ذات گرامی میرے دل و دماغ پر چھا گئی ہے۔ یہ فقرے بڑی مشکل سے انہوں نے پورے کیے اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ درود شریف ان دنوں کثرت سے پڑھتے تھے۔ مولانا عبدالرحمن جامی رحمہ اللہ کے نعتیہ کلام پر ایک دن بہت دیر گفتگو کرتے رہے میں نے مولانا جامی رحمہ اللہ کی نعت کا مطلع پڑھا

نسیم الصبح زر منی ربی نجد و قبلها  
کہ بُوئے دوست مے آید ازاں پاکیزہ منزلہا  
اے باد نسیم میری طرف سے نجد کے ٹیلوں کے پاس جا اور انہیں بوسے دے کہ ان مقدس جگہوں سے دوست کی مہک آتی ہے  
چہرے کا رنگ بدل گیا اور آنکھیں نم آلود ہو گئیں۔ باقی شعر پڑھنے کی ہمت مجھے نہ ہوئی۔

آخر عمر تک ٹوپی کا استعمال فرماتا:۔ ہسپتال ایسولینس کار میں سٹریچر پر گئے چلنے سے پہلے شیردانی پہنی، سر پر ٹوپی رکھی ہاتھ میں چھڑی لی چھڑی سمیت سٹریچر پر لیٹ گئے۔ یہ وضع داری وہ آخری دن تک نبھاتے رہے تعجب ہوتا تھا کہ اتنی لمبی بیماری کاٹنے کے باوجود ان کے مزاج میں چڑچڑاہٹ پیدا نہیں ہوا بلکہ علم اور مزاج کا دھیمپا پین روز بروز بڑھتا گیا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 274)

تصوف میں مجھا ہوا موقف:۔ فقہ اور تصوف کے بارے میں ان کا موقف بہت مجھا ہوا تھا۔ فقہائے کرام کی خدمات کا اعتراف کرتے تھے اور ان کا نام ادب سے لیتے تھے تمام سلاسل کے مشائخ کا ذکر عقیدت اور محبت سے کرتے تھے اور ان کی شان میں گستاخی موجب حرماں سمجھتے تھے اور کبھی فرماتے۔ ”اہل اللہ کی شان میں گستاخی سدہ مجاری فیض ہے۔“

تفسیر، حدیث اور فقہ کے علاوہ تصوف کی کتابوں پر بھی خوب نظر تھی۔ ”رسالہ تشریحی“ ”التعرف لمذہب اهل التصوف“ ”کیمیائے سعادت“ ”احیائے علوم“ ”مثنوی مولانا روم“ ”کشف المحجوب“ ”مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ“ ان سب کتابوں کا مطالعہ بالاستیعاب کیا تھا۔ حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمہ سے انہیں خاص عقیدت تھی۔ آخری بار قید کا زمانہ مکتوبات ہی کے مطالعہ میں بسر ہوا۔ فرماتے تھے: تصوف میں میرے امام شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ ہیں۔

ایک دن یہ بھی فرمایا: شریعت کا وہ حصہ جو تزکیہ باطن سے متعلق ہے اصطلاحاً تصوف کہلاتا ہے۔ شریعت سے ہٹ کر کسی تصوف کا میں قائل نہیں ہوں۔

حلول، اتحاد، وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں فرق خوب مزے لے لے کر بیان کرتے تھے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 284)  
امام صاحب کا ذوق عبادت:۔ ان کی شخصیت کے بعض پہلو جو مجھے عزیز تھے، ذکر کرتا ہوں: ذکر الہی بڑی کثرت سے کرتے تھے۔ رات دو تین بجے اٹھ کھڑے ہوتے اور مسلسل چار پانچ گھنٹے عبادت میں مشغول رہتے۔ تہجد زندگی بھر باقاعدگی سے ادا کرتے رہے۔ تہجد کی نماز میں بہت روتے تھے۔ ان کے رونے کی آواز گھر والوں کو جگا دیتی تھی۔ روتے روتے ان کی ہانگی بندھ جاتی۔ یوں معلوم ہوتا کہ کہیں چکی چل رہی ہے یا ہنڈیا اُبل رہی ہے بعض اوقات مصروفیتوں کا ہجوم ہوتا اور رات دیر تک جاگتے رہتے مگر ذوق عبادت اس قدر پختہ ہو چکا تھا اور شب خیزی کی عادت ایسی راسخ ہو چکی تھی کہ رات کے پچھلے پہر اٹھ بیٹھتے۔ شام کی نماز کے بعد بھی بہت دیر تک ذکر میں مشغول رہتے۔

ذکر کے وقت نور نکلتا:۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگے: رات میں ”لا الہ الا اللہ“ کا ذکر کرتا تھا تو میرے منہ سے نور نکلتا تھا۔ عجب کیفیت تھی ایک دن اپنی بعض پریشانیوں کا ذکر کر رہے تھے۔ یکا یک ان کے چہرے پر بشارت آگئی اور مسکراتے ہوئے کہنے لگے: ابو بکر! ذکر کرتے وقت تو میں بادشاہ ہوتا ہوں۔ مجھے کوئی غم نہیں ہوتا۔

امام شافعی کے محرب و طیفہ کا اہتمام:۔ صبح کے معمولات میں یہ ورد التزام سے پڑھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا ورد تھا۔  
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ خَیْرِ الْاَسْمَاءِ، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یُضْرُّ مَعَ اِسْمِهِ اَذٰی۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْکَافِی۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْمُعَافِی۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یُضْرُّ مَعَ اِسْمِهِ شَئٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی نَفْسِی وَ دِیْنِی

بِسْمِ اللّٰهِ عَلَىٰ اَهْلِيْ وَمَالِيْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ اَعْطَانِيْهِ رَبِّيْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِمَّا وَاخَافُ اَحَدُرُ  
 اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا اَشْرِكُ بِهِ شَيْئًا۔ عَزَّ جَارِكُ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَتَقَدَّسَتْ اَسْمَاءُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ  
 جَبَّارٍ عَنِيدٍ وَشَيْطَانٍ مَّرِيْدٍ وَمِنْ شَرِّ قَضَاءِ السُّوْءِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلَيَّ صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (تین بار)

(2) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُوْلُو الْعِلْمِ قٰٓئِمًا بِالْقِسْطِ لَإِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ  
 الْاِسْلَامُ وَاَنَا اَشْهَدُ بِمَا شَهِدَ اللّٰهُ بِهِ، وَاسْتَوْدِعُ اللّٰهَ هَذِهِ الشَّهَادَةَ وَهِيَ وَدِيْعَةٌ لِيْ عِنْدَهُ اِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِنُوْرٍ قُدْسِكَ  
 وَعَظِيْمِ رُكْنِكَ وَعَظْمَةِ طَهَارَتِكَ مِنْ كُلِّ آفَةٍ وَعَاهَةِ وَمِنْ كُلِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا اللّٰهُ اَللّٰهُمَّ  
 اَنْتَ غِيَاثِيْ بِكَ اَسْتَعِيْثُ وَاَنْتَ مَلٰٓذِيْ بِكَ اَعُوْذُ وَاَنْتَ عِيَاذِيْ بِكَ اَعُوْذُ يَا مَنْ ذَكَتْ لَهُ رِقَابُ الْجَبَابِرَةِ وَخَضَعَتْ لَهُ اَعْنَاقُ  
 الْفِرَاعِنَةِ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ كُشْفِ سِتْرِكَ وَنَسِيَانِ ذِكْرِكَ وَالْاِنْصِرَافِ عَنْ شُكْرِكَ، اِنَّا فِیْ حِرْزِكَ لَيْلِيْ وَنَهَارِيْ وَنَوْمِيْ وَقَرَارِيْ  
 وَظَعْنِيْ وَاسْفَارِيْ وَحَيَاتِيْ وَمَمَاتِيْ، ذِكْرُكَ شِعَارِيْ، وَثَنَانُكَ دُنْيَارِيْ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ وَبِحَمْدِكَ تَشْرِيفًا لِعَظَمَتِكَ  
 وَتَكْرِيْمًا لِنَفْحَاتِكَ وَجِهَكَ اَجْرِنِيْ مِنْ خِزْيِكَ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِكَ وَاضْرِبْ سُرَادِقَاتِ حِفْظِكَ عَلَيَّ وَاَدْخِلْنِيْ فِيْ حِفْظِ عِبَادَتِكَ  
 وَجِدْ عَلَيَّ بِخَيْرٍ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيَّ النَّبِيِّ وَاٰلِهِ۔

اس ورد کے بعض حصے آہستہ آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے بے ساختہ ان کی آواز بلند ہو جاتی تھی۔ یہ جملے اونچی آواز سے کہتے تھے:

”اَللّٰهُمَّ اَنْتَ غِيَاثِيْ بِكَ اَسْتَعِيْثُ وَاَنْتَ مَلٰٓذِيْ بِكَ الْوُدُوْاَنْتَ عِيَاذِيْ بِكَ اَعُوْذُ يَا مَنْ ذَكَتْ لَهُ رِقَابُ الْجَبَابِرَةِ وَخَضَعَتْ لَهُ  
 اَعْنَاقُ الْفِرَاعِنَةِ“ اے اللہ! میرا مددگار تو ہے۔ میں تجھ ہی سے مدد چاہتا ہوں میرا بلجا و ماویٰ تو ہی ہے میں تیری پناہ میں آتا ہوں اے وہ کہ جابر  
 بادشاہوں کی گردنیں اُس کے سامنے خم ہیں اور فرعونوں کے سر اُس کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 285)

**تعویذات اور عملیات کا ذوق:-** ایک زمانے میں انہیں تعویذات، عملیات اور طبی نسخے اکٹھے کرنے کا بھی شوق رہا۔ اُن کی ایک  
 بیاض میرے پاس ہے جس کے پہلے صفحے پر مجربات و معمولات فقیر بارگاہِ مہدی محمد داؤد غزنوی لکھا ہے اس میں ایک طرف اپنے قلم سے مختلف  
 بزرگوں سے حاصل کیے ہوئے تعویذات اور مجرب عمل لکھے ہیں اور دوسری طرف طبی نسخے درج ہیں۔ حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ کے بہت سے  
 مجربات اس بیاض میں موجود ہیں۔ اُن کے علاوہ مندرجہ ذیل بزرگوں کے مجربات نقل کیے گئے ہیں:

مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ قلعہ والے، مولوی محمد سلیمان صاحب رحمہ اللہ مرید حضرت الامام عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ مولانا احمد  
 غزالی مہاجر کی رحمہ اللہ، مولانا عبد اللہ شاہ ثم افریقی رحمہ اللہ، مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 286)

**مولانا احمد علی لاہوری کا جنازہ:-** 24 فروری کو مولانا احمد علی صاحب علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ افسوس کہ آج رات  
 ساڑھے 9 بجے مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کئی سال فالج کی علالت کے بعد حرکت قلب بند ہونے سے انتقال فرما گئے۔

**مروت اور رواداری:-** دوست دشمن سب کے ساتھ مروت سے پیش آتے۔ وہ لوگ جنہوں نے زندگی بھر انہیں ایذا دی اور اُن سے  
 بغض و عناد رکھا، اُن کے ساتھ بھی تپاک سے ملتے۔ انہیں علم ہوتا تھا کہ یہ شخص میری غیر حاضری میں مجھے گالیاں دیتا ہے لیکن شائستگی کے اس  
 معیار سے جو انہوں نے اپنے لیے ٹھہرایا تھا، وہ نیچے اترنے کے لیے تیار نہ ہوتے تھے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 289)

**دوسروں کے افکار پر تضحیک نہ کرنا:-** وہ ایک متعین اور واضح مسلک رکھتے تھے اور زندگی بھر پورے یقین اور اذعان کے ساتھ اس مسلک  
 کا پرچار کرتے رہے، مگر دوسروں کے عقائد و افکار کی تضحیک نہیں کرتے تھے تمام جماعتوں کے زُعماء کے ساتھ عزت و احترام کے ساتھ پیش آتے۔

حضرت مرزا جان جاناں نقشبندی سے مناسبت:- حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب ”ارواحِ ثلاثہ“ جو بزرگوں کے حالات پر مشتمل ہے کے حاشیے پر جگہ جگہ انہوں نے اپنے قلم سے نوٹ لکھے ہیں۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کے حالات میں مندرجہ ذیل حکایت لکھی ہے:

بے قاعدہ رکھی ہوئی چیز دیکھ کر مرزا صاحب رحمہ اللہ کے سر میں درد ہونے لگتا تھا۔ ایک دن بہادر شاہ بہت الحاح و التجاء کے بعد اجازت حضوری ملنے پر زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ موسم تھا گرمی کا، بادشاہ کو پیاس لگی اور پانی طلب کیا۔ حضرت نے فرمایا، وہ گھڑا رکھا ہوا ہے پیالہ میں لے کر پانی پیو۔ بادشاہ نے پانی پیا اور پیالہ گھڑے پر رکھ دیا۔ مرزا صاحب رحمہ اللہ کی نظر جو گھڑے پر پڑی، تو پیالہ ذرا ترچھا دھرا ہوا تھا۔ دیر تک ترچھی نگاہ سے دیکھتے رہے۔ آخر ضبط نہ ہو سکا۔ فرمایا: ”جناب آپ بادشاہت کیا کرتے ہوں گے، ابھی تک خدمت گاری تو آئی ہی نہیں۔ دیکھو تو گھڑے پر پیالہ رکھنے کا یہی طور ہے“ (ارواحِ ثلاثہ ص ۱۸) حضرت نے اس حکایت کے حاشیے پر اپنی قلم سے لکھا: اس عاجز کی بھی یہی حالت ہے۔ داؤد غزنوی۔

مرزا جان جاناں رحمہ اللہ کی لطافت طبع کے بہت سے قصے ارواحِ ثلاثہ میں درج کیے گئے ہیں ایک اور حکایت کے حاشیے پر حضرت لکھتے ہیں: اس عاجز کو حضرت مرزا صاحب رحمہ اللہ سے بعض احوال و اذواق میں مناسبت ہے حضرت مرزا صاحب رحمہ اللہ کے حالات میں یہ بھی مندرج ہے: حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان اور مجاہدہ سب اسی نفاست و نزاکت طبعی میں تھا۔ ایک عورت تھی نہایت بد مزاج، کج خلق اور منہ پھٹ۔ حضرت مرزا صاحب رحمہ اللہ کو الہام ہوا کہ اگر اس عورت سے نکاح کرو اور اس کی بد زبانی و ایذا دہی پر صبر کرو گے تو تم کو نواز لیا جائے گا۔ حضرت نے فوراً پیام بھیج دیا اور اُس سے نکاح کر لیا۔ وہ عورت اس درجہ شند خو۔ بد خصلت سخت دل اور فحش گو تھی کہ الامان۔ حضرت مرزا صاحب رحمہ اللہ خوشی خوشی دولت خانہ پر تشریف لے جاتے اور وہ سڑی سڑی سنانی شروع کرتی۔ چپکے بیٹھے سنتے رہتے۔ زبان سے اُف نہ نکالتے۔ اندر کھولتے آخر واپس تشریف لے آتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ روزانہ صبح ہوتے ہی خادم کو حکم فرماتے کہ جاؤ دروازہ پر حاضر ہو کر میرا سلام عرض کرو اور پوچھو کوئی کار خدمت ہو تو انجام دیا جائے گا۔

اس پر حضرت رحمہ اللہ نے لکھا: یہ مقام اس عاجز کو کہاں نصیب ہے۔ ”داؤد غزنوی“

آداب مجلس کا بہت خیال رکھتے تھے کوئی چائے پیتے وقت زور زور سے چُسکیاں لیتا یا روٹی کھاتے وقت آواز نکالتا تو انہیں ناگوار ہوتا تھا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 290)

دیوبند اور علماء اہلحدیث کا وجود نعمتِ عظمیٰ:- اگرچہ تقسیم کے تیز و تند آلہ نے برصغیر کے دو ٹکڑے کر دیئے لیکن رُوحوں کا ملاپ اور قلوب کا اتصال ناقابل انکساک ہوتا ہے۔ گزشتہ چند ماہ میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حسین احمد رحمہما اللہ جیسی عظیم المرتبت شخصیتوں کا انتقال ملت اسلامیہ کے لیے بہت بڑا صدمہ ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ اس برصغیر میں علامہ جمال الدین افغانی کے ایک طرح نائب تھے۔ مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے شاگرد اور جانشین صادق تھے ان حضرات کا نظریہ تھا کہ اسلام اور ملت اسلامیہ کا طاقتور حریف انگریز ہے اس لیے انہوں نے اور اُن کے رفقاء نے اپنی ساری قوتیں اس امر کے لیے وقف کر دیں کہ انگریز کو اس ملک سے نکال دیا جائے۔ یہی وقت کا سب سے بڑا جہاد اور اسلام کی سب سے بڑی خدمت ہے۔

ان بزرگوں کا وجود اگرچہ پورے برصغیر کے لیے ایک نعمتِ عظمیٰ تھا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ تقسیم ملک کے بعد جو حالات ہندوستان میں پیدا ہوئے ان کو دیکھتے ہوئے ہر ہوشمند انسان یہ رائے رکھتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے اُن کا وجود ایک بیش بہا نعمت اور بہت بڑا سہارا تھا، اس لیے ہم سب ان بزرگوں کے سانحہ ارتحال کو ملت اسلامیہ کے لیے بہت بڑا صدمہ سمجھتے ہیں۔ ایسی ہستیاں صدیوں میں بھی مشکل سے پیدا ہوتی ہیں:

عمر بہادر کعبہ و بُنت خانہ می نالد حیات تاز بزم عشق یک دانائے راز آید برون

ہم سب ان بزرگوں کے لیے دُعاے مغفرت کرتے ہیں اور بارگاہ رب العزت سے التجاء کرتے ہیں کہ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے یہ بزرگ اپنی اپنی زندگیوں میں اعلیٰ مقاصد کی راہ میں قربان کر کے ہم سے رخصت ہو کر اپنے رب عزوجل کے پاس جا پہنچے ہیں (سوانح داؤد غزنوی ص 297)

**بزرگ اسلاف کے لیے سیدنا کا استعمال:**۔ حضرت والد علیہ الرحمہ کے ہاں تشدد اور غلو نہ تھا۔ مسلک میں اعتدال تھا۔ بزرگان کرام رحمہم اللہ کے لیے لفظ سیدنا کا استعمال میں کوئی مضا لفتہ نہ سمجھتے تھے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 340)

**بزرگوں کے لیے سیدنا کے استعمال کے دلائل:**۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے انصار سے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ”قوم والی سید کم“، یعنی اپنے سید کی طرف کھڑے ہو جاؤ اور آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا ”سید اکھول اهل الجنة“ یہ دونوں جنت کے بزرگ عمر کے لوگوں کے سید ہیں (ترمذی) اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا: ”ابنسی ہذا سید“ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ (بخاری) اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں کے لیے فرمایا: ”سید اشباب اهل الجنة“ یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سید ہیں (ترمذی) اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے فرمایا: ”سیدۃ نساء اهل الجنة“ جنت کی تمام عورتوں کی سیدہ (سردار) ہیں (صحیحین) اور غلام کیلئے فرمایا: ”ان العبد اذ العبد اذ انصح سیدہ“ غلام جب اپنے آقا کی خیر خواہی کرے اور اللہ کی عبادت اچھی طرح سے کرے اسے دو گنا ثواب ہوگا (صحیحین) معلوم ہوا کہ سید کا لفظ سردار قوم، بزرگ محترم اور آقا کے معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 341)

**فرق مراتب میں ادب کا خیال:**۔ بعض لوگ توحید بیان کرتے ہوئے انبیاء اور اولیاء کا ذکر ناشائستہ انداز میں کرتے ہیں۔ حضرت رحمہم اللہ کو یہ بات بہت ناگوار ہوتی تھی، چنانچہ تعلیقات میں لکھتے ہیں:

یہ بہت اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ فرق مراتب بیان کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس طرح نہ کریں کہ اس سے ادب کے خلاف کوئی لفظ زبان پر آجائے مثلاً علم غیب کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح اگر کوئی کہہ دے کہ آپ ﷺ غیب ویب کچھ نہیں جانتے تھے (معاذ اللہ) تو یہ سوء ادب ہوگا اور آپ ﷺ کی شان میں سوء ادب کفر کی حد تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کے متعلق یہ آداب بیان فرمائے ہیں۔ ”اور اپنی آوازیں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، اس طرح ان کے روبرو زور زور سے نہ بولا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو“۔

”پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو“۔ (نور ۶۳) یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ادب اور تعظیم سے بلانا چاہیے پس یوں کہنا چاہئے مغیبات کا علم حق سبحانہ و تعالیٰ ہی کو ہے لیکن اُس نے بعض غیب کی باتوں کا علم اپنے رسول پاک ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔ یہ تو ہے تلوینیات کے متعلق۔ رہا شریعت کا علم جو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منصب سے متعلق ہے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اولین و آخرین سے بڑھ کر ہے اور وہ علوم و معارف حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مرحمت فرمائے ہیں کہ کسی انسان کی طاقت میں نہیں کہ ان سب پر حاوی ہو سکے۔ ”یار صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلہم“ (سوانح داؤد غزنوی ص 342)

**توحید خالص..... اور اپنوں سے شکوہ:**۔ ”من دون اللہ“ کے لفظ اتنے جامع ہیں کہ ان میں تمام غیر اللہ شامل ہیں۔ اس میں تمام مردوں اور زندوں کی یکساں نفی کی گئی ہے اور زندہ خداوندوں کی نفی کرنا زیادہ کٹھن ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن میں زندہ خداؤں کی نفی کا ذکر بہت شرح و بسط کے ساتھ کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی نفی کیسے کی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے نعرہ ”لا“ کیسے لگایا؟ کتنے لوگ ہیں جنہیں موحد ہونے کا دعویٰ ہے اور وہ توحید کی ابجد ہوز سے بھی نا آشنا ہیں۔ ظالم اور جاہر حکمرانوں کے خوف کے مارے ان کی زبانیں لنگ ہیں اور کلمہ حق کہتے ہوئے ہکلاتی ہیں، کتنے علماء ہیں جو اپنے آپ کو توحید کے بلند ترین مقام پر فائز سمجھتے ہیں اور پوری

ملت اسلامیہ کو حقیر جانتے ہیں اور ان کی توحید کا یہ حال ہے کہ حقیر ترین دنیوی اغراض کیلئے دنیا دار سرمایہ داروں کے گھروں کا طواف کرتے ہیں اور ان کی صحیحیں اور شامیں ان کی چالپوسی میں بسر ہوتی ہیں کیا ”من دون اللہ“ میں صرف عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ اور حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ ہی شامل ہیں؟ کیا فاسق و فاجر حکام اور دنیا دار سرمایہ دار ”من دون اللہ“ میں شامل نہیں ہیں یہ کیا منطوق ہوئی؟ توحید کا یہ تصور ان لوگوں نے اپنے جی سے گھڑ لیا ہے، کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ کی توحید تو بڑی انقلاب آفرین ہے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 345)

**روضہ اقدس ﷺ افضل ہے یا کعبہ المکرمہ:-** حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ والہانہ محبت تھی اور ان کا ذکر نہایت ادب و تعظیم سے کرتے تھے مقام رسالت بیان کرتے ہوئے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کا یہ قول مزے لے لے کر سنایا کرتے تھے۔ کسی شخص نے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ سے پوچھا کہ روضہ اطہر افضل ہے یا کعبہ؟ تو حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ان اردت مجرد الحجرة فالكعبة افضل وان اردت وهو فيها فلا والله ولا العرش وحملته ولا جنت عدن ولا الافلاك الدائرة لان بالحجرة جسد الووزن بالکونین لرجح“ (بدائع الفوائد ج ۳ ص ۱۳۵)

(اگر تمہاری مراد محض حجرہ نبوی ﷺ سے ہے تو کعبہ افضل ہے اور اگر تمہاری مراد جسد اطہر سمیت روضہ انور ﷺ سے ہے تو خدا کی قسم وہ عرش سے افضل ہے۔ حالین عرش سے افضل ہے، جنت عدن سے افضل ہے گردش کرنے والے افلاک سے افضل ہے۔ اس لیے کہ روضہ میں ایک ایسا جسد اطہر ہے کہ اگر دونوں جہانوں کے ساتھ بھی اُسے تو لاجائے تو وہ بھاری رہے)

**اہل بیت سے بے پناہ محبت و عقیدت:-** اہل بیت سے انہیں بے پناہ محبت اور عقیدت تھی۔ اپنے مقالے ”اسوۂ حسین رضی اللہ عنہ“ میں خانوادہ نبوت کی مدح و توصیف میں یوں رقمطراز ہیں: اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل بیت (رضی اللہ عنہم) کی محبت کے پاکیزہ جذبات اور مخلصانہ ولولے ایک مومن قانت اور مسلم صادق کی زندگی کی ایک قیمتی متاع ہے اور یہ صحیح ہے کہ اس محبت اور شفقگی کا سرچشمہ فی الحقیقت وہ محبت و عقیدت ہے جو اس مقدس و مطہر وجود سے متعلق ہے جس کو خدا نے تمام کائنات انسانی میں ہر طرح کی محبوبیت کے لیے جن لیا پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ جس خاندان نبوت ﷺ کو خدا نے قرآن کریم میں مخاطب کر کے ان کی طہارت اور پاکیزگی کا اعلان کیا ہو: ”انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطہرکم تطہیراً“ (سورہ احزاب)

(اے اہل بیت! خدا کو تو بس یہی منظور ہے کہ تم سے ہر قسم کی میل کچیل دور کر دے اور تم کو ایسا پاک و صاف کر دے جیسا پاک و صاف ہونے کا حق ہے)

اور جن کی عزت و عظمت کا یہ عالم ہو کہ قرآن کریم میں مسلمانوں کو ان پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہو: ”ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً“ (اللہ اور اُس کے فرشتے پیغمبر ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ مسلمانو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجتے رہو)۔

جس کی تشریح کیلئے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا ”امرنا اللہ ان نصلی علیک یا رسول اللہ فکیف نصلی علیک“ (ہمیں اللہ نے آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے ہمیں بتائیے کہ کس طرح آپ ﷺ پر درود بھیجا کریں)

آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ یوں کہو ”اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی آل ابرہیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی آل ابرہیم انک حمید مجید“ (صحیح مسلم ج اول)

اور جن کی محبت و مودت اس درجہ مطلوب اور منظور ہو کہ قرآن کریم میں اس کے لیے یوں ارشاد ہوا:

”قل لا اسئلكم علیہ اجر الا المودۃ فی القربی“

آپ علیہ السلام اس کا اعلان کر دیجئے کہ میں تم لوگوں سے تبلیغ رسالت پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا، مگر اقرباء کی محبت اور جن کے عذہ شرف



کا یہ مقام ہو کہ حجۃ الوداع کے خطبہ میں کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے ان کا ذکر کیا ہو:

”وانا تارك فيكم الثقلين كتاب الله و اهل بيته“ (میں تم میں دو بزرگ ترین چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب دوسرے اہل بیت) اور جن کی محبوبیت کا یہ حال ہو کہ آپ ﷺ ان کے متعلق فرمائیں: ”هذان ابناي وابنا بنتي اللهم اني احبها فاحبها و احب من يحبها“ (ترمذی) یہ حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ یا اللہ! میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی انکو اپنا محبوب بنا اور جو ان سے محبت کرے اس سے بھی تو محبت کر۔

اور جن کے فضل و شرف کے لیے باب کعبہ کو تمام کر آپ ﷺ نے یہ مثال دی ہو: ”الان مثل اهل بيته فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا من تخلف عنها هلك“ (مسند احمد عن ابی ذر رضی اللہ عنہ)۔ دیکھو میرے اہل بیت کی مثال تم میں کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا وہ بچ گیا جو اس سے دور رہا ہلاک ہو گیا۔ اور جن کے احترام کو قائم رکھنے کیلئے یہ وصیت فرمائی ہو۔ ”ولن يتفرقا حتى يردا على الحوض فانظروا كيف تخلفوني فيهما“ (ترمذی)

(دیکھو! کتاب اللہ اور میری اولاد (اہل بیت) دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے تا آنکہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔ پس خیال رکھنا کہ میرے بعد تم ان سے کس طرح کا سلوک کرتے ہو)

پس جس خاندان نبوت کی محبوبیت اور محمودیت کا یہ مرتبہ ہو اس کی محبت و عشق میں جتنی بھی گھڑیاں اور جتنی بھی راتیں آنکھوں میں بسر ہوں اور ان کی تعریف و توصیف میں جس قدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں، یقیناً روح کی سعادت اور دل کی طہارت اور انسانیت کا حاصل ہے (اسوہ حسین رضی اللہ عنہ ص ۶ تا ۱۱ مطبوعہ جمعیت اہلحدیث قصور۔ ضلع لاہور بحوالہ سوانح داؤد غزنوی ص 347 تا 350)

**امام حسین علیہ السلام سے عقیدت:-** حضرت امام حسین علیہ السلام کا ذکر والہانہ شیفنگی سے کرتے اور ان کی تنقیص کرنے والوں سے انہیں شدید کراہت تھی۔ امام حسین علیہ السلام سے ان کی محبت و عقیدت کا اندازہ ان کے مقالے ”اسوہ حسین رضی اللہ عنہ“ کی ابتدائی عبارت سے کیا جاسکتا ہے۔  
**اولیاء کا ادب اولیاء رحمہم اللہ سے سیکھیں!!!:-** بزرگوں کا غایت درجہ ادب فرماتے تھے اور ان کا نام نہایت احترام سے لیتے تھے۔ اگر کوئی بزرگوں کی شان میں گستاخی کرتا یا کسی امام کا نام لیتے ہوئے آداب کو ملحوظ نہ رکھتا تو سخت برہم ہوتے اور بعض حالتوں میں طبیعت اس قدر مکرر ہوتی کہ اُس آدمی سے گفتگو ہی موقوف فرمادیتے ائمہ کرام اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ کے ادب پر ہر سال دو چار خطبے ضرور دیتے تھے۔ اُنکی آواز میرے کانوں میں اب بھی گونج رہی ہے وہ مولانا روم (رحمہ اللہ) کا یہ شعر پڑھتے:

از خدا خواہیم توفیق ادب  
بے ادب محروم ماند از فضل رب  
(ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں۔ بے ادب اللہ کے فضل و کرم سے محروم ہے۔)

یہ بھی فرماتے کہ حضرت خواجہ محمد پارسا رحمہ اللہ نے وصیت کی تھی:

اندر رہ حق جملہ ادب باید بود

در ہر دم گریہ زار دریا بکششی

(اللہ کی راہ میں سراپا ادب رہنا چاہئے جب تک جسم میں جان باقی ہے تلاش جاری رہنی چاہئے اگر ہر سانس میں فیضان کے ہزاروں

دریا بھی تو پی جائے تو پھر بھی کم ہے اور ہونٹ خشک رہنے چاہئیں۔)

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کا جواب اور احترام کرتے تھے، بڑے شوق و ذوق سے بیان فرماتے۔ اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادوں کے نام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خط کی یہ عبارت سناتے: ”ایں فقیر از سرتا قدم غرق احسانہائے والد بزرگوار شماسنت۔ دریں طریق سبق الف ب را از ایشان گرفتہ است

وتمہجی حروف میں راہ را ازیشاں آموختہ“۔ (مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ص ۲۶۲ دفتر اول)  
 (یہ فقیر سے پاؤں تک آپ کے والد ماجد کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہے اور اس راستے میں ابجد ہوز بھی انہی سے حاصل کی تھی۔  
 ”اگر درمدت عمر سر خود را پانمال اقدام خدمہ عتبہ علیہ شما کردہ باشد ہیچ نہ کردہ باشد“

(مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ص ۲۶۲ دفتر اول)  
 فرماتے کہ شیخ علاؤ الدین سمنانی رحمۃ اللہ علیہ اگر چہ اپنے مشائخ سے ایک اعتبار سے آگے نکل گئے تھے۔ مگر فرماتے یہی تھے۔  
 ”اگر سر من با سماں سایید، ہنوز خاک آستانہ مشائخ من بالا باشد“ (اگر میرا سر آسمان سے بھی جاگے تو میرے مشائخ کے آستانے کی خاک بھی مجھ سے برتر ہے)

فرماتے تھے کہ بزرگوں سے اختلاف بھی کیا جائے تو نہایت ادب اور تواضع سے اختلاف کرنا چاہیے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کس قدر ادب اور سلیقے سے اختلاف رائے کا اظہار فرماتے تھے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:  
 من کمیہ خوشہ چین خرم نہائے دول ایشا نم ورنذیلے زلہ بردار خوانہائے نعم ایہنا ..... اما چہ تو ان کرد کہ حقوق خداوندی جل سلطانہ فوق حقوق ایشا نست۔ (مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ حصہ ششم، دفتر دوم، ص ۱۰۵)  
 (یہ بندہ کمینہ انہی کے روحانی خرموں کا خوشہ چین ہے اور انہی کی نوازشوں کے دسترخوان کا اُش کھانے والا ہے مگر کیا کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ان کے حقوق سے بڑھ کر ہیں)۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فقرہ بھی اکثر نقل فرماتے تھے:  
 ”بعض از بزرگان می گویند کو این بدعت حسنه است و این بدعت سنیہ است اما فقیر با ایشان موافقت نہ دارد“  
 بعض بزرگ کہتے ہیں کہ ایک بدعت حسنہ ہے اور ایک بدعت سیئہ ہے لیکن فقیر ان بزرگوں سے اتفاق نہیں کرتا)  
 (سوانح داؤد غزنوی ص 351 تا 353)

### نام کتاب :- مطالعاتی سفر ..... مصنف :- محمد اسحاق بھٹی

**وضاحت :-** حضرت مولانا فضل کریم عاصم حفظہ اللہ بانی و سابق امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث برطانیہ برمنگھم ایک جہاں دیدہ اور عالمی شخصیت ہیں آپ کا مطالعاتی سفر نامہ نہایت مقبول و معروف ہے اس کتاب کے علمی اور ادبی نکھار میں محقق العصر مولانا اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کی تائید و تصحیح نے چار چاند لگا دیئے ہیں۔ باہمی رواداری اور صوفیاء کی خدمات کا حسین انتخاب پیش خدمت ہے۔ (از مرتب اثری)  
**صوفی مولانا عبد الجبار کے جانشین :-** حضرت سید عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ نے اپنے والد بزرگ کے مشن کو محنت سے جاری رکھا اور اب غزنویہ ہندوستان میں کتاب و سنت کی تدریس اور توحید کی تبلیغ کا مرکز بن چکا تھا اور سید عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا نیک محمد صاحب رحمہ اللہ کو اپنا جانشین بنایا۔ (مطالعاتی سفر ص 112)

**صوفی بزرگ کا اشاعت اسلام میں کردار :-** 1339ء شاہ میری سلطان شمس الدین کا لقب اختیار کر کے تخت نشین ہوا اور اس نے سلطنت شاہ میری کی بنیاد ڈالی۔ وہ اصل میں سوات کا رہنے والا تھا اور راجہ سہد یو کے عہد سے مسلسل ایک سرکاری اہلکار کی حیثیت سے کشمیر میں قیام پذیر تھا۔ سلطان شمس الدین کے (1342، 1339ء) برسر اقتدار آنے سے کشمیر میں اسلام کی ضیاء پاشیوں کے با برکت دور کی ابتداء ہوئی۔ سلطان شہاب الدین شاہ میری (1373، 1345ء) کی حکومت کے زمانے میں ایران کے مشہور صوفی بزرگ حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمہ اللہ تبلیغ اسلام کی غرض سے کشمیر تشریف لائے۔ آپ رحمہ اللہ کی آمد کے ساتھ ہی کشمیر میں بدھ مت اور اسلام میں کشمکش کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ برہمنوں نے اسلامی تعلیمات کے خلاف سخت اور مؤثر محاذ قائم کیا لیکن ان کی ساری مخالفت اکارت گئی۔ اسلامی طریقے اور اخلاقی قدریں کشمیری تمدن کے جسم میں روح کی طرح پیوست ہو گئیں۔ یوں کشمیر میں ایک عظیم الشان مذہبی اور اخلاقی انقلاب کی بنیاد پڑی

جس کی تکمیل شاہ ہمدان کے فرزند سید میر محمد ہمدانی رحمہ اللہ کے ہاتھوں ہوئی (مطالعائی سفر ص 144)

**دیوبند روانگی:**۔ آگرہ کے بعد برصغیر کی مشہور ترین درس گاہ دارالعلوم دیوبند دیکھنے کا پروگرام بنایا۔ اگرچہ یہ اہل حدیث کی درس گاہ نہیں تھی لیکن علمی شہرت کے اعتبار سے اس کو نہ دیکھنا بھی سفر بھارت کے منافی تھا۔ علی الصبح مرکزی دفتر کے قریب ہی ایک ہوٹل پر ناشتہ کیا اور ٹیکسی کے ذریعہ مرکز سے بسوں کے اڈہ پر آیا دیوبند جانے والی بسوں کا اڈہ مرکز سے کوئی ڈیڑھ دو میل دور تھا۔ یہاں ایک مرکز کا ساتھی بھی راہنمائی کے لیے ساتھ آیا تھوڑی دیر اڈے پر انتظار کے بعد بس اپنی منزل مقصود کی جانب چل پڑی۔ راستے میں بہت چھوٹے چھوٹے شہر اور قصبے آئے جو میری دلچسپی کا سبب نہ تھے البتہ کافی دیر چلنے کے بعد بس ایک جگہ رکی اور مسافر چائے وغیرہ پینے لگے۔ وہاں ایک بورڈ دیکھا جس پر لکھا تھا ”نانو توتو“ ذہن میں مولانا قاسم نانوتوی صاحب رحمہ اللہ کا مقام اور شخصیت گھومنے لگی مگر کوئی آدمی ایسا نہ ملا جو اس علاقہ کے متعلق معلومات فراہم کر سکے آخر یہ سوچ کر دل کو تسلی دی کہ دیوبند میں چل کر تفصیلی معلومات حاصل کر لیں گے تھوڑی دیر بعد بس چل پڑی اور راستے میں تھانہ بھون بھی آیا اور اس وقت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت ذہن میں گھومنے لگی مگر یہاں بھی وہی بات آڑے آئی کہ ان بزرگوں کو جاننے والا کوئی نہیں کیونکہ زیادہ تر میرے ہم سفر ہندو تھے ان کو مسلمانوں کے بزرگوں اور علماء سے کیا تعلق۔ کچھ دیر چلنے کے بعد ایک چھوٹی رابطہ سڑک آئی جو مین روڈ کو چھوڑ کر شمال کی طرف مڑ گئی اس سڑک پر اندازاً آدھا گھنٹہ چلنے کے بعد قصبہ دیوبند آ گیا۔ یہ اب ایک چھوٹا سا شہر ہے قصبہ نہیں رہا۔ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ اس شہر میں آباد ہیں مگر یہ شہرت یافتہ درس گاہ دیوبند کی وجہ سے مشہور ہے آخر لاری اڈہ سے بذریعہ تانگہ دارالعلوم تک گیا اور وہاں پہنچ کر میں نے بتایا کہ میں ایک مسافر ہوں، دارالعلوم دیوبند کو دیکھنے آیا ہوں۔ مجھ سے پوچھا گیا کہ تم کہاں سے آئے ہو میں نے کہا پاکستان میرا پورا آزاد کشمیر سے، تو پھر ایک آدمی کو کہا گیا کہ ان کو مہمان خانہ میں پہنچا دو۔

میرا قیام دیوبند میں تین دن رہا جس دن پہنچا وہ دن تو آرام کیا۔ اگلے دن دارالعلوم کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ دارالعلوم کی مسجد زیادہ بڑی نہیں ہے۔ درس گاہ کی مناسبت سے چھوٹی سی مسجد کی مشرقی دیوار کے ساتھ وہ بوڑھا انار کا درخت موجود ہے جس کے نیچے بیٹھ کر بانی دارالعلوم مولانا قاسم نانوتوی صاحب رحمہ اللہ نے پڑھنا شروع کیا تھا۔ (مطالعائی سفر ص 311)

**دارالعلوم ندوۃ العلماء:**۔ یہ ایک جدید قسم کی دینی درس گاہ ہے، اس میں جدید اور قدیم دونوں علوم کی تدریس و تعلیم کا انتظام ہے۔ صبح جب میں نے اپنا تعارف کروایا تو انہوں نے بہت اچھی رہائش مجھے دی۔ مدرسہ کی عمارت کے ساتھ ہی شمال کی جانب مہمان خانہ تھا اور جو کمرہ مجھے دیا گیا، بہت ہی اچھا تھا اور یہاں اساتذہ اور طلباء دونوں میں مسلکی لحاظ سے کافی وسعت تھی، جہری نمازوں میں مدہم آواز میں بہت ہی میٹھی سی آئین کی آواز بھی آتی تھی۔

طلباء میں آزادی ہے جس مسلک سے تعلق رکھتے ہوں اس پر قائم رہ کر ندوہ کی درس گاہ میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں اور اس میں تیسرا حصہ اہل حدیث طلباء کی تعداد بھی۔ دو دن یہاں قیام رہا مگر مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات نہ ہو سکی کیونکہ وہ باہر تبلیغی دورے پر گئے ہوئے تھے اور ابھی تک واپس نہیں آئے تھے۔ ندوہ میں میری قدرے بے تکلفی جناب مولانا منظور احمد نعمانی صاحب رحمہ اللہ سے ہوئی، وہ اکثر میری آسائش کا بھی خیال رکھتے اور بہت ہی وسیع النظر تھے۔ آپ نے ایک کتاب شیعہ مذہب کے متعلق لکھی ہے، بہت ہی مدلل اور علمی کتاب ہے اور بہت ہی مفید ہے، اس میں کافی معلومات ہیں اور شیعہ کے عقائد بہت ہی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ (مطالعائی سفر ص 319)

**حضرت صالح علیہ السلام کی قبر کی زیارت:**۔ بستی سے واپس بیت المقدس آتے ہوئے ہمیں بتایا گیا کہ راستہ میں حضرت صالح علیہ السلام کی قبر ہے۔ ہم اسے دیکھنے کے لیے گئے یہ ایک اونچی پہاڑی پر ہے اور قبر کے قرب میں زیادہ آبادی نہیں ہے بلکہ ذرا ہٹ کر ایک فوجی چوکی ہے اور قبر کے ساتھ ایک چھوٹا سا مکان بھی ہے جس میں ایک فیملی رہائش پذیر تھی۔ جب ہمارا وفد قبر پر گیا تو اس مکان کے مکین ٹوکریوں میں ایک پھل فروخت کے لیے لائے۔ (مطالعائی سفر ص 474)

**متبرک مقامات کی زیارت:-** آج صبح آٹھ بجے ہی ناشتہ کر کے اور تیار ہو کر ہم اپنے راہبر کی راہبری میں بیت اللحم کی زیارت کے لیے گئے اور کوچ پر ہی راستہ میں رہنے کچھ مسلم بستیاں بھی دکھائیں۔ راستے کے ساتھ ہی مسلمانوں کا ایک بہت بڑا قبرستان آیا، اس میں ایک قبر ہمیں دکھائی گئی جس پر معمولی سی عمارت بنی ہوئی تھی کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ حضرت راحیل رضی اللہ عنہما کی قبر ہے۔ اس کے بعد ہم بیت اللحم پہنچ گئے جو القدس سے اندازاً 8 میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں پہنچ کر سب سے اول، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جہاں نماز ادا کی تھی وہاں ایک مسجد تعمیر ہے جس کا نام مسجد عمر رضی اللہ عنہ ہے اس میں گئے اور مسجد کے امام نے جو ایک عالم تھے، اس مسجد کی تاریخ یہ بتائی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس آئے، نماز کا وقت ہو گیا اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش کے ساتھ ہی، بہت بڑا چرچ تعمیر کیا تھا اس میں نماز ادا کرنے کی پیشکش کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چرچ میں نماز پڑھنے سے انکار کر دیا اور قریب ہی کوئی دو تین گز کے فاصلے پر کھلے میدان میں نماز ادا کی۔ اس جگہ پر اب یہ مسجد تعمیر کر دی گئی ہے اور اس مسجد کا نام مسجد عمر ہے۔

مسجد کے امام نے جو یہاں اسلامک یونیورسٹی میں پروفیسر بھی ہیں ہمیں بتایا کہ اس شہر میں مسلمانوں کی آبادی ستر فی صد ہے اور باقی 30 فی صد عیسائی ہیں۔

مسجد عمر کی زیارت کے بعد ہم اس مقام پر گئے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ اب یہ ایک بہت بڑا چرچ ہے اور اس کے اندر جانے کے لیے ایک بہت چھوٹا سا دروازہ ہے جس سے انسان جھک کر اندر جا سکتا ہے اور اندر ایک دو فٹ اونچا فرش بنایا گیا ہے اور ایک جگہ سے پہلا فرش بھی کھلا رکھا ہے جس کے چاروں طرف لکڑی کا جنگلا لگا ہوا ہے۔ یہ چرچ اور فرش انتہائی خوب صورت اور منقش ہے اس چرچ کو دیکھنے کے بعد ہم اس مقام تک گئے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ یہ مقام اس چرچ کے ایک کونے میں ہے۔ ہمارے کچھ ساتھیوں نے کیمرے سے اس جگہ کی تصویریں لیں اور یہ منظر دیکھ کر دل میں بہت زیادہ رقت پیدا ہوئی اور حضرت مریم علیہا السلام کی بے بسی، بے کسی اور مصیبت و مظلومیت کا وہ وقت آنکھوں کے سامنے آ گیا کہ مائی صاحبہ کو اس وقت کن مشکلات کا سامنا تھا، انسانی آبادی سے 8 میل دور کھانے پینے کی کوئی چیز پاس نہیں ہے اور نہ کوئی دوسری عورت زچگی کے وقت مدد کرنے والی موجود ہے، بچے کی پیدائش کے بعد جب مائی صاحبہ یعنی حضرت مریم علیہا السلام کو کھانے پینے کی ضرورت اور خواہش ہوئی تو قرآن پاک نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو فرمایا کہ اس کھجور کے خشک درخت کو ہلاؤ۔ جب مائی صاحبہ نے اس درخت کو ہلایا تو تازہ کھجوریں گریں جن کو حضرت مریم علیہا السلام نے کھایا۔ اس سے قبل بیت المقدس اور ہیکل سلیمانی کی زیارت کے وقت ہمارے راہنما نے ایک جگہ ہمیں بتائی تھی کہ یہ وہ مکان شرقی ہے جس جگہ حضرت مریم علیہا السلام چھوٹے بچے کو لیکر آئی تھیں۔ (مطالعائی سفر ص 480)

**حضرت خضر علیہ السلام کی بستی کی زیارت:-** اس یکمپ سے تھوڑے ہی آگے گئے تو ہمارے راہنما نے دائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام کی بستی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام اس بستی میں ہی رہتے تھے اور اس بستی کا نام الخضر ہے (مطالعائی سفر ص 481)

**مسجد وقبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیارت:-** اس طرف سے فارغ ہو کر ہم اس سڑک پر گئے جو اردن کو جاتی ہے اور اس سڑک کے کنارے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مسجد ہے اور اس کے ملحق ان کی قبر بھی ہے اس مسجد میں ہم نے ظہر کی نماز پڑھی۔ پانی کی قلت تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر دیکھی۔ (مطالعائی سفر ص 482)

**دیگر قبور کی زیارتیں:-** مسجد کے جنوبی کونہ کے متصل ہی حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت روضہ کی قبریں ہیں جو تقریباً مین سے آٹھ فٹ اونچی اور پانچ فٹ چوڑی ہوگی اور دروازے کے قریب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سائرہ رضی اللہ عنہما کی قبریں ہیں اور ان کی اونچائی چوڑائی بھی اتنی ہے اور مشرق کی جانب حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت لائقہ کی قبریں ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی دوسری بیوی جو حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ تھیں ان کی قبر بیت المقدس میں ہے اور ان قبوروں پر اور مسجد پر

# افکار ابن خلدون

مولانا محمد حنیف ندوی

ادارۃ ثقافت اسلامیہ

۲- کلب روڈ، لاہور

جملہ حقوق محفوظ

طبع ہفتم: 2004ء

تعداد: 1100

ناشر: ڈاکٹر رشید احمد (چاندھری)

ناظم ادارہ ثقافت اسلامیہ

مکتبہ جدید پریس، لاہور

قیمت: 200/- روپے

اس کتاب کی طباعت و اشاعت، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد،  
اتفاق فاؤنڈیشن، کراچی اور محکمہ اطلاعات و ثقافت، حکومت پنجاب  
کی مالی معاونت کی بدولت ممکن ہوئی ہے۔ شکریہ!

# تحریک اہلحدیث تاریخ کے آئینے میں

— مصنفہ —

مولانا قاضی محمد اسلم سیف  
— فیضان پوری —

مکتبہ قدوسیہ

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کتاب و سنت

کی

نشر و اشاعت

کے لیے

گوشیاں

اس کتاب کے  
جملہ حقوق اشاعت محفوظ ہیں  
اشاعت — 2005  
المنہاس طباعت  
انہونکے قزوینی

مکتبہ قدوسیہ

قذوسیہ اسلامک پریس

Ph: 042-7230585-7351124  
Email: qadusia@brain.net.pk  
www.qadusia.com

زمانہ اشاعت: فروری 2005ء | ادارہ: لاہور | پاکستان

نقش و نگاراب تک بالکل واضح اور نمایاں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد جہاں بیٹھتے تھے، وہ اب دس فٹ گہرا کنواں نما غار ہے اس کے منہ پر ایک ڈھلنا سا تھا اور نیچے ایک چراغ جل رہا تھا۔ (مطالعائی سفر ص 489)

مجدد نقشبندی رحمہ اللہ ہادیان دین برحق:۔ انہی لوگوں میں سے حضرت احمد سرہندی مجدد الف ثانی جیسے جید ہادیان دین پیدا ہوئے۔

(مطالعائی سفر ص 520)

### نام کتاب:۔ افکار ابن خلدون..... مصنف:۔ مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ

#### آئیں! تصوف کو علمائے اہلحدیث سے سمجھتے ہیں

**تصوف کے ابتدائی نقوش:۔** یہ بھی جملہ ان شرعی علوم کے ہے جو عصر نبوت کے بعد ظہور پذیر ہوئے۔ جہاں تک اس گروہ کا تعلق ہے جسے صوفیاء کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، ذوق عبادت کے اظہار کے لیے سلف و صحابہ کے زمانے میں بھی برابر موجود رہا۔ یعنی صحابہ و تابعین کی تاریخ میں اکثر یہ ملتا ہے کہ یہ لوگ حق و ہدایت کے اس طریق پر گامزن ہیں۔ عبادت کے لیے وقف ہیں، دنیا اور اس کے زخارف سے روگرداں ہیں اور خلوتوں میں اللہ کے ذکر سے رطب اللسان ہیں۔

لیکن دوسری صدی ہجری میں جب لوگ دنیا ہی پر ٹوٹ پڑے اور اس کی لذتوں پر والہ و شیدا ہوئے تو ایک جماعت خصوصیت سے صوفیاء کے نام سے موسوم ہوئی، جنہوں نے عبادت اور بندگی کو اپنا شعار ٹھہرایا۔

**تصوف کی وجہ تسمیہ:۔** تیسری صدی ہجری میں کہ لفظ صوفی کا اشتقاق عربیت کے نقطہ نظر سے صفایا صنف سے درست نہیں۔ نہ قیاس لغوی ہی اس کی تائید کرتا ہے۔ صوف (پشمینہ) سے بھی اس کی بناوٹ صحیح نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ ان لوگوں کا ہمیشہ صوف (پشمینہ) پہننا غیر اغلب ہے۔ ہمارے نزدیک یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ صوفی کا اشتقاق صوف ہی سے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اول اول جب دوسرے لوگوں نے لباس فاخرہ پہننا شروع کیا تو انہوں نے (پشمینہ) کو ترجیح دی تاکہ ان میں اور ان لوگوں میں امتیاز ہو سکے جن کی توجہات دینی کو دنیا کی لذتوں نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ پھر جب زہد اور مخلوق سے علیحدگی و انفراد اور عبادت و ذوق ہی ان کا شیوہ قرار پایا تو ترقیات روحانی ان کے ساتھ مخصوص ہوئیں اور یہی اختصاص ان کی پہچان ہوئی۔

**سائلک کا مطلوب..... توحید و معرفت کا حصول:۔** یہ ترقیات کیا ہیں؟ اس کی تفصیل انسان کے اس تصور سے معلوم ہوگی جو ان کے پیش نظر ہے۔ انسان کی تعریف یہ ہے کہ یہ حیوانات سے اپنے ادراکات کی وجہ سے ممتاز ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ خود یہ ادراکات کیا ہیں؟ ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نوع ان ادراکات کی ہے جن کا تعلق علوم و معارف اور یقین و ظن کی کیفیتوں سے ہے۔ اور دوسری قسم ان ادراکات پر مشتمل ہے جو حزن و فرح اور نشاط و غم کے احوال سے متعلق ہے۔ علوم و معارف کی بنیاد دلائل پر ہے اور لذت و نشاط یا فرح و غم کا احساس اس بات پر موقوف ہے کہ جو چیز احاطہ احساس میں آرہی ہے، اُس کا مزاج کیسا ہے، کیا وہ لذت آفریں ہے یا اس سے غم ابھرتا اور پیدا ہوتا ہے۔ پھر ادراکات انسانی انہی دو قسموں میں دائر و سائر نہیں بلکہ ایک قسم اور ہے جو مجاہدہ اور ریاضت کی رہن منت ہے، اور یہ ادراکات بھی اسی طرح نشاط و فرحت کا باعث ہوتے ہیں جس طرح یہ سابق الذکر ادراکات۔ یعنی ایک طالب و سائلک جب ریاضت کرے گا اور عبادت و ذوق میں قدم بڑھائے گا تو لامحالہ اس پر مسرت و شادمانی کے دروازے کھلیں گے اور ایک مقام سے دوسرے مقام تک روح کی پرواز ہوگی، یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے بالآخر سائلک توحید و معرفت کی اس سرحد تک پہنچ جائے گا جو مطلوب اور غایت اصلی ہے۔

**توحید و معرفت میں کمی کی وجہ:۔** اعمال، مجاہدہ اور ریاضت کے بعد ان مراتب و نتائج کا حصول اتنا ضروری ہے کہ اگر سائلک ان سے محروم رہے تو یہ جان لے کہ کہیں نہ کہیں مجاہدہ و ریاضت میں خلل واقع ہو گیا ہے۔ فقہاء اور صوفیاء میں اعمال کے اعتبار سے ایک باریک

فرق ہے فقیہ اعمال کو اطاعت و امتثال کی ترازو پر تولتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ آیا عبادات صحیح طریق سے ادا ہو پائیں یا نہیں۔  
صوفیاء عبادت کو اذواق و مواجید کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ روح کو ان سے لذت و ارتقاء نصیب ہوا یا نہیں۔ گویا ان کا طریق سراسر محاسبہ نفس کا طریق ہے۔  
نفس و روح کا یہ ارتقاء جاری رہتا ہے اور سالک کے سامنے ایک مقام کے بعد دوسرا مقام آتا رہتا ہے، جسے یہ مجاہدہ و ریاضت سے یکے بعد دیگرے ان کو طے کرتا رہتا ہے۔

**اصلاحات صوفیاء مشہور ہونے کی وجہ:-** اہل تصوف کے کچھ اپنے مخصوص آداب ہیں اور متعین اصطلاحات ہیں جن کا ان میں زیادہ رواج ہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کبھی نئے معانی کا ظہور ہوگا، ہم مجبور ہوں گے کہ ان کے لیے کوئی ایسی اصطلاح وضع کریں جو ان کو پوری طرح ادا کر سکے۔ صوفیاء کو چونکہ مجاہدہ اور محاسبہ نفس کے سلسلے میں نئے نئے اذواق و مواجید کی طرف بڑھنے اور ترقی کرنے کا موقع ملا اور عجیب عجیب کیفیتوں کا سامنا کرنا پڑا، اس لیے ان کے ہاں الگ قسم کی اصطلاحات چل پڑیں۔  
پھر جب علوم کی تدوین ہوئی اور فقہائے فقہ نے اصول، اور کلام و تفسیر پر باقاعدہ کتابیں لکھنا شروع کیں تو اس مسلک کے لوگوں نے بھی قلم اٹھایا اور تدوین اور تالیف کی طرح ڈالی۔

قتیری رحمہ اللہ نے تو ”کتاب الرسالہ“ اور سہروردی رحمہ اللہ نے ”عوارف المعارف“ میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ زہد و ورع کیا چیز ہے؟ محاسبہ نفس کا کیا تقاضا ہے؟ اور اخذ و ترک یا امر و نہی میں کیونکر اقتداء کی جائے؟ لیکن غزالی رحمہ اللہ نے ”احیاء“ میں ان مضامین پر اضافہ کیا۔ انھوں نے جہاں زہد و ورع کی حقیقتوں کو بیان کیا، وہاں ان کی اصطلاحات سے بھی بحث کی اور یہ بھی بتایا کہ اس گروہ کے سنن و آداب کیا ہیں؟ گویا وہ چیز جو محض طریق عبادت و زہد سے تعبیر تھی اس نے اب علم و فن کی شکل اختیار کر لی۔

ریاضت و مجاہدہ کی ایک ہی لگی بندھی شکل نہیں۔ چونکہ تعلیم و تربیت کے انداز اس گروہ میں مختلف رہے ہیں۔ ریاضت کی بھی کوئی ایک شکل نہیں جو متفق علیہ ہو۔ غرض بہر آئینہ یہ ہے کہ قوائے جسمیہ کے تقاضوں کو ختم کر دیا جائے اور روح کو اس کی صحیح غذا بہم پہنچائی جائے۔ پھر جب یہ ہو لیتا ہے کہ روح اپنی غذا کو پالے تو موجودات کا کوئی گوشہ بھی اس کی دسترس سے باہر نہیں رہتا اور انہماک تا بہ سماک ہر چیز کی حقیقت اس پر کھل جاتی ہے۔ (اذکار ابن خلدون 240)

**مسائل تصوف کا صحیح تجزیہ:-** ان اقوال پر اکثر فقہاء اور اہل فتویٰ نے اعتراض کیا ہے اور ان کے مسلک کے تمام متعلقات کا رد کیا ہے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کے بارے میں گفتگو کرتے وقت اس چیز کا خیال رکھنا چاہیے۔ کہ یہاں چار چیزیں بالکل الگ الگ ہیں جو علی الترتیب تفصیل کی منتفی ہیں۔ مثلاً:

(1) مجاہدات اور ذوق و وجد جو اس سے حاصل ہوتا ہے اور روزمرہ کی عملی زندگی میں محاسبہ نفس جس سے کہ انسان ذوق سے بہرہ مند ہو سکتا ہے۔ (2) کشوف اور حقیقت مد رکہ جس کا پورے عالم غیب سے لگاؤ ہے، یعنی صفات ربانی کی پردہ کشائی، عرش و کرسی کے اسرار، ملائکہ و وحی کی بحث، نبوت و روح کا معاملہ ترکیب اور ترتیب وجود کا علم وغیرہ۔ (3) تصرفات جو کرامات کے قبیل سے ہیں۔ (4) شطیحات جن کو ظواہر پر محمول کرنے سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور اختلاف رائے ابھرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ انھیں ناپسند کرتے ہیں اور کچھ اس لیے ان کی تحسین کرتے ہیں کہ ان کی ایک عمدہ تاویل ہو سکتی ہے۔

**مجاہدات، کشف و کرامات کا ثبوت:-** مجاہدات پر کوئی گرفت نہیں۔ کشوف کے بارے میں ایک الجھاؤ۔ کرامات کا انکار مکارہ ہے اور شطیحات قابل تاویل ہیں۔

اب جہاں تک مجاہدات اور محاسبہ نفس کا تعلق ہے اور ان اذواق و کیفیات کا تعلق ہے جو اس کا لازمی نتیجہ ہیں تو اس پر کوئی گرفت نہیں، ان

کا حصول یقیناً بہت بڑی سعادت ہے۔

کشوف وغیرہ میں الجھاؤ یہ ہے کہ حقائق اشیاء کو جس پیرایہ میں دیکھا جاتا ہے وہ سراسر وجدانی ہے اور الفاظ کا جامہ چونکہ صرف محسوسات ہی کیلئے بنایا گیا اس لیے تعبیر میں ایک طرح کے تشابہ کا پیدا ہو جانا ایک قدرتی عمل ہے، لہذا اس بارے میں ان حقائق تک ٹھیک ٹھیک رسائی وہی شخص حاصل کر سکتا ہے جو اس وجدان سے مالا مال ہو۔ فاقد الوجدان کو یہاں بہر آئینہ معذور ہی سمجھا جائے گا۔ کرامات کا انکار بھی مکابرہ میں داخل ہے، کیونکہ اکابر صحابہ اور اکابر سلف سے ان کے صادر ہونے کا ثبوت برابر ملتا ہے۔

**شطحیات یعنی کلمات سکر قابل تاویل ہیں:-** رہا شطحیات کا سوال جس پر کہ اہل شرع کا زیادہ مواخذہ ہے تو اس ضمن میں اس نکتے کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو عالم حس سے کوسوں دور رہتے ہیں اور اس عالم غیب و سکر میں ایسے ایسے واردات سے دوچار ہوتے ہیں کہ جن کو بیان کرنے کیلئے الفاظ کا جامہ تنگ ثابت ہوتا ہے، اس لیے ان کو اس باب میں مجبور اور معذور ہی خیال کرنا چاہئے، لیکن اگر کوئی شخص ان میں ایسا ہو کہ اس کے علم و فضل کا چرچا ہو اور یہ معلوم ہو کہ اطاعت و پیروی میں اس کا ایک مقام ہے تو اس کے الفاظ کیلئے عمدہ مہمل ڈھونڈنا چاہئے۔ اور اگر اس کے علم و فضل اور اطاعت سے متعلق کچھ معلوم نہ بھی ہو تو اس کی تاویل کرنا چاہئے بشرطیکہ کوئی چیز موجب تاویل ہو۔ اگر تاویل نہ ہو سکتی تب البتہ اس سے مواخذہ کرنا چاہئے۔

سلف اور اکابر صوفیاء کو کشوف وغیرہ سے کوئی سروکار نہ تھا۔ ان کا وطیرہ صرف اطاعت اور پیروی کرنا تھا۔ جہاں تک سلف کا تعلق ہے ان کو اس سے کوئی شغف نہ تھا۔ ان کا کام محض یہ تھا کہ شریعت کی پیروی میں لگے رہیں اور سوائے اتباع و اقتداء کے اور کسی چیز سے واسطہ نہ رکھیں۔ ان کا خیال تھا کہ ادراک کی نوعیت ارتقاء و تقرب کی راہوں میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے، اس لیے نہ صرف یہ کہ یہ اپنے کشوف دوسروں پر ظاہر نہیں کرتے تھے بلکہ ان پر غور و خوض کرنے سے بھی منع کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ کس کس حقیقت کو جانئے۔ اللہ کی مخلوق کا حال یہ ہے کہ حد و شمار سے باہر ہے، اس لیے اچھا یہی ہے کہ جس طرح عالم حس میں کشف سے پہلے اطاعت و پیروی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں، اسی طرح کشوف کے بعد بھی اسی کو اپنا نصب العین ٹھہرائے رکھیں۔ اسی کی یہ تلقین کرتے تھے اور مرید و سالک کیلئے یہی زیبا بھی ہے۔

### نام کتاب:- تحریک اہل حدیث، تاریخ کے آئینے میں ..... مصنف:- قاضی محمد اسلم سیف

#### تاریخ کے چند نامور علماء و صوفیاء کا تذکرہ

امام مالک رحمہ اللہ کا عظیم کارنامہ:- محدثین کرام رحمہم اللہ نے دین کی حفاظت کے سلسلہ میں مختلف طریقے اختیار کئے اور اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں نہایت عمدہ طریقے سے ادا کیں۔ محدثین رحمہم اللہ نے دین کی حفاظت و صیانت اور تبلیغ و اشاعت میں جو طریقے اختیار کئے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) پہلا طریقہ یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو کتابوں میں محفوظ کیا۔ اور سب سے پہلے یہ کام حضرت امام مالک رحمہ اللہ علیہ (متوفی 179ھ) نے انجام دیا۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ نے اپنے شاگردوں کو ایک مجموعہ حدیث لکھوایا اور اس کا نام ”موطا“ رکھا۔ موطا کا معنی ایسا راستہ جس پر لوگ چل رہے ہوں۔ وہ راستہ لوگوں نے اپنے پاؤں سے روندنا ہو۔ اس سے مراد امام مالک رحمہ اللہ کی وہ سنت رسول ﷺ ہے جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ کی جماعت عمل کر رہی تھی۔ یعنی ایسی شاہراہ اعظم جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ و تبع تابعین نے بالعموم مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے باشندوں نے خصوصی طور پر عمل کیا ہو۔ (تحریک اہل حدیث ص 77-78)

شیخ علی بن حسام الدین اہمقی:- شیخ علی بن حسام الدین اہمقی رحمہم اللہ صوبہ گجرات میں مسلک اہلحدیث کے بانیان میں شمار ہوتے ہیں یہ 885ھ میں برہان پور میں پیدا ہوئے پھر ملتان میں شیخ حسام الدین اہمقی رحمہم اللہ کے ہاں دو سال رہ کر علوم کی تکمیل کی۔



عالمیاً ”لمتقی“ کا لقب انہیں استاذ کی نسبت سے حاصل ہوا۔ پھر حجاز مقدس پہنچ کر وہاں کے شیوخ سے استفادہ کیا۔ جن میں ابن حجر مکی، شیخ ابوالحسن بکری اور شیخ محمد بن محمد سخاوی رحمہم اللہ زیادہ مشہور ہیں آپ کے تلامذہ میں شیخ محمد طاہر پٹنی، شیخ عبدالوہاب متقی، شیخ محمد بن فضل اللہ برہانپوری رحمہم اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حدیث کا معروف دائرہ المعارف جو ”کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال“ کے نام سے مشہور ہے آپ کی ہی تصنیف ہے جو علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی ”جمع الجوامع“ اور ”الجامع الصغیر“ کی تہذیب و تہذیب ہے جن کے بارہ میں انہی کے شیخ ابوالحسن شافعی رحمہ اللہ کا قول معروف ہے کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا تمام علماء پر احسان ہے اور علامہ علی متقی رحمہ اللہ کا علامہ سیوطی رحمہ اللہ پر احسان ہے۔ (شذرات اخبار بحوالہ پاک و ہند میں اہلحدیث کی خدمات بحوالہ تحریک اہلحدیث ص 147)

**وضاحت :-** آپ کی پیدائش ۱۲۸۰ء اور وفات ۱۵۶۷ء ہے والد کا نام عبدالملک ابن قاضی خاں المتقی، القادری الشاذلی، المدینی، چشتی ہے۔ آپ کے پہلے مرشد شاہ باجن رحمہ اللہ تھے انکے انتقال کے بعد شیخ عبدالکحیم ابن شاہ باجن رحمہما اللہ سے سلسلہ چشتیہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا اسکے بعد شیخ محمد بن محمد بن محمد سخاوی رحمہ اللہ سے سلسلہ قادریہ میں خرقہ قادریہ اور قطب وقت شیخ نور الدین ابوالحسن علی الحسن شاذلی رحمہ اللہ سے سلسلہ شاذلیہ میں، شیخ ابو مدین شعیب مغربی رحمہ اللہ سے سلسلہ مدنیہ کا خرقہ حاصل کیا۔ تصنیفات کی تعداد سو سے زائد ہے۔ ساکان طریقت اور طالبان آخرت کیلئے بہت ساعلمی ذخیرہ آپ رحمہ اللہ نے یادگار چھوڑا ہے۔ آپ رحمہ اللہ کی پہلی تصنیف ”تبیہ الطریق“ جس کی تصنیف کے وقت آپ رحمہ اللہ کو غیب سے الہام ہوتا تھا۔ دوسری معرکۃ الاراء کتاب ”حکم کبیر“ ہے جس میں تصوف کے تمام مسائل کا خلاصہ لکھا ہے۔ آپ رحمہ اللہ اپنی اس کتاب کے بارے میں خود فرمایا کرتے تھے کہ تصوف کا جو مسئلہ لوگ تم سے پوچھیں وہ اس کتاب میں دیکھ کر ان کو جواب دے دو۔ شیخ ابن حجر مکی رحمہ اللہ (جو آپ کے سابقہ استاد تھے) آپ رحمہ اللہ کے کمالات کی بدولت شاگرد و مرید بھی بنے اور آپ رحمہ اللہ سے خرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔ (شیخ کی متصوفانہ زندگی کی تفصیل دیکھنے کیلئے ”اخبار الاخیار“ تالیف شیخ عبداللحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا مطالعہ کیجئے)۔ (از مرتب اثری)

**شیخ محمد طاہر محدث پٹنی رحمہ اللہ :-** شیخ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ (متوفی 986ھ) پٹن ضلع احمد آباد گجرات بھارت میں پیدا ہوئے۔ پٹن سے مراد پاکستان کا پاک پٹن نہیں۔ اس پاکستان کو تاریخ میں اجدوہیا کہتے ہیں۔ یعنی اس کا پرانا نام اجدوہیا ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو احمد آباد کے قریب واقع ہے اور اب بھی اس نام سے وہ مشہور ہے۔ اسی پٹن کو معرب کر کے فتن کہتے ہیں اور اسی نسبت سے شیخ محمد بن طاہر رحمہ اللہ فتنی کہلاتے ہیں۔ شیخ موصوفی کا شیخ علی متقی رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتا ہے۔ شیخ کے حدیث کا فیضان اور اثرات پورے صوبہ گجرات پر حاوی تھے۔ شیخ محمد بن طاہر رحمہ اللہ کی ”مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار“ تذکرۃ الموضوعات فی قانون الموضوعات اور ”مغنی فی اسماء الرجال“ مشہور تصانیف ہیں۔ ان کی تصنیفات کے مطالعہ سے ان کی طبیعت میں تقلید و جمود کے برعکس تحقیق اور اتباع سنت کا رجحان عیاں ہوتا ہے۔ (تحریک اہل حدیث ص 147)

**وضاحت :-** آپ رحمہ اللہ شیخ علی متقی رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ اپنی کتابوں کی دیباچوں میں مرشد کی بے انتہا تعریف سپرد قلم کی ہے، آپ رحمہ اللہ کا دستور تھا کہ اپنے پیر مرشد رحمہ اللہ کی وصیت کے مطابق اپنے ہاتھ سے روشنائی بنا کر طالب علموں کو مفت دیا کرتے تھے۔ پڑھاتے وقت بھی زبان سے پڑھاتے اور ہاتھ سے اکثر و بیشتر روشنائی گھونٹا کرتے اور کہتے ہاتھوں کو بھی کام میں لگا رہنا چاہیے۔ (از مرتب اثری)

**شیخ عبداللحق محدث دہلوی رحمہ اللہ :-** شیخ عبداللحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی 1052ھ) بن سیف الدین بخاری رحمہ اللہ نے

اس شہر (دہلی) میں آنکھیں کھولیں اور علوم میں دسترس حاصل کی۔ اور دارالسلطنت دہلی میں اپنی مسند بچھا کر حدیث کے فروغ کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا۔ اپنی ذہنی صلاحیتیں، دماغی قابلیتیں اور لسانی توانائیاں حدیث کی تدریس اور فروغ کے لئے وقف فرمائیں، بے شمار خلق خدا نے ان سے استفادہ کیا اور بہت سے علماء کرام نے آپ کے درس حدیث سے تکمیل کی۔ حدیث کے فن میں اور ان کی ذات سے خلق خدا کو بہت نفع پہنچا آپ رحمہ اللہ نے اپنے پیش رو علماء سے حدیث میں بہت زیادہ جدوجہد کی۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے یہاں تک کہا کہ ہندوستان میں فن حدیث کو لانے والے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ہیں۔ یہ بات قطعی غلط ہے اور تاریخ اس کی صحت ماننے سے منکر ہے۔ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے ”مشکوٰۃ“ کی شرح پہلے ”اللمعات“ لکھی۔ پھر اس میں مزید اضافہ کر کے ”اشعة اللمعات“ لکھی۔ علماء اولیاء کے حالات پر ”اخبار الاخیار“ تصنیف کیں۔

(حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص 43 بحوالہ تحریک اہل حدیث ص 150)

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس وقت مسند تدریس بچھائی جس وقت شمالی ہندوستان علم حدیث سے تقریباً خالی ہو چکا تھا اور ان کی حدیث کی اس روشن کردہ شمع سے طلباء پروانہ دار وہاں جمع ہونے لگے اور شمالی ہندوستان میں بھی حدیث کی تدریس جاری ہو گئی اور حدیث کا مرکز نقل گجرات سے منتقل ہو کر دہلی آ گیا، اور دہلی سے قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی دنواڑ صدائیں آنے لگیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے درس کا غلغلہ بلند ہو گیا (حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ص 43 بحوالہ تحریک اہل حدیث)

**وضاحت:-** آپ رحمہ اللہ نے ابتدائی روحانی تعلیم و تربیت اپنے والد مولانا سیف الدین رحمہ اللہ سے حاصل کی سلسلہ قادریہ کے مشہور بزرگ حضرت سید موسیٰ گیلانی رحمہ اللہ سے آپ رحمہ اللہ کو بہت عقیدت تھی ۶ شوال ۹۸۵ھ میں ان سے بیعت ہوئے اور خلافت سے نوازے گئے، شیخ عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ سے بھی سلوک و طریقت کی چاشنی حاصل کرتے رہے اور آپ رحمہ اللہ ہی کی زیر نگرانی فریضہ حج کے بعد حرم کے ایک حجرہ میں عبادت و ریاضت کرتے رہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بھی بیعت اصلاح کی۔ تصنیفات کی تعداد ساٹھ سے زائد ہے۔ سلوک و تصوف کی مشہور کتابیں یہ ہیں (۱) توصیل المرید الی المراد بہ بیان (۲) شرح فتوح الغیب۔ (۳) مرجع البحرین۔ (۴) نکات الحق و الحقیقت۔ (۵) اخبار الاخیار فی احوال الابرار۔ (۶) آداب الصالحین۔ حضور ﷺ کی ذات گرامی سے آپ رحمہ اللہ کو عشق تھا جب دیا محبوب میں پہنچتے تو ہر ہنہ پا ہو جاتے۔ (از مرتب اثری)

**محبوب سبحانی نقشبندی کی عظمت و استقامت:-** ابوالفضل فیضی اور ان کے والد ملا مبارک کی بے دینی سے مغلیہ بادشاہ اکبر کے دربار میں سجدہ تعظیمی واجب کیا گیا عرشی فرشی سلام کو لازم ٹھہرایا گیا، انبیاء علیہم السلام کی مشترکہ سنت ”ختنہ“ کو ممنوع قرار دیا گیا۔ بچوں کے نام محمد اور احمد رکھنے پر بندش لگا دی گئی۔ گائے کا ذبیحہ حرام قرار دیا گیا۔ خنزیر کا گوشت حلال ٹھہرایا گیا۔ اکبر کے دین الہی کا فتنہ برپا کیا گیا۔ عملاً توحید و سنت کے خلاف بغاوت کی گئی۔ بے شمار مشرکانہ اور ہندووانہ رسوم ہندوؤں کی رعایت سے جاری کی گئیں۔ محبوب سبحانی شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے مغلیہ شہنشاہوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور ”افضل الجہاد من قال کلمۃ حق عند سلطان جائر“ کا حق ادا کرتے رہے ان کی بے مثال قربانی اور عظمت استقامت سے اللہ تعالیٰ نے یہ تمام شرکیہ رسوم ہند کروادیں اور مغلیہ شہنشاہوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا اور شیخ مجدد رحمہ اللہ خالص توحید کے علمبردار اور تمسک بالسنہ کی دعوت کی بدولت اس ابتلاء سے سرخرو ہو کر نکلے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ نورالحق رحمہ اللہ (متوفی 1072ھ) نے اس علم کی نشر و اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔

(تحریک اہل حدیث ص 152)

**حضرت مجدد الف ثانی نقشبندی رحمہ اللہ کی تاریخ ساز شخصیت:-** ایسے تیرہ و تار ماحول میں جبکہ ہر طرف کفر و ضلالت، رسم

ورواج بدعات و سببناات اور فواحش و منکرات کی آندھیوں بلکہ طوفانوں میں 971ھ کو بروز جمعہ نصف شب 14 شوال کو ایک عہد ساز، نابغہ عصر شخصیت نے جنم لیا۔ جس کو عرف عام میں شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمہ اللہ کہا جاتا ہے۔ جن کا لقب بدرالدین اور کنیت ابوالبرکات اور خاندانی نسب نامہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

جب ظلمت و تاریکی بڑھ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ آفتاب عالم تاب کو طلوع ہونے کا حکم دیتے ہیں۔ جس سے رات کی تاریکی چھٹ جاتی ہے۔ اور دن کی روشنی چار دانگ عالم میں پھیل جاتی ہے۔ مسلمہ اصول ہر فرعون راموسی کے تحت کفر و ضلالت کی تاریکیوں کو ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ایسی عبقری زماں شخصیت کو پیدا کر دیتا ہے کہ وہ استقامت کا پہاڑ بن کر باطل کے سامنے سینہ سپر ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں پیغمبرانہ اوصاف و دیعت فرماتے ہیں۔ وہ باطل کے طوفانوں میں بھی چراغ حق روشن کرتے ہیں۔ تلوار کی دھار پر کلہ حق کہنے میں وہ اپنی سعادت اور نجات سمجھتے ہیں فطری بات یہ ہے کہ جتنے حالات سنگین ہوں گے ماحول خوفناک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کے مقابلہ کے لئے بھی ایسی بہادر، اولوالعزم، اشجع، مخلص، راستباز شخصیتوں کو جنم دیتے ہیں۔ تاکہ ہواؤں کا رخ موڑا جاسکے۔ طوفانوں کا مقابلہ کیا جاسکے۔ اور کلمہ حق کی پشتپانی کی جاسکے۔ اکبر اعظم کا دور انتہائی خوفناک اور سنگین دور تھا۔ بڑی بڑی شخصیتیں خوف و ہراس سے سہمی ہوئی تھیں۔ اور ان میں مصلحت بینی گھر کر چکی تھی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ دس سال کی عمر میں انہوں نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ والد صاحب سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد سیالکوٹ آگئے۔ سیالکوٹ میں مولانا کمال الدین کشمیری رحمہ اللہ سے بعض کتابیں بڑی تحقیق اور تدقیق سے پڑھیں اور حدیث کی کتابیں اس وقت کے بہت بڑے محدث مولانا محمد یعقوب کشمیری رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ حصول علم سے فراغت کے بعد تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اور اپنے والد محترم رحمہ اللہ کی مسند کو فروغ بخشا (حیات مجدد ص ۲، ۳) اور یہ تمام منزلیں آپ مولانا نے سترہ سال کی عمر میں طے کر لیں۔ (تحریر: اہل حدیث، ص 166)

**حضرت مجدد نقشبندی کا حکیمانہ فیصلہ:-** شیخ مجدد رحمہ اللہ نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں اس کی سنگینی اور اکبر بادشاہ کی اس میں دلچسپی کو دیکھا تو حالات کا جائزہ لیا، علماء کے ذہنوں کو پڑھا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ زیر زمین تحریک شروع کی جائے۔ حکومت کے اعضاء و جوارح سے راہ و رسم پیدا کی جائے۔ ان سے ربط و تعلق کو بڑھایا جائے۔ ان کے ذہنوں کو صاف کیا جائے اور ان کو اکبر بادشاہ کے الحاد و زندقہ سے باخبر کیا جائے۔ اسلام کی مظلومیت، اسلام کی صداقت ان پر واضح کی جائے۔ تاکہ دینی انقلاب کا آغاز ذمہ داران حکومت اور خواص سے شروع ہو۔ شیخ مجدد رحمہ اللہ خوب سمجھتے تھے کہ ایک تو میں ابھی نو عمر ہوں شاید میری بات اتنی مؤثر نہ سمجھی جائے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ اس الحاد و زندقہ کا بانی خود اکبر اعظم اور اس کے علماء سوء ہیں۔ ملاں مبارک، ابوالفضل اور فیضی کا بادشاہ کو گمراہ کرنے میں ایک خصوصی کردار ہے۔ کیونکہ یہ بے دین مولوی اکبر کو علماء سے بیزار کر چکے ہیں۔ اسے اسلام کا باغی بنا چکے ہیں۔ اسے مجتہد مطلق قرار دے چکے ہیں اور اکبری ہنوت کو دین اسلام گردان کر چکے ہیں، اس گمراہی کو پھیلانے کے جواز میں اس کے ذہن میں مخلوط حکومت کا سیاسی نکتہ ڈال چکے ہیں۔ اب اکبر سے براہ راست محاذ آرائی کے بجائے حکیمانہ انداز میں اونچے سرکاری حلقوں سے روابط بڑھانا ضروری ہیں۔ تاکہ ان کے جانشین کے زمانے میں اسلامی اور دینی انقلاب پوری کامیابی سے برپا کیا جاسکے۔ علماء سوء اسلام کے فرائض کو ساقط قرار دے چکے تھے۔ بعض مولوی حج کی فرضیت کے ختم ہونے کے دعویدار تھے۔ (حیات مجدد ص 27)

علماء سوء کا کیا کردار تھا اس کا اندازہ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کے اس اقتباس سے فرمائیے کہ علماء میں اچھے لوگ بھی موجود تھے لیکن ان کی کوئی پیش نہیں چلتی تھی۔ غازی خاں بدخشی نے کہا کہ بادشاہ کو سجدہ کرنا جائز ہے۔ علماء نے کان کھڑے کئے۔ غل مچایا، گفتگو کے سلسلے پھیل کر لچھے، معترض مسلمانوں کے جوش نہ دم لیتے تھے، نہ لینے دیتے تھے، سجدہ تعظیمی کے جواز کے طرف دار بڑی ملائمت سے انہیں روکتے تھے۔ اور اپنی بنیاد جمائے جاتے تھے۔ کہتے تھے کہ اپنے عہد سلف پر نظر کرو امت ہائے قدیم کو دیکھو، وہ عموماً اپنے بزرگوں کے سامنے

تھہ عجز و نیاز سمجھ کر ادب سے پیشانی زمین پر رکھتے تھے۔ مثلاً ملائکہ نے سجدہ حضرت آدم علیہ السلام کو کیا تھا۔ جواب ظاہر ہے کہ سجدہ تعظیمی، باپ اور بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کیوں کیا تھا؟ (جواب تھا ادب پیش کیا تھا نہ کہ پرستش و بندگی) (تذکرہ مولانا ابولکلام آزاد) شیخ صاحب لکھتے ہیں داڑھیاں منڈوانے کے متعلق شیخ امان پانی پتی کے ایک بھتیجے ملاں ابوسعید نے فتویٰ دیا۔ وہ اپنے عم بزرگوار کے کتب خانے سے ایک کرم خوردہ کتاب لے کر تشریف لائے۔ اس میں سے حدیث دکھائی کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ آئے ان کا بیٹا ساتھ تھا۔ اس کی داڑھی منڈی ہوئی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے دیکھ کر فرمایا کہ اہل بہشت کی ایسی ہی صورت ہوگی۔ بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے ان علماء نے ایسے ایسے فتوے صادر فرمائے۔ (حیات مجدد ص 68 بحوالہ رد و کوثر ص 25)

**چار طریقے:-** اندریں حالات شیخ مجدد رحمہ اللہ نے سوچا کہ اس سخت گھٹن کے ماحول میں مسلسل جہد و جہد کی جائے اور آہستہ آہستہ حالات کا رخ پھیر دیا جائے اس کے لئے انہوں نے درج ذیل چار طریقے اختیار کئے۔

اولاً۔ اپنے مریدوں اور تلامذہ کی ایک بہت بڑی تعداد کو تیار کر کے دین کی تبلیغ کے لئے آمادہ کیا۔ انہیں حکم دیا کہ ملک میں پھیل کر اسلام کی تبلیغ کریں۔ سنت کا مقام بیان کریں۔ اور لوگوں کو اتباع سنت کی دعوت دیں۔ اور لوگوں سے کہو کہ دائرہ شریعت میں واپس آ جاؤ کیونکہ اسی میں نجات ہے۔ یہ موثر طریقہ تبلیغ اندرون ہند اور بیرون ہند پورے زوردار طریقے سے اختیار کیا گیا۔

ثانیاً۔ ملک اور بیرون ملک کی نامور شخصیتوں سے مراسلت کا سلسلہ شروع کیا اور ان کی کثرت نے اس کی اشاعت کو پسند کیا۔ خطوط میں مذہبی حقائق پر بحث ہوتی تھی اور اتباع سنت پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔

ثالثاً۔ شیخ مجدد رحمہ اللہ نے کہا دربار شاہی کے بڑے بڑے امراء کو اپنا مرید بنایا جائے۔ اور ان کے ذمہ لگایا جائے۔ کہ وہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں اسلامی انقلاب کو آگے بڑھائیں اور بادشاہ کے قلب (دل) کو بدلنے کی کوشش کریں۔

رابعاً۔ جب اکبر کا 1034ھ میں انتقال ہو گیا اور جہانگیر تخت نشین ہوا تو شیخ احمد رحمہ اللہ نے کھلم کھلا جہد و جہد شروع کر دی۔ اور لوگوں سے یہ عہد لیا کہ خلاف اسلام احکام شاہی کو ہرگز تسلیم نہ کریں۔ اور اس جہد و جہد کو شاہی فوج تک وسعت دی گئی۔ ان کا یہ طریق کار ان کے مکتوبات سے اخذ کیا گیا (حیات مجدد ص 49 بحوالہ تحریک اہل حدیث ص 169)

**تعلیمات مجدد نقشہ بندی:-** ہم چاہتے ہیں کہ شیخ مجدد رحمہ اللہ کے مکتوبات سے ان کی تعلیمات اور ارشادات کا خلاصہ بالکل اختصار کے ساتھ درج کر دیں تاکہ تعلیمات مجددیہ کو سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے:

- (1) ہر بدعت سنت کو دور کرنے والی ہے خواہ وہ حسنہ ہو یا سیئہ (مکتوبات دفتر اول ص 184)
- (2) طریقت کی ضرورت اس لئے ہے کہ شرعی تکلیفات کو بجالانے میں آسانی ہو اور استدلالی یقین کشف سے بدل جائے اور اطمینان نصیب ہو مشاہدے اور مکاشفہ شرع کے خلاف ہوں تو انہیں نیم جو کے بدلے میں قبول نہیں کرنا چاہیے۔ (مکتوبات)
- (3) جو کچھ اعتبار کے لائق ہے وہ کتاب و سنت ہے جو حقیقی قطع سے مقرر ہوئے ہیں۔ علماء کا اجماع اور اجتہاد مجتہدین بھی ان دو اصولوں سے رجوع کرنا ہے۔ ان کے علاوہ جو کچھ ہو خواہ صوفیاء کے معارف ہوں یا ان کے کشف والہام اگر ان اصولوں کے موافق ہوں تو مقبول ہیں ورنہ مردود (مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر 218 بنام ملاں طاہر بدخشی)
- (4) شریعت کے تین جز ہیں علم، عمل اور اخلاص۔ طریقت اور حقیقت شریعت کی تیسری جز یعنی کامل کرنے میں اخلاص کے ساتھ شریعت کے خادم ہیں۔ (مکتوبات)

(5) وہ معارف جو کشف والہام کے بغیر بیان کئے جائیں سراسر افتراء اور بہتان ہیں معارف کا کمال یہ ہے کہ وہ شرع کے ہمنوا ہوں (مکتوبات امام ربانی)

شیخ مجدد رحمہ اللہ براہ راست کتاب و سنت سے استفادہ کے علمبردار اور داعی تھے حج بیت اللہ اور حرمین کی زیارت نے ان پر حدیث و سنت کا رنگ چڑھا دیا تھا شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی اس زوردار تحریک سے جہاں بدعتیوں، رافضیوں، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منکروں اور دین کے دشمنوں کی کمر ٹوٹ گئی وہاں حدیث و سنت کا فروغ اسی خالص دینی تحریک کے برگ و بار ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی مخلصانہ مساعی جرات، حوصلہ، تحمل، استقامت اور اخلاص کی بدولت تقریباً ایک صدی تک ان کے اثرات زندہ و باقی رہے۔ (تحریک اہل حدیث ص 175)

### قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا ذوق تصوف

**بیہقی وقت کی بیعت اصلاح اور خدمات:-** قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ پانی پتی میں پیدا ہوئے۔ یہ شیخ جلال الدین رحمہ اللہ کی دسویں پشت میں سے تھے انہوں نے سات برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ سولہ سال کی عمر میں جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ پر حاوی ہو گئے تکمیل حجتہ اللہ فی الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سے کی، اور شاہ محمد عابد نامی رحمہ اللہ سے بیعت کی، آپ رحمہ اللہ کے پیروں میں مرشد مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ نے آپ کو ”العلم الہدی“ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ”بیہقی وقت“ کا خطاب دیا۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے انہیں ”اتحاف النبلاء“ کے ص 240، 241 پر زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ ان کی علمی گہرائی زہد و ورع، تقویٰ و خلوص اور جذباتیاعت سنت کا تذکرہ فرمایا۔ اسی طرح نواب صاحب نے ”تقصار جنود الاحرار من تذکار جنود الابرار“ میں بھی ان کا ذکر نہایت اچھے الفاظ میں کیا ہے۔

یوں تو آپ رحمہ اللہ کی بہت سی تصنیفات ہیں مگر ”تفسیر مظہری“ عربی میں ایک بہترین تفسیر ہے جس کا اندازہ اور اعتراف تمام متقدمین اور متاخرین علماء نے کیا ہے۔ ایک ان کا رسالہ ”حرمت متعہ“ ہے لیکن اس کی زیارت نہیں ہو سکی۔ روافض کے رد میں ”سیف المسلمون“ ہے جو اپنے موضوع پر لاثانی حیثیت رکھتا ہے اور شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی کتاب ”تھنا عشریہ“ سے پہلے کا ہے اور بھی چھوٹے چھوٹے رسالے آپ رحمہ اللہ نے لکھے ہیں خاص طور پر حضرت شاہ ولی اللہ کا ”وصیت نامہ“ کی آپ رحمہ اللہ نے تشریح فرمائی اور اس کا نام ”المقالة الرضیہ فی النصیحة والوصیة“ آپ رحمہ اللہ کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ آپ فکر ولی اللہی کے صحیح ترجمان اور پاسبان تھے۔ معارف شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور افکار شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کو زندگی بھر اپنا مشن قرار دیا۔ سنی سنائی باتوں پر اور توہم پرستی سے بہت دور تھے، ہر باب میں کتاب و سنت کو اہمیت دیتے۔ بدعات و رسوم سے دامن بچا کر رکھتے پانی پتی دہلی کے قریب ضلع کرنال کی تحصیل تھی وہ ملک بھر میں اس اعتبار سے امتیازی حیثیت کے مالک تھے کہ وہاں حفظ قرآن کا عام رواج تھا۔ بچے بچیاں قرآن کے حافظ تھے بلکہ قرآن کی تلاوت میں پانی پتی لہجہ نہایت معروف اور متعارف ہے۔ جھنگ شہر اور جھنگ صدر کے مہاجرین میں پانی پتیوں کی کثرت ہے، اب بھی ان کے بچے بچیاں کثرت سے قرآن پاک کے حافظ ہیں۔ اس روایت کے قیام میں قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ پانی پتی کو بھی خاصہ دخل ہے۔

**قاضی نقشبندی کا لزوم اتباع سنت:-** اسی طرح آپ رحمہ اللہ نے وصایا میں اس حقیقت و لزوم اتباع سنت کو اور بھی آشکار کر دیا ہے ان کی تصنیفات کے ہر لفظ میں شان ولی اللہی ٹپکتا دکھائی دیتا ہے۔ عقیدہ توحید اور تمسک بالسنہ میں ان کا ذہن بالکل صاف اور عقیدہ سلف سے ملتا جلتا تھا۔ لیکن اپنے استاد حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ استاد زادوں شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ، شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ، شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ اور اپنے مرشد مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کی طرح عقیدہ توحید و سنت میں بے لاگ ہونے کے باوجود حکمت عملی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے کو سنت کے سلسلہ میں مستتر رکھا۔ (تحریک اہل حدیث، ص 180)

**اورنگزیب عالمگیر کی صوفیاء سے عقیدت:-** حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان کی تجدیدی مساعی اور ان کی تحریک تجدید اہیائے دین کے اثرات غازی سلطان مچی الدین اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ کی حیات مستعار تک باقی رہے، سلطان اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ نے ہندوستان کو اسلامی قانون دینے کے لئے علماء کی ایک پوری جماعت سے ”فتاویٰ عالمگیری“ مرتب کروایا، اورنگزیب عالمگیر

رحمہ اللہ کا یہ معمول تھا کہ علماء جتنا ”فتاویٰ عالمگیری“ دن میں لکھ دیتے وہ سونے سے پہلے پہلے اسے ضرور پڑھ لیتے اور نگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ نے ایک دینی طالب علم کی طرح پورے آٹھ برس سرہند ہستی میں شیخ محمد معصوم بن شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی رحمہما اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے اور نگ زیب رحمہ اللہ کی یہ خواہش تھی کہ مسلمان سچے سچے مسلمان بن کر رہیں تاکہ غیر مسلم اقوام ان کی نشست و برخاست، عادات و خصائل، رسم و رواج، دیانت و امانت اور انداز زیست سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو سکیں۔ ایسا قانون بنایا جائے جو اسلام کی روح کے مطابق ہو اور غیر مسلم لوگوں کو متاثر کر سکے۔ چنانچہ اس کمیٹی کی عظمت کا اندازہ اس سے فرمائیں کہ حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے والد گرامی شاہ عبدالرحیم فاروقی رحمہ اللہ بھی اس کے رکن رکین تھے۔

”فتاویٰ عالمگیری“ حنفی مسلک کا ترجمان ہے کہ کیونکہ اس وقت حکمران حنفی تھے لہذا انہوں نے مسلمانوں کو فقہ حنفی کے مطابق قانون دیا۔ (تحریک اہل حدیث، ص 181)

**تزکیہ نفس اور اصلاح باطن میں مشغول ہونا:** حضرت شاہ ولی اللہ ۱۱۱۴ھ میں قصبہ پھلت ضلع مظفرنگر اتر پردیش (یو۔ پی) میں پیدا ہوئے۔ اس وقت آپ کے والد گرامی شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کی عمر ساٹھ برس تھی۔

اس وقت سیاسی طور پر ایران میں خلفشار، قتل و غارت زوروں پر تھی۔ باقی عالم اسلام میں سیاسی معاملہ پرسکون تھا مصر و شام، عراق، حجاز، یمن، ایران میں علمی کام (تصنیف و تالیف) بھی جاری تھا علماء و مشائخ تزکیہ نفس اور اصلاح باطن میں مشغول تھے۔ (تحریک اہل حدیث، ص 181)

**سنت کی قد بلیں جلانے والے متصوفین علمائے کرام:** ہم جب تحریک تجدید اہلیانے دین کا مطالعہ کرتے ہیں اور ارباب دعوت و عزیمت کی سوانح حیات پڑھتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ تحریک تجدید اہلیانے دین کے علمبردار ہمیشہ وہی اشخاص رہے، جن میں اللہ تعالیٰ نے عبقریت و نابغیت کے ساتھ ساتھ حدیث و سنت سے سچی محبت اور اسوہ رسول ﷺ سے صحیح لگن اور ارشادات رسول ﷺ سے عشق کی حد تک جنون عطا کیا تھا۔ یہ بات ایک فطری امر ہے کہ دین کے لئے وہی شخص قربانی دے گا اور وہی استقامت کا مظاہرہ کرے گا جس کو دین کے اصل سرچشموں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے دلی لگاؤ ہوگا۔ وہ اخلاق و کردار اور سیرت و اعمال کے اعتبار سے حدیث و سنت کے ڈھانچے میں ڈھلا ہوگا۔ ہمیشہ ارباب دعوت و عزیمت وہی عہد ساز شخصیتیں رہی ہیں جن کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا، نشست و برخاست اور انداز زیست اللہ کے قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق رہا ہے۔ جیسا کہ امام دارالرحمت مالک بن انس رحمہ اللہ، امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ، امام اہلسنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، بشیر بن نعمان رحمہ اللہ، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، امام حافظ ابن قیم رحمہ اللہ، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ، امام ذہبی رحمہ اللہ، امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ، امام عزالدین رحمہ اللہ، محبوب سبحانی شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ، امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ، شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ، شیخ الکل فی الکل حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ نواب والہ جاہ سید صدیق حسن خان رحمہ اللہ مولانا سید عبدالغفر نوری رحمہ اللہ، شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ، سید جمال الدین افغانی رحمہ اللہ اور دیگر عبقری اشخاص جو ہمیشہ افضل الجہاد ”ومن قال کلمة حق عند سلطان جائر“ پر عمل پیرا رہے۔ ”من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهید“ پر گامزن رہے۔ تختہ دار پر بھی حق کی پشتیبانی کرتے رہے۔ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کے لئے مرٹن کا اظہار کرتے رہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دین میں روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی وجہ سے سنت کی قد بلیں روشن ہوئیں۔ ان کی وجہ سے حدیث کی شمع فروزاں رہی، یہی اشخاص دین کی عظمتوں اور اسلام کی سر بلندیوں کا باعث بنے۔ حضرت امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی اس تجدید اہلیانے سنت کا یہ نتیجہ نکلا کہ جب وہ حرمین سے حدیث و سنت کے فیوض و برکات سے مالا مال ہو کر ہندوستان واپس تشریف لائے۔ تو مسند رحیمیہ جو ان کے والد مرحوم کی قائم کردہ تھی اشاعت حدیث اور معارف سنت کا بہت بڑا مرکز بن گئی جہاں ہندوستان بھر کے گوشہ گوشہ سے تشنگان علم حدیث نے پروانہ وار جھوم کیا۔

مرید باکمال کے مشہور استاد:- سید مرتضیٰ بلگرامی زبیدی رحمہ اللہ (متوفی 1205ھ) صاحب ”تاج العروس شرح قاموس“۔ ”اتحاف السادة المتین شرح احیائے علوم الدین“ جن کے تحرا و حدیث میں کمال کی دھوم عالم عرب میں مچ گئی۔ جن کے دربار کی چمک دمک سلاطین کے درباروں سے کم نہ تھی، ان کے تلامذہ میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (متوفی 1225ھ) خلیفہ ارشد حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ و مصنف ”تفسیر مظہری“ و ”مابلا منہ“ بھی تھے۔ (تحریک اہل حدیث ص 201)

شاہ صاحب کی تعظیم ائمہ اربعہ:- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی یہ کہہ کر تعریف کرتے ہیں ”کان عظیم الشان فی التخریج علی مذهب ابراہیم و اقرانہ دقیق النظر فی وجوہ التخریجات مقبلا علی الفروع اتم اقبال“۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مرتبہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور ان کے ہم مرتبہ علماء کے مذہب پر اجتہاد و استنباط کے سلسلے میں بہت بلند تھا۔ ان تخریجات کے وجوہ اشکال میں وہ بڑی دقت نظر رکھتے تھے۔ مسائل جزئیہ اور ان کے فروع کے استخراج میں ان کا انہماک بہت بڑھا ہوا تھا۔ وہ امام مالک رحمہ اللہ کی عظمت اور خاص طور پر ”موطا“ کی صحت اور اس کے مقام و مرتبہ کے بہت بڑے حامی تھے۔ (ماخوذ۔ مقدمہ مصنفی)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کان اعظم شائناً و اوسع رواية و اعرفهم للحدیث مرتبة اعمقہم فقہاً احمد بن حنبل ثم اسحاق بن راہویہ (حجته اللہ البالغہ جلد نمبر ص 150)  
ان فقہاء و محدثین میں سب سے عالی مرتبہ وسیع الروایت، حدیث سے باخبر تفسیق میں عمیق النظر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پھر اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ ہیں۔ (تحریک اہل حدیث ص 206)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نقشبندی رحمہ اللہ:- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے چار صاحبزادے تھے۔  
(1)۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی 7 شوال 1239ھ)۔ (2)۔ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی 1249ھ)  
(3)۔ شاہ عبدالغنی محدث دہلوی رحمہ اللہ متوفی 1227ھ (4) شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمہ اللہ متوفی 1242ھ  
ایک بیٹی امۃ العزیز تھی۔

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ 1159ھ کو ایک دینی اور علمی خاندان میں پیدا ہوئے، پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ پڑھ لیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ فارسی کے مختصر رسالے اور ابتدائی صرف و نحو بھی پڑھتے رہے۔ عمر کے گیارہویں سال باقاعدہ تعلیم کا آغاز کیا ان کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے انہیں اپنے ایک مرید کے سپرد کر دیا جنہوں نے دو سال میں محقولات، تاریخ اور جغرافیہ پڑھایا۔ پندرہ سال کی عمر میں شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ اور رسمہ سے فراغت حاصل کر لی۔ اور تدریسی ذمہ داریاں سنبھال لیں ابھی عمر کے سترہویں سال میں تھے۔ کہ حجۃ اللہ فی الہند امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ وفات پا گئے۔ چونکہ آپ رحمہ اللہ اپنے تمام بھائیوں سے عمر میں بڑے اور علم میں ممتاز تھے اس لئے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی مسند تدریس و خلافت آپ رحمہ اللہ کو تفویض کر دی گئیں۔ (تحریک اہل حدیث ص 227)

شاہ صاحب کے متصوفین تلامذہ:- شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے تلامذہ میں شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ، ان کے نواسے شاہ محمد اہلق و شاہ محمد یعقوب، مفتی صدر الدین خاں دہلوی، شاہ غلام علی دہلوی، شاہ مخصوص اللہ، شاہ رفیع الدین۔ میر محبوب علی دہلوی، مولوی سید عبدالخالق دہلوی، شاہ محمد اسماعیل شہید، شاہ عبدالحی بڑھانوی، مولوی فضل الحق خیر آبادی، مولانا حسن علی ہاشمی لکھنؤی، مولانا حسین احمد بلیج آبادی، مولانا سلامت اللہ بدایونی، مولانا رؤف احمد مجددی، سید قطب الہدی، شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی، بیہقی زمان قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مولانا خرم علی بلہوری، شیخ فضل الحق کاکوروی، شاہ رحمان بخش چشتی، مولوی سید رمضان علی امر وہی رحمہم اللہ نامور بزرگ ہیں۔ (تحریک اہل حدیث ص 229)  
عارف باللہ مولانا سید عبداللہ غزنوی:- آپ رحمہ اللہ نے اپنا مال، جان اور وطن سب کچھ اللہ کی رضا کے لئے تہ تیغ دیا تھا۔ آپ رحمہ

اللہ صاحب حال بزرگ تھے۔ آپ رحمہ اللہ مستجاب الدعوات شخصیت تھے۔ عوام میں عارف باللہ کے نام سے مشہور تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے اس وقت کے مشہور علماء سے علم حاصل کیا۔ پھر مشہور اہل اللہ شیخ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ ”مغتنم الحصول“ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی مسنون طرز حیات کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ اور دین و سنت کے رنگ میں اپنے کورنگنے کے لئے دہلی میں پہنچے۔

**صالحین سے صحبت اور بے شمار کرامات:-** آج بھی امرتسر کا کوچہ غزنویہ ان کی عظمتوں کا امین ہے۔ آپ رحمہ اللہ گویا عبادت، ریاضت اور ذکر و فکر کے لئے معتکف ہوئے۔ زہد و ورع، حسن نیت، تواضع، انکساری جیسی خوبیوں کے حامل تھے۔ جو بزرگ بھی ان کی زیارت کر لیتا وہ ان کا والد و شیداء بن جاتا ہے۔ لوگوں میں ان کی مدح و ستائش اور عادات و خصائل کے چرچے عام تھے۔ آپ رحمہ اللہ نہایت اچھے زمانے والے اور ہندوستان بھر کی زینت تھے۔ آپ رحمہ اللہ پر نور ایمان کا غلبہ تھا۔ صالحین سے محبت تھی۔ بے شمار کشف و کرامات کا آپ سے صدور ہوا ہے۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ نے ”تقصیر جیود الاحرار“ میں اور شیخ علامہ شمس الحق ڈیانوی رحمہ اللہ نے ”غایۃ المقصود“ کے مقدمہ میں اور قاضی طلا محمد پشاوری رحمہ اللہ نے اپنے عربی اور فارسی روشن قصائد میں لکھا ہے۔

**مقام فنا فی الذکر:-** مولانا شمس الحق ڈیانوی رحمہ اللہ ”غایۃ المقصود“ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ غزنوی اپنے جمیع احوال میں ہر وقت اللہ کے ذکر میں مستغرق رہتے تھے۔ یہاں تک ان کا گوشت ان کی ہڈیاں، ان کے بال اور ان کے پٹھے ان کے تمام جسم کے اعضاء اللہ کے ذکر میں فنا اور اس کی طرف متوجہ تھے۔ آپ رحمہ اللہ 11 ربیع الاول سوموار 1298ھ میں فوت ہوئے۔

(نزهة الخواطر جلد ہفتم ص 202، 203 بحوالہ تحریک اہل حدیث ص 333)

**دور سے ولی کی خوشبو سونگ لینا:-** حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے بارے میں مولانا غلام رسول مرحوم قلعہ والے نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ غزنی میں حضرت نے فرمایا کہ آج میرے پاس کوئی اللہ کا ولی آنے والا ہے۔ تو شام کے وقت مولانا محی الدین لکھوی بن حافظ محمد لکھوی رحمہما اللہ پہنچ گئے۔ جب مولانا محی الدین رحمہ اللہ سے نام دریافت کیا گیا تو آپ نے نام محی الدین رحمہ اللہ ذکر کیا تو حضرت غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس نام میں کبر کی بو آتی ہے تم کیا دین کا احیاء کرو گے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو عبداللہ اور عبدالرحمن نام پسند ہیں۔ چنانچہ حضرت رحمہ اللہ نے ان کا نام عبدالرحمن رکھ دیا۔ اس کے بعد مولانا محی الدین، عبدالرحمن محی الدین کے نام سے مشہور ہوئے۔ مولانا عبدالرحمن محی الدین رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے۔ (تحریک اہل حدیث ص 333)

**حدیث کی عظمت و ادب:-** مشہور ادیب منشی محمد دین فوق مرحوم نے علامہ اقبال مرحوم کا ایک مکتوب نقل کیا ہے۔ جس میں علامہ صاحب نے سید عبداللہ غزنوی مرحوم کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے محبت و عقیدت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا کہ حضرت غزنوی رحمہ اللہ طلباء کو ”موطأ شریف“ پڑھا رہے تھے کہ کسی نے آکر یہ خبر دی کہ آپ رحمہ اللہ کا فلاں جواں بیٹا انگریز کی گولی کا نشانہ بن گیا۔ حضرت غزنوی رحمہ اللہ نے جب یہ وحشت اثر خبر سنی تو بے ساختہ ان کی زبان سے تین بار ”انا لله وانا الیہ راجعون“ کے الفاظ نکلے اور بدستور حدیث کا درس جاری رکھا۔ وہ شخص حیران تھا کہ میں نے اتنی غم انگیز خبر سنی اور شیخ رحمہ اللہ نے کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ سبق مکمل ہونے کے بعد حضرت غزنوی رحمہ اللہ نے خبر سنانے والے سے تفصیلات سئیں۔ اس نے کہا کہ حضرت میں نے آپ کو آپ کے جواں سال بیٹے کی موت کی خبر سنی تو آپ نے اسے درخور اعتناء نہ سمجھا۔ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے جواباً یہ فرمایا عزیز من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پڑھا رہا تھا۔ اس کو چھوڑ کر کوئی اور بات سنا عظمت حدیث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کے منافی تھا۔ جبکہ بچہ تو شہید ہو گیا اب واویلا کرنے سے واپس نہیں آئے گا۔ (مولانا داؤد غزنوی آغا شورش کشمیری ص 65 بحوالہ تحریک اہل حدیث ص 334)

**حزب البحر ووظیفہ کی پابندی:-** سمندری میں ایک مرتبہ پروفیسر سید ابوبکر غزنوی شہید رحمہ اللہ نے خطبہ جمعہ کے دوران فرمایا کہ دادا جان حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ ”حزب البحر“ وظیفہ باقاعدگی سے کرتے تھے۔ (جماعت مجاہدین میں بھی تسخیر کے اس



وظیفے کو اہتمام سے کیا جاتا تھا۔ امیر المجاہدین حضرت صوفی عبداللہ رحمہ اللہ بھی یہ وظیفہ بڑی باقاعدگی سے کرتے تھے (اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض عدم جواز کے۔ ایک مرتبہ جمعہ کے روز دادا جان مرحوم نماز فجر کے بعد ایک حجرہ میں داخل ہو گئے اور وظیفہ حزب البحر شروع کر دیا۔ کسی طالب علم نے حجرے کا دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا۔ دادا جان جب وظیفے سے فارغ ہوئے اور دروازے کو ہاتھ لگایا تو کڑک کر کے تالا ٹوٹ گیا۔ اور کئی از خود کھل گئی طالب علم بھاگے بھاگے حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عبد الجبار کو میرے پاس لاؤ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ فارسی میں گفتگو کیا کرتے تھے ”حزب البحر“ یہ وظیفہ حقیقت میں تسخیر کا وظیفہ ہے جس میں وظیفہ کرنے والا اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہے کہ یہ زمین یہ آسمان یہ ہوا یہ فضا یہ صحرا یہ دریا یہ بیابان یہ کوہستان یہ پہاڑ یہ سمندر یہ انسان یہ کائنات کی تمام مخلوق میرے لئے مسخر کر دے۔ مولانا عبداللہ غزنوی نے مولانا عبد الجبار غزنوی سے فارسی میں دریافت کیا ”عبد الجبار چہ میخوانی“ عبد الجبار کیا پڑھا کرتے ہو۔ حضرت امام رحمہ اللہ نے جواباً کہا ”حزب البحر میخوانم“ حزب البحر پڑھا کرتا ہوں۔ مولانا عبداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا ”از خدا خدائی خواہی بندگی اختیار کن“ کہ تم خدا سے خدائی مانگتے ہو بندگی اختیار کرو۔ (تحریک اہل حدیث ص 335)

**حصول علم کے بعد تزیکیہ باطن کی طرف توجہ:-** ایک مرتبہ مولانا غلام رسول مرحوم قلعہ میہاں سنگھ والے جو حضرت غزنوی رحمہ اللہ کے مرید بھی تھے اور دوست بھی تھے اور امیر حضرت سے ملنے کیلئے تشریف لے گئے۔ حاضر خدمت، علیک سلیک اور خیریت دریافت کرنے کے بعد مولانا سید عبداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا غلام رسول عالم شادی، حافظ شادی، مبلغ شادی، محدث شادی، واعظ شادی حنوز مسلمان نہ شادی۔ غلام رسول تم عالم بن گئے مبلغ ہو گئے محدث بن گئے۔ حافظ بن گئے، تدریس کے منصب پر فائز ہو گئے، لیکن ابھی تک مسلمان نہیں بنے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ زار و قطار رونے لگے بلکہ بیہوشی میں تڑپنے لگے اور کہنے لگے حضرت بناؤ میں مسلمان کیسے ہوؤں؟۔ حضرت غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا اس طرح مسلمان ہو جاؤ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام مسلمان ہو گئے تھے۔ مسلمان کا معنی اطاعت و فرماں برداری اور وفا شعاری کا ہے اور اسلام گردن نہادان، یعنی اسلام اللہ کی راہ میں جھک جانے اور اس کی اطاعت و فرماں برداری میں گردن جھکانے کا نام ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ نے یہی فرمایا تھا ”اسلم“ انہوں نے جواباً کہا ”اسلمت لرب العلمین“ یعنی اے ابراہیم تو اللہ کا فرماں بردار ہو جا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: دونوں جہانوں کے پروردگار کائنات کے خالق و مالک کا فرماں بردار ہو گیا ہوں۔

(مولانا محی الدین احمد قصوری، بحوالہ الاعتصام)

حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہتی، کوئی لمحہ خدا کی یاد سے غافل نہ گزرتا۔ وہ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں مستجاب الدعوات بنایا تھا۔ ان کے ایسے بے شمار واقعات ہیں جب انہوں نے دعا مانگی اللہ نے قبولیت سے نوازا لیکن کتاب کی قلت دامانی کی وجہ سے ہم ان واقعات کو احاطہ تحریر میں لانے سے قاصر ہیں۔ (نزہۃ الخواطر بحوالہ تحریک اہل حدیث ص 336)

**روحانی طمانیت کا لوگوں پر اثر:-** جب انہوں نے فارغ ہو کر دہلی سے امرتسر آنا چاہا تو عشاء کی نماز کے موقع پر حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عبداللہ کل واپس جا رہے ہو۔ آج عشاء کی نماز پڑھاؤ کیونکہ آپ کی نماز ہو بہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا عکس ہوتی ہے، چنانچہ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ پہلی دو رکعتوں میں خاصا وقت لگ گیا۔ ان کے خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا کہ خود زار و قطار رو رہے تھے اور تمام مقتدی بھی اشک بار تھے کسی کو وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوا۔ حضرت غزنوی رحمہ اللہ کی نماز کی کیفیت اور روحانی طمانیت و یکسوئی اس قدر تھی جو ایک مرتبہ نماز ان کی اقتداء میں پڑھ لیتا تو پھر زندگی بھر یہی خواہش رہتی کہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں نماز پڑھے۔ (تذکرہ علماء کرام بحوالہ تحریک اہل حدیث ص 337)

**ابدال وقت صاحب کرامات اور محقق:-** مولانا سید عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ اپنے وقت کے ولی کامل راسخ فی العلم اور نادرۃ الوجود

شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی ولایت عظمت شان اور جلالت علم پر سب متفق ہیں۔ وہ 1268ھ میں غزنی (افغانستان) کے قریب صاحبزادہ نامی بستی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محترم مولانا سید عبدالغزنوی رحمہ اللہ اپنے زمانے کے ابدال میں شمار ہوتے تھے۔ وہ صاحب کشف اور کرامات تھے ان کی زندگی کے عجیب و غریب واقعات پڑھنے اور سننے میں آئے ہیں۔ زندگی بھر امرتسر میں قرآن وحدیث کی تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور مدرسہ تقویۃ الاسلام امرتسر کی بنیاد رکھی۔ تعلیم وتدریس کے شغل کے ساتھ ساتھ وہ زاہد بنی الدین، عابد اور ذاکر انسان تھے۔ اللہ کے ذکر سے انھوں نے ہمیشہ اپنی زبان کو ترکھا۔ دنیا اور اسباب دنیا سے کوئی غرض نہیں رکھی، زندگی بھر خلق خدا کو خالق کائنات کی عبادت و ریاضت و توحید و سنت کی دعوت دی۔ وہ ہمیشہ اور ادا و ذکر کثرت سے کیا کرتے تھے۔ جس سے پریشان حال اور بے چین لوگوں کو طمانیت قلب اور سکون خاطر کی غذا حاصل ہو جاتی تھی۔ میں نے امرتسر میں کئی مرتبہ ان سے ملاقات کی۔ میں نے انہیں سلف صالحین اور علماء ربانی کے عقیدے پر پایا۔ (تحریک اہل حدیث ص 338)

**مجہدین سے حسن ظن اور آئمہ کا ادب:-** آئمہ مجہدین سے ہمیشہ حسن ظن رکھتے اور آئمہ کا بڑے احترام سے ذکر کرتے ویسے غزنوی علماء شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، حافظ ابن قیم رحمہ اللہ، امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے زیادہ متاثر تھے۔ آپ رحمہ اللہ کے تلامذہ اور روحانی استفادہ کرنے والوں کا حلقہ خاصا وسیع تھا۔ 1331ھ رمضان المبارک کے آخری جمعہ کے روز آپ نے وفات پائی۔ (تحریک اہل حدیث ص 339)

**کیا اہلحدیثوں میں کوئی ولی اللہ نہیں.....!:-** مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کو جماعت اہلحدیث میں درجہ امامت حاصل تھا، علماء انہیں حضرت الامام کے نام سے پکارتے تھے۔ دینی علوم کے ساتھ ساتھ ان کے روحانی فیضان سے بے شمار لوگوں نے استفادہ کیا۔ ان کے حسن عقیدہ، حسن دعوت اور حسن روحانیت سے کسی کو اختلاف نہ تھا۔ مولانا سید عبدالحی لکھنوی مرحوم نے ایک دوسرے مقام میں لکھا کہ ندوۃ کا امرتسر میں جلسہ تھا، امرتسر کے ایک تاجر نے تمام علمائے کرام کو کھانے کی دعوت دی۔ علماء زیادہ تھے جو ایک ہی کمرہ میں بیٹھ سکتے تھے دو تین کمروں میں ان کے کھانے کا اہتمام کیا گیا تو کہتے ہیں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اس قدر فانی اللہ ہے کہ ان کی زبان سے مثبت نہ منفی کوئی بات نہ سنی۔ وہ غیبت، نمیبت اور کثرت اقوال سے متنفر تھے۔ وہ کم گو اور پر گو تھے۔ وہ ”قل خیر او لیصمت“ پر عمل پیرا تھے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ اس قدر اللہ کی یاد میں فنا ہو چکے تھے کہ وہ ہر لقمے پر ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پڑھتے تھے۔ اور جس کمرے میں کھانے کے لیے تشریف فرما تھے۔ وہاں سے ذکر کی خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے ایک رات مسجد غزنویہ میں گزاری۔ جب تہجد کا وقت شروع ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک سن رسیدہ آدمی باہر سے آیا اس نے وضو کیا اور مسجد کے حجرے میں تاریکی میں تہجد شروع کر دی۔ اس کی زبان میں اس قدر تاثیر تھی کہ جب وہ لفظ اللہ منہ سے نکالتے تھے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کوئی شخص مضبوط ہاتھ ڈال کر میرے دل کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے، جب وہ فارغ ہو کر کمرے سے باہر تشریف لائے تو میں نے غور سے انہیں دیکھا تو وہ حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ تھے۔ میں نے علامہ شبلی نعمانی مرحوم سے کہا کہ آپ کہا کرتے بلکہ لکھا کرتے ہیں کہ اہلحدیثوں میں کوئی ولی نہیں ہے۔ آج میرے ساتھ مسجد غزنویہ میں رات گزاریں۔ شاید آپ رحمہ اللہ کو اپنے موقف پر نظر ثانی کرنی پڑ جائے۔ اور آپ اس موقف سے رجوع فرمائیں۔ چنانچہ اگلی رات میں پھر علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ کو لے کر مسجد غزنویہ میں چلا گیا۔ علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے جب تہجد کے وقت یہ منظر دیکھا تو حیرت میں گم ہو گئے۔ اور اپنے موقف سے رجوع کر لیا اور کہا یہ میری بھول تھی اللہ مجھے معاف فرمائے واقعی یہ بہت بڑا ولی اور عارف باللہ شخص ہے۔ غزنوی بزرگوں کی نماز میں خشوع، خضوع، توجہ اور انابت مسلم تھی۔ ایک دفعہ جو آدمی ان کی اقتداء میں نماز پڑھ لیتا تو وہ ساری زندگی اس کی حلاوت اور حضور قلب کی لذت محسوس کرتا۔ (تحریک اہل حدیث ص 340)

**غزنوی اور قصوری خاندان میں روابط:-** مولانا محی الدین احمد قصوری مرحوم نے الاعضام میں غزنوی اور قصوری خاندان کے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ میرے والد محترم مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے بہت معتقد تھے۔

**خانقاہ غزنویہ کا روحانی فیض:-** میں اور مولانا محمد علی قصوری مرحوم کالج میں پڑھا کرتے تھے۔ محمود علی قصوری ابھی سکول کی ابتدائی

کلاسوں کے طالب علم تھے اور میرے بھائی مولوی احمد قصوری، ہم تمام بھائیوں کو والد صاحب کا حکم تھا کہ تم جمعہ امرتسر میں مولینا عبد الجبار غزنوی کے پیچھے پڑھا کرو عصر اور مغرب بھی وہیں پڑھا کرو۔ عشاء کی نماز پڑھ کر لاہور واپس آیا کرو۔ ہم سکول و کالج کے شوخ اور شرارتی طالب علم تھے۔ لیکن مولینا عبد الجبار غزنوی کی اقتداء میں جمعہ اور تین نمازیں ہمیں اس قدر متاثر کرتیں کہ ہم ہفتہ بھر اس روحانی نشہ میں محمور رہتے جب مولینا سید عبد الواحد غزنوی مسجد چینیا نوالی لاہور میں بطور خطیب تشریف لائے تو یوں سمجھے کہ روحانیت کے دریا میں تموج پیدا ہو گیا اور چینیا نوالی مسجد ذکر و فکر اور عبادت و ریاضت کی بہت بڑی خانقاہ بن گئی۔ مولنا عبد الجبار غزنوی حلیم الطبع شریف النفس، عظیم المرتبت اور فانی اللہ شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے فیضان سے نہ صرف پنجاب بھر میں بلکہ برصغیر کے دور دراز علاقوں میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار انسانوں کو توحید و سنت کے دلدادگان بنایا۔ کتنے ہی لوگ ان کی مجالس و محافل سے راہ مستقیم پر گامزن ہو گئے۔ کتنے گم گشتہ راہ انسان ان کی صحبت سے ہدایت یافتہ بن گئے۔

**علمائے غزنویہ کے مشہور وظائف:** حضرات غزنوی علماء کے اوراد و وظائف مشہور تھے درود ابراہیمی کی دس دس تسبیح نکالنا ان کا معمول تھا۔ اس درود میں پروفیسر سید ابوبکر غزنوی نماز فجر کے بعد روزانہ درود ابراہیمی کی دس تسبیحیں نکالے بغیر کسی سے گفتگو نہیں کرتے تھے۔ حضرت الامام مولنا سید عبد الجبار غزنوی کے بارے میں بھی مشہور ہے کہ وہ جمعہ کے روز جمعہ سے لے کر شام تک اپنے گھر میں تمام خورد و کلاں کو باتیں نہ کرنے دیتے اور نہ خود باتیں کرتے بلکہ کہتے کہ کثرت سے درود پڑھو کہ فرشتے آج رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کے پڑھے ہوئے درود پیش کر رہے ہیں۔ درود کے فضائل و مناقب اور محاسن و مدارج سے کوئی مسلمان بے خبر نہیں۔ (تحریک اہل حدیث ص 341)

**سلوک اور تزکیہ قلب میں والد کے ہمقدم:** مولینا سید عبد الواحد غزنوی، سید عبد اللہ غزنوی رحمہ اللہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ نیکی، خلوص، اللہیت، ذکر و فکر، عبادت و ریاضت، اوراد و وظائف، دعوت و ارشاد، تزکیہ قلب، طہارت نفس، اصلاح باطن میں وہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ بلکہ ان کے عکس ثانی تھے۔ ان پر بھی حضرت سید عبد اللہ غزنوی رحمہ اللہ اور بڑے بھائی سید عبد الجبار غزنوی کی نہ صرف چھاپ نمایاں تھی بلکہ انہیں کے ساختہ و پرداختہ تھے۔ حضور قلب انابت الی اللہ اور توجہ اور سلوک میں ان کے والد گرامی ان کے مقتداء اور رہنما تھے۔ مولنا عبد الواحد غزنوی کی عبادت میں جذب تھا۔ گفتگو میں سوز تھا خطبات جمعہ میں کشش تھی۔ کتنی دور دور سے لوگ آکر ان کے خطبات جمعہ سے فیض و برکات حاصل کرتے۔ (تحریک اہل حدیث ص 342)

**مولانا احمد علی کی توحیدی خدمات:** مولنا احمد علی لاہوری مرحوم نے شیر انوالے دروازے کی مسجد میں جب سے ڈیرے ڈالے حنفی ہونے کے باوجود توحید کی بڑی اشاعت کی اور بدعات کا رد فرمایا۔

**مولانا احمد علی کا اقتداء میں نماز پڑھنا:** مولنا سید عبد الواحد غزنوی رحمہ اللہ کا درس قرآن نہ صرف لاہور میں مشہور تھا بلکہ پنجاب بھر میں ان کے چرچے عام تھے۔ مولنا احمد علی مرحوم نماز فجر پڑھا کر مسجد چینیا نوالی میں ان کے درس میں شامل ہو جاتے۔ بسا اوقات مولنا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نماز فجر بھی مولانا عبد الواحد غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں پڑھتے ایک مرتبہ مولنا عبد الواحد غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مولوی احمد علی فجر کی نماز اپنی مسجد میں پڑھا کرو اور درس قرآن بھی دیا کرو تا کہ حنفی لوگ آپ سے متاثر ہو سکیں کیونکہ ہم سے تو وہابی ہونے کی وجہ سے بدکتے ہیں۔ آپ حنفی ہیں مولنا احمد علی لاہوری نے جواباً کہا کہ حضرت جب نماز فجر کا وقت ہوتا ہے تو بے قراری اور بے چینی مجھ پر مسلط ہو جاتی ہے اور جب تک آپ رحمہ اللہ کے پیچھے نماز پڑھنے کا شوق اور جنون پورا نہ کر لوں سکون نہیں ملتا۔ اور یہ مجھے اس قدر بے تاب کر دیتا ہے کہ جب تک میں آپ رحمہ اللہ کی اقتداء میں فجر کی نماز نہ پڑھ لوں اور آپ رحمہ اللہ کا درس قرآن نہ سن لوں سکون و چین غارت ہو جاتا ہے چنانچہ یہ بات بھی قارئین کو معلوم ہوگی کہ مولانا احمد علی لاہوری مرحوم نے اپنے بہت بڑے حلقہ ارادت کے باوجود عیدین کی نماز ہمیشہ غزنوی علماء کی اقتداء میں ادا کیں۔ پہلے مولنا عبد الواحد غزنوی کی اقتداء میں۔ پھر مولانا احمد علی غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں آخراً مولنا سید داؤد

غزنوی کی اقتداء میں۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ فروری 1942 میں فوت ہو گئے۔ مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ دسمبر 1943ء میں فوت ہوئے۔ جب مولانا سید داؤد غزنوی وفات پا گئے تو مولانا عبید اللہ انور مرحوم نے فرمایا اگر کوئی غزنوی نماز عید پڑھائے گا تو ہم حسب سابق نماز عید منٹو پارک میں اس کی اقتداء میں ادا کریں گے۔ (تحریک اہل حدیث ص 344)

**مولانا احمد علی مرنج وضع داری:**۔ مولانا احمد علی مرحوم بڑے مرنجاں مرنج وضع دار اور روادار بزرگ تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی دختر نیک اختر کا رشتہ مشہور اہلحدیث عالم و مصنف مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کو دیا۔ قاری عبدالواحد اڈویکٹ مولانا عبدالمجید سوہدروی کے صاحبزادے اور مولانا احمد علی مرحوم کے نواسے ہیں۔ اسلام کا یہ یزتابان مولانا سید عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ 1920ء کو دارفانی سے مقام جاودانی میں تشریف لے گئے۔ (تحریک اہل حدیث ص 345)

**متصوف غزنوی علماء کی سیاسی خدمات:**۔ اس حقیقت سے کم لوگ ہی واقف ہوں گے کہ پنجاب کے علماء میں وہ پہلے عالم دین تھے جنہوں نے تحریک خلافت کے زمانہ میں انگریزوں کی حکومت کے خلاف اپنا پرچم کھولا۔ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے امرتسر میں 1919ء میں انگریزوں کے مارشل لاء کے خلاف نعرہ حق لگایا اور انگریزوں کے خلاف اپنی شعلہ بارتقریروں میں آگ کے انگارے پھینکے۔ یہی وہ شخصیت ہیں جو سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو ممبر و محراب کے جمود سے کھینچ کر جہاد و غنا کے میدان میں اٹھالائے۔ خود شاہ جی رحمہ اللہ بھی اس کا اعتراف فرماتے تھے۔ یہ واقعہ ہے کہ امرتسر کی دینی زندگی میں سیاسی ہل چل ڈالنے کا آغاز انہیں کی بدولت ہوا۔ انہی پنجاب میں علماء کی جنگ آزادی کا پہلا سالار بھی کہا جاسکتا ہے۔ (تحریک اہل حدیث ص 346)

**حافظ صاحب کا مسلک:**۔ حافظ بابرک اللہ رحمہ اللہ حنفی المسلمک تھے انہوں نے ”انواع بابرک اللہ“ کے نام سے پنجابی زبان میں فقہی مسائل پر مشتمل ایک کتاب مرتب فرمائی۔ یہ دور سید احمد شہید رحمہ اللہ کے دہلی سے براستہ راجپوتانہ، بہاولپور، سندھ، بلوچستان، قندھار، افغانستان، شمال مغربی سرحدی صوبہ میں پہنچنے کا زمانہ تھا۔

**تین متصوف علمائے اہلحدیث:**۔ بقول مولانا محی الدین احمد قصوری حافظ محمد لکھوی۔ مولانا غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ والے اور حضرت عبداللہ غزنوی رحمہم اللہ۔ تینوں حضرات میاں صاحب رحمہ اللہ کے پاس پہنچے اور حدیث کی تکمیل کے بعد لکھو کے واپس تشریف لائے۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے دہلی سے واپس آ کر لکھو کے میں مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی۔ ممتاز عالم اور عظیم مدرس تھے۔ بے سروسامانی کے عالم میں تعلیم و تدریس کا آغاز فرمایا۔ حدیث، تفسیر، علوم قرآن میں ان کی نظر بہت وسیع تھی۔ عالم، مدرس، عارف باللہ، صاحب کرامت اور ولی اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ پنجابی زبان کے بہت بڑے شاعر تھے۔ پنجابی اشعار میں ”احوال الآخرت“ ”زینت الاسلام“ اور ”انواع محمدی“ لکھ کر انہوں نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں کے ذریعے لاکھوں انسانوں کو راہ ہدایت پر گامزن کیا۔ قرآن پاک کی پنجابی اشعار میں تفسیر محمدی کے نام سے پانچ منزلوں میں تفسیر لکھی۔ ایک زمانہ تک حافظ صاحب رحمہ اللہ کی کتابیں پنجاب کے تمام دیہات میں بلا امتیاز مسلک و مشرب بچوں اور بچیوں کو پڑھائی جاتی تھیں۔ مولانا محی الدین عبدالرحمن لکھوی رحمہ اللہ بڑے خدا رسیدہ عابد و ذاکر شب زندہ دار، کم گو، کم آمیز، راست باز، صاف گو اور مجاہدانسان تھے۔ مدینہ پاک میں فوت ہوئے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ (تحریک اہل حدیث ص 352)

**غزنوی سرکار کی خدمت میں حاضری:**۔ مولانا عطاء اللہ لکھوی نے صرف و نحو اور درمیانی کتابوں تک اپنے والد اور دیگر لکھوی علماء سے پڑھیں، پھر حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی سرکار سے وابستہ ہو گئے۔ (تحریک اہل حدیث ص 354)

**آٹھ دن تک کچھ نہ کھانے کا مجاہدہ:**۔ صوفی صاحب مرحوم نے یہ بھی بیان کیا کہ ایک مرتبہ محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ بے ہوش ہو گئے ایک حکیم کو بلایا اس نے نبض دیکھ کر کہا کہ تین پاؤدودہ نیم گرم کر کے چمچی سے ان کے حلق میں انڈیلو۔ جب تین پاؤدودہ ان کے حلق سے نیچے اتر جائے تو مجھے بلا لینا۔ ایسے ہی کیا گیا جب تین پاؤدودہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے پیٹ میں چلا گیا تو وہ آنکھیں مل کر اٹھ بیٹھے۔

حکیم صاحب رحمہ اللہ بھی آگے انہوں نے بڑے اصرار سے پوچھا۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ کیا تکلیف تھی حافظ صاحب رحمہ اللہ نے بتانے سے انکار کر دیا۔ جب حکیم صاحب رحمہ اللہ کا اصرار حد سے بڑھ گیا تو حافظ صاحب رحمہ اللہ گویا ہوئے کہ میری بات اللہ کے خلاف بداعتدائی پر محمول نہ کی جائے آٹھ دن سے کھانے کو کوئی چیز نہیں ملی نہ کسی سے مانگنا غیرت نے گوارا کیا۔ بھوک نے غلبہ کیا بے ہوش ہو گیا۔ جب تین پاؤں دودھ اندر چلا گیا اور تقویت مل گئی تو ہوش میں آ گیا۔ (تحریک اہل حدیث ص 360)

**مرید باکمال قصور میں اشاعت مسلک اہلحدیث کا ذریعہ۔** قصوری خاندان نہایت پاک باز، شائستہ، مخلص، دین کا دلدادہ، اسلام کا شیدائی خاندان ہے۔ سیاسیات میں اس کے افراد نے نہایت راست بازی، صاف گوئی، جرأت و استقامت کا مظاہرہ فرمایا۔ قصوری خاندان کا اصل تعلق ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں سے تھا۔ مولانا عبدالقادر قصوری مرحوم کے دادا قاضی غلام حسین سیالکوٹ سے دلاورچیمہ ضلع گوجرانوالہ میں آگئے ان کے فرزند گرامی مولوی غلام احمد رحمہ اللہ سب سے پہلے اہلحدیث ہوئے ان کے تین بیٹے تھے مولانا عبدالقادر، مولانا عبدالحق اور مولانا عبداللہ۔ مولانا عبدالحق نے گوجرانوالہ میں وکالت کے بعد مستقل قیام رکھا۔ مولانا عبدالقادر قصوری کے والد مرحوم مولانا غلام رسول مرحوم آف قلعہ میہاں سنگھ سے نہ صرف متاثر تھے بلکہ ان کے مرید تھے۔ مولانا عبدالقادر مرحوم کی رسم بسم اللہ انہوں نے ہی ادا کی تھی۔ (تحریک اہل حدیث ص 361)

**اصلاح، اور تزکیہ باطن میں نمایاں خدمات۔** برصغیر میں الحمد للہ اہلحدیث علمائے کرام نے تعلیم و تدریس، دعوت و تبلیغ تصنیف و تالیف، وعظ و تذکیر، بحث و مناظرہ، تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کے سلسلہ میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے اور مخلصانہ کوشش بروئے کار لائے کہ رہتی دنیا تک ہم ان پر فخر و ناز کر سکتے ہیں۔ بجز اللہ ہر میدان میں اللہ تعالیٰ نے علماء اہلحدیث کو قیادت و پیشوائی اور برتری عطا فرمائی بلکہ ہم اپنے عظیم اسلاف کے عظیم علمی کارناموں کو دیکھ کر یہ کہہ سکتے ہیں:

اولئك ابائى فبحننا بمثلهم اذا جمعتك يا جريد المجامع (تحریک اہل حدیث ص 374)

**مفتی محمد حسن بڑے باکمال انسان تھے۔** مولانا سلفی رحمہ اللہ نے مولانا سید عبدالغفور غزنوی، مولانا سید عبدالرحیم غزنوی رحمہما اللہ سے خوب استفادہ کیا۔ جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی مفتی محمد حسن رحمہ اللہ ان دنوں امرتسر میں تھے۔ مفتی صاحب رحمہ اللہ کے علوم و فنون کی تدریس کا بڑا شاہرہ تھا۔ مولانا سلفی بھی ان سے بہت متاثر تھے اور ہمیشہ ان کے ذوق سلیم شوق صحیح اور تعلیم و تدریس میں سلیقے اور قرینے کے معترف تھے۔ اسی وجہ سے فرمایا کرتے تھے۔ علوم و فنون کا ذوق مفتی محمد حسن رحمہ اللہ کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ مفتی صاحب رحمہ اللہ بڑے باکمال انسان تھے۔ (تحریک اہل حدیث ص 418)

**ملک عبدالعزیز ملتانی۔** ملک عبدالعزیز ملتانی رحمہ اللہ ایک کھاتے پیتے گھرانے کے چشم و چراغ تھے ان کا خاندان مولانا سلطان محمود ملتانی رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحق ملتانی سے بہت متاثر تھا۔ فنون اس وقت کے حنفی علماء سے بڑھے۔ (تحریک اہل حدیث ص 429)

**میاں محمد باقر رحمہ اللہ کی ہم نشینی کا کمال۔** میاں محمد باقر رحمہ اللہ جماعت کے ممتاز اہل علم اور بزرگ شخصیتوں میں سے تھے انہوں نے علم کی زیادہ تر منزلیں حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ اور غزنوی علماء رحمہم اللہ سے طے کی تھیں۔ وہ کم گو، ذاکر، عابد اور شب خیز انسان تھے اور کثرت ذکر و آواز کار۔ کثرت تلاوت قرآن اور کثرت نوافل ان کا زندگی بھر کا معمول رہا۔ تانڈلیانوالہ کے قریب طور برادری کے چار دیہات کے اہلحدیث ہونے میں میاں باقر رحمہ اللہ کی خدمات ہمیشہ تابندہ اور درخشاں رہیں گی، خادم القرآن والحدیث کے نام سے ایک درس گاہ بھی جاری کی علاقہ تانڈلیانوالہ میں مسلک اہلحدیث کے فروغ میں میاں باقر رحمہ اللہ کے کردار کو مرکزیت حاصل ہے۔ میاں صاحب رحمہ اللہ کا فیضان دور دور تک پہنچا میاں صاحب رحمہ اللہ کی مجالس اور ہم نشینی دینی رنگ چڑھانے میں بڑی شہرت رکھتی تھیں۔ (تحریک اہل حدیث ص 440)

**صوفی محمد سلیمان کی بیعت اصلاح۔** مولانا حکیم عبداللہ رحمہ اللہ کے والد گرامی کا نام صوفی محمد سلیمان مرحوم تھا۔ صوفی محمد سلیمان رحمہ اللہ عابد، ذاکر شب زندہ دار، کم گو خدا ترس، خدا رسیدہ اور باکرامت ولی تھے۔ حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے نہ صرف

متاثر بلکہ ان سے بیعت تھے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ سے بھی ان کے مراسم بہت مضبوط تھے۔ (تحریک اہل حدیث ص 457)

**بحیثیت مرشد پوجا جاتے:-** صوفی محمد سلیمان رحمہ اللہ ضلع حصار ریاست پٹیالہ، ریاست فریدکوٹ، ضلع فیروز پور کی تحصیل مکنٹر اور تحصیل فاضلکا میں ایک روحانی پیشوا اور دینی مرشد کی حیثیت سے پوجا جاتے تھے۔ بیشتر خلق خدا نے ان سے استفادہ کیا۔ تزکیہ نفس اور اصلاح باطن میں ان کی مجالس اور ہمنشینی اکسیر عظیم کی حیثیت رکھتی تھی۔ ہمارے علاقہ کے بہت سے اہل علم ان سے متاثر بلکہ ان کے معتقد تھے۔

**اصلاح اور تزکیہ نفس کے لیے مریدین کی حاضری:-** حاجی محمد علی مرحوم جو قیام پاکستان کے بعد جھنگ میں فروکش ہو گئے تھے اپنی اصلاح اور تزکیہ نفس کے لیے کئی مرتبہ روہڑی ان (حکیم محمد عبداللہ روہڑی رحمہ اللہ) کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور کئی کئی روز وہاں قیام فرمایا۔

**مستجاب الدعاء بزرگ سے بکثرت کرامات کا ظہور:-** صوفی محمد سلیمان رحمہ اللہ مستجاب الدعاء اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ دور دور سے لوگ ان سے دعا کرانے کے لیے آتے تھے اور اپنا مقصد حاصل کر کے جاتے۔ ان کی بہت سی کرامات بھی ان کے ملنے والے بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ قیام پاکستان کے اعلان کے بعد جب مشرقی پنجاب میں سکھ سورموں نے ہندوؤں کی سازش سے مسلمانوں کا قتل عام شروع کیا تو روہڑی پر بھی سکھوں نے بڑی منصوبہ بندی سے حملہ کیا لیکن ناکام واپس آ گئے اور تین مرتبہ ایسے ہی ہوا۔ سکھ حملہ آوروں سے کسی نے دریافت کیا تم وہاں بڑے طہراق سے جاتے ہو لیکن جلد ناکام بھاگ آتے ہو تو سکھوں نے کہا جب ہم روہڑی پہنچتے ہیں تو روہڑی کے چاروں طرف گاؤں مٹاؤں کی جارہی ہوتی ہیں۔ ہم گاؤں مٹاؤں کو ذبح ہوتے دیکھ کر ناکام واپس آ جاتے ہیں۔ راقم نے مولانا حکیم محمد عبداللہ رحمہ اللہ سے فیصل آباد میں مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف کے مکان پر یہ روایت ان کے سامنے پیش کی جس کی انہوں نے تصدیق فرمائی۔ (تحریک اہل حدیث ص 458)

**مولانا پیر سید مولیٰ بخش شاہ کو موی:-** پیر سید مولیٰ بخش شاہ ترمذی رحمہ اللہ سادات گھرانے سے تعلق رکھتے تھے انتہائی خدا رسیدہ، کم گو، کم امیز، عابد، ذاکر، شب خیز، متقی پرہیزگار اور مستجاب الدعاء ولی تھے۔ قیام پاکستان کے بعد شاہ صاحب رحمہ اللہ نے سید محمود ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ڈیرے ڈال دیے ان کا معمول یہ تھا کہ تہجد پڑھتے پھر کچھ دیر تلاوت قرآن پاک کرتے۔ نماز فجر کے بعد ہلکا پھلکا درس قرآن پاک دیتے۔ نماز اشراق تک مسجد ہی میں قیام رکھتے۔ ذکر واذکار کرتے یا تلاوت قرآن پاک کرتے، نماز اشراق کے بعد گھر تشریف لاتے، کھانا کھانے کے بعد اپنے کھیت چلے جاتے وہاں ایک چھوٹی سی مسجد بنائی تھی کچھ آدموں کے بیٹھے ان کے سائے میں مصلیٰ بچھا کر تلاوت کرتے یا دور دراز سے آنے والے مہمانوں کی باتیں سنتے یا ان کے اصرار پر ان کے لئے دعا کا وعدہ کرتے، سامنے دعا کرنے سے ہمیشہ احتراز اور اجتناب کرتے اور دن بھر تلاوت قرآن میں ہی مصروف رہتے دنیا کے بھگیلوں، چنگیلوں، غیبیوں اور ایک دوسرے کے خلاف غیر ذمہ دارانہ گفتگو سے ہمیشہ پہلو بچا کر رکھتے۔

انہوں نے بیت اللہ کے حج کئے۔ فیوض حرمین شریفین خوب اکٹھے کئے۔ راقم نے بھی ان سے چند دعائیں کروائیں جو بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوئیں۔ جامعہ تعلیم الاسلام سے بھی انہیں تعلق کا خاطر تھا حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ سے حسن عقیدت رکھتے تھے۔ (تحریک اہل حدیث ص 463)

**قطب ربانی کی روحانی مجالس میں شرکت:-** مولانا عبدالوہاب 1280ھ (1860ء) میں قصبہ واسوآستانہ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مرحوم سے حاصل کی۔ مولانا عبدالوہاب رحمہ اللہ نے وہاں اپنی ذہانت اور ذکاوت کی وجہ سے قرآن پاک بھی حفظ کر لیا اور صرف ونحو میں متوسط کتابوں تک رسائی حاصل کر لی۔ پھر قطب ربانی مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے پاس پہنچے۔ حضرت غزنوی رحمہ اللہ کی مجالس نے روحانی اور دینی طور پر ان کو چند آفتاب چند ماہ تاب بنا دیا۔

مولانا عبدالوہاب نہایت صالح، شب زندہ دار، کثرت سے نوافل اور تلاوت کرنے والے بزرگ تھے۔ (تحریک اہل حدیث ص 472)

### متصوفین علمائے اہلحدیث کے دینی مدارس

جامعہ محمدیہ لکھنؤ کے (۱):- حافظ محمد رحمتہ اللہ علیہ جب دہلی سے 1272ھ میں فارغ ہو کر وطن واپس تشریف لائے تو اپنے بیٹے مولانا

حجی الدین عبدالرحمن لکھوی رحمہ اللہ سے مشورے کے بعد 1272ھ میں لکھو کے ضلع فیروز پور میں مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی۔ سرزمین متحدہ پنجاب میں مدرسہ محمدیہ لکھو کے میں سب سے پہلا اہلحدیث کا دینی مدرسہ تھا جس کے قیام سے لاکھوں انسانوں کو فیض پہنچا اور سینکڑوں علماء کرام فارغ التحصیل ہوئے۔ استاذ پنجاب مولانا عطاء اللہ لکھوی مرحوم کے صاحب زادگان گرامی نے مدرسہ محمدیہ کے نام سے رینالہ خورد میں اس کا اجراء کیا۔ اس کے روح رواں مولانا حافظ عزیز الرحمن لکھوی مرحوم تھے۔ ان بھائیوں کے خلوص للہیت اور فاضلانہ تدریس سے مدرسہ محمدیہ رینالہ خورد نے نہایت اچھی شہرت اور اچھی سا کھ قائم کر لی۔ مولانا عبدالرحمن لکھوی حفظہ اللہ اور مولانا حافظ شفیق الرحمن لکھوی کی سرپرستی سے حافظ حفظ الرحمن لکھوی بی اے۔ بن مولانا حافظ عزیز الرحمن لکھوی اس کے نظم و نسق کو نہایت مستحکم طریق اور خوش اسلوبی سے چلا رہے ہیں۔ بلکہ آج کل دودو مدرسے چلا رہے ہیں جامعہ عائشہ بنات کے لئے اور جامعہ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بنین کے لئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی عطا فرمائے۔ (تحریک اہل حدیث ص 500)

**دارالعلوم تقویۃ الاسلام غزنویہ امرتسر (۲):** پنجاب میں دوسرا قدیم دینی مدرسہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام غزنویہ امرتسر ہے اس کے بانی حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اس کا انتظام و انصرام مولانا سید احمد علی غزنوی رحمہ اللہ نے سنبھالا۔ دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں شیخ الحدیث مولانا نیک محمد، مولانا عبداللہ بھوجیانی، مولانا محمد خان، مولانا عبدالجبار ہزاروی، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا حافظ محمد اسحاق مولانا شیخ محمد عبدہ رحمہم اللہ ایسی یگانہ روزگار شخصیتیں اس کی مدرس رہی ہیں۔

**جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کائنجن (۳):** جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کائنجن ضلع فیصل آباد ساندل بار کا عظیم اور قدیم دینی مدرسہ ہے۔ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر ان کے نزدیک دینی مدرسے کا اجراء تھا۔

(تحریک اہل حدیث ص 501)

**اہلحدیث فکر ولی اللہی کے حقیقی وارث:** برصغیر میں اگرچہ گجرات، کاٹھیہ واڑجنوبی ہند اور سندھ کے ارباب علم نے ہمیشہ علم کی جوت جگائی اور توحید و سنت کی شمع فروزاں رکھیں، مدرسہ رحیمیہ اور حجتہ اللہ فی الارض حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تحریک کی جو بنیاد رکھی اور اپنے دل کا تیل جلا کر ظلمت کدہ ہند کو منور کرنے کی جوتائیس کی اور جدید علمی تحریک کی جو طرح ڈالی اس کے بارے میں اور کوئی دورائے نہیں ہو سکتیں۔ اگرچہ برصغیر کے تمام دینی مکاتب فکر اپنی علمی نسبت ولی اللہی خاندان سے کرتے ہیں لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ الحدیث کی جو طرح ڈالی تھی اور مستترہ کر جس طرح سنت کا احیاء اور قرآن و حدیث سے تمسک کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اہلحدیث کے علاوہ باقی مکاتب فکر نے اس خول کو اتار پھینکا ہے۔ (تحریک اہل حدیث ص 524)

**شاہ ولی اللہ ہمارے روحانی پیشوا:** اہل حدیث نے ہمیشہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کو اپنا دینی رہنما، روحانی پیشوا اور علمی مقتداء اقرار دیا اور اس علمی تحریک میں اسی عقیدہ اور نظریہ کو آگے بڑھایا جو شاہ صاحب رحمہ اللہ کے پیش نظر تھا اور ہمیشہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے فکر کو ترجیح دی۔ (تحریک اہل حدیث ص 526)

**متصوفین علماء کی رسوم کے خلاف آواز:** شیخ علی متقی رحمہ اللہ صاحب ”کنز العمال“ اور شیخ محمد طاہر رحمہ اللہ مولف ’مجمع البحار‘ شیخ مجدد احمد فاروقی سرہندی رحمہ اللہ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ اس وقت مغنمات میں سے تھے۔ اکبری فتنوں کے سامنے کوئی طوطی کی آواز کو سنے یا نہ سنے مگر طوطی نے اپنا فرض ادا کرنے میں کسی نہیں کی اس وقت اہل حق کس قدر کمزور تھے۔ شیطانی طاقتیں کس قدر جمع ہو رہی تھیں۔ فتنوں کا سیلاب کتنا تباہی خیز تھا۔ امت کا لادینی جذبہ اہل حق کے لئے کتنی مصیبت کا باعث تھا۔ اعراس اور موالیہ کو بعض لوگوں نے اسلام کا بنیادی مسئلہ سمجھ رکھا تھا۔ تاہم ان بزرگوں نے ان بدعات پر کڑی نکتہ چینی کی۔ غیر اسلامی رسوم اور غیر اسلامی نظریوں کے خلاف ان مجددین وقت کی پرشکوہ آواز فضا نے دہر میں گونجتی رہی۔ رضی اللہ عنہم وارضاه۔ (تحریک اہل حدیث ص 593)





## نام کتاب:- فقہائے مدینہ..... تالیف:- عبدالمعزم الہاشمی

**قناعت و توکل:-** قاسم بن محمد رحمہ اللہ متقی پرہیزگار، عالم فقیہ اور لوگوں کو فائدہ پہنچانے والے عظیم انسان تھے۔ انہیں لوگوں کے مال و متاع سے کوئی غرض نہ تھی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہی راغب رہتے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا انہوں نے کسی سے کچھ نہ مانگا تھا۔ کسی بھی دن انہوں نے کسی انسان سے کوئی مدد طلب نہیں کی ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے، یہ ہمیشہ اس ظالم کوٹھکتے جو لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرتا۔ (فقہائے مدینہ ص 119)

## نام کتاب:- تلقین غزالی رحمہ اللہ..... مصنف:- ایم اے ہاشمی

از صاحبزادہ فیض الامین فاروقی ایم اے مونیہ شریف ضلع گجرات

امام اذکیاء حضرت غزالی رحمہ اللہ رئیس کاروان علم و عرفان  
دل ان کا الفت حق کا تھا مخزن زبان تھی کاشف اسرار پنہاں  
سدا رہبر رہیں گے ان کے افکار کرے گا استفادہ ہر مسلمان  
رہے مرقد سدا ان کی نورانی ہو نازل اس پر ابر لطف رحمان  
یہ ہے عرفان و دانش کا مرقع یہ اہل ذوق پر ہے خوب احسان  
یہ کاوش توشہ روز جزا ہے بنے گی درد عصیاں کا یہ درماں  
کہو فیض الامین سال اشاعت ”ہے تلقین غزالی مہر ایمان“

(کتاب تلقین غزالی ص 6)

## مشہور صوفی ابو حامد غزالی رحمہ اللہ کے حالات

**تعارف:-** ابو حامد محمد بن محمد غزالی رحمہ اللہ دنیا اسلام کے سب سے زیادہ بدیع الخیال اور عظیم عالم دینیات ہیں۔ ان کا مرتبہ آئمہ اربعہ سے کچھ ہی کم ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ 1058ء اور بمطابق 450ھ میں بمقام طوس (موجودہ مشہد) میں پیدا ہوئے۔ ان کے بھائی کا نام احمد تھا۔ صغر ہی میں والد کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔ ابتدائی تعلیم طوس میں حاصل کی۔ پھر جرجان، دوبارہ طوس اور پھر نیشاپور چلے گئے۔ جہاں امام الحرمین الجوبینی کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ تکمیل تعلیم کی سند حاصل کی۔ استاد کی وفات 1086ع 478ھ تک ان کے ساتھ رہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر اساتذہ میں سے زیادہ معروف ابوعلی فارمدی رحمہ اللہ ہیں۔ نیشاپور سے غزالی رحمہ اللہ ابوعلی الحسن بن اسحاق ملقب بہ نظام الملک نے ان کی بڑی تعلیم و تکریم کی۔ ان کی علمی استعداد کے پیش نظر انہیں مدرسہ نظامیہ بغداد میں بطور پرنسپل تعینات کیا جہاں وہ تین سو سے زائد طلباء کو فقہ پر درس دیتے رہے آپ نے اس موضوع پر چند کتابیں بھی تصنیف کیں۔

**امام صاحب کا ذوق تصوف:-** قیام بغداد (487ھ-483ھ) کے دوران امام رحمہ اللہ پورے طور پر متشکک بن چکے تھے۔ اس عرصے میں انہوں نے اپنے زمانہ کے مذاہب فکر اور بالخصوص فلسفہ کا غائر مطالعہ کیا۔ چونکہ عقل و فکر نے ان کی کوئی راہنمائی نہ کی تھی وہ پورے انہماک سے تصوف کی طرف مائل ہو گئے۔ خود ان کے بقول ”اللہ تعالیٰ نے حقائق میں ان کا ایمان از سر نو تازہ کر دیا“ روز قیامت کا ہول ان کے دل پر ایسا طاری ہوا کہ وہ پانچ ماہ (رجب تا ذیقعدہ 488ھ) اسی خوف کے زیر اثر سخت کرب میں مبتلا رہے۔ حزن اور دہشت نے ان کی جسمانی صحت تباہ کر ڈالی۔ چنانچہ ذوالقعدہ 488ھ میں وہ اپنے منصب بلکہ دنیا داری کو ترک کر کے ایک سیلانی درویش کی حیثیت میں بغداد سے نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے دمشق حبرون، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ کی سیاحت کی اور 490ھ میں فریضہ حج بھی ادا کیا۔ زہد و ریاضت،

ذکر و فکر سے بالآخر طمینان قلب حاصل ہو گیا جس کی انہیں شدت سے آرزو تھی۔ بقول ان کے:

(۱) عقل کا استعمال محض اس اعتماد کو حاصل کرنے کے لیے ہونا چاہئے جو خود اسے اپنے آپ پر ہے۔

(۲) اسی علم کو معتبر کہہ سکتے ہیں جو محسوسات اور مدرکات پر مبنی ہو۔ (۳) خالص فلسفیانہ نظامات کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی وغیرہ۔

490ھ تا 499ھ کے نو برس انہوں نے عزت گزینی میں گزارے تاہم اس دور میں ایسے وقفے بھی آئے کہ وہ اپنی متابلی زندگی اور

دنیاوی معاملات پر متوجہ ہو جاتے تھے۔ اسی زمانہ میں ”احیاء العلوم“ اور بعض دوسری کتابیں تصنیف ہوئیں۔ وہ بغداد اور دمشق میں وعظ و ارشاد کے علاوہ ”احیاء العلوم“ کا درس بھی دیتے تھے۔

**مریدین کی تربیت کے لیے خانقاہ کا قیام:**۔ سلطان سنجر سلجوقی کے ایمان و اصرار پر انہوں نے 499ھ میں نیشاپور میں مدرسہ

نظامیہ میں استاد کا عہدہ قبول کر لیا۔ اس طلبی کا سبب نظام الملک مرحوم کے بیٹے فخر الملک کا اثر و رسوخ تھا۔ جو اس وقت سلطان کا وزیر تھا۔ تاہم ان کی عملی زندگی زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکی کیونکہ غور و فکر کی آرزو انہیں بے چین رکھتی تھی۔ چنانچہ وہ چند مریدوں کے ہمراہ طوس واپس آ گئے جہاں انہوں نے ایک خانقاہ قائم کی اور اپنے تلامذہ کو تصوف کی علمی اور عملی تربیت دینے میں مصروف ہو گئے اور وہیں جمادی الآخر 505ھ مطابق 19 دسمبر 1111ء وفات پائی۔

امام موصوف کی تصانیف کی پوری تعداد یا ترتیب زمانی کے متعلق ہماری معلومات ہنوز نامکمل ہیں۔ بوی جس (Bouyges) نے ان

کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد 404 بتائی ہے جن میں سے اکثر ناپید ہیں۔

**احیاء العلوم کی اہمیت و ضرورت:**۔ امام موصوف کی سب سے ضخیم تصنیف ”احیاء العلوم“ چار جلدوں اور چار بڑے عنوانات کے

تحت مرتب ہے۔ (۱) عبادات (۲) عادات (۳) مہلکات (۴) منجیات۔ اس کتاب کی گراں قدری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اگر اسلام پر لکھی گئیں تمام کتب تلف ہو جائیں تو یہ واحد کتاب ان کی جگہ لے سکتی ہے۔

**الہامی کتاب:**۔ امام موصوف کی ہر تصنیف کی اہمیت بجاے خود مسلمہ ہے لیکن ”منہاج العابدین الی الجننتہ“ کی خصوصیت یہ

ہے کہ یہ ان کی پسندیدہ کتاب ہے۔ بقول ان کے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ایک ایسی کتاب تصنیف کرنے کی توفیق طلب کی تھی جو سب کیلئے نافع ہو۔ اللہ تعالیٰ نے عبادت کے اسرار و رموز ان پر واضح کر دیئے اور اس کتاب کی تدوین و ترتیب کا الہام فرمایا جو اس سے قبل کسی تصنیف میں قائم نہ رکھا جاسکا تھا۔ اس کتاب کے انہوں نے سات ”ہفت خوان“ قائم کئے ہیں۔

(۱) علم (۲) توبہ (۳) چار موانع (دنیا، مخلوق، شیطان، نفس) (۴) عوارض (۵) بواعث (۶) قواعد (۷) حمد و شکر۔ ہم کہہ سکتے ہیں

کہ ”منہاج العابدین“ امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا افشردہ ہے۔

**کیمائے سعادت ذوق بڑھانے کی وجہ:**۔ السنہ شریفہ سے ہماری بے توجہی کی وجہ سے موجودہ نسل امام غزالی رحمہ اللہ کی تعلیمات

سے بے بہرہ ہے جو نہایت بد قسمتی کی بات ہے۔ امام موصوف کی تصانیف کی اہمیت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ ان کی کتب شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ کے سفر و حضر میں زیر مطالعہ رہتی تھیں، آج سے خاصہ عرصہ قبل محترم ایم، اے، ہاشمی کو کیمائے سعادت کی جلد ہاتھ لگی۔ مطالعہ کیا تو شوق مزید بڑھا اور بمصدق توفیق بہ اندازہ ہمت ہے ازل سے۔

دیگر اہم تصانیف ”احیاء العلوم، احیاء العلوم الدین، ایہا الولد اور منہاج العابدین“ وغیرہ بھی زیر مطالعہ آئیں۔ اس

مطالعہ کے دوران محترم ہاشمی اپنی یادداشت کیلئے نوٹ (تلیخیص کہہ سکتے ہیں) قلم بند کرتے رہے جو مزید ترتیب و تہذیب کے بعد اس کتابچے کی شکل میں آپ کے پیش نظر ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا محترم ہاشمی کی زندگی پر گہرا اثر مرتب ہوا۔ رجوع الی اللہ بڑھتا گیا۔ ذاتی طور پر گواہوں میں ایک یہ راقم بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی خاص توفیق سے نوازا ہے جو

انہائی خوش قسمتی کی علامت ہے۔ (رحمۃ اللہ علیہ، ماڈل ٹاؤن، لاہور) (کتاب تلقین غزالی ص 8 تا 10)

**امام صاحب کی کتابوں کا اثر:** تقریباً دو دہائی قبل حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کی کتاب ”کیمیائے سعادت“ (اردو ترجمہ) میرے تصرف میں آئی۔ جوں جوں مطالعہ کرتا گیا شوق کو تازیا نہ لگتا گیا۔ اللہ کریم نے ساتھ ساتھ غور و فکر اور عمل کی توفیق بھی عنایت فرمائی۔ چنانچہ دل کی کیفیت بدلتی گئی۔ اس فانی دنیا سے تعلق کمزور تر ہوتا گیا اور توفیق ایزدی باقی کی طرف رجوع بڑھتا گیا۔ مطالعہ کے ساتھ ساتھ ضروری امور کی یادداشتیں ترجمہ ہی کے الفاظ میں نوٹ کرتا گیا تاکہ یہ مختصر لیکن جامع مواد، آخرت کار ہنما ہمہ وقت برائے عمل میرے پیش نظر رہے الحمد للہ رب کریم و منعم عظیم نے میری استعانت فرمائی۔

حضرت امام رحمہ اللہ کی تمام تصانیف ان کے اپنے الفاظ میں طالبان امور آخرت کے لیے ہیں۔ اس ضمن میں امام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ مرض جو اکثر لوگوں میں پھیل گیا ہے بلکہ عالمگیر ہو رہا ہے۔ یعنی امر آخرت کی بزرگی کے ملاحظے سے قاصر ہیں۔ اس بات کو نہیں جانتے کہ معاملہ خوفناک ہے اور ہم بڑی ہے۔ آخرت سامنے چلی آتی ہے اور دنیا پشت پھیرے جاتی ہے اور موت قریب ہے۔ سفر بعید، توشہ تھوڑا ہے اور اندیشہ مزید۔ راستہ بند اور مسدود ہے اور جو علم و عمل کہ خدا کی ذات کے سوا ہو وہ پرکھنے والے عاقل کے نزدیک مردود ہے۔ آخرت پر چلنا بغیر رہنما اور رفیق کے سخت دشوار ہے“

امام صد احترام کی ہر تصنیف کے اندر یہی خواہش نمایاں ہے کہ عامتہ المسلمین منہیات سے اجتناب کریں اور اوامر پر کار بند رہ کر ابد کی دنیا کے لیے زاد راہ فراہم کر سکیں۔ (آپ بھی عمل کرنے والوں میں شامل ہو جائیں) (کتاب تعلیمات غزالی ص 12)

**امام صاحب کی تعلیمات کا نچوڑ:** چنانچہ گنتی کے صفحات پر مشتمل لیکن طالبان امور آخرت کے لیے مختلف نکات سے بھر پور ”تلقین غزالی“ کے نام نامی سے کتاب برائے مطالعہ آپ کے سامنے ہے۔ ضخیم جلدیں، ہزاروں صفحات کے بحر بے کراں کو کوزہ میں بند کر کے استفادہ کے لیے پیش ہے تاکہ اس نہ ختم ہونے والی مصروفیات کے پر آشوب دور میں بھی ہر کوئی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے فیض یاب ہو سکے۔ معمولی حجم کے پیش نظر عدیم الفرستی جو اس دور کا روگ ہے۔ آڑے نہیں آسکتی۔

امام صاحب رحمہ اللہ کی تصانیف کی بنیاد کتاب و سنت ہے، موصوف کا یہ تحفہ انشاء اللہ موجب نجات ہوگا۔ (بندہ تو ایک مرتب کنندہ ہے) بار بار بلکہ کئی بار مطالعہ کی ضرورت ہے تاکہ ہر نکتہ آپ کے قلب و ذہن پر نقش ہو جائے پھر عمل شرط اولیٰ ہے۔ اس طرح جس مقصد کے لیے خالق کائنات نے انسان کو دنیا میں بھیجا ہے۔ اگر زاد راہ کی تیاری مکمل کر لی تو جانو کہ مراد کو پہنچ گئے۔ اللہ کے سچے وعدے کے طفیل۔ نعمتیں اور لذتیں حاصل کرنے کے لیے اور رنج و محن سے آزاد رہنے کے لیے ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی جنت ٹھکانہ ہوگی۔ رب کریم کا قرب اور دیدار نصیب ہوگا۔ اشاعت نہ نفع نہ نقصان کے جذبہ کے تحت ہے تاکہ دیئے سے دیا جلتا رہے۔

اس رحیم و کریم ذات واحد سے التجا ہے کہ وہ حسن توفیق سے ہم سب کی مدد فرمائے۔ ہر شے کا مالک و مختار وہی ہے۔ کروڑوں درود و سلام اس بابرکت ہستی نبی کریم ﷺ پر جس نے اصل معبود (اللہ تعالیٰ) کی طرف دعوت دی۔ ایم، اے، ہاشمی 6 ستمبر 1999 (کتاب تلقین غزالی ص 14)

**علم سر یعنی تصوف و معرفت جاننے کی ضرورت:** علم سر سے اس قدر جاننا ضروری ہے جس سے صفائی قلب کے اسباب معلوم ہو جائیں اور یہ معلوم ہو جائے کہ کس کس چیز سے دل کو پاک کرنا ضروری ہے تاکہ دل میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور تعظیم اور اعمال میں اخلاص پیدا ہو۔ نیز ان امور کو بھی جاننا ضروری ہے جن سے نیت درست رہ سکے اور ظاہر و باطنی اعمال و عبادات ظاہر و باطنی آفات سے محفوظ رہ سکیں اور جن کے ذریعے عبادات کو مکمل طریقے سے ادا کیا جاسکے۔ جیسے اخلاص، حمد، شکر اور توکل وغیرہ۔ (کتاب تلقین غزالی ص 20)

**علم سر کی ضرورت و اہمیت:** علم سر سے اس قدر جاننا ضروری ہے جس سے صفائی قلب کے اسباب معلوم ہو جائیں اور یہ معلوم ہو جائے کہ کس کس چیز سے دل کو پاک کرنا ضروری تاکہ دل میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور تعظیم اور اعمال میں اخلاص پیدا ہو۔ نیز

ان امور کو جاننا ضروری ہے جن سے نیت درست رہ سکے اور ظاہر و باطنی اعمال و عبادات کو مکمل طریقے سے ادا کیا جاسکے۔ جیسے: اخلاص، حشر، شکر اور توکل وغیرہ۔

**علم شریعت اور علم طریقت کی تعریف:**۔ ہر وہ کام جس کی ادائیگی تجھ پر فرض ہے اس کی معرفت بھی تیرے لئے ضروری ہے تاکہ اس کو ادا کر سکے۔ جیسا کہ طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد۔ جو علم حاصل نہیں کرتا اس کے لئے عبادت کے احکام سازگار نہیں ہوتے نہ وہ عبادت کو اس کے حقوق کے ساتھ ادا کر سکتا ہے۔ لہذا عبادت شرعیہ جیسے طہارت، نماز، روزہ وغیرہ کی حقیقت اور ان کے تمام شرائط معلوم کرنا ضروری ہے۔ بے علمی کے سبب بہت ممکن ہے کہ انسان برسوں اور مدتوں ایک ایسے عمل کو نیک خیال کر کے کرتا رہے جو درحقیقت اس کی طہارت اور اس کی نمازوں کو خراب کر رہا ہو اور ان کو خلاف سنت طریقتہ پر ادا کرنے والے کو بالکل علم نہ ہو۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آئے اور نہ تو وہ سیکھا ہو اور نہ ہی بروقت اسے حل کرنے والا کوئی ملے تو دقت ہوگی۔

ساتھ ساتھ ان امور کے معانی کا جاننا بھی ضروری ہے جو باطن کے عیوب ہیں جیسے: غصہ، طول امل، ریا، تکبر وغیرہ۔ ان خصائل رذیلہ سے بچنا بھی لازم اور ضروری ہے۔ یہ توکل، صبر، رضا، شکر وغیرہ کی ضد ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس سے جاہل رہ کر گمراہی میں پڑنے کا خطرہ ہو اس کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس طرح بندہ اللہ کی خدمت و طاعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ آخرت میں غیر فانی صلہ عنایت فرمائے گا۔ اگر تم نے علم کے مطابق پوری طرح عمل بھی کیا اور اپنی عاقبت درست اور آباد کرنے میں لگ گئے تو تم عابد ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب بصیرت عالم بھی بن گئے۔ دین کے بارے میں اب تم بفضل خدا جاہل یا غافل نہیں رہے۔ تمہیں ایسے شرف پر مبارک دینی چاہیے۔ تمہارے علم کی بہت زیادہ قیمت ہے اور تمہیں اس پر بہت زیادہ ثواب ملے گا۔ علم کی تحصیل کے بارے میں اللہ کا جو تم پر حق تھا اسے تم نے ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ ہمیں اور تمہیں دین پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے ”وہو الرحمہ الرحیمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم“

(کتاب تلقین غزالی ص 21)

**قلت اختلاط مع الانام کی ضرورت:**۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حرث رضی اللہ عنہ بن عمر کو فرمایا اگر تیری عمر نے وفا کی تو ایسا زمانہ پائے گا جس میں خطیب بہت ہوں گے لیکن جامع عالم کم ہوں گے۔ گداگر بہت ہوں گے لیکن انہیں دینے والے کم ہوں گے۔ علم خواہشات کے تابع ہو جائے گا۔ حضرت حرث رضی اللہ عنہ نے عرض کی ایسا زمانہ کب آئے گا تو حضور ﷺ نے فرمایا جب نمازوں کی پروا نہیں ہوگی۔ رشوت کا لین دین عام ہوگا اور دین و مذہب حقیر دنیا کے عوض فروخت کر دیا جائے گا۔ ایسے وقت میں بچنا آپ ﷺ نے بچنے کا لفظ تین بار دہرایا۔ میں (امام غزالی) کہتا ہوں کہ حضور ﷺ نے جس زمانے میں بچنے کی جو علامات بتائی ہیں وہ سب کی سب ہمارے زمانہ میں موجود ہیں۔ (ہمارے زمانہ سے امام صاحب رحمہ اللہ کی مراد پانچ صدی ہجری ہے۔ وہ 505ھ میں فوت ہوئے تھے۔ آج امام صاحب کے زمانہ کو تقریباً ایک ہزار سال گزر چکے۔ اس عرصے میں تو معاملات جس قدر بگڑ چکے اور برق رفتاری سے بگڑتے جا رہے ہیں اس میں بچ بچاؤ۔ عزت گزینی کی اہمیت و ضرورت کا اندازہ خود لگا لو) سلف صالحین ایسے خراب وقت میں لوگوں سے علیحدہ رہنے کی سخت تاکید فرماتے تھے۔ وہ لوگ بلاشبہ ہم سے کہیں زیادہ صاحب بصیرت تھے۔ ان کے بعد کا زمانہ دینی اعتبار سے زیادہ تلخ اور خراب ہے۔

حضرت یوسف بن اسباط رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ خدا کی قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ ہمارے زمانہ میں گوشہ نشینی جائز ہوگئی ہے۔ میں (امام غزالی) کہتا ہوں اگر ان کے زمانہ میں جائز تھی تو ہمارے زمانے میں فرض ہوگئی ہے (یہ آج سے ایک ہزار سال پہلے امام غزالی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ اب جو حالات ہیں گوشہ نشینی فرض سے بھی زیادہ ہوگئی ہے) جو گناہ آدمی کو اختلاط سے پیش ہوا کرتے ہیں تنہائی میں ان سے

محفوظ رہتا ہے ان سے چٹنا میسر ہوتا ہے۔ اور وہ گناہ چار ہیں (۱) غیبت (۲) ریا (۳) چپ رہنا معروف سے اور نہی منکر سے (۴) چوری چوری اخلاق قبیحہ اور اعمال خبیثہ کا داخل ہونا جن کا باعث حرص دنیاوی ہوتی ہے۔ اختلاط اور عزت میں اعتدال ضروری ہے اور یہ امورات کے تفاوت سے مختلف ہوا کرتا ہے۔ چاہیے کہ عزت میں موت کو بہت یاد کرے اور جب تنہائی سے دل تنگ ہو تو سمجھے کہ آخر قبر میں کون سا تھ ہوگا۔ وہاں بھی تو تنہا پڑا رہنا ہوگا۔ عزت میں ایک امر ضروری یہ ہے کہ وسوسے منقطع ہوں جو ذرا الہی سے روکتے ہیں۔ (کتاب تلقین غزالی ص 23)

### تصوف کا مقصد اخلاق حسنہ کی تکمیل

**اخلاق حسنہ کی پہلی قسم (رضاء الہی):**۔ قضا پر راضی رہنے والے انسان کو اللہ تعالیٰ اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ ایسے شخص کو اپنے رب کی رضا اور خوشنودی بھی حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ“۔ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے) بعض زاہد رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ جب قضا و قدر حق ہے تو معاملات زندگی میں غم و فکر بے معنی ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”تجھے کسی معاملے میں فکر و تشویش نہیں ہونی چاہئے۔ اس لئے جو مقدر ہو چکا ہے وہ آکر رہے گا اور جو تیرے مقدر میں نہیں ہے وہ ہرگز تجھ پر وارد نہیں ہوگا“۔ حضور ﷺ سے ایک حدیث قدسی مروی ہے جس کے الفاظ ہیں جو شخص میری تقدیر پر راضی نہ ہو اور میری جانب سے آنے والی مصیبتوں پر صابر نہ ہو اور میری عطا کردہ نعمتوں کا شکر نہ ادا کرے تو ایسا شخص میرے بجائے کسی اور کو رب بنا لے۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ گویا فرماتا ہے کہ جو شخص جب مجھ سے راضی نہیں کیونکہ تقدیر پر ناک منہ چڑھاتا ہے تو پھر یہ اپنا رب کوئی اور بنا لے۔ یہ انتہائی زجر اور ڈانٹ کے الفاظ ہیں۔ ربوبیت یہ ہے کہ رب تعالیٰ جو چاہے کرے اور عبودیت یہ ہے کہ اس کے حکم اور قضا کو بلا چون و چرا تسلیم کرے۔ خدا تعالیٰ کی ناراضگی میں نقصان کا اندیشہ اور غظیم خطرہ مضر ہے۔ جو شخص فیصلہ خداوندی کو تسلیم نہ کرے بلکہ الٹا اس سے ناراض ہو وہ کیسے مومن ہو سکتا ہے۔

**قضا پر راضی رہنے کی فضیلت:**۔ قضا الہی پر راضی رہنا بلند مقام ہے۔ خدا کی رضا پر راضی رہنا محبت ہی کا نتیجہ ہے۔ نبی مکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہو جانا ہی بارگاہ الہی کا سب سے بڑا دروازہ ہے۔ ایک دفعہ رسول مقبول ﷺ نے ایک قوم سے پوچھا کہ تمہارے ایمان کی نشانی کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہم بلا اور مصیبت پر صبر کرتے ہیں، عطا و نعمت پر شکر کرتے ہیں اور رضائے الہی پر راضی رہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہی وہ لوگ ہیں جنہیں حکماء اور علماء کہنا چاہئے۔ بلکہ کمال علم کے باعث ان کا مرتبہ انبیاء علیہم السلام کے قریب ہے۔ اور فرمایا کہ قیامت کے روز حق تعالیٰ میری امت کے ایک گروہ کو بال و پر عطا فرمائیں گے کہ وہ ان کے ساتھ اڑتے ہوئے بہشت میں پہنچیں گے۔ فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تم لوگ ترازوئے عدل اور پل صراط وغیرہ سے گزر چکے ہو؟۔ وہ کہیں گے کہ ہم نے ان چیزوں میں سے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ فرشتے پوچھیں گے کہ پھر تم کون لوگ ہو؟۔ یہ کہیں گے کہ ہم محمد ﷺ کی امت میں سے ہیں۔ فرشتے پوچھیں گے کہ تم نے کیا عمل کیا ہے جس کے سبب یہ بزرگیاں تم نے پائی ہیں؟۔ وہ کہیں گے ہم میں دو خصالتیں تھیں ایک یہ کہ خلوت میں ہم خدا تعالیٰ سے شرمنا کر گناہ نہ کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ نے ہمیں تھوڑا سا رزق عنایت فرمایا تھا ہم اس پر راضی رہے۔ فرشتے کہیں گے کہ واقعی تمہارا حق ہے کہ یہ مرتبہ تمہیں نصیب ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ حق تعالیٰ سے پوچھیں کہ اس کی رضا حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے تاکہ ہم بھی اس پر عمل کریں۔ وحی آئی کہ تم میرے حکم پر راضی رہو میں تم سے راضی رہوں گا۔

**رضا کی حقیقت:**۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آفت و بلا اور مصیبت و رنج میں مبتلا ہو کر ان پر راضی رہنا ممکن ہی نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ انسان صبر کرے۔ لیکن یہ عقیدہ غلط اور خطا ہے۔ کیونکہ جب محبت غالب ہو تو خواہش کے خلاف راضی رہنا ممکن ہے۔ اور یہ دو طرح سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ آدمی عشق میں ایسا مدہوش ہو جائے کہ اسے تکلیف اور درد کی خبر ہی نہ ہو جیسے: کوئی آدمی جنگ میں غصہ کی وجہ سے

ایسا منہمک اور مشغول ہو جاتا ہے کہ جسم میں لگنے والے زخموں کے درد کا اسے احساس بھی نہیں ہوتا جب تک یہ اپنی آنکھوں سے خون نہ دیکھ لے۔ دوسرے اگر درد اور تکلیف کا احساس ہو بھی تو یہی سمجھتا ہے کہ جب دوست اس میں راضی ہے تو یہی سہی۔ ہم بھی اس پر راضی ہیں۔ خدا کے ساتھ ایک محبت کرنے والے کا قول ہے کہ جس چیز کو حق تعالیٰ پسند کرے میں بھی اس کو پسند کرتا ہوں۔ حتیٰ کہ اگر وہ یہ چاہے کہ میں دوزخ میں جاؤں تو میں اس پر بھی راضی ہوں اور دوزخ کو بھی دوست رکھوں گا۔ (کتاب تلقین غزالی ص 28)

**اخلاق حسنہ کی دوسری قسم (توکل):**۔ توکل دل کی حالتوں میں سے ایک حالت ہے جو کہ ایمان کا پھل ہے۔ دو باتوں پر ایمان لانا توکل کی بنیاد ہے۔ ایک تو حید ہے اور دوسرے اس بات کا ایمان لانا کہ اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے اور سب اسی کے سبب سے ہیں۔ وہ سب کے ساتھ رحمت و حکمت اور مہربانی کا سلوک کرتا ہے۔ اس کی شفقت و عنایت ایک چیونٹی اور چھھر سے لے کر آدمی تک کے حق میں ماں کی شفقت و رحمت سے زیادہ ہے۔

**حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کا توکل:**۔ حضرت حذیفہ مرعشی رحمہ اللہ سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت ادھم رحمہ اللہ کی کون سی عجیب بات تم نے دیکھی ہے کہ تم نے ان کی خدمت کی۔ انہوں نے کہا کہ مکہ معظمہ کے راستے میں ہم دونوں بہت بھوکے رہے۔ جب کوفہ میں پہنچے تو حضرت ابراہیم ادھم رحمہ اللہ نے فرمایا بھوک کی وجہ سے تیرے اندر ضعف پیدا ہو گیا ہے۔ میں نے کہا ہاں! فرمایا قلم دو ات اور کاغذ لے آ۔ میں لے آیا۔ انہوں نے اس پر لکھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اے وہ ذات کہ تو ہی ہر حال میں مقصود ہے اور سب کا اشارہ تیری طرف ہی ہے۔ میں تیرا ثناء خواں اور شاکر و ذاکر ہوں مگر ننگا۔ بھوکا اور پیاسا ہوں۔ یہ تینوں چیزیں نازدکرا اور شکر میرا حق ہے اور میں ان کا ضامن ہوں۔ وہ تین چیزیں یعنی کھانا پانی اور کپڑا دینا جو تیرا حق ہے تو اس کا ضامن ہے۔ یہ رقعہ لکھ کر مجھے دیا اور فرمایا کہ باہر چلے جاؤ۔ جسے پہلے دیکھو اسے یہ رقعہ دے دینا۔ میں باہر آیا تو ایک اونٹ سوار دیکھا۔ اسے رقعہ دے دیا۔ وہ اسے پڑھ کر رونے لگا اور پوچھا کہ اس رقعے کا لکھنے والا کہاں ہے۔ میں نے کہا مسجد میں۔ اس نے چھ سو دینار کی تھیلی مجھے دی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک نصرانی ہے۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمہ اللہ کی خدمت میں سارا واقعہ سنایا۔ انھوں نے فرمایا اس تھیلی کو ہاتھ نہ لگانا۔ لمحہ بھر میں اس تھیلی کا مالک آیا ہی چاہتا ہے۔ فوراً وہ نصرانی آیا اور حضرت ابراہیم ادھم رحمہ اللہ کے قدم کو بوسہ دے کر ایمان سے مشرف ہوا۔

**ابو یعقوب بصری رحمہ اللہ کا توکل:**۔ ابو یعقوب بصری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں مکہ معظمہ میں تھا۔ دس دن تک بھوکا رہا۔ بیتاب ہو کر باہر نکلا کہ زمین پر ایک شتلم پڑا ہے۔ جی میں آیا کہ اٹھا لوں۔ میرے دل سے آواز آئی دس دن سے بھوکا ہے سڑے ہوئے شتلم کی بجائے اللہ کی طرف سے انتظار کر۔ میں مسجد میں چلا آیا۔ ایک شخص آ پہنچا اور پٹاری بھر روغنی نکلیاں شکر اور مغز بادام لاکر میرے سامنے رکھا اور کہنے لگا: میں دریائی سفر میں تھا نا گہانی طوفان آیا۔ میں نے منت مانی کہ اگر میں سلامت بچا تو یہ چیزیں اس درویش کو دوں گا جس سے پہلی ملاقات ہوگی۔ میں نے ہر ایک میں سے مٹھی بھر کی مقدار لے کر کہا کہ باقی میں نے تجھے بخش دیا پھر میں نے اپنے دل سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کیسے رازق مطلق ہیں کہ دریا میں ہوا کو تیری روزی کے بند و بست کا حکم دیا۔ ایسی نادر حکایات کا علم آدمی کے ایمان کو مضبوط اور قوی بناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی نے کبھی کوئی متقی ایسا نہیں دیکھا جو بھوک کی وجہ سے مر گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مملکت کا ایسا اچھا انتظام کیا ہے کہ کوئی تباہ اور برباد حال نہ ہو۔ مگر نادار لوگ بھی ہوتے ہیں یہی سبب سے ہوتا ہے کہ اس کی بہتری اسی میں ہوتی ہے۔

**حاصل تصوف حصول تقویٰ:**۔ تقویٰ کی تعریف عبادت و تقویٰ کی ہے۔ ایک مامورات (یعنی جن کے کرنے کا حکم ہے)

دوسرے منہیات (یعنی وہ چیزیں جن سے بچنا ضروری ہے)۔ مامورات کے بجالانے اور منہیات سے اجتناب کے مجموعے کا نام تقویٰ ہے۔ اگر تجھے دونوں قسم کی عبادت یعنی اوامر کی بجا آوری اور منہیات سے اجتناب حاصل ہو جائے اور تو دونوں کا پابند ہو جائے تو عبادت کے معاملہ میں کمال تک پہنچ گیا اور آفات سے محفوظ ہو گیا۔ تقویٰ ہی اصل جوہر اور نجات آخرت کا ذریعہ ہے۔ انسانوں میں متقی لوگوں

کا درجہ ہی سب سے اونچا اور بلند ہے۔ اہل بصیرت حضرات منہیات سے اجتناب کی زیادہ پابندی کرتے تھے یہ جانب اختیار کرنے سے تو معاصی اور گناہ سے سالم اور محفوظ رہے گا۔ اگر تو یہ جانب اختیار نہ کرے، گناہوں اور برائیوں سے نہ بچے تو ساری رات نوافل ادا کرے، دن کو روزہ رکھے اور دیگر مستحب امور میں مشغول ہونے سے تجھ کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ تیری یہ شب بیداری کی مشقتیں بے سود ہوں گی کیونکہ گناہوں اور برائیوں سے اجتناب نہ کرنے کی وجہ سے تیری نیکیاں ساتھ ساتھ برباد اور ضائع ہوتی جائیں گی۔ دن کو روزہ رکھ کر جب تو غیبت، کذب اور دوسری گفتگو سے پرہیز نہ کرے گا تو تیرے اس روزے کا کیا فائدہ۔

### تصوف بحیثیت اصلاح نفس

**اصلاح نفس کا پہلا ذریعہ ”حفاظت زبان“:-** بزرگوں نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ جس چیز کو قابو میں رکھنا ضروری ہے وہ زبان ہے۔ تو ذرا زندگی کے وہ قیمتی لمحات تو یاد کر جو تو نے بے ہودہ اور لغو گفتگو میں ضائع کئے ہیں۔ اگر تو ان عزیز لمحات میں تو بہ استغفار کرتا تو شاید کسی نیک ساعت میں تیری توبہ قبول ہو جاتی۔ اور اگر تیرے گناہ بخش دیئے جاتے تو تجھے نفع ہوتا۔ ان لمحات میں لا الہ الا اللہ کا ورد کرتا رہتا تو تجھے بے حساب اجر و ثواب ملتا۔ ان لمحات میں یہ دعا کرتا ”اے اللہ! میں تجھ سے عافیت اور سلامتی کا سوال کرتا ہوں“ شاید کسی مبارک ساعت میں یہ الفاظ تیرے منہ سے نکلنے اور تیری دعا قبول ہو جاتی۔ اس طرح دنیا اور آخرت کی نجات پا جاتا۔ پوری احتیاط سے زبان کی حفاظت کر۔ کیونکہ یہ معمولی سا عضو بعض دفعہ بہت جلد انسان کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

**حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا فرمان:-** حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ زبان سے ایسی بات نہ نکالو جسے سن کر لوگ تمہارے دانت توڑ دیں۔ زبان کی حفاظت نہ کرنے کے سبب آخرت میں انسان عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ اس عذاب کا ذہن میں تصور رکھا جائے۔ اس سلسلہ میں تم یہ نکتہ یاد رکھو کہ تم جو گفتگو کرتے ہو وہ یا تو حرام و ناجائز یا فضول و لایعنی ہے۔ اگر حرام و ناجائز ہوگی تو ایسی گفتگو بلاشبہ عذاب کا باعث ہے جسے برداشت کرنے کی طاقت انسان میں نہیں ہے۔ فضول و لایعنی گفتگو کراما کا تبین کو لکھنی پڑتی ہے تو انسان کو چاہئے کہ ان سے حیا کرے اور فضول باتیں لکھنے کی ان کو تکلیف نہ دے رب تعالیٰ کا ارشاد ہے ”ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید“ (بندہ کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتا مگر اسے نوٹ کرنے کے لئے ایک نگہبان اس کے پاس تیار بیٹھا ہے) یہ اچھی بات نہیں کہ لغو اور بے ہودہ باتوں سے بھرا ہوا اعمال نامہ رب تعالیٰ کے حضور پیش ہو۔ (کتاب تلقین غزالی ص 34)

**اصلاح نفس کا دوسرا ذریعہ ”حفاظت دل“:-** دل کی حفاظت اس کی اصلاح اور اسے درست رکھنے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔ دل کا معاملہ باقی اعضاء سے زیادہ خطرناک ہے اور اس کا اثر باقی اعضاء سے زیادہ ہے۔ اس کی درستی زیادہ دقت طلب اور اس کی اصلاح زیادہ مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وہ خائن آنکھوں اور دل کے پوشیدہ رازوں کو جانتا ہے۔“ ”جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔“ ”بے شک اللہ تعالیٰ سینے کے راز جانتا ہے۔“ ”غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کتنی دفعہ اس بات کو دہرایا اور تکرار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سینے کے اسرار پر آگاہ ہونا ہی ڈرنے اور خوف کرنے کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ علام الغیوب کے ساتھ معاملہ بہت نازک ہے۔ اس لئے تمہیں خیال کرنا چاہیے کہ تمہارے دلوں میں کس طرح کے راز ہیں جن سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے۔ اگر معاذ اللہ تمہارے خیالات و ارادے گندے ہیں تو تمہیں شرم و حیا کرنا چاہیے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ تمہاری صرف ظاہری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔“ اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ دل رب العالمین کی نظر کا مقام ہے۔ فساد قلب کا باعث یہ چار چیزیں ہیں (۱) دنیا کی امیدیں۔ (۲) عبادات میں جلد بازی (۳) حسد (۴) تکبر۔ اس کے مقابلے میں اصلاح کرنے والی یہ چار چیزیں ہیں (۱) امیدیں کم کرنا۔ (۲) معاملات میں تحمل و آہستگی۔ (۳) مخلوق کے ساتھ خیر خواہی (۴) خشوع و خضوع سے پیش آنا۔ یہ وہ آٹھ چیزیں جن کے ساتھ قلب کی اصلاح یا خرابی وابستہ ہے۔ اس لئے اسباب فساد سے بچو اور مفید قلب باتوں کو اختیار کر دو تا کہ آخرت کی مشقت سے محفوظ رہو اور اپنے مقصود حاصل کر سکو۔

**اصلاح نفس کا تیسرا ذریعہ ”حفاظت آنکھ“:**۔ اس کی نگہداشت ضروری اور لازمی ہے کہ دین و دنیا کے کاموں کا دار و مدار دل پر ہے۔ دل کی خرابی اور اس میں وسوسے وغیرہ اکثر و بیشتر آنکھ کی وجہ ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی آنکھ کی حفاظت نہیں کرتا اس کا دل بے قیمت ہوتا ہے۔ یعنی اس میں کوئی کمال یا نور وغیرہ نہیں آسکتا۔ آنکھ ہی ہر فتنے اور ہر آفت کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”اے حبیب ﷺ! اہل ایمان سے کہو کہ اپنی نظر جھکائے رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے بہت پاکیزہ بات ہے“۔ ”اور اے ایمان والو! تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے“۔ مطلب یہ ہوا کہ نظر نیچی رکھنا دل کو بہت زیادہ پاک کرتا ہے۔ اگر تم نے کسی طرف دیکھا ہی نہیں تو ہر فتنے، وسوسے اور خطرہ سے محفوظ رہو گے اور اپنے اندر راحت و نشاط محسوس کرو گے۔ اس چیز کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان الفاظ میں ادا فرمایا ہے۔ ”اپنے آپ کو نظر حرام سے پوری احتیاط سے بچاؤ کیونکہ ایسی بدنظری دل میں شہوت کی تخم ریزی کرتی ہے اور اس گناہ کا ارتکاب کرنے والے کو فتنے میں مبتلا کر دیتی ہے۔“

حضور نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”غیر محرم عورت کے حسن و جمال پر نظر ڈالنا ابلیس کے زہر میں بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔“ تو جو شخص ایسا کرنا ترک کر دے گا اللہ تعالیٰ اسے سرور آمیز عبادت کا مزہ چکھائے گا۔ آنکھ دیدار الہی سے لطف اندوز ہونے کے لئے عطا ہوئی ہے۔ لہذا جن چیزوں کو اعلیٰ ترین مقاصد کے لئے تیار کیا گیا ہوا نہیں لازماً فضول و نامناسب افعال و حرکات سے محفوظ رکھنا چاہیے۔ جیسے پاؤں تو فردوس بریں کے باغات و محلات میں چلنے پھرنے کیلئے بنائے گئے ہیں اور ہاتھ جنت میں شراب طہور کے چھلکتے جام پکڑنے اور میوہ جات توڑنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ باقی اعضاء بھی علیحدہ علیحدہ کاموں کیلئے بنائے گئے ہیں۔ اس پر غور کیا جائے کہ قیامت کے دن ان اعضاء سے غلط کام لینے کے لئے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ لہذا اعضاء کو ہر معصیت، ہر حرام ہر فضول حلال اور ہر اسراف سے حفاظت میں رکھنا ضروری ہے۔

**اصلاح نفس کا چوتھا ذریعہ ”اجتناب ریا و عجب“:**۔ لوگوں کو اپنے اعمال، عبادات دکھلا کر تعریف و توصیف کا طالب ہونا ریا کاری ہے اور اخلاص یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے نیک کام کرے تو دل میں یہ چاہت نہ رکھے کہ اس پر اس کی تعریف کی جائے دوزخ جنت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اس لئے اپنے اعمال اسی کو دکھا۔ وہ تمہیں اپنی عطاؤں سے مالا مال کر دے گا۔ ریا کار کو اللہ تعالیٰ ناکام و نامراد کرتا ہے۔ حضور ﷺ سے روایت ہے کہ ریا کار کو قیامت کے دن چار ناموں سے پکارا جائے گا۔ اے کافر، اے فاجر، اے غدار، اے خاسر۔ تیری کوشش بے کار چلی گئی۔ تیرے اعمال بے کار ہو چکے ہیں۔ یہاں آخرت میں تیرا کوئی حصہ نہیں۔ اے دھوکہ باز اپنے اعمال کا اجر و ثواب اس سے جا کر لے جس کو دکھانے کے لئے تو عمل کرتا تھا۔ ریا سے آنے والی مصیبتوں میں ایک مصیبت جنت سے محرومی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ ”جنت نے گفتگو کی اور کہا میں بخیل اور ریا کار پر حرام ہوں“۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ”دوزخ اور اہل دوزخ ریا کاروں سے چیخ اٹھیں گے۔“ عرض کی گئی دوزخ کیوں چیخے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس آگ کی تپش سے جس سے ریا کاروں کو عذاب دیا جا رہا ہوگا۔“

**حضرت سفیان رحمہ اللہ کی تنبیہ:**۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کی ساتھیوں سمیت دعوت کی تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ اس قتال میں روٹی رکھ کر لاؤ جو میں دوسرے حج کے موقع پر لایا تھا پہلے حج والے قتال میں روٹی نہ لانا۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے اس آدمی کی طرف دیکھا اور کہا کہ اس مسکین نے اتنی سی بات میں اپنے حج کو باطل کر دیا۔

**حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو تنبیہ:**۔ اور بعض علماء سے سنا ہے کہ وہ حسن بصری رحمہ اللہ کے متعلق بیان کرتے تھے کہ ان کی وفات کے بعد ان کو خواب میں دیکھا گیا تو ان کا حال پوچھا گیا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کر لیا اور فرمایا۔ اے حسن! تجھے یاد ہے کہ ایک دن تو مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔ لوگوں نے تجھ کو دیکھا تو تو نے اپنی نماز اچھی کر کے پڑھی۔ اگر تیری پہلی نماز میرے لئے



خالص نہ ہوتی تو میں تجھے آج اپنے دربار سے ہانک دیتا اور تجھ سے اپنا تعلق منقطع کر لیتا۔

کسی نیک شخص سے روایت ہے کہ میں ایک رات سحری کے وقت برب سڑک ایک بالا خانے پر سوسوٹا پڑھ رہا تھا۔ جب سورۃ کو ختم کر لیا تو مجھے اونگھ سی آگئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی آسمان سے نازل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک صحیفہ تھا۔ اس نے میرے سامنے پھیلا کر رکھ دیا۔ اس میں وہی سورت لکھی ہوئی تھی اور ہر کلمے کے نیچے دو نیکیاں لکھی ہوئی تھیں۔ مگر ایک کلمہ میں نے دیکھا کہ وہ مٹا ہوا تھا اور اس کے نیچے کچھ نہیں لکھا ہوا۔ میں نے کہا: میں نے یہ کلمہ بھی پڑھا تو تھا لیکن نہ تو یہ کلمہ لکھا ہوا ہے نہ اس کا ثواب۔ اس آدمی نے کہا تم صحیح کہتے ہو تم نے پڑھا تھا اور ہم نے لکھا بھی تھا۔ مگر ہم نے آسمان سے ایک آواز دینے والے کو سنا۔ اس نے کہا اس کلمہ کو مٹا دو اور اس کا ثواب بھی ختم کر دو تو ہم نے اسے مٹا دیا۔ اس آدمی نے کہا کہ اپنے ہی خواب میں رونے لگا اور اس سے پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ ایک آدمی سڑک پر سے گزرا تو اس کو سنانے کے لئے تم نے یہ کلمہ بلند آواز سے پڑھا تو اس کا ثواب ختم ہو گیا۔ اس کو یاد رکھ۔ یہی حال عجب (اپنے اعمال صالح کو عظیم خیال کرنے) کا ہے۔

پس اے مسکین! غور کرو اور ہوشیار ہو جا کہ تو خسارہ پانے والوں سے نہ ہو جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کے مخلص، ڈرنے والے، فکر کرنے والے اور اللہ کے احسانات پر راضی ہونے والے لوگوں میں سے ہو جا۔ باقی رہی نقصان کی شدت تو اس کی وجہ سے ریا اور عجب ایک بہت بڑی آفت ہے جو ایک لحظہ میں واقع ہو جاتی ہے اور بسا اوقات ستر سال کی عبادت کو بگاڑ کر رکھ دیتی ہے۔

**اصلاح نفس کا پانچواں طریقہ ”تکالیف پر صبر“۔** ان میں کامیابی کی واحد صورت صبر ہے۔ طالب آخرت سخت آزمایا جاتا ہے اور اسے شدید محنت میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے جتنا قریب ہوگا اتنا ہی اسے مصائب بھی دنیا میں زیادہ پیش آئیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لوگوں میں سب سے زیادہ انبیاء آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔ پھر علماء پھر جوان کے قریب ہیں۔ پھر جوان کے قریب ہیں“ خداوند تعالیٰ نے واضح الفاظ میں بتایا ہے کہ ہم تم کو مصائب اور تکالیف میں آزمائش کے طور پر ضرور مبتلا کریں گے۔ فرمایا ”اور تمہاری ضرور آزمائش ہوگی تمہارے مالوں میں اور تمہاری جانوں میں اور تم ضرور سنو گے یہود و نصاریٰ سے اور مشرکین سے اذیت دینے والی باتیں۔ تو اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو یہ بہت ہمت کے کام ہیں“ پس جو شخص بھی عبادت کا عزم کرے گا اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے صبر عظیم کا اردہ کرے۔ صبر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے دنیا اور آخرت کی بھلائی نصیب ہوتی ہے اور انسان نجات و کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱) جو شخص تقویٰ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ذریعہ پیدا کر دے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا جس کا اسے وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔ (۲) آپ صبر کریں بے شک نیک انجام متقین کا ہی ہے۔ (۳) صبر کرنے والوں کو جنت کی بشارت دو۔ (۴) یہی لوگ (صابر ہیں) جن پر ان کے پروردگار کی صلواتیں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ (۵) اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (۶) ان لوگوں کو صبر کے صلہ میں جنت کے اندر بالا خانے عنایت ہوں گے۔ (۷) تمہارے صبر کے صلہ میں تمہارے رب کا تم کو سلام۔ (۸) صبر کرنے والوں کو بے حساب ثواب ملے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔ ”تجھ پر تقدیر الہی ضرور ہو کر جاری رہے گی۔ اگر تو صبر کرے گا تو اجر و ثواب پائے گا۔ اور بے صبر کا شیوہ اختیار کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔“ اپنے اندر صبر کا وصف پیدا کرنے کی سب سے اعلیٰ یہ چیز ہے کہ آدمی صبر کے عوض (جنت کا تصور کرے جس کے پروردگار نے وعدہ فرمایا ہے۔ بندہ مومن کے حق میں مصائب اور مشکلات کا نتیجہ نہایت ہی اچھا ہے۔ لہذا مصائب کے وقت تجھے اللہ تعالیٰ کا احسان مند ہونا چاہیے کہ وہ تجھے دنیوی لہذا سے دور رکھ کر گناہوں سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ تیری اصلاح کرنا چاہتا ہے۔ تجھے زیادہ اجر و ثواب عطا کرنا چاہتا ہے۔ اور آخرت میں ابرار و مقربین کے مدارج پر فائز کرنا چاہتا ہے۔ ایک مشہور حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”میں اپنے دوستوں کو دنیا کی نعمتوں سے اس طرح دور رکھتا ہوں۔ جس طرح مہربان چرواہا اپنے اونٹوں کو خارش زدہ اونٹوں سے الگ رکھتا ہے۔“ اسی طرح اصلاح اور ترقی درجات کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں اور مقبول بندوں کو ابتلا و

آزمائش میں کثرت سے ڈالے رکھتا ہے۔ حالانکہ یہ طبقہ اس کی درگاہ میں نہایت باعزت طبقہ ہے یہاں تک کہ نبی مکرم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اپنا دوست بناتا ہے تو اس کو مختلف آزمائشوں میں ڈالتا ہے۔“ تو جب تو یہ دیکھے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے دنیا کی نعمتوں کو روک رکھا ہے یا تیرے لئے کثرت سے مصائب و مشکلات پیدا کر رہا ہے تو یقین رکھ کہ یہ بات اللہ کی درگاہ میں تیرے باعزت اور صاحب مرتبہ ہونے کی علامت ہے اور تجھے اپنے اولیاء کے راستے پر چلانا چاہتا ہے۔ بے شک وہ پروردگار تیرے حالات سے واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ”اور اپنے رب کے حکم کے مطابق صبر سے کام لو۔ بے شک تم ہماری حفاظت اور نگاہ میں ہو۔“

**اصلاح نفس کا چھٹا طریقہ ”طول امل سے اجتناب“:** لمبی امیدیں نیکی و طاعت کی راہ میں رکاوٹ ہیں، نیز ہر فتنے اور شرکاب باعث ہیں۔ لمبی امیدوں میں مبتلا ہو جائے گا تو اس سے ترک طاعت میں زیادتی اور اس کی ادائیگی میں سستی کا اضافہ ہوگا۔ تم اپنے دل میں کہو گے ابھی تھوڑی دیر بعد کر لوں گا۔ طول امل کی وجہ سے انسان توبہ کرنے سے بھی ٹال مٹول شروع کر دیتا ہے اور دل میں کہتا ہے ابھی کافی وقت ہے۔ میں ابھی جوان ہوں۔ ابھی کم عمر ہوں۔ توبہ ہر وقت میرے اختیار میں ہے۔ جب چاہوں گا کر لوں گا اور اصلاح احوال سے پہلے ہی موت اچانک اچک لیتی ہے اور خسر الدنیا والآخرۃ ہو جاتا ہے۔ مال جمع کرنے کی حرص بھی طول امل سے بڑھ جاتی ہے۔ اس حرص کے نشے میں انسان آخرت سے غافل ہو جاتا ہے اور اس کی قیمتی عمر اور وقت عزیزان امیدوں کی نظر ہو جاتا ہے۔ انسان کے دل میں عیش و عشرت کی لمبی امیدیں بس جاتی ہیں تو موت بھول جاتا ہے۔ توبہ کرنے میں جلدی کرو ایسا نہ ہو کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے اور موت آنے والے سانس کی فرصت نہ دے۔ آنے والی گھڑی کے لئے رزق کی فکر نہ کرو۔ شاید اگلی ساعت تک زندگی وفانہ کرے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ”خدا کی قسم میں نے جب بھی زمین پر قدم رکھا تو میرا یہی گمان تھا کہ شاید اٹھانے سے پہلے موت آجائے۔ اور میں نے جب منہ میں لقمہ ڈالا تو یہی گمان تھا کہ شاید حلق سے اتارنا نصیب نہ ہو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، بے شک جن باتوں کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور آ کر رہیں گی اور تم اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کر سکتے۔“ روایت ہے کہ کسی شخص نے حضرت زرارہ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو پوچھا اے برزخ میں بسنے والو! تمہارے نزدیک کون سا عمل بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا ”رضائے الہی اور لمبی امیدوں کو کوتاہ کرنا۔“ اے عزیز! طول امل سے بچنا بڑی نیکی کی بات ہے۔ موت کے وقت کا کسی کو علم نہیں دیا گیا۔

ایک عابد کے متعلق منقول ہے کہ وہ رب تعالیٰ سے یہ سوال کیا کرتا تھا کہ ابلیس لعین دکھایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی جواب ملتا تھا کہ اس خیال کو چھوڑ اور عافیت و امن کی دعا کیا کر۔ مگر وہ اپنے اس خیال پر مصر تھا۔ آخر ایک روز اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اس عابد پر ظاہر کر دیا۔ جب عابد نے ابلیس کو دیکھا تو اسے مارنے کا ارادہ کیا۔ ابلیس نے کہا اگر تو نے سو سال زندہ نہ رہنا ہوتا تو میں تجھے ہلاک کر دیتا۔ عابد اپنی عمر سو سال تک مفرور ہو گیا اور دل میں کہنے لگا میری عمر ابھی بہت ہے۔ آزادی سے گناہ کرتا ہوں۔ آخر وقت پر توبہ کر لوں گا۔ چنانچہ وہ فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا۔ عبادت ترک کر دی اور ہلاک ہو گیا۔

اے مخاطب! اس حکایت سے تجھے یہ سبق ملتا ہے کہ طول امل سے بچے کیونکہ طول امل عظیم ترین آفت ہے۔ طمع کی چیزوں اور لمبی امیدوں سے بچو۔ بہت امیدیں ایسی ہوتی ہیں جن کے پیچھے انسان لقمہ اجل بن جاتا ہے۔

**اصلاح نفس کا ساتواں طریقہ ”کبر سے بچنا“:** نفس کی بلندی و عظمت کو کبر کہتے ہیں۔ کبر ایسی آفت ہے جو نیکی کا نام و نشان مٹا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (۱) ابلیس نے انکار اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ (۲) میں عنقریب اپنی آیات کے فہم سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو ناحق تکبر کرتے ہیں۔ (۳) اس طرح اللہ تعالیٰ ہر تکبر اور سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ (۴) بے شک اللہ تعالیٰ متکبر لوگوں کو دوست نہیں رکھتا۔

مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت فرمایا کہ اے خدائے قدوس تو سب سے زیادہ کس پر ناراض ہوتا

ہے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جس میں تکبر ہو۔ جس کی زبان ترش ہو، جس کی آنکھوں میں حیا نہ ہو، جس کے ہاتھ بخیل ہوں اور بد اخلاق ہو۔ متکبر شخص پر مصیبت اور آفت یہ ٹوٹتی ہے کہ وہ آخرت میں دوزخ کی آگ میں جلے گا۔ ایک حدیث قدسی میں یوں وارد ہوا ہے کہ ”بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے تو جو شخص ان دونوں میں سے ایک بھی مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا میں اسے نار دوزخ میں داخل کروں گا۔“ مطلب یہ ہے کہ بڑائی اور عظمت اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ میں سے ہیں۔ کسی دوسرے کو لائق نہیں۔ پھر جس کے باعث اللہ تعالیٰ ناراض ہو، دنیا میں ذلت و خواری اور آخرت میں عذاب دوزخ۔ ایسی خطرناک و مہلک آفت سے بچنا اور دور رہنا ضروری ہے۔

**اصلاح نفس کا آٹھواں طریقہ ”نعمتوں کا شکر“:** حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ خداوند تعالیٰ کی ظاہر اور باطن میں اطاعت کا نام شکر ہے۔ ظاہر اور باطن میں گناہوں سے پرہیز کرنا شکر ہے تو اپنے دل و زبان اور اعضاء کی اس طرح حفاظت کرے کہ ان تینوں سے کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو سکے۔

**نفس و شیطان کے فریب:** سب سے باریک بات نفس اور شیطان کے فریبوں کا معلوم کرنا ہے۔ اور یہ ہر ایک بندہ پر فرض عین ہے۔ ان کے دفع کرنے کے لئے سوائے ذکر اللہ کے اور کوئی چارہ نہیں۔ لیکن شیطان دل کو یہاں بھی نہیں چھوڑتا اور خدا تعالیٰ کا ذکر اس سے بھلا تا رہتا ہے۔ اس صورت میں اس سے مجاہدہ کرنا چاہیے۔ اس مجاہدہ کی انتہا موت پر ہوتی ہے کیونکہ جب تک آدمی زندہ رہتا ہے شیطان سے چھکارا نہیں ہوتا۔ ہاں ایسا زبردست ہو جاتا ہے کہ شیطان کا فرمانبردار نہیں رہتا اور مجاہدہ سے اسے ٹال دیتا ہے۔ لیکن جب تک خون بدن میں ہے تب تک مجاہدہ ضروری ہے کیونکہ ابواب شیطان زندگی بھر تک آدمی کے دل پر مفتوح رہتے ہیں۔ جب دروازے کھلے ہوں اور دشمن بھی غافل نہ ہو تو بغیر حفاظت اور مجاہدہ کے کام نہ چلے گا۔ ابواب شیطان غضب، شہوت، طمع، حسد وغیرہ ہیں۔ (کتاب تلقین غزالی ص 49)

**قلب کی سب سے مرغوب شے:** قلب کی مرغوب شے ذکر الہی ہے۔ قلب کو اپنی حالت پر نہ چھوڑنا چاہئے کیونکہ اس کو تفکرات اور تخیلات میں پڑنے سے پریشانی ہوتی ہے اسے جبراً تکلف ذکر کا خوگر ہونا ہے۔ دل کا حال برتن کا سا ہے۔ جب تک برتن میں پانی بھرا رہتا ہے اس میں ہوا نہیں جاسکتی۔ اس طرح جب تک دل غیر اللہ سے مشغول رہے گا اس میں معرفت نہیں جاسکتی۔ قلب کو جلا ذکر اللہ سے ہوتی ہے اور ذکر تقویٰ والے ہی کرتے ہیں۔ پس تقویٰ ذکر کا پھانک ہے اور ذکر کشف کا دروازہ ہے۔ اور کشف نور اکبر یعنی دیدار الہی کا دروازہ ہے۔ جب تک قلب ذکر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو شیطان کو موقع نہیں ملتا۔ اور جب دل پر ذکر دنیا خواہش نفسانی کے سبب غالب ہو جاتا ہے تو شیطان کو وسوسے کی مجال ملتی ہے۔ ذکر اللہ اور وسوسہ میں ایسا اختلاف ہے جیسا روشنی اور اندھیرے میں یاد ان اور رات میں۔ جو آدمی اتباع ہوئے نفسانی کرتا ہے وہ گویا اللہ کا بندہ نہیں ہے۔ اس کو بندہ ہوا کہنا چاہیے۔

**حضرت فضیل رحمہ اللہ کے شاگرد کا واقعہ:** حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ آپ اپنے ایک شاگرد کے پاس پہنچے جو مر رہا تھا۔ آپ اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے اور سورۃ یسین پڑھنے لگے تو اس نے کہا سورۃ یسین پڑھنی بند کر دیں۔ پھر آپ نے اسے کلمہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کی مگر اس نے کہا میں یہ کلمہ بالکل نہیں پڑھوں گا میں اس سے بیزار ہوں۔ ان الفاظ پر اس کی موت واقع ہو گئی۔ حضرت فضیل کو اپنے شاگرد کے برے خاتمے کا سخت صدمہ ہوا اور چالیس روز تک اپنے گھر سے باہر نہ نکلے، اندر ہی بیٹھ کر روتے رہے۔ چالیس دن کے بعد خواب میں دیکھا کہ اس شاگرد کو فرشتے گھسیٹ رہے ہیں۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیری معرفت سلب کر لی حالانکہ تو میرے صاحب علم اور لائق ترین تلامذہ میں سے تھا۔ اس نے جواب دیا تین عیوب کی وجہ سے۔ ایک تو میرے اندر چغل خوری کا عیب تھا کہ میں اپنے ساتھیوں کو کچھ بتاتا تھا اور آپ کو اس کے خلاف۔ دوسرا عیب یہ تھا کہ میں اپنے ساتھیوں سے حسد کرتا تھا۔ اور تیسرا عیب یہ تھا کہ مجھے ایک بیماری تھی۔ میں نے اس بیماری کا علاج حکیم سے پوچھا تو اس نے کہا کہ سال میں ایک دفعہ ایک گلاس شراب پیا کرتے تھے صحت یاب ہوگا ورنہ بیماری تجھے نہیں چھوڑے گی۔ تو ہر سال میں ایک گلاس شراب پیتا تھا۔ (چغل خوری۔ حسد کے علاوہ سال بھر میں صرف ایک بار شراب وہ بھی بغرض علاج کے انجام پر غور فرمائیں۔ بھلا ہوگا)

دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے:- دوسرا واقعہ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ میرا ایک پڑوسی تھا۔ میں بوقت موت اس کے پاس گیا۔ اس وقت اس پر سکرات موت طاری تھا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا اے مالک! اس وقت مجھے اپنے سامنے آگ کے دو پہاڑ نظر آتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ان پر چڑھ۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے اس کے گھر والوں سے اس کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا! اس شخص نے غلہ کے لیے دو پیانے رکھے ہوئے ہیں۔ ایک غلہ لینے کا اور دوسرا دینے کا۔ میں نے وہ دونوں پیانے منگوائے اور ایک دوسرے پر مار کر توڑ دیئے پھر میں نے اس سے دریافت کیا اب کیا حال ہے۔ اس نے کہا معاملہ تو اور ہی زیادہ نازک اور خراب ہو رہا ہے۔ (سب مہلک خطاؤں کی جڑ دنیا کی محبت ہے۔ انجام پر نور فرمائیں۔ بھلا ہوگا)۔

**صوفیاء کے احتساب نفس کی اہمیت:-** اپنے نفس سے حساب لیا کرو تو بہت نفع ہو۔ اس کی صورت یہ ہے کہ نفس کو خطاب کر کے کہا کرو اے نفس! میں مسافر ہوں تاجر ہوں، ابدی سعادت اور اللہ تعالیٰ کا قرب میرا منافع ہے۔ دائمی بدبختی اور حق تعالیٰ سے حجاب میرا خسارہ ہے۔ میری عمر میرا مال ہے کہ ہر سانس ایک بیش قیمت جواہر اور گویا بھر پور خزانہ ہے جس سے ابدی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ جب عمر پوری ہوگی تو تجارت ختم ہوگی اور مایوس ہونا پڑے گا۔ آج کا دن میری تجارت کا دن ہے اور حق تعالیٰ نے مجھے فرصت دی ہے کہ چاہوں تو تجارت میں نفع اٹھاؤں۔ اے نفس! وہ آج کا دن ہے جو خدا کی طرف سے مہلت کا عطا ہوا ہے۔ اگر اس مہلت کو غنیمت سمجھا اور آج کا کام کل پر نہ رکھا تو آج تجارت کا منافع مل گیا اور حسرت نہ ہوئی۔ اگر تو کل بھی زندہ رہے تو پھر یہی خیال کر۔ غرض جب تک زندہ ہے اس وقت تک ہر دن کو دنیا دن سمجھ اور خدا کے عنوسے دھوکا نہ کھا کیونکہ یہ تیرا گمان ہی گمان ہے ممکن ہے غلط نکلے۔ حق تعالیٰ کے معافی کچھ ضروری یا تیرا فرض نہیں ہے۔ جس کا مطالبہ اور ایفا اور الازمی ہو۔

ایک ایک سانس غنیمت اور بے بہا موتی ہے۔ جو چیز موت کی وجہ سے جدا ہونے والی ہے اس کو چھوڑ دے اور جو شے پائیدار ہے اور کسی وقت بھی تیرا ساتھ نہ چھوڑے گی اس پر قبضہ کر۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر اور خدا کی یاد سے مانوس ہو۔ پھر اگر نفس کہے کہ دنیا کس طرح چھوٹ سکتی ہے تو جواب دے کہ اگر مال کی محبت زیادہ ہے تو اس کو نکال اور جاہ کی طلب قوی ہے تو اس کو چھوڑ۔ جس چیز کی نفس کو خواہش ہو اس کے خلاف کر۔ پھر دیکھ خلاصی ملتی ہے یا نہیں۔ جب تک نفس کے ساتھ ایک عرصہ دراز تک اس طرح مباحثہ نہ رکھو گے اس وقت تک یہ کبھی سیدھا نہ ہوگا اور جب تک یہ سیدھا نہ ہوگا اس وقت تک تم سے اللہ کی یاد ہو سکے گی نہ مناجات میں لذت آئے گی نہ سلوک کی طرف توجہ ہوگی اور صراط مستقیم پر چلنے کی فکر ہوگی۔ (کتاب تلقین غزالی ص 56)

### صوفیائے کرام اور دعاؤں کی اہمیت

**حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا فرمان:-** حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی اسرائیل میں ایک بار سات برس خشکی ہوئی یہاں تک کہ لوگ مردار تک کھا گئے اور پہاڑوں میں جا کر روتے اور گریہ زاری کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پیغمبر پر وحی نازل کی اگر تم میری طرف چلو کہ تمہارے گھٹنے گھس جائیں اور تمہارے ہاتھ آسمان کے بادلوں کو لگ جاویں اور دعا کرتے کرتے زبانیں تھک جائیں تب بھی میں نہ کسی دعا مانگنے والے کی دعا قبول کروں نہ کسی رونے والے پر ترس کھاؤں جب تک کہ حق داروں کے حقوق ان کو نہ پہنچاؤ گے۔ جب اس امر کے بموجب عمل پیرا ہوئے تو اسی روز مینہ برسا۔

**حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ کا فرمان:-** حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی اسرائیل میں قحط پڑا۔ کئی دفعہ مینہ کے لئے دعا کرنے باہر نکلے لیکن مینہ نہ برسا۔ ان کے پیغمبر پر وحی نازل ہوئی کہ ان سے کہہ دو کہ تم میری طرف ناپاک بدنوں سے نکلے ہو اور وہی ہاتھ میرے سامنے پھیلاتے ہو جن سے بہت سے خون کئے۔ اپنے پیٹوں کو حرام سے بھر رکھا ہے۔ میرا غصہ تم پر بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ دوری کے علاوہ تمہیں مجھ سے کچھ ہرگز نہ ملے گا۔

**حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کا فرمان:**۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ یہ تو فرمائیے کہ ہم لوگوں کی دعا کیوں نہیں قبول ہوتی اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ”ادعونی استجب لکم“ آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ تمہارے دل مردہ ہیں۔ پوچھا کہ ان کے مردہ ہونے کی کیا جہت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آٹھ حالتیں ہیں۔ اول: کہ اللہ کا حکم معلوم کر لیا اور اس کو بجا نہ لایا۔ دوم: قرآن کو پڑھا اور اس کے بموجب عمل نہ کیا۔ سوم: دعویٰ محبت رسول ﷺ کا کیا اور ان کے طریق پر عمل نہ کیا۔ چہارم: موت کا خوف کیا اور اس کے لئے سامان نہ کیا۔ پنجم: حکم الہی یوں تھا کہ شیطان کو دشمن جانو مگر تم نے معصیت میں اس سے یاری کی۔ ششم: دعویٰ خوف دوزخ کیا مگر اپنے بدنوں کو اس میں جھونک دیا۔ ہفتم: جنت کو دل سے چاہتے رہے مگر اس کے لیے کوئی کام نہ کیا۔ ہشتم: صبح اٹھتے ہی اپنے عیبوں کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور لوگوں کی عیب چینی اختیار کی۔ پس ان باتوں سے خدا تعالیٰ ناراض ہو گیا تو کس طرح قبول فرمائے۔ (تلقین غزالی ص 61)

### تعلیمات صوفیاء میں تلاوت قرآن کی اہمیت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ہم نے ہی قرآن نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جس کو جنوں نے سن کر اپنی قوم کو خبر دی کہ یہ قرآن ہدایت کے راستہ کی رہنمائی کرتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرآن حکیم سے بڑھ کر ربیبہ والا نہ کوئی نبی ہے نہ فرشتہ نہ کوئی اور شخص جو شفاعت کرے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی ہر ایک آیت جنت کا درجہ ہے۔ جو شخص کہ قرآن پڑھتا ہے نبوت اس کے دونوں پہلووں میں درج ہو جاتی ہے۔ اتنا فرق ہوتا ہے کہ اس پر وحی نہیں آتی۔ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حافظ قرآن کو چاہئے کہ بادشاہ سے لے کر ادنیٰ شخص تک اس کو کسی سے حاجت نہ ہو بلکہ لوگ اس کے حاجت مند ہونے چاہئیں۔

جس شخص نے قرآن حفظ کیا وہ اسلام کا علمبردار ہے۔ اس کو لہو و لعل اور لغو والوں کے ساتھ ان کے امور میں شامل نہ ہونا چاہئے۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی تلاوت کرتا ہے تو فرشتہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتا ہے۔ حضرت عمر بن ہمون رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صبح کی نماز کے بعد جو شخص قرآن کی سو آیتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو تمام دنیا کے عمل کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو شخص سورۃ حشر کا آخر صبح و شام کے وقت پڑھے اور اس روز مر جائے تو اس کے لئے شہیدوں کی مہر لگے گی۔ (کتاب تلقین غزالی ص 69)

**ابوسلیمان درانی رحمہ اللہ کا فرمان:**۔ ابوسلیمان درانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب قرآن کے حافظ قرآن پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں تو دوزخ کے فرشتے ایسے حافظوں کو بت پرستوں کی نسبت جلد پکڑ لیں گے۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ جب آدمی قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ پھر اس میں اور گفتگو ملا دیتا ہے۔ پھر پڑھنے لگتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تجھے ہمارے کلام سے کیا تعلق۔ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ قرآن مجید کو اپنے پروردگار کا فرمان سمجھتے تھے۔ رات کو اس کے معنی سوچتے تھے اور دن کو ان کی تعمیل کیا کرتے۔

### تعلیمات صوفیاء میں نماز کی اہمیت

نماز کے اجزاء اور ارکان کو بھروسہ قلب پورا کرنے سے نماز کی ایک حسین و جمیل اور پیاری صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر نماز میں خلوص

نہیں ہے تو گویا مردہ اور بے جان ہے۔ اگر نماز میں رکوع اور سجود نہیں ہے (رکوع و سجدہ کے بعد کمر کا سیدھا نہ کرنا کہ ریڑھ کی ہڈیاں اپنی جگہ آجائیں) تو گویا لولی اور لنگڑی ہے۔ اگر ذکر و تسبیح نہیں ہے تو گویا آنکھ کا نٹھکان نہیں ہے۔ اگر سب کچھ موجود ہے مگر ذکر و تسبیح کے معنی نہیں سمجھے اور نہ دل متوجہ ہوا تو ایسا ہے جیسے اعضاء تو سب موجود ہیں لیکن ان میں حس و حرکت بالکل نہیں ہے۔ یعنی حلقہ چشم موجود ہے مگر بینائی نہیں ہے۔ کان موجود ہیں مگر بہرے ہیں کہ سنائی نہیں دیتا، ہاتھ پاؤں ہیں مگر شل اور بے حس و حرکت ہیں۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ اندھی اور بہری چیز شاہی نذرانہ میں قبول ہو سکتی ہے؟

نماز شاہی نذرانہ اور سلطانی تقریب ہونے کی حالت ہے۔ عیب دار چیز اگر چہ زندہ ہے مگر سلطانی نذرانہ پیش کرنے کے قابل نہیں ہے۔ ایسی چیز کا تحفہ پیش کرنا گستاخی ہے اور شاہی عتاب کا موجب ہے۔ اگر ناقص چیز سے اللہ کا تقرب چاہو گے تو عجب نہیں کہ پھٹے کپڑوں کی طرح لوٹا دی جائے اور تمہارے منہ پر پھینک ماری جائے۔ الغرض نماز سے مقصود چونکہ حق تعالیٰ کی تعظیم ہے لہذا نماز کے سنن اور مستحباب و آداب میں جس قدر کمی ہوگی اسی قدر احترام و تعظیم میں کوتاہی سمجھی جائے گی۔

نماز میں شروع سے آخر تک اخلاص اور حضور قلب قائم رکھو۔ یعنی نماز میں شروع سے آخر تک جو کام اعضاء سے کرتے ہو ان کا اثر دل میں بھی پیدا کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب رکوع میں بدن جھکے تو دل بھی عاجزی سے جھک جانا چاہئے۔ جب زبان سے اللہ اکبر کہے تو دل میں بھی یہی ہو کہ بے شک اللہ سے بڑی کوئی چیز نہیں ہے۔ جب ”الحمد للہ“ پڑھو تو قلب بھی اللہ کی نعمتوں کے شکر سے لبریز ہو۔ جس وقت زبان سے ”ایک نعبدو ایک نستعین“ نکلے تو دل میں اپنے ذلیل و ضعیف اور محتاج ہونے کا اقرار کرے۔ یعنی قلب میں بھی یہی ہو کہ بے شک بجز خدا کسی چیز کا نہ مجھے اختیار ہے نہ کسی دوسرے کو۔

نامہ اعمال میں نماز وہی لکھی جاتی ہے جو سوچ سمجھ کر پڑھی گئی ہو۔ جتنا حصہ بغیر سمجھے ادا ہوگا وہ درج نہ ہوگا۔ فرض کرو کہ ساری نماز میں دو رکعت کے برابر حضور قلب حاصل ہو جائے۔ امید کرو کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے فرائض کا نقصان ان نفلوں سے پورا فرمائے گا۔

”ولاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سكارى حتى تعلموا ماتقولون!“ (نماز کے قریب نہ جاؤ جب کہ تم نشہ کی حالت میں ہو حتیٰ کہ تم جو کہہ رہے ہو اسے سمجھ سکو۔) بہت سے نمازی ایسے ہوتے ہیں کہ نشہ نہیں پئے ہوتے مگر ان کو خبر نہیں ہوتی کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اگر دل غافل ہے تو اپنے ہی مخاطب کو جو اللہ تعالیٰ ہے نہیں پہچانے گا۔ خدا تعالیٰ دل کو دیکھتا ہے کہ وہ اس کی تعظیم کرتا ہے، اس سے ڈرتا ہے، اس سے توقع رکھتا ہے، اپنے گناہوں سے تقصیروں سے نادم ہوتا ہے۔ عبادت کے وقت انہی باتوں کا دھیان رکھو۔ ان سے دل نہ ہٹا۔ مداومت کرنے سے دل پر انوار الہی کی تجلی بڑھتی جاتی ہے۔ ہر شے میں پروردگار کی قدرت و حکمت زیادہ سمجھ میں آتی جاتی ہے۔ نظروں میں کچھ اور ہی عالم سما جاتا ہے۔ خدا کی عظمت، ہیبت، اپنے نفس کی حقارت، خوف، حیا، یہ سب باتیں دل میں جمع نہ ہوں تو خدا کی سچی عبادت نہیں ہو سکتی۔ (کتاب تلقین غزالی ص 73)

### تعلیمات صوفیاء میں زکوٰۃ کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو اسلام کا ایک رکن بنایا ہے اور نماز کے بعد اسی کا ذکر فرمایا ہے۔ زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لئے نہایت سخت و عید فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو لوگ سونے چاندی کا مال رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ پر اسے خرچ نہیں کرتے ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اس آیت میں جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے مذکور ہے کے معنی حق زکوٰۃ نکالنے کے ہیں۔ سائل و محروم کے لئے نفع کی ادائیگی اس کے علاوہ ہے۔

بخل مہلکات میں سے ہے اور یہ صفت اس طرح دور ہوتی ہے کہ آدمی مال کے دے ڈالنے کا عادی ہو۔ بخل کی ناپاکی کو زکوٰۃ پاک کر دیتی ہے۔ انسان کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سوال سے غنی کیا اور دوسرے کو اس کا دست نگر بنایا۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے تھے۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ قسم

ہے رب کعبہ کی وہی لوگ زیادہ نقصان میں ہیں۔ میں نے عرض کیا وہ کون ہیں۔ فرمایا کہ جن کے پاس مال بہت ہیں مگر ان میں سے ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ جو ایسے ایسے، اپنے دائیں بائیں، سامنے اور پیچھے بکھیریں اور خیرات کریں۔ اور فرمایا جو کوئی اونٹ والا۔ بکریوں گائیوں والا زکوٰۃ ادا نہ کرے گا وہ چوپائے قیمت کے دن بہت بڑے اور موٹے ہو کر آئیں گے اور اس شخص کو سینگوں سے ماریں گے اور کھروں سے پکلیں گے۔ جب اول سے آخر تک تمام چوپائے مار چکیں گے تو پھر دوبارہ اسی طرح شروع کر دیں گے۔ جب زکوٰۃ نہ دینے میں یہ وعید ہے تو اسرار زکوٰۃ کا بیان کرنا ضرورت دین ہے۔ قسم اول: چوپایوں کی زکوٰۃ۔ قسم دوم: پیداوار جو غذا کی قسم ہو۔ قسم سوم: چاندی سونے کی زکوٰۃ۔ قسم چہارم: مال تجارت کی زکوٰۃ۔ پانچویں قسم: دینہ اور کان کی زکوٰۃ۔ قسم چھٹی: صدقہ فطر۔

چاہئے کہ وقت و وجوب سے پہلے ہی زکوٰۃ ادا کر دی جائے تاکہ معلوم ہو کہ خدا کی تعیل کی رغبت رکھتے ہیں اور ضرورت مند کے دلوں کو آسائش پہنچے۔ اگر زکوٰۃ اکٹھی ادا کرنی ہو تو ادا کرنے کے لئے کوئی خاص مہینہ مقرر کر لے۔ یہ کوشش کرنی چاہئے کہ جو مہینہ مقرر کیا وہ زکوٰۃ دینے کے اوقات میں افضل ہو۔ مثلاً ماہ محرم میں دے کہ یہ سال کا اول مہینہ ہے اور مہینوں میں محترم ہے۔ یا رمضان میں زکوٰۃ نکالے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ میں سب سے زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔ رمضان میں شب قدر کی بھی فضیلت ہے۔ ماہ ذی الحج بھی بہت فضیلت کا مہینہ ہے۔ اس میں ایام معلومات یعنی پہلا عشرہ ہے اور ایام معدودات یعنی تشریق کے دن بھی ہیں۔ ماہ رمضان میں بہتر پیچھے کے دس روز اور ماہ حج میں اول کے دس روز۔ صاحب نصاب پر زکوٰۃ برس (سال) گزرنے پر واجب ہوتی ہے۔ (کتاب تلقین غزالی ص 78)

### تعلیمات صوفیاء اور روزہ کی اہمیت

سب ارکان میں روزہ کو خدا تعالیٰ کی طرف نسبت ہے۔ اس وجہ سے اس کو اور دنوں میں فوقیت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا قول ارشاد فرمایا ہے۔ روزہ رکھنا خاص میرے واسطے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا۔ صبر کرنے والوں کو ثواب بے حساب ملے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر چیز کا دروازہ ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ ہے۔ اور فرمایا کہ روزہ دار کا سونا عبادت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ شیطان باندھ دیئے جاتے ہیں اور ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے طالب خیر آگے بڑھ اور اے طالب شر بس کر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو ان عابد سے اپنے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ اے جوان میرے لئے اپنی خواہش چھوڑنے والے اور میری رضا میں اپنی جوانی خرچ کرنے والے تو میرے نزدیک ایسا ہے جیسے کوئی میرا فرشتہ ہو۔ اور روزے کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرشتو! میرے بندے کو دکھو! اپنی شہوت اور لذت اور کھانا پینا سب میرے سبب چھوڑ رکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صابر کیلئے ثواب انڈیل کر ڈھیر لگا دے جائیں گے۔ اس لئے کہ روزہ خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔ اگر چہ ساری عبادتیں اسی کے لئے ہیں مگر روزہ کو ایسا شرف ہے جیسا خانہ کعبہ کو ہے۔

روزہ رکھنا چند چیزوں سے باز رہنا اور بعض افعال کو ترک کرنا ہے۔ یہ امر باطنی ہے۔ اس میں کوئی عمل ایسا نہیں جو آنکھ سے سوچھے۔ جب کہ دوسری عبادتیں لوگوں کی نظر میں ہوتی ہیں۔ روزہ کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں دیکھتا۔ یہ امر باطن کا ہے اور اجر سے ہے۔ روزہ خاص کر شیطان کی جڑ اکھاڑ دیتا ہے۔ اس کی راہوں کو بند کرنے والا ہے۔ اس کے راستے کو تنگ کرنے والا ہے۔

روزہ دار کے لئے احتیاط:- اہل دل فرماتے ہیں کہ جو شخص دن کو اس بات میں مصروف ہو کہ افطار کی چیز کی تدبیر کر لینی چاہئے تو اس پر خط لکھی جائے گی۔

نیک لوگوں کا روزہ اعضاء کو گناہوں سے باز رکھنے سے ہوتا ہے۔

(اول) نظر کا نیچے رکھنا، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ نظر کرنا شیطان کے تیروں میں سے زہر کا بچھا ہوا ایک تیر ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے خوف سے نظر کو نیچے رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے ایسا ایمان عطا فرمائے گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔

(دوم) زبان کو بند رکھنا بے ہودہ بات جھوٹ، غیبت، چغلی، فحش، ظلم، جھگڑے اور بات کاٹنے سے اور سکوت کو اس پر لازم کرنا۔ ذکر الہی اور قرآن حکیم کی تلاوت میں مصروف رکھنا۔ یہ زبان کا روزہ ہے۔ روزہ سپر۔ جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو فحش نہ کیے نہ جہالت کرے۔ اگر کوئی اس سے لڑائی کرے یا گالی دے تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔ (یعنی اپنی زبان کو امانت رکھا ہے)

ایک حدیث مبارک میں آیا ہے کہ حضور ﷺ کے مبارک زمانہ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا۔ دن کے آخر ہونے کے قریب بھوک پیاس کی اس قدر شدت ہوئی کہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں۔ انہوں نے کسی کو حضور ﷺ کی خدمت میں افطاری کے لئے کہلوا بھیجا۔ آپ ﷺ نے اس کے پاس ایک پیالہ بھیجا اور آدمی کو ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو کہنا کہ جو کچھ تم نے کھایا ہو اس کو اس پیالے میں تے کر دو۔ ایک عورت کی تے سے تو نصف پیالہ گوشت اور خون تازہ سے اور دوسری کی تے سے باقی پیالہ گوشت اور خون تازہ سے بھر گیا۔ لوگ متعجب ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو چیز اللہ نے حلال فرمائی ہوئی تھی۔ اس سے روزہ رکھا اور ان پر حرام کی تھی اس سے افطار کیا۔ ان میں سے ایک دوسری کے پاس بیٹھ گئی اور دونوں نے لوگوں کی غیبت شروع کی۔ اس پیالے میں وہی گوشت ہے جو ان دونوں نے لوگوں کا کھایا تھا۔

(سوم) بری بات سننے سے کانوں کو باز رکھنا۔ جن باتوں کا کہنا حرام ہے اس کا سننا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سننے والے کو سنانے والوں کے برابر فرمایا۔

(چہارم) ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء کو بری باتوں سے روکنا اور افطار کے وقت پیٹ کو شبہات سے روکے رکھنا۔ کیونکہ جب حلال سے دن بھر کے رہے اور حرام سے افطار کیا تو کچھ نہ ہوا۔ حرام کھانا ایک زہر ہے جو دین کو ہلاک کرتا ہے۔ حلال ایک دوا ہے کہ اس کا کم کھانا مفید ہے۔

(پنجم) افطار کے وقت حلال غذا اتنی بہت نہ کھائے کہ پیٹ تن جائے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کھانے کے اقسام روزہ میں زیادہ ہی ہوتے ہیں۔ لہذا یہ عادت بن گئی ہے کہ سب کھانوں کو رمضان کے لئے رکھ چھوڑتے ہیں اور رمضان میں اتنا کچھ کھا جاتے ہیں کہ اور دنوں میں کئی مہینوں میں بھی نہ کھائیں۔ روزہ سے مقصود تو پیٹ کا خالی رکھنا اور خواہش کا توڑنا ہے جس صورت میں کہ صبح سے شام تک تو معدہ کو نالا پھر افطاری میں لذیذ چیزیں کھائیں اور پیٹ بھر کر کھائیں تو صاف بات ہے کہ اس کی لذت اور قوت بڑھے گی اور وہ خواہشات جنم لیں گی کہ اگر بے روزہ رہتا تو نہ ابھرتیں۔ جس صورت میں دو پہر کی غذا اور رات کے کھانے کو ایک ساتھ کھالیا تو روزہ سے فائدہ نہ ہوگا۔ (البتہ شیطان کو راہ مل جائے گی۔) (کتاب تلقین غزالی ص 81)

### تعلیمات صوفیاء میں حج کی اہمیت

حضور ﷺ نے فرمایا ”صاحب استطاعت مسلمان بغیر حج کے مر گیا تو اسے اختیار ہے کہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔“

حج دین کا ایک ستون ہے۔ سفر کے لئے حلال زاد راہ اکٹھا کرو۔ راستے میں کھانے کے اندر وسعت کرو۔ فحش گوئی، جھگڑا، فضول کلام، اس دنیا کے معاملات کی بات چیت بالکل نہ کرو۔ اپنی زبان کو کلام اللہ کی تلاوت اور ذکر الہی میں مشغول رکھو۔ جس قسم کی تکلیف مالی نقصان یا مصیبت اٹھانی پڑے اس پر خوش دل رہو۔ اس کو حج مقبول ہونے کی علامت سمجھو۔ اپنے پروردگار سے ثواب کی امید رکھو حج مقبول کی پہچان یہ ہے کہ حج سے واپس آئے تو دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب ہو۔ بعد زیارت بیت کے صاحب بیت کی زیارت کی تیاری کرے۔

حضرت آدم علیہ السلام جب افعال حج پورے کر چکے تو ان سے فرشتوں نے کہا۔ اے آدم! تمہارا حج قبول ہوا۔ ہم نے اس گھر کا حج تم سے دو ہزار برس پہلے کیا۔ (تلقین غزالی ص 82)



مروی ہے کہ علی بن موقوف رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کی طرف سے چند حج کئے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ابن موقوف رحمہ اللہ تو نے میری طرف سے حج کیا؟ میں نے اس اثبات میں جواب عرض کیا۔ پھر فرمایا تو نے میری طرف سے لبیک کہا۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ ارشاد فرمایا کہ اس کا بدلہ قیامت کے دن تجھے دوں گا جب کہ خلقت ابھی حساب کی تختی میں ہوگی کہ میں تیرا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کر دوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حاجیوں کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اکابر سلف کا یہ دستور تھا کج اچیوں کو رخصت کرنے ساتھ جاتے تھے۔ اور حاجیوں کو لینے کے لئے جاتے تو ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیتے اور ان سے اپنے لئے دعا منگواتے پیشتر اس کے کہ وہ مرتکب گناہ ہوں۔

**خانہ کعبہ و مکہ معظمہ کی فضیلت:-** قیامت کے روز کعبہ کا حشر ایسی شکل میں ہوگا جیسے دلہن ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے حج کیا ہوگا وہ اس کے پردوں سے لٹکے ہوں گے اور گرد چلتے ہوں گے یہاں تک کہ کعبہ جنت میں ان لوگوں کو ساتھ لئے داخل ہوگا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حجر اسود جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت ہے۔ وہ قیامت میں اس طرح اٹھے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی اور ایک زبان ہوگی جس سے وہ اس شخص کے لئے گواہی دے گا جس نے اس کو حق اور صدق کے ساتھ بوسہ دیا ہوگا۔ آنحضرت ﷺ اس کو بہت بوسہ دیا کرتے تھے۔ اگر آپ سواری پر طواف کرتے ہوتے تو اشارہ فرما کر اپنے عصا کے سرے کو بوسہ دیتے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک دن کا روزہ رکھنا ایک لاکھ روزہ کے برابر ہے اور ایک درہم کا خیرات کرنا لاکھ درہم خیرات کرنے کے برابر ہے۔ اسی طرح ہر ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے مساوی ہے۔

**تعلیمات صوفیاء میں زیارت مدینہ کی اہمیت:-** جو شخص زیارت مدینہ طیبہ کا قصد کرے اس کو چاہئے کہ راستہ میں بہت درود و سلام پڑھے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر رہائش گاہ اختیار کرے۔ وہاں غسل کرے خوشبو لگائے۔ عمدہ کپڑے پہنے اور مسجد شریف کا قصد کرے۔ اندر جا کر دو رکعت نماز نفل پڑھے پھر روضہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ وہاں اس طرح کھڑا ہو کہ کعبہ کی طرف پشت کرے اور روضہ مبارک کی طرف منہ۔ یہ مسنون نہیں کہ دیوار کو ہاتھ لگائے یا بوسہ دے۔ تعظیم کے ساتھ خدمت اقدس میں سلام کرے۔ اگر کسی نے اپنا سلام عرض کرنے کے لئے کہا ہو تو اس کا سلام بھی پیش کرے۔ پھر ایک ہاتھ کے قدر ہٹ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے۔ کہ آپ کا سر حضور ﷺ کے شانہ مبارک کے پاس ہے۔ پھر قبلہ رخ کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و تجلیل کرے اور آنحضرت ﷺ پر کثرت سے درود بھیجے اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرے کہ تو نے فرمایا ہے اور تیرا قول سچا ہے۔ ہم نے تیرا ارشاد سنا اور اطاعت کی اور تیرے محبوب ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ ان کو تیری جناب میں اپنے گناہوں کے بارہ میں جس کے بوجھ سے ہماری پیٹھ ٹوٹی جاتی ہے اپنا شفیع کیا۔ ہم اپنی لغزشوں سے توبہ کرتے ہیں۔ پس ہماری توبہ قبول کر۔ اپنے نبی کریم ﷺ کی شفاعت ہمارے حق میں منظور فرما۔ پھر درمیان روضہ شریف اور منبر کے جا کر دو رکعت نفل پڑھ اور جتنی دعائیں ہو سکیں بارگاہ الہی میں مانگ۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک ہے۔ صبح کی نماز مسجد نبوی شریف میں پڑھ کر زیارت شہدائے احد۔ مقام جنگ خندق و مساجد۔ مسجد قبا، مسجد قبلتین و دیگر مقامات کی زیارت کو جاؤ اور نماز ظہر مسجد نبوی شریف میں آ کر پڑھو تا کہ کوئی فرض نماز کی جماعت فوت نہ ہو۔ مستحب ہے کہ ہر روز فجر کی نماز مسجد نبوی شریف میں پڑھ کر درود سلام سے فارغ ہو کر بقیع میں جاؤ اور بزرگ شخصیات امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، امام زین العابدین رحمہ اللہ امام باقر رحمہ اللہ، امام جعفر رحمہ اللہ، خاتون جنت حضرت صفیہ پھوپھی رسول اللہ ﷺ کی قبروں کی زیارت کر کہ سب بقیع میں استراحت فرماہیں مع دیگران فاتحہ پڑھو۔ مستحب ہے کہ مسجد قبا میں شنبہ کے روز جا کر نماز پڑھو کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو کوئی اپنے گھر سے نکل کر مسجد قبا میں آئے اور اس میں نماز پڑھے اس کے لئے ایک عمرہ کا ثواب ہوتا ہے۔

پھر جب اپنے کاموں سے فارغ ہو لو اور مدینہ منورہ سے نکلنے کا قصد کرو تو مستحب یہ ہے کہ روضہ شریف کے پاس حاضر ہو اور دعائے زیارت پڑھو اور نبی کریم ﷺ کا روضہ شریف سے رخصت کے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ پھر زیارت سے مشرف ہونا نصیب ہو۔

**حج مقبول:** حج قبول ہونے کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ جو گناہ پہلے کرتا تھا ان کو چھوڑ دے۔ نئے دوستوں کے بدلے نیک بختوں سے بھائی چارہ کرے۔ کھیل اور غفلت کی مجلسوں کے عوض ذکر اور ہوشیاری کی مجالس اختیار کرے۔ حج کے بعد اگر آدمی اپنے دل کو دین دنیا سے کنارہ کرتا پائے اور انس باللہ کی طرف زیادہ متوجہ ہو، شریعت کی میزان میں سنجیدہ اعمال سرزد ہوئے ہوں تو قبول ہونے کا اعتماد کرنا چاہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اسی شخص کا حج قبول کرتا ہے جس کو دوست رکھتا ہے اپنی محبت کے آثار اس پر ظاہر کرتا ہے۔ اہلس مردود کا دباؤ اس سے ہٹا دیتا ہے۔ جب اس طرح کی باتیں ظاہر ہوں تو معلوم ہوگا کہ حج قبول ہوا اگر معاملہ برعکس ہوا تو تعجب نہیں کی آدمی کو اس سفر سے مشقت اور سختی کے سوا کچھ بھی وصول نہیں ہوا۔ معاذ اللہ منھا (تلقین غزالی ص 87)

### تعلیمات صوفیاء میں رزق حلال کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”خدا نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیا۔“ اس سے معلوم ہوا کہ وہ خالق بھی ہے اور رازق بھی۔ پھر اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ صریح طور پر رزق کا وعدہ فرمایا: ”بے شک اللہ ہی ہر ایک کا رازق ہے۔“ پھر صرف اس وعدہ پر اکتفا نہ کیا بلکہ صاف طور پر رزق کا ذمہ اپنے اوپر لیا اور فرمایا: ”زمین میں کوئی جاندار نہیں مگر اس کا رزق خدا تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ پھر صرف ذمہ پر اکتفا نہ کیا بلکہ اس پر قسم کھائی۔ فرمایا: ”تو آسمان وزمین کے رب کی قسم، بے شک یہ حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔“

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لعنت ہو اس قوم پر جسے خدا کی قسموں پر بھی اعتبار نہ آیا۔ جب آیت ”فدوب السموات والارض“ (تو آسمان وزمین کے رب کی قسم) نازل ہوئی تو ملائکہ نے کہا بلاکت ہو ابن آدم کے لئے کہ اس نے رب کو غصہ کیا یہاں تک کہ اس نے رزق دینے پر قسم کھائی۔

منقول ہے کہ ایک چور نے حضرت بایزید بسطامی کے ہاتھ پر توبہ کی۔ حضرت بایزید نے قبور کے متعلق اس سے سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے تقریباً ہزار قبروں سے کفن چرائے لیکن سوائے دو مردوں کے باقی تمام کے منہ قبلے کی جانب سے پھرے ہوئے تھے تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا ان لوگوں کو رزق کے بارے میں خدا پر توکل نہیں تھا اس لئے ان کے چہرے قبلے کی طرف سے پھرے ہوئے تھے۔

میرے ایک دوست نے مجھ سے ذکر کیا کہ میری ایک نیک آدمی سے ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا کیا حال ہے۔ اس نے جواب دیا، حال تو ان کا ہے جن کا ایمان محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اس حقیقہ کی ذات پر توکل کر جس پر فنا نہیں آسکتی“ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: ”رزق روز اول سے تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اور قلم قدرت اس کو تحریر کر کے فارغ ہو چکا ہے۔ اب کسی پر ہیز گاری پر ہیز گاری اسے زائد نہیں کر سکتی اور نہ کسی فاجر کے فسق و فجور سے وہ کم ہو سکتا ہے۔“

خلاصہ یہ ہے کہ توکل اس کا نام ہے کہ بندے کو اس امر کا یقین ہو جائے۔ اور اس کا دل اس پر مضبوطی سے قائم ہو جائے کہ میرے جسم اور ڈھانچے کو باقی رکھنا میری حاجات کو پوری کرنا، ہر ہنگامی اور تکلیف سے بچانا صرف خدا کے قبضہ قدرت میں ہے، کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں۔ نہ ہی دنیا کے اسباب و وسائل کے سبب سے ہے۔ خدا اگر چاہے تو میرے جسم کی بقا اور دیگر حاجات کے لئے کسی مخلوق کو وسیلہ بنا دیتا ہے یا دنیا کی کسی اور شے کو ذریعہ بنا دیتا ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو بغیر ظاہری اسباب دنیا اور کسی مخلوق کے آسے کے بغیر مجھے زندہ رکھ سکتا ہے وہ اسباب و ذرائع کا محتاج نہیں ہے عزت و حکمت والے خدا کی تدبیر و تقدیر اسی طرح جاری ہے۔ ابو بکر محمد بن سابق صقلی واعظ شام نے کیا خوب فرمایا ہے۔ بہت سے قوی لوگ جو تدبیر میں بہت ہوشیار و چالاک ہوتے ہیں، رزق سے محروم ہوتے ہیں اور بہت سے ضعیف البدن تدبیر میں نکلے دنیا ان کے پاس اس طرح آتی ہے جیسے وہ سمندر کی تہ سے دونوں ہاتھوں سے ہیرے جواہرات نکال رہے ہیں۔ یہ اس

بات کی دلیل ہے کہ رزق کے بارہ میں مخلوق کے ساتھ خدا تعالیٰ کا ایک مخفی تعلق ہے سمجھنے سے انسانی دماغ قاصر ہے۔ (تلقین غزالی ص 89)

جناب رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے۔ ”ایمان لانے اور نماز پڑھنے کی فرضیت کے بعد رزق حلال کی تلاش فرض ہے۔“  
**حرام غذا:** اگر تم صحیح اور بامقصد عبادت کا عزم و ارادہ اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہو تو تم پر حرام غذا، شہبہ کے کھانے اور فضول حلال سے اپنے پیٹ کی حفاظت نہایت ضروری ہے۔ حرام اور شبہ کی چیزوں سے تین وجہ سے بچنا ضروری ہے۔ اول دوزخ کی آگ سے بچنے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”جو لوگ یتیموں کا مال ظلم کے طریقوں سے کھاتے ہیں ایسے لوگ بے شک اپنے شکموں میں آگ جھونکتے ہیں اور عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ (نار دوزخ میں داخل ہوں گے۔“ حضور ﷺ نے فرمایا۔ جو گوشت غذا احرام سے تیار ہوا اس کے لئے آگ میں جلنا ہی بہتر ہے۔  
 دوسرے۔ حرام اور شبہ والی غذا کھانے والا مردود بارگاہ خداوندی ہے۔

تیسرے۔ حرام اور شبہ والی غذا کھانے والا شخص نیک کام کرنے سے محروم ہوتا ہے اور اگر اتفاقاً کوئی کار خیر اس سے ہو جائے تو وہ عند اللہ مقبول و منظور نہیں ہوتا بلکہ رد کر دیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ ”بہت سے رات عبادت میں کاٹنے والے ایسے ہوتے ہیں جن کو بیداری کی مشقت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے روزہ دار ایسے ہوتے ہیں جن کو دن بھر کے روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے شکم میں غذا احرام پڑی ہو۔  
 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر تم نمازیں پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح جھک جاؤ اور روزے رکھتے رکھتے تانٹ کی طرح دبے بھی ہو جاؤ تو بغیر تقویٰ اختیار کئے اور مال حرام سے بچے کچھ بھی قبول نہ ہوگا۔ رزق حرام کھا کر عبادت کرنا ایسا بے کار ہے جیسا گوبر پر مکان تعمیر کرنا۔  
**فضول حلال:** فضول اور ضرورت سے زائد حلال کا استعمال بھی بندوں کے لئے آفت اور اہل مجاہدہ کے لئے بلا ہے۔

اول: حلال طعام زیادہ کھانے سے قساوت قلبی پیدا ہوتی ہے اور نور زائل ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے فرمایا: حاجت اور ضرورت سے زیادہ کھانے پینے سے گریز کرو کیونکہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے جس طرح ضرورت سے زیادہ پانی سے کھیتی تباہ ہو جاتی ہے۔  
 دوم: زیادہ کھانے سے اعضاء میں فتنہ پیدا ہو جاتا ہے۔ فساد پر پا کرنے اور بے ہودہ کاموں کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ کان بری باتیں سننے کے مشتاق ہوتے ہیں۔ شرم گاہ شہوت رانی کا تقاضا کرتی ہے اور پاؤں نا جائز مقامات کی طرف حرکت کرنے کے لئے بے قرار ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ انسان کے افعال و اقوال کی اچھائی برائی کا انحصار غذا پر ہے۔ اگر پیٹ میں حرام غذا جائے تو حرام کاموں کی صورت میں ہی برآمد ہوگی۔ اگر فضول اور ضرورت سے زیادہ غذا پیٹ میں داخل ہوگی تو وہ فضولیات کے ارتکاب کی صورت میں ہی برآمد ہوگی۔ غذا گویا تخم ہے اور افعال و اقوال اس تخم کا پودہ ہیں جو تخم کے مطابق اگتا ہے۔

سوم: ضرورت سے زیادہ کھانے سے عبادت میں کمی واقع ہوتی ہے کیونکہ جب انسان خوب سیر ہو کر کھا لیتا ہے تو اس کا بدن بوجھل ہو جاتا ہے۔ آنکھوں میں نیند بھر جاتی ہے اور اعضاء سست پڑ جاتے ہیں۔

چہارم: پیٹ بھر کر کھانے سے علم و فہم میں کمی واقع ہوتی ہے کیونکہ شکم پری دانائی اور زیری کو ختم کر دیتی ہے۔ پنجم: خوب پیٹ بھر کر کھانے میں حرام یا شہبہ کے طعام میں پڑنے کا خطرہ ہے کیونکہ حلال مال اتنا وافر نہیں ملتا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ”حلال غذا تجھے نہیں ملے گی مگر معمولی گزارے کے موافق اور حرام تیرے پاس بے تحاشا آئے گا“ اور فرمایا ”ہر بیماری کی اصل بد بھمی ہے اور ہر علاج کی اصل بھوک اور کم خوراک ہے۔“

لہذا تمہیں حرام اور شبہ کی غذا سے پرہیز کرنا لازمی ہے اور رزق کے معاملہ میں سخت احتیاط کرنا ضرورت ہے تاکہ دوزخ کے عذاب سے نجات رہے۔ اسی طرح ضرورت سے زیادہ حلال کا استعمال سے بھی اجتناب لازم ہے تاکہ بندہ کسی شر اور برائی میں مبتلا نہ

ہو۔ اور قیامت کے دن حساب کے لئے محشر میں روک نہ لیا جائے۔ (تلقین غزالی ص 93)

**دنیا کی محبت سے بچنے کی اہمیت اور ضرورت:**۔ سب مہلک خطاؤں کی جڑ دنیا کی محبت ہے اور نجات کی اصل دنیا سے علیحدہ رہنا ہے۔ اگر دنیاوی نعمتیں مراد کے موافق بے بلا اور مصیبت ملا کریں تو اس سے دل کو دنیا کی طرف میل اور اس کے اسباب کے ساتھ انس ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کے آدمی کے حق میں دنیا مثل جنت ہوتی ہے۔ تو مرنے کے بعد اس کے اسباب کی مفارقت بڑی مصیبت ہو جاتی ہے۔ اور اگر مصیبتیں آتی رہیں تو دل اس کی طرف سے کھٹا ہو جاتا ہے۔ نہ اس سے الفت نہ رغبت بلکہ دنیا اس کے حق میں مثل زندان ہو جاتی ہے کہ یہاں سے چھوٹنا گویا قید سے چھوٹنا تصور کرتا ہے اور نہایت لذت دنیا سے خلاصی ہونے میں پاتا ہے۔ اسی بنا پر حدیث شریف میں ہے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت۔ اور کافر اس کو کہتے ہیں جو خدا سے روگردان ہو کر صرف دنیا کی زندگی کا خواہاں ہو اور اسی پر اطمینان رکھے۔ اور مومن وہ ہے جو دل سے دنیا سے پھرا ہوا ہو اور اس سے نکلنے کا مشتاق ہو۔ (تلقین غزالی ص 99)

**تعلیمات صوفیاء میں غیبت کی مذمت:**۔ غیبت یعنی عیب چینی کا تو یہ حال ہے کہ اختلاط کی صورت میں اس سے بچار ہنا ایک بڑا کھٹن کام ہے۔ بجز صدیقیوں کے اس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ اس لئے لوگوں کو عادت پڑ گئی ہے کہ جہاں بیٹھے ہیں اس کا چرچہ رکھتے ہیں کہ اس میں چاشنی اور لذت گزک کی سی حلاوت سمجھتے ہیں۔ پس اگر تم لوگوں سے اختلاط کر کے انہی کی سی کہو گے تب تو گناہ گار اور گناہ گار مستحق غصہ پروردگار ہو گے اگر خاموش رہو گے۔ تب بھی غیبت کرنے والوں میں گنے جاؤ گے ہر سننے والا غیبت کا ایسا ہی ہے جیسا غیبت کرنے والا۔ اگر تم لوگوں کو غیبت سے منع کرو گے تو وہ تمہارے حق میں دشمن ہو جائیں گے اور جس کی غیبت کرتے تھے اس کو چھوڑ کر تمہاری غیبت کریں گے۔ قرآن کریم میں غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت نوچنے سے تعبیر فرمایا ہے۔ حضور ﷺ نے اسے زنا سے بھی بدتر قرار دے کر اس سے دور رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ زنا سے توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ غیبت سے نہیں تا وقتیکہ جن کی غیبت کی ہے وہ معاف کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ غیبت سے توبہ کرنے والا سب سے آخر میں جنت جائے گا اور بغیر توبہ مرنے والا سب سے پہلے دوزخ میں جائے گا۔ غیبت کرنے والے کے ساتھ سننے والا بھی شریک جرم ہے۔ یہ خیال کیا جائے کہ غیبت سے میری نیکیاں دوسرے کے نامہ اعمال پر منتقل ہو رہی ہیں، اسی طرح سلسلہ رہا تو میں خالی ہاتھ ہو جاؤں گا۔ غیبت اعمال صالحہ کو اس طرح تباہ کرتی ہے جس طرح آسمانی بجلی۔ اور غیبت کرنے والے آدمی کے اعمال اس طرح ضائع جس طرح وہ جھینق (ایک طرح کی توپ) میں ڈال کر مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں پھینک دیے جائیں۔

منقول ہے کہ حضرت امام حسن بصری کو کسی شخص نے کہا کہ فلاں شخص نے آپ کی غیبت کی ہے تو آپ نے غیبت کرنے والے آدمی کو کھجوروں کا ایک تھال بھر کر روانہ کیا اور ساتھ کھلا بھیجا کہ سنا ہے تو نے مجھے اپنی نیکیاں ہدیہ کی ہیں تو میں نے ان کا معاوضہ دینا بہتر جانا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے سامنے کسی نے غیبت کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اگر میں کسی کی غیبت کرنا درست جانتا تو اپنی ماں کی غیبت کرتا کیونکہ سب سے زیادہ وہ میری نیکیوں کی مستحق ہے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ حضرت خاتم اصم رحمہ اللہ کی نماز تہجد فوت ہو گئی تو آپ کی بیوی نے آپ کو اس پر عار دلائی۔ آپ نے جواب دیا کہ گذشتہ شب ایک جماعت ساری رات نوافل میں مصروف رہی ہے اور صبح انہوں نے میری غیبت کی ہے تو ان کی اس رات کی عبادت قیامت کے روز میرے اعمال کے ترازو میں رکھ دی جائے گی۔ (بڑے گہرے غور کی ضرورت ہے)

غیبت کی تعریف یہ ہے کہ دوسروں کا ایسا تذکرہ کرنا کہ اگر وہ سن لے تو برامان جائے، خواہ نقصان بدن کا ہو یا نسبت کا یا قول و فعل کا یا دین کا یا دنیا کا یا کپڑے، گھر اور سواری وغیرہ کا۔ اگر چاہے کہ زبان سے غیبت اور فضول بات نہ نکلے تو چاہئے کہ بجز ذرا الہی یا ضرورت دین کے اور کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالے اور سکوت اختیار کرے۔ پھر جو کلام نکلے گا وہ حق ہوگا اور سکوت و کلام دونوں عبادت ہوں گے۔ متکلم جو کلام کرتا ہے وہ اس پر وبال ہوتا ہے بجز اس کلام کے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔ قیامت میں لوگ اس کی تلخی کے گلے میں پھسنے میں نجات نہ پائیں

محبت کی تالیف ۲۲

# قربت کی راہیں

حضرت مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

شائع کردہ

مکتبہ غزنویہ - ۴ شیش محل روڈ - لاہور

نہجہ حقوق مصفوظ ہیں۔

_____	بیع اول
_____	مطبع
_____	طابع
_____	شائع کاپی
_____	کتابت
_____	قیمت

جولائی ۱۹۷۷ء

ایورگرین پریس - لاہور

تحریک ایمانے دین شیش محل روڈ

مکتبہ غزنویہ شیش محل روڈ لاہور

اقبال ائمہ محسنوں کی ادارہ کتابت



نہجہ حقوق مصفوظ ہیں۔

_____	بیع اول
_____	مطبع
_____	طابع
_____	شائع کاپی
_____	کتابت
_____	قیمت

جولائی ۱۹۷۷ء

ایورگرین پریس - لاہور

تحریک ایمانے دین شیش محل روڈ

مکتبہ غزنویہ شیش محل روڈ لاہور

اقبال ائمہ محسنوں کی ادارہ کتابت

# حقیقت ذکر الہی

حضرت مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

شائع کردہ

مکتبہ غزنویہ - ۴ شیش محل روڈ - لاہور

گے مگر وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفس کو خفا کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا حق ہے۔ اس کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے بچا سکتا ہے مگر مخلوق کو یہ طاقت نہیں کہ تجھ کو خدا تعالیٰ سے بچالے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم سب حاکموں سے برتر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات میں نے ایک قوم دیکھی جو مردار کھا رہی تھی۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جبریل نے عرض کیا یہ وہ لوگ ہیں جو دوسرے کا گوشت کھاتے تھے۔ یعنی ان کی غیبت کرتے تھے۔ (تلقین غزالی۔ ص 121)

### نام کتاب:- قربت کی راہیں..... مصنف:- حضرت مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

واردات قلب و انوار الہی کا گلدستہ:- کتاب کے بارے میں کچھ بھی عرض کرنے کے قابل نہیں، ہاں اس قدر جانتا ہوں کہ جب نام رکھنے کا مرحلہ درپیش تھا تو تمام احباب سے اس سلسلے میں پیہم مشورے ہوتے رہے۔ دو تین نام تجویز ہوئے آخر کار ”قربت کی راہیں“ پر اتفاق ہو گیا۔ اس کتاب کو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ دراصل ”واردات قلب“ سے تعبیر فرماتے تھے۔ یا فرماتے کہ یہ وہ انوار الہی ہیں جو حرمین شریفین کی حاضری کے دوران دل پر وارد ہوئے۔ ان کا بیان وہ سرعام نہیں فرماتے تھے بلکہ فرماتے یہ عشق و عاشقی کا مسئلہ ہے۔ ریاض صاحب کو بھی لندن میں آپ نے فرمایا تھا کہ سعودی عرب کی حاضری میں دل پر جو کچھ وارد ہوا وہ میں نے اس کتاب میں نقل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسے ضرور پڑھیئے۔ (قربت کی راہیں، ص ۸)

آپ ﷺ کی محبت عین ایمان ہے:- بزرگو، بھائیو اور عزیزو! آئیے کچھ وقت ان کی یاد میں بسر کریں، جو صحیحیں اور شامیں ان کی یاد میں بسر ہو جائیں، حاصل عمر رائیگاں ہیں۔

جب تجھے یاد کر لیا صبح مہک مہک اٹھی جب تراغم جگا لیا، رات مچل مچل گئی  
آپ ﷺ کا ذکر ایک مومن کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کی روح کی غذا ہے۔ ان کی ذات گرامی سے محبت، بلکہ والہانہ شیفٹنگی جزء ایمان ہے..... نہیں بلکہ عین ایمان ہے، جیسا کہ ”صحیحین اور ”مسند امام احمد“ میں ہے۔

”لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ و ولدہ و اہلہ و الناس اجمعین“

(تم میں سے کوئی صحیح معنوں میں مومن نہیں ہو سکتا، جب تک میں اسے اس کی اپنی ذات سے، اس کے اپنے بچوں سے، اس کے اپنے گھر والوں سے اور تمام بنی نوع انسان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (مقام رسالت ص ۳۰)  
آپ ﷺ کی عظمتیں صرف خدا ہی جانے:- ان کی عظمتوں کو کس پیمانے سے ماپیں، غالب نے کئی مقبتیں لکھیں، کئی قصیدے لکھے مگر نعتیہ اشعار بہت کم لکھے اور یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔

کسان ذات پاک مرتبہ دان محمد ﷺ ست

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتم

میں نے حضور ﷺ کی مدح و ثناء خدا پر چھوڑ دی ہے۔ ان کے مقام کی عظمتوں کی معرفت اسی ذات پاک کو ہے۔ (مقام رسالت ص ۳۱)  
نام احمد ﷺ نام جملہ انبیاء سمت:- اسی لیے اصحاب معرفت نے کہا کہ تم اگر اس وجود اتم و اکمل کی حکایت کہو، گو اور انبیاء علیہم السلام کا ذکر تم نہ کرو مگر حقیقت یہی ہے کہ جب تم نے لفظ ”محمد“ ﷺ کہا تو تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام، بلکہ تمام افراد فضیلت و عزیمت کی حکایت اس میں آگئیں اور تم انبیاء کرام کے جتنے واقعات اور حکایتیں بیان کرو، حقیقت میں اسی آفتاب کی کرنوں کی حکایت کو تم باغ و چمن کہتے ہو، گو تم ٹہنیوں، پتوں اور پھولوں کا ذکر نہ کرو، مگر جب تم نے باغ و چمن کہا، تو سب کا ذکر ضمناً آ گیا۔

پھر اگر تم ہوائے عطر بیزی کی بات کرو، سبزے کی شادابیوں کی حکایت کہو، یا لالہ و گل، سرور و سمن اور سنبل و ریحاں کا ذکر کرو۔ گو باغ و چمن کا نام نہ لو، مگر یہ سب حکایت تو باغ و چمن ہی کی ہے۔ تم حسن یوسف علیہ السلام کا ذکر کرو یا دم عیسیٰ علیہ السلام کی بات کرو یا ید بیضا کی

حکایت کہو، گوتم شاہ خوباں کا نام نہ لو، مگر یہ سب حکایت تو اسی شاہ خوباں ہی کی ہے۔ اسی حقیقت کو مولائے روم نے دو مصرعوں میں سمیٹ دیا تھا۔

نام احمد ﷺ نام جملہ انبیاست چونکہ صد آمد نو دہم پیش ماست

احمد مجتبیٰ ﷺ کا نام تمام انبیاء کا نام ہے۔ جب تم نے سوکھا تو نوے کا ذکر اس میں ضمناً آ ہی گیا۔ (مقام رسالت ص ۴۲)

دیکھئے! قرآن مجید میں جہاں جہاں آپ ﷺ کا ذکر ہے، وہ تو آپ ﷺ کا ذکر ہے ہی اور جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا، انبیاء علیہم السلام کے جتنے واقعات قرآن مجید میں ہوئے، بالواسطہ وہ بھی آپ ہی کی حکایت ہے۔ پھر یہ اوامر، یہ نواہی، یہ مواظبہ امثال و حکم، حضور اقدس ﷺ ان کی تفسیر مجسم تھے۔ پس نگاہ معرفت سے دیکھا تو قرآن مجید ”بسم اللہ“ سے لے کر ”والناس“ تک تمام رسول اللہ ﷺ کی حکایت میں واللہ پڑھنے لگا بے خودی میں تری زلف کا ماجرا کہتے کہتے۔

پس ”بسم اللہ“ سے لے کر ”والناس“ تک تمام رسول اللہ ﷺ کی حکایت

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآن وہی فرقان، وہی یسین وہی طہ

..... اب تک یہ بیان ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی رعنائیاں آپ کی ذات گرامی میں سمٹ آئی تھیں اور آپ ﷺ سید الاولیاء تھے۔

اب یہ بیان کرتا ہوں کہ آپ ﷺ سیدالآخرین تھے۔ آخریں میں سب سے افضل آپ ﷺ کے صحابہ کرام اور اہل بیت رضی اللہ عنہم تھے، جن کے سینوں پر انوار رسالت ﷺ ابراہ راست پڑے۔ (مقام رسالت ص ۴۳)

**ازل سے ابد تک کوئی آپ کا ہم مقام نہیں:-** میں یہ بات جذبات کی رو میں بہہ کر نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں برسوں تشکیک کی وادیوں میں سرگرداں رہا۔ سالہا شکوک و شبہات کے کانٹوں کی چھن میں نے گوارا کی۔ میں کہتا ہوں اور جذبات سے ہٹ کر کہتا ہوں کہ وہ تاریخ انسانیت کے مرکز و محور میں..... میں اور وضاحت سے کہوں اور عامیانہ بولی میں کہوں ازل سے لے کر آج تک جتنی مخلوق پیدا ہوئی ہے، ارض و سماء میں اور مابین السموات والارض اور آج سے لے کر ابد تک جتنی مخلوق پیدا ہونے والی ہے، ارض و سماء اور مابین السموات والارض، کوئی نہیں جو ان کی گردن کو چھو سکے..... میں اور وضاحت سے کہوں جیسے خدا کی الوہیت کے بارے میں ہمارا ایمان ہے کہ اس کا کوئی سہیم و شریک نہیں، کوئی ساجھی نہیں، کوئی ہمسفر نہیں۔ اسی طرح حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہمارا ایمان ہے کہ وہ انسانیت و عبدیت کے اس مقام ارفع و اعلیٰ پر سرفراز ہیں کہ ”لا شریک لہ ولا نظیر لہ ولا ندلہ ولا مثالہ“

منزہ عن شریک فی محاسنہ فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم

**عظمتیں، رفعتیں اور وسعتیں:-** ان کی عظمتیں اور رفعتیں، ان کی وسعتیں اور پہنائیاں، ان کی زیبائیاں اور رعنائیاں، زبان قاصر ہے اور قلم عاجز ہے کہ انہیں جیٹہ شمار میں لاسکے۔ آج کے بیاں میں اس بحر بیکراں کے چند قطرے ہی آسکے ہیں۔

بمیرد تشنہ مستسقی و دریا بمچنیں باقی

بہتر ہے کہ اپنی در ماندگی کا اعتراف کریں اور غالب کی ہمنوائی میں کہیں:-

غالب ثنائے خواجه بہ یزداں گزاشتم

**خدا کی قسم روضہ اقدس تمام کائنات سے افضل ہے:-** آئیے! ان کے روضہ اطہر کی بات کریں۔ ہر مکاں کو شرف ملیں سے ہے ہر

جگہ کو فضیلت اس میں بسنے والے سے ہے۔ شاہی محلوں کی عظمت دنیا والوں کے جی میں کیوں ہے۔ محل کے پتھروں یا اینٹوں کی وجہ سے نہیں ہے۔ محل کی عظمت ان کے جی میں اس لیے ہے کہ بادشاہ اس میں رہتا ہے ہر مکاں کو شرف ملیں سے ہے۔ تمام روئے زمیں پر روضہ اطہر کی زمین کے سوا کوئی مقام ایسا نہیں جس سے آپ ﷺ جیسا جسم اطہر مس کر رہا ہو۔ پس وہ زمین کا حصہ جس سے آپ کا جسم لمس کر رہا ہے۔ تمام روئے زمیں سے افضل۔ اور یہ بات حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی ہمنوائی میں کہہ رہا ہوں۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا، کیا کعبہ روضہ اطہر سے افضل ہے تو فرمایا: ”فلا

والله ولا العرش وحملته ولا لجنة عدن ولا الافلاك الدائرة لأن بالحجرة جسدا لو وزن لرحمة“ (بدائع الفوائد ج ۳، ص ۱۳۵) نہیں خدا کی قسم روضہ اطہر کعبے سے افضل ہے۔ عرش اور حاملین عرش سے افضل، وہ جنت عدن سے افضل، وہ آسمانوں سے افضل اس لیے کہ روضہ مبارک میں ایک ایسا جسد اطہر ہے کہ اگر دونوں جہانوں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور ان کا جسم مبارک دوسرے پلڑے میں، تو ان کا جسم مبارک دونوں جہانوں سے زیادہ وزنی اور قیمتی رہے گا۔

”سبحان الله ما اكملك ما احسنك ما اجملك“

کھتے مہر علی کھتے تیری ثنا گستاخ کھیاں کھتے جاڑیاں

(مقام رسالت ص ۴۲ تا ۴۶)

صحابہ کرام کے سینوں پر انوار رسالت کا نزول:- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے سینوں پر انوار رسالت براہ راست پڑے تھے، اس آیت کی تفسیر مجسم تھے۔ انہوں نے اپنا گھریا، اپنا مال و منال، اپنا سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر لٹا دیا۔ (حب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵۰) ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں جاتی رہیں، لوگ عیادت کو آئے تو کہنے لگے: یہ آنکھیں تو مجھے اس لیے عزیز تھیں کہ ان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوتی تھی۔ جب وہی نہ رہے، تو اب ان آنکھوں کے جانے کا غم کیا ہے۔ (حب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے لیے تشریف لے جاتے، ساتھ ہو لیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تیاں پہناتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تیاں اتارتے۔ سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا، مسواک، جو تا اور وضو کا پانی ان ہی کے پاس ہوتا تھا۔ اسی لیے آپ کو صاحب سواد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میرے سامان تھے۔

حضرت ربیعہ سلمی رضی اللہ عنہ سارا دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر کا شانہ نبوت میں تشریف لے جاتے تو آپ باہر دروازے پر بیٹھے رہتے کہ شاید آپ کو کوئی کام پڑے اور میرے بھاگ جاگ اٹھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی سعادت نصیب ہو جائے۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیعہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ربیعہ تم شادی کیوں نہیں کرتے کہنے لگے: شادی کی تو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا آستانہ مجھ سے چھوٹ جائیگا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اصرار سے کہا، اور وہ مجبور ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد بحوالہ حب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵۲) عبادات میں جان محبت و معرفت سے حاصل ہو:- ساتھیو! پہلی منزل معرفت کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اور شانہ کی معرفت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور مراتب کی معرفت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کی معرفت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رعنائیوں کی معرفت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبقریت کی معرفت۔ جتنی معرفت زیادہ ہوگی، محبت اسی قدر مستحکم اور پائیدار ہوگی اور محبت جس قدر پائیدار اور شدید ہوگی، اطاعت اسی قدر مستحکم بنیادوں پر قائم ہوگی۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی صحیح معرفت حاصل نہ ہو تو ان سے محبت بھی کچی اور ناپائیدار ہوگی اور محبت ناپائیدار ہو تو اطاعت پھینکی اور بے لذت ہوگی۔ معرفت اور محبت کے بغیر اطاعت ایک پھکڑا ہے جو ریں ریں کرتا ہوا چلتا ہے۔ اطاعت میں جان محبت اور معرفت سے پڑتی ہے اور اصل مقصود اطاعت ہی ہے۔ اگر ان کی معرفت اور محبت سے ان کی اطاعت حاصل نہ ہوئی، تو اصل مقصد فوت ہو گیا۔ (اتباع حضور صلی اللہ علیہ وسلم ص ۶۳)

ہے یہ طریق عاشقی چاہیے اس میں بے خودی اس میں چنیں چناں کہاں، اس میں اگر مگر کہاں

مرشد کامل کی علامت:- وہ شیخ جو شریعت کا اتباع نہیں کرتا ہے اور تمہیں شریعت سے ہٹ کر من گھڑت وظیفے بتلاتا ہے اور تم سے ایسی باتوں کا تقاضا کرتا ہے جن کا ثبوت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نہیں ملتا، وہ خود بھی گمراہ ہے اور تمہیں بھی گمراہ کر رہا ہے۔ ”خلوا فاخلو فویل لهم ولا تبعہم“ شیخ وہی ہے جو تمہارا رخ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر دے، شیخ وہی ہے جو تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کر دے۔ جو تمہیں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پکا کرے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہونے کا ڈھنگ تمہیں سکھائے۔ (اتباع حضور صلی اللہ علیہ وسلم ص ۶۷)

کشف پرچودہ سو سالہ گواہی:- میں کشف کا منکر نہیں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو کشف ہوتا تھا، بعض تابعین کو کشف ہوتا تھا۔ اولیاء رحمہم



اللہ کی چودہ سو سال کی تاریخ گواہی دیتی ہے کہ بعض اولیاء کو کشف ہوتا ہے۔ وہ شخص روحانی اعتبار سے اندھا ہے جو کشف سے انکار کرتا ہے۔  
**حضرت اسید رضی اللہ عنہ کا کشف:**۔ اسید رضی اللہ عنہ بن حنظلہ صحابی سورہ بقرہ پڑھ رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک سائبان میں چراغ ہیں جو نیچے اتر رہے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”تلك الملائكة دنت لصوتك“ یہ فرشتے تھے جو تیری آواز سن کر قریب آگئے تھے۔ (مسلم، جلد اول، ۲۶۹)

کیا فرشتے اسید رضی اللہ عنہ بن حنظلہ پر منکشف نہ ہوئے تھے اور کیا خود حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کی گواہی نہ دی تھی۔ پس جو شخص کہتا ہے کہ اولیاء اللہ کو کشف نہیں ہوتا ہے اور نہیں ہو سکتا۔ وہ حدیث رسول اللہ ﷺ کا منکر ہے۔  
**حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کشف:**۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر جنگ کے لیے بھیجا تھا، جس پر ساریہ نامی ایک آدمی کو امیر بنایا۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے کہ وہ یکا یک زور زور سے کہنے لگے۔ یاساریۃ الجبل، یاساریۃ الجبل، اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔

اس لشکر کا ایک قاصد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ”اے امیر المؤمنین! ہمیں دشمن سے شکست ہو رہی تھی کہ یکا یک ہمیں آواز آئی۔ ”یاساریۃ الجبل، فاسند ناظہور نا بالجبل“۔ ہم نے پہاڑ سے ٹیک لگالی۔ جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور اللہ نے دشمن کو شکست دی۔ (مشکوٰۃ، جلد ثانی صفحہ ۵۴۶، بحوالہ بیہقی)

یہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر سے لشکر کی حالت کو میدان جنگ میں دیکھ لیا۔ یہ کشف نہ تھا تو کیا تھا۔ یہ کشف بصری تھا اور یہ جو لشکریوں نے آپ کی آواز سن لی تو یہ کشف صوتی نہ تھا تو کیا تھا۔ پس کشف سے انکار جہالت ہے۔ (اتباع حضور اقدس ﷺ، ص ۷۱)  
**کرامات کا منکر کتاب و سنت کا منکر:**۔ اولیاء اللہ کی کرامات کے ہم قائل ہیں۔ بعض اولیاء اللہ سے کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نبی نہ تھیں۔ اولیاء میں سے تھیں۔ قرآن مجید میں ہے: ”کلما دخل علیہا زکریا المحراب وجد عندها رزقاً قال یمریم انی لک هذا قالت ہومن عند اللہ“ (آل عمران ۳۷)

جب بھی حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آتے، ان کے پاس رزق پاتے، حضرت زکریا علیہ السلام نے پوچھا، اے مریم! یہ رزق تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے۔ انہوں نے کہا یہ اللہ ہی کی طرف سے آتا ہے۔

**حضرت خنظلہ رضی اللہ عنہ کی کرامت:**۔ پھر آپ کے صحابی خنظلہ رضی اللہ عنہ بن عدی کو مشرکین مکہ نے گرفتار کر لیا تھا۔ مکہ میں وہ اسیر تھے۔ اسیری کی حالت میں ان کے پاس انگور دیکھے گئے۔ حالانکہ انگوروں کا موسم نہ تھا۔ (بخاری، جلد ثانی، صفحہ ۵۶۸)

**ام امین رضی اللہ عنہا کی کرامت:**۔ ام امین رضی اللہ عنہا صحابہ ہجرت کر کے مدینے جا رہی تھیں۔ روزے کی حالت میں تھیں۔ سفر میں زاد راہ بھی پاس کچھ نہ تھا۔ افطار کا وقت آیا۔ پیاس سے نڈھال ہو رہی تھیں۔ انہوں نے سر پر کسی چیز کو محسوس کیا۔ سراٹھایا، کیا دیکھتی ہیں کہ ایک ڈول ان کے سر پر لٹک رہا ہے۔ اس سے پیاس کب سیر ہو گئی۔ (الطبقات الکبریٰ، جلد ۸، صفحہ ۲۲۴)

ایسے بہت سے واقعات ہیں جو صحابہ، تابعین اور اولیاء کرام کے حالات میں ملتے ہیں۔ پس اولیاء اللہ سے کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے اور جو اولیاء اللہ کی کرامات کا منکر ہے، وہ کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ کا منکر ہے۔ کرامت کیا ہے؟ کسی خرق عادت کا ظہور یعنی فطرت کے عام معمولات سے ہٹ کر کسی بات کا معرض وجود میں آنا۔ (اتباع حضور اقدس ﷺ، ص ۷۱)

**تصرف و تسخیر ولایت کی دلیل نہیں:**۔ حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ جوانی میں تسخیر کے مشہور عمل ”حزب البحر“ کے عامل تھے۔ ایک دن حجرے میں تشریف فرما تھے۔ ایک مولوی صاحب نے حجرے کو باہر سے مقفل کر دیا۔ حضرت الامام ”حزب البحر“ پڑھنے لگے تالا کھٹ سے ٹوٹ گیا، مولوی صاحب کو تعجب ہوا اور جا کر حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو سارا ماجرا سنایا۔ انہوں نے کہا: بلاؤ عبدالجبار کو۔ ان

سے پوچھا: عبد الجبار! چخواندی؟ عبد الجبار! تم نے کیا پڑھا۔ عرض کیا: حزب البحر خواندم، حزب البحر کا عمل پڑھا تھا۔ فرمایا: حزب البحر چیست؟ حزب البحر کیا ہے؟ حضرت الامام نے حزب البحر کی عبارت سنائی: ”سخر لنا کل بحر“ (ہر سمندر کو ہمارے لیے مسخر کر دے)، ”سخر لنا کل شئی“ (ہر چیز ہمارے لیے مسخر فرما دے) حضرت عبد اللہ غزنوی رحمہ اللہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ فرمایا: ”عبد الجبار! از خدا خدائی میخوانی، بندگی اختیار کن“۔ عبد الجبار! خدا سے خدائی مانگتے ہو، بندگی اختیار کرو۔ پس تصرف و تسخیر بھی ولایت کی دلیل نہیں۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ کیا دعا کی قبولیت ولایت کی دلیل ہے کہ نہیں، اس میں کیا شک ہے کہ اولیاء اللہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔

بخاری شریف کی حدیث ہے: ولایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل ..... بی یسمع وبی یبصر و بی بیطش و بی یمشی .....

ولئن سالنی لاعطینہ ولن استعاذ بی لاعیذہ (مشکوٰۃ، جلد اول، صفحہ ۱۹۷)

میرا بندہ نقلی عبادت سے مسلسل میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ میرے ساتھ سنتا ہے، میرے ساتھ دیکھتا ہے، میرے ساتھ پکڑتا ہے، میرے ساتھ چلتا ہے، یعنی میری نصرت و اعانت اسے حاصل ہوتی ہے۔ میرا فضل و کرم اس کے شامل حال ہوتا ہے..... اگر

وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور اسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں ضرور اسے پناہ دوں گا۔ (اتباع حضور اقدس علیہ السلام ص ۷۶)

**بے ادب اصطبل میں باندھنے کے لائق :-** اس بات کو پہلے باندھو کہ ولایت اور قرب الہی کے تمام درجات اللہ اور اس کے

رسول ﷺ کی اطاعت ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔ (اتباع حضور اقدس علیہ السلام ص ۷۸)

پس ولایت کی کسوٹی فقط ایک ہے اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی جو جتنا ان کے قریب ہو وہ اتنا بڑا اولیٰ ہو اور اولیاء اللہ تو واجب الادب اور واجب التعمیم ہوتے ہیں۔ جو اولیاء اللہ کا نام ادب سے نہ لے اور روح کی گہرائیوں سے ان کی تعظیم بجان نہ لائے، وہ بھی کوئی انسان ہے، اسے اصطبل میں باندھو۔ ”کالانعام بل هم اضل“

ان کی شان میں ادنیٰ سی ادنیٰ گستاخی بھی موجب حرماں ہے، سدہ بخاری فیض ہے اور یہ بات اس حدیث قدسی کی روشنی میں کر رہا ہوں جو صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ”ومن عادی لی ولیاً فقد آذنته بالحرب“

جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرتا ہے، میں اس کے ساتھ جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔ (اتباع حضور اقدس علیہ السلام ص ۷۹)

**حب آل محمد ﷺ محبت رسول ﷺ کا تقاضا :-** حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا تقاضا ہے کہ جو انہیں محبوب تھا، ہم بھی انہیں چاہیں اور ان سے پیار کریں۔ جن جن سے انہیں تعلق خاطر تھا۔ ہم بھی ایک قلبی رابطہ ان سے محسوس کریں۔ اور ان کا ادب و احترام، ان کی تعظیم و توقیر جی کی گہرائیوں میں محسوس کریں۔ اگر ہم ایسا محسوس نہیں کرتے تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہماری محبت میں نقص ہے اور ہزارہم محبت رسول ﷺ ہونے کا دعویٰ کریں، اگر یہ کیفیت نہیں ہے، تو یہ حب رسول ﷺ محض اک فریب نفس ہے۔ محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے۔ وہ لباس جو محبوب پہنتا ہے اور جس میں اس کی خوشبو بسی ہوئی ہوتی ہے، جی کو بھلا معلوم ہوتا ہے۔ ایک عاشق نے کہا:

اے گل تبو خور سندی تو بوائے کسے داری

اسے پھول اس لئے بھلا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سے یار کی خوشبو آتی ہے۔

اس گھر کے درو دیوار پر پیارا آتا ہے جس میں محبوب نے زندگی بسر کی ہو۔

قیس عامری کہتا ہے:

امر علی الدیار دیار لیلی اقبل ذا الجدار و ذا الجدار

وماحب الدیار شفغن قلبی ولكن حب من سكن الدیار

میں لیلیٰ کے گھروں کے پاس سے گزرتا ہوں۔ کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں، کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں۔ کچھ ایسی بات نہیں یہ تو اس کی

محبت کا تقاضا ہے جو ان گھروں میں رہتا تھا۔

وہ راہیں جن سے یار گزرتا ہے ان راہوں پہ پیارا آتا ہے۔

وہاں وہاں ابھی رقصاں ہے بوئے عنبر و گل جہاں جہاں سے چمن میں بہار گزری ہے

قیس عامری کہتا ہے: من آل لیلیٰ و ابن لیلیٰ

لیلیٰ اب کہاں ہے۔ لیلیٰ کے بچوں کے چہروں میں سے لیلیٰ کی جھلک دیکھتا ہوں یہ محبت کی عام واردات ہیں۔ محبت تو جہاں بھی ہوگی اس کے برگ و بار یہی ہیں ان کیفیتوں کا حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھو۔ آپ ﷺ کے وضو سے جو پانی بچ جاتا، صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر چھپٹ پڑتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اسے تبرکاً اور تینا جسم پر ملتے تھے۔ آپ ﷺ کا لعاب مبارک صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پر گرتا تھا، آپ ﷺ حجامت کرواتے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عاشقوں کا آپ ﷺ کے گرد ہجوم ہوتا تھا اور آپ ﷺ کے بالوں کو سر سے اترتے ہی اچک لیتے تھے۔

**مرشد کامل اور ان کے تبرکات کا عشق:** صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی ان نشانیوں کو آخرت کا توشہ سمجھتے تھے اور مرنے کے بعد بھی اپنے آپ سے جدا کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لاتے، تو ان کی والدہ آپ ﷺ کے پسینے کو ایک شیشی میں محفوظ کر لیتیں اور اپنے عطر میں ملا لیتی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فوت ہونے لگے تو انہوں نے نصیحت کی کہ میرے لاشے پر حنوط ملو تو اس میں حضور ﷺ کے پسینے میں بسا ہوا عطر بھی ملا لینا۔ (حب آل محمد ﷺ، ص ۸۳ تا ۸۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آپ ﷺ کی ایک قمیص، ایک تہ بند، ایک چادر اور چند موئے مبارک تھے۔ انہوں نے وفات کے وقت نصیحت کی کہ مجھے ان ہی کپڑوں میں دفناؤ اور یہ موئے مبارک میرے ساتھ رکھو۔ (حب آل محمد ﷺ، ص ۸۵)

ایک دن حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے گھر میں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کا دہانہ اپنے منہ سے لگایا اور پانی پیا۔ حضرت ام سلیم نے مشکیزے کا دہانہ کاٹ کر تبرکاً اپنے پاس رکھ لیا تھا کہ میرے آقا ﷺ کے مقدس ہونٹوں نے اس دہانے کو لمس کیا ہے۔ (طبقات ابن سعد، بحوالہ حب آل محمد ﷺ، ص ۸۵)

**احبو اہل بیٹی لحبی۔** ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے۔ اس کی گلیاں عزیز، اس کا آستانہ عزیز، اس کا پیرا بہن عزیز، اس کی جوتیاں عزیز، اس کا گھرانہ عزیز، اس کے خادم عزیز۔

پس اس ذات اطہر و اقدس کی محبت کا ایک یہی تقاضا ہے کہ اہل بیت سے محبت ہو، جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "احبونی لحب اللہ و احبو اہل بیٹی لحبی" (ترمذی) (اللہ کی محبت کی بناء پر مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی بناء پر میرے گھرانے کے افراد سے محبت کرو)۔ پھر گھرانا بھی وہ کہ خود خدا آخری حیضہ آسمانی میں ان سے خطاب کرتا ہے۔ ان کی طہارت اور پاکیزگی کا اعلان کرتا ہے۔ (حب آل محمد ﷺ، ص ۸۶)

وہ جن کے احترام کو ملحوظ رکھنے کے لیے آپ ﷺ نے نصیحت فرمائی: ولن يتفرقا حتى يردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیہما (مسند امام احمد) (کتاب اللہ اور اہل بیت ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے حتیٰ کہ وہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں گے۔ پس خیال رکھنا کہ میرے بعد تم ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔)

بالخصوص حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کو ایک خاص قلبی لگاؤ تھا ان کی پیدائش کے وقت خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے کان میں اذان دی تھی اور "اشھد ان لا الہ الا اللہ" کی صدا ان کی روح میں اتاری تھی اور اپنا لعاب مبارک ان کے دہن میں ڈالا تھا۔ آپ ﷺ انہیں چومتے تھے اور سینے سے لگا کر انہیں بھینچتے تھے۔ مسند امام احمد میں ہے۔ یضیہ الیہ حسنا و حسینا (حب آل محمد ﷺ، ص ۸۸)

وہ لوگ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار و برکات کی معرفت حاصل ہے، سمجھتے ہیں کہ یہ کیسی سعادت عظمیٰ ہے جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں جن کی محبوبیت کا یہ عالم کہ آپ فرمائیں:

”هذان ابناي وابنا ابنتي اللهم اني احبهما فاحببهما واحب من يحبهما“ (ترمذی مع تحفة الہودی ۳۳۹ باب مناقب

ابی محمد الحسن بن علی) (حب آل محمد ﷺ، ص ۸۸)

**اہل بیت کی محبت ایمان کا حصہ:**۔ ساتھیو! اپنے حریم دل میں جھانک کر دیکھو۔ اگر اس میں اہل بیت کی محبت اور بالخصوص حسین بن فاطمہ کی محبت نہیں پاتے ہو تو تم یقین کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمہاری محبت بھی محض فریب نفس ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھو کہ آپ ﷺ کا پسینہ، آپ ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی، آپ ﷺ کے موئے مبارک حتیٰ کہ آپ ﷺ کا لعاب دہن بھی انہیں عزیز تھا۔ پھر آہ صد ہزار آہ و حرماں اگر تم اپنے سینوں کو حسین بن فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و تعظیم سے خالی پاتے ہو۔ یہ بہت بڑی محرومی اور شقاوت ہے۔ تم یقین کرو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اگر تمہارے رگ و پے میں اتر جائے تو تم ان کے غلاموں کے غلاموں کا بھی ادب کرو۔ (حب آل محمد ﷺ، ص ۹۱)

آہ! یہ کیسی للہیت کی موت اور ایمان کی جانکنی ہے کہ بعض علماء عین منبر رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر اس محبوب بارگاہ رسالت، اس جگر گوشہ بتول کا ذکر حشرات آمیز لہجے میں کرتے ہیں۔ وہ گھرانہ جس سے تم نے فیض حاصل کیا، وہ جن کی جوتیوں کے صدقے میں تمہیں ایمان و اسلام رضی اللہ عنہ کی معرفت حاصل ہوئی، تم کو کیا ہوا کہ تم ان ہی کی عیب چینی کرتے ہو۔ پھر اس عیب چینی اور خوردہ گری کے لیے تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کے سوا کوئی اور جگہ نہیں ملتی۔ پھر تم اپنے لب و لہجہ کو تو دیکھو، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شمر بن ذی الجوشن، یزید اور ابن زیاد نے اہل بیت رضی اللہ عنہم کے خلاف مقدمے میں تمہیں اپنا وکیل بنا لیا ہے۔ حدیث قدسی ہے: من عادی لی ولیاً فقد آذنتہ بالحرب جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھتا ہے۔ میں اس کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ولی اللہ ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ وہ صحابی بھی تھے اور اہل بیت رضی اللہ عنہم میں سے بھی تھے۔ وہ صرف صحابی ہی نہ تھے، جلیل القدر علماء صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ وہ صرف اہل بیت ہی میں سے نہ تھے بلکہ محبوب بارگاہ رسالت تھے۔

پس حضرت حسین کی شان میں گستاخی، ان کی تنقیص، ان کے بارے میں سوء ادب سراسر موجب حرماں ہے۔

بے ادب محروم مانداز فضل رب

از خدا خواہیم توفیق ادب

(حب آل محمد ﷺ، ص ۹۲)

**درود شریف کی فضیلت:**۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہ السلام کی توصیف اور تعریف فرمائی اور ان کی تکریم اور تعظیم کا حکم دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ تو فرشتوں کو حکم دیا کہ انہیں سجدہ کرو۔ ظاہر ہے کہ یہ تعظیم ایسی ہے کہ خود خدا اس میں شریک نہ تھا۔ یہ شرف و اعزاز صرف اور صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو حاصل ہے۔ کہ اذلاً خود خدا ان پر درود بھیج رہا ہے..... اپنی مخصوص ترین رحمتیں ان پر نازل فرما رہا ہے۔ اس کے ملائکہ اس پر درود بھیج رہے ہیں۔ تمام ملائکہ مقررین، سالکین عرش، ساتوں آسمان میں بسنے والے، کراماتین سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیج رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ کہہ رہے ہیں کہ عالم علوی میرے حبیب ﷺ پر درود و سلام سے گونج رہا ہے۔ اے عالم سفلی میں بسنے والو! تم بھی ان پر پیہم درود و سلام بھیجو، تاکہ عالم علوی اور عالم سفلی بیک وقت میرے حبیب ﷺ پر درود و سلام سے گونج اٹھے۔ تاکہ عرش بریں سے عرش زمیں تک پیہم غلغلہ برپا ہو ”صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“۔ (درود شریف کی فضیلت، ص ۱۱)

**فضیلت درود پر علمی نکات:**۔ حضرت رصاع رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت میں لفظ اللہ آیا ہے جو خدا کا ذاتی نام ہے اور جامع

جمع اسماء و صفات ہے۔ اگر خدا کہتا: ”ان الرب وملئکتہ یصلون علی النبی“ یا ”ان الرحمان وملئکتہ یصلون علی النبی“ تو یہ واہمہ ہو سکتا تھا

کہ ان پر صرف اسم رب یا اسم رحمن کا ہی فیضان ہوتا ہے۔ لیکن لفظ ”اللہ“ سے معلوم ہوا کہ ان پر ذات اور تمام اسماء و صفات کا فیضان وارد ہوتا ہے۔ حضرت رصاع رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ کے بہت سے اسماء میں سے یہاں نبی کے لفظ سے ذکر فرمایا اور دوسرے اسماء و صفات کا ذکر نہ کیا، اس لیے کہ آپ ﷺ کی اور دوسرے انبیاء کی یہ صفت سب سے نمایاں ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں علوم لدنی عطا کرتے ہیں۔ معارف و حقائق کی خبر دیتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی غایت درجہ تکریم و تعظیم مقصود تھی، اس لیے ”علی النبی“ کہا اور ذاتی نام یعنی لفظ محمد ﷺ کے ساتھ ان کا ذکر نہ کیا۔

**ہمارے درود کی انہیں حاجت کیا ہے؟:-** وہ لوگ جو دین میں کٹ جھجیاں کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے فرشتے حضور ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں تو ہمارے درود کی انہیں کچھ احتیاج نہیں۔ اگر اس زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو وہ ذات گرامی جس پر خود خدا درود بھیج رہا ہے، فرشتوں کے درود کی بھی محتاج نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے یہ حکم محض ”اکراماً و تعظیماً لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیا ہے اور ہم پر شفقت کی کہ اس بہانے ہم اجر و ثواب کے مستحق ٹھہریں۔

رحمت حق بہانہ می جوید  
رحمت حق بہانہ می جوید.....

”من صلی علی صلوٰۃ واحده صلی اللہ علیہ عشراً (مسلم و ابوداؤد) (جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔) وہ انسانیت کا محسن اعظم..... وہ اللہ اور مخلوق کے درمیان واسطہ عظمی..... وہ جس نے انسان کو خیر و شر کی حقیقت سمجھائی..... وہ جو اللہ کی معرفت، اس کی محبت اور تقرب کا وسیلہ کبریٰ ہے، وہ کتاب و حکمت کی تعلیم دینے والا، وہ روجوں کا تزکیہ کرنے والا، وہ تیبوں، مسکینوں، بیواؤں، محتاجوں اور لاوارثوں پر ابر رحمت بن کر برسنے والا..... اس کے احسانات ہم پر اس قدر زیادہ ہیں کہ ہمارا صلوٰۃ و سلام اس کے احسانات کے لاکھوں حصہ کی مکافات و جزا بھی نہیں ہو سکتا اس لیے اہل اللہ نے کہا کہ صلوٰۃ و سلام کی کسی مقدار پر بھی پہنچ کر یہ خیال نہ کرو کہ تم نے سرور و عالم ﷺ کا حق ادا کر دیا۔ یہ تو تم نے اپنے ہی لیے رحمت کا سامان کیا۔ اگر تمام امت محمدیہ ﷺ کے افراد مل کر صبح و شام، مسلسل اور پیہم ان پر درود و سلام بھیجیں تو بھی اس محسن اعظم کا حق ادا کرنے سے یکسر قاصر ہیں۔

اوپر دی ہوئی آیت پر غور کیجیے۔ اس آیت میں یہ نہیں کہا کہ تم صلوٰۃ و سلام کی دعا کرو تو میں صلوٰۃ و سلام نبی اکرم ﷺ پر بھیجوں گا۔ فقرے کی ساخت پر غور کیجیے مود جواب الامر نہیں ہے، شرط و جزا نہیں ہے بلکہ یوں کہا کہ اللہ تو درود بھیج ہی رہا ہے..... وہ اللہ کی مخصوص ترین رحمتوں کا محیط تو ہیں ہی تم بھی درود بھیجو کہ اس کی برکت سے تمہیں بھی اپنی رحمتوں سے نوازے۔ ان پر تو رحمتیں پیہم برس ہی رہی ہیں، اے حلقہ بگوشان محمد ﷺ! تم بھی جھولیاں بھرو۔ وہ ذات گرامی جس پر خود خدا اور تمام فرشتے مسلسل اور پیہم صلوٰۃ و سلام بھیج رہے ہیں، ان کو تمہارے درود کی حاجت کیا ہے؟

**آپ ﷺ کے اسم گرامی کے ساتھ ”سیدنا“ کا اضافہ:-** حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے اسم گرامی کے ساتھ ”سیدنا“ کا لفظ بڑھانے پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ مغالطہ کا باعث غالباً ابوداؤد شریف کی ایک حدیث ہے سنن ابی داؤد میں ایک صحابی ابو مطرف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں ایک وفد کے ساتھ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ ہم نے عرض کیا:

”انت سیدنا“ (آپ ہمارے سردار ہیں) حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا: ”السید اللہ“ یعنی حقیقی سیادت اور کمال سیادت تو اللہ ہی کے لیے ہے۔ ابوداؤد شریف ہی میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا قصہ منقول ہے۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی پشت مبارک پر مہر نبوت دیکھ کر یہ درخواست کی تھی یہ جو ابھرا ہوا گوشت آپ ﷺ کی پشت مبارک پر ہے مجھے دکھائیے میں طبیب ہوں میں اس کا علاج کروں گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا: طبیب تو اللہ تعالیٰ ہے جس نے اسے پیدا کیا۔ اس حدیث کی بناء پر معالجوں کو طبیب کہنا کون حرام قرار دے سکتا ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی میں ”طبیب“ شمار ہی نہیں ہوتا۔ قرآن کے تمس پاروں میں کہیں اللہ کے لیے طبیب کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے خود اپنے بارے میں ارشاد فرمایا:

انا سید الناس یوم القیمة (بخاری و مسلم) (میں قیام کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا)۔

ترمذی شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:  
 ”انا سید ولد آدم یوم القیمة ولا فخر“ (میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا، اور اس پر کوئی فخر نہیں کرتا ہوں)  
 آپ ﷺ نے اپنے نواسے حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ”ابنہی ہذا سید“ (میرا یہ بیٹا سردار ہے) (درد و شریف کی فضیلت، ص ۱۱۹ تا ۱۲۳)  
 امام بخاری رحمہ اللہ نے ”الادب المفرد“ میں ذکر کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنو سلمہ سے پوچھا: ”من سیدکم؟“  
 (تمہارا سردار کون ہے؟) انہوں نے عرض کیا: ”جد بن قیس“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بل سیدکم عمرو بن الجموح“  
 (بلکہ تمہارا سردار عمرو بن جموح ہے)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ مخلوق کے لیے سید کا لفظ بولنا جائز ہے۔ (درد و شریف کی فضیلت، ص ۱۲۲)  
 حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک قول ابن ماجہ میں ہے انہوں نے فرمایا کہ جب تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجا کرو تو  
 اسے سنواریا کرو۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ ویسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے کہا، ہمیں سکھا دیجیے۔  
 انہوں نے فرمایا کہ درودیوں پڑھا کرو:

”اللھم اجعل صلوتک ورحمتک و برکاتک علی سید المرسلین و امام المتقین و خاتم النبیین محمد عبدک ورسولک  
 امام الخیر قائد الخیر ورسول الرحمة اللھم ابعتھ مقاماً محموداً یغیظ بہ الاولون و الآخرون اللھم صل علی محمد و علی ال  
 محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی  
 ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید“۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی علی سید المرسلین کہنے کی تلقین فرما رہے ہیں تو پھر ”اللھم صل علی  
 سیدنا محمد“ کہنے پر معترض ہونے کی گنجائش کہاں باقی رہی۔ (درد و شریف کی فضیلت، ص ۱۲۳)

**لفظ مولانا کہنا حسن ادب ہے:-** ”مسند احمد“ اور ”ترمذی شریف“ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”من کنت  
 مولاہ فعلی مولاہ“ (جس کا میں دوست ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے دوست ہیں جس کا میں حامی و ناصر ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے  
 حامی و ناصر ہیں) یہ عجیب بات ہے کہ بعض نیم خواندہ مولوی اپنے نام کے ساتھ تو بڑے التزام کے ساتھ مولانا لکھتے ہیں لیکن حضور علیہ  
 الصلوٰۃ والسلام کو مولانا کہنے میں انہیں تامل ہے اور اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت سیادت اور ولایت ازلی  
 ہے، ابدی ہے، دائمی ہے، سرمدی ہے، قدیم ہے، مستقل بالذات ہے، لامتناہی ہے اور جب صفت سیادت و ولایت سے مخلوق متصف ہوتی ہے  
 تو یہ صفت حادث ہوتی ہے۔ محدود ہوتی ہے اور اللہ کی صفت سے ماخوذ ہوتی ہے۔

پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مولانا کہنے میں کچھ قباحت نہیں بلکہ عین حسن ادب ہے۔ (درد و شریف کی فضیلت، ص ۱۲۴)  
**درد و نہ پڑھنے والا بخیل ہے:-** آپ غور کیجیے کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایسا مقرب بارگاہ الہی فرشتہ جس کے لیے بددعا کرے اور  
 سرور کونین ﷺ جس بددعا پر آمین کہیں اس سے زیادہ سخت بددعا اور کون سی ہو سکتی ہے۔

پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لکھتے وقت اور بولتے وقت صلوٰۃ کا التزام چاہیے گو عبارت لکھتے ہوئے یا دوران گفتگو میسوں بار آپ  
 کا اسم گرامی آئے۔ ہر بار اک نئے ذوق و شوق کے ساتھ اور اک نئے ولولے کے ساتھ درد و بھینٹنا چاہیے۔ وہ جنہوں نے اپنی پوری زندگی ہمیں  
 سنوارنے کے لیے کھپادی، حیف ہے ہم پر کہ ہم ان کے اسم گرامی پر ہونٹوں کو جنبش دینے میں بھی بخل کریں۔ نسائی شریف میں ہے حضور ﷺ  
 نے فرمایا: ”البخیل من ذکرک عندہ فلم یصل علی“ (بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔)  
 اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں تو آپ ﷺ نے اسے بخیل ترین انسان قرار دیا جو آپ ﷺ کے اسم گرامی کو سن کر درود نہیں بھیجتا

ہے۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”الاخبرک بابخل الناس“ (میں تمہیں نہ بتاؤں کہ بخیل ترین انسان کون ہے) صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: من ذکرک عندہ فلم یصل علی فذاک ابخل الناس (آپ ﷺ نے فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو وہ بخیل ترین انسان ہے۔) علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے ”القول البدیع“ میں اس کی تخریج کی ہے۔ (اور جس شخص کو رحمۃ للعالمین بخیل ترین انسان فرمائیں تو اس کی بدبختی میں شک و شبہ کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔ (درود شریف کی فضیلت، ص ۱۲۷)

**سارا دن درود کا وظیفہ:-** دوستو! درود شریف بہت بڑا وظیفہ ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کیا کہ میں آپ ﷺ پر درود کثرت سے بھیجنا چاہتا ہوں میں اوقات ذکر میں سے کتنا وقت درود کے لیے وقف کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا تیرا جی چاہے۔ میں نے عرض کیا کہ وقت کا چوتھا حصہ درود کے لیے وقف کر لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جیسے تیرا جی چاہے۔ اور اگر تو اس سے زیادہ وقت صرف کرے تو وہ تیرے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا اگر آدھا وقت درود پڑھتا رہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ما شئت فان زدت فهو خیر لک“ اور اگر تو زیادہ پڑھے تو تیرے حق میں بہتر ہے۔ میں نے کہا دو تہائی پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جیسے تیرا جی چاہے، اور اگر تو اس سے بھی زیادہ پڑھے تو تیرے حق میں بہتر ہے۔ میں نے کہا ایک تہائی پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جیسے تیرا جی چاہے، اور اگر تو اس سے بھی زیادہ پڑھے تو تیرے لیے اور بھی بہتر ہے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا پھر تو میں سارا وقت آپ ﷺ پر درود ہی کا وظیفہ پڑھا کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تو تیرے سب غم (دین و دنیا کے) چھٹ جائیں گے اور تیرے سب گناہ مٹ جائیں گے۔

**شیخ عبدالحق کی مدینہ حاضری پر مرشد کی نصیحت:-** شیخ عبد الوہاب متقی رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ کی زیارت کے لیے رخصت کیا تو فرمایا: عبدالحق! اس بات کو سمجھو اور پلے باندھو کہ اس سفر میں فرائض کی ادائیگی کے بعد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف سے بہتر کوئی عبادت نہیں ہے۔ اپنے تمام اوقات اسی پر صرف کرنا اور کسی بات میں مشغول نہ ہونا۔ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ کوئی تعداد مقرر فرما دیجئے فرمایا: بے حد، بے حساب پڑھو۔ ہر وقت درود تمہاری زبان پر جاری ہو اور اس کے انوار میں ڈوب جاؤ۔ بالخصوص جمعہ کے روز تو درود و سلام میں ڈوب جانا چاہیے۔

**بروز جمعہ کثرت درود کی فضیلت:-** اوس رضی اللہ عنہ بن اوس کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”من افضل علیاکم یوم الجمعة فیہ خلق اللہ ادم و فیہ قبضہ و فیہ النفخۃ و فیہ الصعقۃ فاکثروا علی من الصلوٰۃ فیہ فان صلوتکم معروضۃ علی قالوا یا رسول اللہ و کیف تعرض علیک صلاتنا وقد ادرت یعنی و قد بلبت فقال ان اللہ عزوجل حرم علی الارض ان تآکل اجساد الانبیاء۔ (احمد و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و ابن حاکم)

(تم جو دن بسر کرتے ہو ان میں سے سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اسی دن آدم علیہ السلام کو اللہ نے پیدا کیا، اسی دن ان کی روح قبض کی گئی۔ اسی دن صور پھونکا جائے گا۔ اسی دن سب پر بے ہوشی طاری ہوگی۔ تم اس دن مجھ پر درود بہت پڑھا کرو۔ واقعی تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ جب آپ ﷺ مٹی ہو جائیں گے تو ہمارا درود کیونکر آپ ﷺ کے سامنے پیش ہو سکے گا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھاسکے۔ اسی طرح حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”اکثر علی الصلوٰۃ یوم الجمعة فانہ یوم مشہود تشهد الملئکۃ وان احد الایصلی علی الاعرضت علی صلاتہ حتی یفرغ قال قلت و بعد الموت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تآکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق“ (جمعہ کے روز درود کثرت سے پڑھا کرو۔ اس لیے کہ وہ یوم مشہود ہے۔ فرشتے اس میں شریک ہوتے ہیں۔ جو بھی مجھ پر درود پڑھتا

ہے، اس کا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا کیا وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا، فرمایا اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسم کھائے۔ اللہ کا پیغمبر قبر میں بھی زندہ ہوتا ہے اسے رزق دیا جاتا ہے۔

**درود و سلام کی فضیلتیں:-** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”من صلی علی صلوٰۃ

واحدة صلی اللہ علیہ عشاءً“ (مسلم و ابوداؤد) (جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں)

پس زبانوں کو حرکت میں لاؤ اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلسل پیہم بھیجو۔ اللہ نے تو کچھ فرشتوں کو اسی کام کے لیے وقف کر رکھا ہے کہ اس کائنات میں جو کوئی ان کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے وہ فرشتے درود کے تحفے بارگاہ رسالت میں پیش کرتے رہیں۔ جیسا کہ نسائی شریف میں ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”ان لله ملئكة سياحين يبلغوني عن امتي السلام“ (اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو پھرتے رہتے ہیں۔ سیاحت کرتے رہتے ہیں اور میری امت کی طرف سے صلوٰۃ و سلام کے تحفے مجھے پہنچاتے رہتے ہیں۔)

جو شخص روضہ اطہر کے پاس کھڑے ہو کر درود بھیجتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود درود کو سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جو دور سے درود بھیجتا ہے وہ بارگاہ رسالت میں ملائکہ پہنچا دیتے ہیں۔ جیسا کہ یہی شعب الایمان میں لائے ہیں۔

”من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی غائباً بلغته“ پس اس بات کو پلے باندھیے کہ بارگاہ رسالت میں قرب حاصل کرنے کے لیے کثرت درود اکسیر اعظم ہے۔ کبریت احمر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”من کان اکثرهم علی صلوٰۃ کان اقربهم منی منزلة (بیہقی) (جو جتنا زیادہ درود پڑھتا ہے وہ اسی قدر میرے قریب ہوتا ہے) درود میں فنا ہونے والوں کو اس دنیا میں بھی قرب بارگاہ رسالت حاصل ہوتا ہے۔ عالم برزخ میں بھی اور روز محشر میں بھی وہی لوگ مقررین بارگاہ رسالت ہوں گے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضاحت فرمائی ہے۔

”ان اولی الناس بی یوم القیمة اکثرهم علی صلوٰۃ“ (قیامت کے روز بھی سب سے زیادہ وہی لوگ میرے قریب ہوں گے جو

سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھتے ہیں۔ (درود شریف کی فضیلت، ص ۱۲۷ تا ۱۳۱)

### درود شریف کے مطالب اور معارف

**لفظ اللہ کی تشریح:-** مسنون دعاؤں میں یہ کلمہ کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ ”اللہم“ کے معنی ”یا اللہ“ ہیں۔ اس میں کچھ اختلاف

نہیں۔ اور ”اللہ“ اسم ذات ہے اور جامع جمع صفات ہے۔ جب ہم ”یا غفور“ کہتے ہیں یا ”یا رحیم“ کہتے ہیں تو اللہ کی صفات میں سے ایک صفت کے ساتھ اسے پکارتے ہیں اور اس کے ذاتی نام اللہ سے اسے پکارتے ہیں تو اسم ذات کے اندر اس کی سب صفتیں سمٹ آتی ہیں یہی معنی ہے نصر بن شمیل رحمہ اللہ کے اس قول کا ”من قال اللہم فقد سال اللہ لجميع اسمائه“

(جس نے یا اللہ! کہا اس نے اللہ کے تمام اسمائے حسنیٰ کے ساتھ دعا کی۔ (درود شریف کی فضیلت، ص ۱۵۱)

**صلوٰۃ و سلام کی تشریح:-** قرآن مجید میں ہے: ”یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً“ اے ایمان والو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر

صلوٰۃ بھی بھیجو اور سلام بھی) یہ صلوٰۃ کیا ہے یہ سلام کیا ہے؟ اور ان دونوں میں حد فاصل کیونکر کھینچیں؟ کہیں درود پڑھنا یوں سکھایا:

”اللہم بارک علی محمد“ یہ برکت کیا ہے؟ کبھی درود ان الفاظ میں بھی بھیجا جاتا ہے

”اللہم اجعل صلوٰۃ و رحمتک و برکتک“

کیا صلوٰۃ، سلام، رحمت اور برکت ہم معنی الفاظ ہیں؟ حشو و زوائد ہوں اور اس فصیح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ وہ فالتو

لفظ بولتے تھے بہت بڑی بدگمانی ہے۔ ان میں سے ہر لفظ کا مفہوم جدا گانہ ہے۔



اس سے مراد وہ روحانی رزق ہے جو انبیاء اور اولیاء کو اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں یہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”ابیت عند ربی یطمعنی و یسقینی“ (میں رات اپنے رب کے پاس بسر کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔)

تو اس سے مراد بھی وہی روحانی رزق ہے۔ جسے عامۃ الناس کو سمجھانے کے لیے کھلانے پلانے سے تعبیر کیا۔

اگر چشم بصیرت سے دیکھیں تو عالم روحانی کی حقیقتوں پر عالم آب و گل بھی دلالت کر رہا ہے۔ یہ مادی رزق جو اللہ نے اپنی تمام مخلوق کے لیے پیدا کیا جسے طہ، زندق، کافر، اسے گالیاں دینے والے، اس کے وجود سے انکار کرنے والے سبھی کھاتے ہیں۔ اللہ نے اس رزق میں کس قدر تنوع پیدا کیا۔ سبزیوں اور پھلوں کی اقسام پر غور کیجئے۔ آم پیدا کیے تو اس کی بیسیوں قسمیں بنائیں۔

خربوزہ پیدا کیا تو اس کے ساتھ سردہ اور گرم پیدا کیا مختلف اقسام و انواع، پھر ہر نوع میں تنوع در تنوع۔

پھر کیا یہ ممکن ہے کہ اس رزق میں اللہ نے کوئی تنوع نہ رکھا ہو، جو اس نے اپنے عاشقوں اور محبوبوں کے لیے پیدا کیا۔ وہ رزق جو ان بندوں کے لیے پیدا کیا جنہوں نے اپنی زندگیوں اس کی راہ میں کھپا دیں کیا وہ ایک ہی قسم کی رحمت ہے جو انبیاء اور اولیاء کی ارواح پر وارد ہوتی ہے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے وہ نوا میں فطرت سے یکسر نا آشنا ہے جب اس نے رحمت کی تخلیق کی تھی، تو اس کی صفت خلاق بھر پور جوش میں آئی تھی اور اس نے ان گنت رحمت کی قسمیں پیدا کی ہیں اتنی قسمیں جنہیں تم جیٹہ شمار میں نہ لاسکو۔ یہ صلوة، یہ سلام، یہ رحمت، یہ برکت، یہ سب فیضان الہی کی وہ انواع و اقسام ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دم بدم اور پیہم وارد ہو رہی ہیں۔ وہ لوگ جو اس لذت سے محروم ہیں وہ لغت میں صلوة، سلام، رحمت اور برکت کے معانی ڈھونڈتے ہیں اور جب ان کے معانی میں کوئی حد فاصل نہیں کھینچ سکتے تو پریشان ہوتے ہیں یہ سب فیضان الہی کی قسمیں ہیں۔ صلوة اس کی مخصوص تجلی ہے اور اگر اللہ کی ربوبیت شامل حال نہ ہو تو وہ ضرر رساں بھی ہو سکتی ہے۔ اس لیے صلوة کے ساتھ سلام کی تجلی ناگزیر ہوئی کہ وہ سلامتی اور عافیت کے باعث ہے۔ جیسے آتش نمرود کے بارے میں امر الہی یہ ہوا۔

”ینار کونی بردا و سلاما علی ابراہیم“ (اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا مگر ایسا نہ ہو کہ تیری ٹھنڈک اتنی شدید ہو جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نقصان پہنچے، اس لیے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ سلامتی والی ہو جا)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا مانگتے تھے۔ ”اللهم انی اسئلك لذیۃ النظر الی وجهك و الشوق الی لقائك غیر ضراء مضرة ولا فتنة مضلة“ اے اللہ میں تیرے دیدار کی لذت کی بھیک مانگتا ہوں اور تجھ سے ملنے کا اشتیاق مانگتا ہوں مگر ایسا نہ ہو کہ میرے جسم کو نقصان پہنچے یا کسی گمراہ کردینے والی آزمائش میں مبتلا ہو جاؤں۔

پس یہ بات واضح ہوئی کہ مخصوص تجلیوں کا ورود ہو تو ساتھ اللہ کے اسم سلام کا فیضان ناگزیر ہے۔ اسی لیے حکم دیا کہ ”یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً“ (درود شریف کی فضیلت ص ۱۵۴)

نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح:- محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسم با سبکی ہیں۔ ان پر حمد و ثناء کی بارش دم بدم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حمد و ثنا کر رہے ہیں۔ ملائکہ ان کی حمد و ثنا میں مصروف ہیں۔ تمام انبیاء مرسلین کے نزدیک وہ محمود ہیں۔ تمام اہل اللہ، ارض و سما میں ان کی حمد و ثنا کر رہے ہیں۔ (قربت کی راہیں ص ۱۵۶)

کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم کی تشریح:- علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے ”صحیح بخاری“ کی شرح میں عارف ربانی ابو محمد المر جانی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ فرماتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ تلقین نہیں کہ ہم کما صلیت علی موسیٰ، پڑھیں بلکہ ”کما صلیت علی ابراہیم“ کی تلقین فرمائی۔ اس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی جو تجلی ہوئی وہ جلالی تھی۔ ”فخر موسیٰ صعباً“ (حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جو تجلی ہوئی وہ جمالی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حبیب اللہ تھے اور محبوبیت و خلعت تجلی جمالی کے آثار میں سے ہے اس لیے تلقین فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ کے لیے ان انوار و تجلیات کو مانگیں۔ مقام محبوبیت اور مقام خلعت جن انوار و تجلیات کا متقاضی ہے اور وہ جمالی ہے۔ فرماتے ہیں اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک ہی تجلی وارد ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سید ولد آدم تھے اور سید المرسلین تھے۔ گودونوں پر تجلی جمالی ہوئی مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تجلی ان کے شایان شان ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تجلی ان کے مقام کے مطابق ہوئی۔ (قربت کی راہیں ص ۱۶۱)

**درود شریف پڑھنے کے مواقع:-** نماز جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد اس کی مشروعیت میں کچھ اختلاف نہیں..... اذان کا جواب دینے کے بعد درود شریف کا پڑھنا بھی ثابت ہے..... دعا کے وقت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف پڑھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد اور دعا سے پہلے، دعا کے درمیان اور دعا کے آخر میں..... احمد بن علی رحمہ اللہ نے سند کے ساتھ عمرو بن عمرو رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عبد اللہ بن بشر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ”ہر ایک دعا محبوب ہے جب تک اس کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور حضور ﷺ پر درود و سلام سے نہ ہو۔“

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جسے سند کے ساتھ عبد الرزاق رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”مجھے سوار کے پیالے کی طرح مت بناؤ، مجھے دعا کے وسط میں اور اول و آخر میں جگہ دو۔“ (قربت کی راہیں ص ۱۶۹)

**درود لکھنے والے کی فضیلت:-** جب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی خود بولے یا لکھے یا پڑھے یا کسی سے سنے، درود شریف ضرور پڑھنا چاہیے۔ گو مختصراً ”صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ ہی کہے..... حضرت ابو شیح رحمہ اللہ نے سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے کسی تحریر میں مجھ پر درود لکھا، ملائکہ ہمیشہ اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ جب تک میرا نام اس کتاب میں ہوتا ہے۔ ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ ایک سے زیادہ راویوں نے حضرت اسید رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے اور اسحاق بن وہب نے بھی سند کے ساتھ اعراب سے یہ روایت بیان کی ہے اور اس بارے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات بھی ہیں۔ (قربت کی راہیں ص ۱۷۰)

**درود کی بدولت امام حنبل رحمہ اللہ کا اکرام:-** جعفر بن علی الزعفرانی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے خالو حسن بن محمد رحمہ اللہ کو کہتے سنا کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا، وہ کہنے لگے، اے ابو علی! کاش تم دیکھ سکو کہ جو درود ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتاب میں لکھا تھا وہ ہمارے سامنے کیسے روشن ہو رہا ہے۔

**شیخ ابو علی حسن رحمہ اللہ کا اکرام:-** ابو الحسن بن علی میمون رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے شیخ ابو علی حسن بن عیینہ رحمہ اللہ کو موت کے بعد خواب میں دیکھا، ان کے ہاتھوں کی انگلیوں پر سبز یا زعفرانی رنگ سے کوئی چیز لکھی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا اے استاد میں آپ کی انگلیوں پر ایک حسین تحریر دیکھتا ہوں، یہ کیا ہے؟ کہنے لگے: اے لڑکے یہ حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھنے کے طفیل ہے اور حدیث میں لفظ ”صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ لکھنے کے طفیل ہے۔

**درود نہ پڑھنے والے کو خواب میں تنبیہ:-** خطیب نے سند کے ساتھ ابو سلمان حرانی رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ مجھ سے میرے ایک ہمسایہ ”ابو الفضل“ (جو بہت زیادہ روزہ رکھنے والا اور بہت نوافل پڑھنے والا تھا) نے بیان کیا کہ میں حدیث لکھا کرتا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ پڑھتا یا نہ لکھتا۔ میں نے خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تو میرا نام لیتا ہے یا لکھتا ہے تو مجھ پر درود کیوں نہیں پڑھتا یا لکھتا۔ اس سے ایک عرصہ بعد مجھے پھر زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس تیرے درود پہنچتے ہیں۔ اب جب تو مجھ پر درود بھیجے یا میرا ذکر کرے تو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیا کرو۔

**سفیان ثوری رحمہ اللہ کا قول:**۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صاحب حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کے سوا اور کوئی فائدہ حاصل نہ ہو تو یہی بے مثل ہے۔ کیونکہ اس پر اس وقت تک رحمت بھیجی جاتی ہے جب تک کتاب میں ”صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہوا رہتا ہے۔ (قربت کی راہیں ص ۱۷۱)

محمد بن ابوسلیمان رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھا میں نے پوچھا پیارے باپ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ کہا مجھے بخش دیا میں نے کہا کیونکر؟ کہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود لکھتے رہنے سے۔ ایک محدث کہتے ہیں میرا ایک ہمسایہ تھا وہ مر گیا۔ میں نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ کہا بخش دیا۔ میں نے پوچھا کیونکر؟ کہا ہر حدیث میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آتا میں اس کے ساتھ ہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھ دیا کرتا۔

**خواب میں جنت کا لباس پہننے دیکھنا:**۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا مجھ سے خلف صاحب خلقان نے روایت کی ہے کہ میرا ایک دوست تھا جو میرے ساتھ طلب حدیث کیا کرتا تھا، وہ مر گیا۔ میں نے اسے خواب میں دیکھا۔ اس پر سبز پوشاک تھی، دامن کشاں کشاں چلتا تھا میں نے کہا کیا تو میرے ساتھ طلب حدیث نہ کیا کرتا تھا؟ کہا ہاں۔ میں نے کہا: پھر تو اس درجہ تک کیونکر پہنچ گیا۔ کہا جو بھی ایسی حدیث آتی ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی آتا میں اس کے نیچے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھ دیا کرتا۔ یہ جو تم میرے اوپر پوشاک دیکھ رہے ہو یہ اسی کی جزا ہے۔

**درود کی بدولت امام شافعی رحمہ اللہ کا اکرام:**۔ عبد اللہ بن حکم رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے خواب میں شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا، تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمہ اللہ کے ساتھ کیا کیا۔ فرمایا مجھ پر رحم کیا اور بخش دیا اور مجھے بہشت کے لیے یوں آراستہ بنایا جیسے عروس کو آراستہ کیا کرتے ہیں اور میرے اوپر یوں نچھاور کیا جیسے دہن پر کیا کرتے ہیں۔ میں نے کہا آپ رحمہ اللہ اس درجہ پر کیسے پہنچ گئے۔ انہوں نے کہا مجھے کسی نے کہا تھا کہ کتاب رسالت میں جو درود تم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لکھا ہے اس کا عوض ہے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ فرمایا اس کے الفاظ یہ ہیں:

”وصلی اللہ علی محمد عدداً ذکرہ الذاکرون و عدداً غفل عن ذکرہ الغافلون“

جب صبح ہوئی، میں نے کتاب کھول کر دیکھا تو یہی عبارت اس میں درج تھی۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

**ابو اسحاق دارمی رحمہ اللہ کا اکرام:**۔ خطیب نے سند کے ساتھ ابو اسحاق دارمی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ میں اپنی تخریج میں جو حدیث لکھتا، ”قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسلیمًا“ لکھا کرتا۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا گویا کچھ میرا لکھا ہوا لیے ہوئے ہیں۔ اس میں نظر مبارک ڈالی اور فرمایا یہ جید ہے۔

**درود ایک محدث کی بخشش کا سبب:**۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میرے ایک بھائی نے جس پر میں اعتماد کرتا ہوں مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ایک محدث کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ کہا: مجھ پر رحم فرمایا، یا مجھے بخش دیا (گیا) میں نے کہا کیونکر؟ کہا، جب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک پر پہنچتا تو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور لکھتا۔ اس کو محمد بن صالح رحمہ اللہ نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

**درود لکھنا کبھی نہ چھوڑا:**۔ حافظ ابوموسیٰ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں محدثین کی ایک جماعت کا ذکر کیا ہے جو اپنی موت کے بعد دیکھی گئی اور انہوں نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا۔ اس لیے کہ وہ ہر حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر پر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا کرتے تھے۔ ابن سنان رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے عباس عنبری اور علی بن مدینی رحمہما اللہ کو کہتے سنا ہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کسی حدیث میں جو ہم نے سنی ہے نہیں چھوڑا، اور اگر کبھی بہت ہی جلدی ہوئی تو سفید جگہ چھوڑ دی تاکہ پھر لکھ سکیں۔ (قربت کی راہیں ص ۱۷۳)

**دور در پڑھنے کے مواقع:**۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت اور باہر نکلتے وقت بھی درود کا پڑھنا ثابت ہے..... جب بھی کچھ لوگ مل کر

بیٹھیں تو منتشر ہونے سے پہلے حمد و صلوة پڑھنا چاہیے..... جمعہ کے روز درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھ پر جمعہ کے روز درود کثرت سے پڑھو۔ اس لیے کہ امت کے بھیجے ہوئے درود کے تحفے ہر جمعہ میرے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور جو مجھ پر زیادہ درود بھیجتا ہے وہی قدر و منزلت کے اعتبار سے مجھ سے قریب تر ہے۔ (قربت کی راہیں ص ۱۷۴)

**درود رنج و غم نالے کا ذریعہ:**۔ انسان رنجیدہ ہو، غمزہ ہو، فکر مند ہو، تو درود شریف پڑھنے سے رنج و غم چھٹ جاتا ہے اور مغفرت طلب کرتے وقت بھی درود شریف کا پڑھنا سود مند ہے جیسا کہ ترمذی شریف میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے اس روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں: ”قلت اجعل لك صلاتي كلها“ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کیا: ”کیا میں اپنا سارا وقت آپ ﷺ پر درود و سلام کے لیے وقف کر دوں“۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اذا تكفي اهلك ويغفر لك ذنبك“ (اس صورت میں تیرے سب غموں اور فکروں کے لیے کافی ہوگا اور تیرے گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔) (قربت کی راہیں ص ۱۷۵)

**درود فرشتوں کی رفاقت کا ذریعہ:**۔ جس مقام پر ذکر الہی کے لیے لوگ اکٹھے ہوں وہاں بھی درود کا پڑھنا احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاحت کرتے رہتے ہیں جب ذکر کے حلقوں کے پاس پہنچتے ہیں تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں بیٹھ جاؤ، جب یہ دعا مانگیں گے ہم آمین کہیں گے اور جب یہ درود پڑھیں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ پڑھتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جائیں۔ پھر ایک فرشتہ دوسرے سے کہتا ہے کس قدر خوش نصیب ہیں یہ لوگ! یہ اپنے گھروں کو ایسی حالت میں جا رہے ہیں کہ ان کے گناہ بخش دیئے گئے ہیں۔ اس حدیث کی اصل ”صحیح مسلم“ میں ہے۔

**درود بھولی بات یاد آنے کا ذریعہ:**۔ جب انسان کوئی بات بھول جائے اور اسے یاد کرنا چاہے تو اس وقت درود پڑھنا بھی روایات سے ثابت ہے۔ جیسا کہ ابو موسیٰ مدینی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ اس بارے میں محمد بن عطا الموزی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم کسی چیز کو بھول جاؤ تم مجھ پر درود پڑھو، انشاء اللہ وہ یاد آجائے گی۔ حافظ موسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو ”کتاب الحفظ والنسیان“ میں ہم نے ایک اور سند سے روایت کیا ہے۔

**درود ہر ضرورت پوری ہونے کا ذریعہ:**۔ احتیاج کے وقت درود پڑھنا بھی مقامات درود خوانی میں سے ہے۔ احمد بن موسیٰ رحمہ اللہ نے سند کے ساتھ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص صبح کی نماز کے بعد کلام کرنے سے پہلے سو بار درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی سوجا جتیں پوری کرے گا جس میں سے تیس دنیوی اور ۷۰ اخروی ہوں گی۔

حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ نے سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جو شخص ہر روز مجھ پر سو دفعہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی سوجا جتیں پوری کرتا ہے۔ ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی۔ حافظ ابو موسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی یہ دونوں حدیثیں ”جلاء الافہام“ میں نقل کی ہیں۔ (قربت کی راہیں ص ۱۷۶)

## آئیں .....!! ادب علمائے اہلحدیث سے سیکھیں

**ادب کی اہمیت کا شدت سے احساس:**۔ خوش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں (ص ۷۷) سید صاحب رحمہ اللہ نے مختصر فرمایا کہ اس کتاب میں ادب کی باریکیوں اور لطافتوں کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سیدی و مخدومی و انجی حضرت مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کو یہ احساس بڑی شدت سے دامن گیر تھا کہ دینی حلقوں میں بہت سے افراد ادب کے تقاضوں کو پیش نظر نہیں رکھتے۔ کچھ لوگ اولیاء اللہ اور ائمہ کرام رحمہم اللہ کا نام لیتے وقت احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں۔ (صفحہ نمبر ۱۱۹ تا ۱۱۸)

**توحید و شریعت سراسر ادب کا نام ہے:**۔ توحید سراسر ادب ہے۔ ”شریعت سراسر ادب ہے“ اپنے کتابچہ ”جماعت اہلحدیث سے خطاب“ میں انہوں نے فرمایا تھا موحد ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی بے مہار ہو جائے۔ رسیاں تڑا بیٹھے، بے ادب اور گستاخ ہو جائے، اہل

اللہ کی شان میں گستاخیاں کرے۔ محسنوں کا گریبان پھاڑے اور سمجھے کہ توحید کے تقاضے پورے کر رہا ہوں۔ ”ان کا نقطہ نظر یہ تھا: ”توحید و ادب کا یکجا ہونا تکمیل کی علامت ہے۔“

**توحید و ادب لازم ملزوم:**۔ انہوں نے خطاب کے دوران جلسہ عام میں کہا تھا:

”موحد ہوتے ہوئے مؤدب ہونا اور مؤدب ہوتے ہوئے موحد ہونا بہت بڑی سعادت ہے۔ کچھ لوگوں کو توحید کی شد بد ہوتی ہے تو ادب کی لطافتوں اور باریکیوں سے محروم ہوتے ہیں اور کچھ لوگوں کو ادب کی شد بد ہوتی ہے تو توحید کے معارف سے محروم ہوتے ہیں۔ مؤدب ہوتے ہوئے موحد ہونا اور موحد ہوتے ہوئے مؤدب ہونا یہ بہت بڑی سعادت ہے۔ ”ہم اللہ سے اس سعادت کی بھیک مانگتے ہیں۔“

### مولانا ابوبکر کے دو ادب سے بھرے واقعات

سید صاحب رحمہ اللہ ان آداب کو خود کس قدر ملحوظ رکھتے تھے اس ضمن میں میرے ذہن میں بہت سے واقعات ہیں مگر یہاں ان سب کا بیان محض کتاب اور قارئین کے درمیان حائل ہونے والی بات ہوگی۔ میں صرف دو واقعات عرض کرتا ہوں۔

**کتابوں کا ادب:**۔ ۱۹۶۳ء میں زمانہ طالب علمی کی بات ہے میں سید صاحب رحمہ اللہ کے پاس دارالعلوم میں حاضر ہوا۔ مغرب کے بعد اکثر علمی و ادبی کام کے لیے ان کے ہاں حاضری ہوتی تھی۔ ایک دن مجھے کاغذ دیا اور کسی خط کی عبارت لکھوانے لگے۔ میں نے پاس ہی میز پر پڑی ہوئی ایک کتاب اٹھا کر کاغذ کے نیچے رکھ لی تاکہ خط کی عبارت لکھ سکوں۔ جونہی سید صاحب کی نظر اس قرآن مجید کی تفسیر پر پڑی یکا یک میرے ہاتھوں سے اُچک لی اور فرمانے لگے قرآن مجید نیچے رکھ کر خط لکھنا چاہتے ہو؟ یہ سراسر سوء ادب ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے تو کبھی یہ نہیں کیا۔ قرآن مجید کے اوپر تفسیر کی کتاب رکھ دوں یا تفسیر کے اوپر حدیث کی کتاب رکھ دوں یا حدیث کی کتاب پر فقہ کی کتاب رکھ دوں جو مراتب ہیں انہی مراتب کے مطابق انہیں ایک دوسرے پر رکھا جاسکتا ہے۔

ادب کی انہی لطافتوں کا اظہار انہوں نے اماں قریش کی زندگی میں دیکھا تھا۔ اماں قریش پر ایک مضمون انہوں نے لکھا تھا کہ ایک روز اماں قریش میرے ہاں تشریف لائیں۔ طبیعت خراب تھی، بستری پر دراز ہو گئیں۔ پاؤں کی جانب اخبار پڑا تھا یکدم اُٹھ کر بیٹھ گئیں اور فرمانے لگیں: ”ابوبکر! اخبار کو یہاں سے ہٹا لو اس میں کہیں نہ کہیں اللہ کا نام لکھا ہوا ہوتا ہے۔“

**مدینہ منورہ کی کھجوروں کا ادب:**۔ دوسرا واقعہ جس کا مشاہدہ ایک دفعہ نہیں کتنی دفعہ میں نے اپنی زندگی میں کیا وہ یہ ہے کہ جب بھی اُن کے پاس کوئی حاجی صاحب مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ سے کھجوریں لاتے سید صاحب رحمہ اللہ کھجور کھانے کے بعد گٹھلی کبھی نیچے نہیں پھینکتے تھے بلکہ اُسے اپنی جیب میں رکھ لیتے۔ اسی طرح ایک دفعہ مجلس ذکر میں انہوں نے ایک دوست کو نصیحت کی کہ اپنے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کے شہر سے جو چیز آجائے ہم اسے پاؤں تلے پامال نہ کریں۔ ادب کے یہ تمام مقامات انہوں نے قرآن و سنت سے سیکھے تھے۔ قارئین! خود کتاب کے مطالعے سے محسوس کریں گے کہ ادب کی باریکیاں اور لطافتیں کیا ہیں؟

**با ادب بامراد:**۔ سید صاحب رحمہ اللہ کا ایک فقرہ دہراتا ہوں با ادب بامراد، بے ادب بے مراد۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سید صاحب کی لغزشوں سے درگزر فرمائے۔

انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں کتاب و سنت کے مطابق ادب کے تمام تقاضے ملحوظ رکھنے کی توفیق بخشے۔ آمین

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم مانداز فضل رب

”واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین“

احقر العباد: عبدالحفیظ: شعبہ، علوم اسلامیہ، انجینئرنگ یونیورسٹی، لاہور۔ (صفحہ نمبر ۷۱ تا ۲۰)

## بارگاہ الہی کے آداب

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ پر ادب کی ایک ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جس کیفیت میں وہ اللہ تعالیٰ سے بات کرتے ہوئے نہ امر کا صیغہ بولیں، نہ نبی کا صیغہ بولیں۔ نہ فقرے کی ابتداء لفظ (نہیں) سے کریں۔

ہزار نکتہ باریک ترزمو این جاست

ادب کی یہی کیفیت کلیم اللہ علیہ السلام پر طاری تھی جب انہوں نے کہا تھا: ”رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر“ (القصص ۲۴) میرے پروردگار آپ نے جو چیز میرے لیے مہیا کی ہے، میں اس کا محتاج ہوں یہ نہیں کہا ”اطعمنی“ مجھے کھانا کھلاؤ۔ امر کے صیغے سے اجتناب کیا اور حضرت ایوب علیہ السلام پر بھی یہی کیفیت طاری تھی۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اللہ تعالیٰ کا ادب ملحوظ رکھتے تھے وہ انہی کے مقام ارفع و اعلیٰ کے مطابق اور انہی کے شان کے شایاں تھا۔ امام قشیری رحمہ اللہ نے باب الادب کا آغاز اس آیت سے کیا۔ ”مزاغ البصر وما طغی“۔ جب تجلیات الہی بھر پور آپ ﷺ کی ذات گرامی پر وارد ہوئیں، تو آپ ﷺ کی نگاہ نہ دائیں جانب ہٹی اور نہ بائیں جانب پھری اور نہ حدود سے تجاوز ہو کر آگے گزری اور یہ کمال ادب ہے کہ جو کچھ دکھانا مقصود تھا اسی پر نظریں جمی رہیں اور دائیں بائیں التفات نہ کیا۔

پھر عبودیت اور ادب کا حسن دیکھئے۔ ”ما کذب الفواد ماری“ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ ”مدارج السالکین“ میں اس آیت کی توضیح یوں فرماتے ہیں ”ما کذب الفواد ماراہ ببصرہ بل صدقہ و واطاہ و وافقتہ“۔ (جو کچھ انہوں نے آنکھ سے دیکھا، دل نے اسے جھٹلایا نہیں، بلکہ اس کی تصدیق کی اور اس کی موافقت کی یعنی قلب و نظر میں ہم آہنگی ہوئی، روح اور جسم میں ہم آہنگی ہوئی۔ بصیرت اور بصارت میں ہم آہنگی ہوئی)۔ یعنی ہمہ تن ہمہ دل ان تجلیات میں ڈوب گئے۔ جو ان پر نازل کی گئی تھیں اور جیسے نگاہ با ادب تھی دل نے بھی دائیں بائیں التفات نہ کیا اور جو کچھ دکھانا مقصود تھا۔ اس سے زیادہ تمنانہ کی۔ انسان کی عام حالت تو یہی ہے کہ جب اسے کوئی مقام عطا کیا جاتا ہے تو وہ اس سے بلند تر مقام کی آرزو کرتا ہے۔

پتدآں زماں دل من پئے خوہر نگارے

چوں نظر قرار گیرد بنگار خوہر وئے

ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب

ہزار بار بھی اگر مشک و گلاب سے کلیاں کروں پھر بھی تیرا پاک نام لیتے ہوئے شرم آتی ہے۔

بعض بزرگوں کے حالات میں پڑھا ہے کہ وہ اپنا بہترین لباس نماز کے لیے مخصوص رکھتے تھے اور کہتے تھے۔ ”العبد ینبغی لہ ان

یلبس احسن ثیابہ واجملہافی الصلوٰۃ“۔ بندے کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ اپنا حسین ترین لباس نماز میں پہنے!؟

دوسرا ادب: کمی کوتاہی کا احساس:- بارگاہ الہی کے ادب کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اپنی عبادت کو حقیر جانے۔ تمام انبیاء علیہم السلام

اور اولیاء رحمہم اللہ جنہوں نے اپنی زندگیوں میں ذکر و عبادت میں کھپا دیں سب کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں اور سب روح کی گہرائیوں سے کہہ رہے

ہیں۔ ماعرفناک حق معرفتک وما عبدناک حق عبادتک۔ تیری معرفت اور عبادت کا حق ہم سے ادا نہ ہو سکا۔

اولیاء کے کرامات سفر میں راہ اعتدال

یہ جو بعض مشائخ کی زبان سے اس کے برعکس بات نکلی تو وہ اگر غلبہ حال میں نکلی تو ہم ادباً اور احتراماً یہ کہہ سکتے ہیں کہ غلبہ حال کی وجہ سے

وہ معذور تھے اور قابل عفو۔ (صفحہ نمبر ۲۴ تا ۲۵)

حضرت بولعین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یک واقف اسرار نبو دے کہ بگوید  
از بیبیت راز تو فرو بسته زبانها  
کوئی واقف اسرار نہ تھا جو تیری بات زبان پر نہ لاتا۔ تیرے راز کی ہیبت سے سب کی زبانیں گنگ ہو گئی ہیں۔  
مولانا روم رحمہ اللہ کے ایک عظیم شاعر ہونے میں کسی کوششہ ہو سکتا ہے، ادب بارگاہ الہی میں فرماتے ہیں۔  
از خدا خواہیم توفیق ادب  
بے ادب محروم ماند از فضل رب  
ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں۔ بے ادب اللہ کے لطف و کرم سے محروم رہتا ہے۔

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد  
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد  
بے ادب خود تنہا ہی بد حال نہیں ہوتا ہے بلکہ ایک دنیا کو اس کی بے ادبی کی نحوست جلا دیتی ہے۔

مانندہ از آسمان درمی رسید  
بے شراد بیع و بے گفت و شنید

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو رزق اللہ تعالیٰ بہم پہنچا دیتے تھے۔ نہ خرید و فروخت کی زحمت انہیں کرنا پڑتی تھی، نہ کسی سے کچھ کہنا  
سننا پڑتا تھا۔ (صفحہ ۴۴)

### آداب بارگاہ رسالت ﷺ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد منبر پر کھڑے ہوئے تو جس پائے پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہوتے تھے، اس پائے پر کھڑا ہونا سوء ادب خیال کیا اور اس سے نچلے پائے پر کھڑے ہوئے۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس پائے پر کھڑا ہونا بھی سوء ادب خیال کیا جس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے تھے وہ اس سے بھی نچلے پائے پر کھڑے ہوئے۔  
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب:- صلح حدیبیہ کی جو شرائط کفار قریش اور مسلمانوں کے درمیان ٹھہریں، بظاہر اہانت آمیز تھیں۔ مثلاً یہ کہ اس سال مسلمان مکہ میں داخل نہیں ہوں گے اور عمرہ نہیں کریں گے اور اگر قریش میں سے کوئی شخص مسلمانوں کے پاس چلا جائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص قریش سے جا ملے تو اسے واپس نہیں کریں گے۔

یہ شرائط بظاہر اہانت آمیز تھیں۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ مضطرب ہو کر تحریر معاہدہ سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: کیا آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: یقیناً ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ پھر ہم ان ذلت آمیز شرائط کو کیوں قبول کریں؟۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا پیغمبر ہوں۔ میں اس کے حکم سے سرتابی نہیں کروں گا اور وہ ہرگز مجھے ضائع نہیں کرے گا۔“

گو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات ازراہ تہیج کہی تھی اور اس میں سوء ادب کا کوئی شائبہ نہ تھا، مگر لب و لہجہ اس ادب و تعظیم سے ہٹ گیا تھا جس کے وہ عادی تھے۔ زندگی بھر ڈرتے رہے کہ کہیں بارگاہ رسالت ﷺ میں سوء ادب نہ ہو گیا ہو۔ اس کی تلافی کے لیے صدقہ و خیرات کرتے رہے اور نوافل پڑھتے رہے۔ خود فرمایا کرتے تھے ”عملت لہا اعمالاً“ میں نے اس کی تلافی کے لیے کئی نیکیاں کیں۔ (صحیح مسلم جلد ۲، ص ۱۰۶)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب:- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان کو قریش کی طرف صلح حدیبیہ میں سفارت کے لیے بھیجا تو قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو طواف کرنے کی اجازت دی، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے طواف کرنے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا:

ما كنت لأفعل حتى يطوف رسول الله ﷺ بحب तक حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام طواف نہ کریں، میرے لیے زیبا نہیں کہ میں طواف کروں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ادب:- صحیح مسلم میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے صلح نامہ

حدیبیہ لکھا تو اس میں یہ عبارت بھی تھی: ”هذا ما كتب عليه محمد رسول الله ﷺ“

مشرکوں نے کہا کہ لفظ رسول اللہ ﷺ نہ لکھو۔ اگر رسالت کے ہم قائل ہوتے تو جھگڑا کس بات کا تھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس لفظ کو مٹا دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”ما کان لی ان امحو هذا“۔ مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ میں اس لفظ کو مٹاؤں۔ پھر حضور علیہ السلام نے خود اس لفظ کو مٹا دیا۔ (مشکوٰۃ، جلد ۲۔ صفحہ ۳۵۵)

**حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب:-** ایک دفعہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا۔ ”انا اکبر وانت“۔ میں عمر میں بڑا ہوں یا تم بڑے ہو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”انت اکبر وانا اسن منك“۔ آپ ﷺ مجھ سے بڑے ہیں (مرتبے کے اعتبار سے) اور مجھ سے زیادہ معزز ہیں۔ ہاں سن رسیدہ میں آپ ﷺ سے زیادہ ہوں۔

**دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا ادب:-** اسامہ رضی اللہ عنہ بن شریک کی روایت ہے کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا، تو ان کے آس پاس صحابہ رضی اللہ عنہم یوں بیٹھے ہوئے تھے، گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں یعنی ادباً اور تعظیماً ساکت و صامت اور غیر متحرک بیٹھے تھے۔ اور حدیث شریف میں ہے: ”اذ اذتکلم اطرق جلساہ کانما علی رؤسہم الطیر“ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گویا ہوتے تھے، تو صحابہ رضی اللہ عنہم سر جھکائے ہوئے بیٹھے رہتے تھے اور حرکت نہ کرتے تھے۔

عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قریش سے جا کر کہا: ”اے قریش کے لوگو! میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے بھی دربار دیکھے ہیں۔ خدا کی قسم کسی بادشاہ کی بھی ایسی تعظیم بجا نہیں لائی جاتی جیسی صحابہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم بجا لاتے ہیں۔ (بخاری صفحہ ۳۷۹)

**حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ادب:-** یہی حال آئمہ کرام رحمہم اللہ کا تھا۔

حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے یا ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا اور آپ رحمہم اللہ سر اپنا تعظیم ہو جاتے، یہاں تک کہ ان کے بعض ہم نشینوں کو ان کی یہ غایت درجہ تعظیم گراں گزرتی۔ ایک دن آپ رحمہم اللہ سے پوچھا گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر آنے پر یہ آپ کو کیا ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لو رأیتہم مداریت کما انکرتمہ علی ماترون“ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ شان اور عظمت تم دیکھتے جو میں دیکھ رہا ہوں، تو تمہیں میری اس غایت درجے کی تعظیم و تکریم پر اچھا نہ ہوتا۔

**حدیث مبارکہ کا ادب:-** حدیث شریف کا درس دینے سے پہلے آپ رحمہم اللہ غسل فرماتے۔ نہایت عمدہ لباس پہنتے، خوشبو لگاتے اور نہایت خشوع و خضوع سے حدیث بیان فرماتے۔ جب تک آپ درس دیتے رہتے۔ آپ رحمہم اللہ کی مجلس میں خوشبو برابر سلکتی رہتی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں ایک دن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت حدیث شریف کا درس دے رہے تھے۔ آپ رحمہم اللہ کو بچھونے کئی بار کاٹا۔ آپ رحمہم اللہ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا، لیکن آپ رحمہم اللہ پورے صبر اور ضبط کے ساتھ حدیث بیان کرتے رہے۔ جب آپ رحمہم اللہ درس ختم کر چکے اور لوگ چلے گئے، تو میں نے پوچھا کہ آج درس دیتے وقت آپ رحمہم اللہ پر یہ کیا کیفیت طاری ہوئی؟ آپ رحمہم اللہ نے بتایا: مجھے بچھونے کئی بار کاٹا، لیکن میں حدیث کی عظمت و اکرام کے باعث ضبط کیے ہوئے بیٹھا رہا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ”جذب القلوب“ میں لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ طیبہ میں اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے فرماتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو گھوڑے کے سموں سے پامال کروں، جس سے رسول اللہ ﷺ کے مبارک قدموں نے لمس کیا ہے۔

**مدینہ منورہ میں ننگے پاؤں چلنا:-** حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ کی حدود شروع ہوئیں تو جو تارا تار لیتے تھے اور وہ اپنے وقت کے امام وہ عظیم محدث اور فقیہ ننگے پاؤں مدینے کی سرزمین پر چلتے تھے کہ مبادا جس جگہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قدم رکھے ہوں، وہاں وہ اپنی جوتیاں رکھ دیں۔

ادب کی یہ کیفیتیں حاصل نہیں ہو سکتیں، جب تک حضور ﷺ کی ذات کی معرفت نہ ہو۔ (آداب بارگاہ رسالت ﷺ ص ۵۰)

ادب صرف صحابہ رضی اللہ عنہم کیلئے نہ تھا:- یہ سمجھنا فاش غلطی ہے کہ بارگاہ رسالت ﷺ کے جو آداب قرآن مجید میں بتائے گئے



ہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے لیے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس ہی کے ساتھ مخصوص تھے۔ نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس رہی نہ صحابہ رضی اللہ عنہم رہے تو کیا ان آیات کی حیثیت محض تاریخی رہ گئی ہے؟

آج بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیتے ہوئے، حدیث شریف پڑھتے ہوئے، مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوتے ہوئے، حضور ﷺ کے ادب کو ویسا ہی ملحوظ رکھنا چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی ﷺ میں دیکھا کہ دو آدمی زور زور سے بول رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ”اندیسان این التما؟“ تمہیں کچھ ہوش ہے کہ تم کہاں کھڑے ہو اور پوچھا تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”لو كنتما من اهل المدينة لا وجعتكما ضرباً“ اگر تم مدینہ شریف کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سخت پیٹتا۔ یعنی تم باہر کے رہنے والے ہو اور مسجد نبوی ﷺ کے آداب سے واقف نہیں ہو تمہیں معذور سمجھ کر معاف کرتا ہوں۔ (مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۱)

اسی طرح عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مسجد نبوی میں کسی مسئلے پر بحث کر رہا تھا۔ بحث کے دوران اس کی آواز بلند ہو گئی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ کو ڈانٹا اور فرمایا: ”لا ترفع صوتک فی هذا المسجد“ اس مسجد میں آواز بلند مت کیجئے اور سورۃ حجرات کی آیتیں پڑھیں اور یہ بھی فرمایا: ”ان حرمتہ میتاً کحرمتہ حیاً“ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے بعد بھی ان کی حرمت یقیناً ویسی ہی ہے، جیسی زندگی میں تھی۔

**آج بھی مشائخ کا اسی طرح ادب کیا جائے:-** صحابہ کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعلق کی کئی نوعیتیں تھیں صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے روحانی فیض بھی حاصل کرتے تھے اور کتاب و حکمت کی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے۔ ”یزکیہم ویعلمہم الكتاب والحکمة“ (وہ ان کا روحانی تزکیہ کرتے تھے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے تھے۔)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے شیخ بھی تھے اور معلم بھی تھے۔ پس مشائخ کا ادب، اساتذہ کا ادب، بزرگوں کا ادب اور اس ادب کے سلیقے اور قرینے بھی ہمیں بارگاہ رسالت ﷺ ہی سے سیکھنا ہیں، کسی اور کے دروازے پر تو نہیں جانا ہے۔

**کچھ آداب مرشد:-** پس اپنے مشائخ اور اساتذہ کی مجلس میں مؤدب ہو کر بیٹھیے۔ ان کی آواز سے اپنی آواز پست رکھا کیجئے۔ ان کی مجلس میں چلا چلا کر بات مت کیا کیجئے۔ ان کے گھروں کے باہر کھڑے ہو کر چیخ چیخ کر انہیں آوازیں مت دیا کیجئے۔ اس بات کو اپنی روح کی گہرائیوں میں اتارینے کہ آپ نے ان سے فیض حاصل کیا ہے۔ یہ آپ کے محسن ہیں اور شرافت کا تقاضا یہی ہے کہ جس سے فیض حاصل کیا جائے اس کے سامنے نگاہیں جھکی رہیں۔

**ایک نہایت ہی اہم بات...!!:-** آخر میں ایک بات کہتا ہوں موحد ہو کر مؤدب ہونا بڑی بات ہے۔ موحد ہونے کے یہ معنی نہیں کہ انسان بے مہار ہو جائے۔ اہل اللہ کی شان میں گستاخیاں کرے، اپنے محسنوں کا گریبان پھاڑے اور یہ سمجھے کہ میں غیر اللہ کی نئی کر رہا ہوں۔ اسی طرح بزرگوں کے ادب کے یہ معنی نہیں کہ انہیں اٹھا کر خدا بنا دیا جائے۔ (آداب بارگاہ رسالت ص ۵۳)

**بے ادبی تباہی کی اصل وجہ:-** کچھ لوگوں کو توحید کا مفہوم تو کچھ سمجھ میں آیا، مگر انہیں اہل اللہ کی معرفت حاصل نہ ہوئی۔ اور ان کا ادب و احترام ملحوظ نہ رکھا۔ کچھ لوگوں کو ادب کی توفیق ہوئی، مگر ان کی توحید میں خلل واقع ہوا۔ یہ دونوں بیماریاں بہت پرانی ہیں مذاہب عالم کی تاریخ گواہی دیتی ہے کہ جب بھی کسی مذہب کے پیروں کو ادب کی توفیق نہ ہوئی، یہی دو بیماریاں ان کی تباہی کا باعث ہو گئیں۔ عیسائیوں کے بارے میں قرآن مجید میں ہے: ”اتخذوا احبارہم ورهبانہم ارباباً من دون اللہ والمسیح ابن مریم“

(انہوں نے اللہ کے علاوہ اپنے عالموں اور راہبوں کو خدا بنا لیا تھا اور مسیح ابن مریم علیہم السلام کی الوہیت کے قائل ہو گئے تھے۔)

یہودیوں کو ایک اور بیماری بھی تھی۔ اپنے محسنوں کا گریبان پھاڑتے تھے۔ جن سے فیض حاصل کرتے تھے۔ ان ہی کے ساتھ بدتمیزی

اور بدلجالی سے پیش آتے تھے، بلکہ نوبت یہاں تک پہنچی ہوئی تھی۔ ”یقنلون النبیین بغیر حق“۔ انبیاء کو ناحق قتل بھی کر ڈالتے تھے۔ ہم اللہ سے راہ ادب کے بھکاری ہیں:- پس پھر ایک بار کہتا ہوں کہ موحّد ہو کر مودّب ہونا اور مودّب ہوتے ہوئے موحّد ہونا بہت بڑی سعادت ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے اس سعادت کی بھیک مانگتے ہیں۔ ”اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین“ یا اللہ! ہمیں سیدھی راہ پر چلا، ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے کرم کیا۔ ان یہودیوں کی راہ پر نہ چلا نا جو بے ادب اور گستاخ تھے، جو بدتمیز اور بدگلاظ تھے اور جن پر تیرا غضب نازل کیا گیا اور نہ ان عیسائیوں کی راہ پر چلا نا جنہوں نے بندوں کو خدا بنا لیا تھا اور گمراہی میں مبتلا ہوئے۔

”سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين“ (آداب بارگاہ رسالت ص ۵۵)  
**ادب عقائد کا لازمی حصہ ہے:-** صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سینوں پہ انوار رسالت براہ راست پڑے۔ یہ وہ سعادت ہے کہ تمام سعادتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ (صحابہ کرام کا ادب ص ۵۹)  
 عقائد اسلامیہ پر جتنی مستند کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں فقہاء امت رحمہم اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ادب و احترام کو عقائد اسلامیہ کا ایک لازمی جز قرار دیا ہے۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب ص ۶۸)

### قرآن مقدس کا ادب و احترام

**قرآن کا ادب کرنے والا اللہ کا ولی:-** حضرت مولانا عبدالسلام بستوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”الدعاء المقبول الماثور عن القرآن واحادیث الرسول“ میں لکھتے ہیں: قرآن مجید کی ظاہری تعظیم بھی کرنی چاہیے۔ اس سے بہت ثواب ملتا ہے۔ زمین پر قرآن مجید کے گرے ہوئے ورقوں کا اٹھانے والا اللہ تعالیٰ کا ولی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کے لکھے ہوئے کاغذوں کو زمین سے اٹھانے والا علیین میں بلند مرتبہ پائے گا۔

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب ص ۸۲)

**ادب کرنے والے کافرشتوں میں اکرام:-** طبرانی رحمہ اللہ کی معجم صغیر میں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ زمین پر جب کوئی کتاب گر پڑتی ہے تو اسے اٹھانے کے لیے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیج دیتا ہے۔ وہ فرشتے اپنے پروں سے اسے ڈھانپ لیتے ہیں اور اس کی تعظیم کرتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں میں سے کسی ولی کو بھیج دیتا ہے تو وہ اسے زمین سے اٹھا لیتا ہے اور جو زمین سے کسی ایسی تحریر کو اٹھائے جس میں اللہ کے ناموں میں سے کوئی نام ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے نام کو بلند کرتا ہے اور اس کے ماں باپ کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے، اگرچہ وہ کافر ہوں۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب ص ۸۵)

**ادب کی بدولت ولایت کا اونچا مقام:-** حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز بیت الخلاء گئے تو آپ رحمہ اللہ نے دیکھا کہ مٹی کا ایک پیالہ نجاست سے آلودہ پڑا ہے اور اس پر لفظ ”اللہ“ منقوش ہے۔ آپ رحمہ اللہ اس پیالے کو لے کر باہر آگئے اور پانی منگوا کر اسے دھویا اور خوب پاک صاف کیا۔ نیاز مندوں نے ہر چند عرض کیا کہ ہم اسے پاک کرتے ہیں، مگر آپ رحمہ اللہ نے پیالہ ان کو نہ دیا اور خود ہی اسے پاک صاف کرتے رہے، پھر اس پیالے کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر اونچی جگہ رکھ دیا اور جب پانی پینا چاہتے تو اسی پیالے میں پیتے۔ اس تعظیم کی برکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ جس طرح تم نے ہمارے نام کی تعظیم کی ہے اسی طرح ہم نے بھی تمہارے نام کو دنیا اور آخرت میں مکرم و محترم بنا دیا ہے آپ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اس عمل سے جس قدر فیوض و برکات مجھے حاصل ہوئیں ان کا حصول سوسال کی ریاضت سے بھی ممکن نہ تھا۔

(حضرت القدس، دفتر دوم، ص ۷۸)

**حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا ادب:-** حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ، ”زبدۃ المقامات“ میں لکھتے ہیں ایک روز میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا اور حضرت رحمہ اللہ اس وقت معارف تحریر فرما رہے تھے۔ پیشاب کے تقاضے

کے غلبے کی وجہ سے آپ رحمہ اللہ نہایت تیزی سے وضو خانے کی طرف گئے مگر فوراً واپس آ گئے۔ مجھے حیرت ہوئی کہ آپ رحمہ اللہ اتنی جلدی واپس کیوں کر آ گئے۔ باہر آتے ہی آپ رحمہ اللہ نے پانی کا لوٹا منگوا لیا اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن دھویا اور پھر وضو خانے میں چلے گئے۔ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں وضو خانے میں گیا ہی تھا کہ میری نظر ناخن کی پشت پر پڑی تو سیاہی کا وہ نقطہ نظر آیا جو قلم کی درنگی جانچنے کے لیے انگوٹھے پر میں نے لگایا تھا۔ وہ سیاہی کا نقطہ بھی حروف قرآنی کی کتابت کے اسباب میں سے تھا۔ اس نقطہ سیاہی کے ساتھ مجھے پیشاب خانے میں بیٹھنا ادب کے منافی معلوم ہوا اگرچہ پیشاب کا تقاضا شدت کا تھا اور اس کی وجہ سے میں تکلیف میں تھا لیکن ترک ادب کی تکلیف اس سے بھی زیادہ سخت تھی۔ (ص ۱۷۰ بحوالہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب ص ۸۷)

**نام کتاب :- حقیقت ذکر الہی ..... مصنف :- سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ**  
**ناشر :- صدر شعبہ علوم اسلامیہ، انجینئرنگ یونیورسٹی (لاہور)**

**روحانی بیماریوں کا جائزہ :-** اگر روحانی بیماریوں کا جائزہ لیا جائے، تو حقیقت میں بیماریاں دو ہی ہیں:

۱۔ عقیدہ و عمل میں تضاد کی بیماری..... اس بیماری میں عقیدہ درست ہوتا ہے، ذہن خیر و شر میں حد فاصل کھینچتا ہے لیکن اعضاء و جوارح عقیدے کا ساتھ نہیں دیتے، عقل کہتی ہے کہ اللہ کی محبت تمام محبتوں پر غالب ہونی چاہئے مگر عین اس وقت جب عقل یہ کہہ رہی ہوتی ہے، انسان محسوس کرتا ہے کہ حب مال، حب جاہ، حب حسن مجاز اللہ کی محبت پر چھا گئی ہے۔ انسان تسلیم کرتا ہے کہ غیر اللہ کا درد دل میں نہیں ہونا چاہیے، مگر دل میں جھانکتا ہے تو جھوٹے خداوندوں کے خوف سے اسے ملوث پاتا ہے۔ انسان مانتا ہے کہ حسد، بغض، کینہ، عناد، تکبر، بخل، روحانی بیماریاں ہیں اور دل ان سے پاک ہونا چاہئے، مگر اس کے باوجود دل میں ان سانپوں کو ریختا ہوا دیکھتا ہے۔ ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ عقیدہ و عمل کے اس تضاد کا علاج کیا ہے؟

**دوسری روحانی بیماری کا نتیجہ نگاہ تشکیک :-** ۲۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خود عقیدے کی چولیس ڈھیلی ہو جاتی ہیں۔ ذہن خیر و شر میں واضح طور پر حد فاصل نہیں کھینچتا ہے۔ عقل سرکش ہو کر چھوٹی ہو جاتی ہے اور ہر وہ بات جو اس کی گرفت میں نہیں آتی، اس کے وجود ہی سے منکر ہو بیٹھتی ہے اس بیماری میں سوچنے کا انداز یوں ہوتا ہے۔ جانے اس کائنات کا نظام چلانے والا کوئی ہے بھی کہ نہیں۔ وحی و تنزیل کی حقیقت کیا ہے، وحی غیر مرئی، ملائکہ کا وجود غیر مرئی خدا کی ہستی ناقابل ادراک، روح کا کوئی مستقل وجود ہے یا حیات مادے ہی کا خاصہ ہے اور مادے سے ہٹ کر حیات کا کوئی وجود نہیں۔ پھر حیات بعد الممات کیا ہے؟

وہ شے جو حواس کی گرفت میں نہیں آتی، انسان اس کے وجود میں متشکک (Sceptic) ہو جاتا ہے۔ اس تشکیک کا علاج کیا ہے؟  
**عقیدہ و عمل میں تضاد کی وجہ :-** عقیدے اور عمل میں تضاد کیوں ہوتا ہے؟ انسان کا وجود مختلف اور متضاد عناصر سے مرکب ہے۔ اس کے خمیر میں حیوانیت، بہمیت، سبجیت، ملکیت، یہ سب کچھ گندھا ہوا ہے۔ جب ملکیت، بہمیت و سبجیت سے مغلوب ہو جاتی ہے، عقیدہ و عمل میں تضاد رونما ہوتا ہے۔ جب نفسانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے، تو اعضاء ذہن کا ساتھ نہیں دیتے۔ اس آیت میں اسی حقیقت کی نشان دہی کی گئی ہے۔

”ان النفس لا مارة بالسوء“ (۵۳:۱۲) نفس برائی کا بہت حکم دینے والا ہے۔

قرآن مجید نے نفس کے علاوہ ایک اور دشمن کی خبر دی ہے جو برائی پر کسانے والا ہے۔

ان الشیطان لکم عدوفا تخذوہ عدواً (۶:۳۵) ترجمہ: یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اسے (دل و دماغ کی ہم آہنگی کے ساتھ) دشمن سمجھو۔

**شیطان کو بھی نفس ہی نے بہکایا :-** شیطان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”یجری کمجری الدم

“ (وہ انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے)

اور اس میں اچھبے کی کوئی بات نہیں۔ جیسے انسانی جسم میں ہوا کی آمد و رفت جاری ہے۔ جیسے بجلی جسم میں سرایت کر جاتی ہے۔ شیاطین کے ارواح ہیں، ان کا جسم میں سرایت کر جانا آسانی سے سمجھ میں آتا ہے۔ شیطان بڑا گھاگ اور خراٹھ ہے۔ وہ سرد و گرم عالم چشیدہ ہے۔ اس نے چرخ کی ان گنت گردشیں دیکھی ہیں۔ وہ ہر شخص کی کمزوریوں پر نظر رکھتا ہے اور نفس کے کمزور ترین حصے کو چھوتا ہے۔ وہ ایسا حقیقی نہیں کہ جس شخص کے خمیر میں فیضی گندھی ہوئی ہو، جس کی ہڈیوں میں سخاوت رچی ہوئی ہو، وہ اسے بخل پر آمادہ کرے گا وہ اسے تیز پریر پر مائل کرے گا، وہ اسے بے جا اور بے محل خرچ کرنے پر اکسائے گا، وہ ایک نازک مزاج شاعر کو قتل و غارت پر آمادہ نہیں کرے گا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس میں دھبہ گامشتی کی صلاحیت نہیں۔ وہ اسے شراب نوشی اور حسن پرستی پر اکساتا ہے۔

پس نفس اور شیطان دو بڑے دشمن ہیں اور نفس شیطان سے بھی بڑا دشمن ہے۔ آدم و حوا علیہم السلام کو شیطان نے بہکایا ”فاز لہما الشیطان“ مگر خود شیطان کو کس نے بہکایا؟ اسے نفس ہی نے بہکایا۔ اس وقت تو کوئی اور شیطان نہ تھا۔

**نفس اور شیطان سے بچنے کا طریقہ:-** اب سوال یہ ہے کہ نفس اور شیطان کو کیسے پچھڑائیں؟ انہیں پچھاڑنے کے لیے ناگزیر ہے کہ پہلے کتاب و سنت کی روشنی میں ان کی حقیقت معلوم کریں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”الشیطان جائم علی قلب ابن آدم فاذا ذکر اللہ خنس و اذا غفل و سوس“ (بخاری شریف) شیطان آدمی کے دل پر جم کر بیٹھتا ہے۔ جب آدمی اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جو نبی انسان ذکر سے غافل ہوتا ہے۔ جی میں وسوسے ڈالتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان کو جو ابن آدم کے دل پر جم کر بیٹھتا ہے اور رگوں میں خون بن کر دوڑتا ہے، آدمی کے حبشے سے باہر آنا پڑتا ہے اور جب تک آدمی ذکر میں مشغول رہتا ہے، ذکر کا نور اسے قریب نہیں آنے دیتا۔

**غافل دل شیطان کے دشمن:-** آپ یقین کیجئے کہ جو لوگ اللہ کے ذکر سے غافل ہیں، شیاطین نے ان کے سینوں کو اپنا نشیمن بنا رکھا ہے۔

ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطاناً فہولہ قرین (۳۶:۴۳)

جو شخص اس رجم کرنے والے آقا کے ذکر سے اندھا ہو جاتا ہے، ہم اس پر شیطان مقرر کر دیتے ہیں اور وہ شیطان ہر وقت اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ وہ خدا جو ہمیں عدم سے وجود میں لایا اور جس نے ہمدردی ہمیں حد کمال تک پہنچایا، وہ خدا جو دن رات ہم پر جسمانی، ذہنی اور روحانی نوازشوں کی بارش کرتا ہے، ہم میں سے جو اس محسن اعظم کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے، اللہ کا قانون یہی ہے کہ اس احسان فراموش کی روحانی مناسبت شیاطین سے ہو جاتی ہے۔

**روحانی ایٹم بم سے نفس اور شیطان پر بمباری:-** ذکر الہی چونکہ شیطان کے حق میں بمباری سے کم نہیں۔ اس لیے وہ جس پر مسلط ہوتا ہے۔ پہلا کام وہ یہ کرتا ہے کہ اسے اللہ کے ذکر سے غافل کر دیتا ہے۔ ”استحوذ علیہم الشیطان فانہم ذکر اللہ اولئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان ہم الخسرون“ (۱۹:۵۸)

شیطان ان پر مسلط ہوا تو اللہ کا ذکر انہیں بھلا دیا۔ یہی لوگ شیطان کی ٹولی میں ہیں دیکھو شیطان کی ٹولی ہی گھائے میں رہنے والی ہے۔ جب بھی کوئی دشمن پر قابو پالیتا ہے تو سب سے پہلے وہ دشمن سے ان ہتھیاروں کو چھینتا ہے جو اس کے لیے ہلاکت کا سامان ہیں۔ اس آیت سے اور بھی وضاحت ہوگئی کہ ذکر الہی شیطان کے لیے حدود درجہ ہلاکت آفریں ہے جہی تو انسان پر قابو پاتے ہی ذکر الہی سے غافل کرنے کی فکر سب سے پہلے اسے دامن گیر ہوتی ہے۔

پس یہ بات واضح ہوئی کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں شیطان کا علاج ذکر الہی ہے۔

**ذکر الہی دلوں کی صفائی کا ذریعہ:-** اب آئیے قرآن و حدیث کی روشنی میں نفس کا علاج تلاش کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لکل شئی صقالة و صقالة القلوب ذکر اللہ (بیہقی) ہر شے کو چکانے کے لیے پالش ہوتی ہے اگر دلوں کو تم صیقل کرنا چاہو

تو اللہ کے ذکر سے صیقل کرو۔

پس اگر دل کو حسد، بغض، تکبر، بخل کے گرد و غبار سے صاف کرنا چاہو تو اس کی تدبیر بھی ذکر الہی ہے۔

یکے دو است بدر الشفاء م یکده ہا زہر مرض کہ بنالد کسے شراب دہید

آٹھ پہر ذکر کی اہمیت و دلیل:- چونکہ نفس اور شیطان دونوں کا علاج ذکر ہے، اسی لیے قرآن نے دوام ذکر پر زور دیا:

فاذ اقصیتہ الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبکم (۱۰۲:۴) جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کا ذکر کرو۔ اٹھتے بیٹھتے، پہلو بدلتے ہوئے۔ اور اللہ والوں کے بارے میں فرمایا: الذین ینذرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبہم (۱۹:۳) وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوں، بیٹھتے ہوں یا لیٹے ہوں۔ اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ صلح ہو یا جنگ ہو، بزم ہو یا رزم ہو اللہ کا ذکر مسلسل اور پیہم کرو۔ سورہ انفال میں ہے: یاایہا الذین امنوا اذالقیتم فنة فائبتوا واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون (۸:۲۶)

اے ایمان والو! جب کسی جتھے سے تمہاری نگر ہو جائے تو جم کر لڑو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، تاکہ تمہیں کامرانی حاصل ہو۔

جب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے کہا گیا کہ فرعون سرکش ہو گیا، جاؤ اسے سمجھاؤ، تو ساتھ ہی کہا: ”ولاتنیفسی ذکری“ (۲۲:۲۰) میری یاد میں سستی نہ کرنا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں حدیث میں آیا ہے: کان ینذکر اللہ علی کل احیائہ (مسلم) وہ ہر آن، ہر لمحہ اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ عبد اللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کیا:

”یا رسول اللہ ﷺ ان شرائع الاسلام قد کثرت علی فاخبرنی بشی اتشبت بہ“

اسلام کے احکام تو بہت سے ہیں مجھے کوئی ایک بات ایسی بتا دیجئے جسے میں اپنا دستور العمل ٹھہرا لوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”لا یزال لسانک رطباً من ذکر اللہ“ (ترمذی) تیری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہے۔

دوام ذکر ہر بیماری کا علاج:- پس دوام ذکر ہی عقیدہ و عمل میں تضاد کا علاج ہے۔ اسی سے ملکیت بہمیت پر غالب ہوتی ہے اسی سے تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ اسی سے جذبات کی تطہیر ہوتی ہے۔ وہ لوگ جنہیں اللہ کے راستے کی معرفت حاصل ہوئی، اللہ کی یاد سے پل بھر کی غفلت کو بھی معصیت سمجھتے ہیں۔

صرف عصیاں ہوا وہ لحظہ عمر جو تری یاد میں بسر نہ ہوا

تمام مذہبی جماعتوں کیلئے ذکر کے دوام کی ضرورت:- پس وہ تمام مذہبی جماعتیں جو ذکر الہی کی الٹی سیدھی تعبیریں کرتی ہیں اور ذکر الہی سے گریز کی راہیں ڈھونڈتی ہیں، ان کے نظریات و افکار میں شیطانی وسوسوں کو دخل ہوتا ہے۔ شیطان ان کے جی میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ ذکر الہی سے مراد یہ ہے کہ وہ یاد رہے..... یعنی اس کا خیال رہے اور خیال کی حقیقت بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ اس کے بتلائے ہوئے کاموں پر عمل کیا جائے۔ یوں شیطان بہکا پھسلا کر ذکر الہی سے انہیں غافل کر دیتا ہے اور ان پر مسلط ہو جاتا ہے۔ ذکر الہی سے گریز قرآن مجید کی نظر میں منافقت کی نشانی ہے۔ ولا ینذرون اللہ الا قلیلاً (۴:۱۴۱)

جو فرقہ اللہ کی عبادت سے فرار کے بہانے تراشے اور یہ کہے کہ قرآن مجید میں تو پانچ نمازوں کا ذکر نہیں ہے، خود اللہ کی عبادت سے یہ فرار میری نظر میں ان کی ضلالت اور گمراہی کی سب سے بڑی دلیل ہے، وہ عمل کہ جب سے فرض ہوا اس وقت سے لے کر آج تک پورے عالم اسلامی میں بلا ناغہ پانچ وقت دہرایا گیا، اس عمل کے بارے میں ان کی یہ کٹختیاں اللہ جل جلالہ کی حیرت انگیز سازیاں ان کے محبوب ہونے کی خبر دیتی ہیں۔

اہل اللہ کی پہچان:- اللہ والوں کی تو یہ پہچان ہے کہ وہ اس کی بارگاہ میں بار بار حاضر ہونے کے لیے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ پانچ نمازوں سے بھی ان کی محبت کی پیاس نہیں بجھتی۔ کبھی چاشت اور کبھی اشراق، کبھی صلوٰۃ اوابین اور کبھی صلوٰۃ تسبیح سے پیاس بجھاتے ہیں۔ وہ

”الذین یبیتون لربہم سجداً وقیاماً“ کی مجسم تفسیر ہوتے ہیں۔ ان کی راتیں اس عالم میں بسر ہوتی ہیں کہ کبھی اپنے رب کے حضور میں کھڑے ہوتے ہیں اور کبھی سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ کہاں یہ نفوس قدسیہ کا اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، پہلو بدلتے ہوئے آٹھوں پہر چونٹھ گھڑی ان کی زبانیں اور ان کی روہیں ذکر الہی میں ڈوبی ہوئی ہیں اور کہاں وہ بندگان غفلت شعرا اور گرم گشتگان راہ کہ ان کے لائحہ عمل میں ذکر الہی کا سرے سے مذکور ہی نہیں۔ شتان مابینہم۔

**ذکر اللہ سے امراض دور ہونے کی علت:**۔ اب سوال یہ ابھرتا ہے کہ آخر یہ کیا بات ہوئی کہ محض چند الفاظ کی تکرار سے شخصیت کے تمام گوشے متاثر ہونے لگتے ہیں اور قوت عمل جاگ اٹھتی ہے۔ محض زبان کو حرکت میں لانے سے جی کا غبار دھلنے لگتا ہے۔ روحانی بیماریاں چھٹنے لگتی ہیں اور عقیدہ و عمل میں ہم آہنگی پیدا ہونے لگتی ہے، آخر اس کی علت کیا ہے؟

آئیے اسی دانائے سبل علیہ السلام سے پوچھیں اور انہی کے فرمودات کی روشنی میں اس کا جواب تلاش کریں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: لایقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتہم الملائکة وغشیتہم الرحمة ونزلت علیہم السکنة و ذکرہم اللہ فی من عندہ (رواہ مسلم) جب بھی کچھ لوگ اللہ کے ذکر کی خاطر مل بیٹھتے ہیں۔ فرشتے ان کا احاطہ کر لیتے ہیں، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے، سکینت ان پر نازل ہوتی ہے اور خدا بھی ان کا ذکر کرتا ہے، ان سے جو اس کے پاس ہیں۔

آسمان سجده کند بہر زمینے کہ برو یک دو کس، یک دو زماں، بہر خدا بنشینند اس حدیث سے واضح ہوا کہ جو لوگ بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں، ان آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھادیئے ہیں، ناگزیر ہے کہ ان پر رحمت و سکینت کا ورود ہو۔

**رحمت کی حقیقت سلطان العارفین رحمہ اللہ کی نگاہ میں:**۔ اس رحمت اور سکینت کی حقیقت کیا ہے؟ وہ ایک جوہر ہے جس کا ورود قلب پر ہوتا ہے۔ وہ جوہر جو تمام روحانی بیماریوں کی دوا ہے۔ بجا کہا حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے نور الہدیٰ میں: ”مجرد نزول انوار بہرہ اوصاف ذمیہ را از قلب برمی کند“۔ (انوار الہی کا محض دل سے لمس تمام روحانی بیماریوں کو اچک لیتا ہے۔ وہ شخص ذکر کی حقیقت و روح سے یکسر محروم رہا جس نے سکینت سے مراد محض ذہنی سکون سمجھا اور رحمت کے جوہر سے آشنا نہ ہوا۔ پس یہ رحمت تمام روحانی بیماریوں کی دوا بھی ہے اور اللہ والوں کی روحانی غذا بھی۔ یہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”بیبت عند ربی یطعمنی ویسقینی“ (متفق علیہ)

میں رات اپنے رب کے پاس بسر کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ تو اس سے مراد بھی روحانی رزق ہے جسے عامتہ الناس کو سمجھانے کے لیے کھلانے پلانے سے تعبیر کیا۔

**اہل اللہ پر رحمت و سکینت کی مختلف اقسام:**۔ ذہن میں ایک استفہامیہ نشان یہ بھی ابھرتا ہے کہ رحمت و سکینت کے معانی میں حد فاصل کیسے کھینچی جائے۔ اگر یہ مترادف لفظ ہیں تو صرف ”غشیتہم الرحمة“ کہنا ہی بس کرتا تھا اور ”نزلت علیہم السکینہ“ حشو و زوائد میں سے ہوا اور اس فصیح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ وہ فالتو لفظ بولتے تھے، بہت بڑی بدگمانی ہے۔ قرآن و حدیث میں اسی قبیل کے متعدد الفاظ آئے ہیں: صلوٰۃ، سلام، رحمت، برکت سکینت۔ ان کے معانی میں حد فاصل کھینچنے میں دقت ہوتی ہے۔

اگرچشم بصیرت ہو تو عالم روحانی کی حقیقتوں پر یہ عالم آب و گل بھی دلالت کتنا ہے۔ یہ مادی رزق جو اللہ نے اپنی تمام مخلوق کے لیے پیدا کیا۔ جسے طہر، زندیق، کافر، اسے گالیاں دینے والے، اس کے وجود سے انکار کرنے والے سبھی کھاتے ہیں، اللہ نے اس میں کس قدر تنوع پیدا کیا۔ سبزیوں اور پھلوں کی اقسام پر غور کیجئے۔ آم پیدا کیے تو اس کی میسوں قسمیں بنائیں۔ خربوزہ پیدا کیا تو ساتھ سرد اور گرم پیدا کیا۔ مختلف اقسام و انواع، پھر ہر نوع میں تنوع در تنوع۔

پھر کیا اس رزق میں اللہ نے کوئی تنوع نہ رکھا، جو اس نے اپنے عاشقوں اور محبوبوں کے لیے پیدا کیا۔ وہ رزق جو ان بندوں کے لیے پیدا کیا۔ جنہوں نے اس کی خاطر دو جہانوں کو خیر آباد کہا اور اس کی ذات کے لیے وقف ہو گئے کیا وہ ایک ہی قسم کی رحمت ہے جو اہل ذکر کی روح پر وارد ہوتی ہے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے وہ نوا میں فطرت سے یکسر نا آشنا ہے۔ جب اس نے رحمت کی تخلیق کی تھی، تو اس کی صفت خلاقی بھر پور جوش میں آئی تھی اور اس نے ان گنت رحمت کی قسمیں پیدا کیں۔ اتنی قسمیں جنہیں تم حیطہ شمار میں نہ لاسکو، یہ صلوة، یہ سلام، یہ رحمت، یہ برکت، یہ سکینت یہ سب اس کی رحمت کی انواع و اقسام ہیں جو اہل اللہ کے سینوں پر وارد ہوتی ہیں۔ وہ لوگ جو اس لذت سے محروم ہیں، وہ لغت میں صلوة، سلام، رحمت، برکت اور سکینت کے معانی ڈھونڈتے ہیں اور جب ان کے معانی میں کوئی حد فاصل نہیں سمجھ سکتے تو پریشان ہوتے ہیں۔

عاشقی نہ شدی، محنت الفت کشیدی کس پیش تو غم نامہ ہجران چہ کشاید

(اور) من لم یذق حرق الهوی لم یدر ما جہد البلاء

**روحانی کیفیت سے آشنائی:**۔ یہ بات تو سینے پر وارد ہونے کی ہے۔ زبانی سمجھانے کی نہیں ہے۔ کیفیت روحانی ہو، ذہنی ہو یا جسمانی، وہ محسوس تو کی جاسکتی ہے، مگر دوسرے کو سمجھائی نہیں جاسکتی۔ جیسے کسی آدمی نے آم نہ کھائے ہوں۔ آپ اسے ہزار سمجھائیں کہ لنگڑے کی یہ لذت ہے، دسہری کی حلاوت ایسی ہے اور ٹپکے کا مزہ ایسا ہوتا ہے۔ وہ ان لذتوں کا فرق سمجھنے سے یکسر قاصر رہے گا۔

**روحانی لذت کے سامنے ہر کیفیت بیچ:**۔ پھر یاد رکھو کہ اس روحانی رزق کی لذت کے سامنے کائنات کی تمام لذتیں بیچ ہیں۔ یہ جو تم اہل اللہ کو دیکھتے ہو کہ رات بھر اس کی بارگاہ میں بیٹھے رہتے ہیں، یونہی خشک اور بے لذت تو نہیں بیٹھے ہیں۔

دیدہ باشند از رخ آن دوست اندک جلوہ ورنہ از احیائے شب، شب زندہ داراں را چہ حظ

دوست کے مکھڑے کی کچھ جھلکیاں انہیں نظر آتی ہوں گی، وگرنہ رات بھر جاگنے کی انہیں کیا پڑی ہے۔ یہ جو صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک اس کے حضور میں جم کر بیٹھے رہتے ہیں جبکہ بائیم اور نمازیوں کو بھی تھپک تھپک کر سلا رہی ہوتی ہے، روحانی غذا کھاتے ہیں اور شدید سرور و کیف کے عالم میں ہوتے ہیں۔

یہ جو ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ نے بادشاہت پر لات ماری اور تخت و تاج اس سے چھوٹ گیا، تو یہ محض اس لیے کہ اللہ کا ذکر بادشاہت سے لذیذ تر تھا۔ سلطان العارفین رحمہ اللہ نے اپنے دیوان کے مطلع میں اسی روحانی رزق کی لذتوں کا ذکر کیا ہے۔

اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلن پر آئی ہو

ذکر سے میرا سینہ مہک اٹھا ہے اور قریب ہے کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں۔

**روحانی لذت سے نا آشنا..... محروم و کم نصیب:**۔ پس محروم اور کم نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اس روحانی رزق سے کوئی حصہ نہیں ملتا ہے اس سے بڑھ کر بد بختی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ کے ہاں تمہارا ارشاد کارڈ ہی نہ بنا ہو۔ جب تک فیضان نہیں ہوتا ہے عبادت طبیعت پر گراں گزرتی ہے۔

انھا لکبیرۃ الاعلیٰ الخاشعین..... اور فیضان ہو تو نماز آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور زندگی کی سب سے بڑی لذت۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ (نسائی) میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

خبیب رضی اللہ عنہ بن عدی کو جب پھانسی پر لٹکانے کے لیے لے جا رہے تھے تو کفار نے پوچھا کوئی آرزو ہو تو کہو: فرمایا: ”مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو“۔

**روحانی لذت کے بغیر زندگی ادھوری:**۔ جب انسان اس روحانی غذا کی لذت سے آشنا ہو جاتا ہے تو وہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس نشہ رحمت و سکینت کے بغیر زندگی اسے پھینکی اور بے کیف معلوم ہوتی ہے، جیسے بھوکا بیتابی سے روٹی کی طرف لپکتا ہے اور پیاسا بے

چینی سے پانی کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔ اسی بے تابی اور بے قراری سے وہ اللہ کے ذکر و عبادت اور مخلوق کی خدمت کی طرف لپکتا ہے تاکہ بادۂ رحمت سے وہ روح کی پیاس بجھا سکے وہ لوگ جو رحمت و سکینت کی فضا میں جیتے ہیں، وہ اگر اس کے احکام پر عمل نہ کریں اور اس کی منہیات سے نہ بچیں تو وہ فیضانِ رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں اور فیضانِ رحمت کے بغیر ان کا دم گھٹتا ہے اور زندگی اداس ہو جاتی ہے یوں بغیر کسی کاوش اور مشقت کے زندگی نیکی اور بھلائی کے سانچے میں ڈھل گئی۔ عقیدہ و عمل میں ہم آہنگی پیدا ہوئی اعضا و جوارح عقیدے کا ساتھ دینے لگے۔ ذکر الہی سے رحمت کا ورود ہوتا ہے۔ وہ رحمت تمام روحانی بیماریوں کی دوا ہے اور اہل اللہ کی روحانی غذا ہے۔ وہ رحمت رات کے اندھیرے ہی میں نہیں، دن کے اجالے میں برستی ہے۔ وہ رحمت نیند کی حالت میں نہیں، ہوش و آگہی کے عالم میں برستی ہے۔ وہ دن دہاڑے برستی ہے اور عالم بیداری میں برستی ہے۔

نہ شبم، نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

**لذت ہمیں تو حاصل نہ ہوئی.....!** آپ بھی جی میں کہتے ہوں گے کہ یہ کیا پہیلیاں ہیں۔ یہ کیا کہتے ہیں، ذکر تو کبھی کبھار ہم بھی کرتے ہیں۔ نماز ہم بھی پڑھتے ہیں، مگر یہ رحمت و سکینت کی بارش برسنے کا کوئی حادثہ ہمیں تو پیش نہیں آیا۔ وہ رحمت اگلے وقتوں میں برستی ہوگی۔ اے شوقِ منفعل یہ تجھے کیا خیال ہے؟

اس کی صفت رحمان و رحیم بھی ازلی وابدی ہے۔ وہ پل بھر کے لیے بھی کبھی معطل نہیں ہوئی۔ وہ سرمدی اور لم یزلی ہے۔ صفت رحمان کا تقاضا ہے کہ رحمت ہر دور میں برے۔ آپ کہیں گے یہ باتیں تو لہذا یہ ہیں مگر کیا تدبیر کریں کہ رحمت کا ورود ہونے لگے؟  
**ہم پرورد و رحمت کیوں نہیں ہوتا؟**۔ یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ ذکر دینیوی اغراض کے لیے کیا جاتا ہے کوئی ملازمت کے لیے ذکر کرتا ہے کوئی شادی کے لیے تیج پھیرتا ہے، کوئی وظیفے پڑھتا ہے کہ اس کے ہاں اولاد نہیں، کوئی اس لیے پڑھتا ہے کہ میرے ہاں لڑکیاں ہوتی ہیں اور لڑکا نہیں۔ دنیا کے دھندے اور جنجال کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ ایک جھنجھٹ سے انسان نکلتا ہے تو دوسرے میں گرفتار ہوتا ہے اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے۔ بد نصیب ہیں وہ لوگ جن کا مقصود ذکر الہی سے محض دینیوی خواہشات کی تکمیل ہے۔

**اخلاص ہی حصول برکت کا ذریعہ ہے:**۔ اے طالب! تو اللہ کا ذکر اللہ ہی کے لیے کر۔ اس کی رضا اور خوشنودی کو اپنا مقصود ٹھہرا لے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اصحابِ صفہ کی دلجوئی اور پاسِ خاطر کی دو بار تلقین کی گئی۔ یہ جو اصحابِ صفہ کو مقام حاصل ہوا تو اس کا باعث قرآن نے یہ بتلایا کہ وہ اللہ کو اس کی رضا کی خاطر یاد کرتے ہیں۔ ”ولاتتورد الذین یدعون ربہم بالغداة والعشی یریدون وجہہ“ (۵۲:۶) ان لوگوں کو اپنے سے پرے نہ ہٹائیے، جن کی تمہیں اور شاہین اپنے رب کی یاد میں بسر ہوتی ہیں (اور یاد اس لیے کرتے ہیں کہ) اس کے مکھڑے کے طالب ہیں۔

”واصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغداة والعشی یریدون وجہہ ولاتعد عیناک عنہم“ (۲۸:۱۸)

اور ضبط کے ساتھ بیٹھے رہتے ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح و شام، اس کے مکھڑے کے طالب ہیں۔ ان سے نگاہ التفات نہ ہٹائیے۔

دونوں آیتوں میں اس بات پر زور دیا گیا کہ: یریدون وجہہ..... وہ اس کی رضا چاہتے ہیں۔

پس اے طالب! تو اپنی نیت کو سیدھا کر اور دل و دماغ کی ہم آہنگی سے کہہ: ”الہی انت مقصودی و رضاک مطلوبی“ اے اللہ! میرا مقصود تو ہے اور تیری رضا مجھے مطلوب ہے۔

جہد کن تاترك غير حق کنی دل ازبس دنیائے فانی برکنی

کوشش کرو کہ تم غیر اللہ سے دامن جھٹک سکو اور اس دنیائے فانی سے دل نکال سکو۔



چوں الف گر تو مجرد می شوی ندری رہ مرد مفرد می شوی

اگر تو الف کی طرح (دنیوی حرص کی آلائشوں سے) الگ تھلگ ہو جائے تو اس راستے کا تو مرد یکتا ہو۔

اگر کسی شریف آدمی سے تم وفا کرو۔ اس کے آستانے کے لیے وقف ہو جاؤ اور اس کی محبت کی بناء پر اس کی چاکری کرو، تو وہ بھی تمہاری حاجتوں کا خود خیال کرتا ہے، وہ کہتا ہے اسے کھانا دو، کہیں بھوکا تو نہیں؟ اسے لحاف دو کہیں سردی تو نہیں لگتی ہے، اس کے کپڑے پھٹ گئے ہیں، اسے کپڑے بنا کر دو، جب ایک شریف آدمی کی محبت کے یہ تقاضے ہیں تو اس رب العالمین کے بارے میں تمہارا گمان کیا ہے؟ تم اگر اس سے وفا کرو اور اس کی محبت میں اسے یاد کرو تو وہ چن چن کر تمہاری ایک ایک حاجت کو پورا کرے گا۔ حدیث قدسی ہے:

یا ابن آدم تفرغ لعبادتی اسد فقرک (احمد) اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو بیٹھ میں تیری ضرورتوں کو پورا کرونگا۔

کار ساز ما بفکر کارما فکر مآدر کارما آزارما

**ذکر اور دعا کا صحیح طریقہ:-** جتنی عمر تم نے دنیا کے دھندوں کے لیے وظیفے پڑھے۔ اے کاش! اس کی عشر عشر تم اللہ کی خاطر پڑھتے

تو تم اس کے مقبول بندوں میں شمار ہوتے۔ اے طالب! تو ذکر اللہ ہی کے لیے کرو اور دنیا کے دھندوں کے لیے دعا مانگ۔ دعا تیری عاجزی، تیری بیچارگی اور تیری درماندگی کا اظہار ہے۔ یہی اعتدال کی راہ ہے اور یہی مسنون طریقہ ہے۔ دعا بھی اپنے جی سے گھڑ کر نہ مانگ، تیری عقل نائص ہے۔ تیری معرفت ادھوری ہے۔ تو انگاروں کو پھول سمجھتا ہے اور پھول تجھے انگارے نظر آتے ہیں تو سم قاتل کو شہد سمجھ کر مانگتا ہے۔ تیری دعائیں کچی اور بودی ہیں۔ دعائیں وہی مانگ جو سرور دنیا و دین ﷺ نے سکھلا دی ہیں۔ ان دعاؤں سے سر مو انحراف نہ کر۔

**اہل ذکر کی صحبت اکسیر اعظم ہے:-** اے طالب! اگر تو چاہتا ہے کہ تجھ پر رحمتوں کی بارش ہو اور تو انوار کی غذا کھائے تو اہل ذکر کی

صحبت اختیار کر۔ ان کی صحبت اکسیر اعظم ہے۔ ان کی محفل کبریت احمر ہے۔ تو اپنی انانیت کو کچل کر ان کی مجلس میں جا بیٹھ۔

ابورزین رضی اللہ عنہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جس سے دنیا اور آخرت کی سعادتیں تمہاری جھولی میں سمٹ آئیں۔“

”علیک بجالس اهل الذکر و اذا خلوت فحک لسانک ما استطعت بذكر الله“

اہل ذکر کی مجالس لازم پکڑو اور جب اٹھ کرو ہاں سے جاؤ اللہ کے ذکر کے ساتھ اپنی زبانوں کو حرکت میں لاؤ۔ جہاں تک تمہارا بس

چلے۔ ”واحب فی اللہ و ابغض فی اللہ“ اور اللہ ہی کی خاطر محبت کرو اور اللہ ہی کی خاطر نفرت کرو۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یا ابا رزین! اهل شعرت ان الرجل اذا خرج من بيته زائراً اخاه شيعه سبعون الف ملك كلهم

يصلون عليه و يقولون ربنا انه وصل فيك فصله فان استطعت ان تعمل جسدك في ذلك ما فعل (بيہقی)

اے ابورزین! کیا تو نے محسوس کیا ہے کہ آدمی جب گھر سے اپنے دینی بھائی کی زیارت کی نیت سے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے

ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ سب اس پر رحمتیں بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں: اے ہمارے رب! اس نے تیری خاطر یہ تعلق قائم کیا ہے، تو بھی اس سے تعلق

قائم کر۔ اے ابورزین! یہ ہے کام کرنے کا جہاں تک تمہارا بس چلے اس میں اپنا جسم کھپا دو۔

**اہل ذکر کی صحبت کی برکت:-** اہل ذکر کی صحبت تمہیں ریاضت شاقہ سے بے نیاز کر دے گی۔

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمس دیں طعنه زندبر دہا، سخرہ کند بر چلہ

تیسری بات یہ پلے باندھو کہ ذکر پیہم کرو، بلا ناغہ کرو۔

کوک فریدا کوک توں، راکھا جویں جوار جد تک ٹانڈاناں کپے، تو کردا رہ پکار

سلوک و معرفت میں کامیابی کے تین راز:- ان تین باتوں کو پلے باندھو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ  
يَرْتَوْهَا يَنْتَفِعْ بِهَا فَمَا يَكْفُرُ

# غزنوی خاندان

تألیف:

عبدالرشید عراقی

ناشر:

امام شمس الحق ڈیانوی پبلشرز کراچی

پوسٹ بکس نمبر 18130 کراچی 74700

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب : غزنوی خاندان  
مصنف : عبدالرشید عراقی  
تقدیم : پروفیسر سکیم راحت نسیم سوہدروی / محمد تنزیل الصدیق الحسینی  
کمپوزنگ : ابو عبداللہ محمد آصف فون 0300-2248783  
طبع اول : 2003ء مطابق 1423ھ  
تعداد : ایک ہزار

﴿ کتاب ملنے کے سچے ﴾

اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور  
قاران اکیڈمی اردو بازار لاہور  
دارالکتب السنائی شیش گل روڈ لاہور  
مکتبہ قدوسیہ غزنوی اسٹریٹ اردو بازار لاہور  
نعمانی کتب خانہ حق اسٹریٹ اردو بازار لاہور  
مکتبہ ابو بکر محمدی مسجد محمد بن قاسم روڈ (برنس روڈ) کراچی  
مکتبہ الامجدیہ ٹرسٹ کورٹ روڈ کراچی فون 2635935  
مکتبہ نور محمد 60 نعمان سینٹر بلاک 5 گلشن اقبال، کراچی۔ فون 4965124  
المدار الراشدیہ نزد جامع مسجد الراشدی، موسیٰ ٹن، لیاری، کراچی۔ فون 7542251

## یادداشت

کتاب \_\_\_\_\_ نعت چراغان  
مصنف \_\_\_\_\_ لالہ صحرائی  
کتابت \_\_\_\_\_ رحمت علی انصاری، ملتان  
ترتیب و سرورق \_\_\_\_\_ جناب موجود  
صفحات \_\_\_\_\_ ۲۰۸  
ناشران \_\_\_\_\_ رضوان اسلم نیوز ایجنسی جہانیاں  
بار \_\_\_\_\_ اول  
طابع \_\_\_\_\_ فنون پریس وائل پارک۔ لاہور  
( یہ کتاب مصنف کی طرف سے بلا قیمت تقسیم کرنے کی خاطر شائع کی گئی )

## نعت چراغان

لالہ صحرائی

ناشران \_\_\_\_\_  
رضوان اسلم نیوز ایجنسی  
شوکت بازار، جہانیاں۔ ضلع خانیوال  
فون - 210848

(۱) ذکر لوجہ اللہ کرو۔ (۲) بلا نامہ کرو۔ (۳) اہل ذکر کی صحبت اختیار کرو۔

ان تین باتوں پر اگر تو عمل پیرا ہو جائے تو میں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تجھ پر انوار الہی کی بوجھاڑ ہو جائے اور فیضانِ رحمت تیری رگ رگ اور نس نس کو سیراب کر دے، تمہارے دامن کے سب داغوں کو دھو ڈالنے کے لیے اس فیضان کا ایک چھینٹا ہی بس کرتا ہے۔ (حقیقت ذکر الہی ص ۲۲ تا ۲۳)

### نام کتاب: غزنوی خاندان..... تالیف: عبدالرشید عراقی

#### نقش آغاز

**متصوف غزنوی خاندان کا تعارف:** برصغیر (پاک و ہند) کے علمی و دینی خاندانوں میں خاندان غزنویہ (امرتسر) ایک عظیم الشان خاندان ہے۔ اس خاندان کی علمی و دینی اور سیاسی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس خاندان کی علمی و دینی خدمات کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور سیاسی خدمات بھی ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ تحریک آزادی وطن میں اس خاندان کے افراد نے عظیم کارنامے سرانجام دیئے۔ غزنوی خاندان کے سربراہ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ (م 1298ھ) کی خدمات جلیلہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ ولی کامل تھے۔ ان کی تدریسی و تبلیغی خدمات بھی قابل قدر ہیں۔ اسی طری مولانا سید عبداللہ رحمہ اللہ کے دوسرے صاحبزادگان عالی مقام مولانا محمد بن عبداللہ غزنوی، مولانا عبدالرحیم غزنوی اور مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ علیہم اجمعین کی تدریسی و دینی و علمی خدمات ہماری تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں۔

مولانا سید محمد داؤد رحمہ اللہ غزنوی خاندان کے چشم و چراغ اور گل سرسبد تھے۔ سیاسیات میں آپ دبستان ابوالکلام کے گل سرسبد تھے (غزنوی خاندان ص 11)

مولانا سید اسماعیل رحمہ اللہ غزنوی کی خدمات جلیلہ قدر کے قابل ہیں۔ جلالتہ الملک سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمن والئی سعودی عرب سے ان کے گہرے تعلقات تھے۔ انہوں نے ان کو حاجیوں کی خدمت پر مامور فرمایا۔ ان کا درجہ ایک وزیر کے برابر تھا ساری زندگی حاجیوں کی خدمت پر مامور رہے۔

مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کی خدمات بھی قدر کے قابل ہیں ترقی کی منزل طے کرتے ہوئے اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے وائس چانسلر ہو گئے۔ عمر تھوڑی پائی زندہ رہتے تو نام پیدا کرتے۔ (غزنوی خاندان ص ۱۲) عبدالرشید عراقی (۱۶ مئی ۱۲۰۰/۱۱ صفر ۱۴۲۱ھ) علمائے غزنوی کے عارف باللہ کی روحانی تربیت:۔ علمائے غزنویہ میں حضرت عارف باللہ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے تدریس بھی فرمائی، لسانی تبلیغ بھی کی اور روحانی تربیت بھی کی۔ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ نے تدریس بھی فرمائی اور روحانی تربیت بھی کی اور وعظ و تبلیغ بھی کی۔ (غزنوی خاندان ص 17)

**اہلحدیث متصوفین کا جذبہ احیائے سنت:**۔ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے تصوف و سلوک کی راہوں سے آئی ہوئی بدعات کی تردید کرنے میں صحیح اسلامی زہد و عبادت اور روحانیت کا درس دیا یہ آپ کا بہت بڑا علمی کارنامہ ہے آپ رحمہ اللہ کے اس کارنامے میں آپ کے معاصرین میں مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ (م 1291ھ) اور مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ کھوی رحمہ اللہ (1313ھ) بھی شامل ہیں۔ اور آپ کے تلامذہ میں مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ (م 1331ھ) مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمہ اللہ (م 1348ھ) نے بھی عوام و خواص کی روحانی تربیت کی۔ (غزنوی خاندان ص 23)

**عارف باللہ کی طرف نسبت:**۔ قارہ ہند کے متعدد خانوادے اس نعمت بیکراں سے بہرہ یاب ہوئے اسی سلسلہ طلائے ناب میں غزنوی

کے ایک مبارک خاندان کا شمار بھی ہے جسکی نسبت حضرت عارف باللہ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی طرف ہے۔ (غزنوی خاندان ص 23)  
**امر ترس میں معرفت و روحانیت کا مرکز:**۔ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی بدولت امر ترس ایک روحانی مرکز بن گیا جہاں دور دور سے  
 تشنگان علم و معرفت اس چشمہ خورشید کی انوار اور تجلیات سے فیضیاب ہونے کے لیے اٹھتے چلے آتے تھے۔ پھر اس چشمہ خورشید سے جو لوگ  
 فیضیاب ہوئے، ان میں بھی کیسے کیسے باکمال واصحاب دانش موجود ہیں (غزنوی خاندان ص 24)

**ڈاکٹر غلام مرتضیٰ کی بیعت:**۔ مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے ایک صاحبزادے سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ ہیں جو اپنے  
 زہد و ورع اور علم و فضل کی بناء پر علمی حلقوں میں مشہور و معروف تھے اخلاص و ولایت میں بھی کمال حاصل تھا۔ ہمارے عصر کے مشہور فاضل و مبلغ  
 ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ خان صاحب کو موصوف سے رشتہ بیعت و عقیدت حاصل تھا۔ (غزنوی خاندان ص 32)

**مولانا عبداللہ غزنوی کے مرشد کے حالات:**۔ علامہ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ اس وقت اپنے علاقہ کے جید عالم اور صاحب  
 کمالات تھے 1213ھ میں قندھار میں پیدا ہوئے علمائے قندھار، ایران اور عرب سے استفادہ کیا 25 سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے اور  
 قندھار میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا 1241ھ میں جب حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ اور مولانا شاہ محمد اسمعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ اپنے قافلہ  
 کے ہمراہ قندھار پہنچے تو علامہ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ نے حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کی اور ان سے مستفیض ہوئے۔

علامہ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ بڑے صاحب علم و فضل بزرگ تھے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر پشتو عربی اور فارسی میں 35  
 کتابیں لکھیں۔ آپ نے 52 سال کی عمر میں رمضان 1265ھ میں وفات پائی۔ (ملاحظہ ہو: اردو معارف اسلامیہ: 887-890)

مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے بعض علوم اسلامیہ میں علامہ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ سے استفادہ کیا اور اسی سلسلے میں آپ  
 نے غزنی سے قندھار کا سفر کیا اور علامہ قندھاری رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کی۔ مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

شیخ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ کے چشمہ علم سے پیاس بجھانے کی خاطر آپ سفر کی سختیاں جھیلتے ہوئے قندھار  
 پہنچے کچھ مدت ان سے استفادہ کیا اور وطن لوٹ آئے اس کے بعد جب کچھ مشکل مسئلہ پیش آتا آپ انہی کو لکھ بھیجتے  
 حضرت شیخ رحمہ اللہ کا جواب ہمیشہ محققانہ ہوتا۔ اسکے کچھ مدت کے بعد مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے دوبارہ قندھار  
 کا سفر کیا اور بعض مشکل کے حل کے لیے اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو محقق قندھاری رحمہ اللہ نے علماء کی  
 محفل میں فرمایا: (مسائل دینیہ را چنانکہ ایس شخص می فهم من خود نمی فهم)

دینی مسائل کو جس طرح یہ شخص سمجھتا ہے میں بھی نہیں سمجھتا (داؤد غزنوی 221)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

محقق قندھاری کے علم و فضل کی شہرت ان کے شاگردوں اور ان کی تالیفات کے ذریعہ ہندوستان تک پہنچی چنانچہ ان  
 کے شاگرد مولوی عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ تھے جنہوں نے پنجاب اور ہندوستان کے علمی حلقوں میں بہت عزت پائی اور لوگ  
 اس شاگرد کے علم وافر سے استاد کی عظمت کا اندازہ لگاتے تھے (سیرت سید احمد شہید 39، بحوالہ غزنوی خاندان ص 33)

### مستجاب الدعوات ولی کامل کی کرامت

ساری زندگی سر میں درد نہ ہونا (کرامت):۔ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ مستجاب الدعوات تھے۔ مولانا محی الدین احمد قصوری رحمہ  
 اللہ ان کے مستجاب الدعوات ہونے کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ میرے والد مولانا عبدالقادر قصوری رحمہ اللہ کے پھوپھا مولوی غلام قادر کو مولانا سید عبداللہ  
 غزنوی رحمہ اللہ سے ملنے کا بہت شوق تھا ایک دن نماز عصر کے بعد شیخ کی خدمت میں امر ترس حاضر ہوئے۔ اور سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی  
 خدمت میں عرض کی حضرت میرے لیے دعا فرمائیں پوچھا کیا دعا کروں عرض کیا کہ مجھے درد سر کا ایسا شدید دورہ پڑتا ہے کہ میں بے حال ہو

جاتا ہوں اور میری نمازیں قضاء ہو جاتی ہیں دعا فرمائیں کہ یہ شکایت دور ہو جائے۔ میری نماز باجماعت قضاء نہ ہو چند منٹ ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور فرمایا قبول شد انشاء اللہ۔ دعا کے بعد میرے پھوپھو 45 سال زندہ رہے اس مدت میں نہ درد سر کی شکایت ہوئی اور نہ ہی کوئی نماز باجماعت قضاء ہوئی۔ (داؤد غزنوی: 15، بحوالہ غزنوی خاندان 43)

**درد دیوار سے ذکر نفی اثبات (کرامت):**۔ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ ذکر الہی بڑی توجہ سے کرتے تھے اور ان کے ذکر سے درد دیوار بھی ان کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ مولانا محی الدین احمد قصوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ”ایک دن میاں غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کی کسی بات پر خفا ہو کر کہنے لگے مولوی غلام رسول تو مولوی شدی، محدث شدی، عالم شدی، واعظ شدی واللہ ہنوز مسلمان نہ شدی“ یہ کہنا تھا کہ مولوی غلام رسول رحمہ اللہ فرش پر گر گئے اور تڑپنے لگے۔ پھر فرمایا ”بگولہ اللہ اللہ“۔

مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اس وقت مسجد کے درد دیوار سے ”لا الہ الا اللہ“ کی آوازیں آرہی تھیں۔

(داؤد غزنوی: ص 16، بحوالہ غزنوی خاندان ص 42)

**بطور کرامت تکلیف نہ ہونا:**۔ ایک دن حدیث کی کتاب ”ریاض الصالحین“ آپ کے سامنے پڑھی جا رہی تھی جب یہ حدیث آئی کہ ”شہید قتل سے اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی کسی کوچی بوٹی کے کاٹنے سے“ (ترمذی) تو آپ نے فرمایا: میں باوجود یہ کہ شہید نہیں ہوا تھا شہر کاہل میں وہ پہلوان جو مجھے نہایت زور سے مار رہا تھا مجھے یہ بھی خبر نہ تھی کہ مجھے مار رہا تھا یا کسی اور کو۔

(اشیخ عبداللہ غزنوی 45-46، غزنوی خاندان 43)

**بیک وقت محدث، فقیہ اور صوفی:**۔ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ بیک وقت مفسر بھی تھے اور محدث بھی، فقیہ بھی تھے اور مجتہد بھی راست باز صوفی بھی تھے۔ (غزنوی خاندان ص 44)

**واہ عبداللہ فانی اللہ شد:**

از جناب باریش تسلیم باد  
رونق افزا چشمہ تکریم باد

واہ عبداللہ فنا فی اللہ شد  
چشمہ فیض کرامت شان او

(غزنوی خاندان ص 45)

## علمائے اہلحدیث کے تاثرات

مولانا سید نواب صدیق حسن خان مرحوم فرماتے ہیں: چرخ اگر ہزار چرخ زند مشکل کے چین ذات جامع کمالات برروئے ظہور آرد۔ (تقصار من تذکار جیود الاحرار: 192)

آسمان اگر ہزار بار بھی گردش کرے تو مشکل ہے کہ اب ایسی جامع کمالات ہستی معرض وجود میں آئے۔

دوسری جگہ نواب صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ: سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کیا ہی خوب بزرگ تھے وہ حدیث نبوی ﷺ اور مسنون راہ باطن کے علم کے جامع تھے۔ اصول اور فروع دونوں میں سلف صالحین کے طریقے پر چلتے تھے۔ (تقصار من تذکار جیود الاحرار: 194)

**مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی:**۔ مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی ”غایۃ المقصود شرح سنن ابی داؤد“ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں ”انہ کان فی جمیع احوالہ مستغرقانی ذکر اللہ عز و جل حتی ان لحمہ وعظامہ واعصابہ واشعارہ وجمیع بدنہ کان متوجہا الی اللہ تعالیٰ فانیاً فی ذکرہ عز و جل“ (غایۃ المقصود: ج 1/12)

وہ ہر وقت اور ہر حالت میں خدائے بزرگ و برتر کے ذکر میں ڈوبے رہتے تھے حتیٰ کہ ان کا گوشت، انکی ہڈیاں، ان کے پٹھے اور ان کا ہر ہر بدن اللہ کی طرف متوجہ تھا، وہ اللہ عزوجل کے ذکر میں فنا ہو گئے تھے۔

**مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ:** آپ کے فرزند ارجمند مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ  
 ”وہ عبادت گزار، بہت زیادہ ذکر کرنے والے، اللہ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے، اس کے ساتھ بہت بھگنے والے اور خشوع و خضوع کرنے والے تھے، گناہوں سے بچنے والے، اللہ کے حضور عاجزی کرنے والے، سب سے کٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہونے والے اور اسی سے دعا و التجا کرنے والے تھے، مرد کامل اور یکتائے روزگار تھے، اللہ کی طرف الہام و خطاب سے نوازے جاتے تھے، وہ اللہ کیلئے خاص کر دیئے گئے تھے، بہت سچے بزرگ اور سخی تھے، بڑے درد مند بردبار، اللہ پر بھروسہ کرنے والے، اس کی طرف رجوع کرنے والے، مصیبتوں پر صبر کرنے والے اور اللہ کے اطاعت گزار تھے۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت انہیں اللہ کی راہ سے قطعاً نہ روک سکتی تھی۔  
 (داؤد غزنوی 219 بحوالہ غزنوی خاندان ص 46)

**علامہ حبیب اللہ قدھاری رحمہ اللہ:** علامہ حبیب اللہ رحمہ اللہ نے ایک دفعہ آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا: مجھ کو معلوم ہے کہ تمہاری تربیت کرنے والا اللہ عزوجل ہے۔ تم کو میری حاجت نہیں ہے اللہ عزوجل کبھی تم کو ضائع نہیں کرے گا۔ اور کبھی کوئی مشکل اور عقدہ پیش آئے گا تو مجھ کو یقین ہے کہ اللہ عزوجل کسی دیوار یا درخت کو آپ کیلئے گویا کر دے گا جس سے آپ کا عقدہ حل ہو جائے گا۔ (اہل حدیث امرتسر 6 دسمبر 1918)  
**مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ:** مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ بھی شیخ عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے رفیق خاص تھے اور دہلی میں سید محمد نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ سے ایک ساتھ حدیث پڑھی تھی۔ حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ صاحب کرامات بزرگ تھے۔ حافظ صاحب نے تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ کی آپ کی زیادہ تصانیف پنجابی نظم میں ہیں آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔  
 1) نصاب الفقہ (انوار بارک اللہ) (2) شیر طریقت (3) حواشی انواع علم اللہ اللہ ہوری (4) سیف السنۃ (5) احوال الآخرت (6) زینت الاسلام (7) تفسیر محمدی (8) انواع محمدی (9) دین محمدی۔

**مولانا حافظ ابراہیم آروی رحمہ اللہ:** مولانا حافظ ابو محمد ابراہیم بن عبد العلی آروی رحمہ اللہ کا شمار بصریغ کے مشہور علماء و اعظمن میں ہوتا ہے آپ 1264ھ میں آرہ صوبہ بہار میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابتیں مقامی علماء سے پڑھیں اس کے بعد مزید تعلیم کے لئے دیوبند اور علی گڑھ کا سفر کیا اور مولانا یعقوب بن مملوک علی رحمہ اللہ اور مولانا لطف اللہ سے استفادہ کیا اسکے بعد واپس وطن آئے اور مولانا سعادت علی بہاری رحمہ اللہ سے بقیہ کتابتیں پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ حدیث کی تحصیل کے لیے سہارن پور کا سفر کیا اور مولانا احمد علی محدث سہارن پوری رحمہ اللہ سے صحاح ستہ پڑھا اس کے بعد آپ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ دہلی سے آپ امرتسر آئے اور مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کی۔ اور ان سے اکتساب فیض کیا۔ (غزنوی خاندان ص 53)

**آخر عمر میں تصوف کی طرف رجحان بڑھ جانا:** (مولانا ابراہیم آروی رحمہ اللہ کے بارے میں مولانا فضل حسین بہاری لکھتے ہیں کہ)

افسوس کہ ان کی بے وقت موت سے مسلمانوں میں نہ صرف ایک فرد کی کمی ہوگی بلکہ قوم کو من حیث القوم سخت نقصان پہنچا کیونکہ آدمی غایت ہی باخلاص نیک نیت سچے اور جوشیلے تھے۔ جس وقت جو امر حق ان کے ذہن میں ثابت ہو گیا ایک منٹ کے لئے بھی اس پر عمل کرنے میں دیر نہیں کرتے تھے اور نہ اسکی پرواہ کرتے کہ لوگ مضحکہ اڑائیں گئے یا تملون المزاج کہیں گے اسی لئے ان کی نماز اور ان کا وعظ ایسا پراثر تھا کہ اب ان کو نا صرف آنکھیں بلکہ دل ڈھونڈتا ہے، آخر میں طبیعت کا رجحان تصوف کی طرف اور زیادہ ہو گیا تھا عن قریب تبلیغ اسلام کے لئے یورپ، و افریقہ اور امریکہ جانے والے تھے اور تبلیغ احکام کے لئے مصر شام روم اور عراق کا سفر کرنے والے تھے اس نقصان کی تلافی اب اللہ کے ہاتھ میں ہے (الحیاء بعد الحماة: 242)

مولانا رفیع الدین شکرانوی بہاری کا اکتساب فیض:- مولانا رفیع الدین بن بہادر علی بن نعمت اللہ صدیقی مشہور عالم اور محدث تھے 1261ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مولانا محمد احسن گیلانی رحمہ اللہ سے حاصل کی اس کے بعد دہلی کا سفر کیا اور مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے صحاح ستہ، موطا امام مالک اور تفسیر جلالین پڑھیں آپ کے شریک درس سید شریف حسین بن مولانا سید محمد نذیر حسین تھے۔ دہلی سے فراغت کے بعد آپ امرتسر تشریف لے گئے اور مولانا سید عبدالغزنی رحمہ اللہ کی صحبت میں 8 ماہ گزارے اور ان سے اکتساب فیض کیا۔ اور اس کے بعد حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ (مولانا رفیع الدین شکرانوی رحمہ اللہ کے تفصیلی حالات آسمان علم و فضل کے درخشاں ستارے از محمد تنزیل الصدیقی الحسینی ”زیر طبع امام شمس الحق ڈیانوی پبشرزکراچی“ میں شامل ہیں) (غزنوی خاندان ص 57)

مولانا قاضی طلاء محمد خان پشاوری رحمہ اللہ کا اکتساب فیض:- دہلی سے فراغت کے بعد مولانا سید عبدالغزنی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی صحبت اختیار کی اور ان سے اکتساب فیض کیا۔ (غزنوی خاندان ص 57)

مولانا قاضی عبدالاحد خان پوری رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح:- مولانا قاضی عبدالاحد بن مولانا قاضی محمد حسن خان پوری رحمہ اللہ کا شمار علمائے فنون میں ہوتا ہے۔ آپ تمام علوم اسلامیہ میں یکتا روزگار تھے۔ تفسیر حدیث فقہ اور تاریخ میں ید طولی حاصل تھانہ مناظرہ میں بھی ان کو کافی مہارت حاصل تھی۔ تحریر اور تقریر میں اپنی مثال آپ تھے۔ دہلی سے فراغت تعلیم کے بعد امرتسر آئے اور مولانا سید عبدالغزنی رحمہ اللہ کی صحبت میں رہ کر ان سے مستفیض ہوئے۔ مولانا عبدالجید خادم سوہدروی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے برادر بزرگ قاضی محمد اور قاضی محمد یوسف حسین سے پائی پھر دہلی چلے گئے اور حدیث میاں صاحب رحمہ اللہ سے پڑھی عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ کے مرید تھے اس لئے خاندان غزنوی کی حمایت میں مولوی ثناء اللہ صاحب کی مخالفت کرتے رہے اور بہت سی کتابیں لکھیں صاحب قلم اور علم و فضل تھے اسلام کی تبلیغ اور جماعت اہل حدیث کی خدمت میں عمر بسر کر دی۔ (سیرت ثنائی: 373)

مولانا محی الدین عبدالرحمان لکھوی کی بیعت اصلاح:- مولانا محی الدین بن حافظ محمد بن حافظ بابر اللہ لکھوی رحمہ اللہ مشاہیر علماء میں سے تھے۔ بڑے عبادت گزار اور صوفی منش بزرگ تھے مولانا سید عبدالغزنی رحمہ اللہ نے بوقت بیعت آپ کا نام عبدالرحمن تجویز کیا اور آپ رحمہ اللہ محی الدین عبدالرحمان کے نام سے مشہور ہوئے۔

مرشد کی خدمت میں وقت گزارنا:- فراغت تعلیم کے بعد وطن واپس آئے اور اپنے والد بزرگوار کے قائم کردہ مدرسہ محمدیہ میں تدریس شروع کی اسی اثناء میں آپ کو علم آخرت کا شوق پیدا ہوا تین سال کے بعد اپنے ایک خادم کے ہمراہ مولانا سید عبدالغزنی رحمہ اللہ سے ملاقات کیلئے غزنی پایادہ روانہ ہوئے غزنی میں آپ کی ملاقات سید عبدالغزنی رحمہ اللہ سے ہوئی۔ آپ کے خادم نے سید عبدالغزنی رحمہ اللہ سے کہا: ”پدرایں در پنجاب چراغ است“ مولانا سید عبدالغزنی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”انشاء اللہ آفتاب خواهد شد“ آپ نے سید عبدالغزنی رحمہ اللہ کی صحبت میں کافی وقت گزارا۔ اور ان سے اکتساب فیض کیا۔

اصلاح باطن کے لئے علماء کا خدمت میں حاضر ہونا:- بڑے بڑے علماء آپ کی خدمت میں اصلاح باطن کے لئے حاضر ہوتے مولانا محی الدین عبدالرحمان لکھوی رحمہ اللہ بہت بڑے تبحر سنت تھے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے تمام عمر کسی کی غیبت نہیں کی صاحب کمالات بزرگ تھے آسیب زدہ مریض آپ کے پاس حاضر ہوتے اور فوراً شفا یاب ہو جاتے تصنیف و تالیف میں آپ کی تین کتابوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔

1) ترجمہ ربیعین نووی (پنجابی نظم) (2) نماز مترجم (اردو) (3) حاشیہ مسلم الثبوت (عربی)

مولانا محی الدین عبدالرحمان لکھوی رحمہ اللہ نے 12 ذی قعدہ 1312ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کا حصول فیض:- استاد پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ کا شمار ان

جلیل القدر علمائے کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے درس و تدریس کے ذریعہ خدمت اسلام میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ 1267ھ میں قصبہ قرولی تحصیل پنڈ داخان ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ دہلی چلے گئے اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ سے تفسیر حدیث اور فقہ کی تحصیل کی اور شیخ عبدالحق بن فضل اللہ نیوتی سے بھی استفادہ کیا۔ اس کے بعد آپ سید عبدالغزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی خدمت میں دو سال رہ کر کافی فیض حاصل کیا۔

**مسلمک میں تشدد اور تنگ نظری نہ تھی:**۔ مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: آپ ائمہ دین کا بہت احترام کرتے تھے چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام ابوحنیفہ کے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔

شمس العلماء مولانا سید میر حسن سیالکوٹی رحمہ اللہ جو میرے اور ڈاکٹر سر محمد اقبال کے استاد تھے ان کو حافظ صاحب سے بہت عقیدت تھی آپ فرمایا کرتے تھے کہ حافظ صاحب میں ایک خاص کمال ہے۔ کہ مسائل میں آپ تنگ نظر اور تشدد نہیں ہیں۔ اگر سوال و جواب کے سلسلے میں اپنی بات سے رجوع بھی کرنا پڑے تو ہچکچاتے نہیں۔ (تاریخ اہل حدیث 428-429 بحوالہ غزنوی خاندان ص 65)

**میت پر ابر رحمت کا سایہ گلن رہنا (کرامت):**۔ مولانا حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ نے 16 رمضان 1334ھ 16 جولائی 1916ء وزیر آباد میں انتقال کیا۔ مولانا ابو عبداللہ عبید اللہ غلام حسن سیالکوٹی رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سخت گرمی کا موسم تھا جب تک نماز جنازہ ہوتی رہی ابر رحمت نے سایہ کر رکھا تھا آپ کے جنازے پر مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم نے فرمایا کہ:

آج اس زمانہ کا امام بخاری رحمہ اللہ فوت ہو گیا ہے۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ وارفع درجاتہ (تاریخ اہل حدیث: 430 بحوالہ غزنوی خاندان ص 65)

**مولانا غلام نبی الربانی صاحب کرامت بزرگ:**۔ مولانا غلام نبی الربانی بن مولوی محبوب عالم بن حافظ غلام حسین کا شمار مشہور علمائے اہلحدیث میں ہوتا ہے آپ کا شجرہ نسب 29 ویں پشت پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ 23 رمضان 1263ھ کو سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ مولانا حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ صاحب تفسیر محمدی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی خدمت میں تین ماہ رہ کر فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے۔ مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ علم و فضل زہد و ورع اور تقویٰ و طہارت کا نمونہ تھے آپ مرجع خلائق عالم باعمل تھے آپ کا شمار اہل اللہ میں ہوتا ہے صاحب کرامت تھے اور نیک سیرت انسان تھے۔

**حافظ محمد رمضان پشاوری:**۔ مولانا حافظ محمد رمضان رحمہ اللہ کا تعلق پشاور سے تھا غالباً پیدائشی نایب تھا۔ حافظ صاحب زہد و ورع اور تقویٰ و طہارت کا پیکر تھے عشرہ میں پورا قرآن مجید تہجد کی نماز میں ختم کرتے قرآن پاک بڑی عمدگی سے پڑھتے کہ اکثر صبح کی نماز میں اکثر ہندو سکھ اور راہ گزرا آپ کا قرآن مجید سننے کے لیے ٹھہر جاتے۔ تعبیر خواب کا آپ کو اللہ تعالیٰ نے خاص ملکہ عطا فرمایا تھا پشاور کے ایک متقی عالم آغا محمد شاہ مرحوم نے آپ سے اپنی بیوی کا خواب بیان فرمایا کہ وہ پتنگ اڑ رہی ہیں اور دونوں پتنگوں کی ڈوری کا دھاگہ ٹوٹ گیا ہے اور نظر سے اوجھل ہو گئے ہیں حافظ صاحب نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لو آغا صاحب کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے انتقال کر گئیں یہی خواب کی تعبیر تھی (غزنوی خاندان ص 69)

**مولانا سید عبدالغزنوی کی اولاد و احفاد:**۔ مولانا سید عبدالغزنوی رحمہ اللہ نے ایک صالحہ خاتون سے شادی کی تھی جن سے 27 اولاد ہوئیں 12 لڑکے 15 لڑکیاں۔

**مولانا عبداللہ بن عبداللہ غزنوی خلیفہ و جانشین:**۔ مولانا عبداللہ بن عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ (امام اول) مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد ان کے جانشین اور خلیفہ ہوئے مولانا عبداللہ بن عبداللہ نے حدیث کی تعلیم شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے حاصل کی تھی۔ (ص 75)

**مولانا عبدالجبار غزنوی جانشین اور خلیفہ:**۔ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے مولانا



عبداللہ بن عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ ان کے خلیفہ اور جانشین مقرر ہوئے لیکن دو سال کے بعد انہوں نے سفر آخرت اختیار کیا تو مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ (امام ثانی) ان کے جانشین ہوئے۔ مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ 1268ھ میں غزنی میں ایک مقام صاحبزادہ میں پیدا ہوئے تعلیم کا آغاز گھر سے ہوا اپنے بھائی مولانا محمد بن عبداللہ غزنوی، مولانا احمد بن عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے دینی علوم کی تحصیل کی اور اپنے والد سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے روحانی اور علمی فیض حاصل کیا۔

**چشمہ معرفت پر سالکین کی حاضری:** مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام اہل توحید منیع آثار سلف و صالحین، عارف باللہ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ جب غزنی سے پنجاب تشریف لائے اور امرتسر میں سکونت پذیر ہوئے تو توحید و سنت کی اشاعت اور بدعات اور مشرکانہ رسوم سے پاک اسلام کی تبلیغ کا بے پناہ جذبہ جو آپ رحمہ اللہ کے دل میں موجزن تھا اس نے چند دنوں میں ایک ایسی صورت حال پیدا کر دی کہ امرتسر مرجع عوام و خواص بن گیا آپ کے حلقہ پند و نصائح میں شریک ہو کے آپ رحمہ اللہ کی اقتداء میں نماز پڑھتے اور کیفیت خشوع حاصل کرنے اور آپ رحمہ اللہ کے فیضانِ محبت سے مستفیض ہونے کے لیے صلحاء اور علماء دور دور سے حاضر ہو کر اس چشمہ ہدایت و معرفت سے اپنی روح کی تسکین اور قلب کی تطہیر حاصل کرتے آپ رحمہ اللہ کے صاحبزادگان میں سے مولانا عبداللہ، مولانا محمد، اور والد بزرگوار مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ قرآن و حدیث کا درس دیتے اس کیفیت اور علم و بصیرت کے ساتھ معرفت کا ذرا حاصل ہوتا تھا عارف باللہ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے واصلِ بحق ہونے کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے مولانا عبداللہ بن عبداللہ ان کے خلیفہ مقرر ہوئے آپ تھوڑا عرصہ زندہ رہے اور ان کی وفات کے بعد والد بزرگوار مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ منصبِ خلافت و امامت پر فائز ہوئے آپ کے عہد مبارک میں روحانی فیوض و برکات حاصل کرنے والوں کا حلقہ بہت وسیع ہو گیا آپ کے علم و فضل کے چرچے پنجاب سے گزر کر ہندوستان بلکہ بلاد عرب تک جا پہنچے اور اس طرح آپ رحمہ اللہ کے شاگرد تمام ملک بلکہ بیرون ملک میں بھی پھیل گئے، آپ رحمہ اللہ نے اپنے عہد مبارک میں مسجد غزنویہ کی درسگاہ کو باقاعدہ دارالعلوم کی شکل میں تبدیل کر دیا اور اس کے لیے ایک نظام قائم کر دیا۔ امام صاحب نے اپنی فراست ایمانی اور بصیرت قلبی کی برکت سے وقت کی اہم ترین ضرورت کو محسوس کیا علوم کتاب و سنت اور دیگر علوم دینیہ کی تعلیم کے لئے ”دارالعلوم تقویۃ الاسلام“ کے نام سے ایک ایسی درسگاہ قائم کی جو پنجاب میں علمی اور روحانی فیوض کے لحاظ سے عدیم النظیر اور بے مثال تھی۔ (داؤد غزنوی 450، بحوالہ غزنوی خاندان ص 76)

**مولانا عبدالواحد کی خلافت:** مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے انتقال 1331ھ کے بعد مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے ناظم اور اسکے ساتھ منصبِ خلافت پر فائز ہوئے آپ امام محدث تھے۔ 1930ء میں مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ نے وفات پائی۔

**مولانا عبدالجبار غزنوی کا ذوق تصوف:** مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ علم و فضل کے اعتبار سے بہت ارفع و اعلیٰ تھے۔ مولانا سید عبدالحسنی لکھتے ہی کہ آپ بڑے عالم اور محدث تھے آپ کی جلالت شان اور ولایت پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے۔ دنیا اور اہل دنیا سے الگ تھلگ رہتے تھے اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے اور مخلوق کو اللہ کی طرف بلانے میں مشغول رہتے اللہ کا ذکر بڑی باقاعدگی اور یکسوئی سے کرتے اور ذکر کے دوران ان پر بڑی کیفیت طاری رہتی تھی میں نے امرتسر میں کئی بار ان کی زیارت کی میں نے انہیں سلف صالحین کے مسلک پر پایا۔ وہ علماء ربانی میں سے تھے فتویٰ دیتے وقت وہ کسی معین مسلک کا التزام تو نہ کرتے تھے لیکن ائمہ مجتہدین سے سونے ظن نہ فرماتے تھے ان کا ذکر ہمیشہ اچھے الفاظ میں کرتے۔ (نزہۃ النواظر: 219/8-218، بحوالہ غزنوی خاندان ص 79)

سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بچپن سے جن صادق العقیدہ متبع سنت بزرگوں اور خاصانِ خدا کا نام عظمت و عقیدت کے ساتھ کان میں پڑھا ان میں مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اور ان کے خلف الرشید مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ تھے۔

مولانا عبدالحمید خادم سوہدروی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ الملقب بہ امام صاحب بڑے عالم فاضل جامع معقول و منقول، خاندان غزنویہ کے روشن چراغ اور مدرسہ غزنویہ تقویۃ الاسلام کے بانی اول صاحبِ نسبت صاحبِ دل اولیاء اللہ

میں شمار ہوتے تھے اپنے والد عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ کے جانشین تھے۔

## مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی دو کرامات

مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ صاحب کمالات و کرامات تھے مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ نے اپنے مضمون مولانا سید محمد داؤد غزنوی واقعات و تاثرات میں مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی دو کرامات کا ذکر کیا ہے مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ

**پہلی کرامت:**۔ فیروز وٹواں کے ملک احمد نمبر دار نے مجھ سے بیان کیا کہ میں 18 سال کی عمر کا تھا مجھے گنٹھیا کا مرض لاحق ہو گیا۔ والد نے بہت علاج کرائے آرام نہیں آیا۔ کسی نے بتایا کہ امرتسر میں ایک بزرگ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ رہتے ہیں وہ دعا کرتے ہیں اور لوگ صحت یاب ہو جاتے ہیں اسی زمانے میں گھوڑی کے سوا اس گاؤں میں امرتسر جانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا چنانچہ گھوڑی کی شکل میں والد نے مجھے گھوڑی پر لدا۔ ہم امرتسر غزنویہ میں پہنچے تو فجر کی نماز ہو رہی تھی والد نے مجھے اٹھایا اور مسجد کے صحن میں رکھ دیا گھوڑی باہر باندھی اور خود وضو کر کے جماعت میں شریک ہوئے جو بزرگ امامت کر رہے تھے وہ اس درد سوز سے قرآن مجید پڑھ رہے تھے کہ دل ان کی طرف کھینچا جاتا تھا نماز کے بعد انھوں نے میری طرف دیکھا ادھر والد صاحب نے آگے بڑھ کر دعا کی درخواست کی انہوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے جیسے جیسے وہ دعا مانگ رہے تھے یوں احساس ہوتا تھا جیسے میرے جوڑوں کی بندش کھل رہی ہے تین دن ہم وہاں رہے اور اللہ کے فضل سے میں تندرست ہو کر واپس آیا اب جسمانی حالت کے ساتھ ساتھ ہماری روحانی دنیا بھی بدل چکی تھی اس لیے کہ ہم ان کے مرید تھے اور وہ ہمارے مرشد۔

**دوسری کرامت:**۔ دوسرا واقعہ مولانا بھٹی صاحب نے اس طرح لکھا ہے کہ ”الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے قبولیت دعا کے سلسلے کے بہت سارے واقعات عوام اور ان کے عقیدت مندوں میں مشہور ہیں اس ضمن میں ایک عجیب و غریب واقعہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ بھی اور ایک مدرسی بزرگ عزیز اللہ (گھڑی ساز) نے بھی بیان کیا۔ عزیز اللہ صاحب 1958ء میں اپنے عزیزوں سے ملاقات کے لیے مدراس سے کراچی آئے۔ کراچی سے لاہور آئے اس سفر کا مقصد محض مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ اور ارکان جماعت سے ملاقات تھا وہ ”الاعتصام“ کے خریدار تھے سیدھے دفتر میں آئے اور اپنا نام اور پتہ بتایا۔ میں ان کے نام سے واقف تھا بحیثیت مدیر ”الاعتصام“ وہ مجھ سے آشناء تھے۔ میں نے ان کو اعزاز سے بٹھایا اور مدراسی ہونے کی وجہ سے کھانے کے لیے مچھلی پیش کی مولانا اس روز لاہور سے باہر تشریف لے گئے تھے، میں نے مولانا کے ساتھ ان کی عقیدت کی وجہ پوچھی تو انھوں نے بتایا کہ ایک عرصہ ہو مدراس سے دو آدمی چمڑے کی تجارت کے لیے امرتسر آئے ان کے ساتھ ایک مدرسی ملازم بھی تھا جس کا نام اسماعیل تھا اسماعیل فجر کی نماز روزانہ الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء و امامت میں ادا کرتا ایک روز انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہاں کے رہنے والے ہو؟ اور یہاں کیا کام کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا میرا نام اسماعیل ہے مدراس کا رہنے والا ہوں اور دو مدرسی سیٹھوں کے ساتھ ملازم کی حیثیت سے یہاں آیا ہوں اس کی یہ بات سن کر امام صاحب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے عزیز اللہ نے اس کے بعد مولانا داؤد غزنوی نے بتایا کہ اسماعیل کہا کرتا تھا امام صاحب دعا مانگ رہے تھے اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ گویا کہ دولت میری جھولی میں گر رہی ہے نماز اور دعا کے بعد واپس گھر گیا تو سیٹھوں نے کہا اسماعیل تم بہت عرصے سے ہمارے ساتھ ہو ہم نے تم کو دیانتدار مانتی اور امین پایا ہے لہذا آج سے ہم نے تمہیں اپنے کاروبار میں شریک کر لیا ہے اور تمہارا خاص حصہ مقرر کر دیا ہے اپنے حصے کی رقم تم نقد ادا نہیں کرو گے بلکہ تمہارے حصے کے منافع سے وضع ہوتی رہے گی اس کے بعد چند مہینوں میں وہ اس درجہ امیر ہو گیا کہ اسماعیل سے کا کا اسماعیل بن گیا کا کا مدراس کی زبان میں سیٹھ کو کہتے ہیں کا کا اسماعیل نہایت نیک آدمی تھے انہوں نے صوبہ مدراس کے ضلع ادکاٹ میں کئی ایکٹرز مین خریدی اس کو آباد کیا اور اس کا نام محمد آباد رکھا اور وہاں ایک بہت بڑا اسلامی دارالعلوم قائم کیا جو اب تک کامیابی سے چل رہا ہے اور ہندوستان کے مشہور اسلامی مدارس میں سے ہے مولانا نے بتایا کہ اس دارالعلوم کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد میں مجھے باقاعدہ شرکت کی دعوت دی جاتی تھی میں جاتا تو کا کا اسماعیل اور ان کے خاندان کے لوگ انتہائی احترام سے پیش آتے اور یہ واقعہ ضرور بیان کرتے۔ (داؤد غزنوی 134 ص 83 بحوالہ غزنوی خاندان ص 82)

**مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ:-** مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ (امام ثالث) مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد منصب خلافت پر فائز ہوئے مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ نہایت صالح اور مخلص و متقی اور دیندار انسان تھے نماز بڑے خشوع و خضوع سے پڑھا کرتے تھے جس سے خشیت الہی طاری ہو جاتی دعا میں تضرع و زاری ہوا کرتی تھی جس کا حاضرین پر بھی خاص اثر ہوتا تھا۔ 1926ء میں سلطان ابن سعود و ائی سعودی عرب نے مؤتمر عالم اسلامی کا اجلاس مکہ معظمہ میں طلب کیا۔ تو اس میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تو اس اجلاس میں مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی قیادت میں جو چار رکنی وفد شرکت کے لئے مکہ معظمہ گیا اس میں مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ بھی شامل تھے دوسرے دو ارکان آپ کے صاحبزادے مولانا سید اسماعیل غزنوی رحمہ اللہ اور حافظ حمید اللہ دہلوی رحمہ اللہ تھے۔ مولانا قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ نیکی، خلوص للہیت ذکر و فکر عبادت اور ریاضت اور وظائف دعوت و ارشاد ترقی قلب و طہارت نفس اصلاح باطن میں اپنے باپ کے نقش قدم پر تھے۔

**فیوض و برکات:-** مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کی عبادت میں جذبہ تھا، گفتگو میں سوز تھا خطبات جمعہ میں کشش تھی دور دور سے لوگ آکر ان کے خطبات جمعہ سے فیوض و برکات حاصل کرتے۔

**مولانا احمد علی لاہوری کا اقتداء میں نماز پڑھنا:-** مولانا احمد علی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میں فجر کی نماز مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں نہ پڑھ لوں اور آپ کا درس قرآن نہ سن لوں مجھے سکون و چین نہیں ملتا۔ مولانا احمد علی رحمہ اللہ جب تک حیات رہے عیدین کی نماز ہمیشہ غزنوی علماء کی اقتداء میں پڑھیں اور آخر میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ فروری 1962ء میں انتقال کر گئے دسمبر 1963ء میں مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے انتقال کیا۔ (غزنوی خاندان: ص 89)

**مولوی سید رفیع الدین کا تحصیل حدیث:-** مولانا سید رفیع الدین بخاری سوہدروی رحمہ اللہ مسلک حنفی دیوبندی تھے مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ کے شاگرد تھے مگر حدیث کی تحصیل آپ نے مولانا عبدالغفور غزنوی رحمہ اللہ سے کی۔

**مولانا داؤد غزنوی کا مسلک اور ائمہ کا ادب:-** مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ خالصتاً سلفی المسلمک تھے کتاب و سنت پر سختی سے عامل تھے اس میں کسی قسم کی مداہنت کے قائل نہ تھے تاہم ائمہ دین کا بہت احترام کرتے تھے اور انکی دینی و علمی خدمات کے معترف تھے۔ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ ائمہ دین نے جو دین کی خدمت کی ہے امت قیامت تک ان کے احسان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی ہمارے نزدیک ائمہ دین کے لیے جو شخص دل میں سوئے ظن رکھتا ہے یا زبان سے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے یہ اس کی شقاوت قلبی کی علامت ہے اور میرے نزدیک اسکے سوء خاتمہ کا خوف ہے ہمارے نزدیک ائمہ دین کی ہدایت و درایت پر امت کا اجماع ہے۔

(داؤد غزنوی ص 273 بحوالہ غزنوی خاندان 110)

**مولانا داؤد غزنوی کا ذوق تصوف:-** مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ ان علمائے کرام جو مقام طریقت و سلوک سے آشناء تھے ان کی صحبت میں بیٹھنے میں اپنی سعادت سمجھتے تھے بالخصوص مولانا عبدالقادر رائے پوری، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا محمد علی مدنی لکھوی، مولانا حافظ محمد گوندلوی، صوفی عبداللہ (ماموں کا نجن) اور میاں محمد باقر رحمہم اللہ جمعین۔

مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کا تعلق ایک علمی خاندان سے تھا آپ مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے فرزند مولانا سید عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کے بھتیجے اور سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے پوتے تھے اس لیے تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام آپ کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے، مولانا غزنوی رحمہ اللہ خود بھی علمائے کرام کا بہت احترام کرتے تھے اور اپنے سامنے کسی عالم خواہ وہ کسی مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہو اس کے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتے تھے (غزنوی خاندان ص 114)

**جماعت اہل حدیث کی تنظیم:-** دسمبر 1906ء میں مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی تجویز پر آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس

سے متحدہ ہندوستان کی جماعت اہلحدیث کی ایک تنظیم قائم ہوئی اور اس سلسلے میں آ رہ (بہار) میں جماعت اہلحدیث کے علمائے کرام جمع ہوئے اور متفقہ طور پر صرف دو عہدے دار منتخب کئے گئے۔ ایک صدر اور ناظم اعلیٰ۔

صدر، مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری رحمہ اللہ (م 22 نومبر 1918ء) ناظم اعلیٰ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری (م 15 مارچ 1948ء) کی تنظیم کا ملک میں تعارف کروانے کے لئے ایک تین رکنی کمیٹی بنائی گئی جس میں درج ذیل حضرات شامل تھے۔

1 مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ (م اپریل 1919ء)۔ 2 مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ (م 15 مارچ 1948ء)۔

3 مولانا محمد ابراہیم میرسیالکوٹی رحمہ اللہ (م 12 جنوری 1956ء)

ان علمائے کرام نے پورے ملک ہندوستان میں جماعت اہلحدیث کو متعارف کرایا۔ آل انڈیا اہل حدیث کے مختلف شہروں مثلاً امرتسر ملتان گوجرانوالہ بنارس آگرہ اور منونا بجنن وغیرہ میں سالانہ جلسے ہوئے ان میں اکثر جلسوں کی صدارت مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ نے فرمائی۔

پنجاب سے مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے علاوہ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ مولانا محمد اسماعیل السلفی رحمہ اللہ مولانا عبد الجبیر سدودوی اور مولوی محمد حنیف ندوی رحمہم اللہ اور دیگر کئی علماء کرام شرکت فرماتے رہے۔

**جامعہ سلفیہ کا قیام:**۔ 3-4 اپریل 1955ء کو جمعیت اہلحدیث کی سالانہ کانفرنس لائل پور میں مولانا سید اسماعیل غزنوی رحمہ اللہ کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک دارالعلوم قائم کیا جائے اور یہ قرار دیا گیا کہ ایک دارالعلوم قائم ہونا چاہئے اور جب اس کا نام زیر غور آیا تو مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ نے جامعہ سلفیہ نام تجویز کیا۔

**جامعہ سلفیہ کمیٹی:**۔ جامعہ سلفیہ کے قیام کے بعد اس کے انتظام و انصرام کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی اس کمیٹی کے صدر مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ تھے ارکان کمیٹی یہ تھے۔ مولانا محمد اسماعیل السلفی، حاجی محمد اسحاق حنیف، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف، مولانا محمد اسحاق چیمہ، مولانا عبید اللہ احرار، مولانا محمد صدیق، مولانا محمد حنیف ندوی، میاں فضل حق، میاں عبدالجبار مالواڈہ رحمہم اللہ وغیرہم۔ (غزنوی خاندان ص 122)

**داؤد غزنوی رحمہ اللہ اور محمود غزنوی:**۔ مولانا ابوالکلام آزاد 1940ء میں آل انڈیا نیشنل کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے اور 1946ء

تک آپ صدر رہے مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ 1945ء میں پنجاب کانگریس کے صدر منتخب ہوئے اور یہ دونوں بڑے زوردار لیڈر تھے۔

**پابند نوافل و وظائف:**۔ مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ اخلاق و عادات کے اعتبار سے بہت بلند تھے ذرا الہی بڑی کثرت سے کرتے تھے تہجد کی نماز تمام زندگی نہیں چھوڑی، نماز باجماعت ادا کرتے تھے، نماز فجر نماز مغرب اور نماز عشاء کے بعد دیر تک وظائف میں مشغول رہتے۔

**دیگر مسالک کا احترام:**۔ سید ابوبکر غزنوی مرحوم لکھتے ہیں کہ وہ ایک واضح مسلک رکھتے تھے اور زندگی بھر پورے یقین اور اذعان کے ساتھ ساتھ اس مسلک کا پرچار کرتے رہے مگر دوسروں کے عقائد و افکار کی تضحیک نہیں کرتے تھے تمام جماعتوں کے علماء کے ساتھ بڑی عزت و احترام کیساتھ پیش آتے۔ (داؤد غزنوی: 289 بحوالہ غزنوی خاندان ص 133)

**مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ مشاہیر کی نظر میں:**۔ مولانا سید داؤد غزنوی مرحوم و مغفور ایک بلند پایہ عالم دین، فصیح البیان خطیب و مقرر، صاحب فکر و نظر مورخ، محقق، ادیب، مدبر، مذہبی و سیاسی رہنما، صحافی، دانشور، محدث اور متکلم و معلم تھے۔ برصغیر پاک و ہند کے ممتاز اہل علم و قلم اور تمام مکاتب فکر کے جید علمائے کرام ان کے علمی تجربہ و تدبر و بصیرت کے معترف تھے ذیل میں برصغیر کے چند اہل قلم کے تاثرات درج کئے جاتے ہیں جو انہوں نے آپ رحمہ اللہ کے بارے میں فرمائے۔

**مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کی وضاحت:**۔ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی عظیم خصوصیت یہ تھی کہ ان کا ظرف بہت وسیع تھا انتہائی

وسعت قلب کے مالک تھے۔ ایک خاص مسلک فقہ کے پابند ہونے کے باوجود تعصبات سے ان کا دل صاف تھا۔ مولانا احمد علی رحمہ اللہ سے ان کے تعلقات بہت گہرے تھے ان کی وفات پر فرمایا: آج دین کا ایک ستون گر گیا ہے اور میرے قریبی رفقاء میں ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جو کبھی پر نہ ہو سکے گا۔ مولانا داؤد رحمہ اللہ کو مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ سے خاص لگاؤ تھا ہفتہ عشرہ بعد نماز عصر کے بعد مفتی صاحب کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان سے مسائل تصوف اور دیگر مسائل پر گفتگو فرماتے۔ مولانا غزنوی رحمہ اللہ مولانا سید مودودی صاحب مرحوم کا بہت احترام کرتے اور مجموعی اعتبار سے ان کی خدمات کو سراہتے اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ (داؤد غزنوی: 144-145 بحوالہ غزنوی خاندان ص 139)

**مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح:-** مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ ایک جید عالم اور ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ میری ان سے شناسائی غالباً 1931ء میں ہوئی اخبار اہلحدیث امرتسر میں میرے مضامین شائع ہوتے رہتے تھے اور ان کی نظر سے گزرتے تھے سو ہمدرد کے مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ (جد امجد مولانا عبدالمجید سوہدروی) میرے دادا مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے مرید خاص تھے۔ (غزنوی خاندان ص 143)

**مولانا عبداللہ غزنوی کے مرید خاص:-** مولانا غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا: سوہدروہ کو اچھی طرح جانتا ہوں وہاں ایک عالم دین مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ (جد امجد مولانا عبدالمجید سوہدروی) تھے جو میرے دادا عارف باللہ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ مرحوم و مغفور کے مرید خاص تھے۔  
**مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کا تعارف:-** مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ 1927ھ میں امرتسر میں پیدا ہوئے دینی تعلیم کا آغاز اپنے والد بزرگوار مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ سے کیا دنیاوی تعلیم میں ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی اور ایل ایل بی، کی ڈگریاں حاصل کیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں اسلامیات کے پروفیسر مقرر ہوئے اس کے بعد آپ کو اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کا وائس چانسلر مقرر کیا گیا۔ مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کو مولانا سلفی رحمہ اللہ کی جگہ جماعت اہلحدیث کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔  
**مولانا ابوبکر غزنوی اور مفکر اسلام:-** مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ بڑے علم دوست عالم دین تھے ان کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا برصغیر پاک و ہند کے نامور عالم دین بین الاقوامی شہرت کے مالک مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مرحوم و مغفور سے آپ کے دوستانہ تعلقات تھے مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ سید صاحب مرحوم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

تقسیم ملک کے بعد ایک مرتبہ میں لاہور میں حاضر ہوا تو ہمارے فاضل مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب اور ان کے رفقاء نے ازراہ محبت جامعہ سلفیہ میں میرے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کی اور اپنی جماعت کے ممتاز لوگوں اور فضلاء ندوہ کو مدعو کیا، میں حاضر ہوا تو میری حیرت و ندامت کی انتہا نہیں رہی کہ مجھے وہاں ایک سپانٹامہ پیش کیا گیا اور مولانا داؤد غزنوی صاحب رحمہ اللہ جو میرے استاد اور بزرگوں کی صف میں تھے خود پڑھا۔ یہ ان کی بے نفسی اور تواضع کی انتہا تھی اور اس سے اس تعلق کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ جوان کو سید صاحب رحمہ اللہ اور ان کے خاندان اور مسلک سے تھا۔ 1962ء میں جس سال رابطہ عالم اسلامی کی بنیاد پڑی وہ حج کرنے آئے تھے رابطہ کیلئے اجلاس میں بھی وہ شریک ہوئے اور اس کے رکن منتخب ہوئے، مدینہ طیبہ کے ہوٹل میں ان کی خدمت میں کئی بار حاضری ہوئی اور وہاں ان کو قلمی دورہ پڑا طبی امداد بروقت پہنچی اللہ نے فضل فرمایا اور وہ بخیریت لاہور واپس ہوئے یہ انکی آخری زیارت و ملاقات تھی جو نصیب ہوئی۔

لاہور کے قیام کے زمانے میں ان کے صاحبزادے مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ سے تعارف ہوا وہ اس وقت غالباً اسلامیہ کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر تھے معلوم ہوا کہ ان کو عربی ادب کا بڑا اچھا ذوق ہے خاندانی اثرات ان میں آئے ہیں طبیعت میں بڑی صلاحیت دین کا ذوق اور مردان خدا کی تلاش اور اصلاح حال اور ترقی باطن کی فکر رہتی ہے میں نے براہ راست یا کسی واسطے سے اپنی عربی کی بعض تصنیفات پیش کی بڑی مسرت کا اظہار کیا اور اندازہ ہوا کہ عربی کا صحیح ذوق رکھتے ہیں (غزنوی خاندان ص 156)

## نام کتاب :- نعت چراغاں .... مصنف :- لالہ صحرائی

### مسک اہلحدیث میں ذوق شاعری

طیبہ سے روانگی کا غم :-

جب میں طیبہ سے واپس روانہ ہوا  
میں چلا ہوں موجہ سے تو یک بیک  
ان کے روضے سے جب ہو رہا تھا وداع  
حب آقا سے پایا جو جاں نے گداز  
کل ہی آیا ہوں طیبہ سے گولوت کر  
ہے خدا اپنی یکتائی میں بے مثال  
جھوم اٹھے مری نعت پر اہل دعا  
ساتھ حب نبی کا خزانہ ہوا  
مجھ گدا کا رویہ شہانہ ہوا  
نقش پھر دل پہ اک جاودانہ ہوا  
گریے کا خوبصورت بہانہ ہوا  
عشق یہ کہتا ہے اس کو زمانہ ہوا  
اس کا محبوب بھی ہے یگانہ ہوا  
میرا انداز جب والہانہ ہوا

اندھیرے ہٹ گئے جاں سے جو آیا ہوں مواجہ پر :-

میں لے کر آیا ہوں طیبہ سے سوغات کیا کہنا  
چمک اٹھی ہیں جان و دل کی کیفیات کیا کہنا  
درخشاں لمحہ ہے اک زندگی سے بات کیا کہنا  
مگر ہے موتیوں کی آنکھ میں بہتات کیا کہنا  
مصور ہو گئے سادہ تھے جو جذبات کیا کہنا  
ہے اجلی آنسوؤں سے دھل کے میری ذات کیا کہنا  
جو پہنچا ہوں تجلی گاہ طیبہ میں بفضل رب  
اندھیرے ہٹ گئے جاں سے جو آیا ہوں، مواجہ پر  
عمل کی جیب گو خالی ہے، بازار مدینہ میں  
اتر آیا ہے عکس روضہ اب باطن کے شیشے پر

اسم اعظم کو فقط نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم جانو

جب بھی رخ میں نے کیا نعت کے میخانوں کا  
گنبد خضرا ہے شاداب و معطر کتنا  
شکریوں میں کروں اللہ کے احسانوں کا  
ہیں جو دیوانے رواں جانب شہر طیبہ  
اسم اعظم کو فقط نام محمد جانو  
آہ وہ دن گزارے تھے مدینے میں نے  
دید گنبد کے تھی ہمراہ درودوں کی صدا  
راحت جان حزیں حب پیسیر کا فروغ  
مرحبا نعت کے گلزار میں آپہنچا ہوں  
زیست کی شب میں مدینے کا گجر ہونے تک  
حب آقا کی جو پھوٹی مری جاں میں کونیل  
دور پایا ہے وہاں عشق کے پیمانوں کا  
گویا جھرمٹ ہے یہ دنیا کے گلستانوں کا  
اک نیا کنگرہ بنوں نعت کے ایوانوں کا  
اصل میں قافلہ ہے عشق کے فرزانوں کا  
سرسبد گل ہے یہ نورانی گلستانوں کا  
پھلا پھولا تھا چمن واں مرے ارمانوں کا  
خوب مصرف تھا مری آنکھوں کا اور کانوں کا  
اثر اس پر نہیں آلام کے طوفانوں کا  
میں تھا اک بھکا ہوا راہی بیابانوں کا  
کاش میں زندہ رہوں دل میں سحر ہونے تک  
اشک مدحت سے پلا وہ شجر ہونے تک

# نعت کہکشاں

لالہ صحرائی

ناشر

لالہ صحرائی فاؤنڈیشن \* صادق آئی کلینک  
۱۶ خان میڈیکل سٹی، نیشنل روڈ ملتان

## یادداشت

کتاب \_\_\_\_\_ نعت کہکشاں  
مصنف \_\_\_\_\_ لالہ صحرائی  
کتابت \_\_\_\_\_ جناب رحمت علی انصاری  
ترتیب و سرورق \_\_\_\_\_ جناب بشیر موجد  
صفحات \_\_\_\_\_ ۱۷۶  
ناشر \_\_\_\_\_ لالہ صحرائی فاؤنڈیشن ملتان  
طابع اول \_\_\_\_\_ 2005  
بیانی پرنٹرز \_\_\_\_\_ فون نمبر: 7357430

یہ کتاب مصنف کی طرف سے بلا قیمت  
تقسیم کرنے کی خاطر شائع کی گئی

”سرمہ مفت نظر ہوں، امری قیمت یہ ہے“  
چتر قاری یہ کھلے حُبِ پیغمبر کی ضیاء

## یادداشت

نام کتاب \_\_\_\_\_ نعت سویرا  
مصنف \_\_\_\_\_ لالہ صحرائی  
کتابت \_\_\_\_\_ رحمت علی ملتان  
ترتیب و سرورق \_\_\_\_\_ جناب موجد  
صفحات \_\_\_\_\_  
ناشر \_\_\_\_\_  
طابع بیانی پرنٹرز ریڈی گن روڈ، لاہور  
بار \_\_\_\_\_ اول  
قیمت \_\_\_\_\_  
(جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ)

یہ کتاب مصنف کی طرف سے بلا قیمت تقسیم کرنے کی خاطر شائع کی گئی

# نعت سویرا

لالہ صحرائی

ناشران

رضوان اسلام نیوز ایجنسی  
شوکت بازار جہانیاں - ضلع خانیوال

اپنی نسبت پہ ہوں نازاں کہ سرعجز و نیاز  
میرے افلاس عمل کا ہو مداوا یارب

سنگ در ان کا رہا تھا ، مرا سر ہونے تک  
نعت کہتا رہوں لفظوں کے گہرے ہونے تک

عشق احمدؑ فنا نہیں ہوتا:-

عشق احمدؑ فنا نہیں ہوتا	عشق یہ بے وفا نہیں ہوتا
نعت آنسو نہ لائے جو ہمراہ	میرا وہ ماجرا نہیں ہوتا
گر نہ دلوائے ساحل طیبہ	ناخدا ناخدا نہیں ہوتا
جس کی منزل نہ ہو دیار نبیؐ	سیدھا وہ راستہ نہیں ہوتا
جو اطاعت کرے نہ آقاؐ کی	شخص وہ پارسا نہیں ہوتا
خود چلے جو نہ راہ احمدؑ پر	جانو وہ رہنما نہیں ہوتا
جس میں عکس رضائے رب نہ ملے	طیبہ کا آئینہ نہیں ہوتا

نام کتاب:- نعت کہکشاں..... مصنف:- لالہ صحرائی

روضہ اقدس پرندامت بھری حاضری:-

آیا ہوں ترے در پہ میں آقا، زہے نصیب	گھر میرا، تیرے روزے کا سایہ، زہے نصیب
آئی نسیم ، شہر پیمبر سے ، مُشک بار	مہکا ہے میری جان کا صحرا ، زہے نصیب
ابر کرم جو آیا مدینے سے جھومتا	کشت حیات پر مری برس ، زہے نصیب
آئی جو چھو کے سبزہ گنبد ، صبائے عشق	بوٹا ہے میری رُوح کا لہکا، زہے نصیب
میت مری بجانب مرقد، رواں ہو جب	عاشق نبیؐ کے دیں اسے کاندھا، زہے نصیب
آئے نبیؐ جو حشر میں ان کے قدم لئے	چوما ہے میں نے چاند کا چہرہ ، زہے نصیب
حضرتؐ کے نوری اُسوہ کے تابندہ عکس سے	کردار میرا ہو گیا اُجلا، زہے نصیب
کشتکول لے کے آیا ہوں خالی، مدینے میں	بھر جائے گر، یہ پیش مولجہ، زہے نصیب
روضے پہ جب میں آیا، مرادل تھا خشک خشک	سیلاب گریہ آنکھ سے اُٹا، زہے نصیب
سویا ہوا تھا یہ، پہ ٹھوکوں سے نعت کے	میرا نصیب شوق سے جاگا، زہے نصیب

(ص: 17)

میں بے سرو ساماں نہیں طیبہ کے سفر میں:-

داخل ہو جو طیبہ کی صبا یاد کے در میں	پھر تازگی آجاتی ہے مدحت کے ہنر میں
ہے رخت سفر میرا حضوری کی تمنا	میں بے سرو ساماں نہیں طیبہ کے سفر میں
آیا ہوں مدینے تو ہوا طرفہ یہ احساس	گو دُور ہوں میں گھر سے پر آیا ہوں میں گھر میں
خوشید کا کشتکول ہے پُر، انؐ کی عطاء سے	آقاؐ ہی کی خیرات ہے داماں قمر میں



طیبہ کی فضا اصل میں خمیہ ہے ضیاء کا  
مدن طے اے کاش، مدینے ہی میں جا کر  
رہتا ہوں مگن نعت سرائی میں ہمیشہ  
ہے نور ہویدا یہاں آثار سحر میں  
سودا یہ سما یا ہے مرے عشق کے سر میں  
کچھ اور نہیں کام سفر اور حضر میں

(ص:19)

طیبہ میں قیام کی آرزو:-

آگیا رُوئے نبی ﷺ پر جو جلال، اچھا ہے  
اُن کی مدحت کے سبب ان کی اطاعت کے سبب  
مل گیا طیبہ میں رُکنے کا بہانہ مجھ کو  
گھل گیا ہے جو ستاروں میں گلال اچھا ہے  
حُب دُنیا پہ جو آیا ہے زوال، اچھا ہے  
میں ہوا ہجر کے صدمے سے ٹڈھال اچھا ہے

(ص:36)

کھل جائے اب چشم تصور ان ﷺ کا روضہ دیکھوں:-

مصرف ہے آنکھوں کا یہی، میں شہر طیبہ دیکھوں  
روز محشر چمکانے کو میرا بخت تیرہ  
ان ﷺ کی سیرت کے نقشے کا ہر خط نورانی  
کھڑا ہوں جا کے پیش مولجہ، بن کے مجسم آنسو  
میری بصارت اور بصیرت اور بھی ہوں گی روشن  
میچتا ہوں، میں آنکھیں، مولا اتنا کرم فرمادے  
چشم فلک یہ کہتی ہے اللہ سے بصیرت کو پا کر  
رکھوں میں سیرت آقا ﷺ کا آئینہ، اپنے آگے  
قلم اٹھاؤں جب بھی مدحت سرور دین کی خاطر

اس شہر کی خوش بختی کا تارا، گنبد خضرا دیکھوں  
کب اٹھتی میری جانب چشم آقا ﷺ، دیکھوں  
چشم بصیرت سے دیکھوں تو خلد کا جلوہ، دیکھوں  
عشق نبوی ﷺ کے آئینے میں اپنا سراپا، دیکھوں  
ان ﷺ کا روضہ جب دیکھوں تو رُکا منع دیکھوں  
کھل جائے اب چشم تصور ان ﷺ کا روضہ دیکھوں  
ازل سے لے کر ابد تک میں کوئی نہ اُن ﷺ سادہ دیکھوں  
اور اپنے کردار کا اس میں چہرہ مہرہ دیکھوں  
پُر نکہت پھولوں سے ڈھکا، میں دل کا صحرا دیکھوں

(ص:40)

اے رحمت عالم ﷺ! ہونظر ایک، ادھر بھی:-

بطحا مجھے محبوب ہے، طیبہ کا نگر بھی  
بہتے ہیں جو آنسو مرے اب پیش مولجہ  
یہ ارض بشر، نُور نبی ﷺ سے ہے منور  
محشر میں پریشان و ہراساں میں کھڑا ہوں  
ہو جاتی ہیں تابندہ درودوں سے دُعائیں  
گھر میرا، مرے واسطے بس ایک مکان ہے  
اللہ نے انھیں وصف یگانہ سے نوازا  
مل جائے الہی! مجھے مدحت کا قرینہ  
مہکی ہے میری زیت غذا رُوح نے پائی

شاہد ہے مرا عشق بھی اور دیدہ تر بھی  
بن کر نظر آتے ہیں ستارے بھی، گہر بھی  
اور برسر افلاک ہیں خورشید و قمر بھی  
اے رحمت عالم ﷺ! ہونظر ایک، ادھر بھی  
اور ان میں جھلک جاتا ہے اک رنگ اثر بھی  
سایہ ہے جو روضے کا، وہی ہے مرا گھر بھی  
تھے نُور ہدایت بھی وہ ﷺ اور خاکی بشر بھی  
اور ساتھ عطا ہو مجھے، طاعت کا ہنر بھی  
نعتوں کے شجر سے طے ہیں گل بھی ثمر بھی

(ص:42)

رحمت نے پُنا مجھ کو، طیبہ مجھے جانا ہے۔۔

رحمت نے پُنا مجھ کو، طیبہ مجھے جانا ہے  
آفاقی صداقت ہے، سرکارِ ﷺ کا اُسوہ ہی  
وہ وقت کے ہیں فاتح، ہر لمحے پہ ہیں غالب  
بارش مرے اشکوں کی ہے کشتِ مولجہ پر  
شاید میرا وہاں جانا، بخشش کا بہانہ ہے  
ہے اس کے سوا جو کچھ وہ محض فسانہ ہے  
اس دم سے قیامت تک بس ان کا زمانہ ہے  
اور آہوں کے بادل ہیں کیا وقت سہانا ہے

نام کتاب:۔ نعت سویرا..... مصنف:۔ لالہ صحرائی

طیبہ سے آخری وداع:۔

رو لے اب دل کھول کر، اے دیدہ خونناہ بار  
اُڑ گیا میرے رُخ جذبات کا رنگ نشاط  
ہو رہی ہے بنداب پھر بخت کی بیدار آنکھ  
بامِ پلکوں کے سجے رہتے تھے جن سے ہر گھڑی  
آ رہے ہیں جو مجھے ٹھنڈے پسینے دمدم  
یاخدا میں اس کو پاؤں اپنے خوابوں میں سدا  
چاہتا تھا میں مدینے میں ملے مرقد مجھے  
کشتِ دامنِ نقرئی رہتی تھی طیبہ میں سدا  
آمد آمد ہے تپِ بجزاں کی مولا! کیا کروں  
اس میں جب شامل نہیں ہے گنبدِ خضرا کا لمس  
نعمتیں حاصل تھیں جو طیبہ میں وہ جانے کو ہیں

اب وداعِ آخری، طیبہ سے ہے باحال زار  
چھا گیا دُنیا کے ہر منظر پہ رنگِ سوگوار  
راہِ ہستی پر ہوائے غم کا پیدا ہے غبار  
آنسوؤں کے وہ ستارے بن گئے ہیں اب شرار  
ہر بُنِ مُو ہو گیا ہے فرطِ غم سے اشکبار  
پُٹھٹ رہا ہے مجھ سے جو یہ تیری رحمت کا دیار  
ساتھ لے کر جا رہا ہوں اس تمنا کا مزار  
اب وادعی آنسوؤں سے ہوگئی ہے لالہ زار  
ٹوٹتا ہی جا رہا ہے وصل کا پیارا خمار  
کیسے آئے گی ہوا مجھ کو وطن کی سازگار  
الوداع اے راحتِ جاں، اے مرے دل کے قرار!

(ص: 29)

سامنے روضے کے جب کوئی گہنگار گیا

سامنے روضے کے جب کوئی گہنگار گیا  
تشنہ لبِ حشر میں پہنچا، جو قریب شافعِ ﷺ  
عزمِ طیبہ جو کیا شوق تو انائی ابھرا  
ساری مخلوق ساوی نے قدم بڑھ کیلئے  
کشتیِ صبر تھی اور بحرِ فراقِ یثرب  
جس نے کی جانِ فدا طاعتِ آفاقی ﷺ کیلئے  
شاہِ طیبہ نے شفاعت کی مجھے خلعتِ دی

دامِ رحمت ہی میں وہ ہو کے گرفتار گیا  
سوئے جنت وہ مئے لطف سے سرشار گیا  
عذر جو اس کے مقابل ہوا، وہ ہار گیا  
جب وہ معراج پہ، اللہ کا دلدارِ ﷺ گیا  
نام احمد ﷺ جو لیا، ہاتھ سے پتوار گیا  
مُسکراتے ہوئے وہ شخص، سرِ دار گیا  
نعت کی نذر جو لے کر، سرِ دربار گیا

(ص: 33)

مرے آقا ﷺ! ترے در پہ جو سوالی آیا:-

منج نُور شفاعت پہ سیرہ کار گیا  
مجھ سا مفلس جو سر روضہ اقدس پہنچا  
عرصہ زیست جو گزرا مرا مدحت سے تہی  
مرے آقا ﷺ! ترے در پہ جو سوالی آیا  
جو بھی سرکش تھا یہاں کبر انا کا پُتلا  
لے کے جو نام محمد ﷺ میں بڑھا سمت اس کی  
یا وہ گوئی سے شفا پائی درودوں کے سبب

عقبیٰ میں ہے نبی ﷺ کی شفاعت پہ آسرا

عقبیٰ میں ہے نبی ﷺ کی شفاعت پہ آسرا  
بخشی مجھے غلامی آقا ﷺ کی سروری

(ص:35)

مجھ کو بنا کے اُن ﷺ کے در پاک کا گدا:-

یوں تو شوق بندگی کا خدا نے صلہ دیا  
تاریک جب ہوں کے اندھیروں نے زیست کی  
مجھ کو بنا کے اُن ﷺ کے در پاک کا گدا

(ص:36)

زمیں پہ بستے ہوئے وہ فلک مقام ہوا:-

الہی! شکر ترا ان کا میں غلام ہوا  
ہوں شادماں کہ ملا نعت کا سرود حلال  
ملا بشر کو یہ معراج مصطفیٰ ﷺ سے شرف

(ص:41)

کوئی ہستی مواجہ اور میرے درمیان کیوں ہو:-

کوئی ہستی مواجہ اور میرے درمیان کیوں ہو  
لقب ان کو ملا ہے رحمت للعالمین ﷺ کا  
وہ جب ختم رسل ﷺ ہیں محبوب خدا بھی ہیں

(ص:45)

اگر ہو حُب نبی ﷺ میری مستقل عادت:-

ندی جو ان کی شفاعت کی حشر میں ہے رواں  
اگر ہو حُب نبی ﷺ میری مستقل عادت  
کھلا جو نوک زبان پر مری سر محفل  
تو خوشبو آئی گل نعت کی من و تو سے

الہی! میں بھی ہوں سیراب اسی لب جو سے  
نجات اُخروی پھوٹے گی میری اس حُو سے  
تو خوشبو آئی گل نعت کی من و تو سے

## جس میں مہک ہے سیرت سرکار ﷺ کی بسی

جس میں مہک ہے سیرت سرکار ﷺ کی بسی  
نعت نبی ﷺ کو پڑھتے ہوئے جاں سپرد کی  
مجھ کو بنایا رحمت عالم ﷺ کا امتی  
طیبہ کی راہ شوق پہ ہیں میرے ہم سفر یا سید البشر ﷺ!

پہلے نہ تیرے بعد ہوئی طاقت بشر یا سید البشر ﷺ!  
اب آفتاب حشر ہوا ہے خنک قمر یا سید البشر ﷺ!  
طیبہ کی راہ شوق پہ ہیں میرے ہم سفر یا سید البشر ﷺ!  
تا حشر وار ہے گانہوت کا تیری دریا سید البشر ﷺ!  
جذبوں کو میرے مل گیا آسودگی کا گھر یا سید البشر ﷺ!  
دی ہے فقط تجھی کو خداوند نے خبر یا سید البشر ﷺ!  
باطل کی سب گچھاؤں میں پہنچی تری نظر یا سید البشر ﷺ!  
کشتی زیت کیلئے اک جست پھنور یا سید البشر ﷺ!  
مدحت کی شاخ سبز پہ آیا ہے اب ثمر یا سید البشر ﷺ!

## دیکھا ہے خواب یہ، کہ مدینے میں جاؤں گا

دیکھا ہے خواب یہ، کہ مدینے میں جاؤں گا  
دریائے غم جو زیت کی وادی میں ہے رواں  
مجھ کو عطا اگر ہو اجازت حضور ﷺ کی  
بیانہ دُرود سے حب نبی ﷺ کی مے  
ہوتی ہے مری آنکھیں ترے ذکر سے نمناک:-

ہوتی ہے مری آنکھیں ترے ذکر سے نمناک  
ہے عشق ترا باغ محبت کا گل تر  
پاتا ہوں میں جب کوئی مدینے کا مسافر  
جس دل میں محبت ہو تری اور خدا کی  
اللہ نے جب تجھ کو بلایا سر معراج  
عرفان ترا اسوہ بھی ترا دونوں ہی کامل  
مولا نے دیا نور فراست تجھے ایسا  
گو مجھ کو میسر ہے، ہر اک نعمت دنیا

آنسو مرے بہتے ہیں تو ہو جاتی ہے جاں پاک اے سید لولاک ﷺ!  
دنیا کی محبت ہے سراسر خس و خاشاک اے سید لولاک ﷺ!  
کچھ اور بھی کھل جاتے ہیں سینے کے مرے چاک اے سید لولاک ﷺ!  
در رخ کا چھوئے گانہ اے شعلہ بیباک اے سید لولاک ﷺ!  
پھر تیرے لئے فرش بنی رفعت افلاک اے سید لولاک ﷺ!  
تُو مصدر کر دار ہے، تُو مخزن ادراک اے سید لولاک ﷺ!  
ہے ماند ترے سامنے، ہر فتنہ چالاک اے سید لولاک ﷺ!  
طیبہ سے جو دُوری ہے تو رہتا ہوں میں غمناک اے سید لولاک ﷺ!

جونور مری جان کا ہے اور قلب و نظر کا سُرْمہ بنے اب آنکھ کا، طیبہ کی وہی خاک اے سیدلولاک ﷺ!  
 کرتا ہوں ہجر میں بس نالہ و شیبون گاؤں گا مدینے ہی میں نعمات طربناک اے سیدلولاک ﷺ!  
 پائے جو غلامی تری پاتا ہے رہائی جو شخص بھی اس دہر کا ہے بستہ فتراک اے سیدلولاک ﷺ!  
 کرتا ہوں کشید اس سے مے نعت کی ہر دم صد شکر ہے شاداب مری جاں کی رگ تاگ اے سیدلولاک ﷺ!

مغفرت کا بھروسہ ہے اللہ پر، تو شفاعت کا ہے آسرایا نبی ﷺ۔

دہر کے بحر میں ، وقت کی لہر میں ، تیرا پیغام ہے ناخدا، یا نبی  
 قبر کی تختیوں ، حشر کی شدتوں کے تصور سے لرزہ براندام ہو  
 آنسوؤں کی زبان ہے مری گفتگو، لب ہیں لرزیدہ برگ خزاں طرح  
 نُر شمس و قمر کا فزوں ہو گیا ، شہر طیبہ کی تابانیاں ، مرحبا!  
 دست عصیاں کی غارنگری کے سبب، چیتھڑے اڑ گئے ہیں مری رُوح کے  
 کھو چکا تھا میں ہنگامہ دہر میں ، بوند جیسے سمندر میں ہو جائے گم  
 نوع انسان خود انسان کی مقہور ہے کتنی مجبور ہے ، کتنی معذور ہے!  
 تیری طاعت کی توفیق کی ہے طلب ، کھٹکھٹایا ہے اللہ کی رحمت کا در  
 گوبصیری نہیں ہوں میں ناچیز ہوں، پھر بھی ہوں نعت گواور بیمار ہوں  
 اپنا ایمان ہے، از ازل تا ابد، کوئی تجھ سانہیں رہنمایا نبی ﷺ  
 مغفرت کا بھروسہ ہے اللہ پر، تو شفاعت کا ہے آسرایا نبی ﷺ  
 میرا دامن ہے اور میری چشم طلب، ہے یہی مجھ گدا کی صدا، یا نبی ﷺ  
 باغ جنت کی خوشبو کا مخزن ہوئی، تیرے رونے کو چھو کر صبا، یا نبی ﷺ  
 لطف کی مجھ پر ہو جوئے بس اک نظر، روح پائے گی پھر سے بقا، یا نبی ﷺ  
 آگیا ہوں جواب جالیوں کے قریب، میں نے پایا ہے اپنا پتا، یا نبی ﷺ  
 ہو پُرانا مرض، یا نیا کوئی دُکھ، تیرا اسوہ پیام شفا، یا نبی ﷺ  
 جو شہادت کے اعزاز کا ہوسبب، مانگتا ہوں وہ جذب وفا، یا نبی ﷺ  
 فیض تیرا ہے جب خاص اور عام پر، ہو مجھے بھی تو چادر عطا، یا نبی ﷺ  
 (نعت سویرا، ص: 58)

رُتبہ مرے حضور ﷺ کا، کتنا عظیم ہے:-

پیدا ہے دل میں جذبہ حب رسول پاک ﷺ  
 عرش خدا کا قرب میسر ہوا انہیں  
 کون و مکان کی وسعتیں ، جس میں سما گئیں  
 قائم ہے جس پہ فکر و عمل کی سلامتی  
 ہے رضا آپ ﷺ کی، خدا کی رضا، اس کی طاعت ہے آپ ﷺ کی طاعت  
 گرچہ اس پر زوال طاری ہے، پھر بھی اشرار پر یہ بھاری ہے  
 رُو برو آپ ﷺ کے موابجہ کے، خرنشے دہر کے تمام ہوئے  
 ظلم کے، جور کے خرابے میں، آپ ﷺ نے آبیاری فرمائی  
 آپ ﷺ ہیں فارق حق و باطل، آپ ﷺ کے آفتاب اسوہ سے  
 رحمت حق کی دستگیری سے، آپ ﷺ کی رہبری کے صدقے میں  
 ہفت افلاک سے پرے کا عرش، واسطے کس کے یک دو گام ہوا  
 مجھ پر خدائے پاک کا لطف عظیم ہے  
 رُتبہ مرے حضور ﷺ کا ، کتنا عظیم ہے  
 میرے جہاں پناہ نبی ﷺ کی گلیم ہے  
 میرے حضور ﷺ! آپ کی طبع سلیم ہے  
 اس کی تکریم، آپ ﷺ کی تکریم، اس کی بیعت ہے آپ کی بیعت  
 آپ ﷺ کی نسبت مبارک سے، سب سے بہتر ہے آپ ﷺ کی اُمت!  
 عاشقوں کے ہجوم میں آکر، میں نے پائی ہے دلکشا خلوت  
 باغ سیرت کے پھول مہکے ہیں جان فزاں کی جاودان نکہت  
 آشکارا ہوا یہ راز نہاں ، نُور حق کیا ہے، اور کیا ظلمت  
 گرچلوں جاہ اطاعت پر، پاؤں گا پھر میں منزل جنت  
 نسل آدم میں تا ابد، آقا ﷺ! کس نے پائی ہے آپ ﷺ سے رفعت  
 (نعت سویرا، ص: 63)

دروازہ ہے جنت کا، پیغمبر ﷺ کا جو در ہے:-

جو کھل گیا نسیم مدینہ کے پیار سے  
گر نعت کے اشعار میں تحسین و اثر ہے  
نکتی ہی نہیں راہ میں میری نگہ شوق  
چو کھٹ ہے جو سرکار ﷺ کی، رحمت کی ہے دلیر

اہل نظر کی اس دال لالہ پہ ہے نظر  
شاعر کا نہیں، جذبہ دل کا یہ ہنر ہے  
حامیم پہ، لیلیٰ پہ طہ پہ نظر ہے  
دروازہ ہے جنت کا، پیغمبر ﷺ کا جو در ہے (ص:72)

حائل نہیں اب ضعف، کہ طیبہ کا سفر ہے

جاتا ہوں میں طیبہ کو، عجب میرا سفر ہے  
پڑھتا ہوں درود اشکوں کے اور آہوں کے ہمراہ  
اس شہر کا سورج ہے مری جاں کی تب و تاب  
محشر میں پھلا نامہ اعمال، بالآخر  
آئیں جو نبی ﷺ خواب میں، ہو جائے گی تحلیل  
ہے جذب قوی، گرچہ مری جان ہے خستہ  
دل ایک کھنڈر تھا، پہ ہے رحمت کا کرشمہ

کچھ اپنا پتا ہے، نہ زمانے کی خبر ہے  
اس آب و ہوا پر مری دن رات گزر ہے  
ٹھنڈک مری آنکھوں کی مدینے کا قمر ہے  
اس خشک شجر پر جو شفاعت کا ثمر ہے  
اے شب کی سیاہی! تجھے کیا اس کی خبر ہے  
حائل نہیں اب ضعف، کہ طیبہ کا سفر ہے  
مدحت کا ہے ایوان، مناجات کا گھر ہے (ص:74)

اب رہ ہی جاؤں گا میں مدینے میں حشر تک:-

طیبہ کے راہرو سے ملاقات ہوگئی  
گنبد کو ابر دے کے سلامی، چلا گیا  
شاید حضور خواب میں امشب ہوں جلوہ گر  
اب رہ ہی جاؤں گا میں مدینے میں حشر تک  
پایا ہے جس نے حب نبی ﷺ کے سوا سرور  
موتی ہیں آنسوؤں کے سجے، خوان نعت پر  
وصف رسول پاک ﷺ میں ہوں زمزمہ سرا

صبر و قرار قلب کو پھر مات ہوگئی  
جانے یہ کیسے رُوح پہ برسات ہوگئی  
امید جگمگا اٹھی، جب رات ہوگئی  
گنبد سے آنکھ لڑ گئی ہے، بات ہوگئی  
اس کی حیات نذر خرابات ہوگئی  
میری عقیدتوں کی یہ سوغات ہوگئی  
صد شکر، یہ غریب کی ادقات ہوگئی (ص:79)

آقا ﷺ کا چاند چہرہ دکھا مجھ کو خواب میں:-

ہے التماس خاص خدا کی جناب میں  
ترپوں گا اور کروں گا شفاعت کی التجا  
عشاق اس پہ مہرے تھے، خود تھا بساط نور  
بے داغ تھا اجالا دیار رسول ﷺ کا

آقا ﷺ کا چاند چہرہ دکھا مجھ کو خواب میں  
آئے گا ان ﷺ کے لب پہ تبسم جواب میں  
صحن حرم نبی ﷺ کا، شب ماہتاب میں  
دھبے سے پا رہا ہوں یہاں آفتاب میں (ص:89)

دل کے آئینے پہ ان ﷺ کا عکس ہے:-

دل کے آئینے پہ ان ﷺ کا عکس ہے  
یہ بھی اک وجہ اطاعت ہوگئی

گنبد خضرا پہ جو ذالی نظر میری چشم دل کی عشرت ہوگئی  
حاضرین حشر! آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء دیکھ لو! وجہ شفاعت ہوگئی (ص: 98)

کر لیتا ہوں اک آن میں روضے کا نظارا:-

اک قافلہ پھر سوئے مدینہ ہے سدھارا  
جب ہوتی ہے بند آنکھ تو کھل جاتا سم سم  
سیرت بھی ہے، صورت کی طرح قرص منور  
اس چاند ہی نے وقت کی ظلمت کو نکھارا (ص: 101)

شبہم نعت سے اسے میں نے نگیں بنا دیا

ذکر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کیف سے ہو گیا تھا مست  
پائی حدی کی جو متاع، صورت نعت دلکش  
برسا جو ابر عرش کا، کوہ حرا پہ ٹوٹ کر  
ظلمت شب میں اشک شوق چشم طلب سے جب گرا  
شبہم نعت سے اسے میں نے نگیں بنا دیا (ص: 105)

روشنائی کو گرا کر ساتھ روتا ہے قلم:-

جب خمارِ نعت سے مضمور ہوتا ہے قلم  
گریہ کرتا ہوں جو وقت نعت گوئی سوز سے  
میں اٹھاتا ہوں اسے پڑھ کر درود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
زندہ جاوید ہوتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے  
زمین پر عرش کے انوار برساتے ہوئے آئے  
جو آئے شہر بیثرب ہو کے، اہل شوق میرے گھر  
سکوں کچھ پاچکا تھا اضطرابِ دُوری طیبہ  
مداوا کر رہے کچھ نہ کچھ زخمِ جدائی کا

مرے مجروح دل کو اور تڑپاتے ہوئے آئے

عقیدت کی مہک سے جاں کو مہکاتے ہوئے آئے  
مرے مجروح دل کو اور تڑپاتے ہوئے آئے (ص: 113)

ہاتفِ غیبی کا پھر لب پر پیام آ ہی گیا:-

پھر خیال مدحت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم آ ہی گیا  
طارِ گنبد نشین کو رفعت افلاک سے  
ہاتفِ غیبی کا پھر لب پر پیام آ ہی گیا  
طارِ سدہ نشین کا بھی سلام آ ہی گیا

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ..... انبیاء کے خواب

تالیف ..... ضیاء اللہ السلفی

تہذیب و تخریج ..... الشیخ محمد عظیم حاصل پوری

سرورق ..... یوسف گرافکس 0333-4294391

قیمت ..... 75 روپے

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز  
0321-4275767, 0300-4516709  
www.subharoshan.com

**انبیاء کے خواب**

تالیف  
ضیاء اللہ السلفی  
تہذیب و تخریج  
الشیخ محمد عظیم حاصل پوری

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز  
0321-4275767, 0300-4516709  
www.subharoshan.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : تذکرۃ الابرار

نام مولف : پروفیسر ڈاکٹر عبدالغفور راشد

ناشر : مکتبہ ارسلان، الہ آباد

مطبع : میٹرو پرنٹرز

کمپوزنگ : انیس طاہر، محمد آصف

قیمت : 120 روپے

ملنے کے سچے

1- مکتبہ السلفیہ، شیش ٹل روڈ، لاہور

2- مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

3- کتاب سرائے، فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

**تذکرۃ الابرار**

ڈاکٹر عبدالغفور راشد

مکتبہ ارسلان الہ آباد



عمر بھر جو دشت محرومی میں سرگرداں رہا اپنے آقا ﷺ کے قدم تک وہ غلام آہی گیا (ص: 123)  
ہجر طیبہ میں دل زار نے سونے نہ دیا:-

ہجر طیبہ میں دل زار نے سونے نہ دیا  
دل کا کہنا تھا، اٹھو، اور پڑھو ان ﷺ پر درود  
لے گیا بخت کو وہ اپنے، مواجہہ کے قریب  
راہ طیبہ پہ رہا شب میں عقیدت سے رواں  
خار دُنیا کی مٹی حُب محمد ﷺ سے کھٹک  
شب میں تھا ذکر نبی ﷺ گویا اجالے کی نوید  
بھولتے ہی نہیں طیبہ کے سنہری ایام  
لفظ میں پانہ سکا، لغت پیغمبر ﷺ کے لئے  
رات پھر گریے کے آزار نے سونے نہ دیا  
رات بھر اس مرے غم خوار نے سونے نہ دیا  
یوں مزید اس کے گہنگار نے سونے نہ دیا  
میری تخیل کے رہوار نے سونے نہ دیا  
مدتوں تک مجھے اس خار نے سونے نہ دیا  
یوں مجھے صبح کے آثار نے سونے نہ دیا  
یاد کی تائش زر کار نے سونے نہ دیا  
رات بھر حسرت اظہار نے سونے نہ دیا (ص: 190)

### نام کتاب:- انبیاء کے خواب..... مؤلف:- ضیا اللہ سلنی

#### سچے خواب اولیاء کی رہنمائی کا ایک ذریعہ

خوابوں کی اہمیت اور ضرورت (بمع دلائل):- خواب کی تاریخ اتنی پرانی ہے جتنا پرانا انسان، ہر انسان زندگی میں سینکڑوں خواب دیکھتا ہے۔ امام بن سیرین رحمۃ فرماتے ہیں انسانی خواب تین اقسام میں مشتمل ہیں۔

(1) حدیث نفس (دلی خیالات کا انعکاس) (2) تخویف شیطان (3) مبشرات خداوندی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”الرؤیا ثلاث حدیث النفس، و تخویف الشیطان و بشری من اللہ“ (صحیح بخاری 7017)

”خواب تین قسم کے ہوتے ہیں، روزمرہ کے خیالات، شیطان کی طرف سے ڈر اور اللہ کی جانب سے مومن کے لیے خوشخبری“۔

سچے خواب:- سچا خواب اس لیے انسان کو دکھایا جاتا ہے کہ بندہ محفوظ ہو اور طالب حق اور محبت الہی میں اور زیادہ سرگرم ہو ایسا خواب قابل تعبیر ہے اور اسی پر بڑے بڑے اہم نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ وہ جو خواب میں دیکھتے ہی روز روشن کی طرح نمایاں ہوتا اور اس طرح روح پذیر ہوتا۔ چونکہ اب انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ نبوت کو خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ روک دیا گیا ہے۔ لیکن انسان کے لیے آئندہ کے حالات منکشف ہو سکیں۔ غرض جس طرح ابرو وجود باراں پر دلالت کرتا ہے اسی طرح سچے خواب مستقبل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور یہ مومن کے لیے عظیم نعمت ہے۔ بہر حال خواب انسانی زندگی میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

”لہم البشری فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة“ ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔ (یونس ۶۴)

سیدنا ابو برداء رضی اللہ عنہ نے آیت میں مذکور ”خوشخبری“ کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”الرؤیا الصالحة یراها المسلم او تری لہ“ یہ وہ نیک خواب ہے جو مسلمان خود دیکھتا ہے یا کوئی دوسرا اُس کے لیے دیکھتا ہے۔ (انبیاء کے خواب - صفحہ 13)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: نبوت کے آثار میں سے اب کچھ باقی نہیں رہا علاوہ مبشرات کے صحابہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عرض کیا: (وما المبشرات) کہ مبشرات سے کیا مراد ہے؟

(قال الرؤیا الصالحة) ”آپ ﷺ نے فرمایا: اچھے خواب“ (بخاری باب المبشرات ۶۹۹۰)

خود رسول اللہ ﷺ کی خواب سے رغبت کا یہ عالم تھا کہ آپ ہر صبح نماز کے بعد دریافت کرتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے تو سنائے، مستدرک حاکم کے الفاظ ہیں: ”کان اذا انصرف من صلاة الغداة يقول هل لاحد منكم الليلة رؤيا، الا انه لا يبقى بعدى من النبوة الا الرؤيا الصالحة“ جب آپ نماز صبح کے بعد رخ مبارک نمازیوں کی طرف کرتے تو دریافت فرماتے آج شب تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ نیز فرماتے آگاہ رہو! میرے بعد نبوت میں سے نیک خواب ہی باقی ہیں۔

رویائے صالحہ علوم نبوت کا ایک جزو ہے، صحیح حدیث میں خواب کو نبوت کا جزو قرار دیا گیا ہے۔ بعض احادیث میں چالیسواں، بعض میں چھیالیسواں اور بعض میں انچاسواں، پچاسواں اور بعض روایات میں اسے نبوت کا سترواں جزو قرار دیا گیا ہے۔ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان میں کوئی تضاد و تخالف نہیں، بلکہ ہر روایت اپنی جگہ صحیح اور درست ہے۔

### خوابوں کی تعبیر علمائے اہلحدیث سے سیکھیں

**خواب میں چشمہ دیکھنے کی تعبیر:** خارجہ بن زید بن ثاقب، ام علاء جو انہی میں سے ایک عورت تھی اور رسول ﷺ سے بیعت کی تھی، روایت کرتی ہیں انہوں نے بیان کیا کہ جب انصار نے مہاجرین کی رہائش کے لئے قرعہ اندازی کی تو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ میرے حصے میں آئے وہ بیمار پڑے تو ہم نے ان کی تیمارداری کی یہاں تک کہ وہ وفات پا گئے پھر ہم نے ان کو ان کے کپڑوں میں کفن دیا، ہم لوگوں کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے کہا کہ اے ابوالسائب تجھ پر خدا کی رحمت ہو، میں تجھ پر گواہ ہوں کہ اللہ نے تجھے بزرگی دی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھ کو کس طرح معلوم ہوا؟ میں نے کہا خدا کی قسم میں نہیں جانتی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی موت آگئی میں اس کے لئے اللہ سے بھلائی کی امید رکھتا ہوں، خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ حالانکہ میں اللہ کا رسول (ﷺ) ہوں ام علاء نے کہا کہ خدا کی قسم اس کے بعد میں کسی کی تعریف نہیں کروں گی ام علاء کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے بہتا ہوا چشمہ دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس کا عمل ہے اسکے لئے جاری رہے گا۔ (صحیح بخاری، بحوالہ انبیاء کے خواب 82)

### خوابوں کی تعبیر

مجرع عظیم محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی تصنیف تعبیر الرؤیا سے چند معروف چیزیں جنہیں انسان اپنے خواب میں دیکھتا ہے انکی تعبیر کا بیان۔  
**خواب میں پانی دیکھنے کی تعبیر:** اگر کوئی خواب دیکھے کہ وہ سطح آب پر پانی کی طرف چلتا ہے، جیسے دریا اور نہر کا پانی۔ یہ اسکے پاک اعتقاد اور قوت ایمانی کی دلیل ہے اور اگر صاف اور خوشگوار پانی بہت ہے تو یہ دلیل ہے کہ اسکی عمر دراز اور خوش عیش ہوگا اور اگر اس نے گند لایا شور پانی پیا ہے تو اسکی تعبیر پہلے کے خلاف ہے۔ اور اگر دیکھے کہ دریا سے صاف اور اچھا پانی پیتا ہے تو دلیل ہے کہ تمام جہان کا بادشاہ ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ اس آب دریا کے پینے کے قدر پر بزرگی اور مال و نعمت حاصل کرے گا اگر پانی مصفا اور صاف ہے اور اگر گندا ہے اسکو رنج اور سختی اور خوف اور دہشت پہنچے گی۔

**خواب میں کوزہ یا لوٹا دیکھنے کی تعبیر:** خواب میں آبدست دیکھنے والا خزائنہ دار صاحب تدبیر ہوگا آمدنی اور خرچہ اسکے ہاتھ میں ہوگا اور اگر دیکھے کہ بادشاہ نے اسکو کوزہ دیا ہے تو دلیل ہے کہ خزانچی اور بادشاہ کا مشیر ہوگا اور اگر کسی کو دے تو بھی یہی قیاس ہے۔  
**خواب میں حمل دیکھنے کی تعبیر:** اگر خواب میں اپنا پیٹ حاملہ عورت کی طرح بڑا دیکھے تو دلیل ہے کہ اس کو پیٹ کی بڑائی کے اندازے پر دنیا کا مال اور نعمت حاصل ہوگی۔

**خواب میں چھالادیکھنے کی تعبیر:** خواب میں آبلہ دیکھنا دولت کی زیادتی کی دلیل ہے۔ اگر خواب میں دیکھے اسکے جسم پر آبلہ ہے تو دلیل ہے کہ اس کے اندازے پر اسکو مال ملے گا۔

**خواب میں آگ دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر خواب میں آگ بغیر دھوئیں کے دیکھے تو دلیل ہے کہ بادشاہی کے قریب ہوگا اور بستہ کام پورے ہوں گے اور اگر دیکھے کہ اس کو کسی نے آگ میں گرا کر جلا دیا ہے تو دلیل ہے کہ بادشاہ اس پر ظلم کرے گا۔ لیکن جلد خلاصی پائے گا اور بشارت اور نیکی پائے گا۔ چنانچہ فرمان حق تعالیٰ ہے: ”قلنا یانار کو نی بردا وسلاما علی ابراہیم“

”ہم نے حکم دیا کہ اے آگ سرد ہو جا اور ابراہیم علیہ السلام پر سلامتی والی ہو جا۔“  
**خواب میں آتش کدہ دیکھنے کی تعبیر:**۔ خواب میں آتش کدہ بری جگہ ہے۔

**خواب میں آٹا دیکھنے کی تعبیر:** آرد یعنی، آٹا جو کی تعبیر دین ہے اور آرد کی تعبیر مال و دولت ہے۔ جو تجارت سے حاصل ہوگا اور بہت فائدہ ہوگا باجرے کا آٹا تھوڑے مال کی دلیل ہے۔

**خواب میں ڈکار لیتا دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر خواب میں دیکھے کہ ڈکار ترش آیا اور برا آیا ہے تو دلیل ہے کہ ایسی بات کرے گا جس سے نقصان اور خطرہ دیکھے گا اور اگر ڈکار دھوئیں جیسا دیکھے تو دلیل ہے کہ بے وقت بات کہے گا کہ جس سے لوگ اس کو ملامت کریں گے اور اس عیب کا انجام پشیمانی ہوگی۔

**خواب میں آسمان دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر کوئی اپنے آپ کو آسمان پر دیکھے تو دلیل ہے کہ سفر کرے گا اور اس کو دنیا کی عزت حاصل ہوگی اور اگر دیکھے کہ آسمان کی فضا میں اڑتا جا رہا ہے تو دلیل ہے کہ نعمت اور برکت کے ساتھ سفر کرے گا اور اگر دیکھے کہ سیدھا اڑتا جاتا ہے تاکہ آسمان پر پہنچے تو دلیل ہے کہ نقصان اور رنج دیکھے گا۔

**خواب میں چوکھٹ دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ اس کے گھر کا آستانہ بلند ہوا ہے تو اس امر کی دلیل ہے کہ اسی قدر مال و نعمت اور مرتبے کی بزرگی پائے گا۔

**خواب میں صلح کرتا دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر خواب میں دیکھے کہ کوئی صلح کرتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی عمر دراز ہوگی اور اگر دیکھے کہ صلح میں کسی کو فساد دین کی دعوت دیتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو راہ دین اور صلاح و خیر کی دعوت دیتا ہے اور اگر دیکھے کہ کسی کو غصے کے ساتھ دین کی صلاح دیتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو فساد اور شرکی صلاح دیتا ہے۔

**خواب میں سورج دیکھنے کی تعبیر:**۔ خواب میں آفتاب بزرگوار بادشاہ ہوتا ہے اور چاند و زریا اور زہرہ عورت اور عطارد بادشاہ کا منشی اور مریخ شاہی پہلوان اور باقی ستارے بادشاہی لشکر ہوتے ہیں۔

**خواب میں لوہا دیکھنے کی تعبیر:**۔ معمولی آہن یعنی لوہا کا خواب میں دیکھنا خادم ہے۔ ورنہ بقدر آہن دنیا کا مال ملے گا اور اگر دیکھے کہ اس کو کسی نے خواب میں لوہا دیا ہے تو دلیل ہے کہ اس لوہے کی قدر پر کوئی اس کو دنیاوی مال دے گا۔

**خواب میں ہرن دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر دیکھے کہ ہرن کے پیچھے گیا اور اسکو گرایا ہے تو دلیل ہے کہ دو شیزہ عورت یا کنیز حاصل کرے گا اور اگر دیکھے کہ ہرن کو شکار کے وقت گرا لیا تو دلیل ہے کہ مال غنیمت پائے گا اور اگر دیکھے کہ ہرن گھر میں مر گیا ہے تو دلیل ہے کہ عورت کی طرف سے اس کو غم و اندوہ پہنچے گا اور اگر دیکھے کہ ہرن کو پتھر یا تیر سے مارا ہے تو دلیل ہے کہ نالائق بات کہے گا۔

**خواب میں بادل دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر دیکھے بادل ہوا میں چلاتا ہے تو دلیل ہے کہ وہ ظالموں اور حاکموں کی صحبت میں رہے گا اور اگر یہ خواب بادشاہ دیکھے تو دلیل ہے کہ اپنی ولایت میں قاصدان باخبر کو بھیجے گا اور اگر خواب میں دیکھے کہ بادل کو ہوا میں سے پکڑ کر زمین میں لے آیا ہے تو دلیل ہے کہ نیکی اور بزرگی اور علم حاصل کرے گا۔

**خواب میں شیطان دیکھنے کی تعبیر:**۔ خواب میں ابلیس کا دیکھنا دشمنی، بددینی، جھوٹ، فریب، بے شرمی، نیکی سے نا اُمیداری اور

لوگوں کو بدی سکھانے اور شر و فساد کی دلیل ہے، اگر خواب میں دیکھے کہ اہلیس کو لڑائی اور جنگ میں مغلوب کر لیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کا میلان اصلاح اور خیر کی طرف ہے اور اگر دیکھے کہ اہلیس اس پر غالب آ گیا ہے تو دلیل ہے کہ شر اور فساد کی راہ کی طرف مائل ہوگا۔

**خواب میں بڑا سانپ دیکھنے کی تعبیر:**۔ اژدھے کا خواب میں دیکھنا بڑے بھاری دشمن کا دیکھنا ہے اگر دیکھے کہ اژدھا سے جنگ کر کے اس پر غالب آ گیا ہے تو دلیل ہے کہ دشمنوں سے لڑے گا اور آخر کار دشمنوں کو زیر کرے گا اگر سانپ کا گوشت کھالیا تو اس بات کی دلیل ہے کہ دشمن پر غلبہ پالے گا اور اسکے مال کو خزانہ کرے گا۔

**گھوڑا دیکھنے کی تعبیر:**۔ عربی گھوڑے کو خواب میں دیکھنا دلیل بزرگی اور عزت و جاہ ہے اگر دیکھے کہ گھوڑے کے سامان میں کمی ہے مثلاً زین یا لگام نہیں ہیں تو دلیل ہے اسی قدر بزرگی میں نقصان ہوگا اگر دیکھے کہ گھوڑے کی دم موٹی اور لمبی ہے تو اسی قدر اس کے نوکر چا کر ہوں گے۔ اگر کوئی شخص دیکھے کہ برہنہ گھوڑے پر بیٹھا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی مصیبت اور گناہ زیادہ ہوگا۔ اگر دیکھے کہ گھوڑے کے پر پرنڈے جیسے ہیں تو سفر کرے گا اور عزت و بزرگی پائے گا۔

**خچر دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر کوئی شخص خواب میں خچر کو دیکھے اگر وہ مطیع ہے تو نیک ہے ورنہ بد۔ اگر دیکھے کہ خچر پر پلان رکھا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی عورت بانجھ ہوگی اور اگر دیکھے کہ کسی سے استرمادہ کو خرید لیا ہے تو دلیل ہے کہ کنیز خریدے گا اگر دیکھے کہ اس کو فروخت کر دیا ہے تو دلیل ہے کہ کنیز اس سے جدا ہو جائے گی اگر دیکھے کہ خچر اس کے پیچھے بھاگتا ہے تو دلیل ہے اس کو غم پہنچے گا۔

**بڈی دیکھنے کی تعبیر:**۔ خواب میں بڈی دیکھنا مال و دولت ہے اگر اسکو بڈی ملی ہے اس پر گوشت بھی ہے تو اس کے مطابق خیر و مال پائے گا۔ اگر دیکھے کہ بڈی بغیر گوشت کے ہے تو دلیل ہے کہ اس کو تھوڑی بھلائی پہنچے گی اگر دیکھے کہ کسی کو بڈی دے دی ہے تو دلیل ہے کہ اس سے کسی کا بھلا ہوگا۔ اگر خواب میں دیکھے کہ کسی کی ٹوٹی ہوئی بڈی باندھی ہے تو دلیل ہے کہ بزرگی اور طرح طرح کی نعمتیں حاصل کرے گا بعض نے کہا ہے کہ اسکی تنگی اور محتاجی دور ہوگی۔ جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خواب میں بڈی کا دیکھنا سات وجوہ پر ہے۔

اول: امید مال۔ دوم: اقرباء۔ سوم: فرزندان۔ چہارم: قیام کا گھر۔ پنجم: مال۔ ششم: برادران۔ ہفتم: دوست اور شریک۔

**اونٹ دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو نامعلوم اونٹ پر دیکھے کہ وہ دوڑ رہا ہے تو دلیل ہے کہ سفر کرے گا اگر دیکھے کہ اونٹ گھوم رہا ہے تو غم اور فکر کی دلیل ہے اور اگر دیکھے کہ اونٹ پر بیٹھا ہے اور راستہ گم ہو گیا ہے تو دلیل ہے کہ اپنی راہ میں عاجز ہوگا اور کوئی تدبیر نہ کر سکے گا۔ اگر اونٹنی پائے تو عورت پائے گا اور اگر اونٹنی بچے والی ہو تو عورت فرزند والی ہوگی اگر دیکھے کہ اس کی اونٹ مری گئی ہے تو عورت فوت ہوگی اور اگر خواب میں دیکھے کہ اونٹ کا گوشت کھاتا ہے تو دلیل ہے کہ بیمار پڑے گا۔

**آنسو دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر کوئی دیکھے کہ اس کی آنکھوں سے سرد آنسو بہتا ہے تو دلیل ہے کہ وہ شخص شادی کرے گا اور خوشی دیکھے گا اگر دیکھے کہ اس کے چہرے پر بغیر رونے کے آنسو ہیں تو دلیل ہے کہ لوگ اس پر باتوں سے طعنہ دیں گے۔ آنسوؤں کا بہنا تین وجوہ پر ہے:

اول: شادی و خوشی۔ دوم: غم و اندوہ۔ سوم: نعمت۔

**آلو بخارا یا آلوچہ دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر کوئی شخص خواب میں آلو بخارا سرخ یا سیاہ وقت پر دیکھے تو دلیل مال اور مراد کی ہے اور زرد آلو بخارا بیماری کی دلیل ہے اگر خواب میں دیکھے آلو بخارے زرد بے موسے کھائے تو غم و اندوہ مصیبت و خصومت کی دلیل ہے اگر ترش ہیں تو اچھے ہیں۔

**امامت کروانا دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر دیکھے کسی قوم کا امام بنا ہے تو دلیل ہے کہ وہ سردار ہے اور سب اس کے تابع ہوں گے اگر کوئی شخص دیکھے کہ وہ بیٹھ کر امامت کرواتا ہے تو دلیل ہے کہ بیمار ہوگا اگر امام کو خواب میں دیکھے تو دلیل ہے کہ امام کے قدر اور مرتبے کے مطابق عزت پائے گا۔

اگر دیکھے کہ امام کے ساتھ کھانا کھایا ہے یا امام نے اس کو کچھ دیا ہے یا امام اس کے ساتھ گھر میں گیا ہے تو دلیل ہے کہ اسی قدر اس کو غم و اندوہ پہنچے گا۔

**شہد دیکھنے کی تعبیر:**۔ حضرت کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواب میں شہد مالوں میں سے غنیمت اور کاموں میں سے نیکی ہے

اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے اور شہدایا رزق ہے کہ بے حد پہنچتا ہے۔

**انگٹھی دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر خواب میں دیکھے کہ اس کی انگٹھی غائب ہے یا کوئی چرا کر لے گیا ہے اس کے کاموں میں آفت اور دشواری ظاہر ہوگی اگر اپنی انگٹھی کسی کو دیتا ہے تو دلیل ہے کہ اپنے مال میں سے کسی کو عطا کرے گا۔ اگر چاندی کی انگٹھی دیکھے تو دلیل ہے کہ اس کا مال حلال کا ہے اور اگر سونے کی انگٹھی دیکھے تو دلیل ہے کہ مال حرام کا ہے اگر دیکھے کہ انگٹھی لوہے کی ہے تو قوت اور توانائی پائے گا اور اگر دیکھے کہ انگٹھی دیولے گیا ہے تو اس کی تعبیر سب سے بری ہے۔

**انگور دیکھنے کی تعبیر:**۔ موسم پر خواب میں سیاہ انگور کھانا غم و اندوہ کی دلیل ہے۔ بے موسم کھانا دلیل ہے کہ صاحب خواب کے منہ سے کوئی چیز نکلے گی جس انگور کا چھلکا سخت ہے اس کو کھانا مال کی دلیل ہے جو مشکل سے ملے گا جس انگور کا پانی سیاہ ہے مال حرام کی دلیل ہے جو انگور دیکھنے میں سرخ ہے عزت اور مرتبے کی دلیل ہے۔ اگر انگور طشت میں نچوڑتا ہے تو اس امر کی دلیل ہے کہ امیر عورت کی خدمت کرے گا اگر پیالے میں نچوڑتا ہے تو کسی کینے شخص کی۔

**بارش دیکھنے کی تعبیر:**۔ بارش خواب میں حق تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر رحمت اور برکت ہے اگر یہ دیکھے یہ بارش آہستہ آہستہ ہو رہی ہے تو خیر و برکت کی دلیل ہے اگر دیکھے کہ شروع یا شروع سال میں بارش برس رہی ہے تو دلیل ہے کہ فراخی نعمت زیادہ ہوگی اگر دیکھے کہ آب باران سے مسح کرتا ہے تو دلیل ہے کہ خوف و غم سے امن میں رہے گا اگر دیکھے کہ پانی ہوا کی طرف سے آتا ہے تو حق تعالیٰ کی طرف سے قہر کی دلیل ہے۔

**گوشت کا ٹکڑا دیکھنے کی تعبیر:**۔ تعبیر: اگر خواب میں دیکھے کہ بکری کے گوشت کا ٹکڑا کھایا ہے تو دلیل ہے کہ اسی قدر نعمت ملے گی خواب میں کچے گوشت کا ٹکڑا یتیم کا مال کھانے کی دلیل ہے۔

**قیدی دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر کوئی شخص دیکھے کہ خواب میں کسی کو پابند کیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کے کام میں پابنداری ہوگی۔ جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خواب میں پابندی کرنا تین وجوہ پر ہے۔ اول جس شخص کو پابند کیا ہے اس کا مقیم ہونا۔ دوم اس پر عنایت کرنا۔ سوم اس کو خیر و منفعت پہنچے گی اور اگر دیکھے کہ اس نے قید سے رہائی پائی ہے تو اس کی تعبیر اس کے خلاف ہے۔

**ببر شیر دیکھنے کی تعبیر:**۔ ببر شیر ایک درندہ ہے اس کو خواب میں دیکھنا قوی دشمن کی دلیل ہے لیکن کریم اور مہربان ہے۔ اگر دیکھے کہ ببر شیر کیساتھ لڑائی کرے اس کو مغلوب کر دیا ہے تو دلیل ہے کہ دشمن پر غالب آئے گا اگر اس سے مغلوب ہو گیا تو دشمن اس پر فتح پائے گا ببر شیر کی ہڈیاں، بال اور چمڑا خواب میں دیکھنا مال و منفعت کی دلیل ہے اگر دیکھے کہ ببر شیر کے اوپر بیٹھا ہے اور وہ اس کا مطیع ہے تو دلیل ہے کہ دشمن اس کا تابعدار ہوگا۔

**سولی پر چڑھتا دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر کوئی شخص دیکھے سولی پر چڑھا ہے اور لوگ نظارہ کرتے ہیں تو دلیل ہے کہ اتنے لوگوں کا سردار ہوگا۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ سولی چڑھے ہوئے آدمی کا گوشت کھاتا ہے تو دلیل ہے کہ کسی گرفتار مصیبت کا مال کھائے گا۔

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ خواب میں سولی پر چڑھنا چار وجہ پر ہے۔ اول سرداری و حکومت۔ دوم مال و دولت۔ سوم بزرگواری۔ چہارم لوگوں کی غیبت۔

**چاول دیکھنے کی تعبیر:**۔ خواب میں چاول دیکھنا مال ہے جو بقدر چاول دیکھنے کے حاصل ہوگا۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ پکے ہوئے چاول کھاتا ہے تو دلیل ہے کہ مراد پوری ہوگی اور اگر خواب میں پلاؤ کھائے تو زیادہ بہتری اور نیکی کی دلیل ہے اگر دیکھے کہ وہی چاول کھاتا ہے تو یہ غم و اندوہ کی دلیل ہے۔

**بکری کا بچہ دیکھنے کی تعبیر:**۔ خواب میں بکری کا بچہ دیکھنا چاہے نہ ہو یا مادہ فرزند کی دلیل ہے۔ اگر دیکھے کہ بکری کے بچے کو مارا ہے تو دلیل ہے کہ اس کا فرزند مرے گا اور اگر دیکھے کہ بکری کے بچے کا گوشت کھایا ہے تو اس امر کی دلیل ہے کہ بیٹے کی طرف سے غم و تکلیف پہنچے گی۔ بکری کا بچہ خواب میں دیکھنا خیر و منفعت ہے۔ بکری کے بچے کو خواب میں دیکھنا چار وجہ پر ہے: اول: فرزند۔ دوم: مال حلال۔ سوم: بمعیت۔ چہارم: غم و اندوہ

**ننگا ہونا دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو خواب میں ننگا دیکھے اور طالب دنیا ہے تو غم و اندوہ کی دلیل ہے اگر تہہ بند بندھا ہوا ہے تو دلیل ہے کہ اطاعت اور عبادت میں کوشش کرے گا خواب میں برہنگی ذلت اور رسوائی کی دلیل ہے۔ اگر خواب میں عورت کو کپڑے پہنے ہوئے دیکھے تو نیک مرد کے لیے نیک اور بدکار کے لیے بدکار ہے۔

**بطخ دیکھنے کی تعبیر:**۔ خواب میں بطخ دیکھنا مال و دولت کی دلیل ہے اگر دیکھے کہ لٹخیں اس سے باتیں کرتی ہیں تو دلیل ہے کہ مال دار عورت کے باعث سفر کرے گا اور اس میں عزت و فائدہ ہوگا۔ خواب میں سفید بطخ دیکھنا مال ہوتا ہے اور سیاہ بطخ دیکھنا کنیز ہے اگر دیکھے کہ بطخ کو مارا ہے اور کھایا ہے تو دلیل ہے کہ عورت کے مال کا وارث ہوگا اور اس کو واضح کرے گا۔

**چڑیا دیکھنے کی تعبیر:**۔ خواب میں چڑیا دیکھنا با قدر و مرتبہ مرد کی علامت ہے اگر چہ پارسا ہونہ ہو۔ اگر دیکھے کہ چڑیا کو پکڑا ہے تو دلیل ہے کہ با قدر عورت اس پر کامیاب ہوگی۔ اگر دیکھے کہ چڑیا کو اس کے گھونسلے سے نکالا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو رنج اور ملامت حاصل ہوگی۔ اہل تعبیر بیان کرتے ہیں کہ خواب میں چڑیا پانا فرزند یا غلام ہے خواب میں چڑیا کا گھونسلہ دیکھنا امن کی دلیل ہے۔

**تھکڑی، بیڑی دیکھنے کی تعبیر:**۔ خواب میں بیڑی دیکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے دین میں خلل ہے اور وہ اسلام کا جھوٹا مدعی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی گردن میں لکڑی کا بند دیکھے تو دلیل ہے کہ اس کے ذمہ امانت ہے اگر دیکھے کہ اس کے پاؤں میں سے کسی نے بیڑی نکالی ہے تو دلیل ہے کہ بادشاہ کی نوکری سے خلاصی پائے گا۔ ہاتھ میں بند دیکھنا اس امر کی دلیل ہے کہ ظالم بادشاہ کا ہاتھ ظلم کرے گا۔

**بہشت دیکھنے کی تعبیر:**۔ خواب میں بہشت دیکھنا اللہ کی طرف سے خوشی اور خوشخبری ہے۔ اگر خواب میں دیکھے کہ بہشت میں اسے بند کر دیا گیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کے ماں باپ اس سے ناراض ہیں اگر دیکھے کہ بہشت کے میوے اس کو کسی نے دیئے ہیں تو دلیل ہے کہ اس کو اس کے علم سے ایک حصہ حاصل ہوگا۔ اگر خواب میں دیکھے کہ وہ بہشت میں ہے تو دلیل ہے کہ وہ جہاں کی مرادیں پائے گا۔

**بوسہ دیتا دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر خواب میں دیکھے کہ کسی کو بوسہ دیا ہے تو دلیل ہے کہ اس سے خیر و منفعت پائے گا۔

**اُلو دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر دیکھے کہ الو سے لڑائی کرتا ہے تو اس کا جھگڑا کسی آدمی سے ہوگا اگر دیکھے کہ الو کا گوشت کھاتا ہے تو دلیل ہے کہ اسی قدر چوراں کا مال کھائے گا۔

**پیاز دیکھنے کی تعبیر:**۔ خواب میں پیاز دیکھنا مال حرام اور بدی اور ناخوشگوار ہے اگر پکا ہوا پیاز کھایا ہے تو دلیل ہے کہ آخر کار حرام کھانے سے توبہ کرے گا۔

**خواب میں خرید و فروخت کرنا دیکھنے کی تعبیر:**۔ خواب میں قرآن مجید کو بیچنا اس امر کی دلیل ہے کہ اس کا دین اس کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اگر خواب میں دیکھے کہ اپنی عورت کو بیچا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی حرمت اور بزرگی ذلیل ہوگی اور بدنام ہوگا۔ جو چیز پیاری ہے اس کا خواب میں بیچنا برا ہے اور خریدنا اچھا ہے۔

**ہاتھی دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر کوئی آدمی خواب میں دیکھے کہ ہاتھی پر بیٹھا ہے تو دلیل ہے کہ ٹکھی عورت کرے گا۔ اگر دیکھے کہ اس نے ہاتھی کو جان سے مارا ڈالا ہے تو دلیل ہے کہ اس کے ہاتھوں کوئی بادشاہ مارا جائے گا یا کوئی مضبوط قلعہ فتح ہوگا۔ اگر خواب میں دیکھے کہ لڑائی کے وقت ہاتھی پر بیٹھا ہے تو دلیل ہے کہ بڑے دشمن کو مغلوب کرے گا۔ اگر دیکھے کہ پشت فیل سے گرا ہے تو دلیل ہے کہ سخت بلاء میں گرفتار ہوگا اور اگر دیکھے کہ لڑائی میں ہاتھی سے گرا ہے اور مر گیا ہے تو دلیل ہے کہ اس ملک کا بادشاہ مرے گا۔

**اندھیرا دیکھنے کی تعبیر:**۔ خواب میں تاریکی راہ دین میں گمراہی ہے اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ وہ تاریکی میں تھا اور وہ تاریکی روشنی سے بدل گئی ہے تو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ توبہ کرے گا اور دین کا راستہ اس پر کھلے گا۔

جابر مغربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خواب میں تاریکی غم و اندوہ ہے اور اگر دیکھے کہ ہوا روشن تھی اور اچانک ابر کی تاریکی آگئی تو دلیل ہے کہ

اس ملک میں ناگہاں موت ظاہر ہوگی۔ اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ اندھیرے سے روشنی کی طرف آیا ہے تو دلیل ہے کہ غربی سے امیری کی طرف آئے گا۔

**کلباڑی دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر خواب میں دیکھا کہ اس کے پاس کلباڑی ہے یا کسی نے دی ہے تو دلیل ہے کہ اسی قسم کے آدمی کے ساتھ دوستی ہوگی اگر دیکھے کہ اس کی کلباڑی ٹوٹ گئی ہے یا ضائع ہوگئی ہے تو دلیل ہے کہ مرے گا۔

**شور باد دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ شور بے کوبکری، بھیڑ یا ٹٹھے دہی کے ساتھ کھاتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو اسی قدر سپاہی آدمی سے فائدہ حاصل ہوگا۔

جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شور باگوشت، خرگوش یا ترش چیز کے ساتھ دلیل غم ہے۔

**خواب میں نکاح کرتا دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ عورت سے نکاح کیا ہے شادی شدہ ہے تو شرف اور بزرگی کی دلیل ہے اگر کنوارا ہے تو مالدار عورت کرے گا اگر خواب میں عورت کو طلاق دیتا ہے تو عزت و بزرگی زائل ہوگی۔

اگر اس نے دیکھا کہ اس نے کسی عورت سے شادی کی ہے اور اس عورت کا حال نہ دیکھا نہ جاننا اور نہ سنا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی موت قریب ہے۔ اگر کوئی دیکھے کہ نابکار (نکی) عورت اس کے نکاح میں آئی ہے تو دلیل ہے کہ مشکل کام اس پر آسان ہوگا اگر دیکھے کہ اس نے کنواری لڑکی سے شادی کی ہے تو دلیل ہے کہ اس کو اسی سال عورت پاکیزہ حاصل ہوگی۔

**تسبیح کرتا دیکھنے کی تعبیر:**۔ خواب میں تسبیح کرنا حق تعالیٰ کی فرماں برداری ہے اور غم و اندوہ سے نجات کی دلیل ہے

اگر دیکھے کہ تسبیح کے ساتھ حق تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرتا ہے تو دلیل ہے کہ دین میں قوی ہوگا اور مال پائے فرمان حق تعالیٰ ہے:

”لکن شکرتکم لازیدنکم“ اگر تم شکر کرو گئے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔

**تنور دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر دیکھے کہ تنور اسکے پاس ہے تو دلیل ہے کہ امور خانہ داری میں انتظام ہوگا اور تندرستی ہوگی اگر دیکھے کہ تنور میں گرا ہے تو رنج و آفت کی دلیل ہے اگر دیکھے کہ روٹی تنور میں لگتی ہے تو دلیل ہے کہ اسی قدر حلال روزی پائے گا اور اس کا کام نیک ہوگا۔ اگر دیکھے کہ تنور میں آگ بغیر روشنی دیکھے تو دلیل ہے کہ سفر حج کو جائے گا اور بعض کہتے ہیں کہ صاحب خواب کو خیر و منفعت حاصل ہوگی۔

**سرمہ دیکھنے کی تعبیر:**۔ خواب میں سرمہ دیکھنا مال ہے اگر دیکھے کہ اس نے سرمہ ڈالا ہے تو دلیل ہے کہ دین کی اصلاح ڈھونڈے گا اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ اس نے کسی کو سرمہ دیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو اس قدر مال حاصل ہوگا اگر دیکھے سرمہ کھایا ہے تو دلیل ہے اس قدر غمناک اور محتاج ہوگا۔ اگر کوئی دیکھے کہ بغل کے نیچے بدبودور کرنے کے لیے سرمہ رکھتا ہے تو دلیل ہے کہ ایسا کام کرے گا جس کے باعث اس کی مدح و ثناء ہوگی اور نیکی بیان کی جائے گی۔

**چادر دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر کوئی دیکھے کہ عورتوں کی طرح چادر پہنے ہوئے ہے تو دلیل ہے کہ اس کام میں خیر و شر ہے۔ اگر کوئی دیکھے کہ چادر پھٹ گئی ہے یا جل گئی ہے تو دلیل ہے کہ اس کی پردہ دری کی جائے گی اگر خواب میں کوئی چادر دیکھے تو اس سے مراد عورت ہے۔ اگر کوئی دیکھے کہ اس نے نئی چادر خریدی ہے تو دلیل ہے کہ کنیز خریدے گا اور اس کے ہاں فرزند پیدا ہوگا۔

امام جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خواب میں چادر دیکھنا تین وجوہ پر ہے۔

اول: قدر و جاہ۔ دوم: مرد کو عورت اور عورت کو مرد کا حصول۔ سوم: گھر کی ملکیت اور سرداری۔

**جھاڑو دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر کوئی دیکھے کہ خواب میں جھاڑو دیتا ہے تو اس کا مال ضائع ہوگا اگر دیکھے کہ کسی کے گھر جھاڑو دیتا ہے تو دلیل ہے کسی کا مال اس کو پہنچے گا خاص کر اگر دیکھے کہ کسی کے گھر میں جھاڑو دے کر خاک اپنے گھر لے آیا ہے۔

**جبئی ہوتا دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر کوئی خواب میں اپنے آپ کو جبئی دیکھے تو دلیل ہے کہ حرام میں حیران و پریشان ہوگا۔ یا سفر کرے گا اور

دنیا کی مراد پائے گا اور اس کا کام تباہ ہو جائے گا۔ ابراہیم کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ خواب میں اپنے آپ کو جنبی یا برہنہ دیکھے تو دلیل ہے کہ اپنے کام میں حیران و عاجز ہوگا اگر دیکھے کہ حمام میں غسل کیا ہے تو دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا اور توبہ کرے گا۔  
**خواب میں ساز بجاتا دیکھنے کی تعبیر:**۔ ابن سیرین رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ خواب میں ساز بجانا جھوٹی بات ہے اگر دیکھے کہ ساز بجاتا ہے تو اس کو اس سے غم و اندوہ پہنچے گا اگر دیکھے کہ ساز کو توڑ دیا ہے تو دلیل ہے جھوٹ اور باطل سے توبہ کرے گا اگر کوئی ساز بجاتا ہے اور وہ سنتا ہے تو دلیل ہے کہ باطل اور جھوٹی بات کو سنے گا۔

بعض اہل تعبیر نے کہا ہے کہ خواب میں ساز بجانا درازی عمر کی دلیل ہے اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ ساز کے ساتھ ناچ اور رنگ بھی ہے تو دلیل ہے کہ غم و مصیبت سے اگر کوئی بیماری میں دیکھے کہ ساز بجاتا ہے تو یہ اس کی وفات کی دلیل ہے۔

**پانی کی نہر دیکھنے کی تعبیر:**۔ خواب میں پانی کی نہر دیکھنا خوش مزہ اور پاکیزہ پانی جیسا ہے اور دلیل ہے کہ اس کی زندگانی اچھی گزرے گی اگر کوئی خواب میں نہر کا پانی صاف اور جاری دیکھے تو دلیل ہے کہ اس کا کام جاری رہے گا اگر دیکھے کہ نہر کا پانی گدلا ہے تو دلیل ہے کہ اس کا کام تباہ اور بے انتظام ہوگا۔

اگر دیکھے کہ تخت کے اوپر بیٹھا ہے اور اس کے نیچے پانی جاری ہے تو دلیل ہے کہ دولت و اقبال اس کی طرف رخ کرے گا۔ اگر دیکھے کہ نہر کے صاف پانی میں بیٹھا ہے اگر بیمار ہے تو شفاء پائے گا قرض دار ہے تو قرض ادا ہوگا اور سفر میں ہے تو وطن کو واپس آئے گا۔  
**خواب میں حج کرتا دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر خواب میں دیکھے کہ حج کیا ہے تو دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے نصیب میں حج کرے گا اگر قرض دار ہے تو قرض سے فارغ ہوگا۔ اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ حج کو گیا ہے لیکن حج نہیں کر سکا تو دلیل ہے کہ اس کی عمر دراز ہوگی۔ اگر دیکھے حج اس پر واجب ہے اور اس نے حج کا ارادہ نہیں کیا تو دلیل ہے کہ وہ آدمی خیانت کرے گا اگر دیکھے کہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھتا ہے تو دلیل ہے کہ بزرگوں سے نفع پائے گا۔

**حجرۃ اسود دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر خواب میں دیکھے کہ حجر اسود پر ہاتھ ملتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو اہل حجاز سے نفع پہنچے گا اگر کسی نے خواب میں آب زمزم پیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو اس کی کھوئی ہوئی چیز مل جائے گی۔ اگر دیکھے کہ حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے اور اس پر منہ دھرتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کے دین میں خیر و صلاح زیادہ ہوگی اور اہل علم سے ملے گا۔

**کعبہ دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر کوئی اپنے آپ کو حرم کعبہ میں دیکھے تو دلیل ہے کہ دنیا کے مصائب و آلام سے امن میں رہے گا اور اس کو حج نصیب ہوگا اگر کوئی دیکھے کہ اس کو بادشاہ نے اپنے حرم میں خود بلایا ہے تو دلیل ہے کہ بادشاہ کا کام کرے گا اور اس کو اس کے کام سے بدنامی ہوگی۔ اگر دیکھے کہ بادشاہ کے دربار میں گیا ہے تو اس کی بھی تعبیر ہے۔

**حلوہ دیکھنے کی تعبیر:**۔ خواب میں حلوہ بہت سامال اور دین خالص ہے خواب میں حلوہ کھانا اس بات کی دلیل ہے کہ اسی قدر مال حلال پائے گا اگر خواب میں دیکھے کہ اس میں زعفران ہے تو یہ بھی بہتری کی دلیل ہے۔ خواب میں حلوہ فروش آدمی شیریں سخن مرد ہے۔

**مہندی دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر خواب میں دیکھے کہ اپنے آپ کو مہندی لگی ہوئی ہے تو دلیل ہے کہ اپنے آپ کو آراستہ کرے گا لیکن اس کے دین میں کراہت ہوگی اگر یہ خواب ایسا آدمی دیکھے جس کے حسب حال مہندی لگانا نہیں ہے تو وہ دلیل ہے کہ اس کو غم لاحق ہوگا اور جلدی نجات پائے گا۔

**کوڑا کرکٹ دیکھنے کی تعبیر:**۔ خواب میں کوڑا کرکٹ دیکھنا عام لوگوں کے لیے مال اور نعمت ہے اگر دیکھے کہ خاشاک کو ہوالے لگی ہے یا ہل گیا ہے تو دلیل ہے کہ بادشاہ اس کا مال لے گا۔ اگر دیکھے کہ کوڑا کرکٹ کو کسی تنور میں جلاتا ہے تو دلیل ہے کہ اپنے مال کو عیال پر خرچ کرے گا اور جمع کرے گا اگر دیکھے کہ شہر یا کوچے میں ہو کوڑا کرکٹ لائی ہے تو دلیل ہے کہ اس شہر کے لوگوں کو اس قدر مال و منفعت حاصل ہوگی۔

**قلم دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر دیکھے قلم لیا ہے یا اس کو کسی نے دیا ہے تو دلیل ہے کہ علوم حاصل کرے گا اور اس کی مراد پوری ہوگی اگر



دیکھے کہ خواب میں دو قلموں سے لکھتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کا سفر میں گیا ہوا شخص جلد واپس آئے گا اگر دیکھے کہ قلم سے کچھ لکھتا ہے یا پڑھتا ہے تو یہ اس کی موت کی دلیل ہے۔ اگر دیکھے کہ قلم اس کے ہاتھ میں ٹوٹ گیا ہے اگر عالم ہے تو اس کا کام بے رونق ہوگا۔ امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ قلم سات وجوہ پر ہے۔

اول: حکمت۔ دوم: فرمان۔ سوم: علم۔ چہارم: دانائی۔ پنجم: ولایت۔ ششم: چیزوں کا درست ہونا۔ ہفتم: کام اور مراد۔

**انڈا دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر خواب میں دیکھے کہ مرغی نے انڈا دیا ہے اس کو معلوم نہیں ہے کہ کیسا ہے؟ تو دلیل ہے کہ عورت سے شادی کرے گا اور مدت تک اس کے ساتھ رہے گا۔ اگر دیکھے کہ چھلکوں سمیت انڈا کھایا ہے تو دلیل ہے کہ مردوں کا کفن چوری کرے گا اگر دیکھے کہ پکا ہوا انڈا کھاتا ہے تو رنج اور مشقت سے مال حاصل کرے گا، اگر دیکھے کہ انڈوں پر پرندوں کی طرح بیٹھا ہے تو دلیل ہے عورتوں کے پاس بیٹھے گا اور فائدہ پائے گا۔ اگر دیکھے کہ اس کے پاس بہت سے انڈے ہیں تو دلیل ہے کہ اس کے بہت سے لڑکے ہوں گے۔ چڑیا کا انڈا خوشی پر دلیل ہے۔

**زخمی کرتا دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر دیکھے کہ اس کو کسی نے زخمی کیا ہے اور اس کا خون نکلا ہے تو دلیل ہے کہ زخمی کرنے والا اس کو سچی بات کہے گا اور وہ اس کو جواب نہ دے سکے گا اگر خواب میں کوئی اپنے آپ پر بہت زیادہ زخم دیکھے تو دلیل ہے کہ بادشاہ سے منفعت پائے گا۔ حضرت جابر مغربی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے جسم پر بہت سے زخم دیکھنا مال کا نقصان ہے۔

**جھگڑا دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر خواب میں دیکھے کہ کسی کے ساتھ جھگڑا کیا ہے اور اس پر غالب آیا ہے تو دلیل ہے کہ آخر کار غالب آئے گا اور دشمن پر فتح پائے گا اگر دیکھے کہ دشمن اس پر غالب آیا ہے تو دلیل اول کے خلاف ہے۔ اگر دیکھے کہ کسی کے ساتھ اس کا بے وجہ جھگڑا ہو گیا ہے تو دلیل ہے لوگ اس سے اندوہ کین رہیں گے کیونکہ وہ لوگوں کو ستانا چاہتا ہے۔

**ہنسی دیکھنے کی تعبیر:**۔ اگر کوئی خواب میں کھلکھلا کر ہنسا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو غم زیادہ لاحق ہوگا اگر دیکھے کہ آہستہ آہستہ ہنسا ہے تو دلیل ہے کہ اس کا اندوہ کم ہوگا۔ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ خواب میں آہستہ ہنسی فرزند پر دلیل ہے۔ اس طرح تہمتہ کی ہنسی خدا تعالیٰ کے کاموں پر تعجب کرنا ہے۔ ”افمن هذا الحدیث تعجبون“

**سور دیکھنے کی تعبیر:**۔ ابراہیم کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ خواب میں سور کی حفاظت دنیا دار کے لیے نیک ہے اور دین دار کے لیے بد اور خواب میں سور کا بچہ دیکھنا غم و اندوہ کی دلیل ہے۔ اگر وہ دیکھے کہ سوروں کے درمیان پھرتا ہے تو دلیل ہے کہ حرام مال جمع کرے گا اگر دیکھے کہ وہ سوروں کا گڈر یا ہے تو دلیل ہے کہ بے دین اور بد فعل لوگوں پر سردار ہوگا۔ اگر دیکھے کہ اس کے پاس سور کا گوشت، چمڑا یا ہڈی ہے تو دلیل ہے کہ اس قدر مال حرام پائے گا۔

**جال دیکھنے کی تعبیر:**۔ حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ خواب میں جال دیکھنا مکر اور حیلہ ہے اگر دیکھے کہ جانور کو پھندے میں لایا ہے تو جو شخص اس جانوروں سے منسوب ہے اس کو مکر و حیا سے قبضہ میں لائے گا۔

**لڑکی دیکھنے کی تعبیر:**۔ ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں خواب میں لڑکی دیکھنا خوشی کی دلیل ہے اگر دیکھے کہ اس کے ہاں لڑکی ہوئی ہے یا کسی نے اس کو دی ہے تو دلیل ہے اس کے حسن و جمال کے مطابق خیر اور منفعت پائے گا۔ اگر دیکھے کہ لڑکی مری ہے تو اس کی دلیل اول کے برعکس ہے۔ اگر دیکھے کہ اپنی لڑکی کسی کو دی ہے اس سے آدمی کو خوشی پہنچے گی۔

**دریا دیکھنے کی تعبیر:**۔ ابن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خواب میں دریا بڑا عالم یا بادشاہ ہے اگر دیکھے کہ اس نے دریا کا پانی پیا ہے تو دلیل ہے کہ بادشاہ سے عزت اور مرتبہ پائے گا یا عالم سے نفع پائے گا۔ اگر دیکھے کہ دریا میں ڈوبا ہے اور اس کا جسم کچھڑ سے بھر گیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو بادشاہ سے غم و اندوہ پہنچے گا۔ اگر دیکھے کہ دریا سے تیر کر نکلا ہے تو دلیل ہے کہ رہائی پائے گا اگر دیکھے کہ دریا سے ٹھنڈا پانی پیا ہے تو دلیل ہے کہ پورا نصیب پائے گا۔

**چوری کرتا دیکھنے کی تعبیر:-** اگر خواب میں دیکھے کہ کسی کا مال چوری کرنے کی نیت ہے تو دلیل ہے کہ کسی کو بری بات پہنچائے گا اور بعض کہتے ہیں کہ بیمار ہوگا اور شفاء پائے گا۔ اگر دیکھے کہ چور کے ہاتھوں اسیر ہوا ہے تو اس کا حال بد ہوگا اگر دیکھے کہ چوروں نے اس کا رستہ روکا ہے تو دلیل ہے کہ وہ شخص غم و اندوہ کو پہنچے گا۔ اگر دیکھے کہ چور لوگوں کا سامان لے گئے ہیں تو دلیل ہے کہ اس کا عیش تباہ ہو جائے گا۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خواب میں چور کو دیکھنا خیانت اور حیلہ ہے۔

**کوٹا دیکھنے کی تعبیر:-** ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کوٹا خواب میں فاسق بے دین اور جھوٹا آدمی ہے۔ اگر دیکھے کہ کوٹے کا شکار کیا ہے تو دلیل ہے کہ کسی جگہ سے جھوٹ کے ساتھ مال پائے گا۔ خواب میں بہت سے کوٹے دیکھنا لشکر کی دلیل ہے۔ اگر دیکھے کہ کوٹے کو مارا ہے تو دلیل ہے کہ اس سے گھر والوں کو نقصان پہنچے گا۔ اگر دیکھے کہ کوٹا اور چکور دونوں لڑتے ہیں تو دلیل ہے کہ کینز کے ساتھ فساد کرے گا۔

**قید خانہ دیکھنے کی تعبیر:-** اگر کوئی شخص اپنے آپ کو قید میں دیکھے تو اس کی ہلاکت پر دلیل ہے۔ اگر قید خانہ معلوم ہے تو اس کی غم و اندوہ حاصل ہوگا اگر قید خانہ نامعلوم ہے تو اندھا ہوگا۔ اگر دیکھے کہ قید خانہ میں گیا ہے اور جلدی نکلا ہے تو دلیل ہے کہ پوری مراد پائے گا۔ ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے خواب میں قید خانہ قہر ہے۔

**زہر دیکھنے کی تعبیر:-** ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ خواب میں زہر کھانا مال حرام یا خون باطل اور ناحق ہے۔ اگر دیکھے کہ اس کا جسم زہر آلود ہے تو تو دلیل ہے کہ جس کام میں ہوگا سخت حریص ہوگا۔ اگر دیکھے کہ اس کے جسم کو زہر سے تکلیف ہوئی ہے یا سوج گیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کے مطابق اس کو غم و اندوہ پہنچے گا۔ اگر دیکھے کہ زہر کھایا ہے تو دلیل ہے کہ کسی پر غصہ آئے گا۔

**کتا دیکھنے کی تعبیر:-** ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ خواب میں کتا دیکھنا کمینے اور مہربان دشمن کو دیکھنا ہے۔ اگر دیکھے کہ کتے نے اس کو کاٹا ہے تو دلیل ہے کہ دشمن اس سے نقصان اٹھائے گا۔ اگر دیکھے کہ اس نے کتے کا گوشت کھایا ہے تو دلیل ہے کہ دشمن کو دفع کرے گا۔ اگر دیکھے کہ کتے کو روٹی دی ہے تو دلیل ہے کہ اس پر روزی فراخ ہوگی۔ اگر دیکھے کہ کتا اس سے بھاگا ہے تو دلیل ہے محتاط دشمن ہوگا۔ اگر دیکھے کہ شکاری کتے کے ساتھ شکار کرتا ہے تو دلیل ہے کہ دشمن کی طرف سے خیر پہنچے گی۔ اگر دیکھے کہ شکاری کتے کا گوشت کھایا ہے تو دلیل ہے کہ وراثت پائے گا۔

**جسم کا شل ہوتا یا فاج پڑتا دیکھنے کی تعبیر:-** تعبیر: اگر خواب میں دیکھے کہ اس کا جسم شل ہوگا اور گھر کے ایک گوشے میں گر پڑا ہے اور اٹھ نہیں سکتا تو دلیل ہے کہ برے کاموں سے توبہ کرے گا۔ حضرت جابر مغربی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر دیکھے کہ اس کا کوئی عضو خستہ ہو گیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کے خویش کو جو اس سے نسبت رکھتا ہے آفت پہنچے گی۔

**قرآن مجید پڑھتا دیکھنے کی تعبیر:-** اگر دیکھے کہ آیت پڑھی ہے تو حق تعالیٰ کے غصے اور غضب پر دلیل ہے توبہ کرے اور اللہ کی طرف رجوع کرے۔ اگر دیکھے کہ خواب میں آدھا قرآن مجید پڑھا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی آدھی عمر گزری ہوگی۔ اگر دیکھے کہ قرآن مجید بلند آواز سے پڑھتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کا کام بلند ہوگا اور وہ لوگوں میں مشہور ہوگا۔ اگر دیکھے کہ قرآن مجید کا پورا پارہ پڑھا ہے تو دلیل ہے کہ سال اور ماہ اس پر مبارک ہوگا۔ اگر دیکھے کہ اس نے قرآن مجید کے سات پارے پڑھے ہیں تو دلیل ہے کہ غم و اندوہ سے نجات پائے گا۔ اگر دیکھے کہ برہنہ ہے اور قرآن مجید پڑھتا ہے تو دلیل ہے کہ خواہش مند ہوگا۔ اگر پاک اور ناپاک جگہ پڑھتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کے اعتقاد میں خلل ہوگا۔

**قربانی کرتا دیکھنے کی تعبیر:-** اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ گائے بکری یا اونٹ کی قربانی کی ہے تو دلیل ہے کہ اگر غلام ہے تو آزاد ہوگا اگر رنج بلا اور زحمت میں گرفتار ہے تو شفاء پائے گا۔ خوف میں ہے تو امن پائے گا اگر حج نہیں کیا ہے توج کرے گا۔ اگر دیکھے کہ قربانی کا گوشت لوگوں میں تقسیم کیا ہے تو دلیل ہے کہ وہاں مال دار شخص مرے گا اور اس کا مال تقسیم ہوگا۔ اگر دیکھے کہ لوگوں نے گوشت چرایا ہے تو دلیل ہے کہ حق تعالیٰ پر جھوٹ بولے گا۔

**خواب میں روتا دیکھنے کی تعبیر:-** اگر خواب میں دیکھے کہ رونے سے اس کے منہ پر نشان پڑ گئے ہیں تو دلیل ہے کہ لوگوں کے طعنے

سننے پڑیں گے۔ اگر دیکھے کہ گناہ پرویا ہے تو یہ خدا تعالیٰ کے کرم پر دلیل ہے جو اس پر اپنے فضل سے اس پر رحمت کرے گا اور اس کے گناہ بخشے گا۔ اگر خواب میں دیکھے کہ وہ رو دیا اور ہنسا ہے تو اس کی موت قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”ہو اضحک و ابکی“ وہ ہنساتا اور رلاتا ہے۔

**کھیت دیکھنے کی تعبیر:** اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ کھیت کو کاٹا ہے تو دلیل ہے کہ لوگ لڑائی میں مارے جائیں گے۔ اگر دیکھے کہ کھیت بویا کاٹا اور غلہ نکالا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی امید پوری ہوگی۔ اگر دیکھے کہ کھیت میں آگ لگی ہے اور سب کچھ جل گیا ہے تو دلیل ہے کہ اس ملک میں قحط پڑے گا۔ اگر دیکھے کہ اپنے کھیت کو پانی دیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کے ہاتھ ایسا کام ہوگا جس سے اسے دنیا اور آخرت میں منفعت ہوگی۔ اگر دیکھے کہ آگ آئی ہے اور اس کے کھیت کو جلا دیا ہے تو دلیل ہے کہ بادشاہ سے اس کا نقصان ہوگا۔ اگر کھیت کو موسم میں سبز دیکھے تو دلیل ہے کہ اس ملک میں نعمت فراخ ہوگی اگر یہ دیکھے کہ کھیت میں دوستوں کے ساتھ گیا ہے تو دلیل ہے کہ جہاد کو جائے گا۔ حضرت اسماعیل اشعث رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ وقت پر کھیت کو کاٹنا تو دلیل ہے کہ امر حق بجالائے گا۔

**سانپ دیکھنے کی تعبیر:** اگر کوئی دیکھے کہ اس کے گھر میں سانپ ہے تو یہ گھریلو دشمن پر دلیل ہے۔ اگر دیکھے کہ اس نے سانپ سے لڑائی کی ہے تو دلیل ہے کہ وہ دشمن سے جھگڑا کرے گا۔ اگر دیکھے کہ سانپ کو مارا ہے تو دلیل ہے کہ دشمن کو مغلوب کرے گا۔ اگر دیکھے کہ سانپ اس کا تابعدار ہے تو دلیل ہے کہ عزت اور بزرگی پائے گا۔ اگر دیکھے کہ اس کے سامنے بہت سے سانپ ہیں اور اس کو ستاتے ہیں تو دلیل ہے کہ بہت زیادہ دشمن ہوں گے۔ اگر دیکھے کہ اس کی آستین سے سانپ نکلا ہے تو دلیل ہے کہ اس کا فرزند اسلام کا دشمن ہوگا۔ اگر دیکھے کہ اس نے اپنے بستر پر سانپ مارا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی عورت مرے گی۔

**مسجد دیکھنے کی تعبیر:** اگر دیکھے کہ اس نے مسجد بنائی ہے تو دلیل ہے کہ مسلمانوں کے لیے خیر اور نیکی کرے گا یا کسی قوم کو دین اسلام اور شریعت پر قائم رکھے گا۔ اگر دیکھے کہ اس نے مسجد کا چراغ بجھایا ہے تو دلیل ہے کہ اس کے فرزند مرے گا۔ اگر دیکھے کہ کسی نے اس کو مسجد کے دروازے سے روکا ہے تو دلیل ہے کہ اس پر ظلم کرے گا۔ اگر اس نے مسجد ویران دیکھی ہے تو دلیل ہے کہ کوئی عالم مرے گا۔ اگر دیکھے کہ اس نے مسجد میں چراغ روشن کیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کا مصلح لڑکا پیدا ہوگا۔ اگر دیکھے کہ جمعے کے دن مسجد کو آراستہ کیا ہے تو دلیل ہے کہ عالم لوگ اس سے خیر و برکت پائیں گے۔ اگر دیکھے کہ مسجد میں گیا ہے تو دلیل ہے کہ امن میں رہے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

”ومن دخله کان آمنا“ جو اس میں داخل ہوگا امن میں رہے گا۔

**استاد دیکھنے کی تعبیر:** اگر خواب میں دیکھے کہ تعلیم دیتا ہے اور بچوں کو علم سکھاتا ہے تو دلیل ہے کہ صاحب خواب لوگوں کو حق پہنچائے گا۔

**بانسری بجاتا دیکھنے کی تعبیر:** ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ خواب میں بانسری بجانا دکھ، غم اور مصیبت پر دلیل ہے۔ اگر دیکھے کہ وہ بانسری بجاتا ہے تو دلیل ہے کہ مصیبت میں گرفتار ہوگا۔ ابراہیم کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے بانسری بجانے والا وہ شخص ہوتا ہے جو لوگوں کو خیر پہنچاتا ہے۔

**بلی دیکھنے کی تعبیر:** اگر دیکھے کہ بلی گھر سے کوئی چیز کھا گئی ہے یا لے گئی ہے تو دلیل ہے کہ چور اس کے گھر سے کوئی چیز لے جائے گا۔ اگر دیکھے کہ خواب میں بلی کو مارا ہے تو دلیل ہے کہ چور کو مغلوب کرے گا۔ اگر دیکھے کہ بلی کے ساتھ لڑائی کرتا ہے اور بلی نے اس کو خراش لگائی ہے تو دلیل ہے کہ بیمار ہوگا۔ اگر بلی نے اس کو کاٹا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی بیماری دراز ہوگی۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا جو شخص صبح بلی کو خواب میں دیکھے وہ چھ روز تک بیمار رہے گا۔ (انبیاء کے خواب ص 86 تا 111)

نام کتاب :- تذکرۃ الابراہر ..... مصنف :- ڈاکٹر عبدالغفور راشد ..... ناشر :- مکتبہ ارسلان الہ آباد

### تذکرۃ الابراہر سے متصوفین علماء کا تذکرہ

مولانا حکیم محمد حسین رحمہ اللہ کا ذوق تصوف: اپنے زمانے میں کئی بزرگوں کی صحبت میں سلوک کی راہیں بھی طے کرتے رہے جن میں سرفہرست مولانا کمال الدین ڈوگر صاحب ہیں۔ ایک دفعہ ان کے خطبہ جمعہ میں کسی طرح 2، 3 طوائفیں بھی آگئیں انہوں نے مولانا محمد حسین رحمہ اللہ کا خطبہ جمعہ سنا۔ جمعہ کے بعد گھر آئیں اور ان کے سامنے انہوں نے اپنے ناپاک پیسے سے توبہ کی اور جا کر نکاح کر کے شرافت کی زندگی بسر کرنے لگیں۔ مولانا رحمہ اللہ کے والد صاحب مولانا حاصل دین رحمہ اللہ کا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ لگاؤ اور حضور ﷺ کی پیروی کا جذبہ بہت زیادہ تھا۔ ان کا فرمان تھا کہ اذان ہو جائے تو آدمی اس طرح اٹھے جیسے پاؤں تلے انگارہ آ گیا ہے۔ (بحوالہ تذکرۃ الابراہر)

مولانا عبدالکریم حسینی رحمہ اللہ:- بڑے متقی، دیندار اور عالم باعمل شخص تھے ان کے بزرگوں کا تعلق علم و عرفان اور تزکیہ و تصوف سے رہا ہے۔ مولانا عملیات کے میدان کے بہت شائق تھے۔ جن حضرات کو جنات یا آسیب کی پریشانی لاحق ہوتی۔ اپنے عمل کے باعث وہ ان کیلئے آسانی اور صحت کا معاملہ پیدا کرتے۔ ان کے آٹھویں دادامیاں عبداللہ بھٹی اپنے زمانے کی ممتاز روحانی شخصیت تھے۔ (بحوالہ تذکرۃ الابراہر)

میاں مولانا بخش گوہڑوی رحمہ اللہ:- طبیعت کے سادہ، فکر کے خالص، عقیدہ میں راسخ اور منکسر المزاج میاں مولانا بخش بن حاجی نور محمد رحمہ اللہ کا تعلق موضع گوہڑ سے تھا۔ بستی گوہڑ میں شروع ہی سے غزنوی اور لکھوی علماء کرام کا آنا تھا اس وجہ سے یہاں کے لوگوں کا عمومی ماحول علم دوستی اور دینداری کا تھا۔ میاں مولانا بخش رحمہ اللہ بھی مولانا محمد علی مدنی لکھوی رحمہ اللہ کے بیعت تھے۔ (بحوالہ تذکرۃ الابراہر)

ایک ہفتہ عالم جنات میں درس:- علامہ محمد یوسف خان کلکتوی رحمہ اللہ کے پاس مدرسہ غزنویہ میں جنات بھی تعلیم حاصل کرتے تھے ایک دن جنوں نے علامہ صاحب سے کہا کہ آپ ہمارے قبیلے میں جا کر تبلیغ کریں۔ آپ کی تبلیغ سے بہت فائدہ ہوگا۔ چنانچہ جنات علامہ صاحب رحمہ اللہ کو اٹھا کر لے گئے اور ایک ہفتہ وہاں پر درس و تدریس کا کام جاری رہا اس سے جنات کے کئی قبائل اسلام لے آئے۔ اس دوران علامہ صاحب کی گمشدگی پر مدرسہ کے ناظمین اور ان کے گھر والے بہت پریشان رہے لیکن ایک ہفتے بعد علامہ صاحب خود ہی واپس آ گئے۔ (بحوالہ تذکرۃ الابراہر)

حصول فیض ..... اور جنات میں درس:- حافظ محمد سلیمان خان بھوجیانی رحمہ اللہ نے مولانا عبداللہ شہید، مولانا عبدالرحمن شہید اور مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ سے کسب فیض کیا۔ ان کے حلقہ درس میں جنات بھی اخذ فیض کرتے تھے۔

صوفی دین محمد رحمہ اللہ کہلن کا ذوق تصوف:- انہوں نے دارالعلوم تقویۃ الاسلام امرتسر میں غزنوی علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ تقریباً 5 برس کا عرصہ حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی صحبت ثمر بار میں رہے۔ صوفی دین محمد رحمہ اللہ بڑے اہل اللہ اور عارف باللہ شخص تھے ان کی زبان اکثر و بیشتر ذکر الہی سے تراوردل خشیت الہی سے لبریز رہتا۔

دعا کے دوران کشفی کیفیت:- جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو ضرور قبول کرتے۔ ایک دفعہ ان کا بیٹا جو پٹواری تھا ان کے پاس آیا کہ میں ملازمت سے درخواست ہو گیا ہوں۔ میری ملازمت کی بحالی کیلئے دعا کریں چونکہ وہ اس شعبے اور ایسی کمائی کو پسند نہیں کرتے تھے بلکہ اس کے گھر سے انہوں نے کبھی کھانا بھی پسند نہیں کیا۔ اس لیے دعا سے انکار کر دیا لیکن جب بیٹے نے بے حد اصرار کیا تو اسے ساتھ کھڑا کر کے دعا مانگنے لگے۔ دعا کے دوران ہی انہوں نے بیٹے کو دھکیل کر اپنے سے علیحدہ کر دیا۔ دعا ختم ہوئی تو بیٹے نے سوال کیا کہ کیا بات ہے آپ نے خود ہی مجھے ساتھ کھڑا کیا اور خود ہی دھکیل کر دور کر دیا؟ فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا میرے ساتھ کھڑا ہونا اور تمہیں ساتھ لے کر سفارش کرنا پسند نہیں کیا۔ لیکن پھر بھی جاؤ تمہارا کام ہو جائے گا۔ اور واقعی اس کی ملازمت بحال ہو گئی۔ وہ

اکثر دعا کیا کرتے تھے کہ مجھے رمضان المبارک کی 21 ویں شب کو موت آئے چنانچہ جب انہوں نے اس دارفانی سے دار بقاء کا سفر اختیار کیا تو 1965ء میں رمضان المبارک کی 21 ویں رات تھی۔ (بحوالہ تذکرۃ الابراہر)

**مولانا محمد امین رحمہ اللہ گہلن کا ذوق تصوف:**۔ ان کے دور میں میں لوگوں نے گھروں میں تھیلیاں لٹکار رکھی تھیں جب عورتیں با وضو ہو کر آنا گوندھنے لگتیں تو ایک دو مٹھی آٹا ان تھیلیوں میں ڈال دیتیں جسے بعد میں اکٹھا کر کے طالبان قرآن وحدیث کی خوراک بنایا جاتا۔ ان کی درسگاہ میں انسانوں کے علاوہ جنات بھی زیر تعلیم تھے۔ مولانا کے چھوٹے بھائی حافظ محمد شریف اشرف بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا مجھے اور مولانا محمد ابراہیم کو لے کر الہ آباد اور گہلن کے درمیان نہر کے پل پر گئے اور جاتے ہی وہاں تقریر شروع کر دی۔ چاندنی رات تھی ہم یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ مولانا کیلے ہی ویران جگہ تقریر کر رہے ہیں تقریر کے اختتام پر ہمیں بتایا کہ ایک جن کی شادی کی تقریب بھی جس میں تقریر کی۔

**ان کے والد گرامی کی بیعت تصوف:**۔ ان کے والد گرامی صوفی الدین رحمہ اللہ بھی بڑے متقی اور پارساتھے وہ دینی علوم کے سلسلہ میں صوفی دین محمد رحمہ اللہ سے فیض یافتہ تھے لیکن روحانی مدارج طے کرنے کیلئے انہوں نے صوفی ولی محمد رحمہ اللہ فتوحی والا اور مولانا کمال الدین ڈوگر رحمہ اللہ کی بیعت کر رکھی تھی اور ان سے حد درجہ عقیدت ارادت رکھتے تھے۔

**صاحب کرامت ولی کا مجرب تعویذ:**۔ حافظ عبدالرحمن رحمہ اللہ فتح محمد کلاں بڑے ہی نیک اور پارسا شخص تھے۔ بلکہ صاحب کرامات بزرگ تھے قرب وجوار کے دیہاتوں میں ان کی کرامات کا چرچا زبان زد عام تھا۔ ایک دفعہ گاؤں میں ایک شخص کے بیل چوری ہو گئے۔ وہ حافظ صاحب کے پاس آیا اور مدعا بیان کیا۔ انہوں نے ایک تعویذ لکھ کر دیا اور فرمایا اسے لے جا کر اپنی چارپائی کے پائے کے نیچے رکھ کر رات کو گھر کی بجائے گلی میں سو جانا اس شخص نے ایسا ہی کیا خدا کی قدرت کہ چور رات کو آئے اور بیل چھوڑ کر چلے گئے۔

**بابا حاجی احمد دین الہ آباد کی بیعت اصلاح:**۔ چہرے پر حنائی رنگ کی پوری داڑھی، سر پر پگڑی، ہاتھ میں کھونڈی، ضعیف العمری میں بزرگانہ چال اور پر جلال وجاہت کیساتھ قدم اٹھاتے ہوئے مدینہ مسجد کے متولی و بانی بابا حاجی احمد دین ۱۸۸۰ء میں جو دھ پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر سے ہی دینی رغبت تھی اور مولانا صوفی کمال الدین ڈوگر رحمہ اللہ سے خصوصی بیعت وعقیدت کا رشتہ تھا۔

**مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف:**۔ عارف باللہ حافظ محمد بن باریک اللہ لکھوی رحمہ اللہ کے چھ بیٹے تھے۔ ان سب میں سے مولانا محی الدین عبدالرحمن لکھوی رحمہ اللہ نے علم و عمل اور زہد و ورع میں خاص مقام حاصل کیا۔ عارف باللہ، ولی کامل حضرت سید محمد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں علم و عرفان کے جواہر گر انما یہ اپنے دامن میں سمیٹنے کیلئے گئے۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی صحبت صالحہ نے مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ کے اتقاء و صالحیت کو دو آتشہ کر دیا۔ وہ والد گرامی کی وفات کے 2 سال بعد ۱۳۱۳ھ کو فوت ہوئے۔ حج بیت اللہ کیلئے گئے۔ مسجد نبوی ﷺ میں سجدہ کی حالت میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ (تذکرۃ الابراہر صفحہ نمبر 15)

فرماتے تھے کہ بعض علماء اور صوفیاء کسی کا ہدیہ قبول نہیں کرتے کہ اس سے لوگ ہمیں حقیر سمجھیں گے اور کہیں گے یہ چھوٹا آدمی ہے جو ہدیہ قبول کرتا ہے۔ ان کے اندر کا بڑا پین ان کو ایسا نہیں کرنے دیتا لیکن مولانا رحمہ اللہ کا مزاج بالکل ہی مختلف تھا۔ انہیں کوئی ایک روپیہ بھی دیتا تو لے لیتے کہ اس سے نفس کی نفی ہوتی ہے بڑا پین ختم ہوتا ہے۔ (تذکرۃ الابراہر صفحہ 25)

**مولانا صوفی ولی محمد رحمہ اللہ فتوحی والا کا ذوق تصوف:**۔ مولانا ولی محمد رحمہ اللہ کا شمار عابد و زاہد، صابر و قانع، خوش اخلاق شب زندانہ دار اور اصحاب علم و عرفان کبار علماء میں ہوتا ہے۔ ان کا طرز معاشرت انتہائی سادہ تھا۔ مولانا جس طرح خود سادہ مزاج اور سادہ پوش تھے اسی طرح ان کی مسجد بھی بالکل سادہ سی تھی جس کے ساتھ ایک حجرہ بنا ہوا تھا جس میں وہ تشریف فرما ہوتے اور وہاں ارادت مندوں کا مجوم لگا رہتا۔ وہ سب سے پہلے امیر الجاہدین مولانا عبداللہ رحمہ اللہ پھر امیر عبدالکریم رحمہ اللہ اور پھر امیر نعمت اللہ رحمہ اللہ کی بیعت سے سرفراز ہوئے۔

**عارفین کی نماز:** خشوع عارف کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں عارفین کی نماز کا طریقہ اور خشوع بیان کیا گیا ہے۔ اس

کے علاوہ ایک کتاب حیات طیبہ کے عنوان سے لکھی جس میں زہد اور رہبانیت کا فرق واضح کیا گیا ہے۔ (تذکرۃ الارباب صفحہ 36.37.38)

**طی الارض کے ساتھ سفر:**۔ مولانا ایک دفعہ فتوحی والا سے بیرکھائی گئے جو اس وقت الدہ آباد سے مغرب کی جانب واقع ہے اور کلنگن پور سے تقریباً 7 میل کے فاصلے پر ہے۔ اس دور میں بسوں کی سہولت نہیں تھی آمدورفت کیلئے ریل گاڑی پر ہی گزارا تھا۔ جمعے کا دن تھا تقریباً 12 بجے انہوں نے بیرکھائی میں دو پہر کا کھانا کھایا اور فرمایا کہ میں واپس جا رہا ہوں۔ وہاں جا کر میں نے جمعے کا خطبہ دینا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اس وقت آپ کا وہاں پہنچنا ناممکن ہے۔ سواری کے بغیر اتنے قلیل وقت میں آپ کیسے جاسکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ روانہ ہو گئے۔ لوگوں کو بہت تجسس ہوا۔ انہوں نے پیچھے سے ایک آدمی کو بھیجا جس نے جا کر مولانا رحمہ اللہ کے گاؤں والوں سے جب پوچھا تو معلوم ہوا کہ مولانا رحمہ اللہ تو پہلی اذان سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئے تھے اور خطبہ جمعہ بھی انہوں نے ہی ارشاد کیا۔ یہ واقعہ مولانا رحمہ اللہ کی کرامت تھی۔ (تذکرۃ الارباب صفحہ 39)

**مولانا کمال الدین ڈوگر رحمہ اللہ:**۔ انہوں نے لکھو کے جا کر مولانا محی الدین رحمہ اللہ سے استفادہ کیا۔ وہ قرآن پاک کی کثرت سے تلاوت کیا کرتے اور فرماتے تھے جو کچھ قرآن میں نظر آیا ہے وہ دنیا کی کسی دوسری چیز میں نہیں۔

**حشرات الارض پر ولی کے حکم کا اثر (کرامت):**۔ مولانا بڑے متوکل علی اللہ اور مستجاب الدعوات تھے۔ ان کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ وہ کھڑیاں خاص ضلع قصور میں کسی اجتماع میں شرکت کیلئے گئے۔ اس مسجد میں کیڑوں کی بہتات تھی۔ لوگوں نے شکایت کی کہ حضرت اس مسجد میں کیڑے بہت زیادہ ہیں۔ فرمایا ایک کیڑا پکڑ کر میرے پاس لے آؤ کیڑا لایا گیا تو اسے اپنی تھیلی پر رکھ کر فرمایا بھئی وعظ و نصیحت کی ضرورت تو ہم انسانوں کو ہے جو ایسی مقصد کیلئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ تمہیں اس کی ضرورت نہیں پھر تم کیوں آئے ہو۔ پھر کچھ پڑھ کر اس پر پھونکا اور فرمایا اسے آبادی سے باہر لے جا کر چھوڑ آؤ۔ ایسا ہی کیا گیا دیکھتے ہی دیکھتے تمام کیڑے غائب ہو گئے اور پھر کبھی واپس نہ آئے۔ (فیوض محمدیہ ص 219)

**مولانا کا فکر آخرت:**۔ خوف خدا سے رونے کے سلسلے میں ایک معروف واقعہ ہے۔ چونکہ ان کا تعلق ڈوگر خاندان سے تھا۔ اور اس خاندان کے افراد عمومی طور پر جرائم کی زندگی کو پسند کرتے ہیں مولانا کمال الدین رحمہ اللہ ایک دن مسجد کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نماز پڑھنے مسجد آیا وضو کرتے وقت اس نے ایک بھڑکود بیکھا اور مار دیا۔ وضو سے فارغ ہو کر وہ نماز میں مصروف ہو گیا۔ مولانا رحمہ اللہ یہ سارا واقعہ دیکھ رہے تھے دیکھ کر زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ نمازی اپنی نماز سے فارغ ہوا مولانا رحمہ اللہ کو روتے دیکھا تو صورت حال کی نزاکت کو سمجھ گیا۔ مولانا رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ میں نے وضو کرتے وقت ایک موذی بھڑکوی مارا ہے کونسا جرم کیا ہے؟ جو آپ رحمہ اللہ نے اتنا محسوس کیا ہے۔ فرمانے لگے جسے تو نے مارا ہے اس نے تجھے کوئی ایذا تو نہیں دی تھی۔ تو نے اسے صرف موذی سمجھ کر ہی مار دیا ہے۔ میں اس لیے رو رہا ہوں کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھے صرف ڈوگر سمجھ کر ہی جہنم میں نہ پھینک دے اس خوف سے میں رو رہا ہوں۔ (تذکرۃ الارباب صفحہ 41)

**حافظ محمد عظیم میر محمدی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف:**۔ انتہائی متقی اور پرہیزگار شخص تھے۔ بلکہ عرفان و سلوک میں انہوں نے ممتاز مقام حاصل کیا۔ علم حاصل کرنے کیلئے مدرسہ محمدیہ لکھو کے اور مدرسہ غرنویہ امرتسر میں گئے۔ لیکن ان کا قلبی و طبعی رجحان عرفان و سلوک کی طرف تھا۔ لہذا وہ اپنی تشنگی کی سیرابی کیلئے بہت عرصہ سید محبوب علی شاہ رحمہ اللہ اور مولانا کمال الدین ڈوگر رحمہ اللہ کی خدمت میں رہے۔ ان کا صحبتی رنگ تادم حیات ان پر غالب رہا۔ ان کے زہد و ورع اور عرفان و سلوک کے بارے میں لوگوں نے کافی حکایات بیان کی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ (تذکرۃ الارباب صفحہ 42)

**”اللہ ہو“ کا ذکر اور ٹرین کارکنا (کرامت):**۔ مولانا عبدالعظیم انصاری نے تذکرہ علماء بھوجیان میں لکھا ہے کہ میر محمد گاؤں کے ایک زمیندار بیان کرتے ہیں کہ جب میں مڈل سکول راؤ خانوالا میں پڑھتا تھا تو پیدل ہی سکول جایا کرتا تھا ایک دن میں سکول جانے کیلئے گھر سے نکلا تو حافظ محمد عظیم میر محمدی صاحب رحمہ اللہ بھی تیز قدموں سے جا رہے تھے۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ انہوں نے راؤ خان والا سے ٹرین پر سوار ہونا

ہے اسی لیے جلدی میں ہیں۔ لیکن صورتحال یہ تھی کہ فاصلہ زیادہ اور وقت بہت کم تھا۔ میں نے کہا گاڑی آئیوالی ہے اور آپ اس پر سوار نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے فرمایا تم چپ چاپ میرے پیچھے آؤ بات کوئی نہیں کرنی لیکن جب دایاں قدم اٹھاؤ تو اللہ اور بائیں قدم پرھو کہنا ہے۔ ابھی ہدایات جاری تھیں کہ گاڑی نے وسل بجایا میں نے کہا گاڑی راجہ جنگ اسٹیشن پر آگئی ہے لہذا ہم نہیں پہنچ پائیں گے۔ انہوں نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا باتیں نہ کرو بلکہ ذکر کرتے ہوئے چلتے آؤ۔ ہم چلتے رہے ابھی راؤ خانوالا اسٹیشن سے ایک میل پیچھے تھے کہ گاڑی گزر گئی میں نے پھر کہا کہ گاڑی تو گزر گئی۔ انہوں نے مجھے پھر خاموش رہنے کا حکم دیا ہم آگے بڑھتے ہوئے جب اسٹیشن سے ایک فرلانگ پیچھے رہ گئے تو گاڑی اسٹیشن سے چل پڑی لیکن پھر حیرت انگیز بات یہ ہوئی کہ تھوڑا سا آگے جا کر گاڑی رک گئی حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے تسلی سے ٹکٹ خریدا گاڑی پر سوار ہوئے اور گاڑی چل پڑی۔ (تذکرہ الا برار صفحہ 43)

اکثر اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ آیۃ الکرسی پڑھ کے بغیر محافظ کے کھیتوں میں مویشی چھوڑ آتے ان کے مویشی محفوظ رہتے اور کبھی نقصان نہ ہوتا۔ حالانکہ ابتداء ہی سے میر محمد وستونکی کے علاقے میں جرائم پیشہ افراد کی کثرت رہی۔ (تذکرہ الا برار صفحہ 44)

**حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمد رحمہ اللہ:**۔ مولانا نے حصول تعلیم کے لئے مدرسہ محمدیہ لکھنؤ کے کارخ کیا اور تصوف سلوک کی سیرابی کیلئے سید محبوب علی شاہ سے فیض پایا۔ (ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث 1 مئی 09ء از سعید احمد چنیوٹی)

**علمائے اہلحدیث اور بریلوی میں باہمی رواداری:**۔ مولانا محمد حیات قصوری رحمہ اللہ کا شمار خداسیدہ اور باعمل علماء میں ہوتا ہے۔ مولانا کا اسلوب بڑا ناسحانہ تھا۔ کبھی شرانگیزی اور فتنہ پروری کی بات نہیں کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ دیگر مسالک کے ساتھ ان کا عزت و احترام کارشہ تھا۔ مولانا محمد اسحاق بھی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ”کاروان سلف“ میں ایک بریلوی عالم دین کا واقعہ بیان کیا ہے کہ ان کی زندگی کا آخری وقت تھا تو ان کے ہم مسلک علماء اور عقیدت مندان کے ارگرد بیٹھے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول تھے۔ مولانا رحمہ اللہ نے آنکھیں کھولیں اور کہا کہ کوئی جا کر مولانا محمد حیات کو بلا لائے۔ یہ سن کر ایک شخص بولا حضرت وہ تو وہابی ہیں مولوی صاحب نے فرمایا کہ جاؤ تم ہی بلا کر لاؤ وہ شخص مولانا رحمہ اللہ کو بلا کر لے آیا انہیں دیکھ کر بیمار مولانا کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور کہنے لگے: حضرت! میں آخری سفر پر جا رہا ہوں میری طرف سے اگر آپ کی شان میں کوئی گستاخی ہوگئی ہو تو اللہ کیلئے مجھے معاف کر دیں۔ اور مجھے سورۃ یٰسین پڑھ کر سنائیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے اور ساتھ ہی سورۃ یٰسین کی تلاوت شروع کر دی۔ جب آخری آیۃ ”فسبحن الذی الیہ ترجعون“ تلاوت کی تو ان کی روح پرواز کر گئی۔ (کاروان سلف ص 112 بحوالہ: تذکرہ الا برار ص 48)

**باہم کوئی تفریق نہ تھی:**۔ مولانا سید عبدالرحمن شاہ رحمہ اللہ پٹی والے عقیدہ توحید پر راسخ، صحیح تتبع سنت اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ ان کے نزدیک مسلمان ایک برادری اور قوم تھے، کوئی ذات پات کی تقسیم نہیں تھی بلکہ سب برابر تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک جماعت تیار کی جس کا نام انہوں نے جماعت کافر رکھا۔ (تذکرہ الا برار ص 55)

**اخلاق و انصاری:**۔ مولانا عبدالقدوس رحمہ اللہ میواتی گوڑگانوی کسب فیض کیلئے مولانا عبدالکیم رحمہ اللہ بلند شہری کی صحبت میں رہے ان کی تربیت نے اپنے لائق شاگرد کو زہد و ورع کے خاص قالب میں ڈھال دیا۔ اسی عقیدت کی بناء پر مولانا عبدالقدوس رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کا نام عبدالکیم رکھا۔ اپنے طلبہ سے مولانا رحمہ اللہ بہت شفقت فرماتے۔ ان کا ایک شاگرد بیمار پڑ گیا بیماری میں اتنی نقاہت ہوئی کہ بستر پر ہی پاخانہ کر دیا۔ اپنے شاگرد کے بستر کو مولانا رحمہ اللہ نے خود صاف کیا۔ دوسرے شاگردوں نے کہا کہ ہم یہ کام کر دیتے ہیں فرمایا نہیں شاگرد تو بیٹے کی طرح ہوتا ہے لہذا میں اپنے بیٹے کا بستر خود ہی صاف کروں گا۔ (تذکرہ الا برار ص 57-60)

**میاں محمد ابراہیم رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح:**۔ میاں محمد ابراہیم رحمہ اللہ جاگووالہ سادہ مزاج کے شریف النفس انسان تھے۔ صوفی ولی محمد فتوحی والا رحمہ اللہ سے خصوصی ارادت رکھتے جبکہ امام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے بیعت تھے۔ (تذکرہ الا برار ص 68)

**روحانی عملیات سے گہرا شغف:-** مولانا محمد عبداللہ حسینی رحمہ اللہ ایک جہان ان سے عقیدت رکھتا تھا۔ وہ لوگوں کو نیکی اور تقویٰ کی تلقین کرتے کتاب و سنت کی تعلیمات سے آراستہ تھے۔ روحانی عملیات اور اوراد و وظائف سے گہرا شغف رکھتے تھے۔ (تذکرۃ الابرار ص 77)

**حفظ قرآن کی کرامت:** مولانا عبدالرحیم رحمانی حسینی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے وافر مقدار میں قوت حافظہ عطا فرمائی تھی۔ رمضان المبارک میں نماز تراویح کی امامت کیلئے کوئی حافظ قرآن نہیں تھا۔ ان کے والد مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ قرآن یاد کر کے تراویح پڑھائیں۔ چنانچہ مولانا عبدالرحیم رحمہ اللہ دن کو روزانہ ایک پارہ یاد کرتے اور رات کو تراویح میں قرآن سناتے۔

**علمائے بریلوی رحمہم اللہ کا پرتپاک استقبال:-** 1870ء کے قومی انتخابات میں جب ان کے علاقے سے میاں جمیل احمد شہر قبوری رحمہ اللہ کو ٹکٹ ملا جو مسلماً بریلوی تھے مگر مولانا رحمانی رحمہ اللہ نے ان کا پرتپاک استقبال کیا اور مسجد میں نماز کی امامت کیلئے اپنا مصلیٰ پیش کیا۔ (تذکرۃ الابرار ص 81-78)

**مولانا عبید اللہ رحمہ اللہ کا روحانی و اصلاحی استفادہ:-** مولانا عبید اللہ رحمہ اللہ ڈھولن ہٹھاڑ بڑے علم دوست اور دیندار شخص تھے۔ عرصہ دراز تک مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ کے ساتھ رہے اور ان سے علمی اور روحانی استفادہ کیا۔ (تذکرۃ الابرار ص 90)

نام رسالہ:- ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث (لاہور)

شمارہ 1، جلد 54 جمعۃ المبارک 21 محرم، 1431ھ تا 8 تا 14 جنوری

مدیر مسئول:- حافظ محمد جاوید روپڑی..... نگران اعلیٰ:- عارف سلمان روپڑی

### تصوف بطور تزکیہ نفس و رذائل اخلاق

**تصوف اصلاح تکبر کا نام:-** عزت و افتخار اور کبریائی اللہ کی شان ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں بندے کو بندگی کی شان ہی جتنی ہے۔ اس عبودیت کا اقتضایہ ہے کہ وہ تواضع و خاکساری اختیار کریں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کا وصف یوں بیان کیا:

”وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہونا واذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاما“۔ (الفرقان: ۲۳)

رحمان کے اصل بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور اگر جاہل ان کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام۔ گویا رحمان کے بندے عاجزی اور فروتنی برتتے ہیں اکڑتے اور بیٹھے ہوئے نہیں چلتے۔ ان کی چال ایک شریف اور سلیم الطبع آدمی کی سی چال ہوتی ہے خاکساری اور عاجزی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ ذلیل اغراض کے لئے اپنی خودداری کا سودا کرے بلکہ اس کا منشاء یہ ہے کہ انسان میں کبر و غرور پیدا نہ ہو پائے ہاں اگر خاکسارانہ رویہ روش سے انسان کا ضعف ظاہر ہو تو وہاں اسلام نے عارضی طور پر خوددارانہ کبر و غرور کا حکم دیا ہے اس طرح اسلام نے جہاد کے موقع پر قوت کے اظہار کا حکم دیا ہے حدیث میں ہے کہ بعض غرور کو اللہ ناپسند اور بعض کو پسند کرتا ہے جنگ اور صدقہ کے موقع پر اترا اللہ کو پسند ہے اور ظلم و فخر پر اترا ناپسند۔ (ابوداؤد کتاب الجہاد باب الخیلاء فی الحرب)

رسول اللہ ﷺ دوزانو بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے ایک بدو بھی اس وقت موجود تھا اس نے کہا بیٹھے کا یہ کیا طریقہ ہے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے شریف بندہ بنایا ہے اور متکبر و سرکش نہیں بنایا۔ (ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب الاکل)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے جن کو لوگ مغرور و متکبر سمجھتے تھے اس قسم کے افعال سے اپنے کبر و غرور کی تردید کی ہے اور فرماتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ میں مغرور ہوں حالانکہ گدھے پر سوار ہوتا ہوں کمبل اوڑھتا ہوں اور بکری کا دودھ دوہتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جو شخص یہ سب کام کرتا ہے اس میں غرور نہیں پایا جاتا۔ (ترمذی باب ماجاء فی الکبر)



عرب اپنے حسب و نسب پر اتراتے تھے اور اپنے آپ کو برتر خیال کرتے تھے قرآن نے ان کے خیال کی تردید میں فرمایا:

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا“۔ (المحجرات: ۱۳)

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہاری برادریاں اور قومیں بنائیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ یہاں بتا دیا گیا کہ شرافت و عظمت کی بنیاد حسب پر نہیں، انسان اور انسان کے درمیان فضیلت اور برتری کی بنیاد صرف اخلاقی فضیلت ہے پیدائش کے اعتبار سے تمام انسان یکساں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے تمہارے جاہلیت کے غرور اور باپ دادا کے اوپر فخر کرنے کے طریقہ کو مٹا دیا اب صرف دو قسم کے آدمی ہیں مومن پرہیزگار اور بدکار بد بخت۔ تم لوگ آدم کے بچے ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے لوگ ایسے لوگوں پر فخر کرنا چھوڑ دیں جو جنم کا کونلہ ہیں یا اللہ کے نزدیک اس گبر پلے سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جو اپنے منہ سے نجاست کو گھسیٹتا ملتا ہے۔ (ابوداؤد باب فی التفخر بالا حساب)

**اسراف و تبذیر:** اسلام نے تمدنی اور اجتماعی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مال و دولت کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے اسے خیر سے تعبیر کیا اور اسراف و تبذیر سے منع کیا اور نصیحت فرمائی کہ مال و دولت کو فخر و غرور کا ذریعہ نہ بنایا جائے اسی طرح مال جمع کرنے کے عمل میں مسابقت کو بھی ناپسندیدہ قرار دیا۔ قرآن نے ”الھکم التکاثر“ کہہ کر بتایا کہ تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اور ایک دوسرے سے بڑھ کر کر دینا حاصل کرنے کی دھن نے غفلت میں ڈال رکھا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو مال و دولت کی طلب میں باہمی مسابقت نے غافل کر دیا آدم کا بچہ کہتا ہے میرا مال، میرا مال حالانکہ تیرا مال صرف وہی ہے جس کو تو نے صدقہ میں دے ڈالا، کھاپی ڈالا اور پہن کر پھاڑ ڈالا۔ (ترمذی)

**بغیر تزکیہ کے حصول دینا وبال ہے:** مال و دولت کا حصول ایک بندہ مسلم کا مطمح نظر قرار پائے اور زیادہ سے زیادہ دولت کی طلب میں اسے اس بات کی کوئی پروا نہ ہو کہ وہ کس ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے معیار زندگی کو بلند کرنے کی فکر اسے دبا کر دے اور وہ اس فکر سے غافل ہو جائے کہ معیار آدمیت گرتا جا رہا ہے تو ایسا آدمی اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکتا اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ایک ایسے آدمی کی مثال پیش فرمائی جسے اللہ نے دوباغ عطا کیے تھے جب وہ پھلے پھولے اور بار آور ہوئے تو اس نے اپنے ہمسائے سے کہا:

”فَقَالَ لَصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا“۔ (۳۴)

”وَدَخَلَ لَصَاحِبِهِ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَن تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا“۔ (۳۵)

”وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُدِّدْتُ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلِبًا“۔ (۳۶) (الکہف)

ایک دن اپنے ہمسائے سے بات کرتے ہوئے بولا میں تجھ سے زیادہ مال دار ہوں اور تجھ سے زیادہ طاقتور نفری رکھتا ہوں پھر وہ اپنی جنت میں داخل ہوا اور اپنے نفس کے حق میں ظالم بن کر کہنے لگا میں نہیں سمجھتا کہ یہ دولت بھی فنا ہو جائے گی اور مجھے توقع نہیں کہ قیامت کی گھڑی کبھی آئے گی تاہم اگر کبھی مجھے اپنے رب کے حضور پلٹنا یا بھی گیا تو ضرور اس سے بھی زیادہ شاندار جگہ پاؤں گا۔ اس کی اس تعلق رعونت اور مغرورانہ گفتگو سن کر اس کے ہمسائے نے جواب دیا:

”قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نَظْفٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا“ (الکہف: ۳۷)

اس کے ہمسائے نے گفتگو کرتے ہوئے اس سے کہا کہ کیا تو کفر کرتا ہے اس ذات سے جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفے سے پیدا کیا اور تجھے ایک پورا آدمی بنا کھڑا کیا؟ آخر کاریہ کہ اس کا سارا پھل مارا گیا اور وہ اپنے انگوروں کے باغ کو ٹیٹوں پر الٹا پڑا دیکھ کر اپنی لگائی ہوئی لاگت پر ہاتھ ملتا رہ گیا۔ اس کے تفاخر نے اس کی دولت کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔

بندے کا حسن و کمال یہی ہے کہ وہ حقیقی معنوں میں اللہ کا بندہ بن کر رہے اور اس کا ہر عمل بندگی اور عبدیت کا مظہر ہو اس لیے کہ تکبر کا

سزاوار صرف اللہ ہے جو عزیز و حکیم ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دن خطبہ میں برسر منبر فرمایا: لوگو! فروتنی اور خاکساری اختیار کرو کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے (یعنی اللہ کا حکم سمجھ کر اور اس کی رضا حاصل کرنے کیلئے) خاکساری کا رویہ اختیار کیا (اور بندگان اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اپنے کو اونچا کرنے کے بجائے نیچا رکھنے کی کوشش کی) تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے خیال اور اپنی نگاہ میں تو چھوٹا ہوگا لیکن عام بندگان اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اونچا ہوگا۔ اور جو کوئی تکبر اور بڑائی کا رویہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو نیچے گرا دے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ عام لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل و حقیر ہو جائے گا اگرچہ خود اپنے خیال میں بڑا ہوگا لیکن دوسروں کی نظر میں وہ کتوں اور خنزیروں سے بھی زیادہ ذلیل اور بے وقعت ہو جائے گا۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

**تکبر محرومی کا سبب:-** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا اور ان کا تزکیہ نہیں کرے گا۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کی طرف نگاہ نہیں کرے گا اور ان کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے ایک بوڑھا زانی دوسرا جھوٹا فرماں روا اور تیسرا مانگنے والا متکبر (رواہ مسلم بحوالہ معارف الحدیث)۔ بعض گناہ اور مصیبتیں نہایت سنگین ہوتی ہیں اور بعض حالات میں ان کی سنگینی مزید بڑھ جاتی ہے مذکورہ حدیث میں جن تین برائیوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہونے کے باوجود کوئی غرور تکبر کی چال چلے۔ حدیث میں تزکیہ نہ کیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے گناہ معاف نہ کیے جائیں گے اور وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی اور نظر کرم سے محروم رہیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے مغرورانہ لباس کو تکبر کی علامت قرار دیا ہے۔ فرمایا:

جو چاہا ہو کھاؤ اور پیو بشرط کہ تمہارے اندر گھمنڈ اور اسراف نہ ہو ایک دوسری حدیث کا مضمون یہ ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا کہ مومن کا تہ بند تو اس کی نصف پنڈلی تک رہتا ہے اور اگر اس کے نیچے ٹخنوں سے اوپر رہے تو کوئی گناہ نہیں اور جو ٹخنوں سے نیچے ہو تو وہ جہنم ہے (یعنی گناہ کی بات ہے) یہ بات آپ ﷺ نے تین بار فرمائی (تاکہ لوگوں پر اس کی اہمیت واضح ہو جائے) اور پھر فرمایا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف قیامت کے دن نہیں دیکھے گا جو شیشی کے جذبہ سے اپنا تہ بند زمین پر گھسیٹے گا (بخاری)۔ (ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث ۲۱ ص ۱۴۳۱: ۱۲، ۱۱)

### مولانا سید محمد اسماعیل العمری رحمہ اللہ

1942ء 1362ھ میں پیدا ہوئے۔

**خندہ پیشانی اور فلسفہ ساری:-** استاذ محترم رحمہ اللہ بہت سی خوبیوں کا مجموعہ تھے، سنت کے ساتھ تمسک اور عمل پر مداومت آپ کا خاصہ تھا شب زندہ دار تھے اور ایام بیض کے روزے رکھتے تھے خوش اخلاق اس قدر تھے کہ ہر کسی سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے، فیاضی اور خوشی خلقی میں بہت آگے تھے اور طلباء کے ساتھ حسن سلوک اور پیار آپ کا خاصہ تھا۔ آپ نہایت حلیم الطبع اور بڑے ملنسار تھے لیکن اگر کبھی خلاف شریعت تھوڑی سی بات کو بھی دیکھتے تو رگ حمیت بھڑک اٹھتی اور فوراً روک دیتے راقم نے تعلیم کا آغاز دارالحدیث جامعہ کمالیہ منڈی راجوال ضلع اوکاڑہ میں 1957ء میں انہیں سے کیا تھا ایک دفعہ میں نے اپنے نام محمد امین کے ساتھ لقب طاہر لکھ دیا تو دیکھ کر فرمانے لگے بیٹا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”فلاتنکو انفسکم“ اور پھر انہوں نے اپنی طرف سے لقب عزیز عطا فرمایا۔ حضرت حافظ یحییٰ صاحب عزیز میر محمدی رحمہ اللہ اور مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ صاحبان سے عقیدت کی حد تک لگاؤ تھا۔

جب گفتگو کرتے تو عاجزی و انکساری جھلکتی تھی چونکہ راقم کے پڑوس میں رہتے تھے پورا محلہ جانتا ہے کہ جب چلتے تو ”یغضوا من ابصارہم“ کی عملی تصویر ہوتے غیر محرم کی طرف کبھی نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتے تھے۔ (ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث: ص 16، 17)

### نام کتاب :- تحفۃ الاحوذی ..... مصنف :- حضرت مولانا عبدالرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ

تحفۃ الاحوذی سے جھاڑ پھونک کا جواز :- قرآن و حدیث کے علاوہ سے بھی جھاڑ پھونک جائز ہے۔ مولانا عبدالرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ کی اس روایت کی شرح میں جو مولیٰ ابی اللہ سے نقل کی اور جس میں وہ اپنے رقیہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ (وضاحت از مرتب اثری) ”عرضت علیہ رقیۃ کنت ارقی بہا المجانین فامرنی بطرح بعضها و حبس بعضها“ یعنی میں نے حضور ﷺ کے سامنے اپنے جھاڑ پھونک کے وہ کلمات پیش کیے جن سے میں جھاڑ پھونک کرتا تھا تو آپ ﷺ نے کچھ کلمات کی اجازت دیدی اور ان کو جائز رکھا اور کچھ کلمات کو ساقط کر دیا۔ اس کی شرح میں مولانا مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ”وفیہ دلیل علی جواز الرقیۃ من غیر القرآن والسنة“۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۳۸۰)

### نام کتاب :- فتاویٰ نذیریہ ..... مصنف :- شیخ الکل حضرت مولانا نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ

تعوذ لکھ کر گلے میں لٹکانے کا جواز: فتاویٰ نذیریہ میں ایک سوال یہ ہے کہ گلے میں تعویذ لٹکانا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

(ج) تعویذ نوشتہ در گلو انداز سخن مضائقہ ندارد مگر اشرہ واضح جواز است (ج ۳ ص ۲۹۸) یعنی لکھے ہوئے تعویذ کو گلے میں لٹکانا درست ہے کوئی مضائقہ نہیں۔ زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ جائز ہے۔

مولانا عبدالرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ نے بھی اس فتویٰ کی تائید کی ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۳ ص ۳۹۹)

### نام کتاب :- انوار التوحید ..... مولف :- حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب رحمہ اللہ (سیالکوٹی)

ناشر :- نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

#### اسماء الحسنی کے مجرب وظائف

اسم ذات سے ہر پریشانی سے چھٹکارا :- شرک کے بے شمار قسموں سے ذہن، تصور، خیال، ضمیر، ارادہ، قول و فعل کو پاک کر کے جو کوئی اسم ”اللہ“ کو بکثرت پڑھے گا یقین و ایمان کی فضا میں اس کی روح کی پرواز بہت بلند ہو جائے گی اور توحید کے کیف سے اللہ کے سوا دنیا و مافیہا اس کو ہیچ دکھائی دے گی نہ صرف واجب الوجود کی اصل محبت کے آگے غیر اللہ کی محبت گدراہ ہو جائے گی بلکہ ذات بے ہمتا کی سروری کے آگے فانی سرداریاں طلسم ہیچ مقداری نظر آئیں گی۔ دوئی کی ظلمتیں مٹ کر سینہ وحدت کے نور سے دل معمور ہوگا اور آئینہ دل پر الوہیت کا پرتو اسرار کے دروازے کھول دے گا اور اسم ذات کا عامل بنیادی زندگی کی ذمہ داریوں سے بہ احسن و جوہ سرخرو ہو کر فقر اور توحید کی معراج کو پالے گا۔ اسماء اللہ کے پڑھنے کے تعدد تو قرآن و حدیث میں بیان نہیں ہوئی ہر شخص اپنے مشاغل سے جس قدر وقت نکال سکے اس کی رعایت کو مدنظر رکھ کر پڑھ لیا کرے۔ (انوار التوحید ص ۵۶)

کن فیکونی طاقت کا حصول :- بزرگان دین اور سلف صالحین سے اسماء کی دعوتیں اور ان کے پڑھنے کے تعداد اور پرہیزیں منقول ہیں ان کے معمولات سے جو استفادہ کرنا چاہے کر لے مثلاً اسم ذات صبح کی نماز کے بعد ایک ہزار بار روزانہ پڑھا کریں پوری پرہیز کے ساتھ صرف چند ماہ پڑھنے پر اس کے اثرات آپ مشاہدہ کرنے لگ جائینگے اور پھر مداومت کرنے سے اس کی کن فیکونی طاقتیں اور کفایت و کفالت کے کرشمے معراج ایمان اور ازدیاد ایقان کا موجب ہوں گے۔ (انوار التوحید ص ۵۶)

الرحمن الرحیم کا آزمودہ وظیفہ :- رحمن کے بے پایاں مہربانی اور عنایت کے سہارے مشرکوں، کافروں، باغیوں، ظالموں اور

فاسقوں، فاجروں کو روزی مل رہی ہے پانی، ہوا اور رزق پہنچ رہا ہے، زانی، شرابی، اوباش اور بد معاش اس کی انواع و اقسام کی نعمتوں سے بہرہ ور ہیں۔ اس کی لامتناہی رحمانیت ہی ساری مخلوق کو رزق، روزی تندرستی صحت شفاء عطا کرنے اور اس سے دکھ درد، مرض، کرب، بھوک اور آفات و آلام کے دور کرنے کی ضامن ہے اگر کوئی بد بخت حسد و بغض یا رقابت کی بناء پر کسی شریف آدمی کی ہینک عزت کرے برا بھلا کہے گالی گلوچ دے، بے عزتی کرے، اس کی بیوی اور عیال کی بے آبروی کرے، طرح طرح کے مالی اور جانی نقصان پہنچانے کے درپے رہے، اسے بے عزت کرنے اور جان کو خطرے میں ڈالنے کی پوری پوری سعی کرے اور شب و روز عملاً دشمنی اور عداوت کا ثبوت دے تو کیا وہ شخص اس کو اعلیٰ درجہ کے کھانے کھلانے کو تیار ہوگا۔ (انوار التوحید ص ۵۷)

**1100 مرتبہ پڑھنا کامیابی کی کنجی:-** ”الرحمن الرحیم“ کی دعوت (ورد وظیفہ) سے دل کی قساوت، غفلت، سیاہی دور ہو کر رقت، نرمی، بیداری پیدا ہوتی ہے اور یاد الہی کی توفیق ملتی ہے ان اسماء کا وظیفہ کر نیوالے پر خدا تعالیٰ اپنی تمام خلق کو مشفق، ہمدرد، غم خوار اور مہربان بنا دیتا ہے پوری پرہیز اور تخلیق کے ساتھ جو شخص گیارہ سو بار ”یا رحمن یا رحیم“ ہر روز پڑھے گا چند ماہ کے بعد خدا کی رحمت کی برکھا برستی دیکھے گا۔ (انوار التوحید ص ۵۹)

**”الملک القدوس“ کا مجرب عمل:-** اس وظیفہ کی مداومت مرد مومن کو چودہویں رات کا چاند بنا کر چمکائے گی، عزت، بزرگی، اور تو نگری اس کی غلامی کا دم بھریں گی اور امراء اور روسا اور احکام اس اس کے مطیع ہوں گے بھلا جو کوئی بادشاہ حقیقی الملک کو پکارے وہ کیوں نہ اس کو خاک ذل سے اٹھا کر تخت عزت پر بٹھائے۔

**”القدوس“ سے دل کی صفائی:-** القدوس کی دعوت دل کو پاک اور صاف کرتی ہے اور اس سے نفس کو طہارت حاصل ہوتی ہے تین سو ساٹھ مرتبہ روزانہ پڑھنے سے دل بدیوں اور برائیوں سے نفرت کرنے لگتا ہے اور خیالات پاک اور ذہنیت صاف ہو جاتی ہے۔

**”السلام“ کا مجرب عمل:-** خدا تعالیٰ کو ”السلام“ ماننے والے پر لازم ہے کہ اس کی زبان اور ہاتھ کی ایذاؤں سے مسلمان سلامت رہیں وہ کوشش کرے کہ ”السلام“ کا بندہ ہو کر سن رشد سے لے کر تادم واپس اشراک و احداث کفر و طغیان بدیوں بدکاریوں اور ہر قسم کے گناہوں سے سلامت رہے، بچے اور قیامت کے روز ”السلام“ کے حضور قلب سلیم لے کر پیش ہو۔ ”السلام“ کی دعوت ہر قسم کی روحانی اور جسمانی بیماریوں کے لئے موجب شفاء ہے اس کے پڑھنے سے دل سے خوف و ہراس دور ہو جاتا ہے تین سو بار روزانہ پڑھنے سے سلامتی قلب کے آثار محسوس ہونے لگیں گے۔

**”المومن“ کا مجرب عمل:-** ”المومن“ کی خاصیت کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ برائی، بدی، شرارت، تکلیف اور نقصان پہنچانے سے خدا کی خلقت کو مامون و محفوظ رکھے۔ ”المومن“ کی دعوت عامل کو اللہ کی امان میں رکھے گی کوئی اس پر غلبہ نہ پائے گا ہر طرح کی برائی اور تکلیف سے امن حاصل رہے گا لوگ اس کی عزت کریں گے اور مطیع ہوں گے پانصد بار روزانہ پڑھا کریں۔

**”المہمین“ سے اسرار الہی جاننے کا عمل:-** ”المہمین“ ہر چیز کا نگہبان اس صفت سے تخلت کرنے کا اقتضایہ ہے کہ آدمی اپنے تئیں نگاہ رکھے تمام بری عادتوں خصلتوں شرکیہ عقیدوں اور باطل خیالوں سے اور حفاظت کرے تمام فرائض خداوندی کی اور نگرانی کرے تمام اعضاء و قوے کی کہ وہ خدا کی نافرمانی نہ کریں۔ ”المہمین“ کو کثرت سے پڑھنے والے پر اسرار الہی کے دروازے کھلتے ہیں اور آفات و بلیات سے پناہ ملتی ہے تین صد بار روزانہ پڑھنے پر مداومت کریں۔

**”العزیز“ سے عزت و عروج حاصل کریں:-** ”العزیز“ بے مثل غالب کہ اس پر کوئی غالب نہیں ہے آدمی اپنی تمام حرص و ہوا خواہشات نفس اور شیطانی وساوس پر غلبہ پائے اور خلق سے بے نیاز ہو کر اپنی ذات کو عزت بخشے تو حید کو شرک پر اور سنت کو بدعت پر غالب کرے نیکی سے بدی کو مٹائے۔ العزیز کے پڑھنے سے عزت اور مرتبہ حاصل ہوتا ہے خلق کی محتاجی سے نجات ملتی ہے اگر کوئی مرتبہ سے گرا ہو

اس کو بکثرت پڑھے گا تو اسے ذلت کے بعد عزت اور عروج حاصل ہوگا انشاء اللہ۔ تین صد بار روزانہ پڑھا کریں۔

”الجبار“ سے ظالموں سے حفاظت:- آدمی کو چاہیے کہ اپنی جان کے نقصان اور نفس کے بگاڑ کو شریعت کے فضائل کے ساتھ درست کرے اور طبع سرکش کو خدا کے خوف سے رام کرے اور ہمیشہ اپنی مرضی کو خدا کی مرضی کے تابع رکھے جب اس کی خواہش کے مطابق کام نہ ہو تو سمجھ لے کہ خدا کا ارادہ پورا ہوا ہے پھر اپنے ارادہ کو خدا کے ارادہ پر قربان کر کے خوش ہو جائے۔ الجبار کا ورد ظالموں کے شر سے بچنے کے لئے تریاق لامثال ہے اس پر مداومت رکھنے سے لوگوں کی بدگوئی غیبت اور بہتان سے امان ملتی ہے اور خلقت کے دل میں اس کی مہبت پھیلتی ہے۔

”المتکبر“ سے عاجزی حاصل کریں:- المتکبر کی دعوت سے نفس رام ہوتا ہے تکبر مٹتا ہے اور عاجزی آتی ہے خلقت پر بدبہ پڑتا ہے۔

”الخالق“ سے دل کا نور حاصل کریں:- الخالق پیدا کرنے والا مشیت کے موافق اندازہ کرنے والا بندہ مومن پر لازم ہے کہ وہ تمام زندگی ایسے کام کرے جن سے اس کا خالق خوش ہو۔ الخالق کو بکثرت پڑھنے سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے جس کے اثر سے چہرہ بھی روشن اور نورانی ہو جاتا ہے اور تمام کاموں کے کرنے میں اس کو طاقت اور قوت میسر آتی ہے۔

”الباری“ سے بگڑے ہوئے کام سنواریں:- ”الباری“ بنانے والا اس اسم کے پڑھنے سے آدمی کے تمام کام درست ہوتے ہیں بگڑے ہوئے امور سنور جاتے ہیں بندہ باری کو چاہیے کہ وہ کوئی کام شریعت کے خلاف نہ کرے اور اس کی کارگیری میں فکر کیا کرے۔

”المصور“ سے کام میں آسانی:- ”المصور“ کو بکثرت پڑھنے سے دشواریاں آسانی کی صورت اختیار کرتی ہیں بانجھ عورت ایک سو ایک بار ہر روز پڑھ کر پانی پر دم کر کے چالیس روز پئے۔ تو ”المصور“ اسے چاند سا بچہ عطا کرے انشاء اللہ۔

”الغفار“ گناہوں کی معافی کا ذریعہ:- اس کو پڑھنے سے آدمی کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور خدا کا قرب نصیب ہوتا ہے اس اسم سے بندہ کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ وہ لوگوں کے عیبوں کو ڈھانکے اور قصور معاف کیا کرے۔

”القہار“ بدخواہوں سے نجات کا ذریعہ:- اس کے غلبہ سے تمام مخلوق تھر تھرا کا پتی ہے اس کے پڑھنے سے ہمیں اور دشواریاں آسان ہوتی ہیں اور دشمن حاسد اور بدخواہ سرنگوں رہتے ہیں۔

”الوہاب“ نبی خزانوں کا ذریعہ:- ”الوہاب“ بڑا دینے والا بغیر عوض کے بہت عطا کرنے والا فقر، فاقہ میں مبتلا شخص اگر اس اسم کو ایک ہزار بار روزانہ بعد نماز عشاء پڑھے متواتر تین ماہ تک روزانہ پڑھتا رہے تو خدا کی دین اور عطا دیکھ کر حیران رہ جائے۔ رزق کی فرانی کے دروازے اس پر کھلیں اور اس کی محتاجی و تنگی دور ہو جائے۔ یہ اسم مسلمان سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ بلا غرض اپنی جان و مال خدا کی راہ میں خرچ کرے۔

”الرزاق“ بکثرت رزق کا ذریعہ:- جو کوئی الرزاق کو بکثرت پڑھے گا ظہر اور باطنی رزق سے حصہ وافر پائے گا۔

”الفتاح“ مشکل کشائیوں کا ذریعہ:- اس اسم کے پڑھنے سے حاجت روائیوں اور مشکل کشائیوں کے دروازے کھلتے ہیں اور دل کا زنگ دور ہو کر اس میں جلا آتی ہے شرح صدر کی نعمت ملتی ہے۔

”العلیم“ پوشیدہ بھیج جانے کا ذریعہ:- اس اسم کو بکثرت پڑھنے سے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور کئی پوشیدہ بھیج دیاں پر کھلتے ہیں۔

”الباسط“ فراوانی کیلئے:- ”الباسط“ دلوں کا فراخ کرنے والا اور روزی کا کشادہ کرنے والا ہزار بار اس اسم کا پڑھنا روزی کو کشادہ کرتا ہے اور رزق فراوان نیز اس کے ورد سے دل کی حالت قبض حالت بسط میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

”الخافض“:- اس کے بکثرت پڑھنے سے دشمن مغلوب ہوتا ہے۔

”الرافع“ کا مجرب وظیفہ:- اس کے پڑھنے سے خدا تعالیٰ عامل کو خلقت میں سے چن لیتا ہے اور لوگوں سے اس کو بے نیاز کر دیتا ہے۔

”المعز“ کا مجرب وظیفہ:- اس کا پڑھنے والا خلقت کی نظر میں نہایت عزت اور وقار کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور لوگوں پر اس کی

- بیت طاری رہتی ہے اس کی تعلیم یہ ہے کہ جو لوگ علم و عمل کی وجہ سے خدا کے نزدیک معزز ہیں ان کو عزیز جاننا چاہیے۔
- ”السمیع“ کا مجرب وظیفہ:- ”السمیع“ کو بکثرت پڑھنا مستجاب الدعوات بناتا ہے بندہ کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور ”البصیر“ کے پڑھنے والے پر خدا کی خاص نظر عنایت ہوتی ہے۔
- ”الحکم“ کا مجرب وظیفہ:- الحکم کی دعوت انسان کو غیر اللہ سے بے خوف کر دیتی ہے اور اس کے دل کو گنجینہ اسرار الہی بنا دیتی ہے۔
- ”العدل“ کا مجرب وظیفہ:- العدل کی دعوت افراط و تفریط سے بچاتی اور خلق کو مستحضر کرتی ہے۔
- ”اللطف“ کا مجرب وظیفہ:- رنج، غم، دکھ درد، فقر، فاقہ، حیرانی پریشانی اور تمام مہمات میں اس کی دعوت اکسیر اعظم کی حکم رکھتی ہے تین ہزار بار بعد نماز عشاء پڑھا کریں چند دنوں میں اس کے اسرار کھلنے لگ جائیں گے۔
- ”الخبیر“ کا مجرب وظیفہ:- نفس امارہ سے نجات پانے کے لئے اس اسم کی دعوت اہل اللہ کے نزدیک مجرب ہے۔
- ”الحلیم“ کا مجرب وظیفہ:- الحلیم کی دعوت سے دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے جس سے بغض و عناد، شر و طغیان اور ظلم و استبداد کی تاریکیاں ناپید ہو جاتی ہیں۔
- ”العظیم“ کا مجرب وظیفہ:- اس کی دعوت آدمی کی خلقت میں بزرگ بناتی ہے۔
- ”الغفور“ کا مجرب وظیفہ:- اس کی دعوت سے دل کی سیاہی دور ہو جاتی ہے۔
- ”الشکور“ کا مجرب وظیفہ:- اعضا و قویٰ کی نعمتوں کا اطاعت سے احسان مانیں اور تمام مادی اور روحانی نعمتوں کی بھی اس کی فرمانبرداری کرتے ہوئے قدر کریں حتیٰ کہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے احسان کا شکر بجالائیں معیشت کی تنگی کے لئے الشکور کی دعوت تریاق ہے۔
- ”العلی“ کا مجرب وظیفہ:- العلیٰ کی دعوت بے وقتی کو عزت اور بزرگی میں بدل دیتی ہے۔
- ”الکبیر“ کا مجرب وظیفہ:- الکبیر کی دعوت دنیا میں مرتبہ کی بلندی بخشتی ہے۔
- ”الحفیظ“ کا مجرب وظیفہ:- اس کی دعوت محفوظ رکھتی ہے نظر بد سے حوادث سے اور جمع آفات و بلیات سے۔
- ”المقیمت“ کا مجرب وظیفہ:- المقیمت ابدان اور ارواح کو غذا دینے والا بدن اور روح کے لئے وہی قوت پیدا کرتا اور پہنچاتا ہے اور زندگی رواں دواں ہے جب اس کو مقیمت مان لیا تو پھر قوت غذا اور روزی رزق کا داتا بھی اسی کو تسلیم کرنا چاہیے عبادت کی توفیق روح کی قوت ہے اور بے شمار غذا یہ بدن کی غذا ہے یہ صفت سوائے اللہ مقیمت کے اور کس میں ہے۔ اس کے ورد سے روح کی پرواز تیز اور بلند ہو جاتی ہے توفیق خیر میں برکت اور زیادتی نصیب ہوتی ہے اور رزق بہت وسعت سے ملتا ہے۔
- ”الحسیب“ کا مجرب وظیفہ:- ہر وقت اس کی کفایت پر تکیہ رکھنا چاہیے چشم زخم کے لئے یہ اسم پر تاثیر ہے۔
- ”الجلیل“ کا مجرب وظیفہ:- الجلیل بزرگ قدر۔ وہ ایسا بزرگی والا ہے کہ کوئی اس کی بزرگی کو نہیں پہنچ سکتا ہمیں اپنے کردار کو نکھار کر اسے اچھی صفتوں سے آراستہ کرنا چاہیے اس طرح کی شرافت کے معیار پر پورا اترے الجلیل کی دعوت سے خلق تو قیر اور تعظیم کرتی ہے۔
- ”الکریم“ کا مجرب وظیفہ:- الکریم کرم کرنے والا بڑا دینے والا کہ اس کی دین تمام نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے خزانوں میں کمی آتی ہے بیشک اس کا کرم لامثال اور اس کی عطا لا جواب ہے اس کے پڑھنے والے کو خدا تعالیٰ ہر طرح سے مکرم اور معزز بنا دیتا ہے۔
- ”الرقیب“ کا مجرب وظیفہ:- اس اسم کی دعوت آفتوں بلاؤں اور دشمنوں کی شرارتوں سے محفوظ رکھتی ہے۔
- ”المجیب“ کا مجرب وظیفہ:- اس کی دعوت بندہ کو مستجاب الدعوات بناتی ہے۔
- ”الواسع“ کا مجرب وظیفہ:- اس کے وظیفہ سے قناعت اور برکت کی دولت ملتی ہے۔

”الحکیم“ کا مجرب وظیفہ:- اس اسم کی دعوت سے ایسی مہمات سرانجام پاتی ہیں جن کا کوئی حل نظر نہ آتا ہو۔  
 ”الودود“ کا مجرب وظیفہ:- الودود کی دعوت عامل کو لوگوں میں چودھویں رات کے چاند کی طرح محبوب بنا دیتی ہے اور محبوب حقیقی کا پیار ہر وقت عامل کے شامل حال رہتا ہے۔

”المجید“ کا مجرب وظیفہ:- اس کی دعوت سے آدمی اپنے ہم جنسوں میں عزت و حرمت پایا ہے۔  
 ”الباعث“ کا مجرب وظیفہ:- الباعث قبروں سے مردوں کو زندہ کر کے اٹھانے والا غفلوں کے دلوں کو بیدار کرنے والا الباعث کی قدرت سے ہی قیامت کے دن تمام مردے جی اٹھیں گے اور قیامت کے روز مردوں کو اٹھانے کا ثبوت باعث برحق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کی صورت میں اس جہان میں بھی دے چکا ہے۔ تم باذن اللہ۔ میں الباعث کی قدرت ہی کا فرما تھی۔ اور اس کے علاوہ بے شمار دلوں کی مٹیوں کو بھی اس نے زندگی بخشی ہے اللہ کی اس صفت میں ہے کوئی شریک حاشا وکلاء اس شرک کا تصور بھی نہیں آسکتا الباعث کے بکثرت پڑھنے سے دل کی سستی غفلت اور مردنی دور ہو کر اس میں روح رحمت آجاتی ہے۔

”الشہید“ کا مجرب وظیفہ:- اللہ کی اس صفت حاضر و نظر اور ہر جگہ موجود ہونے میں ہے کوئی اس کا شریک ہرگز نہیں اس اسم کو سو بار پڑھ کر پانی پر دم کرنے کا فرمان اور غیر صالح اولاد کو روزانہ پلائیں شاہد لا زوال اس کو فرما نبرد ار اور صالح بنا دے گا۔ انشاء اللہ۔  
 ”الحق“ کا مجرب وظیفہ:- اسکی دعوت ہر طرح کی قید و بند سے رہائی دلاتی ہے اور نقصانوں کی تلافی کا موجب ہے۔  
 ”الوکیل“ کا مجرب وظیفہ:- اس اسم کی دعوت زندگی کی تمام مشکلات کا حل ہے خوف و ہراس اور دہشت کے وقت الوکیل کو پکارنا امن و امان پاتا ہے۔

”القوی المتین“ کا مجرب وظیفہ:- دشمن کی قوت توڑنے اور مناصب عالیہ پانے کے لئے ان اسماء کی دعوت کامیاب ہے۔  
 ”الولی“ کا مجرب وظیفہ:- اس کی دعوت سے طبیعت میں صلاحیت آتی ہے۔  
 ”الحمید“ کا مجرب وظیفہ:- اس سے یوں خلق پکڑیں کہ ایسا عمدہ کردار اور اخلاق فاضلہ حاصل کریں کہ خدا بھی خوش ہو اور اس کی مخلوق بھی تعریف کرنے لگے اس نیت سے نیک نہ بنیں کہ لوگ تعریف کریں بلکہ نیکیاں اور اعمال خیر خدا کی رضا کی خاطر کمائیں اس اسم کی دعوت آدم کو پسندیدہ افعال اور صاحب کردار بنا دیتی ہے۔

”المحصی“ کا مجرب وظیفہ:- المحصی کے صفاتی نور سے اپنے گناہوں کو دیکھو گناہ اور شمار کرو اور پھر توبہ و استغفار کرو اور پھر اس کی نعمتوں کو شمار کرو اور گنوجب ان کے شمار اور احصاء سے عاجز آؤ تو رورو کرو جناب میں شکر کرو جتنا کر سکو اس کی دعوت ہر طرح کے مصائب و آلام کے گھیروں سے نجات دیتی ہے۔

”الحی“ کا مجرب وظیفہ:- الحی کی دعوت سے صحت اور عمر میں برکت اور ثبات اور طاقت اور قوت آتی ہے۔  
 ”القیوم“ کا مجرب وظیفہ:- القیوم کے ورد سے زندگی کو جسمانی اور روحانی طور پر سہارا ملتا ہے۔  
 ”الماجد“ کا مجرب وظیفہ:- اس اسم کی دعوت انسان کے ظاہر اور باطن کو نور علی نور بنا دیتی ہے۔  
 ”الواحد“ کا مجرب وظیفہ:- ان اسماء کی دعوت سے بندہ کو قرب الہی حاصل ہوتا ہے اور دل سے غیر اللہ کا خوف مٹ جاتا ہے۔  
 ”الصمد“ کا مجرب وظیفہ:- بھوک، تنگ اور فقر و فاقہ سے نجات پانے کیلئے اس اسم کو دو ہزار بار روزانہ پڑھنا چاہیے متواتر جاری رکھیں خدا اس قدر رزق اور مال دے گا کہ بندہ حیران رہ جائے گا حتیٰ کہ خدا اس کو خلق سے بے نیاز کر دے گا۔

”المغنی“ کا مجرب وظیفہ:- اس اسم کو گیارہ سو بار روز بعد نماز صبح پڑھنے سے ظاہری اور باطنی غنا کی دولت نصیب ہوتی ہے

متواتر جاری رکھنا چاہیے۔

”النور“ کا مجرب وظیفہ:- النور ایک ہزار بار روزانہ دعوت دل کو روشن کرتی ہے اور اس سے تخلق کے تقاضے سے ہر مسلمان کو ایمان و عرفان اور اعمال صالح کے نور سے اپنے سینے میں اجالا کرنا چاہیے۔

”الہادی“ کا مجرب وظیفہ:- الہادی کی دعوت انسان کو خدا کا عرفان بخشتی ہے۔

”البدیع“ کا مجرب وظیفہ:- لاعلاج قسم کی مہم اور مشکل غم اور اندوہ میں البدیع کی دعوت کامرانی میں ہاتھوں پر سرسوں جمانے کے مترادف ہے ہر روز ہزار بار قبلہ رو ہو کر پڑھا کریں۔

”الرشید“ کے ذریعے مشکلات کا حل:- الرشید نیک راہ بتانے والا جہان کا رہنما وہ اللہ الرشید ہی ہے جو نفس انسانی کو اپنی تابعداری پر لگا تا اس کے دل میں معرفت بھرتا اور طائرلا ہوتی کو اپنی محبت کی فضا میں اڑنے کی طاقت بخشتا ہے نیکیاں کرانے اور اپنی راہ چلانے کے لئے بندہ کے دل میں الرشید ہی عزائم پیدا کرتا اور اس کے ارادوں کے خاکے میں رشد کا رنگ بھرتا ہے اس اسم کی دعوت مشکلات کا حل ہے۔

”الصبور“ کا مجرب وظیفہ:- رنج، درد، مصیبت اور مشقت میں اس اسم کو پڑھنے سے اطمینان ملتا ہے اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ (انوار التوحید)

نام کتاب:- فضائل اہلحدیث.... مصنف:- علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ

التونوی ۴۶۳ھ کی مایہ ناز کتاب شرف اصحاب الحدیث کا اردو ترجمہ

ناشر:- جمعیت اہلحدیث ضلع گوجرانوالہ.... طابع:- خالد گھر جاکھی، گھر جاکھ، گوجرانوالہ

اشاعت فنڈ صرف ایک روپیہ

ولی باکمال الامام ابو بکر الخطیب البغدادی رحمہ اللہ

تعارف:- ابو بکر نام احمد بن علی لقب خطیب وطن بغداد پیدا شد ۳۹۲ھ انتقال ۴۶۳ھ۔

امام ذہبی رحمہ اللہ تذکرۃ الحافظ (جلد صفحہ ۳۱۲) میں فرماتے ہیں کہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ بڑے حافظ امام شام و عراق کے محدث تھے۔ ان کے شاگرد ابن ماکولا کہتے ہیں کہ خطیب رحمہ اللہ حدیث نبوی ﷺ کی معرفت و حفظ و ضبط و اتقان اور حدیثوں کی علتوں اور سندوں کے جاننے اور صحیح و غریب مضرو منکر اور ساقط کے معلوم کرنے میں ان کے پچھلے خاص لوگوں میں سے تھے جن کا میں نے مشاہدہ کیا ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ کے بعد خطیب جیسا کوئی محدث نہیں پیدا ہوا اور شاید خطیب رحمہ اللہ حدیث کو پہچاننے اور یاد رکھنے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ کے مثل تھے۔ حافظ سمعانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خطیب رحمہ اللہ ہیبت و وقار والے ثقہ مستعد خوشخط بڑے ضابط اور فصیح تھے۔ حافظوں کا ان پر خاتمہ ہو گیا۔ ابن شافع رحمہ اللہ نے کہا کہ علوم حدیث میں حفظ و اتقان کا خطیب رحمہ اللہ پر خاتمہ ہو گیا۔ سمعانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خطیب رحمہ اللہ کی ۵۶ تصنیفات ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ تاریخ ابن خلکان میں مرقوم ہے کہ خطیب رحمہ اللہ کی قریب سو کے تصنیفات ہیں اور اگر ان کی تصنیف سوا تاریخ بغداد کے اور کوئی بھی نہ ہوتی تو صرف یہ تاریخ ہی ان کے علم و فضل اور وسعت معلومات کی شہادت کے لئے کافی تھی تذکرۃ الحفظ میں آپ کی بعض تصانیف کے نام بھی ہیں۔ (فضائل اہلحدیث: ص 8، 9)

متوکل صوفیاء کی طرح کیفیت استغنا:- فضل بن عمر نسوی رحمہ اللہ کہتے ہیں میں جامع صور میں امام خطیب رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا

تھا کہ ایک علوی آیا اور امام صاحب سے عرض کی کہ یہ تین سو دینار ہیں آپ اسے قبول فرمائیے اور اپنی ضرورت میں خرچ کریں آپ نے نہایت



لا پرواہی سے انکار کر دیا اس نے ان دیناروں کو آپ کی جانماز پر ڈال دیا آپ جھلا کر جانماز جھاڑ کر وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ شخص اپنا سامنہ لے کر اپنے دینار سمیٹ کر چل دیا۔

ابوزکریا تبری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں جامع دمشق میں پڑھتا تھا اور مسجد ہی کے ایک حجرہ میں رہتا تھا کبھی کبھی امام خطیب رحمہ اللہ میرے پاس تشریف لاتے ادھر ادھر کی کچھ باتیں کر کے مجھ سے فرماتے دیکھو بھائی ہدیہ قبول کرنا بھی مسنون طریقہ ہے یہ کہہ کر ایک پڑیا میرے سامنے رکھ کر چلے جاتے میں اسے کھولتا تو اس میں پانچ اشرفیاں نکلتیں جو آپ مجھے قلم دوات کے خرچ کیلئے دیے جایا کرتے تھے آپ خوش آواز و بلند لہجہ تھے جس وقت جامع مسجد میں احادیث پڑھتے تھے تو مسجد گونج اٹھتی تھی الفاظ حدیث کے اعراب ظاہر کر کے نہایت صحت کے ساتھ پڑھتے تھے۔ (فضائل اہلحدیث: ص 10,9)

**ولی کامل کے پڑوس میں تدفین کی خواہش:-** حج کے زمانہ میں جب آپ چاہ زمزم کے پاس پہنچتے ہیں تو اس حدیث کو یاد کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس مقصد کیلئے پیا جائے اسے پورا کرتا ہے آپ تین مقصدوں میں رکھتے ہیں اور تین مرتبہ زمزم کا پانی پیتے ہیں ایک تو یہ کہ تاریخ بغداد آپ لکھ سکیں دوسرے یہ کہ بغداد کی مشہور جامع منصور میں آپ درس حدیث دیں تیسرے یہ کہ بشرحانی رحمہ اللہ جو (کہ کبار صوفیاء میں سے تھے) کے پڑوس میں آپ دفن ہوں آپ کی یہ تینوں دعائیں قبول ہوئیں۔ (فضائل اہلحدیث: ص 11,10)

**طے الوقت کی بدولت اعمال میں برکت:-** دس ضخیم جلدوں میں آپ نے تاریخ بغداد لکھی جس کے ایک حصہ کو جو حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق ہے چھپ چکا ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے جامع بغداد کے آپ مدرس بنے اور انتقال کے بعد آپ کی تربت بھی وہیں ہوئی جہاں آپ کی دعا تھی۔ ہر دن رات میں آپ ایک مرتبہ قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے اور تربتیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور لوگوں کو حدیث بھی پڑھایا کرتے تھے۔ (فضائل اہلحدیث: ص 11)

**صوفیاء کے زہد و قناعت کی مثال:-** یہ ایک واقعہ ہی نہیں اس جیسے بیسیوں واقعات نے دنیا کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ باور کر لیں کہ حضرت امام خطیب رحمہ اللہ اپنے زمانے کے بے مثل امام اور زبردست علامہ اور لائٹانی محدث تھے باوجود اس علم و فضل اور زہد و قناعت بے نفسی اور بے غرضی کے آپ بڑے سخی تھے محدثین اور طلبہ حدیث کے ساتھ عموماً سلوک کرتے تھے۔ انتقال سے پہلے اپنا تمام مال محدثین پر تقسیم کر دیا اپنی تمام کتابیں راہ اللہ میں وقف کر دیں علم و حدیث کے تقریباً ہر فن میں آپ کی کوئی نہ کوئی تصنیف ہے۔ آپ کی تصانیف کی عام مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ آج تمام علماء اور طلباء ان کے بکسر محتاج ہیں مخلوق ان کی تصانیف کی طرف جھکی ہوئی ہے۔ (فضائل اہلحدیث: ص 13,12)

**بشرحانی رحمہ اللہ کے پڑوس میں تدفین:-** امام خطیب رحمہ اللہ ماہ رمضان کے نصف میں ۴۶۳ھ میں بیمار ہوئے اول ذی الحجہ کو حالت نازک ہو گئی اور ۷ ذی الحجہ کو انتقال ہو گیا جنازہ کی نماز قاضی ابوالحسین رحمہ اللہ نے پڑھائی اور آپ اپنی مقبول دعا اور دلی تمنا کے مطابق بشرحانی رحمہ اللہ کی قبر کے پاس دفن کیے گئے ان کے جنازے کے آگے ایک جماعت یوں پکارتی جاتی تھی یہ وہ شخص ہے جو حدیث نبوی ﷺ سے اعتراض کو دفع کرتا تھا یہ وہ بزرگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے کذب کو دور کرتے تھے یہ وہ ہیں جو حدیث پیغمبر ﷺ کے حافظ تھے ان کا جنازہ اٹھانے والوں میں ابواسحاق شیرازی رحمہ اللہ بھی تھے۔ (فضائل اہلحدیث: ص 13)

### صوفیائے کرام کی غیبی رہنمائی کا محدثین سے ثبوت

**مبارک زیارتیں:-** علی بن حسین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خطیب کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ ایک شخص میرے سامنے کھڑا ہے میں نے اس سے خطیب کا حال پوچھا اس نے کہا وسط جنت میں جاؤ وہاں نیلوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ (فضائل اہلحدیث: ص 13,12)

(2) ربیبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ربیع الاول کی بارہویں کو ۴۶۳ھ میں بغداد میں سویا ہوا تھا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ہم لوگ عادت سابقہ

کے مطابق امام خطیب رحمہ اللہ کے پاس تاریخ بغداد پڑھنے کو جمع ہیں شیخ نصر مقدسی رحمہ اللہ خطیب رحمہ اللہ کے دائیں جانب ہیں اور ان کے دائیں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں آپ تاریخ بغداد سننے کو تشریف لائے ہوئے ہیں تو میں نے کہا کہ یہ ابو بکر خطیب رحمہ اللہ کی بزرگی کی دلیل ہے نیز بعض صلحاء نے خواب میں دیکھ کر آپ کا حال پوچھا آپ نے جواب دیا کہ آرام و آسائش اور نعمت والی جنت میں ہوں۔ (فضائل اہلحدیث: ص 14)

**بارگاہ رسالت میں امام جنبل رحمہ اللہ کی برکت:-** احمد بن رحمہ سنان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ دو جماعتوں کے درمیان تشریف فرما ہیں ایک حلقہ میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ہیں اور دوسرے میں ابن ابی داؤد رحمہ اللہ اور نبی ﷺ قرآن کی آیت 'فان یکفربہا ہولاً' یعنی اگر یہ لوگ اس کے ساتھ کفر کریں پڑھتے ہیں اور آپ اشارہ کرتے ہیں ابن ابی داؤد اور ان کے ساتھیوں کی طرف جو اہل الرائے تھے پھر پڑھتے ہیں، فقد وکلنا بہا قوما لیسو بہا بکافرین، یعنی ہم نے ایک ایسی قوم بھی اس کی طرف راہ بنائی ہے جو اس کے ساتھ کبھی سفر نہیں کرے گی اور آپ اشارہ کرتے ہیں حضرت امام احمد رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں کی طرف۔ (فضائل اہلحدیث: ص 24)

**یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کو مبارک بشارت:-** قاسم بن نصر مخزومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ آرام فرما رہے ہیں اور امام یحییٰ بن معین محدث رحمہ اللہ آپ کے سر ہانے کھڑے ہوئے مورچھل جھل رہے ہیں صبح آ کر وہ اپنا یہ خواب ذکر کرتے ہیں تو امام صاحب نے فرمایا اس کی تعبیر ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سے جھوٹی باتوں کو ہم دفع کرتے ہیں۔ (فضائل اہلحدیث: ص 45)

### اہلحدیث ابدال اور اولیاء اللہ ہیں

صالح بن محمد رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اہل حدیث ابدال نہیں تو میں نہیں جان سکتا کہ ابدال اور کون ہوتے ہیں؟ امام صالح رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عدالت والا وہ ہی نہیں جو مال جان اور عزت پر عدل کرے بلکہ ان سے بھی بڑھ کر عدالت والا وہ ہے کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرے تو وہ مان لی جائے اسے اس میں سچا اور عادل جانا جائے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اہل حدیث ابدال نہیں تو پھر ابدال اور کون ہوں گے؟

خلیل بن احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر قرآن و حدیث والے بھی اولیاء اللہ نہیں تو جان لینا چاہئے کہ زمین اولیاء اللہ سے خالی ہے۔

**دعا سے عمر بڑھنا:-** امام ابن عیینہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میری اتنی عمر صرف اہلحدیث کی دعاؤں سے ہوئی ہے۔

(فضائل اہلحدیث: ص 48، 49)

**حضرت ابراہیم بن ادھم کا ذوق حدیث:-** حضرت ابراہیم ادھم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے فرمایا: بیٹا تم حدیث سیکھو اور یاد کرو ایک ایک حدیث کے یاد کرنے پر تمہیں ایک ایک درہم انعام دوں گا چنانچہ میں نے اسی طرح حدیثیں یاد کیں۔

(فضائل اہلحدیث: ص 57، 58)

### امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کا ذوق حدیث

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سوال ہوتا ہے کہ ایک شخص نفلی روزوں اور نفلی نمازوں میں مشغول ہے اور دوسرا شخص حدیث کے لکھنے میں مشغول ہے فرمائیے آپ کے نزدیک کون افضل ہے؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا حدیث شریف کا لکھنے والا۔ سائل نے کہا آپ نے اپنے اسے اس پر فضیلت کیسے دیدی فرمایا اس لیے کہ کوئی یوں نہ کہے کہ لوگوں کو ہم نے ایک چیز پر پایا اور ان کے ساتھ ہو لئے۔ (فضائل اہلحدیث: ص 68، 69)

### صوفیاء کرام کی بشارتوں کا محدثین سے ثبوت

حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نبوت تو گئی میرے بعد نبوت باقی نہیں رہی ہاں البتہ خوشخبریاں باقی

ہیں اور وہ نیک خواب ہیں جنہیں مسلمان خود دیکھے۔ یا اس کے بارے میں کوئی اور دیکھتا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے سوال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے جو وہ فرماتا ہے ”الذین امنوا وکانو یتقون لہم البشری فی الحیوۃ الدنیا و فی الآخرة“ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے انہیں دنیا کی زندگی میں بھی خوش خبری ہے اور آخرت میں بھی آپ نے جواب دیا وہ نیک خواب ہیں جنہیں خود مسلمان دیکھے۔ یا اس کے بارے میں کسی اور کو دکھائے جائیں۔

**جنت میں داخل ہونے کی بشارت:-** ایک شخص یزید بن ہارون رحمہ اللہ کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھتا ہے سوال کرتا ہے کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک کیا۔ فرماتے ہیں میرے لئے جنت مباح کردی پوچھتے ہیں قرآن کی وجہ سے؟ کہا: نہیں۔ پوچھا پھر کس باعث؟ فرمایا حدیث کی وجہ سے۔

**مجالس ذکر مغفرت کا سبب:-** جویریہ بن محمد مقری بصری، یزید بن ہارون رحمہ اللہ واسطی کو ان کے انتقال سے چار رات بعد خواب میں دیکھتے ہیں پوچھتے ہیں آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا؟ فرمایا میرے گناہ معاف فرمادیئے اور نیکیاں قبول کر لیں اور تکلیفیں ہٹا دیں میں نے کہا پھر کیا ہوا فرمایا خداوند کریم نے بڑا کرم کیا۔ میرے گناہ بخش دیئے اور مجھے جنت میں داخل کیا پوچھتے ہیں آخر آپ کا اتنا کرام کس نیکی پر ہوا کہا ذکر اللہ کی مجلسوں کی وجہ سے، میری حق گوئی اور سچی باتوں کی وجہ سے، لمبی لمبی نمازوں اور فقر و فاقہ کی مصیبتوں پر صبر کرنے کی وجہ سے، پوچھا کیا منکر نکیر حق ہیں؟ کہا ہاں! اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں انہوں نے مجھے بٹھا کر سوال کیا کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرے نبی کون ہیں؟ میں اپنی سفید داڑھی سے مٹی جھاڑنے لگا اور کہنے لگا کہ کیا مجھ جیسے شخص سے بھی سوال کیا جاتا ہے میں یزید بن ہارون رحمہ اللہ واسطی ہوں ساٹھ سال تک دنیا میں لوگوں کو حدیث پڑھاتا رہا ایک نے دوسرے سے کہا ہاں سچ ہے یہ یزید بن ہارون ہے حضرت آپ بے فکری سے دولہا کی طرح سو جائیئے آج کے بعد آپ پر کوئی ڈر خوف نہیں ہے۔

**عبداللہ بن مبارک کے حق میں بشارت:-** زکریا بن عدی رحمہ اللہ اپنے خواب میں امام ابن المبارک رحمہ اللہ کو دیکھتے ہیں پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ فرمایا طلب حدیث کے لئے جو سفر میں نے کیے تھے ان کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ (فضائل اہلحدیث: ص 85)

**مجھے بخش دیا گیا:-** اسی طرح ایک اور روایت بھی ہے ابو بکر اوی رحمہ اللہ کے ہم سب جو حدیث کی طلب میں تھے ان کا انتقال ہو گیا خواب میں انہیں دیکھا تو پوچھا کیا حال ہے؟ کہا مجھے بخش دیا گیا پوچھا کس نیکی پر کہا حدیث کے طلب کرنے پر۔

**سلیمان شاذ کونی کے حق میں بشارت:-** محمد بن جلیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے سلیمان شاذ کونی رحمہ اللہ کو ان کی وفات کے بعد نہایت اچھی حالت میں دیکھا تو میں نے پوچھا کہ ابو ایوب اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا مجھے بخش دیا میں نے کہا کس نیکی پر فرمایا حدیث شریف کی وجہ سے۔

**یحییٰ بن معین کے حق میں بشارت:-** حیش بن مبشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا ان سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ فرمایا مجھے جنت کے دو دروازوں کے درمیان کی کل جگہ عنایت فرمادی پھر اپنی جیب سے ایک کتاب نکال کر کہا ان حدیثوں کے لکھنے کی برکت سے۔

**ابو ہام رحمہ اللہ کے حق میں بشارت:-** ابو اسحاق رحمہ اللہ خواب میں دیکھتے ہیں کہ امام ابو ہام رحمہ اللہ کے اوپر قندیلیں لٹک رہی ہیں پوچھا یہ نورانی قندیلیں کیا ہیں؟ کہا یہ قندیل تو حدیث شفاعت بیان کرنے کی وجہ سے ملی اور یہ حوض کوثر کی حدیث کو روایت کرنے کی وجہ سے اور اسی طرح بہت سی حدیثوں کی وجہ سے ان بہت سی قندیلوں کا ملنا بیان فرمایا۔ (فضائل اہلحدیث: ص 86)

درویشی پر مغفرت کا سبب:- خلف فرماتے ہیں میرے ایک دوست جو میرے ساتھ علم حدیث پڑھتے تھے ان کا انتقال ہو گیا میں نے انہیں اپنے خواب میں دیکھا کہ وہ سبز رنگ کے نئے کپڑے پہنے ہوئے خوش و خرم ہیں میں نے کہا حضرت آپ تو وہی مسکین طالب علم ہیں جو میرے ساتھ حدیث پڑھتے تھے آج یہ جوڑا آپ پر کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں تمہارے ساتھ حدیث لکھتا تھا جہاں کہیں محمد ﷺ کا نام آتا تھا میں اس کے ساتھ ہی ﷺ ضرور لکھا کرتا تھا۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو تم دیکھ رہے ہو۔

خواجہ جنید رحمہ اللہ کے رفقائے کی مغفرت:- خواجہ جنید رحمہ اللہ کے بعض ساتھیوں کو خواب میں دیکھا گیا ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا مجھے بخش دیا کہا کس بناء پر فرمایا اپنی کتاب میں رسول اللہ ﷺ پر درود لکھنے کی وجہ سے۔

### کتاب کا نام ہفت روزہ الاعتصام مسلک اہل حدیث کا داعی و ترجمان لاہور 24 ربیع الاول 1428ھ جمعۃ المبارک 13 تا 19 اپریل 2007ء

آزمائشوں میں اولیاء کرام کی ثابت قدمی: آپ امام اہل سنت حضرت امام احمد بن حنبل کو دیکھئے کہ معتصم باللہ جیسا قاہر و باجبروت فرمان روا ان کے سامنے کھڑا ہے تو جلا دیکے بعد دیگرے تازیانے لگا رہے ہیں پیٹھ زخموں سے چور چور ہو گئی ہے تمام جسم خون سے رنگین ہو چکا ہے اور یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ جس مسئلہ کو وہ کتاب و سنت کے خلاف سمجھتے ہیں اس کا ایک مرتبہ اقرار کر لیں لیکن اس پیکر حق اس مجسمہ سنت اس صابر اعظم کما صبر اولوا العزم من الرسل کی زبان صدق ترجمان سے یہی صدا نکل رہی ہے۔

”اعطونی شیئا من کتاب اللہ اوسنة رسولہ حتی اقول“

قرآن کے مخلوق ہونے پر مجھے کتاب و سنت سے کوئی دلیل دے دو تو میں اس کا قائل ہو جاؤں گا۔

ما قصہ سکندر و دارا نہ نخواندہ ایم ازما بجز حکایت مہر وفا پیرس  
آپ حضرت الامنا الاعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھئے کہ قید خانہ بغداد میں اسیر ہیں لیکن اس پر بھی منصور عباسی قاہر و سفاہ بادشاہ کے حکم کے سامنے ان کا سر نہیں جھکتا۔


آپ کو حضرت امام شافعی اس حالت میں نظر آتے ہیں کہ یمن سے بغداد تک قید و اسر کی حالت میں بیچھے جا رہے ہیں اور ان کا جرم صرف یہ ہے کہ حق کے داعی ہیں اور صدق و ہدایت پر قائم ہیں۔ آپ شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ کو دیکھئے کہ تین تین مرتبہ مصر کے قید خانے میں اسیر کیے گئے اور بالآخر قید خانے میں ہی وفات پا گئے مگر اظہار حق سے منہ نہ موڑا اور حکومت وقت کے آگے سرطاعت خم نہ کیا۔ آپ خود اسی ہندوستان میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کو دیکھئے کہ قلعہ گوالیار میں قید ہیں مگر جہانگیر کے آگے اس سر کو جھکانے کے لیے تیار نہیں جس کو اللہ نے صرف اپنے ہی آگے جھکنے کیلئے بنایا ہے (امام الہند ابوالکلام آزاد)۔ (ہفت روزہ الاعتصام)

نام کتاب:- حضرت العلامة مولانا محمد جو ناگڑھی رحمہ اللہ، حیات و خدمات

تصنیف:- محمد تنزیل الحسینی الصدیقی..... ناشر: مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

اتباع سلف صالحین کی دعا:- ماضی قریب کے مشہور عالم دین مولانا محمد یونس رحمہ اللہ قریشی پر تاب گڑھی دہلوی فرماتے تھے کہ ”جو کام تنہا محمد جو ناگڑھی نے کیا وہ ہم سب مل کر بھی نہ کر سکتے تھے۔“

دعا ہے کہ پروردگار اعلیٰ ہم سب کو سلف صالحین کی سیرتوں سے واقف ہونے اور ان کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے: آمین یارب العالمین..... الدعی الی الخیر محمد تنزیل: ۲۲ جون ۱۹۹۸ء (کراچی) (بحوالہ مولانا محمد جو ناگڑھی رحمہ اللہ حیات و خدمات: ص ۷)




ذوق تصوف کے علمائے اہلحدیث کی تنظیم

دارالعلوم حقانیہ

مدیر، محکمہ اعلیٰ تعلیم، لاہور

مستطاب

**دارالافتاء**



دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ لاہور  
 شعبہ فقہ اسلامی و مسائل روزمرہ  
 شعبہ تفسیر قرآن و احادیث  
 شعبہ احکام و معاملات روزمرہ

پتہ پتہ: پوسٹ بک آفس لاہور، لاہور۔ 754002  
 4271638: فون: 4271638: فیکس: 4271638  
 ای میل: darulhaqqania@haqqania.com, www.darulhaqqania.com

پتہ پتہ: پوسٹ بک آفس لاہور، لاہور۔ 754002  
 4271638: فون: 4271638: فیکس: 4271638  
 ای میل: darulhaqqania@haqqania.com, www.darulhaqqania.com

پتہ پتہ: پوسٹ بک آفس لاہور، لاہور۔ 754002  
 4271638: فون: 4271638: فیکس: 4271638  
 ای میل: darulhaqqania@haqqania.com, www.darulhaqqania.com

پتہ پتہ: پوسٹ بک آفس لاہور، لاہور۔ 754002  
 4271638: فون: 4271638: فیکس: 4271638  
 ای میل: darulhaqqania@haqqania.com, www.darulhaqqania.com

# کرامت الخیریت

## مؤلف: علامہ محمد امجد علی عثمانی

دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ لاہور



مختصر حالات مولانا عبدالمجید سوہدروی:- مولانا عبدالمجید مرحوم سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ سوہدرہ قصبہ ہے ضلع گوجرانوالہ پنجاب میں آپ کی پیدائش سوہدرہ میں ہوئی آپ شیخ الحدیث پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے نواسہ تھے۔ بہت بڑے مقرر اور مصنف تھے اخبار اہلحدیث اور اخبار مسلمان کے ایڈیٹر بھی تھے۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج: ۹، ص: ۲۸)

نام کتاب:- کرامات اہلحدیث..... مصنف: مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ

ترتیب و تزئین:- محمد ادریس فاروقی..... ناشر:- مسلم پبلی کیشنز

### فہرست مضامین (اصل کتاب)

52	اولیاء اللہ کی پہچان	48	کرامت کی حقیقت	21	عرض ناشر
54	کرامت کی شرعی حیثیت	49	خرق عادت	26	پیش گفتار
57	اہل حدیث اور ولی	51	کرامات و استدرج میں فرق	38	حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی
				46	ابتدائیہ

### ﴿ ۱ ﴾ کرامات حضرت مولانا عبدالرحمن لکھوی رحمہ اللہ

65	آپ کی دعا کی برکت	63	آپ کا جان لیوا آپ کو دل دے گیا	61	بھنگی چڑی راہ راست پر آگیا
		68	آپ کا ایک الہام	67	آپ کی بے پناہ روحانی طاقت

### ﴿ ۲ ﴾ کرامات حضرت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ قلعہ میہاں سنگھ

72	آپ کی زمیندار کے حق میں پیش گوئی	72	آپ کا ایک اور کشف	70	آپ کا کشف
75	سکھ عورت مسلمان ہوگئی	74	ہندو عورت اسلام میں داخل ہوگئی	73	آپ کا ایک اور کشف
76	آپ کے بتائے ہوئے وظیفے کی تاثیر	76	بادا کاہن داس کی زبان پر کلمہ جاری ہو گیا	75	سکھ مسلمان ہو گیا
				77	آپ کی روحانی قوت

### ﴿ ۳ ﴾ کرامات حضرت قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری رحمہ اللہ

82	آپ کا جنات میں احترام	81	آپ کی نگاہ کی تاثیر	79	آپ کی توجہ کی تاثیر
83	آپ کا ایک اور کشف	82	آپ کا کشف	82	آپ کی زبان کی تاثیر
85	آپ اور ایک مجذوب	84	آپ کا گیندے شاہ پر اثر	84	آپ پر عالم بیداری میں انوار کی بارش
88	آپ کی مومنانہ فراست	87	آپ اور ایک مشرک پیر	86	آپ کا ایک اور کشف
90	آپ کا ایک اور کشف	89	آپ پر القاء	89	آپ کی فراست پر ایک اور شہادت
91	آپ کا مقام بلند	91	امام مسجد نبوی ﷺ کا خواب	91	آپ کی پیش گوئی
93	آپ کا پر تاثیر وعظ	92	ایک مریض کو قاضی صاحب کی ہدایت	91	آپ کا مرزا کو کامیاب چیلنج

				93	آپ کیسے محفوظ رہے
--	--	--	--	----	-------------------

## ﴿ ۴ ﴾ کرامات حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ

96	آپ کی لائٹنی کرامت	96	آپ کی مٹھی روحانیت	95	آپ کا روحانی مقام
		97	نماز کی کیفیت	97	درد و یوار سے ذکر کی آواز

## ﴿ ۵ ﴾ کرامات حضرت مولانا محمد سلیمان روڑی رحمہ اللہ

101	آپ کا کشف	100	آپ کا رویائے صادقہ	99	آپ کی روحانی تاثیر
				101	آپ کا ایک اور کشف

## حصہ دوم ﴿ ۶ ﴾ کرامات مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ

103	دم کی برکت	102	دعا کی قبولیت	102	ایک زندہ کرامت
-----	------------	-----	---------------	-----	----------------

## ﴿ ۷ ﴾ کرامات حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ

104	قرآن سے شغف	104	آپ کا تقویٰ ولایت	103	آپ میں کشف و جاذبیت
-----	-------------	-----	-------------------	-----	---------------------

## ﴿ ۸ ﴾ کرامات مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ

106	دیدار پیغمبر علیہ السلام	105	دم اور دعا کی تاثیر	105	روحانی قوت
-----	--------------------------	-----	---------------------	-----	------------

## ﴿ ۹ ﴾ کرامات مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ

107	گاڑی بال بال بچ گئی	107	دو دمان غزنوی کا روشن ستارہ	106	آپ کی بابرکت مجلس
				108	ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ

## ﴿ ۱۰ ﴾ کرامات حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

110	آپ کا تقویٰ اور استغناء	110	ایک اور کرامت و فضیلت	110	عظیم کرامت
-----	-------------------------	-----	-----------------------	-----	------------

## ﴿ ۱۱ ﴾ کرامات حضرت مولانا محمد ابراہیم میرسیالکوٹی رحمہ اللہ

114	قرآن کی برکت	113	ایک اور کرامت	112	آپ کی ایک کرامت
				114	ایک بہت بڑی کرامت

## ﴿ ۱۲ ﴾ کرامات حضرت مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمہ اللہ

116	بے نمازی سے نفرت	116	آئین جواں مرداں	115	تقویٰ کی معراج
-----	------------------	-----	-----------------	-----	----------------

118	آپ کی شاگردی میں	118	آپ کے دم کی تاثیر	117	گائے نے دودھ دینا شروع کر دیا
122	بارش نے جل تھل کر دیا	120	آپ کی سرزنش کی تاثیر	119	پادری کا انجام

## ﴿ ۱۳ ﴾ کرامات حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ

				122	دعا کی برکت
--	--	--	--	-----	-------------

## ﴿ ۱۴ ﴾ کرامات حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ

126	وٹانف کی تاثیر	126	حیران کن واقعہ	125	پودوں سے ذکر الہی کی آواز
128	دم کی برکت	127	روح پرور محفل	127	اولاد کی بہار
130	جنات مقتدی اور شاگرد	129	آپ کو دست شفا ملا تھا	128	آسیب کا کھوج لگایا
132	دو جہلوں سے کایا پلٹ گئی	131	زبان کی تاثیر	131	پانچ ہزار جنات
136	احسان عظیم	134	نگاہ کی حیرت انگیز تاثیر	133	زبان و بیان کی اعجاز آفرینی

## ﴿ ۱۵ ﴾ کرامات حضرت مولانا حافظ محمد یوسف سوہدروی رحمہ اللہ

139	ایک عجیب واقعہ	138	آپ کا جنوں میں احترام	137	آپ کی انسانوں میں قدر
140	نگاہ کی پاکیزگی	140	آپ کی ایک اور کرامت	139	دعا کی قبولیت
142	چند عجوبات	141	جانور بھی بات مانتے تھے	141	دعا میں تاثیر کے بنیادی اسباب
143	نماز سے محبت	143	آپ اور قرآن	143	رب آپ کی خواہشات کا خیال فرماتا
147	آپ کے وظیفہ کی برکت	147	آپ کو خراش تک نہ آئی	144	علاقے کا سب سے بہتر اور نیک انسان
149	زہد و استغناء	149	عبادت و ریاضت	148	انتہائی سادگی
152	اوراد و وٹانف	152	آپریشن کے دوران تلاوت قرآن	150	ایشیا و قربانی
154	وفات پر عجیب اشارے	153	ایک مقدمہ کا فیصلہ	153	رات کی تاریکی میں نور کی شعاع
				155	تیسیم بر لب اوست

## ﴿ ۱۶ ﴾ کرامات استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ

157	دریا میں حفاظت کی	156	صحاب رحمت اٹھا آیا	156	کرامات ہی کرامات
158	پانی کی ٹینکی خود بخود بھر جاتی	158	حیرت انگیز و مجیر العقول واقعہ	157	اللہ کی خاص حمایت
161	قبولیت دعا کا ایک نمونہ	160	آپ کا روحانی مراقبہ اور ایک واقعہ	159	باوفا جنات

## ﴿ ۱۷ ﴾ کرامات حضرت صوفی عبداللہ رحمہ اللہ ماموں کا بنجمن

163	آپ کی کرامت	162	ایک مسئلہ فوراً حل ہو گیا	162	رب نے آپ کی خواہش پوری کر دی
-----	-------------	-----	---------------------------	-----	------------------------------



165	ایک تاجر کیلئے عجیب دعا	164	وذلك فضل الله	163	کیڑوں نے تمہیں ارشاد کی
168	جوڑے پیدا ہونے لگے	167	بارش تھم گئی	165	حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ
				168	کٹیاں پیدا ہونے لگیں

## ﴿ ۱۸ ﴾ کرامات حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ جھوک دادو

170	آپ کی ایک کرامت	170	ولایت کی جلوہ آرائیاں	168	زندہ کرامت
-----	-----------------	-----	-----------------------	-----	------------

## ﴿ ۱۹ ﴾ کرامات مولانا عتیق اللہ حفظہ اللہ صاحب ستیانہ بنگلہ

		173	آپ کی کرامت	172	قابل تقلید شخصیت
--	--	-----	-------------	-----	------------------

## ﴿ ۲۰ ﴾ کرامات شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ

		175	آپ کی چند کرامات	174	آپ کی تابندہ کرامات
--	--	-----	------------------	-----	---------------------

## ﴿ ۲۱ ﴾ کرامات مولانا عبد الغنی رحمہ اللہ چک رجادی

				176	آپ کی زندہ کرامت
--	--	--	--	-----	------------------

## ﴿ ۲۲ ﴾ کرامات کیلانی بزرگان رحمہم اللہ

180	شرک کا صفایا ہو گیا	179	شرک کی جڑ کٹ گئی	178	گاڑی رک گئی
				181	مثالی تقویٰ

## ﴿ ۲۳ ﴾ کرامات حضرت حافظ عبدالحی صاحب رحمہ اللہ کوٹ شاہ محمد

184	شاندار کرامت	182	آپ کی لافانی کرامت	181	حضرت حافظ صاحب کی دعا کی برکت
186	بکثرت ذکر الہی	186	تدفین پر خوشبو پھیل گئی	185	دریا کی دلدل میں پھنسی گھوڑی نکل آئی

## ﴿ ۲۴ ﴾ کرامات مولانا حکیم عبدالواحد رحمہ اللہ وار برٹن

		187	عجیب واقعہ	187	ہندو بہمن مسلمان ہو گیا
--	--	-----	------------	-----	-------------------------

## ﴿ ۲۵ ﴾ کرامات مولانا محمد ادریس کیلانی رحمہ اللہ

189	آپ کی ایک اور کرامت	189	دعا کی طاقت پرواز	188	توحید و سنت کی تاثیر
-----	---------------------	-----	-------------------	-----	----------------------

## ﴿ ۲۶ ﴾ مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ

192	آپ کی ایک اور کرامت	191	انعامات کی بارش	191	اللہ تعالیٰ نے ہاتھ تھاما
				193	آپ کی تابندہ و درخشندہ کرامات

## ﴿ ۲۷ ﴾ کرامات مولوی کمال دین صاحب رحمہ اللہ

195	بھینس نے آپ کی بات مان لی	194	قسط سالی دور ہو گئی	194	اللہ نے خاتون کو بیٹا دیا
-----	---------------------------	-----	---------------------	-----	---------------------------

196	دعا کا حیرت انگیز اثر	196	آپ کا روحانی کمال	195	دریا کا رخ بدل گیا
-----	-----------------------	-----	-------------------	-----	--------------------

## ﴿ ۲۸ ﴾ کرامات حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ ماڑی مصطفیٰ (بھارت)

199	نورانی خواب، بابرکت تعبیر	198	دعا سے دن پھر گئے	197	زہے مقدر
-----	---------------------------	-----	-------------------	-----	----------

## ﴿ ۲۹ ﴾ کرامات حضرت مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ

201	کلمہ طیبہ کے ورد کی خوشبو	201	آپ کا روحانی جلال	200	آپ کا پایہ
-----	---------------------------	-----	-------------------	-----	------------

## ﴿ ۳۰ ﴾ کرامات مولانا ابوالبرکات احمد مدرا سی رحمہ اللہ

204	بارش رک جاتی	203	ہر دعویٰ	202	جامعہ اسلامیہ کو چار چاند لگا دیئے
-----	--------------	-----	----------	-----	------------------------------------

## ﴿ ۳۱ ﴾ کرامات حضرت مولانا محمد عثمان دلاوری رحمہ اللہ

206	بارش کا خطرہ ٹل گیا	205	آپ کی ایک خصوصی دعا	204	قبولیت دعا
-----	---------------------	-----	---------------------	-----	------------

207	آپ کا مرتبہ	206	توکل کی برکت	206	ایک عجیب وظیفہ
-----	-------------	-----	--------------	-----	----------------

				207	آپ کے تالیجان مولانا محمد صالح کا تذکرہ
--	--	--	--	-----	---

## ﴿ ۳۲ ﴾ کرامات مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ

		208	بارش رک گئی	208	بادل پھٹ گئے
--	--	-----	-------------	-----	--------------

## ﴿ ۳۳ ﴾ مجاہدین رحمہم اللہ کی کرامات

211	مجاہدین کی فراست	210	اللہ کی حفاظت	210	مجاہدین کی کرامات
-----	------------------	-----	---------------	-----	-------------------

212	دعا کی برکت	212	گولیوں کی بوچھاڑ میں کارنامہ سرانجام دیا	211	فقید المثل جذبہ
-----	-------------	-----	--	-----	-----------------

214	اللہ نے مجاہدین کو مستور کر دیا	213	خصوصی حفاظت اور مدد	213	عربی مدد کا ایمان افروز واقعہ
-----	---------------------------------	-----	---------------------	-----	-------------------------------

				214	بہترین اور ایمان افروز کامیابی
--	--	--	--	-----	--------------------------------

## اطلاع عام

اشاعت کرامات کی فکر:- اولیائے اہل حدیث یا مجاہدین کی اور کرامات اگر کسی دوست کو معلوم ہوں تو ہمیں صاف کاغذ کی ایک جانب خوشخط لکھ کر بھیج دیں۔ ہر کرامت سچی اور ثابت شدہ ہونا ضروری ہے۔ ہم انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں مرسل کا حوالہ دے کر کتاب ہذا میں شامل کر دیں گے۔

## عرض ناشر

اعتراف کرامات اور الزام کا جواب:- یہ ”کرامات اہلحدیث“ کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ کتاب ہذا حضرت مولانا عبدالجبار سہودرو می رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف ہے جو آپ کے عنفوان شباب کی کاوش ہے۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ اس جھوٹے الزام کو دور کیا جائے جو جماعت اہلحدیث پر لگایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان میں کوئی ولی نہیں ہے، نہ کوئی صاحب کرامت بزرگ ہے۔ کتاب ہذا میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے جماعت اہلحدیث میں کثیر اولیاء اللہ ہوئے ہیں۔ اور ان میں سے بہت سے صاحب کرامت بھی ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب میں ایسے بیسیوں اولیائے کرام کی بہت سی کرامات جمع کر دی گئی ہیں۔

۳۲ مستند علمائے اہلحدیث کی کرامات :- کتاب ”کرامات اہلحدیث“ میں حضرت مولانا عبدالحجید سوہدروی رحمہ اللہ نے اولیاء کی ۴۳ کرامات جمع کی ہیں۔ آپ کے پوتے محترم مولانا محمد ادریس فاروقی حفظہ اللہ نے اس میں ۷۲ اولیاء کی مزید ۴۲ اور مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی ۱۲ اور کرامات جمع کر کے کتاب ہذا کو سرچند معلومات افزاء اور کارآمد بنا دیا ہے۔ یعنی اب اس کتاب میں ۳۲ اولیاء کرام کی ۹۷ کرامات جمع کر دی ہیں۔ جیسا کہ آپ خود مطالعہ فرمائیں گے۔ فالحمد لله على ذلك

محترم مولانا فاروقی متعنا الله بطول حياته نے آخر میں نئے عنوان ”مجاہدین کی کرامات“ کے تحت مجاہدین کی نمونہ دس کرامات کا بڑی خوبصورتی سے ذکر کیا ہے جن کے مطالعہ سے لطف اور بڑھتا اور ایمان میں دگرگوں اضافہ ہوتا ہے۔

**کرامت اولیاء کی تعریف :-** ”کرامت“ کے لفظی معنی عزت کے ہیں۔ کسی ولی اللہ کیلئے یہی عزت بہت کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔ اور معلوم ہے صحیح دوست وہ ہوتا ہے جو دوست کی ہر بات مانتا ہو اور اس کے ساتھ سب سے بڑھ کر محبت رکھتا ہو۔ ایسے ہی بلند بخت لوگوں کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”الا ان اولیاء الله لا خوف علیہم ولا هم یحزنون“ (یعنی اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے نہ وہ غم کھائیں گے)۔ دوسرے مقام پر فرمایا: اللہ ولی الذین امنوا ینخرجہم من الظلمت الی النور ”اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا کہ اللہ کے محبوب و معزز فرشتے ان کے پاس آ کر کہتے ہیں: ”الاتخافوا ولا تخزنوا وابشرو بالجنة التی کنتم توعدون نحن اولیاء کم فی الحیوة الدنیا و فی الآخرة“ تمہیں ہراساں اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں تم جنت کی بشارت سنو۔ وہ جنت جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہم دنیا میں بھی تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھی ہیں۔ اندازہ فرمائیے کہ اولیاء کرام کا کتنا بلند مقام ہے؟

**مقام اولیاء :-** ”کرامات اہلحدیث“ میں یہی بتایا گیا ہے کہ اولیاء برحق ہیں۔ اور ان کا مقام بہت بلند ہوتا ہے وہ ایمان و تقویٰ کی معراج پر فائز ہوتے ہیں وہ اللہ کے اور اس کے ملائکہ کے محبوب ہوتے ہیں۔

اہلحدیث کے نزدیک ولی کیلئے کرامت اعزاز ہے مگر شرط نہیں۔ شرط وہی ہے جو قرآن مجید نے بیان کی ہے یعنی ایمان اور تقویٰ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی ولی اللہ سے کرامت سرزد نہ ہو اور بے شک ساری زندگی سرزد نہ ہو تو اس کی ولایت میں کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن اگر وہ نعمت ایمان و تقویٰ سے محروم ہو تو وہ ولی نہیں ہو سکتا۔ ہرگز نہیں ہو سکتا سب جانتے ہیں ولی کا معنی ہے اللہ کا دوست اور وہ بھلا اللہ کا دوست کب ہو سکتا ہے جو نہ ایمان رکھتا نہ ہو تقویٰ؟ ولی کی بابت ہمارا نظریہ یہ ہے کہ اللہ کا ولی خلاف شرع چلتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ بولتا ہے نہ سنتا ہے اس کا عقیدہ و عمل قرآن و سنت کے مطابق ہوتا ہے، عین مطابق۔

یہ جان لینا چاہئے دین کا اصل مرکز و محور قرآن و سنت ہے جو کرامت قرآن و سنت کے خلاف ہو اسے اختیار کرنا اس سے استدلال کرنا ممنوع ہے اور ان سے شرکیہ عقائد کا ثبوت لانا حرام ہے یہ بہت محتاط وادی ہے اس میں ممکنہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

**علمائے اہلحدیث میں کرامت حق وسیع ہیں :-** اگرچہ دو چار احباب نے ہمیں ”کرامات اہلحدیث“ کی اشاعت سے رک جانے کا مشورہ دیا مگر ہم نے اسے محض اس نقطہ نظر سے شائع کیا ہے کہ ایک تو اولیاء اہلحدیث کا تعارف ہو جائے کیونکہ جب کسی کا صحیح تعارف ہو جاتا ہے تو اکثر نفرت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ دوسرے معترضین کی ایک گونہ تشفی ہو جائے اور وہ مطالعہ فرمائیں کہ الحمد للہ اہلحدیث جماعت میں بے شمار اولیاء موجود ہیں اور ان میں اچھے خاصے بزرگ اور صاحب کرامت لوگ ہو گزرے ہیں اور اللہ کے فضل و کرم سے اب بھی موجود ہیں اور حقیقت میں ولی بھی وہی ہے جو صحیح معنی میں حامل قرآن و سنت ہو اور شاید ”کرامات اہلحدیث“ کے مطالعہ کے بعد اہلحدیث سے نفرت اور بغض میں کچھ کمی واقع ہو کر فضا بہتر ہو جائے اس کتاب کی اشاعت کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ عوام و خواص میں اولیاء عظام اور بزرگان کرام سے محبت و عقیدت پیدا ہو نہ صرف پیدا ہو بلکہ اس میں دگرگوں اضافہ ہو۔ کیونکہ فی زمانہ اس میں خاصی کمی آرہی ہے۔

ہم محترم مولانا محمد ادریس فاروقی حفظہ اللہ کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنی عدیم الفرستی کے باوجود اپنا قیمتی وقت نکال کر اور بھی بہت سے بزرگان اہلحدیث کی کرامات کتاب ہذا میں شامل فرمادی ہیں۔ ”فجزاه اللہ احسن الجزاء“ زیادہ نہ سہی یہ کتاب کم از کم تاریخی حیثیت سے تو ضرور پہچانی جائے گی اور انشاء اللہ تاریخ و سیر کے باب میں خوشگوار اضافہ کا باعث ہوگی۔

نجم اللجید سوہدروی، اسٹنٹ ڈائریکٹر مسلم پبلی کیشنز لاہور / سوہدروہ

### پیش گفتار

**اہل اللہ زمین کی زینت ہیں:-** جس طرح آسمان کی تزئین ستاروں سے ہے اسی طرح زمین کی آرائش عظیم و باکمال لوگوں سے ہے۔ باکمال اور یگانہ روزگار لوگوں میں اصحاب علم و فضل اور مقررین بارگاہ رب العزت کو ہمیشہ ایک خاص مقام و مرتبہ حاصل رہا ہے اس کتاب میں ایسے ہی اخبار و ابرار ہستیوں کا مبارک ذکر ہے۔

**نہ اولیاء کی کمی اور نہ ہی کرامات کی:-** ”کرامات الہمدیث“ حضرت مولانا عبدالجید سوہدروی رحمہ اللہ کی اولین تصانیف میں سے ہے جس سے ان کا مقصد اس مغالطے کو دور کرنا تھا کہ جماعت اہلحدیث میں کوئی ولی نہیں، نہ ان میں کوئی صاحب کرامت بزرگ ہوا ہے موصوف نے کتاب ہذا میں پانچ اولیاء کرام رحمہم اللہ کی ۴۳ کرامات بطور نمونہ جمع فرما کر بتایا ہے کہ بجز اللہ جماعت اہلحدیث میں نہ اولیاء کی کمی ہے اور نہ کرامات کی۔

**کرامات کا ثبوت قرآن و احادیث سے:-** ”کرامات“ غیر انبیاء محبوبین رب علاہستیوں سے وقوع پذیر ہوتی ہے ان کا انکار درست نہیں قرآن و حدیث سے ان کا ثبوت ملتا ہے۔

**اولیاء الشیطان اور اولیاء الرحمن:-** دنیا میں ہر چیز کی اصل بھی ہے نقل بھی جیسے شہد، شربت، عرق، دودھ، گھی وغیرہ۔ اسی طرح اولیاء میں بھی یہ دونوں اقسام پائی جاتی ہیں ایک اصلی اولیاء دوسرے نقلی اولیاء، اصلی اولیاء کو اولیاء الرحمن کہتے اور نقلی اولیاء کو اولیاء الشیطان کہتے ہیں۔ ان دونوں میں فرق کرنا ضروری ہے بہت ضروری کسی نے کیا خوب کہا ہے!

حق و باطل میں تو رکھ پہچان اے اہل تمیز! سٹکھیا مصری کے دھوکہ میں نہ کھانا چاہئے

سٹکھیا اور مصری میں صورۃً مماثلت ہے لیکن ماہیت و خاصیت کے اعتبار سے مغایرت ہے۔ سٹکھیا مہلک جان ہے جبکہ مصری مفرح جان۔ یہاں سے اولیاء کی مثال سمجھئے ”اولیاء الشیطان“ مہلک ایمان ہیں اور اولیاء الرحمن مفرح ایمان۔ یعنی جھوٹے اولیاء کی پاس بیٹھنے سے ایمان غارت ہوتا ہے جب کہ سچے اولیاء کی بابرکت مجلس نشینی سے ایمان کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔

**اولیائے کرام کی صفات:-** سچے اولیاء تکلف، تصنع اور پردہ دری سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے ان کے ایک ایک عمل سے سنت کی خوشبو آتی ہے وہ اللہ اور اس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں حد درجہ عجز و انکساری اور فروتنی ہوتی ہے، وہ شریعت کے نہایت پابند نبوی ﷺ مشن کے دلدادہ قرآن و سنت پر فریفتہ، غایت درجہ عابد و زاہد، حب جاہ دنیا سے یکسر لاتعلقی۔ حقوق اللہ کے علاوہ حقوق العباد کی ادائیگی میں پیش پیش، اکل حلال اور صدق مقال میں یکتا زمانہ، خدمت خلق کے جذبہ صادق سے سرشار، توحید و سنت کے علمبردار، شرم و حیا کے نقیب، اکتساب علوم نبوی ﷺ کیلئے بیتاب، مکہ و مدینہ منورہ کے والد و شہداء، میدان با صفا کی اصلاح میں منہمک، انکے ذاتی اور گھریلو احوال و کوائف میں اسوہ رسول ﷺ کا رنگ، ان کی اولاد ان کی ہم رنگ، ان کا انگ انگ ”الذین یسارعون فی الخیرات اور الذین ہم عن اللغو معرضون“ کی عملی تفسیر تقویٰ ان کا اوڑھنا، اخلاص ان کا بچھونا مختصر یہ کہ ان کی پوری زندگی قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہے ایسے بزرگان باصفا ہماری آنکھوں کا تارا اور ہمارے سر کا تاج ہمارے سیل مہر و محبت کا مرکز اور آماجگاہ ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ یہ باعظمت و بابرکت لوگ الگ تھلگ رہیں اور صاف پہچانے جائیں ہو سکتا ہے کہ یہ عام

لوگوں میں ہی ہوں۔ عام کاروبار زندگی میں مصروف پائے جائیں اور کٹے پھٹے یا اعلیٰ عمدہ لباس میں ہوں ایسے لوگ اگر کہیں پائے چائیں تو ان کی ضرورت مجلس کریں ان سے بہر صورت رابطہ رکھیں ان کی جس قدر عزت کریں کم ہے انکی جس قدر خدمت بجلائیں تھوڑی ہے ان سے مشورے لیں ان کی رہنمائی میں چلیں یہ اللہ کے صحیح محبوب ہیں یہ نہایت عزت و احترام کے قابل لوگ ہیں۔

**اولیائے کرام کے مختلف درجات:-** جیسے ہر چیز میں درجہ بندی ہوتی ہے۔ مثلاً بہتر، بہترین۔ اسے اصلاح میں تفضیل کہتے ہیں۔ تفضیل نفسی، تفضیل بعض اور تفضیل کل، اسی طرح ایمان و تقویٰ کے بھی مدارج ہیں بلند درجہ، بلند ترین درجہ۔ اولیاء اللہ کے تینوں مدارج ہیں مگر جو پہلے درجے پر فائز ہوگا وہ بھی ذی مرتبہ ولی ہوگا اور جو اس سے اوپر کے درجے پر ہوگا وہ رتبہ میں اس سے بھی بلند ہوگا اس سے اونچے درجے والا اس سے اونچے درجے پر ہوگا۔

**ناشر اور مصنف کے حق میں دعا:-** دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کتاب ہذا کے مصنف، پبلشر اور ادارہ مسلم پہلی کیشنز لاہور/ سوہدرہ کے معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس کتاب کو شائع کر کے بہت سے اعتراضات کا نہ صرف اندفاع کیا ہے بلکہ مسلک توحید و سنت کا پرچم بلند کرنے کی بڑی شاندار کوشش کی ہے۔ ”فجزاھم اللہ احسن الجزاء“ مخلص: محمد ادریس فاروقی، سوہدرہ، ضلع گوجرانوالہ

### صاحب کرامات اہلحدیث کا تعارف

(۳) حضرت مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمہ اللہ (۴/ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ، ۶/ نومبر ۱۹۵۹ء)

مولانا عبدالمجید خادم رحمہ اللہ جنوری ۱۹۰۱ء/ ۱۳۸۱ھ میں سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ (۱۳۳۰ھ) کے بیٹے مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی (۱۳۲۸ھ) کے پوتے اور استاذ الاساتذہ شیخ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ (۱۳۳۴ھ) کے نواسے تھے۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ نجیب الطرفین تھے۔ ۱۰ سال کے تھے کہ آپ کے والد مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ اسے لئے آپ کی پرورش آپ کے دادا مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ نے فرمائی۔ اور ابتدائی تعلیم بھی آپ نے انہی سے حاصل کی۔ اس کے بعد مولانا حافظ محمد ابراہیم میرسیا لکوٹی رحمہ اللہ (۱۳۷۵ھ) کے مدرسہ سے مروجہ علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی۔

**تبلیغ و دعوت:-** مولانا عبدالمجید ۱۸/۲۰ سال کی عمر میں مروجہ درسیات سے فارغ ہوئے اور واپس سوہدرہ آکر توحید و سنت کی اشاعت میں مشغول ہو گئے۔ اس سلسلہ میں آپ کو زیادہ زحمت نہ کرنا پڑی اس لیے کہ آپ کے دادا محترم حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ نے اس سے قبل توحید و سنت کی زمین کو بہت زرخیز کر دیا تھا اور اس کی آبیاری میں آپ کو زیادہ محنت نہ کرنا پڑی۔

**رسالہ ”مسلمان“ کا اجرا:-** تبلیغ کا ایک ذریعہ اخبار بھی ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ نے اخبار کو ذریعہ تبلیغ بنایا اور ۱۹۲۱ء میں آپ نے ”مسلمان“ کے نام سے ایک ماہنامہ جاری کیا اور اس کے ساتھ ہی تبلیغی و دینی کتابوں کی اشاعت کیلئے ”مسلمان کمپنی“ کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا جس کے تحت بیسیوں کتابیں شائع کیں۔ ماہنامہ ”مسلمان“ ۱۹۳۸ء تک ماہنامہ رہا۔ اس کے بعد اس کو ہفت روزہ کر دیا گیا۔

**جریدہ اہلحدیث:-** جماعت اہلحدیث کا مقبول ترین اخبار شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ (م ۱۳۶۷ھ) کا اخبار ”اہل حدیث امرتسر“ تھا۔ جو نومبر ۱۹۰۳ء میں جاری ہوا اور اگست ۱۹۴۷ء تک برابر ۴۴ سال بڑی کامیابی سے جاری رہا۔ تقسیم ملک کے وقت یہ اخبار بند ہو گیا۔ حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ نے اس کی تجدید سوہدرہ سے کی۔ اور ۳۰ شعبان المعظم ۱۳۶۸ھ/ یکم جون ۱۹۴۹ء کو ”جریدہ اہل حدیث“ جاری کیا۔ جو ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۹ء تک آپ کی ادارت میں شائع ہوتا رہا اور پھر آپ کے قریباً ایک سال بعد تک آپ کے بڑے صاحبزادہ مولانا حافظ محمد یوسف رحمہ اللہ کی ادارت میں حسب سابق دعوت و تبلیغ میں مصروف رہا۔

اور ”مسلمان“ دوبارہ ہفت روزہ سے ماہنامہ ہو گیا جس کا آخری شمارہ اکتوبر ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا۔

**سیاسی دلچسپی:-** مولانا عبدالمجید مرحوم ایک بلند نظر عالم، شعلہ نوا خطیب اور مانے ہوئے منتظم تھے۔ اعلیٰ پایہ کے ادیب اور صحافی تھے۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ آپ کا شمار برصغیر کے مقبول ترین خطباء اور اہل قلم میں ہوتا تھا تو بے جا نہ ہوگا۔ مسائل کی تحقیق میں گہری نظر تھی۔ سیاسیات سے بھی اچھی دلچسپی رکھتے تھے ملکی اور عالمی خبروں پر آپ کی پوری نظر ہوتی تھی۔ آپ باقاعدگی سے متعدد اخبارات کا مطالعہ کرتے تھے اہم خبروں پر سرخ نشان لگا لیتے تھے۔ اس وقت دو بڑی جماعتیں تھیں۔ ایک مسلم لیگ، دوسری کانگریس آپ شروع میں کانگریس سے وابستہ رہے بعد میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ اور تحریک پاکستان کے سلسلہ میں بھی آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

۳۸ سال تک صحافتی دنیا سے تعلق رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی سلسلہ جاری رہا مولانا مرحوم ایک اعلیٰ پایہ کے طبیب بھی تھے اور طب کو ہی ذریعہ معاش بنایا۔

**طبی کارخانہ:-** طبی دو خانہ قائم کیا جس کا نام ”طبی کارخانہ“ رکھا حتیٰ کہ یہ ادارہ پاک و ہند میں مشہور ہو گیا اور طب کی اشاعت کیلئے ۳۰ کے قریب طبی کتابیں لکھیں۔ اور ایک ماہنامہ ”طبی میگزین“ کے نام سے نکالتے رہے جو بڑا جامع میگزین تھا۔

**وفات:-** حضرت مولانا عبدالمجید مرحوم اگست ۱۹۵۸ء میں ذیابیطس کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ علاج معالجہ ہوتا رہا مگر افاقہ نہ ہوا علاج کے سلسلہ میں لاہور میں مقیم تھے جہاں آپ نے ۶ نومبر ۱۹۵۹ء ۱۴ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ کو انتقال کیا۔ آپ کی نعش سوہدرہ لائی گئی آپ کے گرامی قدر صاحبزادہ مولانا حافظ محمد یوسف رحمہ اللہ نے نمازہ جنازہ پڑھائی اور آپ کو آپ کے جد امجد حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

**قومی و ملی خدمات:-** حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کی قومی و ملی خدمات بھی قابل قدر ہیں شروع میں کانگریس سے وابستہ رہے مگر جب کانگریس نے اپنی ہندونواز پالیسی پر زیادہ زور دینا اور مسلمانوں کو درپردہ نقصان پہنچانا شروع کر دیا تو بہت سے مسلمان زعمائے کرام نے کانگریس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور مسلم لیگ میں شامل ہو گئے آپ نے بھی مسلم لیگ میں شمولیت اختیار فرمائی مسلم لیگ میں شامل ہونے کے بعد آپ نے تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اور تحریک پاکستان کے حق میں اخبار ”مسلمان“ میں بیشتر مضامین لکھے۔ اور قریب قریب جا کر عوام کو تحریک پاکستان سے روشناس کرایا اور انقلاب آفرین تقاریر کے ذریعے ان میں اک روح پھونک دی۔

**ذاتی حالات:-** مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کا قد میانہ و مناسب، جسم دوہرا، رنگ کھلتا ہوا گندمی مائل بہ سپیدی، ناک ستواں، آنکھیں بڑی، مجموعی حیثیت سے سراپا بڑا دلکش تھا۔ بدن بہت گندھا ہوا اور مضبوط اور اعصاب طاقتور تھے۔ ساری عمر علمی مشاغل اور دماغی کاموں میں گزری تھی طبیعت میں استقلال اور عزم تھا جسمانی مشقت خوب کرتے تھے خوب برو، فرخندہ رو، صحت مند اور بڑے چاق و چوبند تھے گلی بازار میں آرام سے چلتے مگر جب اپنی زمین میں جاتے تو بہت تیز چلتے۔

**ترکی ٹوپی و پگڑی کا استعمال فرمانا:-** لباس سادہ مگر صاف ستھرا زیب تن کرتے تھے شلواری قمیض شیریانی و ترکی ٹوپی پہنتے تھے پگڑی کا استعمال بھی کرتے تھے اور موسم گرما میں تہہ بھی استعمال کر لیتے تھے جب آپ باہر تشریف لے جاتے تو اچھے لباس میں ہوتے۔ جس میں آپ بہت چمکتے تھے۔

**کھانا:-** کھانے کا اچھا ذوق تھا۔ البتہ کوئی خاص اہتمام نہ تھا جیسا مل جاتا کھا لیتے۔ لیکن آپ کے گھر میں کھانا معیاری اور بہت خوش ذائقہ پکلتا تھا موسمی پھلوں کے خصوصاً آم کے بہت شوقین تھے خوش خوراک تھے اور خوراک خوب سیر ہو کر کھاتے تھے۔

**سادگی اور نفاست:-** آپ طبعاً سادہ اور تکلفات سے مبراء تھے آپ کو صاف ستھری زندگی پسند تھی تکلفات ان کے ذوق کے خلاف تھے اس لیے بقدر ضرورت لیکن بہت صاف ستھرا اچھا اور معیاری سامان رکھتے تھے۔

**فضائل و اخلاق:-** فضائل و اخلاق کا پیکر تھے۔ حلم و عنف، متانت و سنجیدگی، تواضع و انکساری ان کے صحیفہ اخلاق کے جلی عنوانات تھے

طبعاً بڑے نرم خوار متحمل مزاج تھے۔ البتہ ناجائز اور ناگوار بات سننا پسند نہیں کرتے تھے اور غصہ آتا تو چہرے کے تغیر تک محدود رہتا اور اگر ضرورت پڑتی تو ڈانٹ بھی پلا دیتے اور منہ پر بات کر دیتے تھے غیبت، چغلی قطعاً ناپسند تھی اگر کسی سے سیاسی یا علمی اختلاف ہوتا تو زبان سے اظہار نرم الفاظ میں کرتے، سختی اور دشمنی ان کے مزاج کے خلاف تھی بڑے مدبر، فیاض، عالی ظرف، عالی دماغ اور خوش خصال تھے لوگ انہی اوصاف و کمالات کی وجہ سے آپ کا نہایت احترام کرتے تھے۔

**منازعت و کم سخن:**۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کام کے ذہنی تھے گفتگو مطلب کی کرتے تھے ان کی مجلس بڑی دلچسپ ہوتی تھی کہ ہر ذہن کا آدمی اس سے لطف اٹھاتا تھا اور ان کی مجلس سے اٹھے کو دل نہیں چاہتا تھا۔

**اعتماد و حسن ظن:**۔ باہمی محبت، حسن ظن اور اعتماد ان کا اصول زندگی تھا ان کا قول تھا کہ میں ہر شخص کو اچھا سمجھتا ہوں جب تک وہ آپ کو برا ثابت نہ کرے۔ محبت، اعتماد اور احترام میرا دستور العمل ہے چنانچہ جب سے میں نے یہ اصول اپنایا اس وقت سے مجھے زندگی کے ہر موڑ میں کامیابی ہوئی ہے آپ ساتھیوں کو بھی باہمی احترام و محبت اور حسن ظنی کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔

**ذوق مطالعہ:**۔ آپ کو شروع ہی سے کتب بینی اور مطالعہ کا شوق تھا۔ آپ سفر میں بھی مطالعہ میں مصروف رہتے اور مطالعہ کے لئے جو پروگرام بنایا ہوا تھا کبھی بھی اس کے خلاف نہیں کرتے تھے اور جو کتاب پڑھتے بڑے انہماک سے پڑھتے۔ اور جا بجا کتاب پر حواشی اور نوٹ لکھتے تھے آپ مذہب تاریخ، جغرافیہ اور معلومات عامہ کا گنجینہ تھے علاوہ ازیں ملکی بلکہ عالمی سیاست پر پوری نظر رکھتے تھے، پاک و ہند کے اخبار زیر مطالعہ رکھتے تھے اخبارات کے مطالعہ پر زیادہ وقت نہیں لگاتے تھے بس کام کی خبریں دیکھتے تھے۔

**درس و تدریس کا ذوق:**۔ آپ نے تکمیل تعلیم کے بعد اسلام کی اشاعت کے لئے زبانی وعظ و تذکیر کے علاوہ اخبار کو ذریعہ بنایا اور ملک بھر میں جگہ جگہ درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ہمارے محلہ میں ملک عنایت اللہ عراقی مرحوم کے گھر کئی سال صبح کے وقت آپ نے قرآن وحدیث کا درس دیا اس درس میں آپ نے قرآن مجید اور حدیث کی کتابوں میں مشکوٰۃ المصابیح، ریاض الصالحین، ترمذی اور نسائی کا درس دیا۔ اس کے بعد دوبارہ قرآن مجید کا درس شروع کیا کہ آپ بیمار ہو گئے اور یہ سلسلہ منقطع ہو گیا آپ کا درس بڑا شاندار اور جاندار ہوتا تھا جس میں کافی حاضری ہوتی تھی مردوں کا کرہ الگ تھا عورتوں کا الگ۔ لوگ آپ کے درس کے منتظر ہوتے تھے۔

**معمولات:**۔ مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ بڑے لوگوں کی طرح معمولات کے پابند تھے ان کا معمول عموماً یہ تھا کہ نماز فجر کے بعد اپنی زمین پر چلے جاتے اور وہاں دو تین گھنٹے کام کرتے اس کے بعد واپس آکر درس دیتے ۹ بجے فارغ ہوتے ناشتہ کرتے اور اس کے بعد ظہر تک دفتر میں کام کرتے ظہر کی نماز کے بعد دوبارہ دفتر میں عصر تک کام کرتے اور عصر کی نماز کے بعد پھر زمین پر چلے جاتے اور مغرب کے قریب واپس آتے اور کھانا کھانے کے بعد عشاء کی نماز تک مطالعہ میں مصروف رہتے ظہر، عصر یا مغرب کی نماز کے بعد تقریباً پندرہ منٹ نمازیوں میں مجلس جمع جاتی اس سے لوگوں کے بے حد بالیدگی ہوتی جس سے عموماً بڑا لطف اٹھاتے۔

**معاصرین اور احباب:**۔ آپ کے کاموں کا دائرہ بڑا وسیع تھا علم و ادب، مذہب و تعلیم و تدریس تصنیف و تالیف بیرونی و عوامی جلسے غرض ہر میدان میں آپ کے کارنامے ہیں اس لئے ان کے تعلقات کا دائرہ بھی بہت وسیع تھا۔ ان کے ممتاز معاصرین میں مشکل ہی سے کوئی ایسا شخص ہوگا جس سے ان کے تعلقات نہ رہے ہوں آپ کے ہر مکتب فکر اور ہر لائن کے بڑے لوگوں سے روابط تھے اس سب کا ذکر دشوار بھی ہے اور غیر ضروری بھی اس لیے یہاں صرف خاص ان لوگوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن سے آپ کے تعلقات بہت زیادہ تھے۔

**علماء و اصحاب علم و فضل سے روابط:**۔ علماء میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ، مولانا محمد اسلمیل السلفی رحمہ اللہ، مولانا احمد الدین گگھڑوی رحمہ اللہ، مولانا حافظ عبد اللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ، مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ، سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ، مولانا قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ، مولانا نور حسین گھر جاکھی رحمہ اللہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ، مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ، مولانا میر محمد

بھانڈی رحمہ اللہ، مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ، مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ، سید عنایت اللہ شاہ بخاری، مولانا مصمص رحمہ اللہ، حافظ اسماعیل روپڑی رحمہ اللہ وغیرہم سے خاص تعلقات تھے۔

**احباب خاص:**۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ آپ کے تعلقات کا دائرہ بہت وسیع تھا البتہ قضبہ سوہدرہ میں احباب خاص صرف چند تھے اور ان احباب میں بزرگ بھی شامل تھے اور آپ کے ہم عمر بھی اور آپ سے چھوٹے بھی۔ مثلاً

ملک نیا علی عراقی، ملک نواب خان نوشہروی، ملک حاجی محمد حسین، ملک عبدالغنی ولد ملک تاج الدین، ملک غازی محمد بشیر، ملک کرامت اللہ انور، ملک حاجی عبدالکریم، مولوی ابوالمحمود ہدایت اللہ، مولوی حاکم الدین، ملک رحمت اللہ، ملک حافظ محمد یعقوب، ملک غلام باری، ملک عبداللہ کھنڈ والا، ملک عبداللہ دکاندار، ملک عبدالرحمن نمک والے، ملک مراد علی، ملک عبداللہ خان عراقی ٹھیکہ دار، حکیم عنایت اللہ نسیم، ملک عبداللہ الحق، ملک امام خاں نوشہروی، حکیم عبداللہ خاں نصر رحمہم اللہ ان کے علاوہ محلہ ارائیاں، محلہ چوہدریاں، محلہ معماراں، محلہ قاضیاں، محلہ تیلیاں، محلہ اعمواناں اور نیلے کے علاقہ کے خاص خاص لوگ آپ کے عقیدت مند اور جانثار اور بڑے اچھے ملنے والے تھے ان سب کے صرف نام ہی لکھے جائیں تو کئی صفحات درکار ہیں۔

**تصنیف و تالیف:**۔ ہمیشہ سے کتب کو علم کی روشنی پھیلانے کا بہترین ذریعہ سمجھا جاتا رہا ہے چنانچہ آپ نے کتب تصنیف فرما کر اسلام کی خدمت میں نمایاں کردار اختیار فرمایا آپ نے عوام و خواص، مردوں، عورتوں، بچوں، بڑوں غرض سب کیلئے کتابیں لکھیں اور تقریباً ہر موضوع پر لکھیں جو بہت پسند کی گئیں آپ کی چند کتابیں یادگار کی حیثیت رکھتی ہیں مثلاً رہبر کامل، بچوں کیلئے حدیث کی کتابیں، سیرت الائمہ، سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سیرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا، دولت مند صحابہ رضی اللہ عنہم، سیرت آزاد، استاد پنجاب، سیرت ثنائی، تفسیر سورہ فاتحہ، ہندو شعراء کا نعتیہ کلام وغیرہ۔

علاوہ ازیں آپ اپنے وقت کے بہترین طبیب بھی تھے چنانچہ آپ نے مختلف طبی موضوعات پر متعدد کتب تصنیف فرما کر ملک و قوم کی بہترین خدمت سرانجام دی، آپ کی طبی کتابوں کو بھی قبول عام حاصل ہوا۔ جن میں پانچ ہزار مجربات، عورتوں کا حکیم، چیبی حکیم، انمول حکیم دیہاتی حکیم، اسراری نسخے، گھریلو نسخے، آسان نسخے، حیوانی نسخے، خواص بادیاں، اکسیری مجربات وغیرہ کتب بہت مشہور و متداول ہوئیں۔

### ابتدائی

**غلط فہمی کی اصلاح:**۔ چونکہ اہل حدیث کرامت کو ولایت کیلئے نہ ضروری جانتے ہیں نہ شرط قرار دیتے ہیں اور نہ ہی کرامات کی نشرو اشاعت کرتے ہیں۔ اس لیے بعض لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ جماعت اہل حدیث میں کوئی ولی نہیں ہوا اور وہ کہتے ہیں اہل حدیث نہ کرامات کو مانتے ہیں اور نہ ان میں کوئی اہل کرامت ہوا ہے لیکن ایسے لوگوں کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اہل حدیث ”چھوٹے ولیوں“ کی کرامات پر انکار کرتے ہیں اور ان کی استدراجی و شیطانی حرکات کو کرامت قرار نہیں دیتے۔ اس لیے بھی کچھ عوام ان سے بدظن ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اولیاء اللہ ہی کے منکر ہیں۔ اور ان کی کرامات کے بھی قائل نہیں۔

مدت ہوئی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اہل حدیث کی طرف سے اس اعتراض کی بایں طور تردید ہونی چاہیے کہ نفس مسئلہ کی بھی وضاحت ہو جائے اور عوام پر بھی یہ روشن ہو جائے کہ بفضل جماعت اہل حدیث میں بے شمار اہل کرامت بزرگ ہوئے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جتنے حضرات اہل حدیث میں اہل کرامت ہوئے ہیں اتنے کسی اور جماعت میں نہیں ہوئے کرامت کا تعلق ولی سے ہے اور ولی وہی ہو سکتا ہے جو سنت کا سچا پرانہ اور رسول اللہ ﷺ کا گردیدہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ اہل حدیث سے زیادہ سنت نبوی ﷺ کا پابند اور رسول اکرم ﷺ کا محبت اور کون ہو سکتا ہے؟ آپ نام کے اہل حدیثوں کو نہ دیکھئے کیونکہ فی زمانہ تو کثرت سے ایسے ہی اہل حدیث کہلانے والے ہیں جو ”بدنام کنندہ کونامے چند“ ہیں یا ”برعکس نہند نام زندگی کا فور“ کے مترادف ہیں۔ میرا تو دعویٰ ان مخلص، بے ریا، عامل بالحدیث، محبت رسول



ﷺ لوگوں سے ہے جو صحیح معنوں میں اہل حدیث تھے۔ اللہ کے پیارے تھے رسول پاک ﷺ کے دلارے تھے، نہ سب اہل حدیث ایسے ہیں کہ وہ قابل اصلاح ہوں اور نہ سب ایسے ہیں کہ وہ اولیاء اللہ کے رتبہ کو پہنچ چکے ہیں بہر حال کسی اہل حدیث کو دیکھنے اور جاننے کے لئے ضروری ہے کہ یہ دیکھ لیا جائے کہ اس کا تعلق نبی ﷺ سے کتنا ہے اور وہ سنت کا کہاں تک پابند ہے پس جس شخص کا حضور ﷺ سے جتنا گہرا تعلق ہوگا اور اسے آپ ﷺ کی سنت سے جس قدر زیادہ پیار ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ مقبول بارگاہ ربانی ہوگا۔ اور ولی اللہ کہلانے کا حق دار ہو گیا۔

**مشہور علمائے کرامات کا تذکرہ:-** میں اس مضمون میں پہلے بزرگوں کا تذکرہ نہیں کروں گا کیونکہ ان کے ذکر خیر کیلئے دفاتر کار ہیں بلکہ دور حاضرہ کے اہل حدیث حضرات کا نمونہ پیش کروں گا جن میں سے اکثر کو آپ جانتے اور پہنچانتے ہیں کہ وہ اہل حدیث تھے اور وہ صاحب کرامت بھی تھے اور یہی میں اس مضمون میں ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ عبدالمجید خادم، عشی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

### کرامت کی حقیقت

**کرامت کی تعریف:-** ”شرع عقائد“ میں یوں مرقوم ہے:

”ظہور امر خارق للعادة من قبله غیر مقارن لدعوة النبوة فلما لا يكون مقارنا بالایمان والعمل الصالح يكون استدراجاً“  
یعنی کرامت اس امر خلاف عادت عامہ (یا خلاف قانون قدرت عامہ) کو کہتے ہیں جو کسی ولی کی طرف سے ظاہر ہونے کی نبی اور کافر کی طرف سے جو نبی سے بصورت تحدی ظاہر ہوا سے معجزہ کہتے ہیں اور جو کافر سے صادر ہوا سے استدراج کہتے ہیں۔

پس ”معجزہ“ ”کرامت“ ”استدراج“ خرق عادت عامہ ہونے میں مشترک ہیں یعنی بظاہر تینوں خلاف قانون قدرت عامہ نظر آتے ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ”معجزہ“ (جسے شرع شریف میں ”آیت“ یعنی نشان کہتے ہیں) کے لئے یہ شرط قرار دی ہے کہ وہ امر ایسا ہو جس کو جن وانس نہ کر سکیں تحدی کی شرط کو انہوں نے اڑا دیا ہے ”استدراج یعنی جو امر کسی کافر کے ہاتھ پر ظاہر ہو اور وہ عادت عامہ (قانون قدرت عام) کے خلاف ہو اس کا منشا اور مصدر تو اے انسانی اور شیطانی کو قرار دیا ہے۔ پس معجزہ اور استدراج بالکل الگ الگ چیزیں ہیں۔ کرامت کیلئے یہ شرط نہیں کہ وہ ایسی ہو کہ جسے جن وانس نہ کر سکیں۔ کرامت میں یہ شرط ہے کہ اس کا مصدر واصل یعنی واقع یا پیدا ہونے کی جگہ تو اے الہیہ اور ملائکہ ہو یا انسانی تو نبی ہی کو اس طرح کر دیا جائے جو عام معمول سے ہٹ کر ہوں جن سے صاحب کرامت کا اعزاز و اکرام سمجھا جائے۔

**خرق عادت:-** خرق عادت عرف عام میں خلاف قانون قدرت کو کہا جاتا ہے درحقیقت ہم اپنے قلیل علم کی وجہ سے اسے یہ نام دے رہے ہیں ورنہ کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو خلاف قانون قدرت ہو۔ ہم محض اس لیے اسے ”خلاف قانون قدرت“ کہہ دیتے ہیں کہ ہم خود قانون قدرت کا پورا پورا علم نہیں رکھتے جو چیز ہمارے علم میں اور فہم میں آگئی اسے ہم نے قدرت سمجھ لیا۔ اور جس کو نہ جانا اسے خلاف قانون قدرت قرار دیا پس صحیح بات یہ ہے کہ جہاں میں کوئی بھی چیز خرق عادت یا خلاف قدرت نہیں ہے حتیٰ کہ معجزات کیلئے بھی اسباب خفیہ ہوتے ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خرق عادت سے عادت عامہ کے خلاف ہونا مراد ہے بعض صورتوں میں ان کے اسباب خفیہ کا وجود عقل کے دائرہ علم میں آجاتا ہے اور بعض صورتوں میں ان کے اسباب کی تہہ تک پہنچنا بجز نور نبوت اور عطا الہی کے ناممکن ہوتا ہے عوام کے نزدیک یہ دونوں خلاف عادت مجہولتہ الاسباب ہیں عقلاء کے نزدیک فرق ہے عرفاء کے نزدیک دونوں عادت الہیہ کے موافق ہیں اس لیے خرق عادت کو لفظ خرق عادت عامہ کے ساتھ تعبیر کرنا چاہیے۔

پس قدرت کا جو فعل عام سنن طبعیہ کے سلسلہ میں ظہور پذیر ہوگا وہ تو اس کی عام سنت اور قانون قدرت کہلائے گا۔

اور جو ظاہری اسباب سے علیحدہ ہو کر کسی خاص مصلحت اور حکمت کے اقتضاء سے ظاہر ہوگا وہ خرق عادت عامہ میں داخل ہوگا۔

اور یہی خرق عادت عامہ جب کسی راجل عظیم کے دعویٰ نبوت اور تحدی کے بعد اس سے صادر ہو تو وہ مجزہ ہوگا جو من جانب اللہ اس کے دعویٰ کی فعلی تصدیق ہے لیکن اس کے مشابہ جب کوئی خرق عادت امر کسی نبی کے دعویٰ نبوت یعنی بعثت اور تحدی سے پہلے ظاہر ہو تو اس کو راجل کہتے ہیں۔ اور اگر کسی غیر نبی کے ہاتھ پر اتباع کی برکت سے اس قسم کی خارق عادت علامات دکھائے جائیں تو اس کا نام کرامت ہوتا ہے۔ اور جب یہی علامات کسی ایسے شخص سے صادر ہوں جو کافر ہو یا خلاف شرع امور کا مرتکب ہو تو اسے استدراج کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ امور شیطانی اثر سے صادر ہوتے ہیں جب کوئی انسان شیاطین کے ساتھ تعلق پیدا کر لیتا ہے یا جبلی (پیدائشی) مناسبت ان کے ساتھ رکھتا ہے تو شیطان اسے اپنا آلہ کار بنا لیتے ہیں اور مختلف صورتوں میں اس کی مدد کرتے ہیں، کبھی: (۱) اسے دور دراز کی باتیں بتلاتے ہیں۔ (۲) دوسروں کے مافی الضمیر سے آگاہ کرتے ہیں۔ (۳) اس کے دشمن اور مخالفین کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ (۴) اس کی حاجات جو ان شیاطین کی طاقت میں ہوتی ہیں پوری کرتے رہتے ہیں۔ (۵) اس کی مالی مدد بھی کرتے ہیں۔ (۶) گاہے گاہے ہوا میں اڑا کر لے جاتے ہیں۔

جب عوام یہ باتیں دیکھتے ہیں تو وہ اسے بھی ولی کہنے اور سمجھنے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس کی کرامت نہیں ہوتی بلکہ استدراج ہوتا ہے جو ہر منکر اسلام اور کافر یا مشرک کسی خاص ریاضت و کسرت یا کسی مدو نہ علم کی بناء پر حاصل کر لیتا ہے اسی لیے بعض صوفیاء اور اہل اللہ نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص تمہیں آگ پر چلتا اور ہوا میں اڑتا ہو اور پانی پر چلتا دکھائی دے تو جب تک اسے قرآن و سنت کا منبع نہ پاؤ اسے ولی نہ سمجھو۔ ”انہ لیس بولی انہ شیطان“ وہ ہرگز ولی نہیں وہ شیطان ہے۔

**کرامت اور استدراج میں فرق:** کرامت اور استدراج بادی النظر میں بعض وقت مشتبه اور متشابہ ہو جاتے ہیں۔ ان میں فرق صرف متصف اور منشاء کے اعتبار سے ہوتا ہے کرامت کا متصف ولی اللہ مومن اور محب و تبع سنت ہوتا ہے اور استدراج کا متصف گمراہ فاسق فاجر کافر اور مشرک ہوتا ہے کرامت میں بشریہ و شیطانیہ کے علاوہ قوی ہوئے ہیں اور استدراج میں قوی طبعیہ و شیطانیہ ہوتے ہیں اور سمجھنے والوں کے نزدیک ان دونوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ ایک نجیب الطرفین مولود اور ولد الزنا میں کہ بظاہر دونوں بچے یکساں شکل و صورت رکھتے ہیں اور حسی طور پر دونوں ایک ہی طرح کی حرکت و عمل کا نتیجہ ہیں اگر محض اس لیے کہ ان میں سے ایک بچہ فعل حرام کا نتیجہ اور دوسرا عمل مشروع و طیب کا ثمرہ ہے ہم پہلے کے تولد کو مذموماً اور قابل نفرت اور دوسرے کی ولادت کو محمود اور موجب مسرت و انبساط سمجھتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح جو خوارق عادت عامہ اتباع رسول ﷺ اور معبود واحد و یکتا کی پرستش کا نتیجہ ہوں وہ کرامات اولیاء کہلاتی ہیں جن کے مبارک و محمود ہونے میں کوئی شبہ نہیں اس کے بخلاف جو خوارق اتباع شیطان فسق و فجور و طائف شرکیہ کے ثمرات سے ہوں ان کا نام استدراج اور فعل شیطانی ہے۔

**مرتبہ احسان، اولیاء اللہ کی پہچان:** ائمہ حدیث نے جس کو ”ام الاحادیث“ یا ”ام الجوامع“ کے نام سے تعبیر کیا ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ جبرائیل امین نے آنحضرت ﷺ سے احسان کے متعلق سوال کیا تو حضور ﷺ نے جواب فرمایا:

”الاحسان ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك“ (صحیح مسلم کتاب الایمان حدیث ۹۳)

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے احسان یعنی اخلاص کے دو درجے بیان فرمائے ہیں اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ عبادت میں ایسا حضور اور دل لگی ہو کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہو اسے مشاہدہ کہتے ہیں اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ تصور اور یقین کرے کہ اللہ مجھے دیکھتا ہے اسے مراقبہ کہتے ہیں۔

**تصوف اور مرتبہ احسان:** آج جسے تصوف اور درویشی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے زبان نبوی ﷺ سے اسے احسان کہا گیا ہے عوام اور بعض صوفیاء قسم کے لوگ ظاہری احکام کو شریعت اور تصفیہ باطن کو طریقت اور مشاہدہ و مراقبہ کو حقیقت کہتے ہیں۔ مگر اس حدیث میں حضور ﷺ نے تینوں مقامات کا تفصیلی ذکر فرما دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام میں کامل وہی شخص ہے جو ان تینوں کا جامع اور عامل ہو اگر

کوئی شخص پہلی پانچ باتوں پر جما رہے اور آگے قدم نہ اٹھائے اور ”احسان“ کی عملی تفسیر بن کر نہ دکھائے تو وہ بھی ناقص الایمان ہے۔ پس ایک ولی اللہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ اسلام کے ارکان فلسفہ کا پابند ہو۔ اور پھر اپنی ساری قوتیں عبادت میں صرف کر دے عبادت میں اعلیٰ ترین درجہ نماز کو دیا گیا ہے اور نماز ہی کے متعلق روایات میں آتا ہے:

”قرة عینی فی الصلوة“ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی مسرت ہے۔

اور پھر فرمایا ”الصلوة معراج المومنین“ نماز اہل ایمان کی معراج ہے ارشاد قرآنی ہے ”قد افلح المومنون الذین ہم فی صلاتہم خشعون“ یعنی وہی مومن فلاح پائیں گے جو نمازیں خشوع و خضوع سے ادا کرتے ہیں پھر حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ”صلوا کما رایتہمونی اصلی“ (صحیح بخاری حدیث ۶۳۱) نماز ایسی پڑھو جیسی میں پڑھتا ہوں۔

**تصوف کا دار و مدار:** تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے احسان و تصوف کا تمام دار و مدار نماز بطریق سنت ادا کرنے پر موقوف گردانا ہے پس جو شخص نماز میں خشوع و خضوع قائم نہیں کرتا، طمانیت و سکون اور تعدیل ارکان کی پرواہ نہیں کرتا وہ کبھی ولی نہیں ہو سکتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ آدمی رزق حلال کا اہتمام کرے، زہد اختیار کرے اور نماز بڑے اچھے طریقے سے ادا کرے۔ جو شخص ایسے کرتا ہے بس سمجھ لیجئے کہ وہ ولایت کی راہ پر ہے مگر اس کے برعکس جو شخص حرام خورد و دولت کا پجاری اور نماز سے غافل ہو بھلا وہ کیونکر ولی ہو سکتا ہے؟ کبھی نہیں ہرگز نہیں۔ شیخ، مرشد، صوفی، ولی کیلئے ضروری ہے کہ وہ تابع سنت نبوی ﷺ ہو اور سنت کا نہایت پابند ہو اور حضور ﷺ جیسی پرسکون اور ٹھہر ٹھہر کر نماز پڑھتا ہو خواہ اس سے کوئی کرامت سرزد ہو یا نہ ہو یہ سب کچھ سمجھ لینے کے بعد آئیے اب کرامت کی شرعی حیثیت سمجھئے۔

**کرامت کی شرعی حیثیت:** شریعت نے ولی کیلئے کرامت ضروری قرار نہیں دی، لہذا کرامت کو مدار ولایت نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ کرامت دلیل ولایت ہرگز نہیں ہے، ولایت صرف ایمان اور تقویٰ کا نام ہے، اسلام میں ہر مومن اور متقی ولی اللہ ہے چونکہ ایمان اور تقویٰ کے مختلف مدارج ہیں اس لیے ولی کے بھی مختلف مدارج ہیں اور ان مدارج کا صحیح علم اللہ ہی کو ہے اور ولی اللہ کے لئے معصوم ہونا کوئی مسئلہ نہیں اور نہ خطا سے بچنا اس کی ولایت کے لئے کوئی ناگزیر وجہ ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ کے ولی تھے لیکن ان سے وقتاً فوقتاً خطا کا صدور بھی ہوا خود حضور اکرم ﷺ ان مجبوبین بارگاہ الہ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں ”کل ابن ادم خطاء وخیر الخطائین التوابون“ (مشکوٰۃ المصابیح) یعنی تم سب خطائیں کرنے والے ہو اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو بکثرت توبہ کرنے والے ہیں۔

**اولیائے کرام کے بارے میں ضروری احتیاط:** جب امت محمدیہ (علی ما جہا الصلوٰۃ والسلام) کے بہترین اور افضل لوگ اور اولیاء کے سرخیل و سر تاج غلطی کر جاتے تھے تو بھلا بعد کے اولیاء سے غلطی کا صدور کیوں محال ممتنع ہو سکتا ہے؟ یہ ہماری سوچ درست نہیں کہ جس سے معمولی سی غلطی واقع ہوگئی جھٹ اسے اولیاء کی صف سے نکال دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اولیاء کو کبار کی طرح صغائر سے بچنا چاہیے۔ لیکن ہمیں اللہ والوں کے بارے میں سوچ سمجھ کر رائے قائم کرنی چاہیے اور عجلت سے کام نہیں لینا چاہیے ہمیشہ ان کا احترام بجالانا چاہیے اور ان سے ہر ممکن عقیدت و محبت کا رویہ رکھنا چاہیے۔ جو لوگ ان کی شان میں ناروا جملے بولتے ہیں وہ ناروا فعل کا ارتکاب کرتے ہیں۔

(۱) حضرت ابوعلی جوزمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”کن طالبا للاستقامة لا طالبا للکرامة فان نفسک متحرکة فی طلب الکرامة وریک یطلب منک الاستقامة“ استقامت کے طالب بنو نہ کہ کرامت کے طالب کرامت نفس کی خواہش ہے اللہ تعالیٰ کو تو استقامت مطلوب ہے۔

(۲) حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ”شرح فقہ اکبر“ میں حضرت شیخ سہروردی رحمہ اللہ کا ایک قول نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

بعض عابدین جب جان فشانی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے متقدمین سلف صالحین رحمہم اللہ کے حالات اور ان کی خرق عادات کا ذکر سنتے ہیں تو ان میں بھی خوارق (نئی نئی اور عجیب عجیب) کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے اگر ان کو کوئی خرق عادت علامت حاصل نہ ہو تو یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ شاید ہمارے عمل میں قصور ہے اگر وہ حقیقت سے واقف ہوتے تو خرق عادت کو معمولی سمجھتے اور یقین کرتے کہ بعض عابدین پر صدور خوارق کی یہ

وجہ ہوتی ہے کہ ان کا یقین بڑھ جائے ”زهد عن الدنیا“ میں ان کا ارادہ پختہ ہو جائے اور اسباب ظاہری سے دست بردار ہو جائیں پس صادق راست باز کو چاہیے کہ نفس کو استقامت پر مجبور کرے کہ یہی دراصل کرامت (عزت اور ان کے شایان شان) ہے۔

**کرامت ایمان میں تقویت کا سبب:-** (۳) امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ”الفرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان“ میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

اس امر کا پہچانا نہایت ضروری ہے کہ بعض کرامات آدمی کی ضرورت کی وجہ سے ہوتی ہیں جب کوئی آدمی ایمان میں کمزور یا کسی چیز کا محتاج ہو تو ان کرامات سے اللہ پر ایمان قوی ہو جاتا ہے اور حاجت رفع ہو جاتی ہے مگر جس کا ایمان قوی ہوگا اس کو ان کرامات کی ضرورت نہ ہوگی علوم مراتب اور استغناء کی وجہ سے کرامت کا ظہور نہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ تابعین رحمہم اللہ میں بہ نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کرامات زیادہ ظاہر ہوئیں۔

پھر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایک دوسرے مقام پر ارقام فرماتے ہیں: خرق عادت سے بسا اوقات آدمی کا درجہ کم ہو جاتا ہے اس لیے اکثر صالحین ایسی باتوں سے استغفار کرتے رہے جیسے دیگر گناہوں سے توبہ کی جاتی ہے۔ بعض پر کرامات کا ظہور ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ سے ان کے دور ہونے کا سوال کرتے اور سب کے سب اپنے ساتھیوں اور سالکوں سے یہی کہتے رہتے تھے کہ کرامات پر اعتماد نہ کرنا نہ ان کو محظوظ نظر قرار دینا اور نہ ان سے خوش ہونا اگرچہ تمہارے خیال میں وہ کرامات ہی کیوں نہ ہوں۔

المختصر ائمہ ہدی رحمہم اللہ نے شرعی نقطہ نگاہ سے کرامت کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی نہ اسے ولایت کا جز قرار دیا ہے کہ ہر ولی سے کرامت کا صدور ضروری ہے۔ اگر کسی متبع سنت مومن کامل اور متقی پر ہیز گار سے کرامت کا ظہور ہو جائے تو اس سے انکار بھی نہیں کرنا چاہیے اور اسے ولایت کا معیار بھی نہیں سمجھنا چاہیے کہ جس سے کرامت ظاہر ہو ولی ہے اور جس سے کوئی کرامت ظاہر نہ ہو خواہ وہ متقی، پرہیز گار، محبت اور متبع سنت ہی کیوں نہ ہو وہ ولی نہیں ہے۔ ایسا نظریہ رکھنا ہرگز درست نہیں اس سے اولیاء اللہ کی اہانت کا پہلو نکلتا ہے کہ سال چھ مہینے جس میں کوئی کرامت نہ دیکھی جھٹ اس سے ردائے ولایت چھین لی اور ساتھ ہی اس کی بے دینی کا پرو پیگنڈا شروع کر دیا اس امت میں اگر بیسیوں اولیاء صاحب کرامت ہوئے ہیں تو ہزاروں لاکھوں ایسے اولیاء ہو گزرے ہیں جو اعلیٰ درجے کے عامل قرآن و سنت اور متبع رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے مگر ان سے کسی کرامت کا مطلق ظہور نہیں ہوا۔

**اہل حدیث اور ولی:-** جب ہم کہتے ہیں کہ ہر اہل حدیث اللہ کا ولی ہے تو اس سے ہماری مراد رواجی اہل حدیث بے نماز داڑھی منڈھے سو دخور اور بد عمل وغیرہ گرہ گیر قسم کے لوگ نہیں بلکہ وہ ہیں جو عقیدہ و عمل ہر اعتبار سے صحیح معنی میں اہل حدیث ہیں اور ہر حال میں شریعت کے پابند اور اللہ سے ڈرنے والے ہیں جن کی ایک ایک ادا سے سنت کی خوشبو آتی ہو، جو لوگ کہتے ہیں جماعت اہل حدیث میں ولی نہیں ہوتے وہ غلط کہتے ہیں مگر ہم دعویٰ سے کہتے ہیں اور بہ دلائل یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ہر اہل حدیث اللہ کا ولی ہے کوئی ولی ایسا نہیں جو اہل حدیث نہ ہو سلف سے لے خلف تک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک تاریخ کی ورق گردانی کر لیجئے آپ کو معلوم ہوگا کہ کوئی ولی ایسا نہیں ہوا جو سنت کا شیدائی اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار نہ ہو پس جب کسی کے دل میں یہ دو چیزیں پیدا ہو جائیں گی تو وہ اہل حدیث نہ ہوگا تو اور کون ہوگا؟

ذرا غور کیجئے اہلحدیث کہتے کسے ہیں؟ بعض مولویوں نے اہلحدیث کو ہوا (خوفناک چیز) بنا کر پیش کیا ہوا ہے کئی بیچارے تو اہلحدیث کے سایہ سے بھی ڈرتے ہیں حالانکہ اس کے بڑے شاندار معنی ہیں اہل کے معنی والا ہیں اور حدیث کے معنی ہیں قرآن اور ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہاں قرآن کو بھی حدیث کہتے ہیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ”ان خیر الحدیث کتاب اللہ“ (مشکوٰۃ المصابیح) بے شک بہترین حدیث قرآن مجید ہے جو لوگ قرآن کو بھی مانتے ہوں اور حدیث کو بھی ان میں آخر خرابی کیا ہے؟

اب خدا خود کہنے کہ دنیا کے تختے پر اس سے بڑھ کر صاف اور سچا کوئی اور مسلک ہے؟ یا ہو سکتا ہے؟ کیا اولیاء اس پیارے مسلک کے علاوہ بھلا کسی اور مسلک کے عامل ہو سکتے ہیں؟ کبھی نہیں ہمارے لیے تو اس کا تصور بھی مشکل ہے۔

**دو کامل اولیاء کا ذکر:-** ہم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اللہ کا ولی مانتے ہیں ہم ان کے

بارے میں حسن نظر رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ دونوں رب کے محبوب اور پیارے اور اللہ کے فضل سے اہلحدیث یعنی قرآن وحدیث کے حامل و عامل تھے اور اہلحدیث ہی نہیں تھے بلکہ اہلحدیث گرتے۔

**اولیائے اہلحدیث کی کرامات کا ذکر:-** اب ہم بتانا چاہتے ہیں کہ جماعت اہل حدیث میں سے جو لوگ بھی اس منزل پر پہنچ گئے وہ ولی اللہ ہیں اور ان سے وقتاً فوقتاً کرامات کا ظہور بھی ہوتا رہا ہے ہم آپ کو بہت دور کے زمانہ کے لوگوں کی باتیں نہیں سنائیں گے بلکہ قریب کے زمانہ کے حالات پیش کریں گے تاکہ آپ ان سے سبق وموعظت حاصل کر سکیں آپ حاملین قرآن وسنت کے بارے میں بغض و نفرت کم کر سکیں اور یہ کوئی ناممکن بھی نہیں ہے کھلے دل سے کتاب ہذا کا مطالعہ کرنے سے عمدہ اور خوشگوار تبدیلی واقع ہو سکتی ہے اور یہ کوئی ناممکن بھی نہیں ہے۔ اب اولیاء اہل حدیث کی کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے کتاب ہذا کا کھلے دل سے مطالعہ کریں اور جلد بازی سے ہرگز کام نہ لیں بلکہ جہاں کوئی اشکال پیش آئے بلاتا خیر اہل علم سے رابطہ قائم کریں اور قرآن وحدیث کی روشنی میں وہ الجھن حل کرنے کی مقدور بھرسی کریں انشاء اللہ ہر مسئلہ حل ہو جائے۔

**کوئی کرامت جھوٹی نہیں:-** حضرت مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ (روڈی) تک حضرت مولانا عبدالجبار سوہدروی رحمہ اللہ کی سبکداری ہوئی کرامات ہیں اس کے بعد حضرت مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ سے آخر تک بندہ کی جمع کی ہوئی کرامات ہیں۔ الحمد للہ ان کرامات میں کوئی کرامت وضعی، جھوٹی اور خود ساختہ نہیں ہے۔

### ﴿ کرامات حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب لکھوی رحمہ اللہ ﴾

**بھنگی چرسی فقیر راہ راست پر آ گیا:-** (کرامت ۱) مولوی قائم الدین صاحب سکنہ چک ٹھیسوالہ ضلع لائل پور (موجودہ فیصل آباد) کا بیان ہے کہ جن دنوں میں مولانا عبدالرحمن صاحب رحمہ اللہ کے ہاں لکھوی پڑھا کرتا تھا ان ایام کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس ایک بھنگی چرسی فقیر آیا جس کی داڑھی تو صفا چٹ تھی اور مونچھیں لمبی لمبی تھیں، ہاتھ میں چمچا، بدن پر کملی، شکل وصورت خلاف شرع، گاتا تھا اور کہتا تھا کہ مولوی صاحب نشہ ٹوٹا ہوا ہے کچھ دلوادو۔ مولوی صاحب رحمہ اللہ نے ایک طالب علم سے کہا کہ اسے ایک پیسہ دے دو وہ بولا: ایک پیسہ سے کیا بنتا ہے اگر دینا ہے تو کچھ آپ دیں فقیر کا عمل ٹوٹا ہوا ہے نہ بھنگ ملی ہے نہ چرس۔ مولانا رحمہ اللہ نے ایک نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: مجھ سے کچھ لینا ہے؟ جو نبی اس کی نظر سے نظر ملی وہ لڑکھڑا کر گرا اور ایسا گرا کہ بے ہوش ہو گیا۔

طالب علم اسے سنبھالنے کیلئے بڑھے مگر وہ ایسا بے ہوش پڑا رہا۔ جب ہوش سنبھالا تو اٹھا مولانا رحمہ اللہ نے پوچھا کیوں بھائی کیا لینا ہے؟ وہ بولا جو لینا تھا وہ لے لیا بس مجھے ”مسلمان“ بنا دیجئے۔ مولانا رحمہ اللہ نے حجام کو بلوایا اور اس کی مونچھیں اور لٹیں کٹوا دیں اس نے چرس بھنگ سے توبہ کر لی اور حضرت لکھوی رحمہ اللہ سے پڑھنا شروع کر دیا۔ مولوی قائم الدین صاحب کا بیان ہے کہ وہ اچھا خاصا عالم اور صوفی بن گیا اور اٹھارہ برس تک محترم مولوی صاحب کی خدمت میں رہا۔

**آپ کا جان لیوا آپ کو دل دے گیا:-** (کرامت ۲) ایک بار مولانا رحمہ اللہ موصوف معہ چند طلباء کے نہر پر جو لکھوی سے قریب ہی تھی غسل کے لئے تشریف لے گئے۔ نہر کے متصل ہی ایک سڑک گزرتی تھی اس علاقے میں ایک محمود ڈوگر نامی شخص رہتا تھا جو بہت بڑا زمیندار اور مغرور و متکبر انسان تھا اور اسے اہلحدیث سے خاص عداوت تھی اس نے بار بار یہ کہا تھا کہ اگر مولوی عبدالرحمن مجھے اکیلا کہیں مل گیا تو میں اسے جان سے مار ڈالوں گا کیونکہ اس نے سارے علاقہ میں وہابیت پھیلا دی ہے۔ کسی طالب علم نے مولانا رحمہ اللہ سے ذکر کر دیا کہ محمود آپ کا اشد ترین دشمن ہے، اور وہ جارہا ہے۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسے بلاؤ اور کہو کہ جو کچھ کرنا ہے یہیں کر لے۔ طالب علم نے آواز دی کہ میں محمود! مولوی صاحب یہیں ہیں آؤ اور اپنے دل کے ارمان نکال لو، محمود آیا گھوڑی سے اترا۔ ابھی مولانا رحمہ اللہ کے سامنے ہی آیا تھا اور آنکھ سے آنکھ ملی تھی کہ اپنا پیٹ پکڑ کر بیٹھ گیا اور ہائے ہائے کرنے لگا۔ حضرت مجھے معاف کر دیجئے میری غلطی تھی میں نے آپ کے خلاف بہت کچھ کہا مگر اب اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔ مولانا رحمہ اللہ نے کہا دل صاف کر لو اور جاؤ اللہ تمہیں خوش رکھے۔ وہ کہنے لگا

حضور! اب کہاں جاؤں؟ ہاتھ بڑھائیے اور مجھے اپنا مرید بنا لیجئے چنانچہ وہ بڑا نیک، نمازی اور توحید و سنت کا علمبردار بن گیا اور وہ بڑے لوگوں کو راہ راست پر لایا۔ وہ اکثر آپ کی مجلس میں آتا رہتا تھا اس واقعہ کے راوی مولوی قائم الدین صاحب کا بیان ہے کہ محمود ڈوگر کی آنکھ پر ایک موہکہ تھا جو اسے بہت تنگ کرتا تھا اور آنکھ ڈھانپ لیتا تھا جس سے وہ سخت تنگ آ گیا تھا اس نے عرض کیا حضرت اس پر دم کر دیجئے تاکہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے بھی نجات دے دے۔ مولانا رحمہ اللہ نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور اس پر لعاب لگا دی۔ محمود کا بیان کہ اس کے بعد وہ موہکہ ایسا مٹا کہ کبھی ظاہر نہیں ہوا اور مجھے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس تکلیف سے نجات مل گئی۔

**آپ کی دعا کی برکت :-** (کرامت، ۳) موضع لکھو کے سے کچھ فاصلہ پر ایک جمیل آباد نامی گاؤں تھا جہاں کا سردار جلال الدین عرف ”جلو“ بہت بڑا زمیندار اور کئی گاؤں کا مالک تھا جلو کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوتی تھی، اس نے کئی بیویاں کر رکھی تھیں مگر پھر بھی وہ اولاد سے محروم تھا۔ پنجاب میں یہ رواج چلا آ رہا ہے کہ جب کسی کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو تو وہ پیروں، فقیروں، جوگیوں، مست قلندروں، خانقاہوں اور قبروں کے طرف رجوع کرتا ہے اور ان سے اولاد چاہتا ہے۔ جلو بھی اسی خیال کی آدمی تھا اور جہاں کسی فقیر کا پتہ چلتا تھا وہیں اٹھ دوڑتا تھا۔ ایک بار اسے پتہ چلا کہ فیروز پور شہر میں ایک مستانہ ہے جو مجذوب ہے اور بالکل ننگ دھڑنگ رہتا ہے وہ اسکے پاس گیا اور اس سے بیٹا مانگا۔ مجذوب بولا نالائق! اگر بیٹا لینا ہے تو لکھو کی جا۔ جلو نے دل میں کہا کہ وہاں تو سب وہابی ہی وہابی ہیں بھلا وہاں بیٹا کیسے ملے گا؟ مجذوب نے کہا نالائق جاتا نہیں؟ تجھے بیٹا یہاں سے نہیں بلکہ وہاں سے ملے گا۔ جلو اس مستانہ کے ارشاد پر لکھو کی پہنچا وہاں چوٹی کے بزرگ حضرت مولانا عبدالرحمن لکھوی رحمہ اللہ ہی تھے۔ یہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے سارا واقعہ بیان کر دیا، حضرت مولانا عبدالرحمن لکھوی رحمہ اللہ نے کہا میں دعا کر دوں گا مگر تو منکر قرآن ہے، تیرے حق میں میری دعا قبول نہیں ہوگی، جلو نے کہا: میں نے کب قرآن کا انکار کیا ہے؟ آپ نے پوچھا کہ تیری کتنی بیویاں ہیں؟ اس نے کہا کہ سات۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن تو چار سے زیادہ کی اجازت نہیں دیتا پھر تو نے سات کیوں کیں؟ اس نے کہا جو حکم ہو میں اس پر عمل کروں گا، آپ نے فرمایا کہ تین کو یہیں طلاق دے دو، گاؤں میں مسجد بنوادو، خود نماز پڑھنے کا اقرار کرو اور دوسروں کو بھی نماز کی تلقین کرو تو میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔ اس نے ایسا کرنے کا وعدہ کر لیا آپ نے دعا فرمائی اللہ کی قدرت اگلے ہی سال اس کے ہاں فرزند تولد ہوا وہ دوڑا دوڑا آیا اور مولانا رحمہ اللہ کو لے جانا چاہا مگر آپ نہ گئے اور کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ عوام جہلاء یہ سمجھ لگیں کہ عبدالرحمن نے بیٹا دیا ہے پھر اس نے عرض کیا کہ حضور آپ اس کی تردید کر دیں اور توحید کا وعظ کہیں تاکہ ہمارے دیہاتوں کے لوگ بھی کچھ توحید و سنت سے آشنا ہو جائیں چنانچہ اس کی ترغیب پر جذبہ تبلیغ کے تحت آپ وہاں تشریف لے گئے اور کئی دن تک وہاں وعظ فرماتے رہے اور اس علاقے کے قریب قریب سب گاؤں اہل حدیث ہو گئے روانگی پر سردار نے آپ کو بہت کچھ دینا چاہا مگر آپ رحمہ اللہ نے ایک دانہ تک قبول نہ کیا۔

**آپ کی بے پناہ روحانی طاقت :-** (کرامت، ۴) حضرت مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی رحمہ اللہ نے ایک بار اپنے رسالہ ”اشاعت السنہ“ میں مرزا قادیانی کو چیلنج دیا کہ وہ ہمارے ایک عالم بے بدل صوفی کامل کے ساتھ روحانی مقابلہ کرے۔ اگر وہ کامیاب ہوا تو ہم اس کا ساتھ دیں گے اور اگر وہ ناکام ہو گیا تو اپنے دعوے سے تائب ہو جائے، یہ روحانی مقابلہ دونوں کو الگ الگ مکان میں بٹھا کر سات دن تک رہے گا مگر مرزا جی نے اس سے انکار کر دیا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا حضرت مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمہ اللہ صاحب کا بیان ہے کہ میں نے مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ وہ کون صوفی بزرگ ہیں جن کی روحانی قوت پر آپ کو اس قدر اعتماد ہے کہ مرزا جی کو ایسا اور ذمہ دارانہ الٹی میٹم دے دیا۔ مولانا محمد حسین صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ سیدالافتیاء حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب لکھوی ہیں، مجھے ان کی روحانی طاقت پر اتنا اعتماد اور وثوق ہے کہ اگر مرزا مان جاتا تو یقیناً تباہ و برباد ہو کر اپنے صحیح انجام کو پہنچ جاتا کہ دنیا اس سے عبرت حاصل کرتی۔

**آپ کا ایک الہام :-** (کرامت، ۵) مولانا عبدالرحمن صاحب رحمہ اللہ جب سفر حج کے لئے روانہ ہوئے اور بمبئی پہنچ کر جہاز کا ٹکٹ خرید لیا اور جہاز

چلنے کو تھا آپ نے فرمایا اس جہاز پر نہیں جانا چاہیے چنانچہ ٹکٹ واپس کر دیا گیا پھر ایک ہفتہ کے بعد دوسرے جہاز کا ٹکٹ خریدا جب وہ تیار ہوا تو آپ رحمہ اللہ نے پھر یہی فرمایا کہ اس جہاز پر نہیں جانا چاہیے ہمراہی حیران تھے کہ حضرت کیا کر رہے ہیں جان بوجھ کر روانگی میں تاخیر کر رہے ہیں مگر بالآخر آپ کا کہنا مانا اور وہ ٹکٹ واپس کر دیا پھر تیسرے دن جہاز پر سوار ہوئے جب جدہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ پہلے دونوں جہازوں میں بیماری پھیل گئی تھی اور حکومت نے انہیں چالیس چالیس دن کیلئے روک لیا ہے یعنی اگر وہ لوگ بھی ان جہازوں میں سوار ہوتے تو چالیس دن بعد وہ جدہ پہنچتے، کسی نے مولینا سے پوچھا کہ جہازوں کا آپ کو کیونکر پتہ چلا تھا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ الہام ہوا تھا یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی تھی۔

نوٹ:- آپ کے بہت سے الہامات اور کرامات اور بھی ہیں۔ مگر یہاں صرف انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ (خادم غنی عنہ)

### ﴿ ۲ ﴾ کرامات حضرت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ قلعہ میہاں سنگھ

**آپ کا کشف:-** (کرامت، ۶) ایک بار قلعہ میہاں سنگھ میں ایک جام آپ کی جامت بنا رہا تھا کہ اس نے یہ شکایت کی، حضور! میرا بیٹا کئی سال سے باہر گیا ہوا ہے جس کا ہمیں پتہ نہیں کہ کہاں ہے زندہ ہے یا مر گیا ہے بس یہ ایک ہی بیٹا تھا اس کی فکر میں ہم تو مرے جا رہے ہیں آپ تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا: میاں وہ تو گھر بیٹھا ہے اور کھار رہا ہے، جاؤ بیشک جا کر دیکھ لو۔ جام گھر گیا تو سچ مچ بیٹا آیا ہوا تھا اور کھانا کھا رہا تھا، بیٹے سے ماجرا پوچھا تو اس نے کہا کہ ابھی ابھی میں سکھر (سندھ) میں تھا معلوم نہیں مجھے کیا ہوا اور کیونکر طرفتہ العین میں یہاں پہنچ گیا۔

**آپ کا ایک اور کشف:-** (کرامت، ۷) فضل دین نمبردار سنہ مان ضلع گوجرانوالہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک ساہوکار تاجر سے بارہ سو روپیہ قرض لیا تھا اور وہ مجھے بہت تنگ کر رہا تھا چنانچہ ایک بار تو اس نے مجھے نوٹس دے دیا اور قریب تھا کہ دعویٰ کر کے مجھے ذلیل کرتا میں مولانا رحمہ اللہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اپنی غربت اور ناداری کا ذکر کیا اور دعا کی فہمائش کی آپ رحمہ اللہ نے فرمایا گھبراؤ نہیں جاؤ چار آدمی ساتھ لے کر اس سے حساب کرو صرف بانئیں روپیہ نکلیں گے وہ ادا کر دینا فضل الدین حیران ہوا کہ میں نے ابھی تک اسے دیا لیا تو کچھ ہے نہیں بھلا بانئیں روپیہ کیسے نکلیں گے آپ رحمہ اللہ نے فرمایا جاؤ تو بانئیں روپیہ سے زیادہ نہیں نکلیں گے۔ وہ چند دوستوں کو ساتھ لے کر گیا اور ساہوکار سے کہا کہ یہی کھاتہ لاؤ اور میرا حساب صاف کر لو ساہوکار نے یہی کھاتہ نکالا تو دیکھا کہ اس کے حساب میں کہیں لکھا ہے فلاں تاریخ کو اتنی گندمی، اتنا تمباکو وصول ہوا، اتنی کپاس آئی، علیٰ ہذا القیاس، سارا حساب جو لگایا تو بقایا صرف بانئیں روپے نکلے ساہوکار حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے اور فضل دین بھی حیران تھا کہ یہی کھاتہ کے مطابق بانئیں روپیہ دے کر حساب صاف کر دیا۔

**آپ کی ایک زمیندار کے حق میں پیش گوئی:-** (کرامت، ۸) اسی فضل الدین زمیندار سنہ مان (گوجرانوالہ) کا بیان ہے کہ میرے پاس کوئی گائے بھینس نہ تھی کہ گھر والوں کو دودھ گھی مل سکتا، پاس کوئی رقم بھی نہ تھی کہ گائے بھینس خریدی جاسکتی ایک بوڑھی سی بھینس تھی جس سے ہم مایوس ہو چکے تھے کہ وہ گا بھن نہیں ہو سکتی کیونکہ بہت بوڑھی اور کمزور ہو چکی ہے، میں نے مولانا رحمہ اللہ سے عرض کیا ہم غریب لوگ ہیں حضرت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کوئی دودھ، گھی کا انتظام کر دے، آپ نے فرمایا تمہاری وہی بھینس گا بھن ہو چکی ہے اور عنقریب بچہ دینے والی ہے وہ انشاء اللہ مدت تک دودھ دیتی رہے گی تم فکر نہ کرو اللہ سب کچھ کر دے گا۔ فضل دین کا بیان ہے کہ سچ مچ تھوڑے دنوں میں وہ بھینس دودھ دینے لگی اور قریباً گیارہ دفعہ اس کے بعد سوئی یعنی اس نے بچہ دیا اور مدت دراز تک دودھ دیتی رہی۔

**آپ کا ایک اور کشف:-** (کرامت، ۹) میاں محمد جولاہور میں ایک مشہور سوداگر تھا بیان کرتا ہے کہ میں نے بہت سے گھوڑے بغرض فروخت کشمیر روانہ کئے مگر تین مہینے گزر گئے کوئی گھوڑا فروخت نہ ہوا، میں مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت دعا کیجئے بہت نقصان ہو رہا ہے اور مفت کا روزانہ خرچ پڑ رہا ہے، آپ رحمہ اللہ نے فرمایا میاں! تیرے گھوڑے والی کشمیر نے خرید لیے ہیں اور تین ہزار منافع ملا ہے میاں محمد حیران ہوا کہ ابھی ابھی تو خط آیا کہ یہاں کوئی خریدار نہیں اور آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین ہزار منافع ملا ہے میاں محمد کہتا ہے کہ دوسرے روز خط آ گیا کہ سب کے سب گھوڑے فروخت ہو گئے ہیں اور تین ہزار منافع ہوا ہے۔

ہندو عورت اسلام میں داخل ہوگئی:- (کرامت، ۱۰) شیخ عبداللہ نوسلم جو موضع دلاور میں رہتا تھا کہتا ہے کہ میں جب مسلمان ہو گیا تو میری بیوی نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا اور کہنے لگی کہ میں تو کبھی مسلمان نہ ہوگی مجھے بہت صدمہ تھا اور اسی صدمہ میں میں منڈھال ہوتا چلا گیا۔ کیونکہ میں اسے بہت چاہتا تھا اور حد سے زیادہ محبت رکھتا تھا تمام اقرباء بھی میرے دشمن ہو گئے اور بیوی بھی از حد نفرت کرنے لگی کچھ عرصہ کے بعد میں مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کیلئے فرمائش کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اس کے بغیر میری زندگی محال ہے آپ نے فرمایا کہ وہ آرہی ہے اور مسلمان بھی ہوگی ہے چنانچہ اسی دن اس کا پیغام آیا کہ مجھے آکر لے جاؤ میں مسلمان ہو جاؤں گی۔

سکھ عورت مسلمان ہوگئی:- (کرامت، ۱۱) محمد عمر ولد کرم الہی کا بیان ہے کہ مولانا رحمہ اللہ نماز صبح سے فارغ ہو کر گھر کو جا رہے تھے میں بھی ساتھ تھا کہ ایک سکھ عورت ”واہ گرو، واہ گرو“ پڑھتی جا رہی تھی، آپ نے کہا کہ واہ گرو نہیں بلکہ ”وحدہ“ کہو، صحیح یہی ہے۔ اللہ کی قدرت و عورت ”وحدہ وحدہ“ کہنے لگی اور یہ جملہ اس کی زبان پر ایسا جاری ہوا کہ ہزار کوشش سے بھی بدل نہ سکا اور بالآخر وہ مسلمان ہوگئی۔

سکھ مسلمان ہو گیا:- (کرامت، ۱۲) ایک بار آپ گجرات کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک سکھ ملا اس نے پوچھا کہ حضرت موضع ڈنگہ کا راستہ کونسا ہے۔ ڈنگہ موضع گجرات میں ایک مشہور مقام ہے آپ نے فرمایا کہ بھائی مجھے ”ڈنگہ راستہ“ یعنی جہنم کا راستہ معلوم نہیں البتہ ”سیدھا راستہ“ یاد ہے ڈنگہ پنجابی میں ٹیڑھے کو کہتے ہیں، اس نے ہنس کر کہا کہ اچھا سیدھا راستہ بتا دیجئے آپ رحمہ اللہ نے کہا پڑھو ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ آپ کا یہ کہنا تھا کہ وہ کلمہ پڑھنے لگ گیا اور وہیں مسلمان ہو گیا۔

باوا کا ہن داس کی زبان پر کلمہ جاری ہو گیا:- (کرامت، ۱۳) باوا کا ہن داس گورداسپوری ایک بار قلعہ میہاں سنگھ آیا۔ ہندوؤں نے مل کر عرض کیا باواجی! یہاں ایک مولوی صاحب ہیں جن کے وعظ سے کئی ہندو مسلمان ہو رہے ہیں، آپ بھی بڑے دودان ہیں ذرا ان کا مقابلہ تو کیجئے تاکہ ہندو مسلمان ہونے سے بچ جائیں۔ باواجی نے کہا بہت اچھا میں اسلام پر ایسے اعتراض کروں گا کہ وہ کچھ جواب نہ دے سکیں گے چنانچہ باواجی بڑے طہطراق کے ساتھ مولانا رحمہ اللہ کے پاس پہنچے اور جاتے ہی کہا: کہ اسلام کیا ہے؟ جسے آپ لیے پھرتے ہیں۔

مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: باواجی! آئیے میں بتاؤں اسلام کیا ہے اول کلمہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ ابھی آپ رحمہ اللہ نے کلمہ پڑھ کر سنایا ہی تھا اور آگے کچھ کہنا چاہتے تھے کہ باواجی نے خود بخود کلمہ پڑھنا شروع کر دیا اور وہیں مسلمان ہو گئے یہ دیکھ کر بہت سے ہندو بھی مسلمان ہو گئے۔

آپ کے بتائے ہوئے وظیفے کی تاثیر:- (کرامت، ۱۴) قلعہ میہاں سنگھ میں ایک بڑھانامی کشمیری تھا جو بہت عیالدار تھا مگر مفلس اور غریب تھا اس نے حاضر ہو کر اپنی ناداری کی شکایت کی اور دعا کیلئے التجا کی۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: میاں بڑھا! بعد نماز صبح ایک بار سورہ یسین پڑھ لیا کرو انشاء اللہ کسی نہ کسی صورت میں تمہیں ایک روپیہ روزانہ مل جائے گا۔ میاں بڑھانے یہ عمل شروع کر دیا اور سچ سچ اسے ایک روپیہ روزانہ ملنے لگا کبھی کسی بہانہ سے ملتا کبھی کسی بہانہ سے مگر ایک روپیہ روزانہ ضرور مل جاتا۔ اس نے دل میں خیال کیا اگر دو بار سورہ یسین پڑھوں تو شاید دو روپیہ ملنے لگیں۔ چنانچہ اس نے دو بار سورہ یسین پڑھنی شروع کی تو سچ سچ دو روپیہ ملنے لگے، پھر اس نے تین بار روزانہ شروع کر دی تو تین روپیہ ملنے شروع ہو گئے، اسی اثناء میں ایک دن مولوی صاحب رحمہ اللہ آگئے فرمایا کہ میاں بڑھا! اب تم بہت لالچی ہو گئے ہو، اب یسین سے تمہیں کچھ نہیں مل سکتا۔ بڑھا کہتا ہے کہ اب اس بعد میں نے ہزار بار بھی یسین پڑھتا رہا مگر ایک روپیہ بھی نہ ملا۔

آپ کی روحانی قوت:- (کرامت، ۱۵) ایک بار مولوی صاحب رحمہ اللہ نے موضع فیروز والا سے ایندھن کے لئے ایک درخت لیا جو بہت بڑا تھا آپ رحمہ اللہ نے اسکی کانٹ چھانٹ کر وا کر دوسری بیل گاڑی پر لدا لیا تاکہ اپنے گاؤں لے آئیں راستہ میں اندھیرا ہو گیا ایک جگہ بیل گاڑی الٹ گئی میاں بوٹا گاڑی بان کہنے لگا اب گھر پہنچنے کی کوئی صورت نہیں قریب کوئی آبادی نہیں کہ لوگوں کو بلا یا جاسکے اور بیل گاڑی سیدھی کی جاسکے۔ اب رات یہیں گزرے گی اور کل کام ہو سکے گا، مولوی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میاں بوٹا



آؤ تم اور ہم مل کر کوشش کریں اور نیل گاڑی سیدھی کر لیں۔ بوٹا بولا حضور! یہ تو چالیس پچاس آدمیوں کا کام ہے بھلا دو آدمی کیونکر سیدھی کر سکتے ہیں؟ آپ نے ہنس کر فرمایا کہ مایوس نہیں ہونا چاہیے آؤ کوشش کرتے ہیں شاید اللہ تعالیٰ سیدھی کر دے۔ چنانچہ بوٹا کہتا ہے کہ میں نے تو یونہی مذاق کے طور پر ہاتھ رکھا اور مولوی صاحب رحمہ اللہ نے تھوڑا سا زور لگایا اور گاڑی سیدھی ہو گئی اور ہم جلدی ہی گھر پہنچ گئے اور مولوی صاحب نے کہا میاں بوٹا دیکھو یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ لوگ اس واقعہ کو اچھانا شروع کر دیں۔

### ﴿ ۳ ﴾ کرامات حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ

**آپ کی توجہ کی تاثیر:-** (کرامت، ۱۶) عنایت حسین پٹیلوی رحمہ اللہ آپ کے بہت اچھے دوست تھے انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی شیخ فضل حق سکندہ سنام کے بیٹے سے کر دی۔ لڑکا نہایت خراب نکلا۔ شراب پیتا، جوا کھیتا، بدکاروں کے ساتھ رہتا، برے کام کرتا اور فارغ پڑا رہتا اور گھر والوں کو تنگ کرتا غرضیکہ پرلے درجے کا بے دین نکلا، جس سے اس کے والد عنایت حسین صاحب کو سخت صدمہ پہنچا۔ نہ جانے ماندن نہ پائے رفتن۔ موصوف بیچارے ہر طرح سے پھنس گئے انہوں نے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ سے التجا کی اللہ کیلئے آپ اس کا کوئی حل نکالیں، میں بہت پریشان ہوں آپ نے فرمایا اسے میرے پاس لے آؤ وہ آیا تو آپ نے اس پر توجہ کی وہ بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو استغفار پڑھنے لگا اور تمام گناہوں سے توبہ کر لی بس ایک ہی صحبت میں اس کی حالت بدل گئی اور وہ نہایت نیک، صالح، دین دار بن گیا اور جی لگا کر کام کرنے لگا۔

**آپ کی نگاہ کی تاثیر:-** (کرامت، ۱۷) شاہ نجم الدین کا بیان ہے کہ مجھے تیتز بازی کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ شب و روز میرا یہی مشغلہ تھا سب مجھے سمجھتے مگر کسی کا کہا موثر نہ ہوتا ایک دن والد گرامی قاضی جی کے پاس لے گئے آپ نے مجھ پر نگاہ ڈالی اور مختصر نصیحت کی جس کے بعد مجھے تیتز بازی سے کچھ ایسی نفرت ہو گئی کہ میں نے آتے ہی سب تیتز چھوڑ دیئے اور پنجرے توڑ دیئے۔

**آپ کا جنات میں احترام:-** (کرامت، ۱۸) ولایت احمد نامی قصاب کی ہمیشہ کو جن کی شکایت تھی جو کسی سے نہ نکلتا تھا بڑے بڑے عامل آئے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر ولایت احمد قاضی جی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ تشریف لے چلیں شاید آپ کا کہا مان جائے۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں جنات کا عامل نہیں ہوں مگر خیر تم جاؤ اور اسے میرا سلام کہہ کر یہ پیغام دو قاضی صاحب کہتے ہیں اب تم چلے جاؤ، چنانچہ ولایت احمد نے ایسا ہی کیا اور کہا محترم قاضی محمد سلیمان صاحب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اب تم چلے جاؤ جن نے کہا کہ تم کھاؤ کہ انہوں نے یہ کہا ہے۔ اس نے کہا: واللہ انہوں نے یہی کہا ہے۔ جن بولا: بہت اچھا! لیجئے اب جاتا ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد وہ جن اس کی ہمیشہ کو چھوڑ گیا اور اسے مکمل آرام ہو گیا اور دوبارہ کبھی شکایت نہ ہوئی۔

**آپ کی زبان کی تاثیر:-** (کرامت، ۱۹) پٹیلالہ میں ایک میر خان رنڈی تھی جو عرصہ دراز سے بدکاری کا پیشہ کرتی تھی، ایک بار آپ رحمہ اللہ کی خدمت میں تعویذ لینے کیلئے حاضر ہوئی، تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا تعویذ کا معنی ہے پناہ مانگنا تمہارا تعویذ یہی ہے کہ بدکاری سے پناہ مانگو کہ اس غلیظ پیشہ سے توبہ کرو اور کہیں نکاح کر کے بیٹھ جا، آپ کا کہنا تھا کہ وہ متاثر ہو کر اسی وقت تائب ہو گئی اور پھر زندگی کے بقایا تیس سال نہایت زہدانہ زندگی میں بسر کئے۔

**آپ کا کشف:-** (کرامت، ۲۰) شاہ نجم الدین کا بیان ہے کہ ایک بار میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ لاہور جا رہا تھا لاہوری گیٹ کے قریب ایک قبر آئی جس پر آپ رحمہ اللہ ٹھہر گئے اور کہا دیکھو شاہ جی! اس صالح مرد کی قبر سے کس قدر خوشبو آ رہی ہے۔ شاہ جی کا بیان ہے کہ میں جو آگے بڑھا تو سچ مچ مجھے بھی نہایت خوشگوار خوشبو آئی اس کے بعد میں بارہا اکیلا وہاں سے گزرا مگر پھر کبھی ویسی خوشبو نہیں آئی یہ محض ان کی صحبت اور روحانیت کا اثر تھا۔ شاہ جی کہتے ہیں کہ میں نے اس مرد صالح کا نام پوچھا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا نام زردار خان پٹھان بتایا گیا ہے جو عرصہ دراز سے یہاں مدفون ہے۔

**آپ کا ایک اور کشف:-** (کرامت، ۲۱) حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ جب کبھی لاہور تشریف لاتے تو مال روڈ پر حیات برادرز

کے ہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔ میاں فضل کریم بن حاجی حیات محمد مالک فرم کا بیان ہے کہ جس مکان پر آپ ٹھہرا کرتے تھے اس کے قریب ہی ایک خانقاہ تھی جو اجڑی ہوئی تھی۔ ایک دن آپ رحمہ اللہ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا یہاں کوئی قبر ہے میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے کہا آج رات خواب میں ہمیں بزرگ ملے اور کہا کہ قاضی جی آپ اتنی بار یہاں تشریف لائے مگر ہمیں ایک بار بھی نہیں ملے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے پھر فرمایا وہ بہت نیک اور صالح آدمی تھے فلاں جگہ کے رہنے والے تھے ادھر سے گزر رہے تھے کہ انتقال ہو گیا۔ میاں فضل کریم کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب میں نے اس کی تحقیق کی تو وہ باتیں ویسی ہی ثابت ہوئیں جو قاضی صاحب رحمہ اللہ نے بیان فرمائی تھیں یہاں تک کہ ان کا نام اور پتہ بھی قاضی صاحب نے بتا دیا تھا۔

**آپ پر عالم بیداری میں انوار کی بارش:-** (کرامت، ۲۲) حافظ محمد حسن مرحوم لاہوری کا بیان ہے کہ میں ایک بار قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کرامت کی اہمیت کے متعلق کچھ پوچھا آپ رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کی مالہ و ماعلیہ یعنی تفصیلات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ صحیح بات تو یہ ہے کہ کرامت اہل اللہ کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتی اصل چیز تو تقویٰ اور خشیت الہی ہے پھر تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا: کہ ایک دفعہ عالم بیداری میں مجھ پر انوار آسمانی کی بارش ہوئی اور میں ان آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ اجرام فلکی میرے بدن پر گر رہے ہیں اور ایک طرف سے داخل ہوتے ہیں اور دوسری جانب نکل جاتے ہیں، یہ حالت دیکھ کر میں معاً سجدے میں گر پڑا اور دعا مانگی کہ الہی میں ایسی چیزوں کا طالب نہیں ہوں مجھے تو تیری محبت مطلوب ہے۔ پھر فرمایا حافظ صاحب! میں نے یہ بات آپ ہی سے کی ہے کسی اور سے ذکر نہ کرنا۔

**آپ کا گیندے شاہ پر اثر:-** (کرامت، ۲۳) پیالہ میں ایک گیندے نامی مستانہ فقیر تھا۔ جو ہر وقت شراب میں مغمور رہتا تھا۔ جاہل لوگوں کا خیال تھا کہ اسے شراب پلانے سے حاجات برآتی ہیں چنانچہ جو شخص آتا شراب ہی لے کر اس کے پاس آتا۔ ایک بار قاضی جی رحمہ اللہ کا ادھر سے گزر ہوا وہ احترام کے طور پر اٹھ بیٹھا آپ رحمہ اللہ نے فرمایا سائیں جی! شراب حرام ہے اس سے تائب ہو جائیے اب آپ کے آخری دن ہیں۔ آپ کی اس نصیحت کا گیندے شاہ پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اسی وقت توبہ کر لی اور تمام شراب پھینک دی۔ پھر جو کوئی شراب لاتا پھینک دیتا اور اسے آئندہ کیلئے منع کر دیتا۔ چنانچہ اس واقعہ سے تین دن بعد وہ انتقال کر گیا اور شیر انوالہ گیٹ کے پاس مدفون ہوا۔

**آپ اور ایک مجذوب:-** (کرامت، ۲۴) قاضی عبدالرحمن صاحب پیالیوی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ناہنہ میں ایک مستانہ فقیر تھا جو بالکل ننگ دھڑنگ رہتا تھا اور مجذوب تھا کسی نے قاضی صاحب رحمہ اللہ سے اس کا ذکر کیا آپ رحمہ اللہ نے جذبہ اصلاح کے تحت اس سے ملنے کا ارادہ کیا اور فرمایا کہ کل چلیں گے اور اس کیلئے کچھ کھانا بھی لے جائیں گے۔ چنانچہ اگلے روز جب آپ تشریف لے گئے اور ابھی اسٹیشن سے اترے ہی تھے کہ اس نے آپ کو دور سے اپنی طرف آتے دیکھ کر کہنا شروع کیا کپڑے لاؤ، کپڑے لاؤ، ایک بزرگ آرہا ہے اور مجھے اس سے حیا آتی ہے چنانچہ قاضی جی رحمہ اللہ کے پہنچنے سے پہلے ہی اس نے کپڑا اوڑھ لیا۔ جب آپ پہنچے تو نہایت تکریم سے پیش آیا اور دیر تک آپ سے باتیں کرتا رہا اور آپ رحمہ اللہ کا پیش کردہ کھانا بھی کھایا اور کہا جو آج کھانے کا مزہ آیا ہے وہ بھی نہیں آیا۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اسے لباس پہننے کا کہا اور فرمایا ننگا رہنا گناہ اور خلاف شرع ہے۔ چنانچہ اس نے آئندہ کبھی لباس نہ اتارا اور مہذبانہ زندگی بسر کرنے لگا یعنی حضرت علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب رحمہ اللہ کی وجہ سے اس کا رنگ بھی اتر گیا اور رنگ بھی بدل گیا۔

**آپ کا ایک اور کشف:-** (کرامت، ۲۵) مولوی حسین احمد تاجر کتب پیالہ کا بیان ہے کہ مجھے درد کمر کی شدید شکایت رہتی تھی اور اسی وجہ سے میں نماز باجماعت ادا کرنے سے مجبور تھا کیونکہ اہل حدیث صبح کی نماز میں لمبی قرأت کرتے ہیں اور میں کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک دن قاضی صاحب رحمہ اللہ کی مسجد میں نماز صبح کے لئے گیا قاضی صاحب رحمہ اللہ سورہ آل عمران پڑھ رہے تھے دو رکوع پڑھے ہوں گے کہ مجھے کمر درد شروع ہو گیا اور میں نے ارادہ کیا کہ اب نماز چھوڑ دوں معاً قاضی جی نے اللہ اکبر کہا اور رکوع میں چلے گئے پھر دوسری رکعت میں بھی مختصر قیام کیا اور سلام پھیر دیا۔ لوگ حیران ہوئے آج اتنی مختصر قرأت کیوں کی کسی نے پوچھا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: بھئی! حضور ﷺ کا حکم ہے

مقتدیوں کا لحاظ رکھا جائے۔ مولوی حسین احمد کہتے ہیں کہ تین چار یوم کے بعد پھر ایک دفعہ میں نماز میں شامل ہوا تو ایسا ہی اتفاق ہوا جب مجھے درد شروع ہوا اور میں جی میں یہ سوچنے لگا کہ نماز چھوڑ دوں یا نہ، تو حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے قرأت ختم کر دی اور نماز میں اختصار سے کام لیا، قریباً آٹھ مرتبہ آزمایا، حالانکہ میں جماعت میں کسی کے ساتھ بعد میں شریک ہوتا تھا اور حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کو میری آمد کا کوئی علم نہ ہوتا تھا اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ آپ صاحب کشف ہیں۔

**آپ اور ایک مشرک پیر:-** (کرامت، ۲۶) ایک بار آپ یوپی کے سفر سے واپس آرہے تھے کہ آپ کو الہ آباد ریلوے اسٹیشن پر کچھ وقت کے لئے ٹھہرنا پڑا۔ آپ ویٹنگ روم میں تشریف لے گئے وہاں کوئی پیر صاحب بیٹھے تھے جو اپنے مریدوں سے سجدے کر رہے تھے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے جب یہ شریک حرکت دیکھی تو متانت سے انہیں سمجھایا مگر وہ نہ سمجھے اور الٹا کہنے لگے کہ اچھا کچھ دیکھو یا دکھاؤ؟ قاضی جی رحمہ اللہ نے کہا کہ تم ہی دکھاؤ کیا دکھانا چاہتے ہو، اس نے باہر سے بھی اپنے مرید بلوائے اور سب سے کہا کہ مجھے اچھی طرح سجدہ کرو۔ قاضی جی رحمہ اللہ نے کہا بس یہی دکھانا تھا؟ اس نے کہا: ہاں! قاضی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے بس ہاتھوں کا اٹھانا تھا کہ پیر صاحب زارو تظار روئے لگے اور کہنے لگے کہ بس کیجئے میں توبہ کرتا ہوں اور مریدوں سے کہا آئندہ کبھی مجھے سجدہ نہ کرنا، سجدے کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے اور وہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے راوی صوفی حبیب الرحمن صاحب کا بیان ہے کہ مجھے ان پیر صاحب کا نام قاضی صاحب رحمہ اللہ نے بتایا تھا افسوس اب یاد نہیں رہا۔

**آپ کی مومن نامہ فراست:-** (کرامت، ۲۷) پروفیسر محمد ظہور الدین احمد ایم اے۔ ایل ایل بی۔ بی ای ایس بمبئی جو قاضی صاحب مرحوم کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک بار مجھے بدھ ازم کے مطالعہ کا شوق ہو گیا، چنانچہ میں نے ان کی کتابوں کا خوب مطالعہ کیا جن سے میں اتنا متاثر ہوا کہ جی چاہا کہ بدھ مذہب اختیار کر لوں۔ اسی اثناء میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کے پاس پہنچا تو آپ نے خود بخود ہی بدھ ازم کی حقیقت بیان کرنی شروع کر دی اور علمی اور عقلی رنگ میں اس کے اتنے عیوب بیان کیے کہ میرے دل میں اس سے نفرت پیدا ہو گئی اور وہ تمام شکوک و شبہات بھی رفع ہو گئے جو پیدا ہو گئے تھے۔

**آپ کی فراست پر ایک شہادت:-** (کرامت، ۲۸) پروفیسر عبدالرحمن صاحب بی اے علیگ، جو قاضی صاحب کا شاگرد رشید اور عزیز رہے ہیں بیان فرماتے ہیں کہ بارہا ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا جب کسی مسئلہ کے متعلق ہمارے دل میں شک و شبہ پیدا ہوتا اور ہم اعتراض کرنا چاہتے تو آپ پہلے ہی اس سے جواب دے دیتے جس سے ہماری تسلی ہو جاتی چنانچہ اس ضمن میں پروفیسر صاحب نے کئی واقعات بھی بیان کئے۔

**آپ پر القاء:-** (کرامت، ۲۹) ۷ جنوری ۱۹۲۱ھ کو جب آپ نے حج پر جانے کے لئے مہاراج کو رخصت کی درخواست دی تو وہ ۱۱۵ اپریل تک منظور نہ ہوئی سب کا خیال تھا کہ مہاراج آپ کو رخصت نہ دیں گے کیونکہ امسال انہیں آپ کی خاص طور پر یہاں ضرورت ہے مگر ۱۲۵ اپریل کو آپ نے اعلان کر دیا کہ جس جس نے ساتھ چلنا ہوتا ہو جائے احباب نے پوچھا کیا درخواست منظور ہو گئی ہے اور رخصت مل گئی ہے آپ رحمہ اللہ نے فرمایا اس کا تو ابھی کوئی پتہ نہیں مگر ہاں یہ پتہ ضرور چل گیا ہے کہ حج کو ضرور جاؤں گا چنانچہ ۱۵۴ آدمی آپ کے ساتھ تیار ہوئے جب تیاری ہو چکی اور روانگی کا دن مقرر ہو گیا تو آپ کی رخصت کا باقاعدہ اجازت نامہ بھی آ گیا۔

**آپ کا ایک کشف:-** (کرامت، ۳۰) آپ مسجد سبکی گراں میں تیس سال تک وعظ کہتے رہے جب ۱۹۳۰ھ میں حج کو روانہ ہونے لگے تو نماز جمعہ کے بعد فرمایا کہ دوستو! میرا آخری جمعہ ہے اگر اس اثناء میں کسی کو تکلیف پہنچی ہو تو کہہ دے میں اس سے معافی مانگ لوں۔ چنانچہ کئی لوگ بھانپ گئے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ واپس نہیں آئیں گے، لگتا ہے کہ آپ کو کسی اشارہ سے اپنی وفات کا علم ہو چکا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا واپسی پر آپ جہاز میں انتقال فرما گئے اور اشارہ کیوں نہ ہوتا جب کہ آپ کی دلی دعا یہی تھی۔

”اللهم ارزقني شهادة في سبيلك واجعل موتي في بلد حبيبك“ اے اللہ! مجھے اپنی راہ کی شہادت عطا فرما اور میری وفات مدینہ منورہ میں فرما۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس دعا کو منظور فرما کر آپ کو القاء کر دیا ہو۔

**آپ کی پیش گوئی:-** (کرامت، ۳۱) جب آپ حج کو جا رہے تھے تو فرمایا کہ عبدالعزیز کے ہاں انشاء اللہ لڑکا پیدا ہوگا یعنی اپنا پوتا اس کا نام معز الدین حسن رکھنا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

**امام مسجد نبوی ﷺ کا خواب:-** (کرامت، ۳۲) جب آپ رحمہ اللہ حج پر تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ پہنچے تو مسجد نبوی کے امام آپ کی مدارت کرنے لگے ایک دن آپ جو اٹھے تو امام صاحب جو تیاں سیدھی کرنے لگے آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: شیخ محترم یہ کیا تو امام صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھے خواب میں رسول ﷺ نے فرمایا ہے: کہ سلیمان ہمارا مہمان ہے اس کی مدارت میں کمی نہ اٹھا رکھی جائے۔

**آپ کا مقام بلند:-** (کرامت، ۳۳) خلیفہ ہدایت اللہ منبر ”رحمۃ للعالمین“ کا بیان ہے کہ میرے پاس برما، بنگال، بہاولپور وغیرہ سے کوئی ایسے خطوط آئے ہیں جن میں یہ منقول ہے کہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ”رحمۃ للعالمین“ بھیج دیجئے کیونکہ ہمیں خواب میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ”رحمۃ للعالمین“ جو قاضی محمد سلیمان نے لکھی ہے پڑھا کرو۔

**آپ کا مرزا کو کامیاب چیلنج:-** (کرامت، ۳۴) مرزا محمد حسین صاحب سنہ راہوں کا بیان ہے کہ ۱۸۱۱ھ میں قاضی صاحب رحمہ اللہ نے جب مرزا قادیانی کی تردید میں رسالہ ”غایۃ المراد“ شائع کیا۔ تو کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے یہ رسالہ کیونکر لکھا۔ جواب فرمایا کہ ایک روز جمعہ کے بعد مجھے القا ہوا کہ مرزاجی کے متعلق ایک کتاب لکھوں چنانچہ اس کا مضمون بھی مجھے بتا دیا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ اس کا جواب کوئی نہ دے سکے گا۔ اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ لو میں اب دعویٰ سے کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی حج نہیں کر سکے گا اور یہی اس کی بطالت و کذب کی دلیل ہے چنانچہ ”غایۃ المراد“ میں بھی یہ اعلان ہوا اور اس کے بعد مرزا قادیانی کئی سال تک زندہ رہا مگر اس رسالہ کا جواب نہ لکھ سکا نہ ہی حج کو جا سکا۔

**ایک مریض کو قاضی صاحب کی ہدایت:-** (کرامت، ۳۵) عبدالکریم آپ کے ایک دوست تھے، جو روانہ میں رہتے تھے، وہ بیمار ہو گئے اور بہت سخت بیمار ہوئے، آپ عیادت کے لئے تشریف لے گئے، فرمایا دواؤں پر روپیہ ضائع نہ کرو، سب دوائی چھوڑ دو اور صرف پلاؤ کھایا کرو، چنانچہ اس نے تمام حکیموں اور ڈاکٹروں کا علاج چھوڑ دیا۔ انہوں نے کہا کہ پلاؤ تمہارے لیے مفید نہیں مگر اس نے کہا کہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کا ارشاد بلاوجہ نہیں چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں وہ رو بہ صحت ہونے لگا اور پھر اچھا بھلا ہو گیا۔

**آپ کا پرتا شیر وعظ:-** (کرامت، ۳۶) راجپوتوں کے ہاں نکاح بیوگان کو نہایت معیوب سمجھا جاتا تھا اور وہ اسے اپنی عزت اور ان کے خلاف سمجھتے تھے۔ اور کسی صورت بھی اپنی بیوہ بیٹی یا بہو کے نکاح ثانی پر آمادہ نہ ہوتے تھے، آپ ایک بار ان کی بستی بڑھری راست نامھ میں تشریف لے گئے اور منشی محمد چراغ خان سررشتہ دار وغیرہ چند راجپوتوں کو جمع کر کے نکاح بیوگان کی تلقین کرنے لگے۔ ابھی آپ نے چند ہی جملے ارشاد فرمائے تھے کہ سب نے اپنی رضامندی اور آمادگی کا اعلان کر دیا۔ اور اسی دن ہی ان کے ہاں سے یہ خلاف شرع رواج مٹ گیا حالانکہ یہ پشتہا پشت سے برابر چلا آ رہا تھا۔

**آپ یکسر محفوظ رہے:-** (کرامت، ۳۷) سید عبدالرزاق صاحب کرمانی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہولی کا دربار تھا میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ دربار میں جانے کے لئے تیار تھے، ریاست کے درباروں میں تمام افسروں کی حاضری حکماً ہوتی تھی اس لیے قاضی جی رحمہ اللہ کا بھی جانا ضروری تھا۔ آپ سر سے پاؤں تک سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے میں حیران تھا کہ قاضی جی کے کپڑے کیونکر بچیں گے کیونکہ ہولی کے موقع پر دربار میں اہل کار اور امراء آپس میں خوب رنگ رلیاں کرتے ہیں۔ اور راستہ میں بھی ہندو لوگ کٹھوں پر سے راہ چلتوں پر رنگین پانی پھیلتے ہیں۔ اور اس قدر بیہودگی کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ کوئی شریف آدمی گھر سے باہر نہیں نکل سکتا۔ مگر جب قاضی صاحب رحمہ اللہ دربار سے فارغ ہو کر واپس آئے تو آپ کے کپڑوں پر رنگ کا چھینٹا تک نہ پڑا تھا۔ میں نے سوال کیا کہ کیا جناب آج دربار میں نہیں

گئے؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا گیا تھا اور کیونکر نہ جاتا؟ جبکہ وہاں حاضری دینی پڑتی ہے میں نے پوچھا پھر کیا دربار میں ہولی نہیں کھیلی گئی؟ آپ نے فرمایا کھیلی گئی اور خوب کھیلی گئی میں نے کہا پھر آپ پر رنگ کا کوئی چھینٹا کیوں نہیں پڑا؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا دیکھ لو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے اس نے بچا لیا ورنہ وہاں تو اودھم مچا ہوا تھا کہ بچنا محال اور ناممکن تھا۔

### ﴿ ۴ ﴾ کرامات حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ

آپ کا روحانی مقام:- (کرامت، ۳۷) آپ فرماتے تھے کہ کابل میں جب حکومت نے مجھے مورد عتاب سمجھا اور سو درے مارنے کا حکم دیا تو سبھی کا خیال تھا کہ اب میں نہیں بچ سکوں گا چنانچہ تین آدمی یکے بعد دیگرے درے لگاتے تھے جب ایک تھک جاتا تو دوسرا آجاتا دیکھنے والوں کو ترس آ رہا تھا مگر مارنے والوں کو ترس نہ آتا تھا وہ سنگدل اپنی پوری قوت سے مارتے تھے مگر مجھے یہ بھی پتہ نہ چلا کہ مجھے مار رہے ہیں یا کسی اور کو یعنی اللہ نے ایسی قوت برداشت دے دی کہ مجھے ذرہ بھی تکلیف نہ ہوئی۔ پھر آپ نے یہ حدیث پڑھی ”ما یجد الشہید من مس القتل الا کما یجد احدکم من مس القرصۃ“ یعنی شہید کو شہادت کے وقت اتنا درد بھی نہیں ہوتا جتنا تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے پر ہوتا ہے۔

آپ کی مجلسی روحانیت:- (کرامت، ۳۸) مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ قلعہ میہاں سنگھ کا بیان ہے کہ ایک بار کسی امیر نے آپکے پاس کچھ میوے بطور تحفہ بھیجے تو آپ کو دور ہی سے بد بو آنے لگی بظاہر چونکہ تحفہ کا رد کرنا جائز نہ تھا اس لیے آپ نے واپس نہ کئے اور گھر میں گڑھا کھود کر دفن کر دیئے۔ راوی کہتا ہے کہ آپ کی روحانی قوت اور باطن کی صفائی کا یہ حال تھا کہ آپ کو حلال اور حرام مال میں فوراً تمیز ہو جاتی تھی اور آپ حرام مال سے بچ جایا کرتے تھے یہ منزل بہت اونچی ہے یہ خواص میں بھی کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

آپ کی لاثانی کرامت اور مراقبہ:- (کرامت، ۳۹) مولانا عبداللہ المعروف غلام نبی الربانی سوہدروی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک بار ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور! میں نے مجاہدین کو ایک چٹھی بھیجی تھی جو راستہ میں پکڑ لی گئی چونکہ میں سرکاری ملازم ہوں اور وہ چٹھی میرے افسروں کے پاس پہنچ گئی ہے اس لیے اب مجھ پر مقدمہ چلے گا اور نہ صرف مجھے ملازمت ہی سے برطرف کر دیا جائے گا بلکہ سخت سزا دی جائے گی اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے اس مصیبت سے بچالے راوی کا بیان ہے کہ میرے سامنے حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے مراقبہ کیا اور کچھ عرصہ (وقت) کے بعد سراٹھایا اور اپنی بغل سے وہ چٹھی نکال کر اس شخص کو دی اور پوچھا کہ کیا یہی ہے؟ اس نے چونک کر کہا ہاں! حضور یہی ہے جس کی بناء پر مقدمہ چل سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے جلا دو اب مقدمہ نہیں چل سکے گا چنانچہ جب مقدمہ پیش ہوا اور وہ افسر میری چٹھی پیش نہ کر سکا تو مجھے باعزت بری کر دیا گیا۔

درود یوار سے ذکر کی آواز:- (کرامت، ۴۰) آپ بڑے عابد و ذاکر تھے آپ جب کبھی گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر یاد الہی کرتے تو آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی جب آپ ذکر کرتے تو آپ کے ساتھ کمرے کے درود یوار بھی ذکر کرتے اور ایسا دوا ایک بار نہیں ہوا اکثر ہوا۔  
نماز کی کیفیت:- (کرامت، ۴۱) آپ جب نماز ادا کرتے تو دنیا مافیہا سے بے خبر ہو جاتے اور آپ خشوع و خضوع کی انتہائی منزل پر ہوتے اور یوں لگتا جیسے آپ رب سے باتیں کر رہے ہوں، ایک مرتبہ آپ کے پاؤں میں کوئی پھوڑا ہو گیا جس کا آپریشن ہونا تھا مگر وہ نہیں کرواتے تھے، ایک مرتبہ جب آپ نماز نفل میں تھے تو آپ کا آپریشن کروا دیا گیا۔ مواد نکال کر اوپر پی باندھ دی گئی اور اس پوری کاروائی کی آپ کو مطلع خبر نہ ہوئی۔

### ﴿ ۵ ﴾ کرامات مولانا محمد سلیمان روٹوی رحمہ اللہ

آپ کی روحانی تاثیر:- (کرامت، ۴۲) آپ کے ایک دوست کا لڑکا نظام الدین نامی بدچلن ہو گیا اور سارا وقت گانے بجانے، ناپنے کودنے میں گزارنے لگا، ماں باپ اور سارے رشتہ دار سمجھا بچھا کر تھک گئے مگر وہ نہ مانا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ عیاش طبع انسانوں کی اصلاح بہت مشکل ہوتی ہے اس کا باپ آپ کے پاس آیا اور بیٹے کی حالت بیان کر کے رو دیا۔ آپ نے فرمایا مگر نہ کرو اللہ نے چاہا تو ٹھیک ہو جائے گا ایک دن نظام الدین اتفاقاً مولوی صاحب کے پاس سے گزرا آپ نے اسے پکڑ لیا بس پکڑنا ہی تھا کہ اس کی کیفیت بدل گئی وہ زار و

تظار و تاتھا اور اپنے گناہوں سے تائب ہو رہا تھا چنانچہ وہی نظام الدین بہت بڑا متقی اور پارسا بن گیا۔  
**آپ کا رویائے صادقہ:-** (کرامت، ۴۳) ایک روز علی الصبح آپ فرمانے لگے کہ لو بھائی آج ہمارے پیر و مرشد مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی رحمہ اللہ بہشت میں پہنچ گئے ہیں میں نے رات کو بہشت میں دیکھا ہے اور یہ مصرعہ سنا ہے جو میری زبان پر جاری ہو گیا ہے اور آپ وہ شعر بار بار پڑھنے لگے۔  
 لے اوبیلی، اللہ بیلی، ساڈے ہوئے چلائے

یعنی اے دوست! خدا حافظ ہم تو جا رہے ہیں۔ سب حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے چنانچہ بعد میں جو اطلاعات آئیں ان سے معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی وقت اور اسی دن امام عبدالجبار صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تھا جس دن مولوی صاحب نے علی الصبح ہم سے یہ کہا تھا۔

**آپ کا کشف:-** (کرامت، ۴۴) تحصیل سرسہ میں ایک بہت بڑے رئیس اور نواب تھے ان کی صاحبزادی بیمار ہو گئی، کئی علاج کئے مگر افاقہ نہ ہوا، انہوں نے چاہا کہ مولوی صاحب کو بلا یا جائے وہ دم کریں گے تو شفاء ہو جائے گی، چنانچہ آپ کی طرف آدمی بھیجا گیا۔ آپ جانے کے لئے تیار ہوئے، سواری منگائی گئی کہ معاً آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: اب جانا فضول ہے، لڑکی کا تو انتقال ہو گیا ہے۔ چنانچہ آدمی واپس گیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی وقت جب مولوی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا تھا اس کی روح نفس عنصری سے پرواز کر گئی تھی۔

**آپ کا ایک اور کشف:-** (کرامت، ۴۵) مولوی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک دن میرے دل میں ایک بزرگ کے ملنے کا خیال پیدا ہوا اور جی چاہا کہ کچھ دن ان کے پاس جا کر ٹھہروں اور فیض حاصل کروں۔ ابھی یہ میرے جی ہی میں تھا اور میں نے کسی سے اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا تھا کہ مولوی صاحب رحمہ اللہ سامنے سے آگئے اور آتے ہی فرمایا کہ ذرا سوچ سمجھ کر جانا آج کل دوکاندار زیادہ ہیں اللہ والے بہت کم ہیں۔ چنانچہ بعد میں معلوم ہوا کہ واقعی وہ دکان دار ہی تھا۔

### ﴿ حصہ دوم، ۶ ﴾ کرامات مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ

**ایک زندہ کرامت:-** (کرامت، ۴۶) اللہ تعالیٰ نے لکھوی خاندان کو بڑا رتبہ دیا ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ان کی زندہ کرامت عظیم مدرسہ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ ہے، جس سے ہزاروں طلبہ فیض یاب ہو کر دینی خدمات بجالا رہے ہیں، اس طرح وہ مذہب و ملت اور مسلک توحید و سنت کا نام روشن کر رہے ہیں۔ جامعہ اوکاڑہ کا شمار ملک کے بہترین مدارس میں ہوتا ہے۔

**دعا کی قبولیت:-** (کرامت، ۴۷) یہ سب بزرگ مستجاب الدعوات تھے خصوصاً حضرت مولانا حافظ محمد رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبدالرحمن رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محی الدین رحمہ اللہ (برادر اکبر مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ) کا روحانی رتبہ کافی بلند تھا۔ فی الوقت مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ بھی اپنا ایک مقام رکھتے ہیں اور اپنے اسلاف کی عمدہ جانشینی کر رہے ہیں، اللہ کرے یہ سلسلہ جاری رہے۔ آپ رب تعالیٰ سے جب عجز و الحاح کے ساتھ دعا کرتے تو ایک اور ہی سماں ہوتا آپ جو دعا کرتے اللہ تعالیٰ وہ پوری فرما دیتا، آپ کی دعا سے بہت سے بے اولاد لوگوں کو رب نے اولاد دے دی، بہت سے مصیبت میں چھپنے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ساحل مراد تک پہنچا دیا، آپ سنت کے اس شدت سے پابند تھے کہ اس کی مثال کم ہی ملے گی۔

**دم کی برکت:-** (کرامت، ۴۸) یہاں سو ہدرے ہماری حویلی میں جنات کی شکایت تھی آپ کو بلا یا گیا آپ نے دو دن سو ہدرے ہمارے ہاں قیام فرمایا، دم کیا۔ پانی دم کر کے چھڑکا اس کے بعد کوئی شکایت نہ رہی، لوگوں نے بھی مختلف تکالیف کے لیے دم کروایا بفضلہ سب کو آرام آ گیا۔

فرائض تو فرائض رہے آپ نے زندگی میں کوئی نقلی نماز تہجد، اشراق تک نہ جانے دی، ہر دم ذکر الہی میں لگن رہتے تھے قرآن بہت سوز سے پڑھتے تھے، تقریر کا ایک خاص انداز تھا جس کا الگ ہی سماں ہوتا تھا ”اللہم اغفر لہ“

### ﴿ ۷ ﴾ کرامات حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ

**آپ میں کشف و جاذبیت:-** (کرامت، ۴۹) آپ روپڑ (ہندوستان) میں تھے تو وہاں آپ کے ہزاروں شاگرد تھے اور جب تقسیم

ملک پر پاکستان تشریف لائے تو پھر بھی ہزاروں شاگرد تھے، آپ کی خدمت میں علماء اور طلباء کا جھمگلا رہتا۔ آپ بے سرو سامانی کے عالم میں پاکستان تشریف لائے مگر رب تعالیٰ نے آپ کی وہ دستگیری فرمائی کہ مرکز کے طور پر آپ کو چوک والگراں جیسی بہترین اور کشادہ ترین جگہ عطا فرمائی، آپ کی مسجد میں جمعہ اور نمازوں میں اتنا شرس ہوتا کہ حیرت ہوتی تھی اور آپ کے فیض تربیت نے آپ کے پیچھوں حافظ محمد اسماعیل روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی جہما اللہ کو وہ مقام بخشا کہ سبحان اللہ! برصغیر پاک و ہند میں ان کا طوطی بولتا تھا۔ آپ کی اعجاز آفریں، پرتا شیر نگاہ نے بہت سے لوگوں کو شریعت کے خارستان سے نکال کر توحید و سنت کے چمنستان میں لاکھڑا کیا۔ ہندو، سکھ، عیسائی سب آپ کی تکریم کرتے اور آپ کے علم و فضل کا لوہا مانتے تھے۔ آپ کا فتاویٰ بہت مقبول ہے اور عام ملتا ہے جو آپ کی وسعت اور رسوخ فی العلم کا پتہ دیتا ہے۔

**آپ کا تقویٰ وللمہیت :-** (کرامت، ۴۹) آپ ہر وقت اللہ سے ڈرتے تھے، آپ کی زبان ہمہ وقت ذکر الہی سے تر رہتی تھی، آپ زندگی بھر قرآن وحدیث پڑھتے اور پڑھاتے رہے، ہر بات میں ہمیشہ سنت کا خیال رکھتے، ہر وقت با وضو رہتے۔ پوری زندگی بغیر جماعت کے نماز ادا نہیں کی اور یہ کوئی معمولی بات نہیں، باقاعدگی سے تہجد اور اشراق اور عام نوافل ادا کرتے، روزانہ کئی کئی پارے تلاوت قرآن کرتے۔ چوبیس گھنٹے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں سرشار رہتے، مشکوک کھانا نہ کھاتے، لوگوں کے پاس نہ جاتے، لوگوں کو ہمیشہ قرآن وسنت کی تلقین فرماتے تھے، قرآن وسنت سے باہر جاتے نہ کسی کو جانے دیتے۔ اکثر دوسروں کو بھی تقویٰ وللمہیت کی تلقین کرتے۔ غرض تقویٰ اور پرہیزگاری آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی "اعلیٰ اللہ تعالیٰ مقامہ"۔

**قرآن سے شغف :-** (کرامت، ۵۰) حضرت محدث روپڑی رحمہ اللہ کے علم و تقویٰ اور شغف بالقرآن والحدیث کا آپ کے خاندان پر بڑا اثر ہوا۔ اتنا ہوا کہ آپ کے خاندان میں دو چار نہیں بیسیوں لڑکے اور لڑکیاں حافظ قرآن ہوئے، بلکہ یوں کہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ شاید ہی کوئی لڑکا یا لڑکی ایسی ہو جو حافظ قرآن نہ ہو، جسے دیکھو وہی قرآن کا حافظ ہے برصغیر میں شاید ہی کوئی خاندان ایسا ہو جس میں اتنی تعداد میں قرآن کے حافظ ہوں "وذا لک فضل اللہ یوتیہ من یشاء"۔ (ص ۱۰۴)

### ﴿ ۸ ﴾ کرامات امام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ

**روحانی قوت :-** (کرامت، ۵۱) آپ کا علمی و روحانی پایہ بہت بلند تھا، بڑے گداز سے قرآن مجید پڑھتے تھے، دور دور سے لوگ نماز فجر آپ کی اقتداء میں ادا کرنے کو اپنی روحانی تسکین کا باعث سمجھتے تھے۔ لوگ آپ کی زیارت کرنے اور مجلس اختیار کرنے کو بڑی خوش نصیبی جانتے تھے۔ آپ کے بیان میں بلا کی تاثیر ہوتی تھی، جسے سن کر سامعین کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور آنکھیں نم ہو جاتیں۔ آپ کی نگاہ میں بے پناہ روحانی جلال تھا، بقول حضرت محدث گوندلوی رحمہ اللہ، کہ جب آپ پر روحانی کیف طاری ہوتی تو سامنے سے گزرنا آسان نہ ہوتا آپ سے متعدد کرامات منسوب ہیں۔ یہاں نموناً دو ایک کرامتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ (ص ۱۰۵)

**دم اور دعا کی تاثیر :-** (کرامت، ۵۲) شیخ پورہ ضلع کا ایک مشہور بڑا گاؤں فیروز ڈوٹواں ہے وہاں کے ایک شخص کی ٹانگیں بوجہ پولیونا کارہ ہو گئیں، جس کی بناء پر وہ چلنے پھرنے سے رہ گیا، گھر والے بہت متفکر اور پریشان ہوئے، ایک مرتبہ حضرت محترم مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کا ادھر سے گزر ہوا، ان لوگوں نے آپ کی خدمت میں دم اور دعا کی درخواست کی، چنانچہ آپ نے دم کیا اور ٹانگوں پر ہاتھ پھیلتے گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑے الحاح سے دعا کی۔ گاؤں والوں کا بیان ہے کہ اگلے ہی روز سے وہ مریض صحت مند ہونا شروع ہو گیا اور چند ہی دنوں میں بالکل بھلا چنگا ہو گیا اور کافی عرصہ زندہ رہا اور معمول کے مطابق سارے کام کرتا رہا یہ واقعہ پورے علاقے میں مشہور ہو گیا۔

**دیدار پیغمبر علیہ السلام :-** (کرامت، ۵۳) مولوی عبدالکریم فیروز آبادی کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار حضرت امام عبدالجبار غزنوی صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا حضرت کیا آپ کو خواب میں کبھی آنحضرت ﷺ کی زیارت بھی ہوئی ہے؟ فرمایا کیا پوچھتے ہو؟ واللہ! اگر کسی ہفتے یہ نعمت عظمیٰ نصیب نہ ہوتی میں بے قرار ہو جاتا ہوں، یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ مجھے ہفتے میں ایک بار ضرور خواب میں آنحضرت فدائے ابی

وامی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جاتی ہے ”فالحمد لله علی ذالک“۔

### ﴿ ۹ ﴾ کرامات مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ

**آپ کی بابرکت مجلس:-** (کرامت، ۵۴) آپ کے مقام و مرتبہ سے کون آگاہ نہیں؟ آپ جس مجلس میں ہوتے اس کو چار چاند لگ جاتے، آپ کی مجلس بڑے ادب و احترام اور وقار کی آئینہ دار ہوتی اور اس میں یا وہ گوئی کی کسی کو جرات نہ ہوتی، آپ کی مجلس اقبال مرحوم کے اس شعر کی آئینہ دار ہوتی۔

خوش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

اور وہاں بیٹھے لوگوں کو ایک روحانی کیف و سرور حاصل ہوتا۔ آپ کی مجلس بابرکت سے اٹھ کر وہ کیفیت پیدا نہ ہوتی۔ (ص ۱۰۶)

**دودمان غزنوی کا روشن ستارا:-** (کرامت، ۵۵) آپ دودمان غزنوی کے روشن ستارے تھے۔ آپ جس محفل میں یا جلسہ میں تشریف لے جاتے اس کی شان و شوکت بڑھ جاتی، لوگ آپ کو ایک نظر دیکھنے کے لئے بے تاب ہوتے اور آپ کی زیارت کرنے کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے۔ آپ کو یہ جاہ و جلال اور روحانی عزت و عظمت ورثہ میں ملی تھی، امام الاتقیاء حضرت مولانا عبدالغفر غزنوی رحمہ اللہ جن کا بیان گزر چکا ہے کہ توحید و سنت پر استقامت کے جرم میں حکومت کا بل نہ آپ کی پشت پر کوڑے برسائے مگر وہ کوڑے آپ کو روئی کے گالے محسوس ہوتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالغفر غزنوی رحمہ اللہ سنت نبوی ”کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدکر اللہ فی کل احویاءہ“ کے مطابق ہر وقت ذکر الہی میں مصروف رہتے۔ اور جب کبھی گوشہ تنہائی میں وجد میں آ کر ذکر الہی کرتے تو آپ کے ساتھ درود یوار بھی ذکر میں مصروف ہو جاتے۔ آگے ان کے صاحبزادہ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی تلاوت قرآن سننے کے لئے کئی کئی میل دور سے لوگ آپ کے پیچھے نماز فجر ادا کرنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ یہ باپ دادا کا اثر اور خاندانی پر تو حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ پر بھی پڑا آپ کی محفل میں جلال اس قدر ہوتا تھا کہ اس میں گفتگو کرنے سے بڑے بڑے بچکچکاتے تھے۔ آپ کے سامنے بات کرنا بڑے حوصلے کا کام تھا آپ غیر معیاری پھس پھسی اور رقیق گفتگو پسند نہیں کرتے تھے۔

**گاڑی بال بال بچ گئی:-** (کرامت، ۵۶) میاں فضل حق رحمہ اللہ سابق ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان بہت نیک، شریف، خدا ترس اور علماء کے قدر دان انسان تھے۔ آپ حضرت جد محترم مولانا عبدالجبار سوہدروی رحمہ اللہ کی وجہ سے بندہ سے بہت شفقت فرمایا کرتے تھے، ایک ملاقات پر آپ نے مجھ سے باتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ موسم گرما میں تقریباً ہر سال خوشاب میرے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ میں نے پہاڑیوں کے اوپر صحت افزاء جگہ پر ان کے قیام کے لئے الگ رہائش گاہ بنا رکھی تھی ان کی آمد اور ان کے یہاں قیام سے ہمیں دلی سکون ملتا تھا۔ میاں صاحب نے بتایا کہ آپ بڑے ذاکر و شاکر تھے، ایک روز دوران سفر ہماری گاڑی ان ہیلنسڈ (غیر متوازن) ہو کر پھسلنے لگی، میں بھی اسی گاڑی میں تھا، ہم گھبرا گئے کیونکہ گاڑی خطرے کی حالت میں تھی، مگر مولانا غزنوی رحمہ اللہ نہایت پرسکون حالت میں ذکر الہی میں مصروف تھے اور اللہ سے استمداد اور استعانت کر رہے تھے، تا آنکہ گاڑی قابو میں آ کر سیدھی ہو گئی۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ کی طبیعت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔

**اہل اللہ پر خرچ کرنے کی برکت:-** میاں صاحب نے یہ بھی بتایا کہ میں مولانا پر جتنا مال خرچ کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے بہت جلد اس سے کئی گناہ زیادہ عطا فر دیتا ہے۔ میاں صاحب نے لیز پر کونسلے کے پہاڑ لئے ہوئے تھے، ان میں بہت فائدہ ہوتا تھا، آپ نے یہ بھی بتایا کہ جس قدر مساجد، مدارس اور غرباء وغیرہ پر روپیہ صرف کرتا ہوں اس سے بہت زیادہ اللہ تعالیٰ مجھے برکت دے دیتا ہے میں مٹی کو ہاتھ ڈالتا ہوں تو رب تعالیٰ اسے سونا بنا دیتا ہے۔ (ص ۱۰۷)

**ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ:-** (کرامت، ۵۷) ولی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ تنگ دست ہو اور پھٹا پرانا لباس رکھتا ہو، کاروبار سے دور اور دنیا سے الگ تھلگ پہاڑوں اور جنگلوں میں بسیرا کرتا ہو بلکہ ولی دولت مند، صاحب جائیداد، اچھے کاروبار کا حامل اور خوش لباس بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ، مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ، مولانا قاضی سلیمان منصور پوری



رحمہ اللہ، مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ، مولانا محمد صدیق کراچی رحمہ اللہ وغیرہم تھے۔ فیاض ازل نے انہیں دین و دنیا کی ہر نعمت سے نواز اٹھا۔ زمانہ حال اور ماضی میں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔

**ولایت صرف تنگ دستی ہی کا نام نہیں:-** (۱) پہلے بزرگوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد ائمہ دین رحمہم اللہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بڑے کاروباری تھے۔ (۲) امام نسائی کے تمول اور خوش خوراکی کا یہ عالم تھا کہ روزانہ ایک مرغ کھاتے تھے ”کسان یا کلا دی کاسی کلا یوم“ دیکھو مقدمہ سنن نسائی۔ (۳) اسی طرح حضرت قیس اور حضرت خولجہ حسن بصری رحمہ اللہ جنہیں حسن لؤلؤئی بھی کہتے ہیں کیونکہ آپ موتیوں کی تجارت کرتے تھے۔ (۴) حضرت حماد رحمہ اللہ، ہر سال ہر ماہ رمضان المبارک میں پانچ سو آدمی ان کے دسترخوان پر روزہ افطار کرتے تھے۔ (۵) مصر کے امام لیث رحمہ اللہ ان کی سالانہ آمدنی اسی ہزار پونڈ تھی۔ (۶) ربیعہ بن فروخ رائی بڑے امام اور بزرگ ہو گزرے ہیں آپ ایک تمول آدمی تھے آپ کے والد فروخ نے آپ کی تعلیم پر تیس ہزار اشرفیاں خرچ کیں۔ (۷) شیخ شہاب الدین سروردی رحمہ اللہ جنہیں لوگ سیدالانقیاء کہتے ہیں، ان کے تمول و تجل کا یہ عالم تھا کہ ان کے گھوڑے طلائی اور نقری میخوں سے بندھا کرتے تھے۔ (۸) حضرت یحییٰ برکی بڑے دولت مند تھے۔ ہزاروں لاکھوں روپے خیرات کرتے تھے۔ آپ علماء کو چھپ چھپ کر روپے بھیج دیا کرتے تھے۔ (۹) حضرت فضل برکی کا بھی یہ حال تھا (رحمہم اللہ)۔ بطور نمونہ چند بزرگوں کی دولت مندی اور خوش حالی و خوش خوراکی کا ذکر کرنے سے مقصد یہ بتانا ہے کہ دولت اور ولایت میں کوئی تناقص یا ضد نہیں۔ اولیائے کرام، ارباب دولت اور مخیر بھی ہو سکتے ہیں۔ بعض ناہنجار قسم کے لوگ جیسے ہی کسی بزرگ کو خوشحال دیکھتے ہیں جھٹ اسے دنیا دار کہہ دیتے ہیں۔ کیا متعدد صحابہ، ائمہ دین اولیاء مالدار اور دولت مند نہیں تھے؟ ان میں بڑے بڑے دولت مند تھے مثلاً: حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت عثمان، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت سعید، حضرت عباس، حضرت حسن، حضرت امیر معاویہ، حضرت عدی، حضرت ابوعبیدہ، حضرت سعد، حضرت ارقم رضی اللہ عنہم یہ سب عظیم لوگ مالدار بھی تھے اور رب کے پیارے بھی۔ (ص ۱۰۹)

### ﴿ ۱۰ ﴾ کرامات شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

**عظیم کرامات:-** (کرامت، ۵۸) اللہ تعالیٰ نے کشمیری پنڈت خاندان کے اس فرد کو دنیائے اسلام میں وہ مقام بلند عطا کیا ماید و شاید یہ رجل عظیم اپنے عہد کا منفرد مفسر قرآن ہونے کے علاوہ مناظر اسلام بنا۔ ایسا مفسر اور مناظر کہ جس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ یہ اپنے عہد کے عظیم و صاحب طرز خطیب اور یکتائے روزگار عالم تھے، آپ کو بے پناہ مقبولیت حاصل تھی۔ تمام فرقے آپ کو بنگاہ احترام دیکھتے تھے۔

**ایک اور کرامت و فضیلت:** (کرامت، ۵۹) آپ نے زندگی میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے علاوہ بہت سے غیر مسلموں کے ساتھ مناظرے کئے اور اللہ کے فضل سے ہر مناظرے میں اعلیٰ کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور زندگی بھر کسی ایک مناظرے میں بھی مغلوب نہیں ہوئے کیا یہ بات آپ کی عزت و کرامت کے لئے کم تھی کہ آپ کے مخالفین نے بھی آپ کو داد دی اور باوجود آپ کا مخالف ہونے کے آپ کا لوہا مانتے تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی سے مباہلہ کیا مرزا نے ۱۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کو مباہلہ کا چیلنج دے دیا۔ جسے مولانا امرتسری رحمہ اللہ نے بلا توقف قبول کیا۔ اس سے ایک سال بارہ دن بعد مرزا اذلت کی موت مر گیا اور حضرت مولانا اللہ کے فضل سے چالیس برس بعد تک بخیر و خوبی اور بصحت و سلامتی رہے۔ اسلام کا پرچم لہراتے رہے اور فرزانیت کی عمارت میں شگاف ڈالتے رہے اور بنیادیں ہلاتے بلکہ ڈھاتے رہے۔ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے آپ کے بارے میں کہا اسلام کی مدافعت میں جو سپاہی سب سے آگے بڑھتا وہ آپ ہی ہوتے تھے۔ خالد افغانی لکھتے ہیں:

شیر دل انسان، فاتح قادیاں، ابو الوفاء ملت مرحوم میں اب کون ہے ہمسر ترا؟  
مولانا نور حسین گھر جا کھی فرماتے ہیں:

وہ عالم تھا، مجاہد تھا، محدث تھا زمانے کا  
وہ عالم تھا، مجاہد تھا، مجدد تھا زمانے کا

ہندوستان کے بہت بڑے عالم مولانا داؤد راز کیا خوب لکھتے ہیں:

خرمن بدعت کے حق میں آپ تھے برق تپاں  
جازا عظمیٰ آپ کو شہ پنجاہ (پنجاہ کا بادشاہ) کہتے ہیں:

تکتے ہیں تارے شبانہ ماہ عالمتاب کو  
ڈھونڈتا پھرتا ہے ہندوستان شہ پنجاہ کو  
آپ کا تقویٰ اور استغناء:- (کرامت، ۶۰) جب آپ تقسیم ملک کے وقت پاکستان تشریف لائے تو کل پچاس روپے آپ کے پاس تھے۔ بہت سے احباب نے امداد کی کوشش کی مگر آپ نے معذرت چاہی ایک صاحب نے ارادہ کیا کہ سال بھر کا غلہ بھجوا دیا جائے۔ مگر جب معلوم ہوا کہ ملاوٹ کا ہے تو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چنیوٹ کی جماعت اہل حدیث نے رقم جمع کر کے آپ کے پاس بھیجی مگر آپ نے اس اعانت کو مناسب نہ سمجھا اور ساری رقم واپس لوٹا دی۔

اس تو کل، تقویٰ اور استغناء سے آپ کی شان کس قدر بلند ہوئی آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ اگر ہمارے علماء بھی یہ مقام بلند چاہتے ہوں تو انہیں بھی یہ اوصاف اختیار کرنے ہوں گے ان کے بغیر شان بلند ہو سکتی ہے نہ قدر بڑھ سکتی ہے۔

### ﴿ ۱۱ ﴾ کرامات حضرت مولانا ابراہیم میرسیا لکھنوی رحمہ اللہ

آپ جماعت اہلحدیث کے بڑے بلند پایہ محقق اور اعلیٰ پائے کے عالم تھے۔ ایک خلق کثیر نے آپ سے فائدہ اٹھایا۔  
آپ کی ایک کرامت:- (کرامت، ۶۱) ماہ رمضان المبارک سر تھا والدہ نے آہ سرد بھر کر کہا کتنی خوشی نصیب ہیں وہ ماہیں کہ جن کے بچے تراویح میں قرآن سنائیں گے۔ میرسیا لکھنوی رحمہ اللہ کا زمانہ بچپن تھا۔ آپ نے ماں کی یہ بات سن لی رمضان کی پہلی تاریخ تھی، آپ نے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کر دیا دن کو جو پارہ حفظ کرتے رات کو وہ تراویح میں سنا دیتے۔ دوسری تاریخ کو دوسرا اور تیسری تاریخ کو تیسرا پارہ سنا دیا۔ ادھر رمضان کی آخری تاریخ تھی ادھر قرآن کا تیسواں پارہ تھا۔ یعنی رمضان ہی میں قرآن یاد کر کے رمضان ہی میں سنا دیا۔ ایسی مثالیں آپ کو بہت ہی کم نظر آئیں گی۔  
ایک اور کرامت:- (کرامت، ۶۲) دوسری طرف آپ کو علم دین کا شوق پیدا ہوا اور تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ چھوٹے موٹے عالم نہیں بحر العلوم بن گئے۔ اور علمی پایہ اتنا بلند ہو گیا کہ معاصرین میں چند گئے چنے علماء آپ کے ہم پلہ ہوں گے۔ آپ قرآن کے مفسر بن گئے، درس میں قرآن کی تفسیر کرتے اور طلباء کو علمی انداز سے پڑھاتے تھے اور ان میں علم کے وہ لؤلؤ و لالہ بکھیرتے کہ علماء دھنگ رہ جاتے، آپ نے قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھنا شروع کی مگر پوری نہ ہو سکی مگر جو لکھی خوب لکھی۔ آپ نے تفسیر سورہ فاتحہ، تفسیر پارہ اول، دوم، سوم، سورہ کہف، سورہ النجم وغیرہ تفسیر لکھیں، آپ کی تفسیر میں عالمانہ شان نظر آتی ہے۔ اس طرح آپ خداداد صلاحیت کی بدولت حافظ قرآن ہونے کے علاوہ مفسر قرآن بھی بن گئے، بڑے بڑے علماء نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ ان میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی، حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی اور حضرت مولانا احمد دین لکھنوی رحمہم اللہ جیسے عبقری اور نابغہ روزگار علماء کا نام لیا جاسکتا ہے۔ (ص ۱۱۲)

قرآن کی برکت:- (کرامت، ۶۳) آپ کے ایمان کی پختگی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ کی پنڈلی میں کوئی تکلیف ہوگی جس کیلئے آپریشن ناگزیر ہو گیا ڈاکٹروں نے آپریشن سے قبل ٹیکہ لگانا چاہا مگر آپ نے ٹیکہ لگانے سے منع کر دیا۔ اور فرمایا اسی طرح آپریشن کر دو۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی اجازت پر چیر پھاڑ شروع کر دی ادھر حضرت میرسیا لکھنوی رحمہ اللہ نے تلاوت قرآن شروع کر دی جب آپریشن مکمل ہو گیا تو آپ کو بتایا گیا آپریشن ہو چکا ہے آپ جب تک اس کتاب شفاء کی تلاوت کرتے رہے آپ کو ذرا تکلیف نہ ہوئی۔

ایک بہت بڑی کرامت:- (کرامت، ۶۴) آپ نے موصوف کے ایمان کا واقعہ پڑھا۔ اس کے بعد اب آپ کے تقویٰ کا بھی ایک واقعہ سن لیجئے۔ جماعت اہلحدیث کے ممتاز اور بزرگ عالم و خطیب حضرت مولانا عبداللہ گورداسپوری کا بیان ہے۔ ایک جلسہ میں آپ نے تقریر کرنا تھی اسٹیج کافی اونچا تھا، وہاں سے اوپر سامنے بیٹھی ہوئی خواتین نظر آتی تھیں جس کا منتظمین کو علم نہیں تھا اس وقت اسٹیج کی ترتیب بدلنا سخت دشوار تھا۔ آپ

نے اپنی پگڑی کا شملہ آنکھوں پر ڈال کر تقریر شروع کر دی تاکہ نامحرم عورتوں پر نگاہ نہ پڑے اور اسی طرح آپ نے دو گھنٹے تقریر فرمائی اور اختتام تقریر پر آپ نے آنکھوں پر شملہ ڈالنے کی وجہ بیان کی اور منتظمین کو سمجھایا کہ اسٹیج صحیح طرح بنایا کریں۔ اس میں ایسی خامی نہیں ہونی چاہیے۔

خود بتائیے اس دور میں تقویٰ کی اس سے بہتر کوئی مثال ہو سکتی ہے؟ یہ ہیں ولایت کی اصلی شرائط ایمان اور تقویٰ ایمان ایسا کہ جس میں شرک کی مطلق آمیزش نہ ہو جیسا کہ قرآن نے کہا ”الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم“ یعنی ان کا ایسا ایمان ہو کہ جس میں شرک کی کوئی ملاوٹ نہ ہو۔ نیز فرمایا ”یا ایہذا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ“ اے ایمان والو! اللہ سے یوں ڈرو کہ جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اصل چیز اللہ کا ڈر ہی ہے جو تقویٰ کا محرک ہے بھلا اللہ کے ڈر کے بغیر آدمی گناہ سے کیونکر بچ سکتا ہے؟ اور صحیح تقویٰ یہ ہے کہ ایک ایک ادا سے اس کی جھلک نظر آئے۔ صحیح ایمان اور تقویٰ ہونا ہی اصل کرامت ہے (اگر یہ نہ ہو تو پھر باقی سب شعبہ اور تماشے ہیں ان کا ہونا نہ ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ الحمد للہ ایمان اور تقویٰ یہ دونوں خوبیاں مولانا موصوف میں تمام وکمال پائی جاتی تھیں ”اللہم اغفرلہ وارفعہ درجاتہ“۔

### ﴿ ۱۲ ﴾ کرامات مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمہ اللہ

**تقویٰ کی معراج:-** (کرامت، ۶۵) آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم تھا۔ علم و تقویٰ میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ صاحب کرامت بزرگ تھے، آپ بڑھاپے میں بھی کھڑے ہو کر ہاتھ میں قرآن مجید پکڑ کر تقریر کرتے تھے، آپ کا ایک ایک لفظ سامعین کے دلوں میں اترتا جاتا تھا سب لوگ آپ کے بہت گرویدہ تھے ہر وقت نگاہ نیچے رکھتے اور اگر خواتین آپ کے پاس آتیں تو آپ اپنی آنکھیں بلند کر لیتے اور جب تک وہ پاس رہتیں آنکھیں بند رکھتے، بعض خواتین آپ کو نابینا سمجھتی تھیں۔ چوہدری عبدالکحیم و حافظ عبدالحی صاحب سپر آف راجن پور کی والدہ مرحومہ سے خود میں نے سنا۔ فرماتی ہیں کہ ہم آپ کو نابینا سمجھتی تھیں ایک روز ایک بچہ یکدم بھاگتا ہوا آیا جس پر آپ نے آنکھیں کھولیں اس وقت ہمیں علم ہوا کہ ماشاء اللہ آپ نابینا نہیں بلکہ بینا ہیں اور اللہ کے فضل سے خوبصورت آنکھیں رکھتے تھے۔ اکثر مرد و خواتین آپ کی خدمت میں دم اور دعا کروانے کیلئے آتے تھے اللہ انہیں شفاعت فرمادیتا اور ان کی حاجات پوری کر دیتا۔

**آئین جو انمرداں:-** (کرامت، ۶۶) موضع رام گڑھ نزد سوہدرہ کے مولوی فیض احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ہماری درخواست پر رام گڑھ تشریف لائے آپ جب ہمارے گھر میں داخل ہوئے تو طاقت کے اوپر کسی جانور کی تصویر بنی ہوئی تھی آپ نے بیٹھنے سے قبل ہاتھ کی چھڑی سے تھوڑا زور دے کر طاقتی کا تصویر والا حصہ نیچے گرا دیا۔ یعنی آپ خلاف شرع اتنا کام بھی برداشت نہ کر سکے۔ اور طاقتی توڑنے کے لئے گھر والوں کو پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی اور اس سلسلے میں نہ کسی فرد کو ان سے بات کرنے کی جرأت ہوئی۔ یہ ہے اولیاء کا شیوہ کہ وہ خلاف شرع کام کو گوارا نہیں کر سکتے۔ اور ان کی سیرت و کردار کی مضبوطی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ کسی کو ان کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں ہوتی۔

**بے نمازی سے نفرت:-** (کرامت، ۶۷) جناب چوہدری عبدالکحیم سپر آف راجن پور کی والدہ محترمہ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتی ہیں کہ آپ کے پاس ہی ایک مٹکا پڑا تھا اس پر پیالہ رکھا تھا، اس میں پہلے باری باری دو خواتین نے پانی پیا آخر میں ایک عورت نے پانی پیا، جب اس عورت نے پانی پیا تو آپ اٹھے اور وہ پیالہ توڑ دیا۔ ہمارے پوچھنے پر فرمایا یہ خاتون بے نمازی تھی اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح امراض متعدی ہوتے ہیں اسی طرح گناہ متعدی ہوتے ہیں ان میں سے ایک بہت بڑا گناہ نماز نہ پڑھنا بھی ہے، افسوس! آج ۹۸ فیصد مسلمان نماز سے بے نیاز ہیں مگر اولیاء کرام ان کے برتن استعمال کرنا ان کے گھر کھانا کھانا اور ان کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی یا سالن استعمال کرنا ممنوع جانتے ہیں۔

**نیکی کی خوشبو محسوس ہونا:-** جس طرح ہم خوشبو یا بدبو سونگتے ہیں اس طرح اہل اللہ کی روحانیت اس قدر تیز ہوتی ہے کہ وہ نیکی کی خوشبو اور برائی کی بدبو سونگھ لیتے ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ کوئی عالم الغیب ہوتے ہیں جیسا کہ بعض جہلاء سمجھتے ہیں اور کچھ علماء بمنزل جہلاء ہو کر ایسی باتیں کر جاتے ہیں اور اولیاء کو پتہ نہیں کیا کیا بنا دیتے ہیں۔

گائے نے دودھ دینا شروع کر دیا:- (کرامت، ۶۸) میاں سلطان علی چوہدری وال ضلع گجرات کا بیان ہے کہ آپ ایک بار ہمارے ہاں چوہدری وال تشریف لائے۔ اور رات کو کچھ دودھ طلب کیا ہم نے عرض کیا حضرت! اس وقت دودھ ختم ہو چکا ہے۔ ہمارے پاس نہیں ہے البتہ ہمسائے نمبردار ہیں، ان کے ہاں سے منگوا لیتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ نہیں مجھے، نمبردار کے ہاں کا دودھ مطلوب نہیں۔ اگر آپ کے ہاں ہوتا تو میں لے لیتا۔ میں نے مزاحاً کہا ہماری تو ایک ہی گائے ہے جو چھ ماہ سے سوکھ چکی ہے یعنی اس نے اتنے عرصے سے دودھ دینا بند کر رکھا ہے۔ اگر آپ اس سے دودھ لے سکتے ہیں تو لے لیں۔ آپ اٹھے، گائے کو بیار کیا اور فرمایا برتن لے کر نیچے بیٹھ جاؤ اور دودھ نکالو انشاء اللہ دودھ دے دے گی۔ چنانچہ میں نے تعمیل ارشاد کی اور نیچے بیٹھ گیا میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی سچ مچ گائے کا دودھ اتر آیا میں نے سیر کے قریب نکالا اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ چار یوم ہمارے پاس رہے اور چار دن گائے دودھ دیتی رہی مگر جب آپ تشریف لے گئے تو گائے پھر اسی طرح ہو گئی جس طرح پہلے تھی۔

دراصل آپ نے انتہائی انابت، توجہ اور پورے اعتماد و توکل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی ورنہ یہ بات نہیں جیسا کہ جہلا میں مشہور ہے کہ اہل اللہ کے قدرت و اختیار میں ہر چیز ہوتی ہے وہ جو چاہیں کر لیتے ہیں ورنہ کسی مرتبہ حال یہ ہوتا ہے کہ انہیں اپنے جسم اور اپنے اعضاء پر بھی اختیار نہیں ہوتا۔ ہر چیز پر ہر وقت صرف اللہ تعالیٰ کا اختیار ہوتا ہے۔

آپ کے دم کی تاثیر:- (کرامت، ۶۹) سوہدرہ میں آپ کے مکان کے قریب ہی آپ کے داماد میاں عبدالعزیز رحمہ اللہ کی حویلی بن رہی تھی جب بنیادیں کھودی جارہی تھیں تو نیچے سے آواز آنے لگی جیسے کوئی گاڑی یا مشین چل رہی ہو۔ کہتے ہیں وہ جنات کا مسکن تھا لوگ آپ کے پاس آئے اور ماجرا بیان کیا۔ آپ تشریف لے گئے اور پانی دم کر کے چھڑکنے کیلئے دیا پانی چھڑکتے ہی آواز بند ہو گئی آپ نے فرمایا اور کھدائی نہ کرو یہیں سے تعمیر شروع کر دو۔

آپ کی دعا اور دم میں بہت تاثیر تھی۔ سینکڑوں ہزاروں لوگوں نے آپ کی دعا اور دم کی تاثیر دیکھی۔

جنات آپ کی شاگردی میں:- (کرامت، ۷۰) انسانوں کے علاوہ جن بھی آپ کا ادب کرتے تھے بہت سے جنات آپ کے شاگرد تھے اور کچھ آپ کی مسجد سوہدرہ میں اب تک موجود ہیں لیکن انہوں نے آج تک کسی کو گزند نہیں پہنچایا۔

یہی مذکور الصدر میاں عبدالعزیز آپ کے شاگرد بھی تھے، دیہاتوں میں لڑکے چاندنی راتوں میں عموماً آنکھ مچولی کھیلتے تھے، شاید دن یا رات کے وقت آج کل بھی میاں عبدالعزیز مرحوم کا دوست جن تھا، جب کامیاب عبدالعزیز کو مطلق علم نہیں تھا، رات کو جب کھیلتے کھیلتے دیر ہو گئی تو وہ بھی رات گزارنے کے لئے میاں صاحب کے گھر آ گیا، غلطی سے باہر کا دروازہ کھلا رہ گیا تیز ہوا کا جھونکا آیا دروازہ چوہڑا کھل گیا، میاں صاحب اور دوست دونوں ایک دوسرے سے دروازہ بند کرنے کیلئے کہنے لگے مگر کوئی نہ اٹھتا تھا۔ دوست نے کہا: اچھا ابھی عبدالعزیز! تم آنکھیں بند کرو میں دروازہ بند کر دیتا ہوں، میاں عبدالعزیز صاحب کو زیادہ محسوس ہوا کہ ماجرا کیا ہے۔ یہ ادھکلی آنکھوں سے دیکھنے لگے کہ اس نے آنکھیں کیوں بند کروائی ہیں۔ بہر حال اس دوست نے چار پائی سے بازو باہر نکال کر اسے لمبا کرنا شروع کیا اور لمبا کرتا گیا تا آنکہ دروازے کی کنڈی لگا دی دروازہ ان کی چار پائی سے کوئی پندرہ بیس فٹ کے فاصلے پر تھا، اگلے دن صبح عبدالعزیز جو کلاس میں نہ پہنچے تو استاد محترم حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کو واقعہ کا پتہ چلا آپ بعد میں پتہ کرنے کیلئے ان کے گھر تشریف لے گئے دیکھا تو عبدالعزیز کی حالت یوں تھی جیسے پتے بھن رہے ہوں۔ یعنی شدید بخار تھا حضرت نے پوری بات سنی اور ساتھی کو بلایا اور اس سے کہا جب تک تمہارا پتہ نہ چلا اور بات تھی لیکن اب تمہارا پتہ چل گیا ہے یہ لڑکے پڑھ نہیں سکیں گے چنانچہ سمجھا بھجا کر اسے فارغ کر دیا۔ وہ جاتے ہوئے اپنے دوست عبدالعزیز کو چاٹو کا تحفہ دے گیا خبر نہیں اس میں کیا خوبی تھی مگر اتفاق سے وہ موصوف سے گم ہو گیا۔ جس کا میاں عبدالعزیز صاحب کو قلق رہا۔

ولی کامل کی کرامت اور پادری کا انجام:- (کرامت، ۷۱) بندہ ایک مرتبہ گجرات جانے کیلئے بس کے انتظار میں سوہدرہ موڑ پر کھڑا تھا وہیں چوہدری عبداللہ نمبردار تلواڑہ بھی بس کے انتظار میں کھڑے تھے، ان کی عمر نوے برس تھی البتہ چاق و چوبند تھے اور صحت اچھی تھی

حافظ مضبوط تھا وہ مجھے دیکھ کر میرے قریب آگئے اور بڑے احترام و محبت سے ملے۔ اور انہوں نے ہمارے بزرگوں کا سلسلہ چھیڑ دیا اور ایک کرامت حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کی بیان کی اور یوں بات شروع کی کہ ایک مرتبہ وزیر آباد میں ایک عیسائی پادری آ گیا وہ لوگوں کو عجیب باتیں بتاتا اور عجیب و غریب شعبہ دے دکھاتا تھا اور کہتا تھا کہ میرا مقابلہ مسلمانوں میں کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی ہے تو سامنے آئے اور جیسے میں کام کرتا ہوں کر کے دکھائے۔ اسلام کمزور مذہب ہے، عیسائیت طاقتور مذہب ہے، اسلام کے پرستاروں کو عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں ہے۔ اگر ہے تو میرے مد مقابل آئے۔ وہ کئی روز وزیر آباد ڈھنڈھارہ ہا۔ مگر کوئی شخص اس کے مد مقابل آنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ لوگ سوہدرے حضرت موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قصہ بیان کیا آپ تشریف لے آئے اور اس سے ملے اس نے اپنا رعب جمانے کے لئے آپ کے سامنے ہوا میں اڑنا شروع کر دیا۔ حضرت صاحب نے اپنا جوتا اتار کر اس کے پیچھے پھینک دیا۔ اب جوتا پہنچ کر اس کے سر پر برسنا شروع ہو گیا جوتا تڑ تڑ برسنے لگا، مگر وہ نیچے نہیں آ رہا تھا کیونکہ حضرت رحمہ اللہ نے اسے فضا ہی میں باندھ رکھا تھا لگائے، ساتھیں کرنے۔ یہ منظر دیکھ کر حاضرین کا دل ٹھنڈا ہو گیا آخر حضرت نے اسے واپس بلا لیا اس طرح اسلام کو غلبہ نصیب ہوا اور عیسائی دم دبا کر وہاں سے نکل کھڑا ہوا اور یوں حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کی عظمت و بزرگی کا سکہ پورے علاقے میں دور دور تک بیٹھ گیا۔

**آپ کی سرزنش کی تاثیر:** (کرامت، ۷۲) حضرت والد گرامی سے پر دینس حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدری مرحوم نے یہ بات کئی بار فرمائی یہ بیان کی کہ حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کے جوتوں نے مجھے سیدھا کر دیا۔ یعنی میری زندگی سنواری۔

حکیم نسیم صاحب مرحوم نے بیان کیا ہمیں زمانہ بچپن میں والدین کی جانب سے یہ حکم تھا کہ سکول جاتے ہوئے راستے میں حضرت مولانا ربانی المعروف حضرت جی صاحب کو سلام کر کے جایا کرو۔ ایک دن میں سلام کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوا اس دن میں نے انگریزی حجامت بنوائی تھی آپ رحمہ اللہ نے مجھے دیکھ کر بالوں سے پکڑ کر دو تین جوتے جڑ دینے کہ انگریز بن گئے ہو؟ حکیم صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صاحب کی اس سختی نے میری کاپلاٹ دی اور میری زندگی بنا دی۔

سوہدرہ کی سکے زنی قوم آپ کی بہت گرویدہ تھی مگر ان میں جاہلانہ اور مشرکانہ رسومات ابھی باقی تھیں، ملک رضا کے والد ماجد ملک محمد عارف مرحوم نے خود مجھے بتایا کہ دارہ سکے زنیوں میں پتیل کے درختوں کے نیچے دو قبریں تھیں، لوگ ان سے استمداد کرتے تھے، آپ نے وہ قبریں تڑوادیں اور ان کا نام و نشان تک مٹا دیا تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری یعنی اپنے جدا علی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنت کو زندہ کر دیا اور آپ کے اس جرأت مند اقدام کے سامنے کسی کو 'چوں' کرنے کی بھی جرأت نہ ہوئی جس کے نتیجے میں شرک و بدعت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ساری قوم اللہ کی رحمت سے موحد بن گئی اور وہ لوگ آج تک حضرت مرحوم اور ان کی اولاد کے احسان مند ہیں کیونکہ توحید کا مشن ان کے بعد ان کی اولاد نے جاری رکھا جو بھلا اللہ اولاد در اولاد آج تک جاری ہے۔ لوگ اس خاندان کو عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

**بارش نے جل تھل کر دیا:** (کرامت، ۷۳) ملک محمد یوسف ٹھیکیدار بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ کی بات ہے سوہدرہ میں بارش نہیں ہو رہی تھی لوگوں نے حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ سے استمداد کیا کہ حضرت! بہت تکلیف و پریشانی ہے براہ کرم بارش کیلئے دعا فرمائیں۔ آپ لوگوں کو لے کر باہر چلے گئے اور بطریق مسنون نماز استسقی ادا کی۔ اللہ کی قدرت! اسی دوران بادل اٹھ آئے بارش برسنا شروع ہو گئی اور نمازی بھگتے ہوئے گھروں تک پہنچے۔

**اپنے خاص بندوں کی جلدی سنتا ہے:** زندہ بزرگ سے دعا کرنا کوئی منع نہیں اور اللہ تعالیٰ اکثر ان کی دعا کو جلد ہی قبول کر لیتا ہے بلکہ بعض اوقات فوراً قبول ہو جاتی ہے وہ مالک ہے اور ذرے ذرے پر قادر مطلق ہے وہ چاہے تو اسی وقت قبول کر لے نہ چاہے تو دس، بیس، بیس سال، بلکہ زندگی بھر قبول نہ کرے۔ اس کیلئے کوئی کام مشکل نہیں۔

## ﴿ ۱۳ ﴾ کرامات حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمہ اللہ

دعا کی برکت :- (کرامت، ۷۴) حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ہونہار بیٹا عطا فرمایا۔ جس کا نام عبدالحمید تھا، بیٹا جب سن شعور کو پہنچا تو اس نے بحکم والد گرامی استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ کے مدرسہ میں داخلہ لے لیا۔ مولانا عبدالحمید صاحب نے خوب محنت سے دل لگا کر اکتساب علم کیا۔ حضرت الاستاذ نے آپ کا تقویٰ اور ذوق دیکھ کر آپ کو اپنی دامادی میں لے لیا، آپ کے علم و تقویٰ کا دور دور تک شہرہ تھا۔ آپ کی دعا اور دم میں کافی تاثیر تھی اور آپ کی علمی قابلیت مسلم تھی، ماشاء اللہ حضرت حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوئی آپ جوان ہی تھے کہ بیمار ہو گئے اور بیمار رہنے لگے، بہت علاج کروایا۔ مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

آپ خود بھی صحت کیلئے دعائیں کرنے لگے اور والد گرامی بھی کرنے لگے اب اللہ کی قدرت دیکھئے دونوں اہل اللہ تھے مستجاب الدعوات تھے مگر دعا قبول نہیں ہو رہی۔ بات وہی ہے کہ ولی کا کام دعا کرنا ہے آگے اللہ کی مرضی ہے وہ قبول کرے یا نہ کرے اس پر کسی کا زور نہیں۔ اب دونوں نے یہ دعا کی۔

”بارالہا! یہ زندگی ہم دنیا کیلئے نہیں مانگ رہے دین کی خدمت و اشاعت کے لئے مانگ رہے ہیں۔ اگر تیرا فیصلہ بلانے کا ہے تو کوئی مار نہیں سکتا۔ اے اللہ! نیک بیٹا عطا فرما جو کھل کر توحید و سنت کی تبلیغ و اشاعت کرے۔ اے اللہ! تو دعاؤں کو سننے والا ہے۔

رب تعالیٰ نے مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمہ اللہ کو ایک بیٹا عطا فرمایا۔ جس کا نام عبدالحمید رکھا پھر دوسرا بیٹا عطا فرمایا اس کا نام عبدالحمید رکھا پھر جوانی میں ہی بوڑھے باپ کے سامنے جوان بیٹا اس دنیا کے فانی کو چھوڑ کر جنت الفردوس کو سدھا رہ گیا ”انا لله وانا الیہ راجعون“۔ اللہ کی قدرت دیکھئے کہ کچھ عرصے بعد عبدالحمید بھی چل بسا یہ حافظ قرآن تھے اور ٹھیک ٹھاک جوان تھے، اب مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ نے اپنے پوتے عبدالحمید کی تعلیم و تربیت کا خود انتظام کیا۔ پہلے وزیر آباد پھر سیالکوٹ بھیجا اور یہ قلیل مدت میں زیور علم سے آراستہ ہو کر لوٹے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالحمید صاحب کو جن کی وجہ سے سوہدرہ پاک و ہند میں مشہور ہوا بڑا صلاحیتوں سے نوازا۔ اور انہوں نے کم عمری میں خداداد صلاحیتوں کی بدولت بہت ترقی کی ایسی ترقی کی کہ جس کی مثالیں بہت کمیاب ہیں۔ بڑا قوی حافظہ پایا، آپ نے جگہ جگہ توحید و سنت کے ڈنکے بجائے، خدمت اسلام اور خدمت عوام کر کے اپنا نام پیدا کیا۔ ”مسلمان“ ”جریدہ اہلحدیث“ اور ”طبی میگزین“ تین رسائل جاری کئے۔ اسلامی و طبی پچاس کے لگ بھگ کتابیں لکھیں اور ملک و قوم کی بیش از بیش خدمت کی۔ مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمہ اللہ کی سوانح حیات الگ مرتب ہو رہی ہے تفصیل وہاں بیان ہوگی۔ فی الحال یہ بتانا ہے کہ اللہ نے اپنے ولی حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمہ اللہ کی دعا کو قبول فرمایا اور عبدالحمید جیسا صالح، متقی اور بلند بخت بیٹا عطا فرمایا۔ جس نے آگے چل کر پورے علاقے کا نام ہی پورے ملک میں روشن کر دیا۔

## ﴿ ۱۴ ﴾ کرامات حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمہ اللہ

حضرت مولانا حکیم عبدالحمید سوہدروی کا خاندان اپنی علمی، دینی، ادبی، تاریخی، سوانحی، تبلیغی، طبی اور روحانی خدمات کے لحاظ سے ایک مقام رکھتا ہے آپ کا نسبی تعلق سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہے، کتاب ”تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ“ میں اس کی تفصیلات دیکھی جاسکتی ہے، اس خاندان کے اور زیادہ تفصیلی حالات جاننے کے لئے ”تذکرۃ النبلاء فی ترجمۃ العلماء“ و ”دودمان علوی کا درخشندہ ستارہ“ کا مطالعہ فرمائیں وہاں آپ کو بہت سے معلوماتی، حقیقت افروز اور چشم کشا حالات ملیں گے۔ حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کا ذکر ”نزمہ الخواطر“ اور ایسی دوا ایک اور کتب میں بھی ہے فی الحال موضوع کی مناسبت سے حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمہ اللہ کی چند کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے آپ کی چند کرامات ملاحظہ فرمائیے:

پودوں سے ذکر الہی کی آواز:- (کرامت، ۷۵) ایک مرتبہ موضع نہالوچک تحصیل ڈسکہ میں چند احباب سے بغرض ملاقات جانا ہوا۔ وہاں محمد صدیق صاحب سے میری ملاقات ہوئی، محمد صدیق صاحب کی ٹواڑہ میں بھی رشتہ داری ہے۔ ایک مرتبہ جماعت کی دعوت پر میں اور دو ایک اور علماء مثلاً مولانا حافظ عبدالستار حامد، مولانا عبدالرحمن سلمانی اور مولانا محمد الیاس ثانی ان کے گاؤں میں بغرض تبلیغ گئے۔ اس وقت پورے گاؤں میں ایک ہی مسجد تھی۔ بہر حال وہاں اہلحدیث، بریلوی، شیعہ سبھی آئے ہوئے تھے۔ اچھی رونق تھی خوب جلسہ ہوا جس کا گاؤں پر اچھا اثر پڑا۔ کسی نیک دل خاتون نے مسجد اہلحدیث کے لئے زمین دے دی۔ الحمد للہ اس گاؤں میں اب اہلحدیث مسجد بن چکی ہے جو ماشاء اللہ انہی محمد صدیق اور مولوی ریاض صاحب اور ان کے مخلص ساتھیوں کی مساعی سے آباد ہے، ہم پچھلے دنوں وہاں جلسہ بھی کرائے ہیں، میں بھی حاضر ہوا تھا مولانا حافظ عبدالستار حامد صاحب بھی تشریف لائے تھے، ماشاء اللہ امید افزاء رونق تھی اور جلسہ کامیاب رہا انہی محمد صدیق صاحب کا بیان ہے کہ مجھے حضرت مولانا عبدالعزیز سوہدروی رحمہ اللہ کی عام مجلس اختیار کرنے کا شرف حاصل رہا۔ حضرت سوہدروی کی زری اراضی جو تقریباً ایک مربع پر مشتمل تھی، سوہدرہ سے جانب شمال تقریباً نصف میل کے فاصلے پر تھی، اس میں خوبصورت اور سرسبز باغ تھا، میں وہاں عصر کے بعد کئی مرتبہ آپ کے ساتھ گیا، آپ جاتے اور آتے بڑی عالمانہ اور حکیمانہ باتیں بتایا کرتے تھے، ایک دن ذکر الہی کی بات ہو رہی تھی آپ فرمانے لگے: ہر چیز اللہ کا ذکر کرتی ہے، میں نے کہا کیا یہ گھاس اور پودے بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! یہ بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں میں کچھ حیران ہوا۔ ساتھ ہی مکئی کا کھیت تھا۔ فرمانے لگے: کانوں پر ہاتھ رکھو اب ہننا محمد صدیق صاحب کا بیان ہے جب میں نے ادھر دھیان کیا تو ہر پودے سے ذکر الہی کی آواز آ رہی تھی جو خود میں نے اپنے کانوں سے سنی۔

**حیران کن واقعہ:-** (کرامت، ۷۶) ایک مرتبہ دلاور سے ہمارے کچھ عزیز سوہدرے آئے ہم اپنے باغ میں سیر کیلئے گئے اعزہ کی ایک بچی اصرار کرنے لگی میں نے امرود لینا ہے مگر امرود کا پھل ختم ہو چکا تھا کیونکہ باغ آؤٹ آف سیزن ہو چکا تھا۔ بچی یعنی اپنی نواسی کو بھند دیکھ کر انہوں نے اپنا دست مبارک درخت کی طرف کر کے جیسے کوئی پھل توڑتا ہے پیچھے کیا تو ان کے بابرکت ہاتھ میں موٹا تازہ پکا ہوا امرود تھا یہ ماجرا میں نے خود دیکھا اور حیران تھا اور اب بھی حیران ہوں کہ وہ امرود کہاں سے آ گیا؟

**وظائف کی تاثیر:-** (کرامت، ۷۷) ملک محمد اشرف صاحب سوہدروی رحمہ اللہ انسپکٹر پولیس حیدرآباد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے ایک مہو کا نما بھنسی نکل آئی جس سے آرام نہ آتا تھا۔ میں نے اپنے استاد محترم حضرت مولانا عبدالعزیز سوہدروی رحمہ اللہ سے اس کا ذکر کیا آپ نے ایک وظیفہ بتایا وہ پڑھ کر پھونک مار کر ہاتھ کو اس پر مل دیتا تھا اللہ کی قدرت وہ مہینوں کی بھنسی دنوں میں غائب ہو گئی۔

ملک صاحب موصوف نے دو تین اور وظائف بتائے جو مختلف مقاصد کے لئے حضرت نے ارشاد فرمائے تھے۔ آپ نے جس مقصد کے لئے جو وظیفہ بتایا الحمد للہ اس کے پڑھنے سے وہ مقصد پورا ہو جاتا۔ اور موصوف کہتے ہیں میں آج تک وہ وظائف کر رہا ہوں اور آج تک میرے مقاصد پورے ہو رہے ہیں ان وظائف کا لفظ ”دودمان علوی کا درخشندہ ستارا“ میں ذکر کریں گے۔

**اولاد کی بہار:-** (کرامت، ۷۸) آپ کے علم و فضل اور روحانیت کے نزدیک و دور عام چرچے تھے۔ محمد اقبال علوی سوہدروی رحمہ اللہ کے والد محمد حسین کا بیان ہے کہ میرے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی اگر پیدا ہوتی تو فوت ہو جاتی تھی، بہتیرا علاج کروایا مگر فائدہ نہ ہوا، ایک بار میں نے حضرت مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ سے ذکر کیا۔ آپ نے اہلیہ کے کھانے کے لئے گولیاں دیں اور کچھ دم کر کے دیا اللہ کی شان اسی سال بیٹی پیدا ہوئی اگلے سال پھر بیٹی پیدا ہوئی اس کے بعد پھر بیٹا ہوا، اب ماشاء اللہ تینوں جوان اور شاد دی شدہ ہیں۔

**اہل اللہ کی روح پرور محفل:-** (کرامت، ۷۹) ملک محمد یوسف صاحب ٹھیکیدار (آف سوہدرہ) کا بیان ہے۔ میں ملتان میں ٹھیکیداری کرتا تھا کہ حضرت مولانا عبدالعزیز سوہدروی رحمہ اللہ ملتان اہلحدیث کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ میں ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوا آپ علماء کے جھرمٹ میں بیٹھے ہوئے تھے، متعدد علماء و فضلاء آپ کے پاس باادب بیٹھے ہوئے مختلف مسائل اور

موضوعات پر تبادلہ خیال کر رہے تھے، میں آپ سے ملا آپ بڑی محبت سے پیش آئے، میں نے آپ کو اگلے روز صبح ناشتہ کی دعوت دی، آپ تشریف لے آئے، میرے پاس میں چالیس مزدور کام کرتے تھے وہ سبھی اودقوم کے اہلحدیث تھے۔ مولانا کو تشریف فرما دیکھ کر وہ سب آپ کی زیارت کیلئے آپ کے قریب جمع ہو گئے، ان میں کوئی دم کروانے لگا، کوئی وظیفہ پوچھنے لگا، کوئی پانی لے کر آ گیا کہ اس میں پھونک مار دیں۔ حضرت مولانا ہرگز پریشان نہ ہوئے۔ آپ ہر ایک کا مطالبہ پورا فرماتے رہے، ہم سب لوگوں کو حضرت مولانا کی تشریف آوری سے بہت خوشی ہوئی اور آپ کی مجلس میں بیٹھ کر بہت سکون ملا اور جی چاہتا تھا کہ آپ دیر تک ہمارے درمیان بیٹھے رہیں، مگر آپ پھر زیادہ دیر نہ بیٹھے اور میرے کام کا حرج دیکھ کر اجازت لے کر جلدی ہی تشریف لے گئے۔

یہ ہے اولیاء کی مجلس کی برکت کہ اس میں بیٹھ کر خوشی ہوتی ہے سکون ملتا ہے اگر آج بھی ایسی مجالس کہیں مل جائیں تو انہیں بہت بڑی سعادت سمجھنا چاہیے۔

**دیگر مسالک پر دم کی برکت:-** (کرامت، ۸۰) میاں محمد اکبر صاحب مہاجر کو کمر اور ٹانگ میں درد رہتا تھا کہیں سے آرام نہ آیا موصوف چند ہی روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے دم کیا اللہ نے شفا دے دی، یہ خاندان دیوبندی تھا مگر مولانا کا گرویدہ تھا اور نماز پنجگانہ اور جمعہ ہمیں ادا کرتا تھا۔  
**آسیب کا کھوج لگا لیا:-** (کرامت، ۸۱) ایک مرتبہ بی بی محمد اکبر صاحب کسی عزیز کو حضرت کی خدمت میں لے آئے کہ یہ شخص بیمار رہتا ہے، ڈاکٹر کہتے ہیں اسے کوئی مرض نہیں، شبہ ہے کہ اسے آسیب ہے، بہت سے عالموں کے پاس گئے ہیں لیکن حقیقت حال کا پتہ نہیں چل رہا، اس کے مرض کا انکشاف نہیں ہو رہا، میں چشم دید گواہ ہوں حضرت محترم نے کاپی سے ایک کاغذ کا پرزہ نکالا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا کہا اسے پڑھتے جاؤ اس نے کہا مجھے پڑھنا نہیں آتا فرمایا اسے دیکھتے رہو، وہ دیکھنے لگا دو منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ جن حاضر ہو گیا فرمایا! لے جاؤ اسے آسیب کی شکایت ہے۔ جس بیماری یا عارضے کا ڈاکٹروں اور عالموں کو پتہ نہیں چل سکا آپ نے اس کا چند منٹوں میں کھوج لگا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر بڑی مہربانی فرما رکھی تھی۔

**آپ کو دست شفا ملا تھا:-** (کرامت، ۸۲) آپ کا قیام جب لاہور اچھرہ میں تھا اور وہاں مسجد شاہ چراغ میں خطیب تھے۔ تو وہیں بریلوی مکتب فکر کے مشہور مبلغ و مناظر مولانا محمد عمر اچھروی رحمہ اللہ رہتے تھے یہ مولانا اچھروی رحمہ اللہ اپنے مسلک کے قد آور عالم تھے۔ دوسری جانب حضرت مولانا عبد الجید سوہدروی رحمہ اللہ اہلحدیث مسلک کے شہرہ آفاق خطیب اور اپنے مذہب کے مشہور عالم اور واعظ تھے، دونوں میں نوک جھونک ہونے کے باوجود اچھے روابط تھے، ایک مرتبہ مولانا اچھروی رحمہ اللہ، حضرت سوہدروی رحمہ اللہ کے پاس تشریف لائے، حضرت سوہدروی نے فرمایا بھائی! بتاؤ یہاں کتنا اچھا ملتے ہو گرا سٹیج پر ہمیں گالیاں دیتے ہو ہم نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟ مولانا اچھروی رحمہ اللہ کھسیانے سے ہو کر مسکرا دیئے کہنے لگے: وہ باتیں پھر کسی وقت کر لیں گے اب آپ کے پاس آنے کا ایک مقصد ہے کہ طبیعت میں کچھ گھٹن سی رہتی ہے کوئی جسمانی تکلیف بھی نہیں ہے بعض نے کہا ہے شاید آسیب ہی نہ ہو بس جو کچھ بھی ہو کھوج لگا کر میرا علاج کریں۔ حضرت سوہدروی کی طبیعت میں طنز و ظرافت پائی جاتی تھی کہنے لگے: بھائی اچھروی صاحب! آسیب کا علاج نرمی سے بھی ہوتا ہے اور سختی سے بھی، بتائیے! آپ کیلئے کون سا طریقہ کار اختیار کیا جائے؟ مولانا اچھروی رحمہ اللہ صاحب مسکرا کر کہنے لگے۔ حضرت صاحب! ایک مریض حاضر ہو گیا ہے اب آپ جس طرح چاہتے ہوں علاج کریں بس علاج ہونا چاہیے۔

یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ آپ کو رب کی جانب سے دست شفا نصیب ہوا تھا۔ آپ جس مریض کو ہاتھ ڈالتے وہ جسمانی ہو یا روحانی اللہ کے فضل سے اکثر شفا یاب ہو جاتا اور بغرض علاج آپ کے پاس ہر فرقتے اور ہر لائن کے آدمی آتے آپ نے چہرے پر کبھی شکن نہ ڈالی اور ہر ایک کا بڑے خلوص اور خندہ پیشانی سے علاج کرتے۔

ایک دن آیا کہ آپ خود بیمار ہو گئے اور اس بیماری کی صحیح تشخیص نہ ہو سکی، نہ صحیح علاج ہو سکا، یہ واقعہ زندگی کے آخری سال پیش آیا بالآخر آپ اس ناپائیدار زندگی کو چھوڑ کر عالم باقی کو سدھار گئے۔



**جنات مقتدی اور شاگرد:-** (کرامت، ۸۳) میں ایک بار حضرت مولانا عبدالجید سوہدروی رحمہ اللہ کے منخلے صاحبزادے حافظ عبدالوحید صاحب کے ساتھ موضع نہالوچک تحصیل وزیر آباد گیا۔ محترم حافظ عبدالوحید صاحب کو وہاں بلایا گیا تھا کسی خاتون کو جنات کی شکایت تھی گھر والوں کے مطابق آسیب زدہ خاتون کے جن نے حافظ صاحب موصوف کو یاد کیا کہ انہیں لائیں پھر میں اس خاتون کو چھوڑ دوں گا چنانچہ میں بھی موصوف کے ساتھ گیا ہم وہاں پہنچے اس خاتون میں جن تھا، اس کے جن سے بڑی باتیں ہوئیں، اس نے باتوں میں یہ بھی بتایا کہ ہمارے چھوٹے بڑے سب آپ کو جانتے ہیں اور وہاں آپ کی مسجد میں جمعہ ادا کرتے ہیں اور کچھ وہاں قرآن بھی پڑھتے ہیں، ہمارے افراد حضرت مولانا عبدالجید سوہدروی رحمہ اللہ سے بہت مرعوب ہیں اور ان کا بہت احترام کرتے ہیں۔

**پانچ ہزار جنات کی ضیافت:-** (کرامت، ۸۴) ایک بار آپ نے برسر منبر کہا کہ جن بھی انسان کی طرح ایک مخلوق ہے جس میں انسانوں کی طرح اچھے برے دونوں قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ میں اس جمعہ میں موجود تھا، ایک پڑھے لکھے آدمی نے جنات کے وجود میں تذبذب کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا! جب قرآن وحدیث میں جنات کا تذکرہ موجود ہے تو ان کا انکار کیونکر کیا جاسکتا ہے؟ اگر آپ جنات کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہوں تو میں ایک ٹبہ میں اپنا رقعہ دے کر آپ کو بھیجتا ہوں، وہاں پانچ ہزار الہمدیث جنات آپ کی ضیافت اور خاطر مدارت کریں گے پھر جب آپ انہیں آنکھوں سے دیکھ لیں گے، تو آپ کو جنات کے وجود میں کوئی شبہ نہیں رہے گا۔ یہ بات کرنے کے بعد حضرت مرحوم نے اس آدمی سے فرمایا! کیا خیال ہے؟ جنات کی ملاقات کے لئے تیار ہیں؟ وہ کہنے لگا رہنے دیجئے، اسی طرح ہی مانتا ہوں۔

**زبان کی تاثیر:-** (کرامت، ۸۵) اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہ صرف زبان و بیان پر قدرت عطا فرما رکھی تھی بلکہ زبان کو بلا کی تاثیر و دعت فرما رکھی تھی۔ سوہدرہ کے میاں غلام محمد ہر کارہ بہت نیک طینت بزرگ تھے، آپ اکثر بتایا کرتے تھے کہ میں کٹر بریلوی تھا، الہمدیث کا نام سننا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ میں نے جامع مسجد سکے زبیاں میں حضرت مولانا عبدالجید رحمہ اللہ کا ایک ہی خطاب سنا کہ الہمدیث ہو گیا اور میرے الہمدیث ہونے سے میرا پورا خاندان الہمدیث ہو گیا اس تقریر میں آپ نے رسول اکرم ﷺ کا مقام اور فضائل بیان فرمائے تھے اور بقول میاں غلام محمد مرحوم کے اتنے بہترین انداز میں آنحضور ﷺ کے فضائل و کمالات میں نے کسی سے نہیں سنے تھے۔

میاں غلام محمد ہر کارہ کو میں نے دیکھا ہوا ہے بہت مخلص اور قرآن وسنت کے والد و شیدا اور حضرت مولانا عبدالجید سوہدروی رحمہ اللہ کے نہایت گرویدہ تھے، آپ نے آپ کے بڑے صاحبزادے یعنی بندہ کے والد گرامی حضرت مولانا حافظ محمد یوسف رحمہ اللہ سے ”قرآن مجید“ اور ”مشکوٰۃ المصابیح“ پڑھی اور علم آنے سے پوری طرح آنکھیں کھل گئیں۔ آپ والد گرامی کا بہت ادب کرتے تھے بلکہ آپ حضرت سوہدروی رحمہ اللہ کے خاندان کے ایک ایک بچے کا احترام کرتے تھے کچھ عرصہ ہوا وفات پا چکے ہیں۔ لوگ انہیں بہت یاد کرتے ہیں، اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین!

**دو جملوں سے کاپاپلٹ گئی:-** (کرامت، ۸۶) ملک محمد بشیر (پان بوتل والے) بیان کرتے ہیں میں زمانہ جوانی میں دین سے دور اور پرلے درجے کا بے نمازی تھا۔ اور میرے والد حضرت مولانا عبدالجید رحمہ اللہ کے حد درجہ ارادت کیش تھے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب سے کہنے لگے: بشیر نماز نہیں پڑھتا، براہ کرم اسے نماز کی تلقین فرمائیں آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: بشیر! نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ پڑھا کرو نماز تو سردار جہاں کو بھی معاف نہیں تم کس کے بیچارے ہو؟ ملک محمد بشیر اس وقت ۶۵-۷۰ کے پیٹے میں ہوں گے ان کا اپنا بیان ہے میں نے حضرت مولانا کی بات کا اتنا اثر لیا کہ اسی دن سے نماز شروع کر دی وہ دن اور یہ دن میں نے آج تک ایک بھی نماز نہیں چھوڑی۔ ”فالحمد لله علی ذالک“

یہی بات ملک محمد یوسف ٹھیکیدار اور دیگر سب لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی زبان میں جادو کی تاثیر تھی۔ صاحب جلال و جبروت ہونے کے باوصف آپ کے گرد لوگوں کا جھمکنا لگا رہتا تھا وہ آپ کی ذات کی کشش اور زبان کی تاثیر ہی کی وجہ سے تھا۔

**زبان و بیان کی اعجاز فرینی:-** (کرامت، ۸۷) سوہدرہ کے ایک بزرگ حاجی لال دین کشمیری مرحوم تھے۔ بہت نیک اور شریعت کے پابند تھے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ آپ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کا مرید ہونے کے ناتے سے حضرت مولانا عبدالجید

سو ہدروی رحمہ اللہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ حاجی صاحب موصوف کے بڑے صاحبزادے ماسٹر محمد یونس بٹ صاحب کا بیان ہے کہ موضع تاجو کے چیمہ تحصیل ڈسک میں جو ہدروی سلطان صاحب کے بیٹے عبدالعزیز کے عقیدہ پر اباجی کے ساتھ حضرت مولانا رحمہ اللہ کو بھی دعوت تھی۔ جو ہدروی صاحب جنہوں نے حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کو بلایا تھا وہ چونکہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے مرید تھے، اس لئے انہوں نے حاجی لال دین صاحب کو پیر بھائی کے ناطے سے دعوت دی تھی۔ سارا گاؤں حنفی بریلوی احباب پر مشتمل تھا مگر وہاں مقرر و اعظم حضرت سوہدروی تھے آپ مجھے ہوئے اور تبحر الہمدیث عالم تھے۔ آپ نے بعد از نماز عشاء توحید و سنت مسلک الہمدیث اور اصلاح معاشرہ پر ایسا شاندار، جاندار اور پرتاثر خطاب فرمایا کہ ایک فرد بھی تاثر لے بغیر نہ رہ سکا۔ آپ نے لوگوں کے اصرار پر صبح درس قرآن بھی دیا۔ جسے سب نے بڑے شوق اور انہماک سے سنا۔ اور ہر عقیدہ و خیال کا شخص آپ سے بہت متاثر ہوا۔ اور ہر شخص آپ کو آئندہ تشریف لانے کا کہہ رہا تھا۔

یقیناً یہ آپ کی کرامت تھی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے زبان و بیان پر وہ قدرت عطا کر رکھی تھی کہ جسے سن کر دشمن بھی دوست بن جاتا تھا۔ سچ ہے ”ان من البیان لسحرا“ کہ بیشک بعض بیان جادوئی اثر رکھتے ہیں۔ آپ نے برصغیر پاک و ہند میں ہزاروں تقریریں کیں برصغیر کا شاید ہی کوئی جلسہ ایسا ہو جس میں آپ شریک نہ ہوئے ہوں، ان میں ایک ۵۳ء کی ختم نبوت پر تقریر بھی ہے جسے سن کر مسلمان تڑپ اٹھے۔ وہ روح پرور منظر بندہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ سبحان اللہ۔

**نگاہ کی حیرت انگیز تاثیر:** (کرامت، ۸۸) تقسیم ملک کے وقت بہت سے مہاجرین سوہدرہ بھی آئے ان میں پہلوان لال دین بھی تھے۔ انہوں نے مین بازار چوک سوہدرہ میں پان شاپ بنائی۔ یہ صاحب آزاد منٹش اور ہر درجہ دین سے دور تھے۔ نماز، روزہ کی خبر ہی نہیں تھی ایک روز کی بات ہے کہ ماہ رمضان المبارک میں صبح دوکان میں بیٹھے تریبوز کاٹنے لگے۔ کہ ان سمجھانے والوں کو دکھا کر ابھی کھاتا ہوں۔ آس پاس والے سمجھاتے رہتے تھے، اب بھی انہوں نے سمجھایا مگر ڈھاک کے وہی تین پات، پہلوان صاحب نے مطلق اثر نہ لیا۔ تریبوز پکڑا اور چاقو اس میں پیوست کر دیا اسی اثناء میں سوہدرے کا بے تاج بادشاہ عقیدت مندوں کے جھرمٹ میں سامنے سے آ رہا۔ پہلوان لال دین کی نظر سامنے تھے حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ مجلہ سکے زنی میں معمول کے مطابق درس قرآن دے کر واپس تشریف لارہے تھے۔ آپ نے بس ایک نظر ادھر دیکھا نظریں چار ہوئیں بس کام ہو چکا تھا، چاقو تریبوز پر چلنے کی بجائے لال دین کے نفس امارہ پر چل چکا تھا، ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا۔ تریبوز وہیں پڑا رہ گیا۔ لال دین کے دل و دماغ کے عروق و شرانیں میں ایمان و عقیدہ کی برقی روجاری ہو گئی، وہ ہر شے چھوڑ کر دیوانہ وار حضرت کے پیچھے ہو لیا۔ مسجد پہنچ کر آپ کے قدموں میں گر پڑا اور کانپتے ہاتھوں کو جوڑ کر کہنے لگا: اللہ! مجھے معاف کر دیجئے میں ہر گناہ سے توبہ کرتا ہوں آئندہ میں پوری زندگی آپ کے ارشاد کے مطابق گزاروں گا۔ چنانچہ آپ نے اتباع کتاب و سنت اور ادائیگی نماز کی تلقین کی اس دن سے لال دین واقعی لال دین یعنی دین کا لال بن گیا۔ حضرت کا دست راست بن گیا۔ اور زندگی بھر کوئی نماز نہیں چھوڑی۔ بلکہ نماز تہجد بھی شروع کر دی۔ حضرت سوہدروی کی مسجد کا دہنگ نمازی بلند آواز موزن اور حضرت موصوف کا سچا اور با وفا خادم بن گیا، اس کی اذان میں ایک کشش ہوتی تھی۔ اس کے بعد اسی چچالال دین کو اللہ نے بیٹا دیا اس نے حضرت کی محبت و شفقت کی وجہ سے اس کا نام ”عبدالمجید“ رکھا ماشاء اللہ عبدالمجید سوہدروی بہت دین پسند، علم دوست اور پیکر شرافت و اخلاص ہے۔ اور حضرت سوہدروی رحمہ اللہ کے پورے خاندان سے اسی طرح عقیدت رکھتا ہے جس طرح اس کے والد گرامی چچالال دین عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ چچالال دین کو رب نے بہت عزت و عظمت اور کاروبار میں برکت دی۔ آج بھی موصوف کی دوکان کا مین بازار سوہدرہ کی بہترین اور بارونق دوکانوں میں شمار ہوتا ہے۔ یقیناً یہ حضرت سوہدروی مرحوم کی خدمت اور دعا کا نتیجہ ہے۔ چچالال دین آپ ہی سے نہیں آپ کے پورے خاندان کی حد درجہ عزت کرتا تھا۔ اور آپ کے خلاف کسی کی بات گوارا نہ کرتا تھا۔ اس کو منہ توڑ جواب دیتا تھا۔

ایک مرتبہ کسی نے آپ کے صاحبزادے حضرت حافظ محمد یوسف رحمہ اللہ کی شان میں کوئی غلط بات کی اور ناروا طریقہ اپنایا یہی لال دین

حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے قتل کر دوں؟ ایسے ہی دو اور آدمی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہی پیشکش کی ان میں ایک امیر آدمی تھا اور ایک تانگے والا تھا مگر حضرت حافظ صاحب نے تینوں کو اس ناروا اقدام سے حکماً روک دیا۔ ”اللہم اغفرلہ وارفع درجائہ امین یارب العالمین“۔

**احسان عظیم:-** (کرامت، ۸۹) ایک مرتبہ ہمارے ایک ہم جماعت اور دوست صوفی محمد شریف صاحب اپنی مسجد غربی سوہدرہ کی کھوٹی (چھوٹا کھانا، جو چرخی کے ساتھ ہوتا ہے) سے چرخی کی مدد سے ڈول نکال رہے تھے کہ اچانک پاؤں پھسلا اور کھوٹی میں جا گرے۔ پانی گہرا تھا۔ اس وقت مسجد میں کوئی آدمی نہیں تھا۔ مولانا عبدالمجید ”اعلیٰ اللہ مقامہ“ ساتھ دفتر میں کام کر رہے تھے۔ آپ کو جیسے کوئی اشارہ ہوا ہوا باہر نکلے تو ڈول کو کھوٹی میں لٹکا ہوا پایا، آگے ہو کر دیکھا تو صوفی صاحب اس میں گرے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا ڈول پر بیٹھ جاؤ، وہ بیٹھ گئے، آپ نے چرخی گھمانی شروع کی چنانچہ صوفی صاحب دیکھتے ہی دیکھتے باہر آ گئے، حضرت صاحب کی اس نیکی سے صوفی صاحب کی جان بچ گئی، یہ کوئی ۴۲ سال پہلے کی بات ہے مگر صوفی صاحب اب تک مرحوم کا یہ احسان عظیم یاد کر کے انہیں دعائیں دیتے ہیں کہ شکر ہے حضرت صاحب بروقت تشریف لے آئے اور مجھ غریب کی جان بچ گئی۔

### ﴿۱۵﴾ کرامات مولانا حافظ محمد یوسف سوہدروی رحمہ اللہ

**آپ کی انسانوں میں قدر:** (کرامت، ۹۰) آپ حضرت مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ کے سب سے بڑے بیٹے جو علم و حلم، اخلاص و وفا، زہد و تقویٰ، استقلال و استقامت، سادگی و متانت، وارفتگی قرآن و سنت اور حب رسول ﷺ میں اپنی مثال آپ تھے۔ حب رسول ﷺ کا یہ عالم تھا کہ آپ کا کوئی بھی قدم سنت نبوی ﷺ کے منافی نہیں ہوتا تھا اور آپ کے عقائد و اعمال میں اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، نام و نمود اور دکھاوے کا کوئی پتہ نہیں ہی تھا۔ اہل اللہ کے اوصاف اکل حلال، صدق مقال، دنیا سے بے رغبتی، عجبی سے پیار، بے نفسی ”الحب للہ والبغض فی اللہ“ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ زندگی بھر قرآن و حدیث کی لوجہ اللہ تعلیم دیتے رہے۔ ہر مکتب فکر آپ کو احترام و عقیدت کی نگاہ سے دیکھتا تھا، بعض لوگ آپ کو حجۃ اللہ سمجھتے تھے، بریلوی مکتب کے لوگ آپ کو ولی کامل جانتے تھے اور بعض لوگ آپ کے روکنے کے باوجود آپ کے ہاتھ پاؤں چومتے، اور آپ کی ہر طرح سے خدمت بجالاتے تھے، کوئی پھل پیش کرتا، کوئی چائے، کوئی بوتل اور کوئی پاؤں دباتا۔ میں نے یہ سب مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوئے ہیں، کبھی مستان شاہ کی طرف چلے جاتے تو اہل تشیع آپ کو آنکھوں پر بٹھاتے مگر آپ ان باتوں سے دور رہتے تھے اور زیادہ میل جول اور عزت افزائی کو پسند نہ کرتے۔ سوہدرہ اور بیلہ کے سب چوہدری، سب علماء، سب لوگ آپ کا احترام بجالاتے، چوہدری غلام قادر صاحب کو جب کبھی کہیں جانا ہوتا تو آپ کے پاؤں دبا کر جاتے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح کام بن جاتا ہے۔ پتہ چلا ہے کہ آج کل یہ چوہدری صاحب آپ کی قبر کو مٹھی چا پی کر کے جاتے ہیں لیکن یہ غلو ہے بعض دیگر فرقوں کے لوگ وصیت کرتے کہ ہماری نماز جنازہ حضرت حافظ صاحب پڑھائیں۔ سوہدرہ اور تلواڑہ میں آپ کے سینکڑوں ہزاروں شاگرد ہیں۔ جو آپ کی بے حد قدر کرتے ہیں۔

بیلہ کے مولوی فیض احمد صاحب کا خیال تھا کہ آپ جب دعا کرتے تھے تو کام بن جاتا تھا چنانچہ یہ ان سے دعا کروا کے باہر جایا کرتے تھے ایسے اور بھی کافی لوگ ہیں یہ عزت و کرامت ہر کسی کو نہیں ملتی۔ اسی کو ملتی ہے جو رب کا ہو جاتا ہے۔

**آپ کا جنوں میں احترام:-** (کرامت، ۹۱) جن بھی آپ کی عزت کرتے تھے، ایک مرتبہ ملک غلام باری کی بیٹی کو جنوں کی شکایت ہو گئی۔ مولوی علم الدین صاحب، حکیم علی اصغر صاحب وغیرہ آئے مگر فرق نہ پڑا۔ جن نے بول کر کہا کہ حافظ محمد یوسف صاحب کو بلاؤں میں چلا جاؤں گا۔ چنانچہ اس نے آپ سے قرآن مجید کا کچھ حصہ پڑھنے کی فرمائش کی۔ اس نے آپ سے قرآن مجید سنا، پھر وہ نکل گیا۔

ایک مرتبہ لاہور ملکہ نور جہاں کے مزار کے قریب رہنے والا جن حضرت حافظ صاحب کی ملاقات و زیارت کیلئے آیا اور تقریباً وہ آدھا گھنٹہ تک موصوف سے بات چیت کرتا رہا۔ یہ تقسیم ملک کے وقت کی بات ہے یہ واقعہ آپ نے خود مجھے سنایا اور پوری گفتگو سنائی۔ یہ گفتگو

دوسری کتاب میں احاطہ تحریر میں آئے گی۔ (انشاء اللہ)

آپ سے کئی مرتبہ سیر کے دوران جنات ملاقات کرتے اور باقاعدہ السلام علیکم کہتے۔ یہ تینوں باتیں خود والد صاحب سے میں نے سنی ہیں، ایک مرتبہ آپ نے مجھ سے نشانہ ہی کرتے ہوئے فرمایا کہ فلاں فلاں جگہ جنات رہتے ہیں اور اتنے اتنے رہتے ہیں لیکن وہ جنات آپ کا احترام بجالاتے تھے اور آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچاتے تھے۔

**ایک عجیب واقعہ:-** (کرامت، ۹۲) ایک مرتبہ منگو کی ضلع شیخوپورہ سے محمد اسلم ولد مولوی امان اللہ سوہدرے آیا اور کہا کہ مجھے دو ایک سال سے جنات کا عارضہ ہے۔ تین جنات ہیں جو میرے ساتھ رہتے ہیں، اگرچہ وہ مجھے تکلیف نہیں دیتے مگر پھر بھی وہ دوسری مخلوق ہے آخر طبیعت پر بوجھ تو رہتا ہے میں بہت گھوما پھرا ہوں مگر وہ مجھے نہیں چھوڑتے۔ اب آپ کے پاس آیا ہوں کیونکہ انہوں نے خود کہا ہے کہ سوہدرے کے حافظ محمد یوسف صاحب سے ملو وہ جس طرح فرمائیں گے ہم اس طرح ہی کریں گے۔ صبح کے وقت جب وہ آدمی آیا اس وقت میں بھی حضرت والد گرامی کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ نے اپنی معذرت کی اور مجھے جانے کا کہا چنانچہ میں وہاں گیا لیکن الحمد للہ تین روز وہاں رہا تین روز اسے مطلق شکایت نہ ہوئی۔ وہاں کے لوگوں نے اسلم کی تصدیق کی اور بڑے بڑے عجیب اور حیران کن واقعات بتائے۔

**دعا کی قبولیت، رزق کے غیبی اسباب:-** (کرامت، ۹۳) ایسے متعدد افراد ہیں کہ حضرت حافظ صاحب کی دعا کی برکت سے ان کے مسائل حل ہو گئے۔ بعض کو اولاد مل گئی، بعض کو دولت، بعض کو عزت، بعض کو ملازمت ”علیٰ هذا القیاس“ بہت سے لوگ نزدیک و دور سے اب ہمارے پاس آتے ہیں ہم وہی حضرت حافظ صاحب مرحوم کے بتائے اور سکھائے ہوئے وظائف استعمال میں لاتے ہیں رب تعالیٰ اکثر شفاء عطا فرمادیتا ہے۔ سوہدرے کے ایک ملک محمد یوسف ٹھیکیدار کی والدہ کا کہنا تھا جب بھی میں نے آپ سے دعا کروائی میرا مسئلہ حل ہو گیا۔ کراچی کے ملک ظفر صاحب کی والدہ مرحومہ کا بھی یہی خیال تھا کہ آپ کی دعا اثر رکھتی ہے، چنانچہ اللہ نے ان کی غربت ایسی ختم کر دی کہ لاکھوں کروڑوں میں کھینے لگے اور اللہ نے ان پر اپنے رزق کے دروازے کھول دیئے۔

**آپ کی ایک کرامت:-** (کرامت، ۹۴) جب کبھی بارش نہ ہوتی اور قحط کا سماں ہوتا تو آپ نماز استسقاء ادا فرماتے۔ اللہ تعالیٰ اکثر اسی روز بارش نازل فرمادیتے۔ بہت دفعہ آپ کی دعا سے ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگتیں۔ بہت سے لوگ آپ کی والہانہ دعا کو دیکھ کر کہتے اب دعا عرش پر پہنچ چکی ہے۔ آپ کو بکثرت مسنون دعائیں یاد تھیں، اتنی دعائیں کم ہی کسی کو یاد ہوں گی، آپ بڑے سوز و گداز سے ان کو پڑھا کرتے تھے، آپ اکثر قنوت نازلہ پڑھتے تھے، آپ آخر عمر میں نجیف ہو چکے تھے مگر باوجود کمزوری کے جب آپ دعاؤں میں مصروف ہو جاتے تھے تو ذرا نہیں تھکتے تھے، لیکن آفرین آپ کے مقتدیوں پر وہ بھی آپ کی لمبی دعاؤں سے نہیں اکتاتے تھے۔ اور شوق سے پیچھے کھڑے رہتے تھے۔

**نگاہ کی پاکیزگی:-** آپ کی نظر کافی کمزور تھی مگر پھر بھی آپ ہمیشہ نظر بھکا کر رکھتے۔ آپ نے کبھی امرد (بغیر داڑھی کے بچے) اور عورت کو آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا اور اس بات کا ہر فرد شاہد ہے، آپ کی اسی برس عمر تھی پوری زندگی آپ نے اس کی پابندی فرمائی جس طرح آپ بڑھاپے میں تھے جوانی میں بھی اسی طرح پاکباز تھے۔ اس بات کا پورا علاقہ شاہد ہے ایسی مثالیں آپ کو شاید ہی کہیں نظر آئیں۔

**دعا میں تاثیر کے بنیادی اسباب:-** (کرامت، ۹۴) ایک مرتبہ کوئی عورت آپ کے مطب پر آپ سے دو لینے آئی اور ساتھ ساتھ باتیں بھی کرتی جاتی، آپ خاموش رہے بالآخر عورت نے کہا شاید آپ نے مجھے نہیں پہچانا۔ آپ نے کہا: بی بی! جس شریعت کو ہم مانتے ہیں اس میں مرد کیلئے غیر محرم عورت کو دیکھنا حرام ہے جب میں تجھے دیکھتا ہی نہیں پہچان کیسے ہو سکتی ہے؟ تم نہ میرا وقت ضائع کرو نہ اپنا۔ دو لو اور جا کر مریض کو کھلاؤ اللہ شفا دینے والا ہے اور یہاں بیٹھ کر اپنا وقت ضائع نہ کرو اور زیادہ بولنے سے احتیاط کیا کرو کیونکہ انسان جو بولتا ہے فرشتے لکھ لیتے ہیں۔ ایک ولی اللہ کیلئے ایمان اور تقویٰ بنیادی شرائط ہیں اور تقویٰ میں اکل حلال، صدق مقال، زہد، کم خوری، استغناء، دل و دماغ، نظر اور شہوت پر قابو پانا بنیادی اعمال ہیں۔ آپ کو حق تعالیٰ نے یہ سب اوصاف بدرجہ اتم ودیعت فرما رکھے تھے۔ یہی وجہ ہے جو آپ کی دعا اور دم جھاڑ میں اثر تھا۔

بندہ کو دو ایک بار جسمانی خارجی معمولی سی تکالیف کا احساس ہوا۔ میں نے حضرت والد گرامی سے دم کروایا اللہ نے اسی وقت شفاء عطا فرمادی۔ اور کمال یہ کہ وہ تکلیف تا امروز دوبارہ نہیں ہوئی۔ دوسرے آپ کے دم کی جو ٹھنڈک بچنی اور سکون نصیب ہوا اس کا تصور بھی سکون بہم پہنچا دیتا ہے۔

**جانور بھی بات مانتے تھے:**۔ (کرامت، ۹۵) بہت سے لوگ جانوروں کیلئے چارہ، آٹا وغیرہ دم کروانے آتے آپ دم کر کے دیتے، اللہ تعالیٰ جانوروں کو شفا دے دیتا۔ تو اڑے کا ایک شخص میرے پاس آیا وہ بیان کرنے لگا کہ میری گائے دودھ نہیں دے رہی تھی میں حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی گزارش پیش کی آپ نے فرمایا ”اس کے کان میں میرا پیغام دینا کہ حافظ صاحب کہتے ہیں ”اب دودھ دینا شروع کر دے“ اس آدمی نے خود مجھ سے کہا: میں نے حضرت حافظ صاحب کی طرف سے گائے کے کان میں یہی پیغام دیا۔ چنانچہ اس نے دودھ دینا شروع کر دیا۔ میں نے کہا سچ کہہ رہے ہو اس نے کہا: اللہ جانتا ہے سچ کہہ رہا ہوں۔

**چند عجوبات:**۔ (کرامت، ۹۶) آپ نے جو حج کیا وہ بہت مخفی کیا۔ یعنی اس کی کسی کو کانوں کان خبر نہیں تھی جاتے اور آتے سوائے آپ کی گرامی قدر اہلیہ صاحبہ کے کسی کو پتہ نہ تھا، میرا اندازہ ہے آپ کے ذی منزلت والد صاحب کو بھی پتہ نہیں تھا۔

**اخٹائے اعمال کا جذبہ:**۔ جب ۱۹۵۱ء میں آپ حج پر گئے ان دنوں اب زم زم پر کوئی ٹیوب ویل نہیں تھا کنویں کا پانی جلد ختم ہو جاتا تھا، بہت سے لوگوں کو پانی ملتا تھا اور بہت سے لوگ محروم رہ جاتے تھے۔ مگر آپ کبھی محروم نہ رہے روزانہ آپ کو وافر پانی ملتا رہا۔

**متبرک جگہ نماز کی چاہت:**۔ آپ کی خواہش تھی کہ اللہ کرے کبھی خانہ کعبہ کے اندر نماز ادا کرنے کا موقع مل جائے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ خواہش بھی پوری فرمائی اور آپ کو خانہ کعبہ کے اندر نماز ادا کرنے کا موقع مل گیا۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ اندر جانے کا بادشاہوں اور شہزادوں اور بڑے خاص قسم کے لوگوں کو ہی موقع ملتا ہے۔ کوئی دوسرا اندر جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

**لاڈلے ولی کا نرالا انداز:**۔ (کرامت، ۹۷) ایک مرتبہ وہیں بیت اللہ میں آپ کا تھیلہ گم ہو گیا جس میں علاوہ اور چیزوں کے آپ کا چشمہ بھی تھا وہ چشمہ اسپیشل بنوانا پڑتا تھا، کیونکہ حد سے زیادہ نظر کا کام کر کے نظر کافی کمزور ہو چکی تھی۔ وہ دو نمبروں کے شیشے پگلا کر تیار ہوتا تھا، اس چشمے کے گم ہونے سے آپ کو بہت پریشانی لاحق ہوئی، تلاش بسیار کے باوجود وہ تھیلہ آپ کو نہ ملا اور ایک طرف بیٹھ گئے کام نہ چلتا تھا، آپ نے محزون و مجبور حالت میں اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہا ”اے احکم الحاکمین! اگر آپ سچے ہیں اور یہ بیت اللہ آپ کا گھر ہے تو میرا تھیلہ مجھے و لو ادیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان آپ نے بعد میں ادھر ادھر ہاتھ پھیرا تو تھیلہ آپ کے ہاتھ میں تھا کوئی اعتراض نہ کر دے۔ دراصل یہ ایک رب کے دوست کا اپنے رب سے ناز کا انداز ہے۔

**رب آپ کی خواہش کا خیال فرماتا:**۔ (کرامت، ۹۸) آپ نے بیان کیا۔ ایک بار میں اللہ کی مخلوق کو دیکھنے چڑیا گھر گیا جب مور کو دیکھا تو میرے دل میں خیال آیا کہ کب یہ اپنے پر کھول کر چلے تاکہ میں اسے اس حالت میں دیکھوں اللہ کی قدرت اسی وقت اس نے اپنے پر کھول دیئے۔ کئی بار ایسا ہوا ادھر خواہش کی ادھر اللہ تعالیٰ نے پوری فرمادی۔ اس طرح آپ کی دعا تھی۔ ”اے اللہ! مجھے مقروض اور کسی کا محتاج نہ رکھنا“۔ چنانچہ آپ کی یہ دعا حرف بحرف پوری ہوئی اور آپ کو پوری زندگی کسی سے ایک روپے تک کا قرض نہ لینا پڑا نہ مالی طور پر کسی کے محتاج ہوئے۔

**آپ اور قرآن:**۔ (کرامت، ۹۹) ملک بشیر صاحب کا بیان ہے، مسجد میں کوئی حافظ نہ تھا، آپ کے والد گرامی تراویح میں ہاتھ میں قرآن مجید پکڑ کر سنایا کرتے تھے۔ ایک بار ماہ رمضان المبارک سے چھ ماہ قبل آپ کے والد گرامی نے فرمایا: اگر تم حافظ قرآن ہو جاتے تو کتنی اچھی بات تھی یہ سن کر آپ نے قرآن حفظ کرنا شروع کر دیا۔ اللہ کے فضل سے چھ ماہ میں قرآن مجید حفظ کر کے رمضان المبارک میں مصلیٰ سنا دیا۔

**نماز سے محبت:** (کرامت، ۱۰۰) ملک محمد بشیر صاحب پان والے کہتے ہیں میں میوہ ہسپتال لاہور میں زیر علاج تھا، میرا بھگند رکا آپریشن تھا۔ آپ بھی اسی ہسپتال میں داخل تھے اور دوسرے بستر پر صاحب فرماں تھے، آپ کو گردوں کی تکلیف تھی، میں دل میں نماز کے

بارے میں غور کر رہا تھا کہ کیا کروں۔ میرا رجحان یہ ہو رہا تھا کہ ہسپتال سے فارغ ہونے کے بعد میں ساری نمازیں، اکٹھی پڑھ لوں گا وغیرہ۔ یہ میں سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت حافظ صاحب فرمانے لگے: بشیر بھائی! دیکھو نماز ہرگز ترک نہ کرنا، نہ مؤخر کرنا، جس طرح بھی ہو سکے ساتھ ساتھ یہ فریضہ ادا کرتے جانا، خواہ لیٹ کر پڑھ لو، خواہ اشارے سے پڑھ لو۔ بس! پڑھ ضرور لو۔ میں نے کہا: بہت بہتر چنانچہ میں ان کی ہدایت کے مطابق الحمد للہ سب نمازیں ادا کرتا رہا۔

آپ کو چند باتوں سے بہت پیار تھا بروقت اذان دینا، باجماعت نماز ادا کرنا، قرآن وحدیث کی تدریس اور اسلام کی دعوت تبلیغ کرنا آپ سب شاگردوں کو ان کی حفاظت کی تلقین فرماتے رہتے تھے فرمایا کرتے تھے جس مسجد میں یہ امور سرانجام دیئے جاتے ہوں سمجھ لو وہ صحیح طور پر آباد ہے۔ الحمد للہ یہ کام آپ کی بابرکت زندگی میں بھی ہوتے رہے اور آپ کے بعد بھی ہو رہے ہیں اللہ استقامت عطا فرمائے۔ (آمین)۔

**علاقے کا سب سے بہتر نیک انسان:** (کرامت، ۱۰۱) ملک نواب خان نوشہروی مرحوم بہت نیک دل انسان تھے ان کا بیان ہے کہ میں سوہدرہ کے سب سے بہتر اور سب سے نیک آدمی کا پتہ کرنا چاہتا تھا کہ کون ہے تاکہ اس نیک ترین انسان (یعنی ولی اللہ) سے گہرا رابطہ رکھوں اور اس کی مجلس اختیار کروں۔ لیکن کیسے پتہ کرو کیونکہ یہاں بڑے بڑے اچھے لوگ بستے تھے، مگر ہر ایک کے باطن اور صحیح مرتبہ کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے، کہتے ہیں: میں اسی فکر میں تھا کہ ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ وسیع و عریض میدان ہے، بے شمار لوگ ہیں ایک جانب بہت بڑا اور اونچا اسٹیج لگا ہوا ہے اس پر سب سے نمایاں اور سب سے اونچی جگہ پر حضرت محترم حافظ محمد یوسف صاحب سوہدروی رحمہ اللہ نظر آئے باقی سب نیچے اور اسٹیج کے آس پاس کھڑے تھے یہ پیارا خواب دیکھ کر میرے دل و دماغ کو سکون حاصل ہوا کیونکہ میرے سوال کا مجھے جواب مل چکا تھا۔ کہ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے بہتر انسان مجھے بتا اور دکھا دیا۔ چنانچہ ملک نواب دین صاحب نوشہروی مرحوم نے خوشی خوشی اپنا یہ خواب نہ صرف حضرت والد گرامی حضرت حافظ محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ کو بتایا بلکہ اپنے گھر میں بھی افراد خانہ سے اس کا ذکر کیا۔ ملک نواب دین صاحب نوشہروی کا یہ خواب مجھے محترمہ والدہ صاحبہ نے بھی بتایا اور موصوف کے بیٹے ملک محمد یوسف نوشہروی مرحوم نے بھی بتایا شاید یہی وجہ ہے کہ نوشہروی خاندان کو حضرت حافظ محمد یوسف صاحب سوہدروی سے والہانہ عقیدت تھی۔

**تقویٰ و پاکیزگی:** (کرامت، ۱۰۲) آپ نے تکبیر اولیٰ کبھی ضائع نہ ہونے دی۔ ہمیشہ باجماعت نماز کا اہتمام کرتے بہت سے لوگوں کے کام آتے مگر آپ نے کسی سے نہ کوئی کام لیا نہ قرض آپ نے متعدد افراد کو قرض دیا مگر آپ کا ریکارڈ ہے آپ نے پوری زندگی کسی سے قرض نہیں لیا، ایک نوجوان کو تعلیم کیلئے رقم کی ضرورت پڑ گئی تھی، تھا وہ بہت غریب، آپ نے اس کا مالی ہاتھ بٹایا۔ آپ کی اعانت سے اس نے ایف اے کیا، پھر بی اے اور ایم اے کیا، پہلے لیکچرار ہوا پھر پروفیسر بن گیا، اس نے دین و دنیا میں بہت ترقی کی۔ ایک اور شخص آیا کہ میں بہت غریب آدمی ہوں اگر مجھے آٹھ ہزار روپے مل جائیں تو میں فلاں قطعہ زمین خرید کر اس میں اپنا کام کر سکتا ہوں۔ آپ نے اسے یکمشت = 8000 روپے دے دیے اور کہا تم مجھے ہر ماہ ایک سو روپیہ واپس کرتے جانا۔ اس وقت کا 100 آج کل کے ایک ہزار روپے سے زیادہ تھا، اس کی یہ جگہ اس وقت 3 لاکھ سے کم نہ ہوگی۔ پھر یہ کہ جن سے تعاون فرمایا ان سے آپ کو کوئی غرض نہ تھی اسے کہتے ہیں بے لوث تعاون، اس آدمی نے یہ بات مجھ سے کی اور کہا: آپ نے تاکید کی تھی کہ اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا اندازہ لگائیں یہ کتنا بڑا ایثار ہے۔ دور حاضر میں ایسی مثالیں آپ کو بہت کم نظر آئیں گی۔

پوری زندگی تدریس اور امامت و خطابت بلامعاوضہ کرتے رہے، اس سلسلے میں آپ نے نہ کبھی پیسے کا مطالبہ کیا نہ کبھی کسی سے امید رکھی۔ آپ اپنے والدین کے بہت خدمت گزار تھے، روزانہ بعد از نماز مغرب والد صاحب کو دبا یا کرتے تھے۔ لکھائی پڑھائی ہو یا کچھ اور ان کا ہر کام تا آخر خوشی سے کرتے رہے۔ ایف اے عہد کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو آپ نے شہر میر آباد میں کسی شخص سے کسی کام کیلئے ملاقات کی دن اور وقت طے کیا مگر اللہ کی قدرت اس روز تیز بارش شروع ہو گئی، جوانی کا وقت تھا آپ نے بانیسکل لی اور تیز برستی بارش میں عین وقت پر اس کے پاس پہنچ

گئے۔ وہ منتظر شخص حیران رہ گیا کیونکہ ایسی مثال اس نے دیکھی ہی نہیں تھی۔

**فقر انکساری سے رغبت:**۔ اگر آپ چاہتے تو آپ کے ارد گرد دولت کی ریل پیل ہوتی رہنے کیلئے بنگلہ ہوتا، سواری کیلئے گاڑی ہوتی، بازار میں دوکانیں، شہروں میں پلاٹ اور بیسیوں ایکڑ زرعی اراضی ہوتی۔ اور آگے پیچھے خادم و ملازم بھاگتے نظر آتے، رئیسانہ ٹھاٹھ باٹھ ہوتی، مگر آپ نے کسی ایک چیز کو بھی پسند نہ کیا۔ اور اگر پسند کیا تو فقر و انکسار کو پسند فرمایا کیونکہ یہی سنت شاہ کونین ؒ ہے۔

**کھانے میں احتیاط:**۔ (کرامت، ۱۰۳) آپ نے رزق حلال کا بہت خیال رکھا۔ حلال رزق کمایا اور اپنے اہل و عیال کو بھی حلال ہی کھلایا آپ بڑے اچھے طبیب تھے اور اپنے ہاتھوں سے دوائیں کوٹ پیس کر مریضوں کو دیتے تھے۔ میں نے آپ کو کام کرتے کرتے پسینہ چھوٹتے دیکھا ہے میں نے کسی طبیب کو اتنی محنت کرتے نہیں دیکھا۔ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کو بے حد پسند ہیں اسی لیے تو آپ کو مرتبہ قبولیت اور منزل قرب حاصل ہوئی اللہ تعالیٰ ہمارے خواص و عوام کو بھی ایسا ہی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

**آپ کو خراش تک نہ آئی:**۔ (کرامت، ۱۰۴) ایک دفعہ آپ بغرض علاج اسلام آباد تشریف لے گئے بہت سادہ لباس اور بڑے کمزور تھے اور بینائی بھی کمزور تھی، ٹرین میں رش کی وجہ سے سیٹ نہ ملی۔ وہیں دروازے میں بیٹھ گئے، آپ کا جسمانی بیلنس صحیح نہ رہا اور اچانک گاڑی سے نیچے گر گئے۔ کسی نے زنجیر کھینچ دی کچھ آگے جا کر گاڑی رک گئی لوگوں نے یقین کر لیا کہ گرنے والا بزرگ آدمی مارا گیا۔ لیکن اللہ کی قدرت سے آپ صحیح سالم رہے اور آپ کو خراش تک نہ آئی۔ آپ نے بتایا میں اٹھنا چاہتا تھا مگر اوپر سے جیسے مجھے کسی نے دبا رکھا تھا اور نیچے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے بستر بچھا رکھا ہو۔

آپ نے یہ واقعہ کسی کو نہ بتایا جب غالباً ۸۸ء میں میرے پاس کوئٹہ تشریف لائے تو مجھے بتایا ایک روز اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے کہنے لگے: مجھے یوں لگتا تھا جیسے مجھے کسی نے لٹا کر اوپر سے دبا رکھا ہو جب گاڑی پوری گزر گئی تو وہ دباؤ اور گرفت دور ہو گئی اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

**آپ کی وظیفے کی برکت:**۔ (کرامت، ۱۰۵) مولوی عطاء اللہ صاحب ٹیچر مشن ہائی سکول وزیر آباد کا بیان ہے۔ ایک مرتبہ اچانک مجھ پر مقدمات کی ابتلاء ہو گئی جس سے میں کافی پریشان تھا، دن رات ادھر ہی دھیان رہتا تھا کہ کسی طرح ان ناگہانی مصیبتوں سے میری جان چھوٹ جائے۔ مولوی صاحب کہنے لگے: ایک روز میں حضرت حافظ محمد یوسف صاحب سوہدروی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا دکھڑا بیان کیا کیونکہ میری نظر میں دور دور تک آپ سے بہتر کوئی شخص نہ تھا۔ آپ نے مجھے یہ وظیفہ بکثرت پڑھنے کیلئے بتایا ”حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر“ چنانچہ میں نے یہ وظیفہ کثرت سے پڑھنا شروع کر دیا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کچھ ایسا کرم کر دیا اور دنوں میں مقدمات کی پریشانیوں سے جان چھوٹ گئی اور میرا جسم پھول کی طرح ہلکا ہو گیا۔

**انتہائی سادگی:**۔ (کرامت، ۱۰۶) آپ نے پوری زندگی کبھی قیمتی لباس، قیمتی ٹوپی، قیمتی جوتا اور قیمتی چھڑی استعمال نہیں کی۔ آپ کا کھانا تکلفات سے مبرا ہوتا تھا۔ کبھی ہاتھ والی گھڑی نہیں لگائی۔ کبھی پگڑی استعمال نہیں کی کیونکہ اس میں شملہ اور طرہ کفنی ہوتی ہے اور مالک لگانی پڑتی ہے، غسل کے لئے کبھی ولایتی صابن استعمال نہیں کیا، شیمپو یا پرفیوم کا آپ کو پتہ ہی نہیں تھا کہ کیا ہوتی ہے، ایک مرتبہ والدہ محترمہ نے آپ کے کپڑے استری کر دیئے جس پر آپ سخت ناراض ہوئے اور کپڑے کچل کر چرڑ مرڑ کر کے یعنی یہ کہ اچھی طرح استری توڑ کر پھر پہننے، میں نے کبھی انہیں اچھی اور قیمتی چیزیں کھاتے نہیں دیکھا، آپ نے پوری زندگی مسند کے پیچھے تکیہ نہیں رکھا، کبھی چلتے وقت جوتے بدل جاتے یعنی دایاں جوتا بائیں پاؤں میں اور بائیں جوتا دائیں پاؤں میں، اسی طرح سینے کے بٹن کھلے ہیں تو کھلے ہیں، سر پر گاہے کپڑے کی معمولی ٹوپی گاہے تکیوں کی اور آخری عمر میں عموماً ننگے سر رہتے، باہر نکلے ہوئے جب تھک جاتے تو گھروں کے تھڑے پر بیٹھ جاتے کبھی کھیل تماشا نہیں

دیکھا، سونے کی چار پائی عموماً کھری ہوتی۔ کبھی چار پائی پر کبھی زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے، پوری زندگی گھر میں میک اپ کا سامان نہیں لائے۔ آپ اپنے اہل و عیال کیلئے بھی سادگی کو پسند کرتے، آپ نے کبھی انگوٹھی نہیں پہنی، آپ کے آنے جانے کے لئے ایک بائیسکل تھی وہ بھی سادہ تھی غرض آپ میں انتہائی سادگی تھی۔ لیکن زیرک اور دانالائق اور صاحب فضل و کمال اتنے کہ جس کی کوئی انتہا ہی نہیں۔

**عبادت و ریاضت:-** (کرامت، ۱۰۷) آپ ہر وقت ذکر الہی کرتے رہتے تھے۔ درود شریف کے بہت قائل تھے، بکثرت درود پڑھتے اور دوسروں کو بھی اکثر درود شریف پڑھنے کا کہتے رہتے تھے اور جو وقت ملتا تو قرآن کی تلاوت کرتے اور دن رات کثیر نوافل پڑھتے نماز تہجد اشراق اور نماز تسبیح تقریباً روزانہ پڑھتے، روزے بکثرت رکھتے، ان کے روزوں کا کوئی اندازہ ہی نہیں، آپ ہمیشہ اعتکاف میں بیٹھتے۔ آپ زندگی میں ۶۳ مرتبہ اعتکاف میں بیٹھے اور اعتکاف میں آپ کا ایک خاص ٹائم ٹیبل ہوتا تھا، جس پر آپ بڑی پابندی سے عمل کرتے تھے آپ گھر و اہل و عیال سے ملکر مسجد آجاتے اور عید کی رات ہمیشہ مسجد میں گزارتے حالانکہ یہ رات معتکفین (یعنی اعتکاف بیٹھنے والوں) کیلئے مسجد میں گزارنا بہت مشکل ہوتا ہے اور صبح عید کے روز گھر تشریف لے جاتے۔ آپ نماز نفل میں کافی لمبا قیام فرماتے اور نہایت سکون سے نماز پڑھتے آخری عمر میں زیادہ کھڑے نہیں ہو سکتے تھے تو بیٹھ کر نفل پڑھتے اور نفل کبھی ترک نہیں کئے، ہمیشہ پاک صاف رہتے، آپ کی زندگی دیکھ کر ہی کافی لوگوں کی کایا پلٹ گئی۔

**زہد و استغناء:-** (کرامت، ۱۰۸) آپ کا مکان بے حد بوسیدہ اور تنگ و تاریک تھا۔ حضرت دادا جان رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان کے ملحق مکان سے کچھ حصہ ملا بندہ اور والدہ محترمہ کے اصرار پر تھوڑی ادھیڑ بن کر ناپڑی۔ آپ مزدوروں کو روزانہ پیسے دیتے تھے۔ تاکہ بمطابق حدیث نبوی ﷺ ان کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے انہیں مزدوری مل جائے۔ مزدوروں کوئی چور قسم کے تھے، ایک روز انہوں نے نظر بچا کر چوبیس ہزار روپے کی خطیر رقم چوری کر لی۔ خیر کمرے تو تعمیر ہو گئے مگر اس بات کا کسی طرح باہر بھی پتہ چل گیا ایک چوہدری صاحب جو اس وقت بڑے اثر والے تھے اور حضرت حافظ صاحب سے بڑی عقیدت رکھتے تھے، انہوں نے بذریعہ پولیس چوروں سے پوری رقم نکلوا کر حضرت والد صاحب کو بھجوا دی۔ جب یہ رقم حضرت والد گرامی کی خدمت عالیہ میں پیش کی گئی تو آپ بہت برم ہوئے کہ یہ رقم کیوں لائے ہو؟ میں نے تو یہ آخرت کیلئے رکھی تھی۔

اس وقت مذکورہ رقم آج کل کے حساب سے ایک لاکھ روپے سے کم نہ ہوگی۔ یہ واقعہ بتا رہا ہے کہ آپ کو حد درجہ زہد، حد درجہ استغناء اور حد درجہ ہمدردی اور حد درجہ آخرت پر یقین تھا۔ اس دور میں ایسی مثالیں تلاش کرنا آسان نہیں۔

**ایشیا رقبانی:-** (کرامت، ۱۰۹) آپ کے قوی اور خصوصاً نظر جب زیادہ کمزور ہوگی تو آپ نے مین بازار میں مطب کرنا چھوڑ دیا اور اپنے والد گرامی حضرت مولانا عبدالجید سوہدروی رحمہ اللہ کے دفتر میں منتقل ہو گئے۔ جہاں مرحوم اخبار، کتب، رسائل اور ادویات کا کام کرتے تھے ان کی نشست کرسی پر تھی مگر آپ نے بازار و مطب کی طرح یہاں بھی فرش کی نشست گاہ ہی کو پسند کیا۔ مین بازار میں آپ کی اپنی ذاتی دوکان تھی جو آپ نے نیلامی میں خریدی تھی، لیکن وہ دوکان آپ نے اپنے کمزور اور غریب بہنوئی صاحب کو اصل قیمت خرید میں دے دی تھی۔ اور کافی سال ان کے کرایہ دار بن کر دوکان کرتے رہے، جب آپ کے بہنوئی صاحب کا موڈ کام کرنے کا ہوا تو والد گرامی نے فوراً دوکان ان کے حوالے کر دی اور اپنا مطب بازار میں دوسری جگہ منتقل کر لیا۔ جس کا کرایہ آپ کے عقیدت مند ملک نواب خان نوشہروی رحمہ اللہ کے فرزند ملک محمد یونس مرحوم ادا کر دیتے تھے اور یہ بات بھی انہوں نے حضرت والد صاحب سے منت کر کے منوائی۔ اس نیکی کا صلہ اللہ تعالیٰ نے ملک محمد یونس صاحب کو یہاں بھی دیا اور اس قدر خوشحال کر دیا کہ سبحان اللہ اور وہاں بھی دے گا۔ انشاء اللہ۔

**یہ کرامت نہیں تو اور کیا ہے!!** (کرامت، ۱۱۰) اب والد صاحب یہاں آبائی دفتر میں کام کرنے لگے کچھ آپ کو پیسوں سے محبت نہیں تھی اور کچھ آپ کی نظر کمزور تھی، جو پیسے سنبھالتے، گاہے نوٹ زمین پر ادھر ادھر بکھرے پڑے رہتے۔ آپ کے ایک شاگرد صوفی محمد بشیر ساکن تلواڑہ جب آپ سے قرآن مجید پڑھنے کیلئے آتے تو وہ نوٹ آپ کو اکٹھے کر کے دیتے۔ یہ بات صوفی صاحب نے مجھے خود بتائی کسی طرح اس



بات کا چند شریر لڑکوں کو پتہ چل گیا۔ ایک روز انہوں نے نظر بچا کر تم چوری کر لی۔ کتنی رقم تھی اس کا علم نہیں، انہوں نے وہ رقم اڑانے کیلئے بازار کا رخ کیا مگر جب جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہ پیسے سنپولے (چھوٹے سانپ) بن چکے تھے، دوسرے نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس کے پیسے بھی سنپولے بن گئے تھے۔ تیسرے کے ساتھ بھی اسی طرح ہوا وہ گھبرا گئے مگر انہیں سمجھ آگئی کہ ہم نے حضرت حافظ صاحب کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ واپس آ کر وہ سنپولے اسی کمرے میں رکھنا چاہے تو وہ دوبارہ پیسے بن گئے اور وہ انہیں وہیں پھینک کر بھاگ گئے۔ یہ بات ایک چور نے اپنے ایک دوست کو بتائی۔ اس نے اپنی والدہ کو بتائی وہ ہمارے ملنے والی تھی اس کا نام سرداراں تھا۔ سرداراں نے یہ بات مجھے بتائی اس وقت میرے ساتھ دو ایک اور بھی عزیز تھے۔ ان کو بھی اسے واقعے کا علم ہے۔ والد صاحب بھی زندہ تھے اس بات کو ہم نے نہیں پھیلا یا کیونکہ حضرت والد گرامی اس بات کو پھیلا نا ہرگز پسند نہیں کرتے تھے۔

**آپریشن کے دوران تلاوت قرآن:-** (کرامت، ۱۱۱) آخری ایام میں آپ کو مختلف جسمانی عوارضات نے درجہ وار اپنی لپیٹ میں لینا شروع کر دیا۔ ان عوارضات میں ایک پیشاب کا عارضہ تھا۔ آپ کو میوہسپتال لاہور میں لے جایا گیا۔ ڈاکٹر نے مٹانے کا آپریشن کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ ایک روز آپ کو آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا جب آپ کو آپریشن کے بعد واپس بیڈ پر لایا گیا تو ہم نے آپ کا حال پوچھا تو فرمایا عین آپریشن کے وقت میری زبان پر قرآن مجید کی یہ آیت جاری ہوگئی ”حسبی اللہ لا الہ الاہو علیہ توکلت و ہورب العرش العظیم“ (توبہ: ۱۲۹) اور الحمد للہ مجھے آپریشن کے دوران ذرا خوف یا گھبراہٹ یا کوئی تکلیف لاحق نہ ہوئی۔

**اورادو وظائف:-** آپ ہمہ وقت ذکر الہی میں مشغول رہتے اور ہمیشہ اللہ کا شکر ادا کرتے آپ کی زبان اقدس پر اکثر یہ جملہ رہتا ”الحمد لله على كل حال“ یعنی دکھ سکھ تنگی ترشی، صحت اور بیماری ہر حالت میں اللہ کا شکر ہے۔

**ذکر اللہ سے رغبت:-** آپ ہمیشہ دوسروں کو بھی تلقین فرماتے کہ فضول بولنے سے چپ رہنا بہتر ہے۔ اور چپ رہنے سے ذکر الہی کرنا بہتر ہے، آپ فرمایا کرتے کہ کثرت سے ذکر الہی کرو اس سے سکون بھی ملے گا اور اچھے ہوئے مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔ ایک مرتبہ آپ کی سوہدرہ والی ہمیشہ صاحبہ نے پوچھا مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ فرمایا کثرت سے ”اللہ اللہ“ پڑھو۔ آپ کا کوئی وقت ذکر الہی کے بغیر نہیں ہونا چاہیے آپ جس قدر زیادہ ذکر کریں گی اسی قدر آپ کے حق میں بہتر ہوگا۔

**بہن کی تنگی کا آسودگی میں بدل جانا:-** (کرامت، ۱۱۲) آپ کی دلاور والی ہمیشہ صاحبہ نے بتایا۔ شروع شروع میں ہمارے گھر میں تنگ دستی تھی میں پریشان رہتی تھی ایک روز میں نے کہا: بھائی جان! ہاتھ تنگ رہتا ہے ایسا کوئی وظیفہ بتائیں جس سے یہ مسائل حل ہو جائیں آپ نے کہا یہ پڑھا کرو ”یا اللہ یا احد یا صمد یا باسط“ اور اول و آخر ابارد و براہمی پڑھ لیا کرو آپ کہتی ہیں جب سے میں نے یہ وظیفہ شروع کیا اللہ تعالیٰ نے رزق کی فراوانی کر دی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے دن پھر گئے۔ آپ کی یہی ہمیشہ صاحبہ بتاتی ہیں مجھے جسم میں درد رہنے لگا تھا، میں نے کہا: بھائی جان! مجھے اس کا کوئی علاج بتائیں۔ آپ نے فرمایا: یہ دعا پڑھتی جاؤ اور درد والی جگہ پر ہاتھ پھیرتی جاؤ۔ دعایہ ہے ”اعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما اجدوا حاذر“ آپ فرماتی ہیں الحمد للہ اس دعا سے مجھے کافی فائدہ ہوا۔

**رات کی تاریکی میں نور کی شعاع:-** (کرامت، ۱۱۳) سوہدرہ کے حاجی عبدالغنی زرگر مرحوم کی بڑی بیٹی نواب بیگم مرحومہ کا بیان ہے کہ میں ایک رات اپنے مکان کی چھت پر چڑھی تو حضرت حافظ صاحب کے گھر سے ایک نورانی شعاع آسمان کی طرف دور تک جاری رہی تھی میں حیران تھی کہ یہ شعاع کیسی ہے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میں نے ذرا اوپر ہو کر دیکھا تو محترم حافظ صاحب نماز پڑھ رہے تھے، آپ سے لے کر بہت بلندی تک وہ شعاع اوپر کی طرف جا رہی تھی نواب بیگم مرحومہ نے یہ ذکر ہمارے گھر کیا۔

**ایک مقدمہ کا فیصلہ:-** (کرامت، ۱۱۴) ہمیشہ کے مکان کی نچی منزل میں ایک خاندان رہتا تھا وہ شروع میں منت سماجت کر کے اجازت لے کر وقت گزاری کیلئے بیٹھ گیا تھا لیکن آہستہ آہستہ اس نے قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ اور بالآخر وہ لوگ مالک بن بیٹھے۔ ظاہر ہے یہ ان

کی زیادتی تھی مقدمہ شروع ہو گیا جو کافی عرصہ تک رہا جب فیصلہ ان کے حق میں ہوتا وہ اوپر کی عدالت میں چلے جاتے۔ ایک روز والد صاحب نے فرمایا کبھی حج ایسا فیصلہ کر دے کہ قابض گروپ کو اوپر کی عدالت میں جانے کی گنجائش ہی نہ رہے۔ اور اگر یہ دو ماہ کے اندر اندر مکان خالی نہ کرے تو جرمانہ کر دے۔ چنانچہ حج نے جو فیصلہ سنایا وہ ٹھیک اسی طرح سنایا جس طرح والد گرامی نے فرمایا تھا۔ لیکن نوید کے وقت حضرت والد صاحب ”علی اللہ مقامہ“ وفات پا چکے تھے۔ ہمیشہ نے اس بات کا مجھ سے ذکر کیا۔

**وفات پر عجیب اشارے:-** (کرامت، ۱۱۵) مسجد کئکے زبیاں اہلحدیث سوہدرہ کے خطیب مجسمہ شرافت و علم مولانا عبدالرحمن سلمیٰ رحمہ اللہ نے خواب دیکھا کہ ایک بہت اونچا پہاڑ ہے جو گر گیا ہے۔ اور اس کے گرنے کی بڑی زوردار آواز آئی ہے فرمایا یکدم میری آنکھ کھل گئی اس وقت لاؤڈ سپیکروں پر حضرت حافظ محمد یوسف صاحب کی وفات کا اعلان ہو رہا تھا ”انا لله وانا الیہ راجعون“۔

**دوسری بشارت:-** ملک نصیر صاحب کی اہلیہ نے خواب دیکھا بہت اونچے سرسبز و شاداب درخت ہیں اور ان کے سامنے عالی شان باغات اور نیچے صاف پانی کی نہر بہ رہی ہے اور انتہائی خوبصورت اور تیز روشنی کا انتظام کیا گیا ہے اس منظر میں حسن کا انتہائی دلکش جلوہ بھر دیا گیا ہے اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے یہ سب کچھ کسی کی آمد اور استقبال میں سجایا گیا صبح اٹھی تو پتہ چلا کہ سب کے استاد اور روحانی باپ حضرت حافظ صاحب وفات پا چکے ہیں موصوفہ کہتی ہیں کہ میں مطلب سمجھ گئی کہ یہ سب حضرت مرحوم کی جنت میں آمد کیلئے استقبال کی تیاریاں تھیں۔

**تیسری بشارت:-** ہماری ملنے والی ایک بزرگ خاتون نے خواب دیکھا کہ بہت خوبصورت خوش رنگ اونٹوں کی قطار ہے جنہیں بہت سجایا گیا ہے اور ان کو مونہوں پر پھولوں کی جھالیں لٹک رہی ہیں، وہ کہتی ہیں کہ میں نے اس عجیب خواب کا ذکر اہل سنت و بریلوی مولوی اللہ دین رحمہ اللہ سے کیا انہوں نے کہا کہ حضرت حافظ محمد یوسف صاحب ولی اللہ تھے اونٹ سے مراد فرشتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی روح کو لینے اللہ کے بہت سے فرشتے آئے تھے۔

**چوتھی بشارت:-** آپ کی وفات سے ٹھیک دو روز قبل میں نے خواب دیکھا کہ جامع مسجد غربی اہل حدیث کے نوینار ہیں وہ پتہ نہیں کدھر گئے ہیں یعنی مسجد کی پیشانی میناروں کے بغیر ہے۔ میں والد گرامی کے مکان کے باہر گیلری میں سیڑھیوں پر کھڑا تھا اسے دیکھا تو وہ عمارت سے پھٹ کر الگ ہو چکی تھی جب گھر کی طرف دیکھا تو اس کی سب چھتیں گر چکی تھیں میں خواب ہی میں حیران پریشان کھڑا سوچ رہا تھا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ماجرا کیا ہے چنانچہ فجر کے وقت جب میری آنکھ کھلی تو میں نے خواب ایک رجسٹر پر لکھ لیا اور اس کی تعبیر بھی لکھ لی تاکہ بھول نہ جاؤں چنانچہ اس کے دو روز بعد حضرت والد گرامی داغ مفارقت دے گئے۔ ”ان اللہ وانا الیہ راجعون“۔

**تیسرم بر لب اوست:-** (کرامت، ۱۱۶) سب لوگ جانتے ہیں کہ بوجہ بڑھاپا اور مرض آپ کی صحت بہت کمزور ہو چکی تھی چہرہ بھی نحیف اور پیلا سا تھا مگر جب آپ نے انتقال فرمایا تو آپ کا چہرہ اس قدر سرخ و سفید، خوبصورت، کھلا ہوا اور تروتازہ تھا کہ جیسے گلاب کا پھول کھلا ہوا ہو اور بوقت وفات آپ پر جو جو بن تھا وہ جوانی میں بھی نہ تھا اس بات کا عام لوگوں نے مشاہدہ کیا اور ایک دوسرے سے اظہار کیا تہ فین کے وقت آپ کی قبر سے خوشبو آئی جو لوگوں نے صاف محسوس کی۔

### ﴿ ۱۶ ﴾ کرامات حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ

**کرامات ہی کرامات:-** (کرامت، ۱۱۷) آپ نابینا تھے لیکن اپنے عہد کے محدث کبیر تھے، خلق کثیر نے آپ سے علم حدیث سیکھا آپ کی زندگی بڑی آزمائشوں سے گزری۔ آپ نے علم حدیث شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے سیکھا آپ کو علوم عالیہ وآلیہ میں کمال حاصل تھا، آپ کو قرآن و حدیث کے علاوہ دیگر کتب بھی قریب قریب زبانی یاد تھیں۔ اتنی دعائیں یاد تھیں کہ کم ہی کسی کو یاد ہوں گی، آپ کو عبارات کے حوالہ جات از بر تھے۔ آپ کی قوت حافظہ ضرب المثل تھی، آپ کو فیاض ازل نے بزرگسنگی و استحضار اور بیکراں علم کی نعمتوں سے مالا مال کیا تھا، آپ زہد و ورع میں بھی اپنی مثال آپ تھے، آپ کے عظیم تلامذہ کی بہت بڑی کھپ جس کا ذکر کتاب ”استاد

پنجاب“ میں کیا گیا ہے۔ آپ کی عظیم جامع مسجد جہاں تقریباً ایک صدی سے توحید و سنت کے زمزے بلند ہو رہے ہیں اور مدرسہ جہاں علم و عرفان کا چشمہ اہل رہا ہے یہ سب آپ کی زندہ و تابندہ کرامات ہیں۔ انشاء اللہ ان کے جلوے اور تجلیات تا نور نیرین رہیں گے۔ آپ کی متعدد کرامات ہیں چند کو ایک نموناً پیش کیا جاتا ہے۔

**صحاب رحمت ائدا آیا:-** (کرامت، ۱۱۸) پہلی کرامت یہ تھی کہ آپ نابینا ہو کر بیٹوں کے استاد تھے۔ آپ کی ظاہر آنکھیں بند تھیں لیکن دل کی آنکھیں کھلی تھیں آپ صاحب نظر صاحب بصیرت اور صاحب دل تھے۔ آپ روکھی سوکھی کھا لیتے تھے مگر کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا نا گوارا نہ کرتے تھے، توحید و توکل میں بہت آگے تھے، آپ کا شمار مستجاب الدعوات لوگوں میں ہوتا تھا۔ آپ کا ایک واقعہ حضرت مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمہ اللہ سے بہت ملتا جلتا ہے ایک دفعہ بارش رک گئی قحط کا سماں ہو گیا لوگوں نے دعا کی درخواست کی۔ آپ لوگوں کو لے کر نماز استسقاء کے لئے شہر سے باہر تشریف لے گئے بریلوی آپ کی بہت مخالفت کرتے تھے وہ طنز یہ کہنے لگے۔ دیکھو! اندھا رب سے بارش لینے کے لئے جا رہا ہے لیکن حافظ صاحب کے گھر واپس پہنچنے سے قبل مالک ارض و سماء نے بارش کا انتظام کر دیا اور ایسی بارش برسی کہ جل تھل ہو گیا سب لوگ بھگتے ہوئے گھروں کو واپس لوٹے اور وہ لوگ جو مذاق کر رہے تھے آپ کی عظمت کے قائل ہو گئے۔

**دریائے حفاظت کی:-** (کرامت، ۱۱۹) ایک دفعہ کی بات ہے کہ آپ دریائے جہلم کے کنارے وضوء فرما رہے تھے ان دنوں دریائے جہلم میں طغیانی آئی ہوئی تھی آپ کا پاؤں پھسلا اور دریا کی خوفناک لہروں کے حوالے ہو گئے فجر کا وقت تھا۔ کوئی آدمی مدد کو بھی نہ پہنچ سکا کافی دیر آپ دریا میں رہے دریائے آپ کو اپنے سینے پر اٹھا کر آگے جا کر برہینے پڑ ڈال دیا اور یوں آپ دن کے اجالے میں بخیر و عافیت کنارے پہنچ گئے۔

**اللہ تعالیٰ کی خاص حمایت:-** (کرامت، ۱۲۰) ایک مرتبہ آپ کسی جنگل سے گزر رہے تھے آپ کے ساتھ ایک سفر کا ساتھی بھی تھا اثنائے سفر آپ کو پیشاب کی حاجت ہوئی آپ راستے سے ہٹ کر ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے، وہ درندوں کا جنگل تھا، آپ کو خبر نہیں تھی ادھر کوئی شیر بیٹھا ہوا تھا، اس نے آپ پر حملہ کر دیا وہ دوڑتا ہوا آیا اور اس زور سے چھلانگ لگائی کہ آپ کے اوپر سے ہوتا ہوا ساتھ والی کھائی میں دھاڑتا چگاڑتا ہوا جا کر اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمہ اللہ کو اس کے خوفناک حملے سے بال بال بچا لیا۔

**حیرت انگیز اور مجیر العقول واقعہ:-** (کرامت، ۱۲۱) آپ کو مطالعہ کتب کا بہت شوق تھا اور یہ ہر ذی علم کو ہوتا ہے، ایک مرتبہ آپ نے آہ سرد بھری اور کہا کاش! فلاں کتاب مجھے مل جاتی میں اس کا مطالعہ کرنا چاہتا تھا۔ اس وقت آپ حلقہ طلبہ میں بیٹھے ہوئے تھے، کلاس ختم ہونے کے بعد ایک طالب علم حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا استاد محترم! کیا آپ مجھے اس کتاب کا پورا نام اور جس کے پاس وہ کتاب ہے اس کے نام سفارشی رقم لکھ دیں گے؟ ان دنوں ریل نہیں تھی اور آنا جانا بہت مشکل تھا اور کتاب دہلی میں ایک صاحب کے پاس تھی، پوچھا تم کیسے لاؤ گئے؟ شاگرد نے عرض کیا بس آپ لکھ دیجئے۔ آگے جو خدا کا حکم ہوا۔ آپ نے رقم لکھو دیا۔ وہ شاگرد تقریباً ایک گھنٹے کے بعد کتاب لے آیا جسے دیکھ کر بہت حیران بھی ہوئے اور خوش بھی ہو گئے۔ حیرت بجاتی کہ اتنی لمبی مسافت طے کر کے اتنی جلدی کیونکر کتاب لے آیا؟

**پانی کی ٹینکی خود بخود بھر جاتی:-** (کرامت، ۱۲۲) تقریباً ایک سو برس پہلے کی بات ہے اس وقت گھروں میں اور مسجدوں میں ٹینکیوں کا رواج تھا، آپ کی مسجد میں کھوئی تھی، جس کے اوپر پانی نکالنے کی چرخی لگی ہوئی تھی جس کے ذریعے پانی نکالا جاتا تھا، یہاں عجیب بات یہ تھی کہ جب کبھی پانی کم ہو جاتا وہ چرخی گھومتی اور پانی کا ڈول بھرا ہوا اوپر آ جاتا اور مٹن یعنی پانی کی ٹینکی میں گر جاتا تھا خصوصاً ظہر اور جمعۃ المبارک کو وہ مٹن لبالب بھر جاتی۔ اس طرح بہت سے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا کہتے ہیں کہ یہ بھی آپ کے جنات شاگردوں کا کارنامہ تھا۔

**ولی کامل کے باوفا جنات:-** (کرامت، ۱۲۳) اسی طرح کا واقعہ ہے کہ آپ کے گھر کے قریب تیلیوں کا مکان تھا، ان سے حضرت حافظ صاحب کی شان میں کچھ گستاخی ہو گئی۔ حضرت حافظ صاحب نے تو انہیں کچھ نہیں کہا۔ البتہ جنات ان کے شاگرد ہو گئے ادھر کو لوہا کھاڑ دیا۔ ادھر تیل کے مٹلے الٹ دیے، کمروں میں گوبر اور گندگی ڈال دی، کبھی اچانک کپڑوں میں آگ بھڑک اٹھتی، جس سے چھت سلگنے لگتی، کبھی صحن میں

ایٹیس اور پتھر پھینک دیتے، بے چارے تیلیوں کی ناک میں دم کر دیا۔ انہوں نے بہتر سے دم جھاڑوا لے بلائے مگر وہ غریب پٹائی کروا کر چلے جاتے۔ شہر میں اک کہرام سا مچ گیا کچھ سمجھ میں نہ آتا کہ کیا کیا جائے۔ لوگوں نے کہا: اللہ کے بندو! ادھر ادھر جو جاتے ہو تو حضرت حافظ صاحب کے پاؤں پکڑ لو، ان سے معافی مانگ لو، یہ ساری مصیبت ٹل جائے گی۔ آخر انہوں نے ایسے ہی کیا اور ان کی جان بخشی ہو گئی۔

اللہ کی مدد کے کئی طریقے ہیں جن کے ذریعے وہ اپنے خاص بندوں کی مدد فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کی بڑی مخلوق سے وہ جس کے سبب سے چاہتا ہے مدد کروا دیتا ہے۔ کبھی انسانوں سے، کبھی جنوں سے، کبھی ملائکہ سے، کبھی درندوں سے، کبھی پرندوں سے، کبھی ہواؤں سے، کبھی فضاؤں سے، کبھی دریاؤں سے علیٰ ہذا القیاس۔ یہ رب کی چاہت پر مبنی ہے وہ جیسے چاہتا ہے ویسے کرتا ہے اور اگر وہ مدد کرنا نہیں چاہتا تو نہیں کرتا سب کام اس کی مرضی پر موقوف ہے۔ اگر وہ مدد کرنا نہیں چاہتا تو کوئی بھی مدد نہیں کر سکتا۔ یہی خلاصہ ہے قرآن وحدیث کا اسی کے مطابق ہمارا ایمان ہونا چاہیے۔

**آپ کا روحانی مراقبہ اور ایک واقعہ:-** (کرامت، ۱۲۴) آپ کا روحانی مرتبہ آپ کے علمی مرتبہ کی طرح بہت بلند تھا۔ آپ کو القاء اور الہام بھی ہوتا تھا، آپ صاحب مراقبہ بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی ایک گراں قدر کتاب ”معالم التنزیل“ گم ہو گئی جس کا آپ کو بہت صدمہ تھا، ایک روز نماز فجر سے فارغ ہو کر فرمایا کہ ابھی ابھی میرے مالک نے مجھے بتایا ہے کہ وہ کتاب برنے والی مسجد جو اینٹوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے اس میں دفن کی گئی ہے، چنانچہ ایک شخص گیا اور ڈھیر سے کتاب نکال کر لے آیا جس پر آپ اللہ کا شکر بجالائے۔ ایک مرتبہ آپ کو خواب آیا کہ حضرت مولانا عثمان دلاوری رحمہ اللہ فوت ہو گئے ہیں آپ رفقاء کو لے کر دلاور پہنچے۔ وہاں پہنچے تو واقعی موصوف وفات پا چکے تھے۔

**قبولیت کی دعا ایک نمونہ:-** (کرامت، ۱۲۵) حافظ عبدالکریم صاحب وزیر آبادی رحمہ اللہ ایک نیک دل انسان تھے۔ عموماً آپ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے اللہ کی قدرت ان کا بیٹا چند روز بیمار رہا کہ اچانک فوت ہو گیا۔ جس کا موصوف کو بہت صدمہ ہوا اور یہ صدمہ پہنچا قدرتی تھا۔ آپ اکثر غمزدہ رہتے تھے ایک روز آپ نے استاد پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں دعا کی درخواست کی۔ عرض کیا حضرت دعا فرمائیے کہ اللہ میرے دل کو سکون دے، اور بیٹے کا نعم البدل عطا فرمائے۔ حضرت محترم نے سوز و گداز سے دعا کی اور فرمایا امید ہے اللہ تعالیٰ آپ کو تین بیٹے عطا فرمائے گا۔ حافظ عبدالکریم صاحب فرماتے ہیں۔ اس دن سے مجھے سکون سا ہو گیا۔ اور اولاد دینی کی امید بندھ گئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور یکے بعد دیگرے تین بیٹے عطا فرمائے۔ الحمد للہ میرا ہر طرح کا صدمہ دور ہو گیا۔ اس پر میں رب کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجالایا۔

### ﴿ ۱۰۷ ﴾ کرامات صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ ماموں کا جنم

صوفی عبداللہ رحمہ اللہ مجاہد تھے۔ انگریزی گورنمنٹ سے چھپ چھپ کر مجاہدین کی مدد فرمایا کرتے تھے آپ کا شمار اہل اللہ میں ہوتا ہے آپ بے حد عابد و زاہد اور درویش صفت انسان تھے۔ آپ نے ایک بہت بڑا مدرسہ بنوایا تھا جو عرصہ دراز تک اوڈانوالے رہا۔ پھر وہ ماموں کا جنم ضلع فیصل آباد (لاک پور) منتقل ہو گیا یہ جامعہ ملکی سطح کا ہے، آپ مشہور مستجاب الدعوات بزرگ تھے آپ کے بہت سے واقعات اور کرامات زبان زد خاص و عام ہیں چند ایک کرامات افادہ عام کیلئے یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

**رب نے آپ کی خواہش پوری کر دی:-** (کرامت، ۱۲۶) آپ کو طالب علموں کا بہت خیال رہتا تھا جیسا کہ بتایا جا چکا ہے پہلے ایک عرصہ تک جامعہ تعلیم الاسلام موضع اوڈانوالہ میں رہا۔ طلبہ کو ریلوے اسٹیشن تک آنے میں دیر لگ جاتی تھی۔ اور بسا اوقات وزن اٹھا کر پیدل چلنا پڑتا تھا۔ ایک دن آپ نے دعا کی یا اللہ! ہمیں ریلوے اسٹیشن کے اتنا قریب عطا فرما کہ جب گاڑی ”کوک“ مارے (یعنی ہارن بجائے) اور چلنے کے لئے تیار ہو تو بچے پہنچ جائیں ایسا ہی ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ماموں کا جنم ریلوے اسٹیشن کے پاس مدرسہ بنوایا۔ بچے جب

گاڑی کی آواز سنتے تو اس پر جا کر سوار ہو جاتے ہیں سنا ہے یہ جگہ کسی نے بطور عطیہ جامعہ کو دی تھی۔

**ایک مسئلہ فوراً حل ہو گیا:-** (کرامت، ۱۲۷) حضرت صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کی ایک رجسٹری کا مسئلہ لائسنس بنا ہوا تھا آدمی رجسٹرار کے دفتر میں جاتا مگر وہ ٹر خا دیتا۔ دراصل ان افسروں کے منہ کو رشوت لگی ہوتی ہے یہ رشوت کے بغیر کام نہیں کرتے، ان چکروں سے صوفی صاحب مرحوم اکتا گئے ایک روز ساتھی سے فرمانے لگے چلو پیسہ کرتے ہیں کام کیوں مؤخر ہو رہا ہے۔

میاں صاحب جوں ہی رجسٹرار کے کمرے میں داخل ہوئے افسر خوفزدہ ہو گیا، حضرت صوفی صاحب کو دیکھتے ہی منت سماجت کرنے لگا اور کہنے لگا: آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟ آپ نے کیوں زحمت کی ہے؟ آپ تشریف لے چلئے میں ابھی فوراً ابھی آپ کی رجسٹری بنا دیتا ہوں چنانچہ اس نے مہینوں کا کام منٹوں میں کر دیا۔

**آپ کی کرامت:-** (کرامت، ۱۲۸) جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانبج کی جب تعمیر شروع ہوئی اور اس کثرت سے روپیہ آنا شروع ہوا کہ حیرت ہوتی تھی، اتفاق کی بات جب ہال کی نوبت آئی تو سارا پیسہ ختم ہو گیا۔ بمشکل ہال کی دیواریں پوری ہو سکیں۔ کارندے حضرت صوفی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماجرا بیان کیا آپ نے اللہ کی بارگاہ میں بڑے الحاح سے دعا کی اسی دن وہاں سے کسی بڑے آدمی کا گزر ہوا اس نے ہال کے اس لینٹر کے لئے چھ لاکھ روپے کا ذمہ لے لیا۔ اس طرح یہ مسئلہ با آسانی حل ہو گیا (کئی مرتبہ اساتذہ کی تنخواہوں کا مسئلہ پیش آ جاتا) آپ رب تعالیٰ سے دعا کرتے اور کثیر رقم کا بہت جلد انتظام ہو جاتا کہ جس سے موجود مسائل حل ہو جائے۔

**کیڑوں نے تعمیل ارشاد کی:-** (کرامت، ۱۲۹) جامعہ تعلیم الاسلام میں گندم کا بڑا اسٹور تھا۔ اس میں کیڑا لگ گیا اور کیڑے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں تھے جو گیہوں کے دانے اٹھا اٹھا کر لے جا رہے تھے لوگوں نے آپ سے ذکر کیا آپ وہاں تشریف لے گئے اور کیڑوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

کیڑو! یہ دانے طلبہ کے ہیں انہیں رہنے دو وہ رازق تمہارا کہیں اور سے بندوبست کر دے گا۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ آپ کا یہ جملہ سنتے ہی کیڑوں نے دانے چھوڑ دیئے اور دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں کیڑے کہیں اور چلے گئے اس طرح یہ خطرہ ٹل گیا۔

**وذلك فضل الله:-** (کرامت، ۱۳۰) نبی پور پیراں شیخوپورہ ضلع کا مشہور گاؤں ہے جو نکانہ صاحب کے قریب واقع ہے بندہ نے وہ دیکھا ہوا ہے، اس میں کچھ مخیر اہلحدیث تھے جو حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت غزنوی رحمہ اللہ بسلسلہ اعانت جامعہ وہاں تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ اتفاق کہیے اوپر سے حضرت صوفی صاحب بھی وہاں پہنچ گئے۔ حضرت غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا: آپ دیر سے پہنچے ہیں صوفی صاحب نے فرمایا کوئی حرج نہیں جو تعاون میرے جامعہ کے مقدر میں ہوگا مجھے مل جائے گا انشاء اللہ حضرت صوفی صاحب نے مسجد میں سب کے سامنے جامعہ ماموں کانبج کیلئے اپیل فرمائی۔ اللہ کی شان حضرت صوفی صاحب کی فی الفور حضرت غزنوی رحمہ اللہ سے ڈبل چندہ ہو گیا اور کچھ لوگوں نے جامعہ کیلئے ماہانہ خطیر رقم دینے کا الگ وعدہ کیا۔ اس طرح چندہ پر چندہ لینا بہت مشکل کام ہوتا ہے جیسے گائے بھینس کا دودھ نکالنے کے بعد اور دودھ نکالنا مشکل ہوگا ہے اسی طرح کسی جگہ سے دوبارہ چندہ لینا کٹھن ہوگا ہے خصوصاً جہاں سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ جیسا عظیم انسان تشریف فرما ہو مگر حضرت صوفی صاحب کو یہاں حیرت انگیز کامیابی حاصل ہوئی۔ ”وذلك فضل الله يوتيه من يشاء“۔

ایک مرتبہ میں زمانہ طالب علم میں موضع جھوک دادو ضلع فیصل آباد گیا ہوا تھا کہ حضرت صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کے جامعہ کا سفیر وہاں آیا ایک شخص شاید نام نور محمد تھا۔ (لوگ نور سمند کہتے تھے) اس نیک انسان نے صوفی عبداللہ صاحب کے جامعہ کے حوالے سے لاؤڈ سپیکر پر چندے کا اعلان کیا اور ساتھ ہی مسجد کے صحن میں ایک جانب جھاڑو لگا دی۔ میں نے دیکھا لوگ جوق در جوق بڑے شوق سے گندم لارہے ہیں مرد بھی آرہے ہیں، عورتیں بھی، بڑے بھی، چھوٹے بھی، کوئی عورت برقعے کے بغیر نہ تھی دیکھتے ہی دیکھتے کوئی تیس چالیس من گندم کا ڈھیر لگ گیا، ان لوگوں کا جذبہ اور صوفی عبداللہ صاحب کی کشش دیکھ کر میں حیران رہ گیا حالانکہ خود جھوک دادو میں طلبہ و طالبات کا الگ الگ جامعہ

ہے اور وہ لوگ کہہ سکتے تھے کہ ہمارے ہاں کوئی سفیر نہ آئے ہمارے اپنے مدارس ہیں جیسا کہ بعض مقامات پر لوگ بورڈ لگا دیتے ہیں اور کوئی چندہ لینے آجائے تو اس کے گلے پڑ جاتے ہیں۔

**ایک تاجر کیلئے عجیب دعا:-** (کرامت، ۱۳۱) حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ بہت مستجاب الدعوات تھے آپ کی دعا اردو، عربی، پنجابی ہر زبان میں ہوتی تھی اور جو دعا آپ فرماتے تھے عموماً قبول ہو جاتی تھی۔ اس سلسلے میں دو چار نہیں بیسیوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مولانا عتیق اللہ حفظہ اللہ ستیانہ بگلہ کا بیان ہے۔ فیصل آباد میں ایک تاجر تھا اس کے پاس فلائین کا بہت زیادہ کپڑا تھا، اس نے حاضر خدمت ہو کر درخواست کی۔ حضرت! میری فلائین فروخت نہیں ہو رہی براہ کرم دعا کیجئے وہ بک جائے۔ حضرت صوفی صاحب نے اس کیلئے در دہرے انداز اور بڑے الحاج کے ساتھ دعا کی اور اتنی زیادہ کی جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اس تاجر کا بیان ہے کہ الحمد للہ دس بارہ دن کے اندر اندر میرا سارا کپڑا بک گیا اور بڑے مناسب داموں میں بک گیا تاکہ اس کا ایک گز کپڑا بھی نہ بچا، اسے لاکھوں کے نقصان کے بجائے لاکھوں کا نفع مل گیا۔

**بارش تھم گئی:-** (کرامت، ۱۳۲) ملک عبدالرشید عراقی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے میرے ساتھ مولانا عبدالرحمن عتیق، ملک حافظ محمد یعقوب، عبدالرحیم صاحبان تھے۔ کافی تیز طوفان نما بارش شروع ہو گئی جو کئی گھنٹے بھر جاری رہی اور رکنے کا نام نہ لیتی تھی، اتنے میں قاضی محمد اسلم سیف آگئے۔ وہ صوفی صاحب محترم سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: باباجی! اب تو بارش کی شدت سے درخت بھی اکھڑنے لگے ہیں، دعا کریں بارش رک جائے۔ حضرت صوفی صاحب نے بارگاہ خداوندی میں اس زاری اور عجز و نیاز سے دعا کی کہ اسی وقت بارش تھم گئی۔

**جوڑے پیدا ہونے لگے:-** (کرامت، ۱۳۳) ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ حضرت! میری کافی بیٹیاں ہیں بیٹا کوئی نہیں دعا کریں اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرمائے۔ آپ نے دعا کی خدا کی شان آئندہ دو دو بیٹے اکٹھے پیدا ہونے لگے۔ تین سالوں میں تین جوڑے پیدا ہوئے اس طرح تین سالوں میں اللہ تعالیٰ نے اسے چھ بیٹے عطا فرمادیئے۔ جو سب کے سب صحت مند تھے۔

**کئیاں پیدا ہونے لگیں:-** (کرامت، ۱۳۴) ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری ایک بھینس ہے اس نے دوسری مرتبہ کٹا (زبچہ) دیا ہے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ آئندہ کئی (مادہ بچہ) ہو۔ صوفی صاحب نے کبھی کسی کا انکار نہیں کیا تھا آپ نے اس کی درخواست کے مطابق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی چنانچہ آئندہ سال اس کی بھینس کئیاں دینے لگی اور آئندہ اس نے ہمیشہ کئیاں دیں۔

### ﴿ ۱۸ ﴾ کرامات میاں باقر صاحب رحمہ اللہ جھوک دادو

**زندہ کرامت:-** (کرامت، ۱۳۴) حضرت العلام مولانا میاں محمد باقر صاحب رحمہ اللہ کا شمار بھی اہل اللہ میں ہوتا ہے۔ آپ استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ علمی پایہ اونچا تھا، آپ نے اپنے گاؤں میں طلبہ اور طالبات کے الگ الگ مدارس قائم فرما رکھے تھے، جو بڑے کامیاب مدرسے تھے یہ اب بھی جاری ہیں، آپ کے جامعات سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں لڑکے اور لڑکیاں فیضیاب ہوئے اور وہ آگے بڑی خوش اسلوبی سے دینی و ملی خدمت بجالا رہے ہیں۔ محترمہ اہلیہ مولانا عبدالملک مجاہد صاحب مدیر ادارہ دارالسلام الریاض، محترمہ اہلیہ حافظ عبدالغفار صاحب اعوان، محترمہ اہلیہ حافظ عبدالاعلیٰ صاحب انگلینڈ بیہیں سے فارغ ہو کر ملک اور بیرون ملک میں قرآن و سنت کی نشرو اشاعت اور توحید و سنت کے زمزمے بلند کر رہی ہیں آپ کے یہ مدارس تا امروز جاری ہیں اللہ انہیں ہمیشہ جاری رکھے۔ آمین

میاں صاحب کی بابرکت ذات گرامی میں اخلاص و انکسار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، آپ کی زبان اقدس پر یہ جملہ عام رہتا تھا۔ اللہ! ہم تیرے غلام، اللہ! ہم تیرے غلام، اور جو شخص آپ سے نصیحت کی درخواست کرتا تو آپ یہ فرماتے ”پڑھو، تے پڑھاؤ“ غور کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جملے کتنے مختصر اور جامع ہیں۔ ”اللہ! ہم تیرے غلام“ ”پڑھو تے پڑھاؤ“

لیکن ان میں پوری اسلامی تعلیمات کا خلاصہ سمٹ آتا ہے۔

میاں صاحب طلبہ پر اولاد کی طرح شفیق تھے۔ آپ ان کا ہر طرح سے خیال رکھتے تھے، رات کو جب بچے سو جاتے تو آپ ان کے برتن جگہ پر رکھتے اور جن کے برتن صاف نہ ہوتے، آپ ان کے برتن چپکے چپکے صاف کر دیتے اور ایسا کرتے آپ کو کئی بار دیکھا گیا ایسی مثالیں آپ کو کم ہی نظر آئیں گی۔

**ولایت کی جلوہ آرائیاں :-** (کرامت، ۱۳۵) آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ آپ نے دیہات میں دو عظیم الشان مگر سادہ جامعات قائم فرمائے، علاقے میں قرآن و سنت کی شعاعیں بکھریں۔ اور لوگوں کو توحید آشنا فرمایا۔ عوام و خواص پر شرع محمدی کا رنگ چڑھایا۔ خواتین کو پردے کا پابند بنایا تا آنکہ پورے گاؤں میں بلا پردہ ایک بھی خاتون نہ رہی، عورتیں اگر کھیتی باڑی کرتیں چارہ کاشتیں، دودھ دوہتیں، کپاس چنتیں تو برقعہ میں ہوتیں، میں نے اپنی آنکھوں سے وہ علاقہ دیکھا ہے دور نبوی ﷺ کی یاد تازہ ہو جاتی پورا گاؤں نمازی، رمضان المبارک میں سب روزہ دار، زندگی سادہ، شادی بیاہ تکلفات سے مبرا، نوجوانوں کی آنکھوں میں حیا، سب کی سب باپردہ۔

ایک بار شیطان نے اپنا تیر چلانے کی کوشش کی اور چند منچلوں نے گاؤں کے قریب ایک راگ و رنگ کی محفل برپا کی۔ میاں صاحب باہر تشریف لے گئے ہوئے تھے، جب رات کو واپس تشریف لائے اور آپ کو ان کی محفل کا پتہ چلا تو آپ سیدھے ادھر گئے اور اس شیطانی محفل کو ویران کر دیا کسی کو آگے سے بولنے کی جرأت نہ ہوئی اس کے بعد آج تک وہاں ایسی کوئی محفل منعقد نہیں ہوئی اگر آپ اس وقت نرم پڑ جاتے تو معاملہ ہاتھ سے چاچکا ہوتا۔ اور یہ شیطانی مجلس ہر سال جمننا شروع ہو جاتی۔

بے شک یہ ہیں وہ اولیاء جو نبوی مند کے وارث ہیں اور لائق ہے کہ انہیں ائمہ سلف کا جانشین کہا جائے۔ ”شکر اللہ مساعیہم و تدر اللہ مضاعفہم“۔  
**آپ کی ایک اور کرامت :-** (کرامت، ۱۳۶) آپ زمیندار بھی تھے اور زمیندار بھی کرتے تھے۔ رات گئے اپنے ڈیرے سے گھر آتے اور صبح نماز اور درس قرآن سے فارغ ہو کر پھر وہاں جایا کرتے تھے۔ آپ جاتے ذکر، آتے ذکر، اٹھتے ذکر، بیٹھتے ذکر کرتے رہتے تھے۔ اور بکثرت قرآن مجید پڑھتے رہتے تھے۔ گھر والوں کے پورے حقوق ادا فرماتے اولاد کی بہترین تعلیم و تربیت کا انتظام فرما رکھا تھا آپ کے بیٹے عالم، پوتے عالم اور ٹھیک آپ کی لائن پر جا رہے ہیں۔

آپ رات کو جب ڈیرے سے واپس تشریف لاتے تو آیۃ الکرسی پڑھ کر اپنے ڈیرے پر کھڑے ہو کر چاروں طرف پھونک مار کر تشریف لاتے۔ ایک روز جب صبح ڈیرے پر تشریف لے گئے تو پتہ چلا کہ آپ کی پانچ چھ بھینسیں چوری ہو گئی ہیں، آپ توکل کے اس بلند مقام پر فائز تھے جہاں کسی چیز کے آنے کی زیادہ خوشی ہوتی ہے نہ جانے کا زیادہ غم ہوتا ہے۔ آپ صابر و شاکر رہے اور بربط بق حکم قرآن ”انا للہ“ پڑھنے پر اکتفا کیا علاقے کے کھوجیوں نے بھینسوں کا کھوج لگانا شروع کر دیا۔ بھینسیں ایک حد تک جاتیں وہاں سے پھر واپس آ جاتیں تین چار جگہ اس طرح کے نشانات نظر آئے آخر ایک جگہ سب بھینسیں کھڑی مل گئیں؟ کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا جب میاں صاحب سے بات کی تو آپ نے فرمایا کہ رات کو میں آیت الکرسی پڑھ کر چاروں طرف پھونک مار دیتا تھا لوگوں نے کہا ٹھیک ہے بس سمجھ آگئی کہ آیت الکرسی آپ پڑھتے تھے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے بھینسوں کی حفاظت فرمادی۔

بے شک یہ قرآن مجید کی برکت تھی مگر اس کے ساتھ حضرت میاں صاحب کی زبان کی تاثیر بھی کار فرما تھی کہ اللہ نے چوروں اور بھینسوں کو اندھا کر دیا ان کا آیت الکرسی کی ریت سے باہر جانا مشکل ہو گیا۔

### ﴿ ۱۹ ﴾ کرامات مولانا شفیق اللہ صاحب رحمہ اللہ ستیانہ بنگلہ

**قابل تقلید شخصیت :-** (کرامت، ۱۳۷) آپ سر پائے اخلاص و وفا، بلند اخلاق، بے داغ کردار کے مالک اور شب زندہ دار ہیں۔ جوانی میں زینہ و ولایت پر قدم، دین کے سچے خادم، زہد و قناعت کے پیکر، نالہ نیم شمی میں رب کو ماننے والے، توحید و توکل کے بلند

مقام پرفائز، انکساراتنا کہ بڑے جامعہ کا ناظم اور پورے علاقہ میں صاحب اثر ہونے کے باوجود بسا اوقات طلبہ کا سامان خورد و نوش خود کندھوں پر اٹھا کر لاتے اور یہ خدمت طلبہ کی موجودگی میں کرتے۔ دراصل یہ اپنے اندر کی ”انا“ کو کچلنے کیلئے کرتے بے شک اپنی اندر کی ”انا“ کو کچلنا ولایت کا ایک زینہ ہے۔

ایک روز کندھے پر گھی کا ٹین اٹھا کر گھر لے جا رہے تھے کہ دل میں بڑائی کا ذرا سا خیال آیا کہ میں اتنا بڑا ہو کر یہ کام کر رہا ہوں؟ چنانچہ آپ نے اپنے اندر کی ”انا“ کو کچلنے کے لئے اس ٹین کے ساتھ پورے ستیانے شہر کا چکر لگایا تاکہ نفس امارہ کو مار کچل دیا جائے۔ آپ کے والدین نے دعا کی تھی بارالہا! اگر تو ہمیں بیٹا عطا کرے تو اسے ہم تیری راہ میں وقف کر دیں گے اللہ تعالیٰ کی قدرت، بیٹا مل گیا اور والدین نے حسب وعدہ اسے اللہ کی راہ میں وقف کر دیا۔ آپ نے جب ہوش سنبھالا تو جامعہ دارالقرآن جناح کالونی فیصل آباد میں داخل ہوئے، اس جامعہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ و پروالوی رحمہ اللہ ممتاز عالم دین اور بڑے روشن دل انسان تھے۔ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف ”اشرف لیبارٹریز فیصل آباد“ کے بانی مرحوم نے بھی آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔ یعنی شیخ الحدیث مولانا عبداللہ، حکیم اشرف صاحب کے استاد تھے کہتے ہیں شاگرد استاد کا آئینہ ہوتا ہے۔ مولانا عتیق اللہ اور مولانا عبدالرحیم اشرف کو دیکھ کر ان کے استاد کے مقام کا اندازہ لگا لیجئے کہ کس قدر بلند ہوگا۔

**آپ کی کرامت :-** (کرامت، ۱۳۸) حضرت مولانا عتیق اللہ حفظہ اللہ تعالیٰ کا شمار بھی روشن باطن، اہل دل اور عابد و زاہد لوگوں میں ہوتا ہے۔ آپ کی دعا بڑے الحاح سے ہوتی ہے اور اس کا انداز یوں ہے جیسے کوئی رور و کر کسی کو منارہا ہو اور واقعی آپ رور و کر اور گڑ گڑا کر اپنے رب کو مناتے ہیں آپ مستجاب الدعوات ہیں، آپ ہمیشہ رب سے آزادی اور خودداری سے خدمت دین کی دعا کرتے تھے رب نے آپ کو ایسی ہی خدمت سونپ دی۔ جس میں آزادی بھی تھی اور خودداری بھی آپ نے جامعہ مانگا رب نے جامعہ عطا فرما دیا۔ آپ نے نہر کے کنارے مانگا رب نے نہر کنارے عطا کر دیا۔ آپ نے عظیم الشان جامعہ کی دعا کی، اللہ تعالیٰ نے اسی شان کا حامل جامعہ ودیعت فرما دیا کہ جس کا اللہ کے فضل و کرم سے ملک کے چوٹی کے جامعات میں شمار ہوتا ہے۔ اس میں آپ کچھ اس طرح خدمت بجالارہے ہیں جس سے نہ آپ کی آزادی کو دھچکا لگتا ہے نہ خودداری مجروح ہوتی ہے۔

آپ کی خدمات لاثانی اور لافانی ہیں اور ان کا دائرہ بہت وسیع ہے انتظامیہ کی نگاہ میں آپ کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ آپ کی عادات، کردار، خلوص، انتھک محنت اور آپ کے عظیم الشان جامعہ اور اس میں مصروف تعلیم و تعلم، متعدد اساتذہ اور سینکڑوں طلبہ کو دیکھ کر آدمی پکار اٹھتا ہے کہ یہ سب کچھ مولانا عتیق اللہ حفظہ اللہ کی زندہ کرامت ہے۔

### ﴿ ۲۰ ﴾ کرامت شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلمیٰ رحمہ اللہ

**آپ کی تابندہ کرامات :-** (کرامت، ۱۳۸) آپ کا شمار بڑے اور باکمال لوگوں میں ہوتا ہے علوم قرآن و حدیث میں آپ کے معاصرین میں آپ کا ہم پلہ شاید ہی کوئی ہو۔ آپ کو زبان و قلم پر یکساں قدرت حاصل تھی، آپ روزانہ درس قرآن دیتے تھے۔ جس میں بکثرت لوگ شریک ہوتے تھے اور جذبہ و شوق سے شریک ہوتے تھے۔ آپ کا جامعہ اور مدرسہ حفظ قرآن بڑی کامیابی سے رواں دواں ہے آپ کی مقناطیسی تاثیر نے گوجرانوالہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ آپ کی بہت بڑی مسجد تھی مگر جمعہ کے روز اس میں تل دھرنے کی جگہ نہ ہوتی تھی۔ نمازوں اور درسوں میں بھی بہت لوگ ہوتے تھے لوگ آپ کی بے حد عزت کرتے تھے بقول امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اگر کسی آدمی کا مقام و مرتبہ دیکھنا ہو تو اس کا جنازہ دیکھ لو۔ ہم نے حضرت مولانا مرحوم کا جنازہ دیکھا ہوا ہے گوجرانوالہ کی تاریخ میں اتنا بڑا جنازہ کسی کا نہ ہوا۔ جس سے آپ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ سب باتیں آپ کی کرامات کے ذیل میں آتی ہیں۔

**آپ کی چند کرامات :-** (کرامت، ۱۳۹) آپ جب گوجرانوالہ تشریف لائے تو پورے شہر میں مولوی علاؤ الدین صاحب والی



ایک ہی اہلحدیث مسجد تھی۔ مگر جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو دو سو اہلحدیث مساجد تھیں جہاں اللہ کے فضل و رحمت سے توحید و سنت کے زمرے بلند ہوتے تھے بیشک یہ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلمی رحمہ اللہ کی کرامت تھی اگر اسے کرامت نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے۔ اور کمال یہ کہ یہ تمام مساجد بیرونی امداد کے بغیر اہل شہر کے تعاون سے تعمیر ہوئیں۔

### ﴿ ۲۱ ﴾ کرامات مولانا عبد الغنی چک رجادی رحمہ اللہ

آپ جامعہ منانیاہ وزیر آباد میں زیر تعلیم رہے۔ ممتاز عالم و عامل تھے۔ آپ کا گاؤں چک رجادی بڑا گاؤں ہے وہاں بکثرت اہلحدیث ہیں آپ نے زندگی بھر لوجہ اللہ خدمت دین کی آپ کے حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ سے گہرے مراسم تھے آپ بڑے صاف دل اور صاف باطن تھے آپ کا شمار اہل اللہ میں ہوتا ہے۔

آپ کی زندہ کرامت:- (کرامت، ۱۴۰،) آپ مستجاب الدعوات تھے آپ نے دعا کی:

اے اللہ! دین کی خدمت و اشاعت کا سلسلہ میری اولاد میں بھی جاری فرما۔ چنانچہ وہ دعا رنگ لائی اور آپ کے صاحبزادگان مولانا عبدالخالق جمعی اور جناب عبدالماجد صاحب نے اپنے اپنے رنگ میں دین کی خوب خدمت کی۔ مولانا جمعی نے شہر لالہ موسیٰ میں خوبصورت مسجد کی بنا رکھی بڑی بارونق مسجد ہے جی ٹی روڈ سے اس کا اونچا مینار نظر آتا ہے اور اپنی پوری زندگی دین کی خدمت میں وقف کر دی۔ آپ کے گاؤں (چک رجادی) کی مسجد اور طالبات کا مدرسہ اس خاندان کی باقیات میں سے ہے حضرت مولانا عبد الغنی رحمہ اللہ کے پوتے اور جناب عبدالماجد کے بیٹے حافظ طارق محمود یزدانی بڑے سرگرم کارکن ہیں اور آپ مساجد و مدارس کا کام بحسن و خوبی سرانجام دے رہے ہیں اور نظم بڑی کامیابی سے چلا رہے ہیں۔ شہر لالہ موسیٰ چک رجادی اور آس پاس تبلیغی جلسے کرتے رہتے ہیں ان کے ذریعے مسلک توحید و سنت میں امید افزاء اضافہ ہو رہا ہے انہوں نے اپنی دو کنال زمین پر مشتمل وسیع و عریض عمارت میں طالبات کا خوبصورت جامعہ الاحسان (علامہ احسان الہی ظہیر کی طرف منسوب جامعہ) بنا رکھا ہے جہاں کافی لڑکیاں زیر تعلیم ہیں یہ سب فیضان ہے حضرت مولانا عبد الغنی رحمہ اللہ کی دل سے نکلی ہوئی اس دعا کا یہ آپ کا صدقہ جاریہ ہے جو انشاء اللہ تا نور نیرین جاری رہے گا اور خلق خدا اس سے فائدہ اٹھاتی رہے گی۔

### ﴿ ۲۲ ﴾ کرامات کیلانی بزرگان رحمہم اللہ

چند باکمال بزرگوں کی کرامات:- (کرامت، ۱۴۱) کیلانی سے مراد وہ لوگ ہیں جو کیلیا نوالہ میں رہنے والے ہیں یا کسی نہ کسی اعتبار سے کیلیا نوالہ سے منسوب ہیں کیلیا نوالہ جسے جناب نور الحسن شاہ رحمہ اللہ کی وجہ سے لوگ احتراماً حضرت کیلیا نوالہ کہتے ہیں یہ تحصیل وزیر آباد میں علی پور چٹھہ اور قادر آباد کے تقریباً درمیان سڑک سے ذرا ہٹ کر مغرب کی جانب ایک سرسبز و شاداب پرانا گاؤں ہے۔ یہاں کے پیر اور خوشنویس زیادہ مشہور ہیں۔ اور باقی چیزیں وہی ہیں جو دوسرے شہروں میں ہوتی ہیں، یہاں کے پیر بھی اعلیٰ درجے کے ہیں اور خوشنویس بھی اعلیٰ درجے کے ہیں خوشنویسیوں میں مولوی امام دین، مولوی نور الہی، مولوی محمد یوسف، مولانا محمد ادریس، مولانا محمد سلیمان، مولانا عبدالغفور، مولانا اکرام اللہ ساجد، مولوی عبدالستار، مولوی عبدالغفار رحمہم اللہ صاحبان مشہور بزرگ ہیں ان کے بعد محمد یعقوب، محمود احمد، مسعود احمد، انعام اللہ، عنایت اللہ رحمہم اللہ صاحبان معتبر اور پختہ خوشنویس ہیں۔ مذکورین زیادہ تر قرآن مجید لکھتے رہے ہیں۔ اور بہت خوبصورت لکھتے رہے ہیں۔

مولوی امام دین صاحب کو اللہ نے متعدد بیٹے عطا فرمائے ان میں نور الہی عبدالحی، عبدالواحد صاحب اولاد ہوئے۔ مولوی صاحب موصوف کے بھائی محمد دین تھے ان کے بیٹے عبدالقادر، غلام مصطفیٰ، عبدالرحیم رحمہم اللہ تھے سب نیک اور اپنے فن میں بڑے لائق تھے۔ مولوی نور الہی صاحب اہل اللہ میں سے تھے، ممتاز خوش نویس تھے۔ صوم و صلوة کے بہت پابند تھے ان کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ اذان شروع ہوتے ہی کام چھوڑ دیتے تھے مثال کے طور پر ”پاکستان“ لفظ کا ”پاکستا“ لکھا اور ”ن“ باقی ہے تو وہ اذان شروع ہونے کے بعد ”ن“ نہیں لکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ سب سے بڑی ہستی کا پیغام آ گیا ہے اب اور کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

**گاڑی رک گئی:-** (کرامت، ۱۴۲) حضرت مولوی نور الہی صاحب کی دوسری بڑی خوبی یہ تھی کہ نماز بڑے سکون سے ادا کرتے تھے، ایک مرتبہ کہیں سفر کیلئے نکلے ساتھ اور عزیزان بھی تھے، آپ ریلوے اسٹیشن پر پہنچے ٹرین میں ابھی وقت باقی تھا کہ آپ نے نماز شروع کر دی۔ دوران نماز ٹرین آگئی ساتھی پریشان ہو گئے مگر آپ سکون سے نماز ادا کرتے رہے یہ پرانے وقت کی بات ہے اس وقت براؤنچ لائنوں پر چھ سات گھنٹوں کے بعد دوسری گاڑی آتی تھی اسی دوران گاڑی نے سبز جھنڈی ہلائی اور سیٹی بجائی ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کرنا چاہی مگر گاڑی نہ چلی گاڑی سول پر و سول دے رہا مگر نہ چلی ادھر مولوی صاحب پر سکون حالت میں نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے حسب معمول آرام سے نماز ختم کی اٹھے اور آکر گاڑی میں قدم رکھا گاڑی اسی وقت چل پڑی لوگ حیران رہ گئے کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ کیا ماجرا ہے بس اس طرح نصرت الہی آپ کے شامل حال رہی۔

آپ کا ایک شاندار معمول یہ تھا کہ جب کبھی باہر سے واپس آئے تو بجائے گھر جانے کے مسجد میں جاتے۔ اذان کا وقت ہوتا تو اذان کہتے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کر کے گھر جاتے اور اگر اذان کا وقت نہ ہوتا تو دو رکعت نماز ادا کر کے گھر جاتے۔

**مثالی تقویٰ:-** مولوی عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ بڑے سوز و گداز سے قرآن مجید پڑھتے تھے۔ اللہ نے انہیں لحن داؤدی عطا فرما رکھا تھا لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے، آپ کی نیکی پاکیزگی اور تقویٰ کا آس پاس شہرہ تھا۔ ایک روز مولوی صاحب نے ایک چوہدری صاحب سے گھاس کاٹنے کی اجازت چاہی۔ اس نے مخوشی اجازت دے دی، مولوی صاحب گھاس کاٹنے لگے گھاس کاٹتے ہوئے ایک پودا گندم کا بھی جڑ سے اکھڑ کر ہاتھ میں آ گیا آپ کو اس بات کا دکھ ہوا اور اسے اسی وقت زمین میں گاڑ دیا اور گاؤں سے لوٹے میں پانی لاکر اس میں ڈالا اگلے دن پھر اس طرح کیا چوہدری صاحب نے دیکھ لیا اور پوچھا مولوی صاحب پانی کا لوٹا لے کر کدھر جاتے ہیں؟ مولوی صاحب نے بتایا چوہدری صاحب گھاس کے ساتھ گندم کا پودا اکھڑ گیا تھا اسے پانی دینے جاتا ہوں۔ سبحان اللہ کیسے نیک، سادہ اور امانتدار تھے پہلے کے لوگ۔

### ﴿ ۲۳ ﴾ کرامات حضرت حافظ عبدالحئی صاحب رحمہ اللہ کوٹ شاہ محمد

کوٹ شاہ محمد کا پرانا نام چاندی کوٹ تھا۔ لیکن یہ چاندی کوٹ نام سے ہی زیادہ مشہور ہے ضلع شیخوپورہ کا خوبصورت علاقہ ہے جو کبھی ویران تھا مگر حضرت حافظ عبدالحئی صاحب کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے وہاں کا شور و کلر دور کر کے اسے سبزہ زار بنا دیا ہے۔ جس مسجد کی بنا آپ کے والد گرامی حضرت مولوی امام دین رحمہ اللہ نے رکھی تھی وہاں آپ کی مساعی اور جہد مسلسل کی بدولت قرآن و سنت کے سوتے پھوٹتے رہے اور اب بھی پھوٹ رہے ہیں۔ اس وقت مولانا عبدالصمد رفیقی حفظہ اللہ اپنے آبائی چمنستان کی آبیاری کر رہے ہیں۔

**آپ کی لافانی کرامت:-** (کرامت، ۱۴۳) آپ ہر وقت قرآن مجید پڑھتے اور نوافل میں مصروف رہتے تھے میں نے ہر لمحہ آپ کو ذاکر و شاکر پایا۔ آپ کا شمار بھی اہل اللہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے نیک اور عالم اولاد کے لئے دعا کی۔ اللہ نے آپ کی دعا کو شرف قبول بخشا اور نیک اور عالم اولاد عطا فرمادی۔ آپ کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں سب بیٹیاں اور تین بیٹے علم دوست ہوئے۔ مولانا سلیم، مولانا مسلم، مولانا عبدالسلام، تیسرے بیٹے یعنی مولانا عبدالسلام کیلانی مستند اور ممتاز عالم دین ہیں، آپ حضرت مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید ہیں مدینہ یونیورسٹی سے بھی اکتساب علم و فضل کیا۔ اب ماشاء اللہ علامہ کے درجے پر فائز ہیں علماء اکیڈمی بادشاہی مسجد لاہور میں پڑھانے کے بعد آج کل یوگنڈا میں حدیث پڑھا رہے ہیں۔ آپ کا شمار وہاں کے کبار علماء میں ہوتا ہے۔

مولانا محمد سلیم حفظہ اللہ ایک نیک دل اور صاف باطن آدمی ہیں۔ آپ نے ہمیشہ رزق حلال کمایا۔ عموماً کتابت آپ کا فن اور پیشہ تھا ایک روز آپ نے خواب میں دیکھا کہ میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ رہا ہوں ”رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر“ یہ اشارہ تھا کہ اسی طرح رب سے تعلق رکھو وہ سب ضرورتیں پوری کر دے گا ایک مرتبہ آپ کو خواب میں قیامت کا نقشہ دکھایا گیا آپ ذرا پریشان ہوئے تو قرآن مجید

کی یہ آیت کسی نے پڑھی ”مقعد صدق عند ملیک مقتدر“ آج کل آپ نے وارثین میں شاندار مسجد اور لڑکیوں کے لئے ممتاز درس گاہ قائم کر رکھی ہے۔ مسجد اور مدرسہ دونوں بہت بارونق اور کامیاب جا رہے ہیں۔ ماشاء اللہ بہت لوگ آبائی تقلید و جمود اور رسومات ترک کر کے توحید و سنت کی جلو میں آ رہے ہیں۔ مولانا محمد سلیم حفظہ اللہ کی ساری اولاد نیک، شریف، عالم، حافظ، قاری اور علم دوست ہے۔ خصوصاً حافظ عبدالمتین راشد اور حافظ عبدالعظیم اسد علم و تقویٰ اور شرافت میں نوجوانوں کے لئے قابل تقلید ہیں۔ حافظ عبدالمتین راشد اور حافظ عبدالعظیم اسد علم و تقویٰ اور شرافت میں نوجوانوں کے لئے قابل تقلید ہیں حافظ عبدالمتین راشد کی پیدائش پر ان کی والدہ محترمہ نے خواب میں ایک نورانی درخت دیکھا جس کی دو شاخیں ہیں اور وہ آسمان تک پھیلا ہوا ہے مولانا محمد سلیم کی دو بیٹیاں ہیں ایک الریاض میں ہوتی ہیں وہ مولانا عبدالملک مدیر ادارہ دارالسلام کی اہلیہ ہیں ماشاء اللہ آپ کی یہ صاحبزادی حافظہ قرآن اور جامعہ جھوک دادو کی سند یافتہ ہیں اور بہت اچھی معلمہ اور مبلغہ ہیں دوسری سوہدرہ میں بندہ محمد ادریس فاروقی مدیر مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ کے نکاح میں آئے۔ الحمد للہ موصوفہ والدین کی طرح نیکی اور خدمت دین میں بہت آگے ہیں دونوں نے اپنی اپنی جگہ دینی مدارس قائم کر رکھے ہیں، اور دونوں بحسن طریق دین کی خدمت کر رہی ہیں اور دونوں کے شوہر اپنی اپنی جگہ اللہ کی توفیق سے اسلام کی خدمت و اشاعت میں روز و شب مصروف ہیں اللہ قبول فرمائے۔ آمین۔ بیٹے قرآن و سنت کی خدمت اور نشر و اشاعت میں مصروف ہیں حافظ عبدالعظیم اسد اور حبیب کبریہ پاکستان میں اور باقی تینوں صاحبزادگان یعنی حافظ عبدالمتین راشد حافظ مطیع الرسول اور حافظ منیب کبریہ سعودیہ میں اسلام کی خدمت و اشاعت میں دن رات مصروف ہیں۔

**شاندار کرامت:-** (کرامت، ۱۴۴ھ) آپ نے دنیا سے بالکل دل نہ لگایا۔ پوری زندگی گزر گئی آپ نے اپنے کچے مکان کو پختہ نہ بنایا علوم قرآن میں وحید العصر تھے۔ قرآن کے لغات پر مشتمل بہترین کتاب ”مرآة القرآن“ لکھی، جو صرف و نحو اور علم و ادب کا شاہکار ہے علوم قرآن کے علاوہ آپ اسرار قرآن سے بھی آگاہ تھے۔ آپ کا روحانی پایہ بھی اونچا تھا۔ اخلاق اور سیرت و کردار میں اپنی مثال آپ تھے خواہ دن عسرت کے ہوں یا سیرت کے کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلا یا لوگوں کو آپ کی امانت و دیانت پر بے حد یقین تھا، اس گاؤں میں چالیس چالیس مربع زمین کے مالک رہتے تھے وہ بسا اوقات آپ کے پاس لاکھوں روپے اور بے پناہ زیورات امانت کے طور پر رکھ دیتے تھے، مگر کیا مجال جوان میں ذرا بھی کمی بیشی ہو۔ یہ معمولی بات نہیں ہے بہت بڑی بات ہے۔ آپ کی صاحبزادی نے بتایا ایک مرتبہ آپ لاہور سے کوئی ڈیڑھ کلوسونے کے زیورات بنوا کر لائے اور جن کی امانت تھی انہیں جوں کی توں یہ امانت پہنچادی۔ اس سلسلے میں آپ کو کوئی میل پیدل بھی چلنا پڑا۔

ایک روز آپ کی بیٹی کی اتنی دولت اور زیورات پر نظر پڑ گئی اس نے حیرت سے پوچھا باجی! اتنی دولت؟ آپ نے فرمایا۔ یہ دولت ہماری نہیں یہ لوگوں کی گندگی ہے یعنی بیٹی کو ایک طرف یہ بتایا کہ یہ ہماری نہیں ہے اور دوسری طرف یہ بتایا کہ دولت ہرگز پیار کے قابل نہیں ہے اس سے دل لگانا اچھا نہیں۔ آپ روکھا سوکھا کھا کر گزارا کر لیتے تھے، لیکن کیا مجال جو امانت کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی دیکھا ہو یا اس کی نگرانی پر کسی سے کچھ معاوضہ طلب کیا ہو، یہی اولیاء کی شان ہے کہ وہ اکل حلال کو فریضۃ اللہ کے بعد سب سے بڑا فریضہ سمجھتے ہیں کیونکہ اکل حلال اور زہد دونوں ولایت کے ابتدائی زینے ہیں باقی اگلے زینے ہیں ان ابتدائی زینوں کے بغیر کوئی شخص ولی نہیں بن سکتا ان کے بغیر ولایت کا حصول ممکن نہیں۔

**دریا کی دلدل میں پھنسی گھوڑی نکل آئی:-** (کرامت، ۱۴۵ھ) ایک مرتبہ آپ گھوڑی پر سوار دریائے چناب میں سے گزر رہے تھے دریا میں پانی کم تھا تقریباً خشک تھا آپ کے ساتھ اہلیہ محترمہ بھی تھیں ایک جگہ گھوڑی دلدل میں پھنسی گئی اور پوری ٹانگوں تک پھنسی گئی آپ اتر گئے لیکن بسا کوشش کے باوجود گھوڑی باہر نہ نکل سکی۔ آپ کو قدرے فکر لاحق ہوئی لیکن اللہ پر توکل کرتے ہوئے سورہ یسین کی تلاوت شروع کر دی دیکھا، گھوڑی یکدم اچھلی اور باہر نکل آئی اور اللہ کی مہربانی سے ساتھ ہی خشک جگہ پر اس کے قدم پڑے اور اس نے چلنا شروع کر دیا اللہ تعالیٰ کی اس مہربانی پر دونوں بے حد شکر بجالائے۔

**تدفین پر خوشبو پھیل گئی:** (کرامت، ۱۴۶ھ) آپ کی وفات پر کافی لوگ جمع ہوئے تدفین کے موقع پر قبرستان میں بندہ بھی موجود تھا۔

کھلی فضا، درختوں کا جھرمٹ، ایک درخت کے نیچے آپ کی قبر کی کھدائی ہو رہی تھی اس دوران کچھ لوگ خاموش کھڑے تھے، کچھ باتوں میں مصروف تھے، کہ دفعتاً مہک آنا شروع ہوئی، جہاں میں کھڑا تھا وہاں بھی مہک آئی تا آنکہ سب لوگوں کا مشام جاں معطر ہو گیا۔ لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے، کہاں سے مہک آرہی ہے، میں قبر کی طرف بڑھا اور حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی چار پائی پڑی تھی نیچے کھدائی آخری مراحل میں تھی، اب لوگ یہ سمجھ گئے تھے کہ خوشبو یہیں سے آرہی ہے، اور یہ خوشبو تھی بھی الگ قسم کی، اہل ایمان کیلئے قرآن کی نوید ہے ”یا یتھا النفس المطمئنة، ارجعی الی ربک راضیة مرضیة، فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی“ مطلب یہ کہ اپنے محبوب بندوں کے لئے رب تعالیٰ جنت کے دروازے کھول دیتا ہے اور انہیں برابر اور اختیار کی جماعت میں شامل فرمادیتا ہے۔

**بکثرت ذکر الہی:-** (کرامت، ۱۴۷) آپ جوانی میں چھ پارے اور جب آپ کو ذرا فرصت مل گئی اور بڑھاپے کو پہنچ گئے تو روزانہ دس پارے قرآن مجید کی منزل کیا کرتے تھے اور جو پندرہ بیس روزانہ اور دو وظائف کرتے تھے، وہ اس کے علاوہ تھے یہی شان اولیاء ہے کہ ان کا کوئی لمحہ ذکر الہی کے بغیر نہیں گزرتا اور رب ان کی خصوصی مدد فرماتا ہے۔

### ﴿ ۲۴ ﴾ کرامات مولانا حکیم عبدالواحد رحمہ اللہ وار برٹن

آپ کا شمار وار برٹن ضلع شیخوپورہ کے چند گئے چنے لوگوں میں ہوتا ہے، بڑے نیک، پارسا اور خدا ترس انسان تھے۔ آپ حضرت حافظ عبدالحی رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ پیکر حلم و شرافت حکیم منصور العزیز آپ ہی کے بیٹے ہیں جو اشرف لیڈارٹریز کے معاون اور طبیب کالج فیصل آباد کے پرنسپل ہیں، آپ کے دوسرے دونوں بیٹے محمد اسحاق شاہین اور محمد زبیر گوتم و مذہب میں زیادہ نہ پڑھ سکے لیکن ان کی شہرت اچھی ہے شرافت اور ادب (لٹریچر) میں اچھا پایہ رکھتے ہیں، اول الذکرو فات پاچکے ہیں ان کی بیٹی کی شادی ولی کامل حضرت مولانا محمد عثمان دلاوری رحمہ اللہ (جن کی کرامت آگے آرہی ہیں) کے حقیقی پوتے سے ہوئی یعنی دونوں کے اجداد کا شمار اولیاء کرام میں ہوتا ہے۔

**ہندو بہمن مسلمان ہو گیا:-** (کرامت، ۱۴۸) ایک بہمن آپ کی خدمت میں آیا تھوڑی دیر آپ کی مجلس میں رہا وہ آپ کی باتوں سے بہت متاثر ہوا۔ آپ کی مجلس میں اسے سکون ملا بالآخر کہنے لگا: حضرت مجھے بھی اپنا ساتھی بنا لیتے فرمایا: کلمہ پڑھو اور ہمارے ساتھی بن جاؤ چنانچہ اس نے کلمہ شریف پڑھا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

**عجیب واقعہ:-** (کرامت، ۱۴۹) ایک روز بیٹھے بیٹھے کہنے لگے: اتنے آدمیوں کا کھانا تیار کرو، وہ آرہے ہیں گھر والوں نے کھانا تیار کیا۔ اتنے میں وہ مہمان آگئے، کھانا کھایا، چند منٹ آپ کی مجلس میں بیٹھے اور چلے گئے، گھر والے کہتے ہیں، ہمیں پتہ نہیں چلا کہ وہ کون مہمان تھے۔ اور کیا کرنے آئے تھے۔ وہ لوگ ہمارے علاقے کے نہیں تھے۔ کہیں ادھر ادھر کے تھے اور ان کے آنے کا مقصد نہ ہم نے پوچھا۔ اور نہ مولوی صاحب نے گھر والوں کو بتایا یا بتانا مناسب نہ سمجھا ہوگا۔

### ﴿ ۲۵ ﴾ کرامات مولانا محمد ادریس کیلانی رحمہ اللہ

آپ کا شمار بھی باعمل علماء میں ہوتا ہے، آپ کی دو کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

**دعا کی طاقت پرواز:-** (کرامت، ۱۵۰) آپ ہمیشہ اولاد کیلئے نیکی اور ہدایت کی دعا طلب کرتے رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو خدمت دین کی توفیق بخشی انہوں نے کیلیا نوالے میں ایک شاندار جامعہ تعمیر کیا۔ قریب ہی قادر آباد روڈ کیلیا نوالہ سٹاف پر خوبصورت مسجد بنوائی۔ اور ”حدیث پبلی کیشنز“ کے نام ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا جو شب و روز حدیث نبوی کے اشاعت میں مصروف ہے۔ موصوف کی بیٹی نے گوجرانوالہ کے قریب کھیالی میں ایک دینی مدرسہ قائم کر رکھا ہے جہاں لڑکیوں کو قرآن و حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے یوں حضرت مولانا کیلانی مرحوم کی دعا حرب بحرف پوری ہوئی غرض آپ کی ساری اولاد خدمت دین اور اشاعت اسلام میں مصروف ہے۔

آپ کی ایک اور کرامت :- (کرامت، ۱۵۱) آپ عالم تھے، البتہ حافظ نہیں تھے، عمر مبارک کوئی ساٹھ ستر کے درمیان ہوگی کہ دل میں خواہش پیدا ہوئی کیوں نہ کتاب اللہ کو حفظ کیا جائے؟ آپ نے اللہ کی بارگاہ میں حفظ قرآن کی دعا کی اور بلا استاد قرآن مجید حفظ کرنا شروع کر دیا۔ یعنی دعا کے ساتھ کوشش بھی شروع کر دی اور ڈیڑھ برس کے قلیل عرصہ میں قرآن مجید حفظ کر کے دوسرے سن رسیدہ لوگوں کیلئے حفظ قرآن مجید کا شاندار نمونہ پیش فرما دیا۔ علاوہ ازیں اسے مصلے پر سنانا بھی شروع کر دیا۔ ماشاء اللہ بہت اچھا قرآن ضبط تھا۔

آپ کی اہلیہ محترمہ بھی قرآن کی حافظ تھی۔ اور دیہاتی طریقے کے مطابق گھر میں ہی گاؤں کی بچیوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتی تھیں۔ ذرا غور تو کیجئے! قوم نے مولانا کے علاوہ ان کی اہلیہ اور ان کے بچوں سے کتنا فائدہ اٹھایا؟ اور اب تک اٹھا رہی ہے یہ ایک چشمہ فیض ہے جس سے قوم برابر استفادہ کر رہی ہے اور اللہ ہی کو معلوم یہ سلسلہ کب تک رہے، آپ کے چاروں بیٹے محمد اقبال کیلانی، محمد ریاض کیلانی، خالد کیلانی، ہارون الرشید کیلانی اپنے والد گرامی کے مشن کو اپنی طاقت کے مطابق جاری رکھے ہوئے ہیں، حدیث پہلی لکچنر کے نام سے ان کا ادارہ بڑی اچھی کتابیں شائع کر رہا ہے۔ آپ کی مطبوعہ کتب ملک اور بیرون ملک سے خراج تحسین حاصل کر رہی ہیں۔

### ﴿ ۲۶۶ ﴾ کرامات مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ لاہور

سنت کی برکت اور آپ کی کرامت :- (کرامت، ۱۵۲) مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ پہلے فوج میں ملازم رہے، خاندانی اثر کی وجہ سے مزاج میں دین اور مذہب کا غلبہ تھا، جس کے نتیجے میں آپ نے داڑھی رکھی، قانون شریعت کی نگاہ میں داڑھی کو جو بکام درجہ حاصل ہے مگر انگریزی قانون کو ناگوار گزری۔ حکام نے کہا: داڑھی رکھیں یا نوکری رکھیں کوئی ایک چیز رکھ لیں۔ فیصلہ کر لیں کیا رکھنا ہے۔ کہا: فیصلہ کر لیا۔ نوکری چھوڑ دوں گا مگر سنت رسول ﷺ نہیں چھوڑوں گا۔ رب نے کہا: جو میرے محبوب کی لاج رکھتا ہے میں اس کی لاج رکھتا ہوں۔ چنانچہ رب تعالیٰ نے آپ کو وہ مقام دیا کہ بیدوشاید یعنی حکومت کی نوکری چھوڑ کر اپنی نوکری دے دی سچ کہا قرآن نے ”عسی ان تکر هو اشینا وهو خیر لکم“ یعنی بسا اوقات آدمی کسی چیز کو اچھا نہیں سمجھتا اور وہ حقیقت میں اچھی ہوتی ہے اللہ کرے کہ ہماری بھی آنکھیں کھل جائیں اور کم از کم داڑھی منڈانا چھوڑ دیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہاتھ تھاما :- (کرامت، ۱۵۳) نوکری چھوڑنا کوئی معمولی بات نہیں۔ معاش کی بنیادیں ہل جاتی ہیں گھر کا نظام تلپٹ ہو کر رہ جاتا ہے مگر آپ مطلق پریشان نہیں ہوئے، آپ نے کاروبار شروع کیا۔ اللہ نے برکت عطا فرمائی اور ساتھ ساتھ خاندانی فن یعنی کتابت سیکھی۔ اور بہت جلد سیکھ لی دنیا پیسے کے پیچھے بھاگتی ہے مگر پیسہ آپ کے پیچھے بھاگتا تھا اور کمال یہ کہ اللہ نے اگر کتابت کا کام دیا تو وہ بھی قرآن کا۔ ہم خرماد ہم ثواب ”ان الله لا یضیع اجرا المحسنین“ کی جلوہ فرمائیاں اسی کارگہ آب و گل میں شروع ہو گئیں اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذہن رسا کے ساتھ طبع سبک خرام بھی ودیعت فرمادی۔ آپ کے سامنے ارتقاء کا کوئی زینہ دور نہ تھا اور علم و فضل آپ کو دیا ہی نہیں بلکہ آپ میں انڈیلا باوجود درس نظامی نہ پڑھنے کے آپ کی تحریر و تقریر اور تصنیفات کو دیکھ کر بڑے بڑے علماء و طرہ حیرت میں گم ہو گئے۔ مزاج سادہ، مرنجاں مرنج، ملنسار، چہرے پر بشاشت، طبع میں جودت، ہمہ وقت استحضار اور آمد کی کیفیت، زبان میں طلاقت، قلم میں روانی، دریا کو کوزے میں بند اور کوزے کو دریا میں بنا دینے پر قدرت، طبیعت پر ہمار، ہر ایک سے پیار، غرض کیا کہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موصوف کا ہاتھ ہی نہیں تھا مابین و بیار عطا و بخشش کے چھینٹوں کا یوں فیاضانہ ترشح کیا کہ فیض ازل کے انعامات و احسانات آپ پر نازل ہوتے ہوئے نظر آئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

انعامات کی بارش :- (کرامت، ۱۵۴) رب نے آپ کو اسقام و آلام سے محفوظ رکھا ورنہ فی زمانہ کوئی گھر ان آفات سے محفوظ نہیں۔ جو اسقام سے محفوظ ہے وہ آلام میں گرفتار ہے اور جو آلام سے محفوظ ہے وہ اسقام میں گھرا ہوا ہے، آپ تادم آخروحت مندر رہے۔ اور بڑھاپے میں بھی جوان تھے آپ کو اللہ نے دین بھی دیا اور دنیا بھی۔ آپ کو اولاد دی تو اس میں بھی شان عدل کا فرما رہی یعنی چار بیٹے اور چار بیٹیاں اور دونوں ہی (بیٹے بیٹیاں) دونوں علوم سے آراستہ اور تقریباً سبھی حافظ قرآن۔ آگے ان کی اولاد بھی حافظ قرآن، آپ کی اہلیہ محترمہ بھی حافظ قرآن تھیں۔ ایک اندازے

کے مطابق آپ کے خاندان یعنی فروغ میں کوئی ۵۰ حافظ قرآن ہوں گے اور آپ کے سب بیٹے اچھی پوسٹ پر ہیں کوئی ڈاکٹر ہے تو کوئی انجینئر، کوئی پروفیسر ہے تو کوئی اسکالر، اتنی لائق، بلند اخلاق، دین کی خادم اولاد کم ہی کسی کی ہوگی ”ایدھم اللہ تعالیٰ“۔

**آپ کی ایک اور کرامت:-** (کرامت، ۱۵۵) آپ کو اولاد و احفاد سے محبت تھی۔ حلال کمائی سے پیارتھا عالی شان رہائش گاہ محبوب تھی مگر ان سب سے بڑھ کر آپ کو اللہ اور اس کے رسول سے پیارتھا۔ ﷺ آپ ارشاد قرآنی ”اشد حباً للہ“ کی تابندہ تفسیر اور حدیث نبوی ”لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ“ کی زندہ تصویر تھے۔

آپ کو اللہ سے محبت تھی اللہ کی کتاب سے محبت، اللہ کے رسول سے محبت اور اللہ کے گھر سے لگاؤ تھا۔ اتنا لگاؤ اتنا پیار اور اتنی شینگی کہ بالآخر فرشتہ مسجد کی زمیں بوسی کرتے ہوئے اللہ کے گھر ہی میں اللہ سے جا ملے۔ حالت نماز کی کیفیت سجدے کی، زبان تسبیحات خداوندی کی زمرہ منجی کرتے ہوئے، اہل اسلام سے ”فاشہدوا لہ بالایمان“ کا تمغہ شہادت لیتے ہوئے ”فاد خلی فی عبادی O واد خلی جنتی“ کی نوید سنانے والے ملائکہ کے جھرمٹ میں آپ کی روح مطمئنہ فردوس بریں میں پہنچ گئی ”اعلیٰ اللہ مقامہ، آمین یارب العالمین“۔

اس دور میں اپنی خاندانی مسند علم کی وارث اور اہل، کم ہی کسی ذی علم کی اولاد ہوگی اور جس کی اولاد ایسی نکل آئے اسے اللہ کا شکر یہ بجالانا چاہیے اس کائنات ہست و بود میں بڑی نعمتیں یہی ہیں دین و دنیا کی عظمت، لائق اولاد، معاشرہ میں عزت اور اچھی شہرت، حضرت مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جنہیں یہ تمام نعمتیں حاصل تھیں۔

**آپ کی تابندہ و درخشندہ کرامات:-** (کرامت، ۱۵۶) آپ نے بہترین کتب تصنیف فرمائیں۔ جن کی تعداد بیس کے لگ بھگ ہو گی آپ کی سب کتب عمدہ اور لائق تعریف ہیں لیکن ”مترادفات القرآن“ آپ کی شاہکار تصنیف ہے جو اپنے عہد کی منفرد کتاب ہے۔ میرے خیال میں ماضی قریب میں برصغیر میں ”مترادفات قرآن“ ایسے حیرت زدہ اور معلومات افزا موضوع پر کسی نے قلم نہیں اٹھایا۔

آپ نے لائق ترین اولاد چھوڑی۔ آپ کی اولاد (زکورا ناٹ) کا ہر فرد اپنی اپنی جگہ پر ایک مستقل ادارہ ہے اور ان سب میں اپنے گرامی والدین کی پوری جھلک پائی جاتی ہے۔ ”اللہم زد فزد“۔

آپ کا جامعہ اور قائم کردہ مسجد، آپ کا صدقہ جاریہ ہے جامعۃ البنات تدریس القرآن و سن پورہ لاہور میں بہترین تعلیم و تربیت کا انتظام ہے اور بڑی کامیابی سے رواں دواں ہے مسجد اگرچہ چھوٹی ہے مگر اہمیت کے لحاظ سے بڑی ہے۔ وہ شرک و بدعت کے سیاہ نو کیلے پتھروں میں چشمہ توحید و سنت کا کام دے رہی ہے یہ سب آپ کی کرامات ہیں اگر آپ ملازمت میں رہتے تو یہ محیر العقول کارنامے کیسے ممکن تھے؟ ”وذاک فضل اللہ یوتیہ من یشاء“۔

### ﴿ ۲۷ ﴾ کرامات مولوی کمال دین صاحب رحمہ اللہ

آپ ایک غیر معروف، خاموش، مخلص، سادہ اور اپنے علاقہ میں ہر دل عزیز بزرگ تھے۔ زہد کا غلبہ تھا، اکل حلال اور صدق مقال کے عادی تھے۔ دعا میں بلا کی تاثیر تھی، شاید وہ اکل حلال اور صدق مقال کی وجہ سے تھی یوں لگتا تھا جیسے رب کو منارہے ہوں آپ کے بارے میں مشہور ہے آپ جو دعا کرتے تھے پوری ہو جاتی تھی۔

**اللہ نے خاتون کو بیٹا دیا:-** (کرامت، ۱۵۷) مولوی اسماعیل فیروز پوری چک 139/9L بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ ایک خاتون آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کے ہاں اولاد نہیں ہوئی تھی بہت علاج کروایا اور روحانی علاج کیلئے بڑے بڑے ماہرین کے پاس گئی مگر مطلق فائدہ نہ ہوا اسے آپ کے بارے میں بتایا گیا چنانچہ وہ آپ سے دعا کروانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے اپنے خاص انداز سے اس کے لئے دعا کی اور انداز یوں تھا کہ جیسے کوئی اپنے دوست کی منت زاری کر کے اسے اپنی عرض داشت منوار ہا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دعا کو شرف قبولیت بخشے ہوئے اس خاتون کو بیٹا عطا فرمادیا۔

**قحط سالی دور ہوگئی:**۔ (کرامت، ۱۵۷) گوہڑ (پٹوکی) میں بارش نہ ہونے سے قحط سالی کا سماں ہو گیا لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بارش کے لئے دعا کی درخواست کی آپ نے نہایت زاری سے دعا کی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ بادل کا ٹکڑا آیا اور وہ پھیلتا گیا تا آنکہ دیکھتے دیکھتے پورے علاقے پر پھیل گیا اور بارش برسنے لگی اور اتنی برسی کہ سب کی سب ضروریات پوری ہو گئیں۔

**بھینس نے آپ کی بات مان لی:**۔ (کرامت، ۱۵۸) مولوی حبیب اللہ جیتی والا (Jatiwala) نزدنگن پور نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک روز حضرت مولوی کمال دین صاحب ہمارے گاؤں جیتی والا میں تشریف لائے دیکھا کہ ایک آدمی اپنی بھینس کو مار رہا تھا۔ آپ نے کہا بیچارے زبان جانور ہے اسے کیوں مار رہے ہو؟ اس نے کہا: میں اسے کیوں نہ ماروں چار پورا کھاتی ہے مگر جب دودھ دینے کی باری آتی ہے تو ٹانگیں مارتی ہے اور قریب نہیں آنے دیتی۔ آدمی کا جواب معقول تھا آپ نے بھینس کے قریب ہو کر اس کے کان میں کہا ”کیوں مار کھاتی ہو، دودھ دے دیا کرو“ آدمی سے کہا ذرا صبر کرو جلد بازی نہ کرو جاؤ برتن لے آؤ تھوڑی دیر کے بعد وہ برتن لے آیا نیچے بیٹھا اور بھینس کے تھنوں کو ہاتھ میں لے کر دبا تو اس نے دودھ دینا شروع کر دیا۔

**دریا کا رخ بدل گیا:**۔ (کرامت، ۱۵۹) مولوی حبیب اللہ آف جیتی والا کا بیان ہے ایک مرتبہ کی بات ہے کہ دریائے ستلج نے جیتی والا اور نگن پوری کی طرف رخ کر لیا جس سے لوگوں کو بہت تشویش ہوئی کہ کیا کیا جائے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ اللہ کے حکم سے آیا ہے وہی اس کو لے جائے گا کسی اہل اللہ سے دعا کروانی چاہیے چنانچہ لوگ حضرت مولوی کمال دین صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے حاجت والحاہ کے ساتھ دعا کی۔ ”اے اللہ! یہ کام لوگوں کیلئے بہت مشکل ہے مگر آپ کیلئے کوئی مشکل نہیں اپنی مہربانی سے دریائے ستلج کا رخ اس علاقے سے موڑ دیجئے۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور اگلے روز سے دریائے اپنا رخ نگن پور سے موڑ کر دوسری طرف کر دیا جس سے لوگوں کو انتہائی خوشی ہوئی۔

**آپ کا روحانی کمال:**۔ (کرامت، ۱۶۰) تقسیم ملک کے وقت سکھوں نے ادھم مچا رکھا تھا کھڑے ہوئے سکھ جس مسلمان کو دیکھتے تھے تیغ کر دیتے۔ اس طرح انہوں نے حد درجہ مظالم ڈھائے اور آپ کے علاقہ میں ان گنت مسلمانوں کو شہید کر دیا ایک عالم کو چر کے دے دے کر شہید کر دیا مگر مولوی کمال دین رحمہ اللہ کا کمال یہ تھا کہ آپ جس شخص کے گرد دائرہ لگا دیتے سکھ ادھر نہ آتا اور اس طرح وہ شخص ان کے حملے سے بچ جاتا اس طرح بہت سے لوگ سکھوں کے حملے سے بچ گئے۔

**دعا کا حیرت انگیز اثر:**۔ (کرامت، ۱۶۱) مولانا اسماعیل فیروز پوری رحمہ اللہ کا بیان ہے ایک مرتبہ آپ گوہڑ سے تشریف لے گئے ایک لڑکی آپ کے سامنے لائی گئی مرض کی وجہ سے اس کے سر کے بال اڑ چکے تھے، آپ نے اس لڑکی سے پابندی سے نماز ادا کرنے کا وعدہ لیا اس نے پابندی سے نماز ادا کرنے کا وعدہ کر لیا، آپ نے دعا بھی کی، اسے دم بھی کیا اور پانی بھی دم کر کے دیا اور پرہیز بھی بتلایا چنانچہ اللہ کی مہربانی سے وہ لڑکی ٹھیک ہو گئی پھر اس نے سستی سے نماز ترک کر دی، چنانچہ دوبارہ اس کے بال گرنا شروع ہو گئے اور وہ پھر اسی طرح ہو گئی جس طرح پہلے تھی بعد ازاں ٹھیک نہ ہوئی، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ یا اللہ والوں سے جو وعدہ کیا جائے اسے ضرور پورا کیا جائے اور جس قدر ممکن ہو جلد پورا کیا جائے۔ بصورت دیگر نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔

### ﴿ ۲۸ ﴾ کرامات مولانا عبدالحق آف ماڑی مصطفیٰ رحمہ اللہ (بھارت)

**زبے مقدر:**۔ (کرامت، ۱۶۱) آپ نہایت مخلص بہت بلند اخلاق، بے حد پارسا اور اونچے پائے کے عالم دین تھے جامعہ رحمانیہ دہلی کے فارغ التحصیل تھے۔ بہت متوکل علی اللہ اور عابد و زاہد تھے دوران ذکر بات چیت نہیں کرتے تھے اور آپ نے گھر والوں کو بھی اس وقت گفتگو کرنے سے روکا ہوا تھا۔ قاری محمد عزیز صاحب خطیب جامعہ مسجد اقصیٰ گلشن راوی لاہور اور محمد صدیق شاہد ایم اے ہیڈ ماسٹر اور فاروق احمد انہی کے فرزند ہیں۔ مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ جنت بی بی بھی اللہ والی خاتون تھیں بڑی عابدہ، زاہدہ، ذاکرہ و شاکرہ تھیں۔ حال ہی میں

نوے برس کی عمر یا کر عالم جاودانی کو سدھا رکھیں۔ شریعت کی بے حد پابند تھیں۔ قرآن اور نوافل عام پڑھتی رہتی تھیں آپ کی وفات پر پورا کمرہ خوشبو سے مہک اٹھا ماں جی جنت بی بی مرحومہ عالمہ بائبل، صاحب تقویٰ و ورع، حضرت مولانا محمد یحییٰ میر محمد کی رضاعی ماں تھیں تقسیم کے وقت سکھوں نے آپ کے شوہر عبدالحق رحمہ اللہ اور آپ کے دو بیٹوں محمد یونس اور محمد کو بے دردی سے شہید کر دیا مگر مرحومہ نے بڑے حوصلے اور صبر و سکون سے ان جانکاہ صدمات کو برداشت کیا یہ ہیں وہ خاندان جنہوں نے ملک کی خاطر لازوال قربانیاں دیں۔ اور یہ ہیں وہ لوگ جو وطن عزیز کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ کر سکتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے تقسیم کے وقت نہ کوئی صدمہ برداشت کیا نہ کوئی جانی و مالی قربانی دی انہیں پاکستان کی صحیح قیمت کا کیونکر اندازہ ہو سکتا ہے؟

**دعا سے دن پھر گئے:-** (کرامت، ۱۶۲) مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کا شمار اہل اللہ میں ہوتا ہے آپ کے تلامذہ میں مولوی حبیب اللہ جیتی والا نزد لنگن پور معروف عالم تھے۔ مولوی صاحب موصوف آپ کے نہایت عقیدت گزار تھے۔ یہ ایک بار آپ کے صاحبزادگان مولانا قاری محمد عزیز اور جناب محمد صدیق شاہد ایم اے سے ملنے آئے اور ملاقات کر کے خوش ہوئے اور باتوں باتوں میں بتانے لگے میں بڑا غریب اور مفلس تھا، تنگ دستی نے پریشان کر رکھا تھا، ایک بار میں نے استاد محترم حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے درخواست کی۔ حضرت! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میری کشائش کی دعا کریں کہ میرے دن پھر جائیں چنانچہ حضرت مولانا رحمہ اللہ نے میری فریاد فریاد رزق کی دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو ایسا شرف قبول بخشا کہ بہت جلد یعنی اگلے ہی روز میری مالی حالت میں خوشگوار تبدیلی آگئی۔

ہو ایوں کہ گاؤں کے نمبردار کا بیٹا شدید بیمار ہو گیا۔ میں جسمانی روحانی تھوڑا بہت علاج کر لیتا تھا نمبردار میرے پاس آیا اور کہا مولوی صاحب! آپ لوگوں کا علاج کرتے ہیں براہ کرم میرے بیٹے کا علاج کریں آپ کو منہ مانگا انعام دوں گا چونکہ وہ بہت مالدار تھا، اس لئے میں نے ۱۰۰ روپے گندم اور ایک بھینس کا مطالبہ کیا اس نے وعدہ کر لیا میں نے اللہ کے سہارے پر اس مریض لڑکے کو پانی سے نہلا دیا اللہ کی قدرت وہ شفا یاب ہو گیا، اس نے خوش ہو کر مجھے ۱۰۰ روپیہ دیا اور باقی چیزیں جلد ادا کرنے کا وعدہ کیا، میں نے خوشی خوشی اس بات کا حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا: اس نے اپنے آپ جو ۱۰۰ روپیہ دیا ہے وہی کافی ہے باقی چیزیں چھوڑ دو اللہ آپ کو برکت دے گا ان دنوں سو روپیہ بھی بہت خظیر رقم ہوتی تھی، میں نے استاد محترم کی بات مان لی اور اس ۱۰۰ روپے سے ضروریات بھی پوری کیں اور کاروبار بھی شروع کر دیا اللہ نے مجھے وہ برکت عطا فرمائی کہ گھر میں ہر چیز کی ریل پیل ہو گئی اور کسی چیز کی کوئی کمی نہ رہی۔

**نورانی خواب، بابرکت تعبیر:-** (کرامت، ۱۶۳) حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی بیٹی فاطمہ (بورے والا) کا بیان ہے کہ ایک روز والد صاحب نے خواب دیکھا کہ وہ حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین (حضرت ابو بکر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔ تقسیم ملک کے موقع پر سکھوں نے آپ کے گاؤں کے مردوں کو دھوکے سے اکٹھا کر لیا انہوں نے عورتوں کو کچھ نہ کہا مردوں کو مشروب پیش کیا انہوں نے اسے مشکوک جانا اور پینے سے انکار کر دیا سکھوں نے نہتے مسلمانوں پر زوردار حملہ کر دیا اور پورے گاؤں کے سینکڑوں مردوں کو بیدردی سے شہید کر دیا۔ آپ کے ساتھ آپ کے دو جوان بیٹے بھی شہید ہو گئے، گاؤں بھارت کے ضلع فیروز پور میں تھا اس کا نام ماڑی مصطفیٰ (تحصیل موگا) تھا۔ ”اعلیٰ اللہ مقامہم فی الجنة الفردوس“۔

### ﴿ ۲۹ ﴾ کرامات حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ

آپ پر اللہ تعالیٰ کا خاص لطف و کرم تھا آپ کو علمی لحاظ سے ایک سند مانا جاتا تھا، آپ کے فتاویٰ بڑے معتبر سمجھے جاتے تھے، آپ کا بیان عین قرآن و حدیث کے بیان پر مشتمل ہوتا تھا، آپ میں تکلف و تصنع نام کی کوئی چیز نہ تھی، آپ کے ملک اور بیرون ملک ہزاروں شاگرد ہیں، الحمد للہ! بندہ کو بھی آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرنے کا شرف حاصل ہے۔ بندہ نے صحیح بخاری اور تفسیر القرآن آپ سے



پڑھی اور اس کی حلاوت آج تک محسوس ہو رہی ہے۔

**آپ کا پایہ:-** (کرامت، ۱۶۴) آپ کا علمی پایہ بہت اونچا تھا، یگانہ روزگار عالم تھے۔ اپنے معاصرین پر برتری رکھتے تھے، حافظہ بہت قوی تھا روحانیت میں ایک مقام رکھتے تھے۔ قرآن و حدیث کے حافظ تھے عربی فارسی پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ گوجرانوالہ کے قریب موضع گوندلانووالہ کو آپ کی وجہ سے شہرت حاصل ہوئی اور اس گاؤں سے تعلق رکھنے والے علماء نے اپنے ساتھ گوندلوی کا لاحقہ استعمال کر کے گوندلانووالہ سے عقیدت محبت کا اظہار بھی کیا ہے۔ گوندلوی، عبدالاحد گوندلوی وغیرہم، اور اتفاق ایسا کہ سمجھا جاتا رہا ہے یہ حضرت گوندلوی کا فیضان تھا کہ جس نے اپنے شاگردوں کو نابغہ روزگار بنا دیا۔

**آپ کا روحانی جلال:-** (کرامت، ۱۶۵) آپ بہت بڑے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ تہجد گزار، شب زندہ دار، بڑے ذاکر و شاکر اور متوکل علی اللہ تھے۔ آپ کی عبادت کا نور آپ کے پیکر سے صاف نظر آتا تھا۔ آپ کا چہرہ انوار الہی کی تابانیوں سے روشن رہتا تھا باوجود شیریں مقال اور فرخندہ رو ہونے کے کوئی آپ کے جلال کی تاب نہ لاسکتا تھا میں نے بڑے بڑے لوگوں کو آپ کے سامنے دم بخود دیکھا۔ ایک مرتبہ آپ طلبہ کو درس حدیث دے رہے تھے کہ ایک وزیر جو آپ کی ملاقات کی خواہش رکھتا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے دوران درس ادھر دیکھا تک نہیں اور نہ ہی وہ گفتگو کر سکا حالانکہ اسے جلدی تھی ہاں، جب درس حدیث سے فارغ ہوئے پھر اس سے ہمہکلام ہوئے۔

**کلمہ طیبہ کے ورد کی خوشبو:-** (کرامت، ۱۶۶) مولوی عطاء اللہ صاحب و نجووالی کا بیان ہے کہ میرے گھر کوئی بیرونی اثر ہو گیا اور اس کے ساتھ دوسری آزمائش یہ آئی کہ مقدمہ بازی شروع ہو گئی، جس سے میری پریشانی دو چند ہو گئی، اس سلسلے میں جگہ جگہ پھرا بہت سے روحانی بزرگوں سے ملا مگر میں نے اکثر لوگوں کو جا دو گریا دوکاندار پایا، آپ کا بیان ہے اس سلسلے میں میں نے دو بزرگ ہستیوں کو کامل پایا ایک حضرت حافظ محمد گوندلوی اور دوسرے حضرت حافظ محمد یوسف سوہدروی رحمہما اللہ۔ مولوی صاحب کہتے ہیں میں نے ان دونوں کو جانچ پرکھ کر دیکھا انہیں روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز پایا ان پر اللہ کا خاص فضل و کرم تھا۔

مولوی عطاء اللہ صاحب کہتے ہیں میں جب مقدمات میں الجھ گیا تو حضرت حافظ محمد یوسف صاحب سوہدروی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے اللہ تعالیٰ پر یقین کامل کرنے کی تلقین کی اور ساتھ یہ وظیفہ بتایا۔ ”حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم العولی ونعم النصیر“۔ اور فرمایا اسے کامل یقین و اعتماد کے ساتھ بکثرت پڑھو۔ مولوی عطاء اللہ صاحب کہتے ہیں: میں نے اس وظیفے کو ورد زبان رکھا اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بہت جلد مقدمہ بازی سے میری جان چھوٹ گئی اور ہر طرح سے بری ہو گیا ”فللہ الحمد“۔

**ذکر نئی اثبات، پریشانی سے چھٹکارہ:-** (کرامت، ۱۶۷) گھر کی تکلیف کیلئے حضرت گوندلوی صاحب کی خدمت میں حاضری دی آپ نے فرمایا رات کو کہیں گوشہ میں بیٹھ کر کلمہ شریف ”لا الہ الا اللہ“ کا کثرت سے ورد کرو۔ میں نے یہ ذکر شروع کر دیا مگر عجیب بات کہ میرے آس پاس بدبو پھیلنا شروع ہو گئی، جس سے میں بہت حیران و پریشان ہوا اور مجھے خطرہ لاحق ہو گیا کہیں لوگوں کو مجھ سے بدبو نہ آنے لگے۔ کیونکہ مجھے خود اپنے آپ سے تھوڑی بو آنے لگی، میں نے حضرت گوندلوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا کہہ سنایا فرمانے لگے: ”لا الہ الا اللہ“ کا اتنا ورد کرو کہ بدبو کی جگہ خوشبو پھیل جائے۔ ایک وقت آئے گا کہ شیطانی اثرات دور ہو کر خوشبو پھیل جائے گی مولوی صاحب موصوف کہتے ہیں: میں نے آپ کی ہدایت کے مطابق پھر کلمہ شریف کا اس کثرت اور جمعیت خاطر سے ورد کیا کہ واقعی بدبو کی جگہ خوشبو پھیلنا شروع ہو گئی تا آنکہ کلمہ طیبہ کے ورد سے درد یوار مہک اٹھے اور ساتھ ہی اللہ کی رحمت سے گھر یلو پریشانی میں بھی تخفیف ہو گئی۔

﴿ ۳۰ ﴾ کرامات مولانا ابوالبرکات احمد مداری رحمہ اللہ

آپ کا تعلق مدراس (بھارت) سے تھا۔ آپ اوڈانووالہ سے فارغ ہوئے بڑے راسخ فی العلم اور راسخ فی العقیدہ تھے۔ صاف ظاہر اور باطن

تھے، مشکل ترین اسباق کو آسان ترین پیرائے میں پڑھانے کا ملکہ رکھتے تھے، جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ کے ناظم اور شیخ الحدیث تھے۔ آپ کا فتاویٰ چلتا تھا، آپ کا فتاویٰ کتابی صورت میں مل جاتا ہے، آپ حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ کے بلند پایہ شاگرد تھے۔ آپ کو باوجود اتنے عالی مراتب ملنے کے حضرت گوندلوی رحمہ اللہ کی شاگردی پر فخر تھا اور شیخ الحدیث ہونے کے باوجود شاگردوں کی طرح آپ کا احترام کرتے تھے۔

**جامعہ اسلامیہ کو چار چاند لگا دیئے:**۔ (کرامت، ۱۶۸) آپ کی پہلی کرامت یہ تھی کہ آپ نے جامعہ اسلامیہ کی باگ دوڑ سنبھالنے کے بعد نظم و ضبط اور تعلیمی اعتبار سے اس کو چار چاند لگا دیئے۔ جامعہ اسلامیہ کی جگہ کوئی الگ اور خاص نہ تھی پرانی سی مسجد اور اس کے ملحق دو تین اسی طرح کے کمرے اور لوگوں کے گھروں سے کھانا آتا تھا مگر ڈسپلن اور تعلیمی معیار نہایت امید افزا تھا اور وہ سب اللہ کی رحمت سے آپ کی وجہ سے تھا آپ جامعہ کو اپنے گھر کی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر محبوب جانتے تھے، آپ تعطیل کے بعد بھی دن رات میں کئی کئی بار جامعہ کا چکر لگاتے تھے، حالانکہ آپ کا گھر جامعہ سے کافی دور تھا، آپ نے جامعہ میں آنے کا کوئی خاص وقت نہیں رکھا تھا آپ جب چاہتے تھے آجاتے تھے۔

**ہردل عزیز ی:**۔ (کرامت): آپ ہردلعزیز عالم تھے۔ اساتذہ، طلبہ، دیگر علماء سب آپ کو بڑا ہر قدر دیکھتے تھے، آپ کی خدمت میں حاضری دینا آپ کے پاس بیٹھنا اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے، اسی طرح انتظامیہ، اہل محلہ، نمازیان مسجد سب آپ کو احترام و عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ورنہ انتظامیہ اور نمازی دونوں بیک وقت کسی عالم پر خوش ہوں؟ اتنی آسان بات نہیں۔ لیکن آپ پر سب خوش تھے۔ آپ نے گھڑی سازی کا کام بھی سیکھا ہوا تھا تا کہ قوم پر بوجھ نہ بنیں اور خود داری پر بھی آج نہ آئے۔ یعنی آپ ایک طرف شیخ الحدیث تھے دوسری طرف گھڑی ساز، میں نے خود آپ کو بازار میں گھڑی سازی کی دکان پر کام کرتے دیکھا۔ سیرت و کردار کی پختگی، خود داری، اخلاص، علم میں رسوخ، احساس ذمہ داری اور وقت کی پابندی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاصرین پر برتری عطا فرما رکھی تھی۔ ہمارے علماء کو بھی اپنے اندر یہ خوبیاں پیدا کرنی چاہئیں۔ تاکہ ان کا احترام دلوں میں پیدا ہو۔

**بارش رک جاتی:**۔ (کرامت، ۱۶۹) آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ جامعہ آتے وقت یا جامعہ سے گھر جاتے وقت اگر کبھی بارش ہو رہی ہوتی تو آپ وقت کا احساس کرتے ہوئے بارش ہی میں نکل جاتے۔ لوگ اور طلبہ رکنے کا کہتے مگر آپ اسی طرح یہ کہتے ہوئے نکل پڑتے کہ اللہ مہربانی کرے گا۔ عموماً تھوڑی دیر کے لئے بارش رک جاتی اور اگر وہ برستی رہتی تو آپ کے کپڑے نہ بھگتتے۔ دراصل بات وہی ہے جو حدیث میں آتی ہے ”من كان لله كان الله له“ کہ جو اللہ کے ہو جاتے ہیں اللہ ان کا ہو جاتا ہے اللہ ہمیں بھی ایسا کر دے۔ آمین۔

### ﴿ ۳۱ ﴾ کرامات حضرت مولانا محمد عثمان دلاوری رحمہ اللہ

آپ کا تعلق دلاور ضلع گوجرانوالہ سے ہے۔ اہل اللہ میں سے تھے۔ بڑے صابر و قانع، ذاکر و شاکر اور شب زندہ دار تھے۔ آج کل دلاور میں آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد ابراہیم خلیل دلاوری علمی و روحانی فیض بانٹ رہے ہیں اور باوجود ضعف اور مرض کے بساط بھرا اپنے اسلاف کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں مولانا محمد ابراہیم خلیل بندہ کے حقیقی پھوپھا ہیں۔

**قبولیت دعا اور آپ کی کرامات:**۔ (کرامت، ۱۷۰) قبولیت دعا کیلئے ایمان و تقویٰ بنیادی شرائط ہیں۔ ایمان میں پہلا درجہ توحید و توکل اور اصلاح عقائد کا ہے تقویٰ میں بنیادی باتیں شرک و بدعت سے اجتناب اور چار چیزوں میں کمال حاصل کرنا ہے یعنی اکل حلال، صدق مقال، زہد اور حیا، اولیائے کرام ان اوصاف میں کامل ہوتے ہیں، اسی کمال کی وجہ سے انہیں اللہ تعالیٰ کا عرفان اور قرب حاصل ہوتا ہے اور وہ رب کے مقبول اور مستجاب الدعوات بن جاتے ہیں، یہی حال مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ کا تھا، آپ بہت مستجاب الدعوات تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں بے شمار دعائیں کیں جو تقریباً سب کی سب قبول ہوئیں۔ جس کی اولاد نہیں تھی اس کیلئے اولاد کی دعا کی رب نے اولاد عطا فرمادی اسی طرح مقروض کیلئے دعا کی تو قرض اتر گیا، دائمی مریض کیلئے دعا کی تو وہ شفا یاب ہو گیا، ایسے بہت سے واقعات زبان زد خاص و عام ہیں۔

**آپ کی ایک خصوصی دعا:**۔ (کرامت ۱۷۱) استاد پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ نے اپنی جو بیٹی

سوہدرے بیانیہ ان کی اولاد نہیں ہو رہی تھی، ایک روز حضرت حافظ صاحب کی مولانا رحمہ اللہ موصوف سے ملاقات ہوئی دوران ملاقات حضرت حافظ صاحب نے حضرت مولانا محمد عثمان سے بیٹی کے ہاں اولاد زینہ کی درخواست کی، انہوں نے جواباً عرض کیا یہ دعا آپ خود کریں۔ آپ کا روحانی پایہ بہت بلند ہے، آپ نے فرمایا: یہ دعا آپ سے کروانی چاہتا ہوں۔ حضرت دلاوری رحمہ اللہ نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے دعا کو اسی سال شرف قبولیت بخشا اور آپ کا نواسہ پیدا ہوا جس کا نام ”عبدالحمید“ رکھا گیا۔ یہی وہ بچہ ہے جو مولانا حکیم عبدالحمید سوہدروی رحمہ اللہ بنا جنہوں نے کافی شہرہ حاصل کیا۔

**بارش کا خطرہ ٹل گیا:-** (کرامت، ۱۷۲، ۱۹۰۴ء) کی بات ہے محمد دین مستری جامع مسجد دلاور چیمہ کا مینار بنا رہا تھا، اس نے مینار بڑی محنت سے مکمل کیا۔ ابھی وہ نیچے اتر ہی تھا کہ سیاہ کالے بادل آنا شروع ہو گئے۔ بارش برسے کی صورت میں مینار کو کافی نقصان پہنچ سکتا تھا۔ محمد دین نے حضرت دلاوری رحمہ اللہ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔ آپ نے مالک الملک کی بارگاہ میں بڑی زاری سے دعا کی لوگ کہتے ہیں کہ بادل دیکھتے ہی دیکھتے پلٹ گئے۔ یوں بارش کا خطرہ ٹل گیا اور ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور مینار بچ گیا۔

**ایک عجیب وظیفہ:-** (کرامت، ۱۷۳) آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد ابراہیم خلیل دلاوری کا بیان ہے کہ میرا غنوان شباب تھا، میں اسکول میں معلم تھا اور مسجد میں خطیب بھی، میں بہت کچھ کرنا چاہتا تھا کہ مگر دو آدمیوں مولوی ابوالقاسم رفیق اور ماسٹر محمد شریف فاروقی نے میرا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ جس سے میں بہت پریشان تھا، میں نے ایک روز حضرت والد گرامی سے اس پریشانی کا ذکر کیا۔ آپ نے مجھے یہ وظیفہ بتایا کہ ان کا ارادہ کر کے یہ بکثرت پڑھا کرو۔ ”سیہزم الجمع ویو لون الدبر“ غر ماتے ہیں میں نے کچھ روز ہی پڑھا تھا کہ ایک گاؤں چھوڑ گیا اور دوسرے گاؤں میں تبادلہ ہو گیا اس طرح مجھے چین کا سانس لینا نصیب ہوا۔

**گھر کے اخراجات کا پورا ہو جانا:-** (کرامت، ۱۷۴) ایک مرتبہ گھر سے اخراجات کا مطالبہ ہوا فرمایا ابھی خالی ہاتھ ہوں جب اللہ نے مدد کی میں دے دوں گا، اگلے روز کوئی شخص روپوں کی تھیلی دے گیا کہ اسے اپنے مصرف میں لے آئیں گھر تشریف لے گئے فرمایا یہ ہے تھیلی جس قدر ضرورت ہے اس میں سے لے لو باقی اوپر پڑھتی پر رکھ دو۔

**آپ کا مرتبہ اور ملائکہ کی آمد:-** (کرامت، ۱۷۵) آپ کا روحانی مقام کافی بلند تھا۔ انسانوں کے علاوہ جنات بھی آپ کی خدمت بجالاتے تھے، کئی مرتبہ آپ کے جنات آ کر آپ کو دباتے تھے، ایک مرتبہ آپ کی آخری نماز پڑھ رہے تھے کہ کمرہ روشن ہو گیا فارغ ہو کر فرمایا آگئے ہو؟ وہ ملائکہ تھے تھوڑی دیر کے بعد آرام سے روح قفسِ غضری سے پرواز کر گئی۔ ”انا اللہ“۔

**تمام جسم سے ذکر جاری ہو جانا:-** (کرامت، ۱۷۶) آپ کے تایا جان مولانا محمد صالح دلاوری رات کو مسجد میں یاد الہی کر رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی آ گیا وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آپ کا جسم اسے مسجد میں جگہ جگہ نظر آیا اور وہ ذکر الہی میں مصروف تھا۔ مولانا محمد صالح (۱۳۰۲م) نے فرمایا۔ دیکھو، جو تم نے مشاہدہ کیا ہے اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ چنانچہ اس نے زندگی میں تو اس کا ذکر نہ کیا۔ البتہ آپ کی وفات کے بعد دو ایک سے ذکر کر دیا۔

### ﴿ ۳۲ ﴾ کرامات مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ

آپ کا تعلق شیخوپورہ سے ہے۔ وعظ و تبلیغ میں آپ کی مثال معاصرین میں کم ہی نظر آتی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو منفرد خطیبانہ شان واداء عطا فرما رکھی ہے۔ آپ کی ریکارڈ تقریر چھ گھنٹہ ہے اور اسکے ساتھ ساتھ آپ کو اخلاص و روحانیت کا حصہ بھی ودیعت فرمایا ہے۔ آپ بھی اکل حلال اور صدق مقال (یعنی حلال کھانا اور سچ بولنے) کا بہت خیال فرماتے ہیں۔

**بادل چھٹ گئے:-** (کرامت، ۱۷۷) ایک مرتبہ آپ لاہور کے قریب تقریر کر رہے تھے، ادھر بادل آنا شروع ہو گئے لوگ جمع ہوئے

بیٹھے تھے اور روح پرور خطاب جاری تھا۔ مگر اندر سے پریشان تھے کہ بادل آرہے ہیں اگر یہ برسنا شروع ہو گئے تو جلسہ تلپٹ ہو کر رہ جائیگا۔ بیان بھی ماشاء اللہ توحید کا جاری تھا، آپ نے لوگوں کی یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا۔ گھبراؤ نہیں انشاء اللہ جلسہ مکمل ہوگا اور یہ بادل چلے جائیں گے۔ تھوڑی دیر بعد بادل چھٹ گئے اور جلسہ آب و تاب کے ساتھ دیر تک جاری رہا۔ یعنی اس بارش کی بجائے توحید الہی اور تجلیات ربانی کی بارش ہوئی جس سے ہر شخص کی کشت قلب سیراب ہو گئی اس روح پرور بیان کا علاقہ بھر میں شاندار اثر رہا۔

**بارش رک گئی:-** (کرامت، ۱۷۸) مولانا محمد اشرف سلیم قلعہ دیدار سنگھ کا بیان ہے کہ ایک جگہ عظیم الشان جلسہ تھا جہاں اطراف سے خلق خدا جمع تھی۔ جون ہی خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ کا بیان شروع ہوا بادل گر بنے لگا، بجلی چمکنے لگی، لوگ سرا سمیہ اور پریشان کہ کتنا شاندار جلسہ ہے جو بارش کی وجہ سے خراب ہو رہا ہے۔ حضرت شیخوپوری رحمہ اللہ نے جب صورتحال دیکھی تو حاضرین سے فرمایا آرام و سکون سے بیٹھے۔ اللہ نے چاہا تو بارش نہیں ہوگی آج اس بارش کی بجائے اللہ کی مہربانی سے قرآن وحدیث کی بارش ہوگی۔

اللہ کی شان، بادل گرہتے، بجلی چمکتے چمکتے دوسری طرف نکل گئی اور نعروں کی گونج میں آپ کا ایمان افروز بیان شروع ہوا جو رات گئے تک ہوتا رہا۔ قرآن وحدیث کی بارش سے سامعین کے اندر کی زمین سیراب ہو گئی، جس سے ہر شخص کا انگ انگ لہک رہا تھا ”سبحان اللہ ما اعظم شانہ“۔

**مجاہدین کی کرامات:-** (کرامت، ۱۷۹) نماز روزہ وغیرہ ارکان اگر اسلام کا ستون ہیں تو جہاد اسلام کی روح ہے۔ راہ حق میں کی جانے والی ہر کوشش کو جہاد کہتے ہیں۔ روح جہاد اسلام کے ہر رکن میں کارفرما ہے خود ارکان اسلام میں روح جہاد موجود ہے، جہاد کا اسلام کے ساتھ تعلق یوں ہے جس طرح اعصاب کا بدن کے ساتھ، جیسے اعصاب بدن کی قوت کا باعث ہیں اسی طرح جہاد اسلام کی تقویت کا سبب ہے جہاد اپنے نفس سے شروع ہوتا ہے اور دشمنان اسلام کی سرکوبی پر ختم ہوتا ہے۔

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے جو لوگ امن وسلامتی کو تاراج کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ مسلح جہاد کا حکم دیتا ہے، اسلام کا مقصود دنیا سے فتنہ انگیزی اور شر کو ختم کرنا ہے، جو بھی ظلم ڈھاتا ہے، شر پھیلاتا ہے اور انسانی اقدار کو پامال کرتا ہے، اللہ تعالیٰ طاقتور ہاتھوں کے ساتھ اس سے نمٹنے کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ”وجاہدوا فی اللہ حق جہادہ“ (۷۸/۲۲) اللہ کی راہ میں یوں جہاد کرو کہ جس طرح ایک جہاد کرنے کا حق ہے۔

ایک جگہ فرمایا: وقاتلو فی سبیل اللہ اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔

پھر فرمایا: ”فقاتلوا اولیاء الشیطن“ (۷۶/۴) پس شیطان کے ساتھیوں سے لڑائی کرو۔

مزید فرمایا: ”وجاہدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ (التوبہ: ۴۱/۹) اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔

اور فرمایا: وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعدوا ولا تفتنوا (البقرہ ۱۹۰/۲) اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑائی کرو جو تم سے لڑائی کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔

اس سلسلے میں نصرت الہی اور نبی مدد کے بہت سے عجیب وغریب واقعات سامنے آئے ہم چند ایسے واقعات کو ”مجاہدین کی کرامات“ کے ذیل میں ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ یہ کرامات دلچسپ بھی ہیں اور ایمان افروز بھی ہو سکتا ہے ان کرامات کے مطالعہ سے ہمارا جذبہ خواہیدہ بیدار ہو۔ ”وما ذلک علی اللہ بعزیز“۔

**اللہ کی حفاظت:-** (کرامت، ۱۸۰) مجاہدین کا ایک گروپ مقبوضہ جموں کے علاقہ پنیالی میں پہنچا اچانک دشمن کے چھ فوجی ادھر آئے۔ عبداللہ مجاہد نے فائر کھول دیا چھ فوجی موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔ اب چاروں طرف سے گولہ باری شروع ہو گئی دوست محفوظ مقام پر پہنچ گئے ایک مجاہد اپنے دستہ سے پھڑ گیا وہ ایک جگہ خطرہ بھانپ کر پانی کے نالے میں اتر گیا پانی بخ بستہ تھا سارا جسم پانی میں تھا صرف منہ باہر تھا وہ مجاہد مسلسل تین گھنٹے بخ بستہ پانی میں بیٹھا رہتا آ نکہ دشمن مایوس ہو کر پلٹ گیا۔ وہ باہر نکلا تو آگے شیر بیٹھا تھا۔ وہ دعا ”بسم اللہ الذی لایضر مع اسمہ شئی فی الارض

ولافی السماء وهو السميع العليم“ پڑھتا ہوا شیر کے پاس با آرام و سکون سے گزر گیا۔ اس طرح اسے اللہ تعالیٰ نے ہر خطرے سے بچالیا۔


**مجاہدین کی فراست :-** (کرامت، ۱۸۱) مجاہدین کا ایک گروپ قاری ابو ذر کی قیادت میں مقبوضہ وادی میں داخل ہوا۔ سردی بہت تھی یہ انڈین آرمی کی پوسٹ کے قریب پہنچ گئے آرمی نے انہیں ”ہینڈ زاپ“ کہا انہوں نے ہینڈ زاپ نہیں کیا۔ ساتھ ہی جنگل تھا یہ اس میں گھس گئے اور آرمی پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی اور فائرنگ کرتے کرتے سائینڈ پر نکل گئے۔ آرمی یہ سمجھتی رہی کہ مجاہدین اسی جگہ پر ہیں لہذا وہ گولیاں برساتی رہی نیچے انڈین آرمی کی دوسری فوجی پوسٹ تھی جہاں گولیاں پہنچ رہی تھیں انہوں نے دشمن سمجھ کر ادھر فائرنگ شروع کر دی۔ آپس کی فائرنگ سے انڈین آرمی کے بیسیوں فوجی مارے گئے۔ ادھر تمام مجاہدین بخیریت ٹھکانوں پر پہنچ گئے اور کسی کا ذرا نقصان نہ ہوا۔

**فقید المثل جذبہ :-** (کرامت، ۱۸۲) دو مجاہد مقبوضہ کشمیر کے علاقے میں ایک مشن پر جا رہے تھے ایک جنگل سے گزرتے ہوئے ان کا انڈین آرمی سے ٹاکرا ہو گیا۔ دشمن تعداد میں بہت زیادہ تھا۔ فائرنگ کا تبادلہ ہوا اسی اثنا میں ایک ساتھی شہید ہو گیا ایک فائر دوسرے مجاہد کے چہرے پر لگا اور منہ کے آر پار ہو گیا منہ کے دس دانت ٹوٹ گئے مزید دو فائر اس کے کندھے پر لگے۔ یہ ابھی سنبھل ہی رہا تھا کہ کان اور سر کی ایک جانب دو اور فائر لگے اس مجاہد نے اسی حالت میں فائر کھول دیے جس سے دشمن کے دو فوجی ہلاک ہو گئے یہ مجاہد دشمن کے زرخے میں تھا اس نے اللہ سے مدد طلب کی اور دعا کی اللہ نے دشمن کو اندھا کر دیا اور یہ مجاہدان کا محاصرہ توڑ کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

**گولیوں کی بوچھاڑ میں کارنامہ سرانجام دیا :-** (کرامت، ۱۸۳) غازی ابو طارق بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم پر برسٹ چلنا شروع ہو گئے ایک گولی میری بغل کے نیچے سے قمیص پھاڑ کر نکل گئی مگر میں اللہ کی رحمت سے محفوظ رہا۔ پھر میں ایک محفوظ راستے سے ہوتا ہوا دھان کے دو کھیتوں کے درمیان ”وٹ“ پر سو گیا۔ کوئی تین گھنٹے سو یا رہا گرمی اور تیز دھوپ تھی مگر اس دوران ایک بادل کا ٹکڑا میرے اوپر سایہ لگن رہا جبکہ باقی آسمان صاف تھا اور دھوپ چمک رہی تھی، جب میں اٹھا تو شدید بھوک لگ رہی تھی اور جی لسی کو بہت چاہتا تھا، اسی اثنا میں ایک کشمیری میرے پاس کھانا لے آیا ساتھ لسی بھی تھی یعنی اللہ نے دشمن سے حفاظت بھی کی اور من پسند خوراک بھی فراہم فرمائی ”فالحمد لله على ذلك“

**اللہ نے مجاہدین کو مستور کر دیا :-** (کرامت، ۱۸۴) غازی ابو حذیفہ بیان کرتے ہیں میرا ساتھی ابو بصیر زخمی ہو گیا۔ میں اس کی حفاظت کیلئے ایک گاؤں کے مکان کے اوپر کے کمرے میں تھا کہ ایک درجن سے زائد گاڑیوں میں آرمی پہنچ گئی اور اس نے گاؤں کا محاصرہ کر لیا اور کریک ڈاؤن کر دیا ہمارے پاس ہندو آرمی کے تین فوجی آئے اور تین مرتبہ آئے مگر وہ ہمیں دیکھنے کے باوجود کہتے جا رہے تھے کہ یہاں تو کوئی نہیں اور واپس چلے گئے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کی نگاہ سے مستور کر دیا اور وہ ہمیں دیکھ ہی نہیں سکے۔

**بہترین اور ایمان افروز کامیابی :-** (کرامت، ۱۸۵) غازی ابو سعد بیان کرتے ہیں کہ دشمن کی دو گاڑیاں ہمارے قریب آگئیں اور سامان اتارنا شروع کر دیا ہم ان کیلئے اپنے نشانے درست کر چکے تھے ہمارے پاس راکٹ، گرنیڈ لائچر، ایچ ایم جی اور کلاشنکوفیں تھیں۔ ہم نے راکٹ فائر کیا کوئی پچاس کے قریب شیل پھینکے جب راکٹ برسنا شروع ہوئے تو گاڑیاں اور فوجی عمارتیں سب راکھ بننا شروع ہو گئیں اس کامیاب حملے کے بعد جب ہم وہاں سے جانے لگے تو ہندو آرمی کی طرف سے ہمارے اوپر شیلنگ شروع ہو گئی مارٹر کے گولے ہمارے قریب آ کر گرتے رہے۔ مگر اللہ کے فضل سے ہم بالکل محفوظ رہے اور بخیر و عافیت صحیح سلامت اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ اس معرکے میں ۸۲ ہندو فوجی ہلاک ہوئے۔ اللہ نے ہمیں حیرت انگیز کامیابی بھی دی اور ہماری حفاظت بھی فرمائی۔

  
  
 دارالابتدا  
 دارالابتدا

سکتے ہیں و مسندت کی اشاعت کا مشاغل ادارہ  
 جملہ حقوق اشاعت برائے دارالابتدا محفوظ ہیں  
 نام کتاب ..... دوست کے بنائیں ؟  
 تألیف ..... عبداللہ علی بن الجعفی  
 مترجم ..... ابو عثمان غنیب احمد سلیم  
 اعداد و اضافہ ..... محمد ابراہیم نقاش  
 اشاعت اول ..... نومبر 2002ء  
 تعداد ..... ایک ہزار  
 قیمت ..... 40 روپے

ناشر:- دارالابتدا پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز بیٹھورہ  
 لاہور

وَاللَّهُمَّ وَرِّ الْقَوْمَ الْعَظِيمَ لَوْلَا اَعْضَاءُ  
 دوست  
 کے  
 بنائیں  
 ؟

تألیف : عبداللہ علی بن الجعفی  
 مترجم : ابو عثمان غنیب احمد سلیم  
 نثرانی اضافہ : محمد ابراہیم نقاش

دارالابتدا پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز بیٹھورہ  
 لاہور

لَنْصُرَ اللّٰهَ اَمْرًا سَمِيحًا مَّقَالَتِي فَيَلْجِأَهُ (ابن ماجہ)  
 ”اللہ تعالیٰ اس شخص کو برا بھلا دیکھے جس نے میری باتوں کو سنا پھر انہیں دوزخوں کو پہنچایا“

برسائے شرق و غرب پر ابر کرم تیرا  
 آدم کی نسل پر تیرے احسان ہیں بے حساب  
 شرح  
 خُطْبَةُ رَحْمَتِ لِلْعَالَمِيْنَ  
 صَلَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاکیزہ، نورانی، جامع اور ہمہ گیر خطبے کی تشریح کی گئی ہے۔ جو رحمت عالم اپنے ہر وعظ اور تذکرے شروع میں پڑھا کرتے تھے۔

تالیف  
 حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی ظفر  
 ناشر:- مکتبہ نعمانیہ - اردو بازار- گوجرانوالہ  
 لاہور میں ملنے کا پتہ:- نعمانی کنز غیبی سٹریٹ اردو بازار- لاہور  
 قیمت :- / روپے

لَنْصُرَ اللّٰهَ اَمْرًا سَمِيحًا مَّقَالَتِي فَيَلْجِأَهُ (ابن ماجہ)  
 ”اللہ تعالیٰ اس شخص کو برا بھلا دیکھے جس نے میری باتوں کو سنا پھر انہیں دوزخوں کو پہنچایا“

برسائے شرق و غرب پر ابر کرم تیرا  
 آدم کی نسل پر تیرے احسان ہیں بے حساب  
 شرح  
 خُطْبَةُ رَحْمَتِ لِلْعَالَمِيْنَ  
 صَلَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاکیزہ، نورانی، جامع اور ہمہ گیر خطبے کی تشریح کی گئی ہے۔ جو رحمت عالم اپنے ہر وعظ اور تذکرے شروع میں پڑھا کرتے تھے۔

تالیف  
 حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی ظفر  
 ناشر:- مکتبہ نعمانیہ - اردو بازار- گوجرانوالہ  
 لاہور میں ملنے کا پتہ:- نعمانی کنز غیبی سٹریٹ اردو بازار- لاہور  
 قیمت :- / روپے

نام کتاب :- دوست کسے بنائیں..... تالیف :- عبداللہ علی بن الجعین..... نظر ثانی و اضافہ :- محمد طاہر نقاش

## اہل اللہ کی صحبت کی برکات و ثمرات

نیک لوگوں کی ہم نشینی سے جو فوائد اور بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ جن کو شمار کرنا مشکل ہے اور ان کا احاطہ ناممکن سا کام ہے لہذا میں اس مقام پر صرف چند ایک کا ذکر کافی سمجھوں گا:

احادیث میں ذکر کردہ فضیلت :- نیک لوگوں کے ہم نشین کو ان کی صحبت کی برکت شامل حال ہوتی ہے اور ان سے اس کو عام بھلائی حاصل ہوتی ہے اگرچہ اس کا عمل ان کے برابر نہ ہی ہو۔

جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ یہ حدیث اس کا ثبوت پیش کرتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ان لله ملئكة يطوفون في الطرق يلتمسون اهل الذكر فاذا وجدوا قوما يذكرون الله تعادوا هلموا الي حاجتكم قال: فيحفونهم باجنحتهم الى السماء الدنيا فيسالهم ربهم عزوجل وهو علم بهم مايقول عباده؟ قال: تقول (يعني الملائكة) يسبحونك ويكبرونك ويحمدونك ويمجدونك“

”بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو راستوں میں پھر کر اہل ذکر کو تلاش کرتے رہتے ہیں، پس جب وہ کچھ لوگوں کو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے، پالیتے ہیں تو ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگتے ہیں کہ آ جاؤ! تمہارا مقصد پورا ہو گیا ہے۔“

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: پھر فرشتے ان کو آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں پھر ان سے ان کا رب پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان کو خوب جانتا ہوتا ہے: (جب تم زمین پر پہنچے تو) میرے بندے کیا کہہ رہے تھے؟ فرشتے جواب میں کہتے ہیں: ”الہی! وہ تیری تسبیح بیان کر رہے تھے، تیری بڑائی و عظمت بیان کرتے تھے، تیری تعریف کرتے تھے اور تیری بزرگی بیان کر رہے تھے۔“

پھر لمبی حدیث بیان کی آخر میں فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ (فرشتوں کو مخاطب کرتے ہوئے) فرماتا ہے: میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو معاف فرمادیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ ان میں ایک آدمی ایسا بھی تھا جو ان کے ساتھ نہیں تھا بلکہ اپنی کسی ضرورت کیلئے آیا تھا۔“

اور ایک حدیث میں یوں الفاظ ہیں: ”ان میں ایک گنہگار آدمی تھا جو راہ چلتے ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وہ ایسے افراد ہیں کہ ان کا کوئی بھی ہم نشین بد نصیب نہیں رہ سکتا۔ (یعنی ان کے پاس بیٹھنے والا بھی ثواب سے محروم نہیں رہ سکتا)“ اور ایک حدیث میں یوں وارد ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے اس کو بھی معاف کر دیا کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کی وجہ سے ان کا ہم نشین بھی (ثواب سے) محروم نہیں رہ سکتا۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

بزرگوں سے محبت اور برکت حاصل کرنا :- امام ابو الفضل الجوهری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جو کوئی نیک لوگوں سے محبت کرے گا برکت حاصل کرے گا جیسا کہ ایک کتے نے نیک لوگوں سے محبت کی اور ان کے ساتھ رہا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی محکم کتاب قرآن مجید میں اس کا ذکر کیا ہے: ”و کلبهم باسط ذراعیہ بالوصید“۔ (الکھف، ۱۸-۱۸)

اور ان کا کتا غار کے دہان پر ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا۔ (اس فرمان میں مذکور کتے سے مراد اصحاب کھف کا کتا ہے)

امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں جوہری کے کلام کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: جب ایک کتے نے نیک اولیاء کی صحبت اور ہم نشینی سے اتنا بلند درجہ حاصل کر لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر اپنی کتاب مجید میں ذکر فرمائی..... تو ان مومن، موحد بندوں کے بارے میں آپ کیا خیال کرتے ہیں جو نیک اولیاء کرام سے محبت اور ہم نشینی اختیار کرتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ۱۰ ص ۳۷۲-۳۷۳ فی تفسیر سورة الکھف)

اور امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: جو کوئی بھلے آدمی کے پاس بیٹھے اس کو برکت ضرور نصیب ہوگی اور اولیاء اللہ کا ہم نشین نیکی سے محروم نہیں رہتا اگرچہ کوئی کتابی ہو جیسا کہ اصحاب کہف کا کتاب (الذریعة الی مکارم الشریعة ص ۱۹۲) سے بزرگوں کی محبت کا دوسرا فائدہ:۔ آدمی کیلئے اپنے ہم نشین کی اقتداء طبعی بات ہے اور اس کے علم، عمل، عادات اور وہ اس کے طور طریقے سے متاثر ہوتا ہے۔

نیک لوگوں کا ہم نشین ان سے متاثر ضرور ہوتا ہے۔ علماء تربیت کے ہاں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسان کسی کو نمونہ بنانے سے..... گفتگو اور نصیحت کی نسبت جلد متاثر ہوتا ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ”المرء علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من ینخالل“ (رواہ ابوداؤد: ج ۵ ص ۱۶۸)

یعنی آدمی اپنے دوست کے دین (طور طریقہ) پر ہوتا ہے، لہذا تم میں سے ہر ایک کو سوچ سمجھ کر دوست کا انتخاب کرنا چاہیے۔ پس اس سے ظاہر ہوا کہ آدمی اپنے دوست ہم نشین کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے، استقامت و اصلاح میں بھی اور ان کے برعکس بھی۔ اسی لیے آپ ﷺ نے دوست کے چننے میں ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ”فلینظر احدکم من ینخالل“ تم میں ہر کوئی دوست کے چناؤ کے معاملہ میں خوب دیکھ بھال (تحقیق) کرے تاکہ واضح ہو جائے کہ وہ کسے دوست بنانا چاہتا ہے..... اور اپنا دوست اور ساتھی اس کو چنے جو اس کے دین اور خلق (عادت) کے موافق اور پسندیدہ ہو۔

امام خطابی رحمہ اللہ اور نیک صحبت کی برکت:۔ امام خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ فرمانا: ”المرء علی دین خلیلہ“ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ تو صرف اس کو دوست بنا جس کی دین داری اور امانت داری تجھے پسند ہو کیونکہ جب تو اس کو دوست بنالے گا تو وہ تجھے اپنے دین اور مذہب کی طرف لے جائے گا لہذا تو اپنے دین کے معاملے میں دھوکہ نہ کھا اور نہ ہی اپنے آپ کو اس طرح خطرے میں ڈال کہ تو ایسے شخص کو دوست بنا لے جس کے دین اور مذہب کو تو پسند نہیں کرتا۔ (کتاب العزلیہ، ص ۱۴۱) صحابی رسول ﷺ اور نیک مجالست کا پیغام:۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کوئی بھی چیز اپنے ساتھی کی نشاندہی نہیں کرتی حتیٰ کہ دھواں بھی آگ پر..... جتنا کہ دوست اپنے دوست کی پہچان نشاندہی کرواتا ہے۔ (ادب الدنیا والدین للماوردی: ص ۱۶۷) اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہی فرمایا: لوگوں کو ان کے دوستوں سے پرکھو کیونکہ آدمی اسی سے دوستی کرتا ہے جس کو وہ اپنی طرح کا جان کرا چھا سمجھے۔ (کتاب الاخوان لابن ابی الدنیا، ص ۱۲۰)

امام مالک رحمہ اللہ اور صحبت اولیاء:۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لوگ پرندوں کی طرح اپنے ہم جنس کے ساتھ رہتے ہیں جیسے کبوتر، کبوتر کے ساتھ، کوا کوے کے ساتھ، بطخ بطخ کے ساتھ اور مولا ممولے کے ساتھ۔ اور ہر انسان اپنے ہم جنس (یعنی اپنے جیسے) کے ساتھ۔ (روضۃ العقلاء لابن حبان: ص ۱۰۹)

کند ہم جنس باہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر، باز با باز! اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لوگ کبوتروں کے غولوں کی طرح اپنے ہم جنسوں سے محبت کا طبعی میلان رکھتے ہیں۔ (الفتاویٰ: ج ۲۸، ص ۱۵۰)

اور کسی حکیم کا قول ہے: اپنے بھائی کو دوست بنانے سے پہلے اس کے سابقہ دوست کی پہچان کر لے۔ یعنی وہ تیری ہم نشینی سے پہلے اپنے ہم نشین کے مسلک مذہب پر چلتا ہوگا۔ (ادب الدنیا والدین، ص ۱۶۷)

ابن ہمام رحمہ اللہ اور نیک ہم نشینی:۔ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: آدمی کے خصائل و کردار کو پہچاننے کا سب سے مؤثر ذریعہ یہ ہے کہ اس کے دوستوں اور ہم نشینوں کو دیکھا جائے کیونکہ آدمی اپنے دوست کے طریقہ زندگی پر چلتا ہے۔ جیسا کہ آسمانی پرندے



اپنے ہم جنسوں کے پاس ہی اترتے ہیں۔ (روضۃ العقلاء، ص ۱۰۸)

**اہل اللہ کی مجالست، عربی شعراء کا پیغام:**۔ اور عدی بن زید رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

عن المرء لا تسأل وسل عن قرينه  
فكل قرين بالمقارن يقتدى!!  
اذا كنت في قوم فصاحب خيارهم  
ولا تصحب الاردى فتردى بالردى  
(۱) آدمی کے بارے میں پوچھنے سے پہلے اس کے دوست کے بارے میں پوچھ، کیونکہ آدمی اپنے دوست وہم نشیں کی پیروی کیا کرتا ہے۔ (یعنی اپنے دوست کی وجہ سے بچپانا جاتا ہے) تو لوگ اس کو بھی اچھا جانیں گے اور اگر دوست برا ہوگا تو لوگ اسے بھی برا جانیں گے۔  
(۲) جب تو لوگوں میں مل جل کر رہے تو ان میں سے بہتر شخص کو اپنا ساتھی بنا اور گھٹیا کو ہم نشیں نہ بنا کیونکہ گھٹیاں تجھے بھی ہلاک کر دے گا۔ (ادب الدنیا والدین: ص ۱۶۷)

ہم تو ڈوبے تھے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے ہم  
اور المنصر بن بلال رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:  
يزين الفتى في قومه ويشينه  
وفي غيرهم اخذانه ومداخله!  
لكل امرئ شكل من الناس مثله  
وكل امرئ يهوى الى من يشاكله  
(روضۃ العقلاء: ص ۱۰۹، جو والد دوست کسے بنائیں)

(۱) آدمی اپنی قوم میں یا تو محمود ہوگا یا مذموم کیونکہ غیر، اس کے دوست بھی ہوتے ہیں اور دشمن بھی ہوتے ہو سکتے ہیں۔  
(۲) سب لوگوں میں انسان کے ہم شکل (ہم جنس) ہوتے ہیں اور ہر آدمی اپنے ہم جنس کی طرف مائل ہوتا ہے۔  
اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ”الارواح جنود مجنّدة فما تعارف منها ائتلف وما تناكر منها اختلف“۔ (اخرجه مسلم: ج ۴، ص ۲۰۳۰ ح ۲۶۳۸، من حدیث ابی ہریرة وعلقہ البخاری عن عائشة ج ۶ ص ۳۶۹، ح ۳۳۲۶)۔ یعنی روہیں جکڑے ہوئے لشکر ہیں جو آپس میں متعارف ہو گئیں، محبت کرنے لگیں اور جو ناواقف رہیں وہ کنارہ کش ہو گئیں۔

**امام خطابی رحمہ اللہ کا نیک مجالست پر خطاب:**۔ امام خطابی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ان الاجساد التي فيها الارواح تلتقي في الدنيا فتتلف و تختلف على حسب ما جعلت عليه من التشا كل او التنافر في بدء الخلقه ولذلك ترى البرا الخبير يحب شكله ويحنّ الي تربيّه وينفر عن ضده و كذلك الرهق الفاجر يالف شكله و يستحسن فعله وينحرف عن ضده“۔ (معالم السنن: ج ۷، ص ۸۷) ابھا مش المنذرى (يقيناً وہ جسم جن میں روہیں پڑ جاتی ہیں وہ دنیا میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو پیدائش کے شروع وقت میں جس قدر ان میں محبت یا نفرت پائی جاتی تھی اسی قدر الفت یا نفرت کرتے ہیں۔ اسی لیے آپ دیکھتے ہیں کہ نیکوکار بھلے لوگ اپنے ہم جنس سے محبت کرتے ہیں اور ان کے آگے مہربان ہو جاتے ہیں اور اپنے مخالفوں سے نفرت کرتے ہیں۔ اور اسی طرح اکھڑ بد کردار اپنے ہم جنس سے الفت کرتا ہے اور اس کے کاموں کو سراہتا ہے اور اپنے مخالف سے انحراف کرتا ہے۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: اس حدیث سے یہ بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ انسان جب اپنے دل میں کسی صاحب علم و فضل سے نفرت محسوس کرے تو اسے اس کی کرید کرنی چاہیے اور اس نفرت کو ختم کرنے کیلئے کما حقہ کوشش کرنی چاہیے تاکہ اس مذموم حرکت سے خلاصی حاصل کر سکے اور اسی طرح اس کے برعکس کیلئے بھی بہتر چارہ جوئی کرے۔ (دلیل الفالحین ۶۲۳۷/۲۰ والفتح ۳۷۰/۲)

**اہل اللہ کی صحبت کا تیسرا فائدہ:**۔ تیرا نیک ہم نشیں تجھے تیرے عیب دکھاتا ہے اور تیری کمزوریوں کی نشاندہی کرتا ہے اور تیری کوتاہیوں کی طرف تیری توجہ مبذول کراتا ہے اور تیری ذات اور تیرے اخلاق میں جو جو کج رویاں (نقائص) ہیں ان سے آگاہ کرتا ہے۔

لہذا تو ان عیوب کے علاج، اصلاح اور ازالہ کی طرف چل پڑے گا۔ اسی لیے ہم نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں یہ بات دیکھتے ہیں کہ آپ نے مومن کو اپنے بھائی کے عیوب کی نشاندہی کرنے کی بنا پر آئینہ سے تشبیہ دی ہے جس میں انسان اپنے ظاہری نقائص دیکھتا ہے۔ لہذا آپ ﷺ نے فرمایا: ”المؤمن مرآة المؤمنین“، یعنی مومن (دوسرے) مومن کیلئے آئینہ ہے۔ (بوداؤد)

لہذا مومن اپنے بھائی کیلئے آئینہ ہے جس میں وہ اپنے حقیقی اور معنوی عیوب دیکھ سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا بھائی اسے کچھ ایسی چیزیں دکھا سکتا ہے جن سے وہ خود مطلع نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کا ادراک کر سکتا ہے کیونکہ آدمی آئینہ کے بغیر جب اپنے ظاہری عیوب سے مطلع نہیں ہو سکتا بلکہ انہیں آئینہ کے اندر ہی دیکھ سکتا ہے اسی طرح مومن اپنے عیوب کو دوسرے مومن کے کردار کے حوالہ سے دیکھ سکتا ہے۔ نیز اہل خیر کے درمیان عیوب کا تبادلہ ایک روایتی اور مشہور مسلک ہے۔

امام حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مومن اپنے بھائی کیلئے آئینہ ہے۔ اگر وہ اس میں کوئی ناپسند بات دیکھتا ہے تو اس کی اصلاح کر دیتا ہے اور اس کو بالکل سیدھا کر دیتا ہے۔ اور چھپی اور ظاہری حالت میں اس کو مقید رکھتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔

(کتاب الاخوان لابن ابی الدنیا، ص ۱۳۱ بحوالہ دوست کسے بنائیں)

**نیکیوں کی مجالس کا چوتھا فائدہ:** تیرے بھلے ہم نشین تھے دوسرے ایسے اشخاص سے ملائیں گے جن سے تجھے خاطر خواہ نفع حاصل ہوگا جیسا کہ تو اپنے ہم نشینوں سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔ بہت سے اشخاص صرف ایک اہل خیر سے واقف ہوتے ہیں اور تھوڑے ہی عرصہ میں اسی شخص کی وساطت سے صالحین کی کتنی جماعتوں سے واقف ہو جاتے ہیں پھر اس وجہ سے وہ کتنی بھلائیاں (نیکیاں) اپنے لیے سمیٹ لیتے ہیں:

**اللہ والوں کے ساتھ بیٹھنے کا پانچواں فائدہ:** تو اپنے کردار کی غلطیوں سے واقف ہوگا اور اپنی عبادت کی غلطیوں پر بھی کیونکہ ان معاملات میں جب تیرے اعمال اور اطوار تیرے نیک ہم نشین کے ساتھ مقابلہ کریں گے تو از خود درست ہو جائیں گے کیونکہ اس کے پاس علم اور (عبادات) کے ساتھ لگاؤ ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ تمام غلطیاں درست ہو جائیں گی۔

**بزرگوں کی صحبت کا چھٹا فائدہ:** تو اپنے نیک ہم نشین کی وجہ سے گناہ اور معصیت سے رک جائے گا۔ کیونکہ جب تو اس کے ساتھ بیٹھے گا تو اس کی مجلس کا طرز تیرے اندر یہ داعیہ پیدا کر دے گا اور تو اپنے نیک ساتھی کی صحبت عزت اور مرتبہ کا خیال کرتے ہوئے برائی اور نافرمانی سے دور رہے گا..... یہ وقتی طور پر برائی سے رکنا اور نافرمانی کو ترک کرنا، محرمات حرام کاریوں سے ہمیشہ کیلئے دور رہنے کا سبب بن جائے گا۔

**صحبت صالحین کا ساتواں فائدہ:** تیرا نیک ہم نشین بھلائی کے کاموں پر تیری رہنمائی کرے گا جس سے تجھے علمی طور پر نفع ہوگا..... یعنی جن ضروری کاموں سے تو غافل رہتا ہے یا سستی کرتا ہے ان کاموں پر تجھے آگاہ کرے گا اور بہت سے نوافل اور نیک کاموں کی طرف تیری رہنمائی کرے گا، جس سے تیری نیکیوں میں اضافہ ہوگا اور جن حرام باتوں میں مبتلا ہوگا ان پر تجھے آگاہ کرے گا اور بچنے کی تلقین کرے گا اور بھلائی اور نیکی کے کاموں پر تیری حوصلہ افزائی کرے گا۔

**مشائخ کی صحبت کا آٹھواں فائدہ:** تو اپنے نیک ہم نشین کو علم، عبادت، دعوت اور کردار کے لحاظ سے بلند مرتبہ پائے گا اور نیکی کے میدان میں سبقت کر نیوالا دیکھے گا تو یہ بات تیرے لیے دو وجہ سے بہتر اور نفع مند ثابت ہوگی۔

**پہلی وجہ:** اپنے نفس اور عمل کے متعلق جو تیرے اندر خود پسندی پائی جاتی ہے وہ دور ہوگی کیونکہ تو اپنے سے بہتر شخص کا دن رات مشاہدہ کرے گا اور ان امور کے بارے میں فخر و خود پسندی بھی ختم ہوگی جن کے متعلق نبی کریم ﷺ اپنی امت پر ڈرتے رہے اور اس کو آپ ﷺ نے سخت ترین گناہ شمار فرمایا، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ”لولم تکنوا تذبون لخفت علیکم ماہواشد من ذلک العجب العجب“ (اخرجه القضاعی فی مسند الشباب ج ۲، ص ۳۲۰ ح ۴۲۷ او البزاز فی مسندہ کشف الاستار ج ۲ ص ۲۲۴ وقال المنذری فی الترغیب ج ۲ ص ۲۰ اسنادہ جید و حسنہ الالبانی فی سلسلۃ الصحیحہ ۶۵۸) اگر تم گناہ نہ بھی

کرو گے تو میں تم پر اس سے بھی سخت بات پر ڈرتا ہوں یعنی خود پسندی اور فخر سے۔

**دوسری وجہ:**۔ یہ بات تیرے لیے اس قسم کے نیک اعمال میں رغبت کا سبب بن جائے گی لہذا تجھے علم حاصل کرنے کا ذوق شوق زیادہ ہو جائے گا اور عبادت کا اہتمام کرنے کا خاطر خواہ فائدہ ہوگا اور کردار میں بہتری بھی حاصل ہوگی وغیرہ۔

اور اسی لیے عثمان بن حکیم رحمہ اللہ نے کہا ہے جو شخص دین میں تجھ سے بڑھ کر ہو اور دنیا میں کم درجہ رکھتا ہو اس کو ہم نہیں بنا۔ (الانحواں، ص ۱۲۵) **صحبت صالحین پیمانہ زندگی کا ذریعہ:**۔ نیک لوگوں کی ہم نشینی سے وقت ضائع ہونے سے محفوظ رہتا ہے جو کہ اصل زندگی ہے اور یہ وقت تمام اعمال کی آماجگاہ ہے انجام دہی کا ظرف ہے۔

یقیناً نیک ہم نشین تیری موجودگی اور عدم موجودگی میں تیری حفاظت کرے گا اور تیرا زافشاء نہ کرے گا اور تیری عزت و حرمت کو پامال نہ کرے گا اور ان مقامات میں جہاں تجھے کسی دفاع کرنے والے کی ضرورت ہوگی وہاں تیرا دفاع کرے گا۔

**اہل اللہ یاد الہی کا ذریعہ:**۔ بلاشبہ آدمی کے نیک اور بھلے لوگوں کو دیکھ لینے سے اللہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور اس پر واقعات اور شریعت کی شہادت موجود ہے۔ جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”ولیاء اللہ تعالیٰ الذین اذاروا ذکر اللہ تعالیٰ“ (عزاة السیوطی فی الجامع الصغیر للحکیم عن ابن عباس مرفوعاً وحسنہ اللبانی فی صحیحہ الجامعہ رقم ۲۵۵۷) یعنی اللہ کے ولی وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آ جائے۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: ”الا انبئکم بخیار کم؟ قالو بلی یا رسول اللہ قال خیار کم الذین اذاروا ذکر اللہ عزوجل“ (اخرجه ابن ماجہ فی سننہ: ج ۲ ص ۹۷ ح ۱۳۷۹ من حدیث اسماء بنت یزید و حسن استنادہ)

کیا میں تمہیں بہترین لوگوں کی خبر دوں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: کیوں نہیں! یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی ذات یاد آ جائے۔

پس ان دونوں حدیثوں میں آپ ﷺ نے ثابت کر دیا کہ اولیاء اور نیک لوگوں کا دیکھنے والوں پر اثر ہوتا ہے اور جو ان کو دیکھ لے گا اسے اللہ یاد آ جائے گا۔ یہ صرف دیکھنے کی تاثیر ہے اور شاید کہ اس کا سبب یہ بھی ہو کہ دیکھنے والا ان میں ہدایت نیکی کی شہرت اور ہیبت الہی دیکھتا ہے نیز نور ایمان اور حسن سیرت کا بھی ان میں مشاہدہ کرتا ہے۔

جب یہ بات صرف دیکھنے سے ہی حاصل ہوتی ہے تو جو شخص ان کا ہم نشین ہو اور ان سے مل جل کر رہے اس کا کیا حال ہوگا؟ اور اسی لیے موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

اگر میں اپنے کسی (نیک) بھائی کو دیکھ لیتا ہوں تو اس کی ملاقات کی برکت سے کئی دنوں تک عقل مندر ہتا ہوں۔ (روضۃ العقلاء ۹۲)

اور جناب سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب کبھی اپنے کسی بھائی کو دیکھ لیتا ہوں تو اس کی ملاقات کی وجہ سے مہینہ بھر عقل مندر ہتا ہوں۔ (روضۃ العقلاء ۹۳)

ابوسلیمان رحمہ اللہ نے فرمایا ہے جب میں عراق میں اپنے بھائی کو دیکھ لیتا ہوں تو اس کی زیارت کی وجہ سے ایک مہینہ کم کرتا رہتا ہوں۔ (روضۃ العقلاء ۹۲)

**سعادت مند لوگوں میں بیٹھنے کا آٹھواں فائدہ:**۔ نیک اور بھلے ہم نشین آسودگی میں تیری زینت اور انس و محبت کا ذریعہ ہیں اور مصیبت و آزمائش میں اس سے نپٹنے کیلئے تجھے تیار کرنے کا موجب ہیں!

درحقیقت وہ تیری مشکلات کو حل کرنے اور تیری غم و حزن میں تخفیف کرنے کیلئے بہتر مددگار ہیں۔ ان کی آراء اور مشوروں سے تیرا دل روشن ہو جائے گا۔ خصوصاً جب تجھے پریشانی غمزدہ کر دیں اور تجھ پر ترقی کے راستے تنگ ہو جائیں اور رستوں پر چلنا (زندگی کے غم) تجھے تھکا دیں تو نیک ہم نشین تیرے غم و غم خوار ہوں گے۔

ایک دفعہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے پاس آئے تو کہنے لگے کہ تم میرے غم کا مداوا ہو۔ (روضۃ العقلاء ص ۹۲)  
 اور انکم بن صفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (نیک) دوستوں کی ملاقات سے غم چھٹ جاتے ہیں: (الاخوان لابن الدنیا، ص ۱۵۵)  
 سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے: سچے دوستوں کو منتخب کرو اور ان کی دوستی میں زندگی بسر کرو کیونکہ آسودگی میں وہ تیری زینت  
 ہیں اور مصیبت میں تیری ڈھارس ہیں۔ (روضۃ العقلاء والمتحابین فی اللہ للمقدسی: ص ۳۱ اور روضۃ العقلاء: ص ۹۰)  
 سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نیک بھائیوں کے ساتھ رہو کیونکہ دنیا و آخرت میں تمہاری ڈھارس ہیں۔

(احیاء العلوم الدین ج ۲ ص ۱۶۰ بحوالہ دوست کسے بنائیں)

**حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ کا فرمان:**۔ ایک آدمی نے داؤد طائی رحمہ اللہ سے کہا: مجھے کوئی وصیت فرمائیے، فرمایا: پرہیزگاریوں سے  
 دوستی کر لو کیونکہ وہ تمام دنیا والوں سے کم تجھ پر بوجھ ڈالیں گے اور سب سے زیادہ تیرے مددگار ہوں گے۔ (کتاب الاخوان ص ۱۲۲)  
 شیبہ بن شیبہ رحمہ اللہ نے فرمایا: دنیا کی تمام کمائیوں سے بڑھ کر مخلص دوست ہیں جو کہ آسودگی میں باعث زینت ہیں اور مصیبت و  
 آزمائش میں ڈھارس ہیں اور حسن معاشرت میں مددگار ہیں۔ (ادب الدنیا ولدین ص ۱۶۷) کسی حکیم نے کہا ہے:  
 دیندار، خاندانی، صاحب رائے اور مؤدب ہم نشینوں کا انتخاب کر کیونکہ ضرورت کے وقت وہ تیرے حمایتی ہوں گے اور مصیبت کے  
 وقت تیرے بازو بنیں گے اور وحشت کے وقت تیرے مونس و غم خوار ہوں گے اور عافیت کے وقت تیرے لیے باعث زینت ہوں گے۔

(روضۃ العقلاء ۹۳)

اور عبدالعزیز الابرش رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

استکثرن من الاخوان انہم  
 خیر لکانزہم من الذہب  
 کم من اخ لو نابتک نائبة  
 وجدتہ خیرا من اخی النسب  
 نیک اور لائق دوست زیادہ بنا لے کیونکہ وہ جمع کرنے والوں کیلئے سونے سے بہتر ہوتے ہیں۔ کتنے ہی ایسے دوست ہیں کہ اگر تجھے کوئی  
 مصیبت آ پڑے تو تو انہیں حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ بہتر پائے گا۔  
 اور مہدی بن سابق رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

تکثر من الاخوان ما استطعت فانہم  
 عماد اذا استنجدتہم وظہور  
 جتنا ہو سکے مخلص اور نیک دوست بنا لے کیونکہ جب تو ان کو مدد کیلئے آواز دے گا تو وہ تیرے لیے ستون اور پشت پناہ بن جائیں گے۔  
 نیک ہم نشین ہولنا کیوں سے بچاؤ کا ذریعہ:۔ اہل خیر کے ساتھ تیری ہم نشینی و اخوت لیے ان لوگوں میں داخل ہونے کی ضمانت  
 بن جائے گی جن پر قیامت کے دن نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

اسی طرح اور دوستی کی پیشگی ختم نہ ہونے کی بھی ضمانت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”الاخلاء یومئذ بعضہم لبعض عدو الا  
 المتقین یا عباد لا خوف علیکم ولا انتم تحزنون“ (الزخرف: ج ۶ ص ۶۸)

اور وہ دن جب آئے گا تو متقین کو چھوڑ کر باقی سب دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔ اس وقت اللہ کریم فرمائیں گے۔  
 اے میرے بندو! آج تمہارے لیے کوئی خوف نہیں اور نہ تمہیں کوئی غم لاحق ہوگا۔

**غائبانہ دعاؤں میں شرکت:**۔ بلاشبہ آپ نیک ہم نشینوں کی غائبانہ دعاؤں سے اپنی زندگی اور مرنے کے بعد بھی نفع حاصل کرتے  
 رہیں گے۔ اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”دعوة المرء المسلم لآخيه يظهر الغيب مستجابة عند راسه ملک موکل کلما دعا  
 لآخيه بخیر قال الملك الموکل به امین ولک بمثل“ (رواہ مسلم ج ۳ ص ۲۰۹۲، ج ۳ ص ۲۷۳۳ عن امر الدرداء)

مسلمان آدمی کی اپنے بھائی کیلئے غائبانہ دعا قبول کی جاتی ہے۔ دعا کرنے والے کے سر کے پاس ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے۔ جب بھی وہ اپنے بھائی کیلئے کوئی دعائے خیر کرتا ہے تو مقرر کیا ہوا فرشتہ آمین کہتے ہوئے یہ بھی کہتا ہے کہ تجھے بھی یہ سب کچھ ملے۔

عبداللہ بن حسن رحمہ اللہ نے ایک آدمی کو کہا۔ زیادہ سے زیادہ نیک دوست بنا لے کیونکہ جب تجھے موت آئے گی تو یہ تیرے لیے دعائے خیر کریں گے۔ (کتاب الاخوان ص ۱۱۳ بحوالہ دوست کسے بنائیں)

اسی طرح کی ایک دلچسپ بات خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں الطیب بن اسماعیل کے ضمن میں ذکر کی ہے۔ (اور یہ مشہور قاری تھے) کہ ان کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں ان کے تین سو دوستوں کے نام لکھے ہوئے تھے، جن کیلئے وہ ہر رات دعائے خیر کیا کرتے تھے۔ ایک رات یہ دعائے خیر سو گئے تو انہیں نیند میں کہا گیا: اے ابا حمدون! (یہ ان کی کنیت تھی) آج تو نے اپنے دیئے (چراغ) روشن کیوں نہیں کیئے؟ وہ اٹھ بیٹھے چراغ روشن کیا صحیفہ لیا اور ایک ایک کیلئے دعائے خیر کی یہاں تک کہ فارغ ہوئے۔ (تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۶۱)

**اہل اللہ کی مجالس مضبوط قلعہ:**۔ اہل خیر کی مجلسوں سے انسانی اور جناتی شیاطین بھاگ جاتے ہیں۔ یعنی نیک لوگوں کی صحبت اور ہم نشینی شیطانی وساوس و تکالیف سے بچنے کیلئے ایک مضبوط قلعہ ہے اس کے برعکس بدکردار لوگوں کی مجالس ان شیطانوں کا ٹھکانہ ہوتی ہیں۔

اسی طرح جب آدمی اکیلا یا الگ تھلگ ہوتا ہے تو وہ ان گھٹیا وساوس اور گمراہ کن افکار کا نشانہ بن جاتا ہے جو شیطان اس کی طرف بھیجتا ہے اسی لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ”علیک بالجماعة فانما یاکل الذنب القاصية“ (اخر جہ احمد ج ۵ ص ۱۹۶، وابوداؤد ج ۱ ص ۳۷ و حسنہ الالبانی فی صحیح سنن نسائی) یعنی جماعت کے ساتھ مل کر رہو کیونکہ بھیڑ یا دور ہٹی ہوئی بکری کو ہی کھاتا ہے۔

**اہل اللہ کی محبت و زیارت، رضائے الہی کا ذریعہ:**۔ صرف اللہ کو راضی کرنے کیلئے نیک لوگوں کی ہم نشینی، ان سے سچی دوستی اور ان کی زیارت کرنا، اللہ کی محبت سے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قال اللہ تبارک و تعالیٰ وجبت محبتی للمتحابین فی والمتجالسین فی والمتزاوین فی والمتبازلین فی“۔ (موطا مالک ج ۲ ص ۹۵۳ و صحیح اسنادہ ابن عبدالبر، والنووی فی ریاض الصالحین رقم: ۳۸۷ والمندری فی الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۴۰ وقال الالبانی صحیح صحیح الجامع رقم: ۴۳۳۱)۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری محبت ان لوگوں کیلئے واجب ہو چکی ہے جو مجھے خوش کرنے کیلئے محبت کرنے والے ہوں یا میری رضا جوئی کیلئے ہم نشین بنے ہوں، یا ایک دوسرے کی زیارت کرنے والے ہوں یا ایک دوسرے پر خرچ کرنے والے ہوں۔ ان مذکورہ الفاظ کو امام مالک رحمہ اللہ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بیان کیا ہے اور امام احمد رحمہ اللہ نے عمرو بن عبسہ رحمہ اللہ کی روایت سے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

قد حقت محبتی للذین یتحابون من اجلی وقد حقت محبتی للذین یتزاوون من اجلی وقد حقت محبتی للذین یتبازلون من اجلی وقد حقت محبتی للذین یتصادقون من اجلی۔

(قال المندری فی الترغیب ج ۲ ص ۴۷، رواہ احمد رواہ ثقافت والطبرانی فی الثلاثة واللفظہ والحاکم وقال صحیح الاسناد)۔

”یعنی میری محبت ان لوگوں کے لیے ثابت ہو چکی ہے جو میری وجہ سے (یعنی صرف مجھے خوش کرنے کیلئے) آپس میں محبت کرتے ہیں۔ اور ان کیلئے بھی ثابت ہو چکی ہے جو صرف میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور ان کیلئے بھی جو صرف میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں اور ان کیلئے بھی جو صرف میری وجہ سے ایک دوسرے سے سچ بولتے ہیں یا دوستی رکھتے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ”ان رجلا زار اخالہ فی قرية اخرى فارصدا اللہ له علی مدرجتہ ملکما فلما اتی علیہ قال ابن ترید؟ قال ارید اخالی فی هذه القرية قال هل لك عليه من نعمة تربها قال لا غیر انی احببتہ فی

اللہ عزوجل قال فانی رسول اللہ البیک بان اللہ قد احبک کما احببتہ فیہ۔“

(اخرجه مسلم کتاب البر والصلہ باب فضل الحب فی اللہ ج ۲ ص ۱۹۸۸ ح ۲۵۶۷)

یعنی ایک آدمی کسی دوسری بستی میں اپنے کسی بھائی کی زیارت کیلئے جا رہا تھا اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو اس کے راستے پر بٹھا دیا۔ جب وہ آدمی وہاں پہنچا تو فرشتے نے اس سے پوچھا: تو کہاں جانا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا: اس بستی میں میرا ایک بھائی ہے میں اسے ملنے جا رہا ہوں فرشتے نے کہا: کیا اس کا تجھ پر کوئی احسان ہے؟ جس کا تو بدلہ دینا چاہتا ہے، اس نے جواب دیا نہیں! صرف اس لیے کہ میں اس سے اللہ کی رضا کیلئے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: میں تیری طرف اللہ کا قاصد بن کر یہ پیغام لایا ہوں کہ جس طرح تو صرف اللہ کیلئے اس سے محبت کرتا ہے اللہ بھی تجھ سے محبت کرتا ہے۔ (دوست کسے بنائیں)

**اہل اللہ کی مجالس ذکر اللہ کا ذریعہ:-** نیک لوگوں کی مجالس اللہ کے ذکر کی مجالس ہوتی ہیں..... اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”لا یقع

قوم یدکرون اللہ عزوجل الا خفتهم الملائکة و غشیبتهم الرحمة و نزلت علیہم السکینة و ذکرہم اللہ فیمن عنده“

(صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۰۷ ح ۲۷۰۰)

یعنی کوئی قوم ایسی نہیں جو بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتی ہو مگر ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینت اترتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا اپنے فرشتوں میں ذکر کرتا ہے۔

اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے: ”واما قوم اجتمعوا یدکرون اللہ ولا یریدون بذلک الا وجہہ الانا دھم

منادمن السماء ان قوموا مغفورا لکم قد بدلت سیاتکم حسنات۔“

(راوہ احمد ج ۳ ص ۱۲۲ اوقال الالبانی هذا اسناد حسن ان شاء اللہ الصحیحۃ: ۲۲۱۰ و ذکرہ فی صحیح الجامع بنوہ و صححہ: ج ۲ ص ۹۸۱)

جو لوگ جمع ہو کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس سے صرف اللہ کی رضا چاہتے ہیں، آسمان سے ایک منادی کرنے والا (فرشتہ) اعلان کرتا ہے اے لوگو! کھڑے ہو جاؤ تمہیں بخش دیا گیا ہے اور تمہاری برائیاں نیکیوں میں تبدیل کر دی گئی ہیں۔ آدمی اللہ کی رضا کیلئے اپنے بھائیوں سے زیارت کی وجہ سے خوش دل ہوتا اور اس کا چلنا مبارک ہوتا ہے اور جنت میں اسے بڑے بڑے مرتبے حاصل ہوں گے۔

جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”من عاد مریضاً اوزار اخالہ فی اللہ ناداہ مناد ان طبت وطاب ممشاک تبوات من الجنة

منزلاً۔“ (اخرجه الترمذی وابن ماجہ من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ: باب ماجاء فی

زیارة الاخوان ج ۳ ص ۶۵ ح ۲۰۰۸ سنن ابن ماجہ، ج ۱ ص ۶۲ ح ۱۲۳۳)

کہ تو خوش ہو اور تجھے جنت مبارک ہو اور یا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے فرشتوں میں اعلان کرتا ہے کہ میرے بندے نے میری رضا کیلئے زیارت کی ہے لہذا میرے ذمہ اس کی مہمان نوازی ہے اور میں جنت کے سوا اس کیلئے اور کوئی ثواب پسند نہیں کرتا۔

اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”الاخبرکم برجالکم فی الجنة قالوا

بلی یا رسول اللہ ﷺ فقال النبی فی الجنة والصدیق فی الجنة والرجل یزور اخاہ فی ناحیة المصر لا یزورہ الا للہ فی الجنة“

(راوہ الطبرانی وفی آخر زیادة المعجم الصغیر للطبرانی ج ۱ ص ۲۶ قال الدمیاطی فی المتجر الرابع ص ۳۲۵ اسنادہ جیدان شاء

اللہ واخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر ج ۱ ص ۱۹۰ ح ۳۰۷ وحسنہ الالبانی فی صحیح الجامع رقم: ۲۶۰۴)

یعنی میں تمہیں تمہارے جنتی مردوں کی خبر نہ دوں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: نبی جنت

میں ہوں گے صدیق جنت میں ہوں گے اور وہ آدمی بھی جنت میں ہوگا جو شہر کے کسی کونے میں رہنے والے اپنے بھائی کی زیارت صرف اللہ کی رضا

کیلئے کرتا ہے۔ علی ہذا القیاس نیک ہم نشیں ہر لحاظ سے آپ کے دین اور دنیا کیلئے نفع مند ہے۔ جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

”المومن ان ماشيته نفعك وان شاورته نفعك وان شاركة نفعك وكل شئى امره منفعه“ یعنی مومن کے پاس اگر تو چل کر جائے تو وہ تجھے نفع دے گا اگر تو اس سے مشورہ کرے گا تو وہ تجھے نفع دے گا تو اس سے شراکت کرے گا تو وہ تجھے نفع دے گا حتیٰ کہ اس کے ہر کام میں نفع ہی نفع ہے۔

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”مثل المومن مثل النخلة ما اخذت منها من شئى نفعك“ (رواہ الطبرانی فی الکبیر ج ۱۲/۲۱۱) ”یعنی مومن کی مثال کھجور کے درخت جیسی ہے کہ تو اس کی جو بھی چیز حاصل کرے گا وہ تجھے نفع دے گی۔“ اور نیک لوگوں کی ہم نشینی کا یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ صرف اللہ کے لیے محبت کرنے میں رہنمائی ملتی ہے۔ جس طرح محبت سے ہم نشینی پیدا ہوتی ہے اسی طرح ہم نشینی سے محبت پیدا ہوتی ہے۔

اللہ کے لیے محبت کرنے کے بہت زیادہ ثمرات ہیں اور لوگوں پر اس کے بڑے اثرات ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کا عظیم اجر اور بہت زیادہ ثواب رکھا ہے۔ (بحوالہ، دوست کسے بنائیں)

نام کتاب :- خطبہ رحمۃ للعالمین ﷺ ..... مصنف :- مولانا محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ

ناشر :- نعمانی کتب خانہ - حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

آپ ﷺ سا کوئی ہے نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ہمارے پیارے رسول ﷺ خاتم النبیین رحمت للعالمین، شفیع المذنبین، سید الکونین، سید الثقلین، سید ولد آدم، رہ نور جدادہ اسری، اشرف انبیاء، احمد مجتبیٰ، شمس الضحیٰ، بدرالدبے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بشر رسول ہیں۔ سید البشر، اکرم الاولین و اکرم الآخریں ہیں۔

ہمچوں او نازنینی سرتاپا لطافت گیتی نشان ندادہ ایزد نیا فریدہ (حافظ رحمہ اللہ)

”یعنی حضرت رحمت عالم ﷺ جیسا پیارا محبوب سید البشر رسول ﷺ جو سرتاپا لطافت ہی لطافت ہیں طہارت، پاکیزگی اور خوبی کا سراپا ہیں۔ دنیا میں کوئی ایسا ہوا ہی نہیں۔ (ہوتا کیسے) خدا نے پیدا ہی نہیں کیا۔

آپ ﷺ افتخار آدمیت ہیں :- معراج میں حضرت جبریل علیہ السلام جناب سید البشر، حضرت رحمت للعالمین ﷺ کو بصد عزت و اکرام میں لے کر آسمانوں کی طرف چلے ساتویں آسمان سے آگے مقام جبریل علیہ السلام آگیا۔ سدرۃ المنتہیٰ۔ حضرت جبریل علیہ السلام یہاں رک گئے۔ نوری آگے قدم نہ بڑھا۔ حضور ﷺ نے پوچھا آگے کیوں نہیں چلتے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اگر بال برابر بھی میں اپنے مقام سے آگے بڑھوں تو۔۔۔

یعنی رب متعال کی تجلی میرے پردوں کو جلادے میرا یہی مقام ہے آگے نہیں جاسکتا۔ پھر نوری حضرت جبریل علیہ السلام وہیں رہ گئے۔ اور سید البشر ﷺ تنہا آگے بڑھتے چلے گئے۔ اور جہاں تک اللہ کو منظور تھا وہاں تک پہنچ گئے۔

فرشتوں کی نظر خیرہ ہے انوار صفاتی سے وہ کیا جانیں قدم انسان کامل کا کہاں پہنچا

علامہ اقبال نے واقعہ معراج سے ایک ہی سبق حاصل کیا ہے فرماتے ہیں :-

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ ﷺ سے مجھے کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

فرشتے نوری وہاں نہیں پہنچ سکتے جہاں بشری ﷺ کی رسائی ہے۔

محمد ﷺ ہی کے دم سے افتخار آدمیت ہے محمد ﷺ آن ملت شان ملت، جان ملت ہے (حماد)

پھر حضرت انور ﷺ نے ہمیں آیات الہی پڑھ کر سنائیں اللہ تعالیٰ کے احکام کھول کھول کر بتائے۔ اللہ کے عذابوں سے لرزہ بر اندام کیا۔ ڈرایا اور لرزایا۔ راہ آخرت کے خطروں سے آگاہ کیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ غفور وودود کی بشارتیں بھی سنائیں۔ اس کی بخششوں، رحمتوں اور انعاموں کے لبریز بھی پلائے اور یوں آیات کی تلاوت کا حق ادا کر دیا۔

اس دوران میں سید العالمین ﷺ نے ہمارے نفوس کے تزکیہ کی بھی از حد کوشش کی اور مشیت ایزدی کے ماتحت ہمیں شرک کی گندگی سے پاک کیا۔ معاشرے کی تمام شریک برائیوں اور کفریہ رسموں کو مٹایا۔ بیشمار خداؤں کی پرستش سے باز کیا۔ ارباب من دون اللہ کی قید سے چھڑایا۔ توحید کو چکایا۔ اجاگر کیا اور نکھارا۔ ”یعلمہم الكتاب والحکمة“ کی تعمیل میں زمانہ نبوت کے تینیس سال تک جناب سید ولد آدم ﷺ قرآن ہی کی تعلیم دیتے اور اس کی فلاسفی اور حکمت سمجھاتے رہے کہ کس طرح آیات کی شراب طہور کو نوش جان کرنا ہے۔ یعنی قال کو حال کی شمع سے روشن کر کے راستہ دکھاتے رہے۔ گویا حضرت انور ﷺ کی ساری زندگی تلاوت آیات، تزکیہ نفوس، اور وحی خداوندی کی حکمت سکھانے اور قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ بتانے میں گزری۔ بیشک۔

محمد ﷺ مصطفیٰ رہنمائے نوع انسانی محمد ﷺ داعی حق ہے محمد ﷺ نہایت دیں ہے (ص ۲۲)

سید الکونین کی عبادت کا مرتبہ:- یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ سید الکوین، سید الثقلین، جناب رحمت للعالمین ﷺ کی عبادت عند اللہ اتنے مرتبے کی ہے کہ ساری اولاد آدم میں سے کوئی بھی حضور ﷺ جیسی عبادت نہیں کر سکا۔ یعنی آپ ﷺ کی عبادت کے مرتبے جیسی، یوں سمجھیں کہ اگر ترازو کے ایک پلڑے میں رحمت عالم ﷺ کی نماز رکھ دی جائے۔ اور دوسرے پلڑے میں تمام انبیاء علیہم السلام کی اور ساری اولاد آدم کے مومنوں، موحدوں کی نمازیں رکھ دی جائیں تو جناب سید ولد آدم کی نماز کا وزن سب سے زیادہ ہوگا۔ یہی حال آپ کی دوسری عبادتوں کا ہے۔ کہ تمام ذریت آدم کی عبادتوں سے بڑھ کر ہیں۔ جس طرح حضور انور ﷺ کی شان اور مرتبے کا کوئی نہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کی عبادت کے درجے جیسی کسی کی عبادت نہیں۔

اک قطرہ مقدس بھی ہر چیز سے افضل:- یاد رہے کہ رحمت عالم ﷺ کی جان پاک اتنی مقدس اور قیمتی ہے کہ حوران جنت، اور تمام اولاد آدم حضور ﷺ کے ایک قطرہ خون کی قیمت نہیں ہو سکتے۔

”مرتبہ احسان“ یعنی انتہائے تصوف کی حیثیت:- (ایک شخص (حضرت جبرائیل علیہ السلام) حضور ﷺ سے مرتبہ احسان کے بارے میں پوچھتا ہے) ”فاخبرنی عن الاحسان“ خبر دیجئے مجھ کو احسان سے یعنی نیکی کیا ہے)

”قال ان تعبدوا الله کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانه یراک“ حضور ﷺ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ عبادت کرے تو اللہ کی گویا کہ تو دیکھتا ہے اس کو پس اگر نہیں دیکھ سکتا تو اس کو (تو اتنا یقین تو کر) کہ وہ (بصیر) دیکھتا ہے تجھ کو۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۳۲)

مرتبہ احسان کا مفہوم:- اور احسان یہ ہے کہ عبادت کرے تو اللہ کی گویا کہ دیکھتا ہے تو اس کو مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اتنی محبت کرے کہ ہر وقت اس کا خیال دل میں رہے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اللہ کے دھیان میں ایسا غرق ہو جائے کہ سوائے ذات حق کے کچھ نہ نظر آئے۔ عبادت میں وہ رنگ جمے کہ فانیات ناپید ہو کر باقی ذات آنکھ میں سمائی ہو رحمت عالم ﷺ کے ارشاد ”کانک تراہ“ سے یہ مقصود ہے کہ عبادت میں نہایت اخلاص اور حد درجہ خضوع و خشوع ہو۔

وحدۃ الشہود کا بلند درجہ:- پھر جس کو یہ مقام مشاہدہ اور استغراق نصیب ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی ہیبت و خشیت اور عظمت و جلال کی بارش ہوتی ہے اور بندہ حضور ہی ہو جاتا ہے وحدۃ الشہود کا یہ بلند درجہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ کو میسر آتا ہے۔

جمال یار جب پیش نظر ہو! تو اس دل میں کسی کا کب گزر ہو



دوسری صورت میں رجوع الی اللہ کی (یعنی احسان کی) حضور ﷺ نے یہ بتائی کہ اگر تو (آفاق و انفس کے آئینہ میں) اللہ کو نہیں دیکھ سکتا۔ یہ مرتبہ تجھ کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ کم از کم اتنا تو کر کہ ”فانہ یراک“ کہ وہ تجھ کو دیکھتا ہے یعنی وہ حاضر ناظر ہے اس کی نظر تیرے دل اور تیرے اعمال پر ہے۔ ایک لمحہ کیلئے بھی تو اس کی خبر اور نظر سے اوجھل نہیں وہ ہر وقت تیرے ساتھ ہے۔ جب تیرے ایمان کی یہ کیفیت ہو جائے گی۔ تو پھر اللہ کا ڈر اور ہیبت تجھے ہر وقت لرزہ بر اندام رکھے گی۔ اور تو تمام حرکات و سکنات میں نہایت محتاط رہے گا عبادت میں بھی خلوص و خشوع ہوگا۔ اور نافرمانیوں سے بھی بچے گا۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۳۸)

**بیعت اصلاح کا مستند حدیث سے ثبوت:**۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے گرد صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت تھی آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”بایعونی علی ان لا تشرکوا باللہ شیئاً ولا تسرقوا ولا تنزوا ولا تقتلوا اولادکم ولا تاتوا ببہتان تفترونہ بین ایدکم وارجلکم ولا تعصوا فی معروف فہن و فی منکم فاجرہ علی اللہ ومن اصاب من ذلك شیئاً فو قہ فہو کفارۃ لہ ومن اصاب من ذلك شیئاً ثم سترہ اللہ علیہ فہو الی اللہ ان شاء عفا عنہ وان شاء عاقبہ فبا یعناہ علی ذلك“۔ (بخاری مسلم) بیعت کرو مجھ سے (یعنی پختہ عہد کرو) اس بات پر کہ نہ شریک کرو ساتھ اللہ کے کسی کو اور نہ چوری کرو اور نہ زنا کرو اور نہ مار ڈالو اور اپنی کو بیعتی کے ڈر سے اور نہ اٹھاؤ بہتان کہ باندھ لیا ہو تم نے اس کو درمیان ہاتھوں اور پاؤں اپنے کے (یعنی دل سے) اور نہ نافرمانی کرو نیک چیز میں پس جو پورا کرے تم میں سے یہ عہد پس اجرا اس کا اللہ پر ہے اور جو پہنچان میں سے کسی چیز کو (یعنی گناہوں میں سے کچھ کر بیٹھا سوائے شرک کے) پھر سزا دیا گیا بسبب اس کے دنیا میں جیسے حد لگی یا یا مہر ہوا وغیرہ۔ پس وہ کفارہ ہے واسطے اس کے (یعنی پاک ہو جاتا ہے گناہ سے) اور جو کہ پہنچان میں سے کسی چیز کو پھر ڈھانکا اس کو اللہ نے یعنی دنیا میں اس کا گناہ ظاہر نہ ہوا۔ پس وہ سپرد ہے اللہ کی طرف اگر چاہے بخشے اس سے اور اگر چاہے سزا دے اس کو (صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں) پس بیعت کی ہم نے حضرت ﷺ سے ان چیزوں پر۔

### اولیائے کرام کا توکل قرآن مقدس کی روشنی میں

**متوکل کیلئے اللہ کافی ہے:**۔ رزق کے بارے میں اللہ ارشاد فرماتا ہے: ”وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقہا“ (پ ۱۲ ع ۱) اور نہیں کوئی چلنے والا زمین میں مگر اوپر اللہ کے ہے رزق اس کا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کے رزق و روزی کی ضمانت دی ہے پھر جو بندہ اللہ تعالیٰ کی ضمانت اور وعدے پر بھروسہ نہ کرے باور نہ کرے تو اس میں کہاں ایمان ہوگا۔ اور اس کی عبادت کیا ہوگی۔ اس آیت کا مقتضاء توکل کے لعل گرانمایہ سے یوں روشنی بکھیرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے کام کا وکیل اور ضامن جان کر اس پر پورا اعتماد کریں، اس پر بھروسہ کر کے یقین کریں کہ وہ ضرور روزی پہنچائے گا۔ مرد مومن کو چاہیے کہ دنیا کہ مال و اسباب اور اکتساب کو محض سبب جانے اور رزاق صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھے اس کے سوا کسی کو رزاق نہ مانے وہ بے کسب و باکسب دونوں کو رزق پہنچاتا ہے۔

ارشاد ہے: ”ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً و یرزقہ من حیث لا یحتسب، ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ“ (پ ۲۸ ع ۱۷) اور جو کوئی ڈرے اللہ سے کرے گا اور واسطے اس کے راہ مشکل سے نکلنے کی اور رزق دے گا اس کو اس جگہ سے کہ نہیں گمان کرتا۔ اور جو کوئی توکل کرے اللہ پر پس وہ کفایت کرتا ہے اس کو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے متوکل سے وعدہ کیا ہے کہ وہ رزق کے بارے میں کفایت کرنے والا ہے۔ بلکہ اللہ اسے اس جگہ سے رزق دے گا جہاں سے گمان رزق نہ ہوگا۔ پس اس آیت میں کامیابی کا نکتہ صرف توکل علی اللہ ہی ہے۔ کاش ہمیں اللہ پر توکل کرنا آجائے۔ اگر وعدہ الہی پر یقین و اعتماد ہو اس کی ضمانت رزق کے مہر نیمرو کی شعائیں دل حزیں کو روشن کریں تو بندہ باور کرے گا کہ بغیر

کسب کے بھی اللہ تعالیٰ روزی پہنچائے گا۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۶۰)

**اہل اللہ کا توکل ہر مسلمان کی ضرورت:**۔ مومنوں کو ارشاد ہے۔ ”وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتمہ مؤمنین“ (قرآن) اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر ہو تم ایمان والے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں کرتا۔ یا اسے اللہ پر بھروسہ کرنا نہیں آتا تو اس کا ایمان یا معرض زوال میں ہے یہ عدم کے پالنے میں ہے۔

اے اللہ! یقین اور توکل تیری عظیم الشان نعمتیں ہیں تو ہی عطا کرے تو نصیب ہوں۔ ان کا حصول ہمارے بس میں نہیں تو ہی قوی ایمان اور جان دار توکل عطا فرما۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۶۱)

**اہل اللہ کا توکل کیا ہے؟:**۔ درجہ تسلیم پر فائز اولیاء رحمہم اللہ اپنے تمام امور اللہ تعالیٰ کی سپرد کر دیتے ہیں۔ اور ذرہ بھر تردید یا تذبذب ان کے دل میں نہیں رہتا، ایسے اللہ والے اس کے توکل کے ہاتھوں بیٹھے پھل کھاتے اور یقین و ایمان کے موج دریا میں نہاتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون“ (قرآن) اور اللہ ہی پر چاہئے پس بھروسہ کریں بھروسہ کرنے والے۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۶۱)

**اسباب پر یقین توکل کے منافی:**۔ توکل کے بارے میں خوب یاد رکھنا چاہیے کہ اگر دل کا اعتماد کسب اور سبب پر ہوا تو یہ شرک خفی ہے ہاں اللہ کے بھروسہ پر کسب کرنے والا ضرور متوکل ہے۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۶۱)

### توکل اولیاء احادیث کی روشنی میں

**پرندوں کا اللہ پر توکل:**۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے تھے: ”لو انکم تتوکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدوا خمًا صًا وتروح بطنًا“ (ترمذی، ابن ماجہ)

اے لوگو! اگر تحقیق تم توکل کرو اللہ پر حق توکل کا تو البتہ روزی دے تم کو (اللہ) جیسے روزی دیتا ہے پرندوں کو نکلتے ہیں پرندے صبح کو بھوکے اور پھرتے ہیں شام کو اپنے گھونسلوں میں پیٹ بھرے ہوئے۔

ملاحظہ: رسول اللہ ﷺ نے کیسی اچھی اور سچی مثال دے کر سمجھایا ہے کہ اگر تم اللہ پر توکل کرو اور توکل کرنے میں حق توکل پورا کرو تو اللہ تمہیں پرندوں کی طرح رزق دے جو اللہ کے بھروسے پر صبح کو بھوکے اپنے آلہوں سے نکل جاتے ہیں۔ اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔

(خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۶۲)

**توکل کا حق:**۔ یاد رہے کہ توکل کا حق یہ ہے کہ اس بات پر پختہ یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی فاعل حقیقی نہیں ہے اور تمام موجودات اور رزق موت حیات، مرض صحت، فقر و غنا، ضرر، عطا، منع وغیرہ سب اللہ فعال لیسایرید کی طرف سے ہیں بندہ کے خیال تصور، ذہن، ارادہ، ہاتھوں، پاؤں، آنکھوں، کانوں، زبان اس کے تمام اعضاء اور اعضاء اور بدن کے رواں رواں پر اللہ کا حکم جاری ہے۔ آدمی کی ہر حرکت مشیت کے ماتحت ہے اس یقین کے ساتھ یہ ایمان بھی دل میں جمائے کہ حق تعالیٰ اس کے رزق کا ضامن ہے اور اس بات میں ذرہ بھی شک یا شبہ نہ کرے۔ اگر اس کی ضمانت رزق میں ذرہ بھی شک یا شبہ کریگا تو ایمان کا دیوالہ نکل جائے گا۔ اور توکل کا جنازہ اٹھ جائے گا جب یہ یقین پختگی کی معراج کو پالے گا۔ کہ اللہ نے رزق کا ذمہ لے رکھا ہے اور وہ روزی کا ضامن ہے تو پھر اچھے طریق سے روزی کیلئے سعی کرے۔ کسب معاش کیلئے تگ و دو، اور جدوجہد کرے اس کے فضل سے ضرور رزق حلال میسر ہوگا۔ اور وہ اور اس کے اہل و عیال پیٹ بھر کر کھائیں گے۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۶۲)

**”وظیفہ“ مشکل سے خلاصی کا ذریعہ:**۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت عوف الشجعی رضی اللہ عنہ کے لڑکے حضرت سالم رضی اللہ عنہ جب کافروں کی قید میں تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا ان سے کہلوادو کہ بکثرت ”لاحول ولا قوۃ الا باللہ“ پڑھتا رہے ایک دن اچانک بیٹھے

بیٹھے ان کی قید (یعنی رسی جس سے بندھے ہوئے تھے) کھل گئی اور یہ وہاں سے نکل بھاگے ان لوگوں کی ایک اونٹنی تھی جس پر سوار ہوئے راستے میں ان کے اونٹوں کے ریوڑ ملے یہ انہیں اپنے ساتھ ہنکا لائے وہ لوگ پیچھے دوڑے یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے۔ بلکہ سیدھے گھر آگئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی باپ نے آواز سن کر فرمایا۔ خدا کی قسم یہ تو سالم ہے ماں نے کہا ہائے وہ کہاں وہ تو قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہا ہوگا۔ اب دونوں ماں باپ اور خادم دروازے کی طرف دوڑے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ان کے لڑکے حضرت سالم رضی اللہ عنہ ہیں اور تمام انگنائی اونٹوں سے بھری پڑی ہے پوچھا کہ یہ اونٹ کیسے ہیں؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا تو فرمایا اچھا ٹھہر وہیں رسول اللہ ﷺ سے ان کی بابت مسئلہ دریافت کر آؤ۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ سب مال تمہارا ہے جو چاہے کرو اور یہ آیت اتری کہ اللہ سے ڈرنے والوں کی مشکل خدا آسان کر دیتا ہے اور بے گمان روزی پہنچاتا ہے۔ (ابن کثیر، بحوالہ: خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۶۷)

**توکل اولیاء پر ”ابن ابی حاتم“ کی روایت:**۔ ابن ابی حاتم میں حدیث ہے جو شخص ہر طرف سے کھنچ کر اللہ ہی کا ہو جائے اللہ تعالیٰ ہر مشکل میں اس کی کفالت کرتا ہے اور بے گمان روزیاں دیتا ہے اور جو اللہ سے ہٹ کر دنیا ہی کا ہو جائے اللہ بھی اسے اسی کی طرف سوچ دیتا ہے۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۶۸)

**توکل اولیاء پر ”مسند احمد“ کی روایت:**۔ مسند احمد میں ایک اور حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں: جسے کوئی حاجت ہو اور وہ لوگوں کی طرف لے آئے تو بہت ممکن ہے کہ وہ سختی میں پڑ جائے اور کام اور مشکل ہو جائے اور جو اپنی حاجت اللہ کی طرف لے جائے تو اللہ ضرور اس کی مراد پوری کرتا ہے یا تو جلدی اس دنیا میں ہی یادیر کے بعد یا موت کے بعد پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے قضا اور احکام کو جس طرح اور جیسے چاہے، اپنی مخلوق میں پورا کرنے اور اچھی طرح جاری کرنے والا ہے۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۶۹)

**توکل اولیاء پر ”ترمذی و ابن ماجہ“ کی روایت:** ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلافت کا متولی کیا ہے۔ آپ بھی مجھے اس میں سے کسی کام پر متولی فرمائیے۔ (یعنی نوکری دیجئے) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تو نے قرآن پڑھا ہے۔ اس نے کہا: میں نے تو نہیں پڑھا ہے۔ آپ نے فرمایا ہم ایسے شخص کو متولی نہیں کرتے جس نے قرآن نہ پڑھا ہو۔ پس اس نے جا کر قرآن پڑھنا شروع کر دیا اور بڑی کوشش کی تا کہ حضرت عمر رضی اللہ متولی کریں لیکن جب قرآن پڑھ گیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آنا چھوڑ دیا ایک روز راستہ میں آپ نے اسے دیکھ کر پوچھا کہ اے برادر! کیا تو نے ہم سے ملنا چھوڑ دیا ہے؟ اس نے عرض کیا جی نہیں میں چھوڑنے والا نہیں ہوں لیکن کتاب الہی کی ایک آیت نے مجھے اس امید سے مستغنی کر دیا جو میں آپ کے دروازے پر لایا تھا۔ آپ نے حال پوچھا تو اس نے یہ آیت پڑھی ”من یتوکل علی اللہ فہو حسبہ“ اس پر حضرت عمر رضی اللہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جیسے توکل کرنا چاہیے تو تم کو رزق دیا جائے جیسے پرندوں کو دیا جاتا ہے کہ صبح کو خالی کوکھ جاتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ آتے ہیں۔ (رواہ احمد، و الترمذی، و ابن ماجہ بحوالہ: خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۶۹)

**متوکل کی کرامت پر ”مشکوٰۃ“ کی روایت:**۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص اپنے گھر گیا اور جب اس نے ان کی (گھر والوں کی) محتاجی اور فاقہ دیکھا تو گھر سے نکل کر جنگل کو چلا گیا۔ (کہ اللہ سے تضرع کرے) جب اس کی عورت نے یہ حال دیکھا (کہ اس کا خاوند بوجہ تنگ دستی گھر سے چلا گیا ہے) تو چکی کے پاس گئی اور اوپر کا پاٹ نیچے کے پاٹ پر رکھا اور تنور کے پاس گئی اور اسے گرم کیا پھر بولی الہی ہم کو رزق عطا کر۔ تیرے در کے سوا ہمارے لئے کہیں رزق نہیں) پھر اس نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ناگہاں چکی کا گرانڈ آٹے سے بھرا ہوا تھا اور پھر گئی تنور کی طرف تو پایا اس کو بھرا ہوا روٹیوں سے پھر اس کا شوہر واپس آیا (بعد دعا کرنے کے) اور کہنے لگا کیا تم نے میرے بعد کچھ پایا ہے۔ عورت نے کہا: ہاں! میں نے اپنے رب عزوجل سے پایا ہے۔ (یہ دیکھو گرانڈ چکی کا آٹے سے بھرا ہوا اور تنور روٹیوں سے پر) پھر مرد نے کھڑے ہو کر چایا چکی کو دیکھے۔ چنانچہ اس نے چکی کا پاٹ اٹھا کر دیکھا) پھر یہ حال رسول اللہ

ﷺ سے ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اما انہ لو لم یرفعھا لم تنزل تدور الی یوم القیمۃ (مشکوٰۃ شریف)

آگا رہو کہ اگر یہ شخص چکی نہ اٹھاتا تو برابر قیامت تک اسی طرح چلتی رہتی۔ یہ ہے صبر اور توکل کی اعجاز فرمائی اور صبر اور توکل کا حق ادا کرنے والے صابروں، اور متوکلوں کی کرامت اور اللہ کے وعدوں کی صداقت کا زندہ ثبوت کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۷۴)

**اہل اللہ کی کرامت حق ہیں:**۔ کوئی صاحب اس بات پر تعجب نہ کریں یا انکار نہ کریں کہ کیسے ہو سکتا ہے کہ گراڈ آٹے سے بھر گیا اور تور میں خود بخود روٹیاں کہاں سے آگئیں یا درکھیں پیغمبروں کے معجزات من جانب اللہ پر حق ہیں اور صالحین رحمہم اللہ کی کرامت بھی باذن اللہ حق ہیں۔ قرآن میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جب مریم علیہا السلام کے پاس حسب معمول گئے تو ان کے پاس رزق (میوے پھل) دیکھے۔ پوچھا ”اتسی لك هذا“ یہ کہاں سے آگئے تو مریم علیہا السلام نے جواب دیا۔ ”هو من عند الله“ وہ اللہ کے پاس آئے ہیں یہ حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت تھی۔ تو اللہ تعالیٰ کے کام پر نہ تعجب چاہئے نہ انکار۔ معجزوں اور کرامتوں سے روحانیت کا ثبوت ملتا ہے اور تعلق باللہ کا پتہ چلتا ہے۔ البتہ ولی کیلئے کرامت شرط نہیں۔ جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لئے کافی ہے۔

بے شک اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ کے خطبہ کے مطابق ”ونتو کل علیہ“ (اور ہم اسی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں) ہم سب کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے کہ اسی کے بھروسہ پر زندگی اور کارہائے زندگی رواں دواں رہیں۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۷۶)

### تصوف بطور تزکیہ نفس

**نفس کی تین اقسام:** نفس تین قسم کے ہیں: نفس امارہ، نفس لوامہ، نفس مطمئنہ۔

**نفس امارہ:**۔ قرآن مجید میں نفس امارہ کا ذکر اس طرح آیا ہے۔ ”وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی، ان

ربی غفور رحیم“ (پ ۱۳، ۱۴)

اور میں اپنے نفس کی برأت نہیں کرتا بے شک سب سے بڑھ کر بدی کی راہ سمجھانے والا ہے۔ سوائے ایسے شخص کے جس پر رحم کرے رب میرا بے شک رب میرا بڑا غفور و رحیم ہے۔

”ان النفس لامارۃ بالسوء“ یقیناً نفس تو سب سے بڑھ کر برائیوں کی راہ چلانے والا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے نفس پر اعتماد کرے اور اس کے کہنے پر چلنے لگے تو وہ اس کو کثرت سے برائیوں کی طرف لے جائے گا کیونکہ نفس کا کام ہی بدیوں اور برائیوں کی راہ دکھانا ہے بد کام کا حکم کرنا ہے۔ الا ما رحم ربی ”سوائے اس شخص کے، جس پر رحم کرے رب میرا“، یعنی جس پر اللہ رحم فرمائے۔ اس کو یا تو نفس مطمئنہ ملتا ہے کہ وہ بدی کا حکم نہیں کرتا جیسے انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ یا اللہ اپنے فضل خاص سے بندے کو اپنی پناہ میں لے بچا لیتا ہے۔ اور نفس مقہور ہو جاتا ہے۔

**نفس امارہ بڑی بلا ہے:**۔ نفس امارہ بہت بڑی بلا ہے اس سے انسان بچ نہیں سکتا۔ اس کی شرارتوں اور برائیوں کی فہرست اتنی طویل

ہے کہ شیطان بھی دیکھے تو گھبرا جائے۔

**نفس کیا ہے:**۔ نفس نہ شیطان ہے نہ قلب ہے، نہ فرشتہ ہے نہ عقل ہے، اور نہ کوئی عین خارجی چیز ہے بعض کہتے ہیں کہ نفس ہوئی ہے یعنی خواہش و شہوات بعض طبیعت کو نفس کہتے ہیں اور بعض بشریت کو، جس کا میلان بجانب شہوات و ہوئی ہو۔ (انبیاء کی بشریت معصوم ہوتی ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے تمام ممنوعات سے انسانوں کو آگاہ کر دیا اور دنیاوی زینت و آرائش کو اس فریب گاہ کا ایک دل فریب مشغلہ قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی نص سے ثابت ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں مزین بہ تزئین امتحانی ہیں اور عہد الہی میں خیانت کرنے اور معصیت کے ارتکاب میں سراسر

عذاب ہے اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ موت سر پر کھڑی ہے پھر باوجود اس علم کے لوگ نواہی کے خارزار میں قدم رکھتے اور معصیت سے مدہوش ہوتے ہیں اور وہ کام کرتے ہیں جن کا انجام غضب الہی اور عذاب آخرت ہے۔ اب غور کرنے کی بات ہے کہ انسان میں وہ کون چیز ہے جو دیدہ و دانستہ اس کو عذاب میں گرفتار ہونے پر راغب کرتی ہے۔

**نفس امارہ سب سے بڑا دشمن:**۔ تو یہ چیز ہوئی ہے جو ہر انسان کی طبیعت کو قہریات کے قبول کرنے پر حرکت دیتی ہے اور مستعد کرتی ہے اور قہریات ان امور الہیہ کو کہتے ہیں جن کا انجام اللہ کے غضب اور عذاب کی طرف ہوتا ہے پس کسی کو یہ مجال اور طاقت نہیں کہ نفس کی گرفت سے نکل سکے۔ مگر وہی جس پر لطف خداوندی، اور رحمت ایزدی سایہ فگن ہو۔ ذوق مرحوم نے کیا لکھا ہے۔

نہنگ واژدہا و شیرنزار تو کیا مارا  
بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گراما

اگر کسی نے نہنگ یعنی مگر مجھ مار دیا۔ تو کوئی بڑا بہادری کا کام نہ کیا اگر اژدہا یعنی بہت بڑا سانپ ہلاک کر دیا تو پھر بھی کوئی قابل تعریف کام نہیں کیا۔ اور اگر شیر بہر مار ڈالا تو یہ بھی کوئی دلیری اور بہادری کا کام نہ کیا ہاں اگر نفس امارہ کو مار لیا اسے خدا کے احکام کے آگے جھکا لیا تو سب سے بڑے موذی کو مارا۔ دنیا میں جتنا بڑی موذی نفس ہے اور کوئی چیز نہیں ہے تو نفس کو مارنا سب سے بڑا بہادری کا کام ہے اور سب سے بڑے دشمن کا قلع قمع کرنا ہے لیکن قرآن مجید سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس موذی کو مارنا انسان کے بس کی بات ہی نہیں ہے۔ ”الامارحمہ ربی“ اس کے شر سے تو سوائے رحمت خداوندی کے کوئی بیخبر بھی نہیں بچ سکتا اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”ونعوذ باللہ من شرور انفسنا“ اور نفس کی بدیوں سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ اللہ کی پناہ (REFUGE) کے بغیر اس کے شر سے بچ نہیں سکتے اور اللہ ہی پناہ میں رکھے وہی بچائے تو ہم بچ سکتے ہیں۔

**صوفیائے کرام کا ساری زندگی نفس سے جہاد کرنا:**۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظہور قہر ازل ہے جو ہوا و ہوس اور شہوت و مستی کی دنیا لئے نفس کے نام سے سینے کی اتھاہ گہرائیوں میں چھپا بیٹھا ہے اور اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہتا ہے دل کو لبھانے اور فریفتہ کرنے اور عروس دنیا کے حسن و جمال اور تزئین و آرائش کی فلمیں دکھاتا رہتا ہے اور عملاً بھی طبائع بشری کو قہریات کی پرفریب وادیوں میں لے جاتا اور حرص و آز کی ماہ و شوشا پر ستار بنا تا ہے ساری فلمی دنیا اسی نفس ہی کے اشاروں پر رقص کنائں ہے اور دنیا جہان کے معاشقے اور عشق کے چرچے اسی کے رہین منت ہیں۔ بڑے بڑے علماء ربانی صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ ساری زندگی نفس کے ساتھ جہاد کرتے ہی گزار گئے۔ اور اس کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ مانگتے رہے۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۸۴)

**اولیائے کے نفس کے ساتھ جہاد کی اہمیت:**۔ جہاد بالنفس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”والمجاهد من جاهد نفسه فی طاعة اللہ“ (مشکوٰۃ کتاب الایمان) اور کامل جہاد کرنے والا وہ ہے جس نے جہاد کیا اپنے نفس سے اللہ کی بندگی میں۔

نفس کے ساتھ جہاد کرنے کا بہت بڑا اجر ہے ایک جہاد تو میدان میں جنگ میں کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے یہ جہاد تو اسی وقت ہی ہو سکتا ہے جب کافروں کے ساتھ جہاد کا موقع ملے لیکن نفس کے ساتھ جہاد تو شب و روز بلکہ ہر چین و آن جاری ہے۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو دائمی مجاہد بنا کر دائماً جہاد کے ثواب کا حق دار بنا دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاد بالنفس کا ثواب جہاد بالکفار کی مانند ہے۔

**جہاد بالنفس کی مثال:**۔ سوچئے کہ ایک خوبصورت جوان جب بھرپور جوانی میں ہو اور قوت اور طاقت کا دریا ٹھاٹھیں مار رہا ہو اسے ایک نہایت حسین و جمیل ماہ و شوشا جو ان لڑکی جنسی تسکین کیلئے دعوت دے اور یہ جوان اس کے پاس جا کر یہ کہہ کر چلا آئے۔ ”انی اخاف اللہ“ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ آپ غور فرمائیں کہ اس نوجوان کا نفس کے ساتھ یہ جہاد کرنا کتنا بڑا جہاد ہے ایسے مجاہد کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی کو ایک خوب صورت مال دار عورت (بہ نیت بدی) بلائے اور وہ یہ کہہ کر لوٹ آئے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کو حشر کے دن اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا جس دن نہیں سایہ ہوگا سایہ عرش کے (مشکوٰۃ)۔ اس شخص کو قیامت کے دن اللہ اپنے عرش کے سایہ میں

جگہ دے گا کتنا بڑا اجر اور اتنا بڑا ثواب ہے اور یہ ثواب اس لئے عظیم الشان ہے اور اس لئے سایہ عرش میں جگہ ملے گی کہ اس جوان نے اپنی بے پناہ شہوت اور خواہش نفس کو اللہ کے ڈر سے دبایا ہے۔ اسے خوف خدا سے زیر کیا ہے۔

**زندگی بھر جہاد بالنفس کرتے رہیں:**۔ اسی طرح نفس کے خلاف جہاد جاری رکھنا چاہیے جو شخص اس جہاد کو جاری رکھے گا اس کی زندگی شب و روز جہاد میں گزرے گی اور جہاد کا ثواب پاتا رہے گا۔ شب و روز جہاد کرنے کا یہ مطلب ہے کہ جو خواہش بھی قرآن اور سنت کے خلاف اٹھے نفس جو بات بھی معصیت کی بتائے نفس کی مخالفت کر کے اسے اللہ کی اطاعت، اور بندگی میں جھکا دے اس طرح نفس کو ہر وقت اللہ کے حکم کے آگے پامال کرتا رہے۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ﷺ ص ۱۸۶)

**نفس کو شہوانی خواہشوں سے روکنا:**۔ ارشاد خداوندی ہے: ”واما من خاف مقامہ ربہ ونہی النفس عن الهوی فان الجنة ہی العاوی (پ ۴۳)۔ اور جس شخص نے اپنے رب کے مقام سے خوف کیا اور نفس کو (شہوانی) خواہش سے روکا تو جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے مقام رب سے خوف کیا مقام کھڑا ہونا اور کھڑے ہونے کی جگہ یعنی بندے نے اللہ تعالیٰ سے کفر نہیں کیا بلکہ اس کی الوہیت کو پہچانا۔ اور قیامت کے دن اس کے حضور میں کھڑے ہونے سے خوف کیا کہ مالک یوم الدین اس کے بارے میں کیا حکم دے گا دنیا کی زندگی کا حساب دیتے وقت کیا بیٹے گی اور کیا نتیجہ نکلے گا۔ اور اس خوف و دہشت سے اس نے نفس کو دنیا کی ذلیل خواہشوں، اور دیگر ممنوعات سے روکا تو اللہ کے فضل سے جنت ہی اس کا دائمی گھر ہوگا جہاں وہ شاہانہ اعزاز و اکرام سے رہے گا۔

یعنی قیامت کے روز فیصلہ حق کے واسطے سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے تو جس نے اللہ کے مقام عظمت و جلال سے خوف کیا اور منہیات سے نفس کو روکا تو اس کی ماویٰ جنت ہی ہے۔ جاننا چاہیے کہ اس آیت میں جنت کا وعدہ خوف مقام رب اور منع ہوائے نفس پر دیا گیا ہے۔

**شر نفس سے پناہ کی دعا:**۔ چونکہ نفس کی قہر مانی خودی پر مجبول ہے اس لئے اس کی بدی اور برائی سے بچنا سراسر محال ہے۔ سوائے اس کے کہ خالق نفس ہی بچائے تو نجات دے سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نفس کے شر سے بچنے کیلئے ہمیشہ اللہ کی پناہ چاہی ہے اور سب کو یہی تعلیم دی ہے کہ اللہ ہی سے پناہ مانگو۔ ایک دفعہ دانائے سبل، حضرت ختم المرسلین ﷺ نے عمران کے باپ حصین سے ان کے اسلام لانے سے قبل پوچھا کہ آج تم کتنے معبودوں کی بندگی کرتے ہو؟ اس نے کہا سات معبودوں کی چھ زمین میں اور ایک آسمان میں حضور ﷺ نے پوچھا سب سے زیادہ کس پر امید رکھتا ہے اور سب سے زیادہ کس سے ڈرتا ہے؟ اس نے کہا وہ ذات جو آسمان میں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ)

حضور ﷺ نے فرمایا: اے حصین! اگر تم اسلام قبول کرتے تو میں تم کو دو ایسے کلمے سکھاتا جو تجھے فائدہ دیتے جب حصین رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ تو انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا جن دو کلموں کا آپ ﷺ نے وعدہ کیا تھا۔ اب مجھ کو سکھائیے حضور ﷺ نے فرمایا (کہو) ”اللهم الهمنی رشدی واعذنی من شرنفسی“ اے اللہ میری ہدایت میرے جی میں ڈال دے اور میرے نفس کی برائی سے مجھے پناہ میں رکھا۔ رسول رحمت ﷺ نے حصین رضی اللہ کو یہ دعا سکھلا کر ہدایت خداوندی کا سمندر کوڑھ میں بند کر دیا۔ اور قطرہ میں قلم کی جلوہ نمائی کا اعجاز دکھایا۔

**نفس لوامہ:**۔ نفس لوامہ کے معنی ہیں ملامت کرنے والا نفس قرآن مجید میں آتا ہے: ”لا اقسم بيووم القیمہ ولا اقسم بالنفس اللوامة! یحسب الانسان ان نجمع عظامہ“ (پ ۲۹) میں قسم کھاتا ہوں روز قیامت کی اور میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم کبھی اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے روز قیامت کی اور نفس لوامہ کی قسم کھا کر کہا ہے کہ انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں (مرنے کے بعد) جمع نہ کریں گے۔

”بلے قادرین علی ان نسوی بنانہ“ کیوں نہیں (ہم ضرور جمع کریں گے) درحالیکہ ہم قدرت والے ہیں کہ اس کی انگلیوں کو پور

ٹھیک برابر کریں۔

**نفس لوامہ کیا ہے:**۔ تو نفس لوامہ کیا ہے جس کی اللہ نے قسم کھائی ہے ”تفسیر ابن کثیر“ میں ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ نفس لوامہ نفس مومن ہے واللہ ہم مومن کو جب دیکھتے ہیں تو یہی دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے نفس کو ملامت کرتا رہتا ہے اپنے نفس سے کہتا ہے کہ اس کھانے میں تیری کیا نیت تھی۔ اور اس کلمہ سے تیری کیا مراد تھی اور اس شخص سے باتیں کرنے میں تیری کیا نیت تھی اور فاجر کا یہ حال ہے کہ وہ بے فکر قدم قدم چلا جاتا ہے کبھی اپنے نفس کو ملامت نہیں کرتا۔

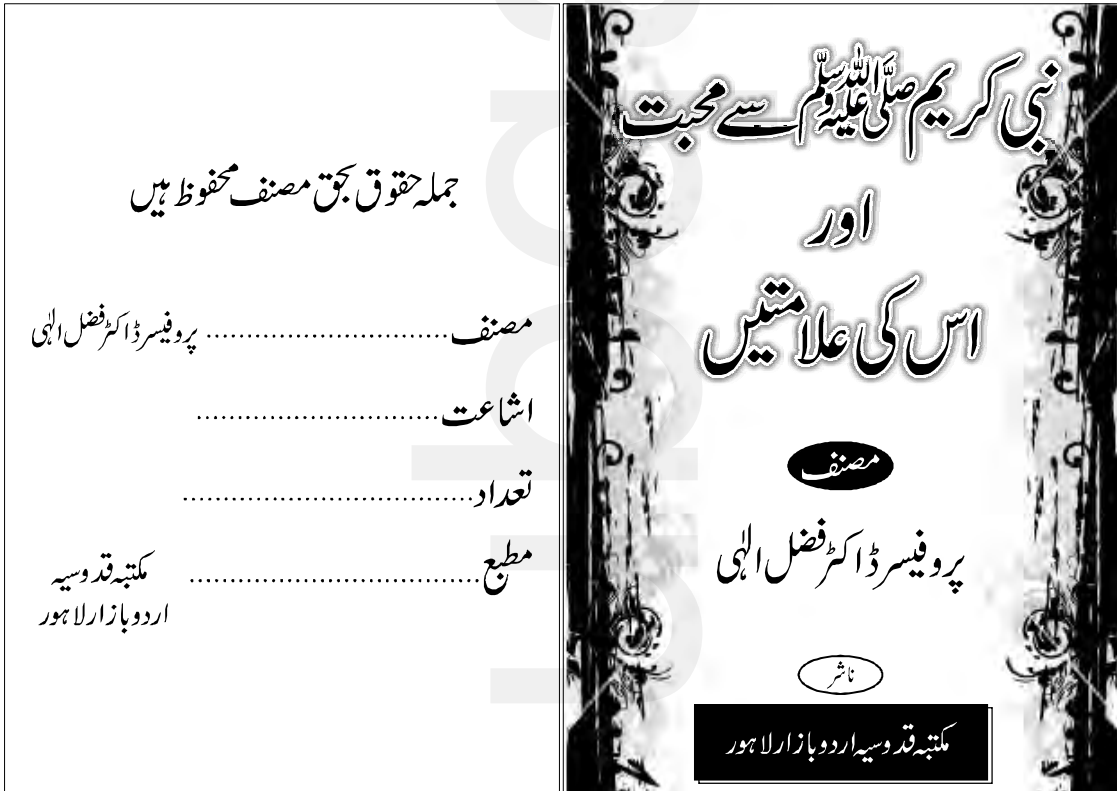
**حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کا فرمان:**۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عکرمہ سے یہ آیت پوچھی گئی تو فرمایا کہ نفس لوامہ وہ ہے جو بھلائی و برائی پر ملامت کرے مطلب یہ ہے کہ بھلائی کے بعد ملامت کرے کہ اس نیکی میں کیوں خامی رہ گئی ہے تو نے کیوں کوتاہی کی۔ اور عذگی سے اس نیک کام کو کیوں نہیں کیا۔ مثلاً نماز کا اول وقت ٹال کر نماز پڑھی تو ملامت کرے۔ کہ حدیث میں آتا ہے: ”افصل الاعمال الصلوۃ فی اول وقتہا“ نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا افضل عمل ہے تو نے اول وقت کیوں ترک کیا۔ نماز کے ارکان کو تعدیل سے ادا نہ کرنے پر ملامت کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کو طمانیت اور تعدیل سے ادا کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔ اسی طرح ہر نیکی اور بھلائی اچھی طرح سنت کے مطابق بجانہ لانے پر ملامت افسوس اور شرم محسوس کرے اور اگر کسی کے کار خیر میں ریا اور نمود پائے تو سخت ملامت کرے بلکہ خوب روئے کہ ایسے ریاکارانہ اعمال سے قیامت کو خاک بھی فائدہ نہ ہوگا بلکہ الٹا رسوائی اور ذلت کا موجب ہوں گے پھر آئندہ ریا کاری سے سخت بچے۔ ایسے ہی تمام نیکیوں کی خامیوں پر پچھتائے اور جس جس نیکی اور بھلائی کا موقع ہاتھ سے نکل جائے ان پر کف افسوس ملے اور آئندہ ہوشیار رہے ہاں اگر کوئی گناہ ہو جائے تو بھی ملامت کرے غم اور افسوس کھائے، چھوٹے چھوٹے گناہوں پر بھی اپنے آپ کو جھڑکے۔ ہر چھوٹی بڑی غلطی پر سرزنش کرے شریعت میں جتنی نواہی ہیں ہر نہی کے ارتکاب پر اپنے آپ کو ملامت کرے بلکہ ہر قصور پر اپنی مذمت کرے حتیٰ کہ وقت ضائع کرنے پر بھی پشیمان ہو۔

معلوم ہوا کہ اس طرح خامیوں، کمیوں، کوتاہیوں، عیبوں، گناہوں، غلطیوں اور گناہوں پر نادم شرمندہ شرمسار ہونے والا اور اپنے آپ کو ملامت اور مذمت کرنے والا نفس لوامہ نفس مؤمنہ ہے پس مبارک ہیں وہ لوگ جو نفس لوامہ رکھتے ہیں ہر غلط قدم پر ملامت اور توبہ کرنے والا نفس۔  
**اولیاء کا منتہائے نظر.... نفس مطمئنہ:**۔ لفظ مطمئنہ اطمینان سے مشتق ہے اطمینان کے معنی ہیں جماؤ اور ٹھہراؤ اور اطمینان کی کیفیت چند طریق پر ہے۔ (۱) یہ کہ حق پر اس کو خوب یقین ہو بالکل مطمئن، ٹھہرا ہوا ثابت اور قائم ہو کسی طرح کا شک و شبہ نہ رکھے جس سے مضطرب و مشوش ہو۔

**نزول فرشتوں کا ذریعہ:**۔ (۲) یہ کہ مطمئنہ وہ ہے کہ اس میں گھبراہٹ خوف اور اندوہ نہ ہو بلکہ پورا پورا امن اور سکون ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الاتخافوا ولا تحزنوا و ابشروا بالجنة التي کنتم تعدون“ (پ ۲۳ ع ۱۸) جن بندوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ٹھیک جھے رہے تو ان پر (بوقت موت) فرشتے اترتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ خوف نہ کرو اور دنیا چھوڑنے سے غمگین نہ ہو اور جنت کی خوش خبری لو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

**یاد الہی کا ذریعہ:**۔ (۳) نفس مطمئنہ وہ ہے جو اللہ کی یاد میں ہوا رشاد رب العالمین ہے۔ ”الذین امنوا و تطمئن قلوبہم بذكر اللہ الاب ذکر اللہ تطمئن القلوب“ (پ ۱۳ ع ۱۰) وہ لوگ جو ایمان لائے اور اطمینان پاتے ہیں دل ان کے ساتھ یاد اللہ کے خبردار! اللہ کی یاد سے دل مطمئن ہو جاتے ہیں۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: نفس مطمئنہ وہ ہے جو نجاست شرک سے پاک ہو۔ اور اطمینان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر جما ہو۔  
**حسن بصری رحمہ اللہ کا فرمان:**۔ نفس مطمئنہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور دار آخرت پر موافق ہدایت رسول اللہ ﷺ کے یقین رکھتا ہو اور اس یقین پر جما ہو۔ اس سے کہا جائے گا۔ ”یا یتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک“ اے نفس مطمئنہ لوٹ چل اپنے رب کی



جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

مصنف ..... پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی

اشاعت .....

تعداد .....

مطبع ..... مکتبہ قدوسیہ

اردو بازار لاہور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

اور

اس کی علامتیں

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی

ناشر

مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور



طرف یعنی اس کے جو اقدس میں ثواب و نعمت بے مثل، اور جنت میں چل ”راضیۃ مرضیۃ“ تو اپنے رب سے راضی ہے اور اللہ تیری بندگی سے راضی ہے ”فادخلی فی عبادی“ پس تو میرے بندوں میں شامل ہو جا ”وادخلی جنتی“ اور میری جنت میں داخل ہو۔

**بشارت عظمیٰ:**۔ یہ بشارت عظمیٰ نفس مطمئنہ کو ایک دفعہ مرنے کے وقت سنائی جائے گی اور دوسری مرتبہ قبر سے اٹھنے کے وقت اور تیسری مرتبہ آخرت میں بشارت دی جائے گی۔

امام ابن ابی حاتم نے بسند جید روایت کی کہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ”یا ایہنا النفس المطمئنة“ ارح۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کیا اچھی بشارت ہے پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر رضی اللہ عنہ وہ وقت قریب آتا ہے (یعنی موت کا وقت) کہ تجھ سے بھی کہا جائے گا۔

**نفس مطمئنہ کی پہچان:**۔ پس نفس مطمئنہ کی تعریف، پہچان اور صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور الوہیت پر سختی سے جما ہوتا ہے ایک لمحہ کیلئے وہ ذات لایزال سے صرف نظر نہیں کرتا وہ ہر غیر اللہ سے مایوس و ناامید اور صرف اللہ تعالیٰ پر توکل اور امید رکھتا ہے وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز اور رب الارباب کے دروازہ کا فقیر ہوتا ہے۔ اور امر کی شراب طہور سے ہر وقت سرشار رہتا ہے اور نواہی کی مسموم اور متعفن فضا میں ایک سانس لینا بھی گوارا نہیں کرتا۔ ہر معروف اس کی جان اور ہر منکر اس کیلئے سواہن روح ہے۔ بیماری اور صحت، خوشی اور غمی، عمر اور بے عمر، فراخی اور تنگی، خواہ کوئی حالت ہو۔ وہ راضی بہ رضا ہوتا ہے اللہ کی عبادت اور ذکر سے ہر وقت وہ چین میں رہتا ہے دنیا سے رخصت ہوتے وقت ملائکہ رحمت اس کو بہشت کی خوش خبری دیتے ہیں اور رضا مندی حق تعالیٰ کا مژدہ سناتے ہیں تو راضی بہ رضا نفس بہ ہزار راحت و فرحت جسد خاکی کی خیر باد کہہ کر جو اقدس میں پہنچ جاتا ہے۔

خود آگہاں کہ ازیں جہاں بروں رفتند  
طلسم مہر سپہر و ستارہ بشکستند

پس جناب رحمت للعالمین ﷺ کا اپنے خطبہ میں فرمانا ”ونعوذ باللہ من شرور انفسنا“ کہ ہم اپنے نفس کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں عین حق ہے اور ایمان کے خزانہ کیلئے مضبوط قلعہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نفس امارہ کی بدیوں اور برائیوں سے ہم سب کو بچائے اور اپنی پناہ میں رکھے۔ اللہ! نفس امارہ کو نفس لواہ سے بدل دے اور لواہ کو مطمئنہ بنا دے! اے خالق کل اپنے خلیفہ کو سنوار

نام کتاب:۔ فقہائے ہند جلد پنجم حصہ دوم..... مصنف:۔ محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ

ناشر:۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور

**بادشاہ وقت کا مجالس صوفیاء میں ادب:**۔ شاہ عالم بہادر شاہ اول بہت متحمل مزاج بادشاہ تھا، وہ علماء و صوفیاء کی مجالس میں بھی حاضر ہوتا اور ان سے مستفید ہوتا تھا، اگر اس قسم کی مجالس میں مزاج شاہانہ کجخلاف بھی کوئی بات ہو جاتی تو خاموشی اختیار کر لیتا۔ اس سلسلے میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ اردو کے مشہور شاعر اور صوفی خواجہ میر درد کے ہاں ہر مہینے ار باب تصوف کا اجتماع ہوتا تھا۔ اس میں ایک مرتبہ شاہ عالم بلا اطلاع چلا آیا اس روز اس کے پاؤں میں تکلیف تھی اور درد ہور ہا تھا، اس لیے ذرا پاؤں پھیلا دیا۔ میر درد نے بادشاہ کو اس حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو کہا ”یہ حرکت فقیر کے آداب محفل کے خلاف ہے“ بادشاہ شرمندہ ہوا اور کہا: ”معاف کیجئے پاؤں میں عارضہ ہے اس لیے معذور ہوں“ میر درد نے کہا: ”عارضہ تھا تو تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی“۔ یہ ایک مثال ہے کہ جس سے پتا چلتا ہے کہ دور زوال کے مغل بادشاہ بھی علماء صوفیاء کی انتہائی قدر کرتے اور ان کے سامنے زبان کو حرکت نہ دیتے تھے۔ اگر ان سے کوئی غلطی ہو جاتی تو فوراً معذرت طلب کر لیتے تھے۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۸)

## شیخ مجیب اللہ جعفری پھلواروی کا ذوق تصوف

**خاندانی تعارف:-** شیخ مجیب اللہ بن ظہور اللہ بن کبیر الدین جعفری پھلواروی اپنے عصر اور علاقے کے نامور فقیہ جید عالم دین اور فضل و صلاح میں یگانہ تھے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ اس لیے جعفری کی نسبت سے مشہور تھے۔

**ولادت، تعلیم و تربیت:-** شیخ مجیب اللہ پھلواروی ۱۱ ربيع الثانی ۱۰۹۸ھ کو پھلواروی میں پیدا ہوئے جو صوبہ بہار کے ضلع پٹنہ میں واقع ہے اور عرصہ دراز سے علم و فضل کے مرکز کی حیثیت سے مشہور ہے۔ ہوش سنبھالا تو وہیں کے ایک بزرگ مولانا فصیح الدین پھلواروی کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے اور ان سے کتب درسیہ کی تکمیل کی۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۹۷)

**سلسلہ اویسیہ اور قلندریہ کی تکمیل:-** بعد ازاں عازم بنارس ہوئے وہاں شیخ محمد وارث حسینی بنارس رحمہ اللہ (متوفی ۱۰ ربيع الثانی ۱۱۶۷ھ) کا سلسلہ درس جاری تھا اس میں شرکت کی اور باقی علوم مروجہ کی تحصیل فرمائی۔ انہی سے طریقہ اویسیہ قادریہ میں فیض حاصل کیا پھر اپنے شہر پھلواروی کو مراجعت کی اور ۱۱۲۲ھ میں مولانا عماد الدین جعفری پھلواروی رحمہ اللہ سے طریقہ قلندریہ میں اخذ طریقت کیا کسب علم اور اخذ طریقت کے بعد اپنے شہر پھلواروی میں مسند دعوت و ارشاد آراستہ کی اور خلق کثیر کو مستفید فرمایا۔ شیخ مجیب اللہ جعفری پھلواروی نے ۱۱۹۱ھ میں وفات پائی۔ (نزہۃ النواظر ج ۶ ص ۲۳۹، ۲۵۰: بحوالہ شجرۃ الشیخ بدر الدین)

**حضرت غزنوی کے مرشد کا علمی کمال:-** یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ”مسلم الثبوت“ شافعی اور حنفی اصول فقہ سے متعلق ہے یہ کتاب افغانستان کے مشہور عالم ملا حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ (تیرہویں ہجری) کے ملاحظہ میں آئی تو انہوں نے ”مغتنم الحصول فی علم الاصول“ کے نام سے اس موضوع پر کتاب تصنیف کی جس کا نقطہ نظر بعض امور میں ”مسلم الثبوت“ سے کافی حد تک مختلف ہے۔ کتاب اپنے مباحث و مندرجات کے اعتبار سے بڑی علمی ہے۔ یہ قلمی کتاب ہے ہمارے علم کے مطابق پاکستان میں اس کے صرف دو ہی نسخے ہیں ایک پشاور یورینیورسٹی لائبریری میں، ایک حضرت مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے کتب خانے (وزیر آباد) میں۔ حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے کتب خانے حنیف (مکتبہ سلفیہ لاہور) کی وساطت سے دیکھنے کا اتفاق ہوا یہ نسخہ بڑے ساز کی ۱۲۲۷ اوراق پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ ۲۴ سطروں کو محیط ہے۔ خط بہت اچھا ہے۔ ”مغتنم الحصول فی علم الاصول“ کے فاضل مصنف نے ”مسلم الثبوت“ کے بعض مقامات کا محاکمہ بھی کیا ہے۔ انداز بڑا فاضلانہ اور محققانہ ہے یاد رہے یہ وہی ملا حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ ہیں جو مولانا عبدالغزنوی (متوفی ربيع الاول ۱۲۹۸ھ۔ ۱۸۷۹ء) کے استاذ اور مرشد تھے۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۱۰۳)

**اور رنگ زیب عالمگیر کا ذوق تصوف:-** اور رنگ زیب عالم گیر رحمہ اللہ جو کہ علماء کا انتہائی احترام کرتے تھے، سید محمد قنوجی رحمہ اللہ سے امام غزالی رحمہ اللہ کی تصنیفات بالخصوص ”احیاء علوم الدین“ اور ”کیمیائے سعادت“ کا درس لیتے۔ ہفتے تین روز وہ مجلس شاہی کے مذاکرہ علوم میں سرگرم رہتے۔ اس اثناء میں بادشاہ ان سے دیگر کتابوں کے علاوہ حدیث فقہ اور سلوک و تصوف کے موضوع سے متعلق مختلف کتابیں پڑھتا اور ان کے مندرجات کو سمجھنے کی کوشش کرتا۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۱۰۶)

**حاشیہ میں وضاحت:-** سید محمد قنوجی رحمہ اللہ کا ذکر حضرت سید نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ نے بھی ”ابجد

العلوم“ میں کیا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ وہ اپنے علاقے اور شہر کے صاحب ثروت عالم دین تھے۔

**”شرح الحکم العطائیہ“ تصوف کی علمی کتاب:-** شرح الحکم العطائیہ ”الحکم“ شیخ تاج الدین ابوالفضل احمد بن محمد المعروف بہ ابن عطاء اللہ الاسکندرانی الشاذلی الماکھی (متوفی ۷۰۹ھ) کی مشہور تصنیف ہے۔ تزکیہ نفس اور اصلاح احوال کے موضوع سے متعلق یہ بہترین کتاب ہے اس کتاب کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ حاجی خلیفہ نے ”کشف الظنون“ میں اس کی سات شروحوں کا ذکر کیا ہے۔

(کشف الظنون ج ۱ ص ۲۷۵، ۲۷۶)

جن میں شیخ محمد بن ابراہیم بن عباد کی شرح ”غیث المواہب العلمیہ“ اور شیخ احمد بن محمد کھسنی کی ”ایقاظ الہمہ“ چھپ چکی ہیں۔  
”شرح الحکم العطائیہ“ کے نام سے ”الحکمہ“ کی شرح شیخ محمد حیات سندھی رحمہ اللہ نے لکھی ہے اس شرح کا ذکر اسماعیل پاشا نے کیا ہے۔ (ایضاح الممکنون ج ۱ ص ۴۱۳، ہدیۃ العارفین ج ۲ ص ۳۲۷ بحوالہ فقہائے ہند ج ۵، ص ۱۵۴)

### حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ محدث دہلوی کا ذوق تصوف

**عالمی فیضان کے حامل متصوف خاندان:**۔ برصغیر کی سر زمین فضل و کمال کے لحاظ سے ہمیشہ سرسبز و شاداب رہی ہے۔ اس کی خاک سے بے شمار علماء و فضلاء پیدا ہوئے جنہوں نے ہر حال اور ہر دور میں علم کی شمع روشن رکھی اور درس و تدریس میں زندگی بسر کی ان میں متعدد حضرات وہ ہیں جو انفرادی حیثیت سے میدان عمل میں اترے اور لاتعداد لوگوں کو مستفید فرمایا۔ ان کی علمی سرگرمیوں اور روحانی فیض رسانیوں کی تفصیلات تذکرہ درجال کی کتابوں اور بزرگان دین کے ملفوظات میں موجود ہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۱)

### چند مشہور متصوف علمی خاندان

پھر ایسے کئی خاندان ارض ہند میں نمودار ہوئے جن کے اسلاف و اخلاف کی بھرپور کوششوں سے ناصرف باشندگان برصغیر نے اپنے استفادہ کیا بلکہ پوری علمی دنیا میں ان کی شہرت پھیلی اور تمام عالم اسلام ان سے فیض یاب ہوا۔ ان خاندانوں میں صدیوں تک علم کے چشمے ایلتے رہے اور ہر دور میں وسیع پیمانے پر تشنگان علوم ان کے دروازوں پر حاضری دیتے اور اپنی صلاحیتوں اور فکری استعداد کے مطابق ان سے استفادہ کرتے رہے۔ ان خاندانوں میں برصغیر کے جو خاندان اپنے اوصاف بوقلموں کی بنا پر سب سے نمایاں ہو کر ابھرے، ان میں مندرجہ ذیل چند خاندان بالخصوص قابل ذکر ہیں اور بلا واسطہ یا بالواسطہ طور پر تمام برصغیر کے اہل علم انہی کے حلقہ اور دائرہ فیض میں شامل ہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۱)

**مجدد نقشبندی کا فیضان:**۔ ۱۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ (ولادت ۱۴ شوال ۹۷۱ھ۔ وفات ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ) کا خاندان، جن کا سلسلہ فیض صدیوں تک جاری رہا اور اس دودمان عالی مقام کے ہر فرد نے خدمت دین میں پشت پائش تک ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس خاندان نے مشرقی پنجاب کے ایک قصبہ سر ہند میں جنم لیا اور پھر بہت جلد پورے ہندوستان کے فیض یافتگان کے قبلہ گاہ کی حیثیت اختیار کر لی۔ چار سو سال سے مختلف صورتوں میں ان کا سلسلہ رشد و ہدایت جاری ہے۔

(مجدد الف ثانی کے حالات کے لئے دیکھئے فقہائے ہند جلد چہارم حصہ اول صفحہ ۷۷ تا ۱۲۰ بحوالہ فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۱)  
**سید علم اللہ کا خاندان:**۔ ۲۔ رائے بریلی کے حضرت سید علم اللہ رحمہ اللہ کا خاندان جس کے ہر فرد نے فضل و کمال کے تمام گوشوں میں ناموری حاصل کی۔ اس کے فیض کی وسعتوں نے پورے برصغیر کو گھیر لیا ہے۔ تین سو سال سے زائد مدت گزری کہ اس خاندان کے مرد جلیل سید علم اللہ شاہ رحمہ اللہ (ولادت ۱۲ ربیع الاول ۱۰۳۳ھ وفات ۸ ذی الحجہ ۱۰۹۶ھ) نے تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کا علم ایسی ساعت سعید میں اٹھایا اور رائے بریلی سے اپنی پاکیزہ مساعی کا آغاز کیا کہ اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور حضرت سید ممدوح کے اخلاف نے پوری آب و تاب کے ساتھ اس بنیادی اور اہم کام کو جاری رکھا ہے ان سے برصغیر سے باہر کے اہل علم بھی برابر مستفیض ہو رہے ہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۲)

**سہالوی رحمہ اللہ کا خاندان:**۔ ۳۔ سہالی کے مولانا قطب الدین انصاری سہالوی شہید رحمہ اللہ (ولادت تخمیناً ۱۰۴۰ھ شہادت ۱۹ ربیع الاول ۱۱۰۳ھ) کا خاندان جس نے بعد میں فرنگی محل کا قالب اختیار کیا اور پورے برصغیر کو فیض یاب فرمایا اس خاندان کے علمائے مشاہیر اور فقہائے مادر نے علم و عمل کے میدان میں جو شاندار خدمات دیں، خطہ ہند کے اصحاب علم اسے ہمیشہ یاد رکھیں گے اس خاندان کے بلند مرتبت عالم مولانا نظام الدین انصاری سہالوی رحمہ اللہ (فرنگی محل) نے درس نظامیہ کے نام سے ایک نصاب تعلیم مرتب کیا جو تین سو سال سے پشاور سے لیکر کلکتے تک تمام مدارس عربیہ میں مروج ہے۔ اس خاندان کے علمائے کرام نے خطہ ہند کے اہل علم پر جو احسان عظیم کیا ہے اسے علمی تاریخ

کے زریں باب کی حیثیت حاصل ہے، مولانا نظام الدین انصاری سہالوی کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے۔  
 (مولانا قطب الدین انصاری سہالوی کے حالات و سوانح کے لئے دیکھئے فقہائے ہند جلد پنجم حصہ اول صفحہ ۳۲۳ تا ۳۳۵ بحوالہ فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۲)  
**الہ آبادی کا خاندان:** ۴۔ مولانا محمد یحییٰ عباسی الہ آبادی کا خاندان بھی خدمت علم میں بہت سی خصوصیات کا حامل ہے اس خاندان کے بلند پایہ علماء میں سے مولانا محمد فاخر زائر الہ آبادی اور ان کے لائق احترام بھائیوں کے اسمائے گرامی بالخصوص لائق تذکرہ ہیں۔  
**شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا خاندان:** ۵۔ شیخ ممدوح محرم ۹۵۸ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے اور چورانوے سال عمر پا کر ۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو دہلی ہی میں وفات پائی۔

انہوں نے اور ان کے اخلاف نے علم حدیث اور دیگر علوم کی انتہائی خدمت کی اور بے شمار لوگوں کو مستفیض فرمایا۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ان کے اسلاف کے حالات کے لیے دیکھئے فقہائے ہند جلد چہارم حصہ اول صفحہ ۲۰۶ تا ۲۰۷ بحوالہ فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۳)  
**ولی اللہی خاندان:** ۶۔ چھٹا خاندان حجتہ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا ہے اس خاندان کے معزز ارکان نے بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری میں جو علمی اور عملی کارنامے انجام دیے اس میں کوئی ان سے ہم سری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

(فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۳)

**دہلوی خاندان میں تصوف کا ذوق:**۔ اس خاندان کے سب سے پہلے بزرگ جو وارد ہند ہوئے، شیخ شمس الدین مفتی رحمہ اللہ تھے۔ اغلب یہ ہے کہ اسلامی حکومت کے دور آغاز ہی میں وہ یہاں آگئے تھے۔ انہوں نے رہتک کو اپنا مسکن ٹھہرایا جو آزادی سے قبل پنجاب میں واقع تھا اور اب ہریانہ میں ہے، اس زمانے میں بھی یہ ایک بارونق شہر تھا۔ شیخ ممدوح علوم ظاہری و باطنی کے حامل اور صاحب کشف بزرگ تھے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ وایس بزرگ مردے عالم و عابد بودہ است، واول کسے کے از نژاد قریبش دران بلدہ درآمد و بسبب وے شعائر اسلام ظہور نمود و طغیان کفر منطقی شد

(امداد فی مآثر الاجداد ص ۲ بحوالہ فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۴)

یعنی شیخ شمس الدین ایک عالم و عابد بزرگ تھے اور یہ خاندان قریش کے پہلے شخص ہیں جو اس شہر میں آئے اور جن کی وجہ سے اس نواح میں شعائر اسلام کی ترویج ہوئی اور کفر کی طغیانوں کا سلسلہ بند ہوا۔

**صاحب حال بزرگ:**۔ شیخ محمد معظم رحمہ اللہ کے فرزند شیخ رشید شیخ وجیہ الدین رحمہ اللہ تھے جو شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے جد امجد تھے یہ

عالم دین اور صاحب حال بزرگ تھے۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۵)

**باکمال والد صاحب کا تعارف:**۔ شیخ وجیہ الدین رحمہ اللہ کے بیٹے شاہ عبدالرحیم تھے جو ۱۰۵۴ھ میں پیدا اور سنتر برس کی عمر پا کر

۱۱۳۱ھ میں فوت ہوئے۔ شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ اپنے عہد میں دیاہند کے بہت بڑے عالم مفسر محدث اور فقیہ تھے۔

**اشارہ نبی پر دوسرا نکاح:**۔ شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کے فرزند رشید حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تھے۔ جو شاہ عبدالرحیم عمر کی ساٹھ منزلیں

طے کر چکے تھے کہ دوسری شادی کی شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے سوانح نگاروں اور خود شاہ صاحب نے بھی ”انفاس العارفین“ میں لکھا ہے کہ شاہ

عبدالرحیم رحمہ اللہ نے دوسری شادی کسی نبی اشارے کی وجہ سے کی تھی۔ بعض لوگوں نے اس پر اعتراض بھی کیا اور کہا: دریں عمر کد خدائی

مناسب نہ بود، اس عمر میں شادی مناسب نہ تھی۔ (انفاس العارفین ص ۶۳)

لیکن شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ نے لوگوں کی یہ باتیں سنیں تو فرمایا: مدتے دراز از عمر من باقیست و فرزندان بوجود خواہند آمد

(انفاس العارفین ص ۶۴)

میری عمر کا طویل حصہ ابھی باقی ہے اور چند لڑکے ابھی اور پیدا ہوں گے چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس شادی کے بعد

میرے والد شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ سترہ سال زندہ رہے اور ان کے تولد ہوئے۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۶)

**تصوف کی فضا میں شاہ صاحب کی تربیت:**۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے علم و فضل کی گود اور تقویٰ و تصوف کی فضاء میں پرورش پائی۔ پانچ سال کی عمر میں پڑھنا شروع کر دیا تھا۔

**والد محترم سے تصوف کی کتابیں پڑھنا:**۔ سلوک میں ”عوارف“ کا کچھ حصہ اور کچھ رسائل نقشبندیہ وغیرہ، حقائق میں ”ششرح رباعیات“ مولانا جامی رحمہ اللہ اور ”لوائس“، ”مقدمہ شرح لمعات“، ”مقدمہ نقد النصوص“، خواص اسماء و آیات میں اپنے والد گرامی شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کا خاص مجموعہ جس کی انہوں نے چند مرتبہ اجازت دی۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۸)

**بیعت اور سترہ سال میں خلافت تصوف:**۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ پندرہ سال کے ہوئے تو والد بزرگ وار نے ان کی تربیت روحانی کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور اپنے حلقہ بیعت میں داخل کیا۔ سترہ سال کے ہوئے تو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا اور بیعت و ارشاد کی اجازت مرحمت کی۔ بیعت و ارشاد کی اجازت دیتے ہوئے انہوں نے ”یدہ کیدی“ یعنی ولی اللہ کا ہاتھ میرے ہاتھ کی طرح ہے۔ اسی سال انہوں نے انتقال کیا۔ والد کی رحلت کے بعد شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مسند علم و ارشاد کو زینت بخشی اور ان کی جگہ درس و تدریس اور وعظ و ارشاد میں مشغول ہو گئے۔ کم و بیش بارہ برس کتب دیدیہ و عقلیہ کا درس دیتے رہے۔ اس اثنا میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ہر علم میں مہارت حاصل کی اور ہر فن میں درجہ کمال کو پہنچے۔ ان پر توحید الہی کے راز کھلے جذب کی راہیں کشادہ ہوئیں معرفت و سلوک کی بہت بڑی دولت میسر آئی اور علوم و جدانیہ کی نعمت سے مالا مال ہوئے۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۲۰)

**بطور کشف کفار کی ذلت کی اطلاع (کرامت):**۔ تاریخی نوعیت کا یہ خط شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ نے اورنگ زیب عالم گیر کی وفات سے دس بارہ سال بعد تحریر کیا تھا۔ غالباً وہ محمد شاہ کا ابتدائی عہد حکومت تھا اصل خط فارسی میں ہے اس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

بہ جانب وزیر الممالک آصف جاہ در تخریص جہاد تخریریافت: یعنی وزیر الممالک آصف جاہ کی طرف جہاد کا شوق دلانے کے لئے تخریر کیا گیا۔ اس فقیر کے دل پر یہ بات منکشف ہوئی ہے کہ عالم ملکوت میں اس امر کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ کفار ذلت و خواری سے دوچار ہوں اور اس سے کچھ عرصہ بعد باغیوں کا گروہ رسوائی اور خرابی میں مبتلا ہوا اگر شوکت مآب اور صاحب شہامت آصف جاہ ان گمراہ لوگوں کی مخالفت میں کمر ہمت باندھ لیں تو یہ تمام کارنامے آپ کی طرف منسوب ہوں گے۔ تمام عالم آپ کا مطیع ہوگا اور یہ کوشش اللہ کے دین کے ترویج اور آپ کی حکومت کے استحکام کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۲۲)

**دیگر اوصاف مولانا بھٹی کی نگاہ میں:**۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اوصاف گوناگوں کے حامل اور خصوصیات بوقلموں کے مالک تھے۔ انہوں نے اس وقت شعور کی آنکھیں کھولیں جب ہندوستان کی سلطنت مغلیہ کا آفتاب لب بام آچکا تھا۔ قدیم مسلم معاشرہ ختم ہو رہا تھا اور پرانا سیاسی نظام جو کم و بیش دو سو سال سے مغل حکمرانوں کیلئے مضبوط بنیاد کی حیثیت رکھتا تھا۔ انہدام پذیر ہو چکا تھا ہر شعبہ حیات میں زوال اور ہر گوشہ زندگی میں انحطاط کے اثرات نہایت تیزی کے ساتھ پھیل رہے تھے۔ دینی حالت اور اخلاقی اقدار میں بھی کوئی استحکام نہ رہا تھا۔ ہر طرف طوائف الملوکی ابتری اور بد نظمی پھیلی ہوئی تھی۔ دہلی کی وہ عظمت جو شاہ جہاں اور عالم گیر کے دور حکومت کا طرہ امتیاز تھی خاک میں مل چکی تھی ایسے وقت میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ پیدا ہوئے اور تنہا ایک شخص نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے کہ پوری ایک جماعت بھی نہیں دے سکتی۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کو اللہ نے بے شمار کمالات سے نوازا تھا تفسیر حدیث، فقہ، تصوف، کلام منطوق، فلسفہ، تاریخ سیاست، اقتصادیات و معاشیات ہر موضوع پر ان کی گہری نظر تھی۔ انہوں نے اسلام اور فلسفہ اسلام کو جس طرح مربوط شکل میں پیش کیا ہے اور جس اسلوب میں اس کے تمام گوشوں کو نکھارا اور واضح فرمایا ہے اس میں کوئی انکار حریف نہیں۔ انہوں نے جس نہج سے مختلف پیش آئند مسائل پر بحث کی ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ موضوع کی وضاحت میں وہ جو دلائل پیش کرتے ہیں اور جس زور بیان اور منطقی تسلسل

سے بات کو آگے بڑھاتے ہیں اس میں کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۲۶)

**اپنی تصنیفات عالم اسلام کا سرمایہ افتخار:** مصنف کی حیثیت سے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا درجہ بہت بلند ہے اور ان کا شمار معمورہ ارض کے جلیل القدر مصنفین میں ہوتا ہے۔ انہوں جو بیش قیمت علمی ترکہ تصنیفات کی صورت میں اپنے پیچھے چھوڑا ہے وہ ایک قوم یا ایک اقلیم کی میراث نہیں بلکہ بجا طور پر پوری ملت اسلامیہ اور پورے عالم اسلام کا سرمایہ افتخار ہے۔ ان کی تصانیف کی عظمت کا راز، صرف کثرت ہی میں پوشیدہ نہیں بلکہ موضوع کا تنوع، کتابوں کی مقبولیت و ترویج مضامین کے اشکال اور پیچیدگی کی عقدہ کشائی دقیق سے دقیق مسائل کا حکیمانہ پیرائے بیان میں اظہار کتابوں کی ضخامت خیالات کا عمق، افکار کی گہرائی، الفاظ میں اختصار اور مطالب میں وسعت، یہ وہ اوصاف ہیں جو ان کی تصانیف کو دیگر مصنفین کی تصانیف سے امتیاز بخشنے ہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۲۷)

**تصانیف کی خصوصیت:** شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تصانیف بالعموم زمان و مکان کی قید سے مبرا اور اپنے وقت و دور کے شکوہ و شکایت سے پاک ہیں۔ ان کی بعض تصانیف کے چند مقامات کو چھوڑ کر یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ کتابیں اس دور میں معرض تحریر میں لائی گئی ہیں جب اس ملک کا امن و سکون غارت ہو گیا تھا۔ اور ارض ہند میں خانہ جنگی، سیاسی بدامنی اور شور و شر کا دور دورہ رہا تھا۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۲۸)

**نایاب مکتوب میں شاہ صاحب کے کمالات:** شاہ صاحب کی تصانیف کیفیت و کمیت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہیں ان کی وفات کے وقت رائے بریلی کے مشہور بزرگ سید محمد نعمان حسنی دہلی میں موجود تھے اور شاہ صاحب کے پاس تھے۔ انہوں نے رائے بریلی ہی کے ایک دوسرے بزرگ سید ابوسعید حسنی رحمہ اللہ (متوفی ۹ رمضان المبارک ۱۱۹۳ھ) کے نام ایک مکتوب ارسال کیا تھا جس میں شاہ صاحب کے اوصاف و کمالات، علم و فضل تدین و تقویٰ آخری علالت اور وفات کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ یہ مکتوب فارسی زبان میں ہے اور غیر مطبوعہ شکل میں ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے کتب خانے میں موجود ہے اس مکتوب میں انہوں نے شاہ صاحب کی تصنیفات کی تعداد نوے بلکہ اس سے بھی زیادہ بتائی ہے۔ اس ضمن میں مکتوب نگار سید محمد نعمان حسنی کے الفاظ لائق ملاحظہ ہیں:

صاحب من! ظاہر صحبت اینشان رو باستستار کشیدہ، تصنیفات آنحضرت نود بل زیادہ، در علوم دین، از تفسیر و اصول دفعہ و کلام و حدیث مثل حجۃ اللہ البالغہ و اسرار فقہ منصور و ازالہ الخفا عن الخلفاء، و ترجمہ قرآن کہ ہر واحد قریب بہ ہشتار و نود جز کلاں بہ حجم خواہد بود، و دیگر رسائل در حقائق و معارف مثل الطاف القدس و ہمات و فیوض الحرمین و انفاس العارفین و غیر ہم کہ نشان از صحبت و برکت خدمت می دہند می باید کہ عزیمت بر این آرند کہ ہمہ را نویسانیدہ رائج نمایندہ باندک توجہات سرانجام خواہد یافت، و مثل این تصنیفات واللہ علم در اسلام تصنیف شدہ باشید یا نہ۔

صاحب من! حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ظاہری صحبت تو اب میر نہیں آسکتی۔ البتہ علوم دینیہ میں ان کی تصنیفات نوے کے قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ جو تفسیر، اصول، فقہ، کلام اور حدیث سے متعلق ہیں۔ جیسے حجۃ اللہ البالغہ، اسرار فقہ منصور، ازالہ الخفا عن الخلفاء اور ترجمہ قرآن۔ ان میں سے ہر کتاب کافی بڑی ضخامت پر مشتمل ہے۔ علاوہ ازیں دیگر رسائل ہیں جو حقائق و معارف کو محیط ہیں جیسے الطاف القدس، ہمات، فیوض الحرمین اور انفاس العارفین وغیرہ یہ کتابیں حضرت شاہ صاحب کے فیوض و برکات کی نشاندہی کرتی ہیں آپ کو چاہیے کہ ان تمام کتابوں کو لکھوا کر رائج کرنے کا عزم فرمائیں۔ یہ کام تھوڑی سی توجہ سے انجام پاسکتا ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اسلام کے گزشتہ دور میں اس قسم کی کتابیں معرض تصنیف میں آئی ہیں یا نہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۲۹)

**تصوف سے متعلقہ کتب کا تعارف:** تفہیمات الہیہ: (دو جلد) اس میں عربی اور فارسی میں تصوف و سلوک اور علوم شریعت سے متعلق مختلف باتیں بیان کی گئی ہیں۔ بعض ذاتی کیفیات و مشاہدات بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ بعض تفہیمات عربی میں ہیں اور بعض فارسی میں ہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۳۵)

الغیر الکثیر:- یہ کتاب عربی زبان میں ہے علم اسرار و تقائق اور تصوف کے بارے میں بلند پایہ کتاب ہے۔  
فیوض الحرمین:- قیام حرمین کے زمانے میں جو روحانی افاضات و مشاہدات روح و قلب پر وارد ہوئے۔ انہیں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔  
الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین:- اس میں ان مبشرات کا ذکر ہے جو رسول اللہ ﷺ سے خود شاہ صاحب رحمہ اللہ کو یا ان کے بعض نسبی یا روحانی بزرگوں کو حاصل ہوئے۔

انفاس العارفين:- اس میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے بزرگوں کے احوال و سوانح کا تذکرہ تحریر فرمایا ہے۔ کتاب بعض بیش قیمت معلومات کو محیط ہے۔

انسان العین فی مشائخ الحرمین:- اس میں اپنے مشائخ و اساتذہ حرمین مثلاً شیخ احمد شناوی، شیخ احمد قشاشی، سید محمد علوی، سید عبدالرحمن الادرسی، المشہیر بالمحجوب اور شمس الدین محمد رحمہم اللہ وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

القول الجمیل فی بیان سوائ السبیل:- اس میں برصغیر پاک و ہند میں صوفیاء کے جو سلسلے رائج ہیں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ ۱۲۹۱ھ میں یہ کتاب مولوی خرم علی نے مطبع نظامی کان پور سے شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ کے اردو ترجمے اور حاشیے کے ساتھ ”شفاء العلیل“ کے نام سے شائع کی تھی۔

الانتباه فی سلاسل اولیاء اللہ:- یہ کتاب صوفیاء کے مختلف سلسلوں کی تاریخ اور ان کی بعض تعلیمات کے مختصر تذکرے پر مشتمل ہے۔ ۱۳۱۱ھ میں سید ظہیر الدین عرف سید احمد نے جو حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمہ اللہ کے نواسے تھے اس کو مع اردو ترجمے کے مطبع احمدی سے شائع کیا تھا۔

الطاف القدس:- اس میں تصوف کے بنیادی تصورات کو موضوع بحث ٹھہرایا ہے۔  
سطعات:- مسائل تصوف سے متعلق ہے یہ کتاب سید ظہیر الدین عرف سید احمد نے مطبع احمدی سے شائع کی تھی اور اس کی وجہ اشاعت ان الفاظ میں بیان کی تھی۔ منشا دلی اس کم ترین کا یہ ہے کہ اس کے نفع سے اعانت مدرسہ کہنہ مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی جاوے اور جو عرصہ چالیس سال سے چراغ علم گل ہو گیا ہے جس میں اولاد مولانا شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ رہتی ہے از سر نو روشن کیا جاوے۔  
لمعات:- اس میں علم تصوف کے بعض اہم مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

ھوامع شرح حزب البحر:- یہ حزب البحر کی شرح ہے۔  
شرح رباعیتیں:- خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۵ جمادی الاخری ۱۰۱۲ھ) کی دور باعیوں کی شرح جس میں تصوف کے بعض اہم نکات بیان کیے گئے ہیں۔

امداد فی مائر الاجداد:- یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے بعض بزرگوں کے حالات تحریر کیے ہیں۔  
العطیة الصمدیہ فی الانفاس المحمدیہ:- یہ چھوٹا سا رسالہ شیخ محمد پھلتی رحمہ اللہ کے حالات میں ہے جو شاہ صاحب کے نانا تھے۔  
بوارق الولاية:- یہ رسالہ انفاس العارفين میں شامل ہے۔

شفاء القلوب:-  
شاہ صاحب بحر تصوف کے شناور:- شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بحر تصوف کے شناور اور اس کی تمام اداؤں سے بہ درجہ غایت آشنا تھے۔ اس کی چند وجوہ ہیں۔

۱۔ ان کے دور میں تصوف کا عام چرچا تھا اور اہل علم میں اس کو بڑی اہمیت حیثیت حاصل تھی۔

۲۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اسلاف اس علم سے گہری وابستگی رکھتے تھے، ان کے خاندان کے دیگر اہل علم کو بھی اس سے لگاؤ تھا۔ شاہ صاحب کے اخلاف کو بھی اس سے دلچسپی قائم رہی۔

۳۔ انہی اہل علم کی بات کو زیادہ لائق اعتناء سمجھا جاتا تھا، جو تصوف سے راہ ورسم رکھتے۔ اب بھی عام طور پر یہی حال ہے۔

۴۔ ایک بہت بڑی وجہ یہ تھی جو اس دور میں بھی ہے اور اسے کبھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ مسلمانوں کے متعدد علوم و فنون میں تصوف کی چھاپ موجود ہے مثلاً ان کے ادب میں تصوف کے اثرات پائے جاتے ہیں، ان کی شعر و شاعری کو اس نے بہت متاثر کیا ہے، فلسفہ اسلام کی ترویج و تبيين میں اس کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے، مذہب میں اس کو باقاعدہ عمل دخل ہے، اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے اسلوب میں اس سے مدد لی جاتی ہے، مسلمانوں کی ثقافت کا یہ ایک اہم جزو بن گیا ہے اور ان کے رسم و رواج تک میں اسکی جڑیں پیوست ہو گئی ہیں۔ لہذا شاہ صاحب رحمہ اللہ کا اس سے اثر پذیر ہونا اس کے مختلف گوشوں سے واقفیت حاصل کرنا وقت کا ضروری تقاضا تھا۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۶۷ تا ۳۶۸)

**شاہ صاحب کا مرکز التفات ”علم تصوف“:**۔ شاہ صاحب نے اس علم کو مرکز التفات ٹھہرایا اور پھر اس میں اس درجے رسوخ حاصل کیا اور گہرائی کو پہنچنے کے اسے بہ طور مثال پیش کیا جاتا ہے۔

تصوف کو مسلمانوں کے لٹریچر کے ایک لازمی جز کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے اگر کوئی شخص اس سے عدم اعتنا کرتا ہے تو اسے یہ سوچنا پڑے گا کہ اس طرز عمل سے مسلمانوں کے بہت سے اجزاء علم متاثر ہوں گے اور ان امور سے تہی دامن ہونے کے خطرات ابھریں گے جو ہمارے متعدد علوم میں پوری طرح رچ بس گئے ہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۳۰ تا ۳۳۹)

**تصوف حصول اخلاص و اخلاق کا ذریعہ:**۔ علاوہ ازیں اس حقیقت کو بھی نظر سے اوجھل نہیں کیا جاسکتا کہ صحیح تصوف سے قلب میں اخلاص کے جذبات ابھرتے اور روح میں احسان کے داعیے کروٹ لیتے ہیں۔ اخلاق کا پاکیزہ عاطفہ جنم لیتا اور کردار کی نئی دنیا عالم وجود میں آتی ہے۔ زبان آشنائے عذوبت اور گفتار ہم آہنگ لطافت ہوتی ہے۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۶۹)

**تصوف زندگی سنوارنے کا ذریعہ:**۔ صحت مندانہ تصوف سے بہ الفاظ واضح اس تصوف سے جسے کتاب وسنت کی روشنی میں اختیار کیا جائے انسان کے دل میں ترم، تلمطف، دوسرے کی ہمدردی، ایثار خدمت گزاری، خدا ترسی، اللہ کا خوف ابنائے جنس سے محبت، مخلوق خدا سے مودت، تقویٰ الہی، فرائض شرعی کی تکمیل، اصلاح نفس، بڑے کی تکریم اور چھوٹے پر شفقت وغیرہ کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ منفی انداز یہ ہے کہ غفلت قلب، انتقامی جذبات، حسد و کدورت، خواہشات نفس، عداوت و دشمنی، ہوا و ہوس، غیظ و غضب اور دیگر برائیوں کا تصوف سے خاتمہ ہوتا ہے۔ یہی وہ تصوف ہے جس کو اپنانے سے انسان نیکی اور صالحیت کا پیکر بن جاتا ہے اور یہی وہ تصوف ہے جو عین اسلام ہے اور شاہ صاحب اپنے مخاطبین کو اسی تصوف کی تلقین اور تبلیغ فرماتے ہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۶۹)

**تصوف پر علمی ذخیرہ:**۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے علم تصوف کے بارے میں متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں قول الجلیل، الطاف القدس، خیر کثیر، انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، سطعات، ہمعات، لمعات قابل ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں تفہیمات الہیہ کا اکثر حصہ مسائل تصوف سے متعلق ہے۔ انفس العارفین میں بھی تصوف کے بہت سے مباحث آگئے ہیں۔ ان کتابوں کے اردو ترجمے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن ان کے بیشتر مسائل نہایت مشکل اور پیچیدہ ہیں ان کا سمجھنا بھی ہر صاحب علم کے بس کا روگ نہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۷۰)

**جون پور تصوف و سلوک کا مرکز:**۔ اہل ہند میں علم و فضل اور تصوف و سلوک کے لحاظ سے گزشتہ دور میں صوبہ یوپی کے شہر جون پور کو بڑی خصوصیت حاصل رہی ہے۔ وہاں کے اہل علم و ذی فضل حضرات نے بے حد شہرت پائی اور تصنیف و تالیف، درس و تدریس اور دیگر اوصاف و کمالات میں بلند مرتبے کو پہنچے۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۴۰۹)



نام کتاب:۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

مصنف:۔ پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی..... ناشر:۔ مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

### اولیاء کا مقام فناء فی الرسول اور ہم اہلحدیث کی محبت رسول ﷺ

رسول ﷺ کی محبت ایمان کا جزو لازم ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت ایمان کا لازم جزو ہے۔ قرآن و سنت کی رو سے ضرورت ہے کہ ہر شخص کے دل میں جناب نبی کریم ﷺ کی محبت اپنی جان، والد، اہل و عیال، مال و دولت اور دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ ہو۔ جس کا دل آپ کے ساتھ اس قسم کی محبت سے محروم ہے، وہ عذاب الہی کو دعوت دیتا ہے۔ اس پر دنیا میں، یا آخرت میں، یا دونوں ہی میں عذاب نازل ہونے کی وعید ہے۔ قرآن و سنت میں اس بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا گیا ہے اس کا مختصری تشریح کے ساتھ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

**اپنی جان سے زیادہ محبت کی فریضیت:**۔ جناب رسول اللہ ﷺ سے اپنی جان سے زیادہ محبت کرنے کی فریضیت پر درج ذیل حدیث شریف دلالت کرتی ہے۔ ”روی الامام البخاری عن عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ قال: کنا مع النبی ﷺ وهو آخذ بید عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال له عمر رضی اللہ عنہ: (یا رسول اللہ! لانت احب الی من کل شیء الا من نفسی) فقال النبی ﷺ (لا والذی نفسی بیدہ! حتی اکون احب الیک من نفسک)۔“

فقال له عمر: (فاه الآن واللہ! لانت احب الی من نفسی) فقال النبی ﷺ: (الان یا عمر) (صحیح بخاری)

”امام بخاری حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یقیناً آپ میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس وقت تک کہ میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم! یقیناً اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اب بات بنی ہے۔“

علامہ عینی نبی کریم ﷺ کے قول ”لا والذی نفسی بیدہ! حتی اکون احب الیک من نفسک“ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تیرا ایمان اس وقت تک کامل نہ ہوگا جب تک تیرے نزدیک میں تیری جان سے بھی زیادہ پیارا نہ قرار پا جاؤں۔ (ملاحظہ ہو: عمدۃ القاری، ج ۲۳، ص ۱۶۹)

نبی کریم ﷺ کے ارشاد مبارک ”الان یا عمر“ کی شرح میں علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”یعنی تمہارا ایمان اب کامل ہوا۔ مذکورہ بالا حدیث میں دیگر باتوں کے علاوہ ایک انتہائی قابل توجہ بات یہ ہے کہ جناب رسول صادق و امین ﷺ نے قسم کھا کر بیان فرمایا کہ ایمان کی تکمیل کیلئے آپ ﷺ کا مومن کو اپنی جان سے زیادہ محبوب و عزیز ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ کی ذات گرامی اس درجہ رفیع المرتبت ہے کہ آپ قسم نہ بھی کھائیں تب بھی آپ کی ہر بات ٹھیک اور شبہ سے بلند و بالا ہے اور جب آپ کوئی بات قسم کھا کر فرمادیں تو وہ بات کتنی زیادہ پختہ ہوگی کیونکہ معلوم ہے کہ قسم کلام کی پختگی پر دلالت کرتی ہے۔ (نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں ص ۱۳ تا ۱۵)

**اپنے والد اور بیٹے سے زیادہ محبت:**۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ اس کے نزدیک اپنے والد اور اولاد سے بھی زیادہ پیارے ہوں۔ درج ذیل حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے: ”روی الامام البخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: فوالذی نفسی بیدہ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولده (صحیح بخاری)

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس

کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور بیٹے سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

اس حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ نے جو بات فرمائی قسم کھا کر فرمائی تاکہ امت کے سامنے بات کی پختگی واضح ہو کر ان کے دل کی گہرائی میں اتر جائے۔ اس حدیث شریف کی روشنی میں محدثین کرام نے ایک سوال اٹھایا ہے کہ حدیث شریف میں جو لفظ (الوالد) فرمایا گیا ہے۔ کیا ماں بھی اس میں داخل ہے؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا: اگر لفظ ”الوالد“ سے مراد وہ ہے جس کا بچہ ہو تو یہ لفظ باپ اور ماں دونوں کو شامل ہے۔

یہ جواب میں یوں کہا جائے گا کہ ماں باپ میں سے ایک کے ذکر کرنے سے دوسرا خود بخود اس میں شامل سمجھا جائے گا۔ جس طرح کی اضداد میں سے ایک کے ذکر سے دوسرا سمجھتا ہے۔ اس جواب کی روشنی میں ”الوالد“ کا ذکر بطور مثال کیا گیا ہے اور اس سے انتہائی قریبی افراد مراد ہیں۔ تو گویا نبی کریم ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ اس کے انتہائی قریبی لوگوں سے بھی زیادہ پیارے ہوں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۹)

**اہل و عیال اور مال سے زیادہ محبت :-** ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اسے اپنے اہل و عیال مال و دولت اور کائنات کے تمام لوگوں سے زیادہ پیارے ہوں۔ اس بات پر درج ذیل حدیث شریف دلالت کرتی ہے۔

”روی الامام مسلم عن انس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ (لا یومن عبد حتی اکون احب الیہ من اہلہ و ما لہ و ما لہ والناس اجمعین) (صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۷ حافظ ابویعلیٰ نے بھی اپنی مسند میں اس حدیث کو روایت کیا ہے ملاحظہ ہو: مسند ابی یعلیٰ ج ۱ ص ۸)

امام مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے اہل مال اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

(نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں ص ۱۵، ۱۶)

**مخلوق میں سے کسی کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے زیادہ محبت کرنے پر وعید :-** اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کیلئے وعید ہے جو اللہ تعالیٰ، رسول کریم ﷺ اور جہاد سے زیادہ محبت اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں، بیویوں، برادر یوں، مالوں، تجارت یا گھروں کے ساتھ رکھتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں۔

”قل ان کان اباؤکم و ابناؤکم و اخونکم و ازواجکم و عشیرتکم و امول اقتربتموها و تجارة تخشون کسادھا و مسلکن ترضونها أحب الیکم من اللہ و رسوله و جہاد فی سبیلہ فترصبوا حتی یاتنی اللہ بامرہ و اللہ لا یہدی القوم الفاسقین“ (سورۃ التوبہ ۲۴)

ترجمہ: کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہاری برادری، تمہارا مال جو تم نے کمایا ہے تمہاری تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے ڈرتے ہو تمہارے رہنے کے مکانات جو تمہیں پسند ہیں اللہ تعالیٰ اس کے رسول، اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اگر یہ چیزیں تمہیں اللہ تعالیٰ اس کے رسول اللہ ﷺ اور ان کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو پھر تم اس بات کا انتظار کرو کہ اس کے گونا گوں عذابوں میں سے تم پر کس قسم کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ (مختصر تفسیر ابن کثیر)

امام مجاہد اور امام حسن رحمہما اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”حتی یاتنی اللہ بامرہ“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اخروی عذاب یا فوری دنیوی عذاب۔ (ماخوذ از تفسیر القرطبی ج ۸، ص ۹۵، ۹۶)

علامہ زحتمی فرماتے ہیں: یہ انتہائی خوف ناک آیت ہے اس سے زیادہ خوف ناک آیت تم اور کوئی نہ پاؤ گے۔  
امام قرطبی کا فرمان ہے: یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول اللہ ﷺ کی محبت کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے اور یہ محبت ہر عزیز اور پیاری چیز کی محبت پر مقدم ہے۔ (تفسیر القرطبی ج ۸، ص ۹۵ نیز ملاحظہ ہو: ایسر التفاسیر للشیخ الجزائری ج ۲ ص ۱۷۷)

نبی کریم ﷺ کی محبت کے ثمرات و فوائد:- یہ تو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ ہماری محبت کے محتاج نہیں ہیں۔ ہم ناکارہ لوگ آپ سے محبت کریں یا نہ کریں، اس سے آپ کی عزت و عظمت اور رفعت و بزرگی میں نہ کچھ اضافہ ہوگا اور نہ کمی واقع ہوگی۔ وہ تو کائنات کے خالق، مالک، رازق اور نظام چلانے والے اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ان کا مقام و مرتبہ تورب ذوالجلال کے ہاں اتنا عظیم اور بلند ہے کہ جو ان کی اتباع کرے وہ اسے بھی اپنا محبوب بنا لیتے ہیں اور اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ مولائے کریم خود ارشاد فرماتے ہیں۔

”قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم“۔ (سورۃ آل عمران ۳۱)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطائیں بخش دے گا وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

نبی کریم ﷺ سے محبت کا فائدہ محبت ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ آپ ﷺ کی محبت کی وجہ سے دنیا و آخرت میں سرفراز و سر بلند ہوتا ہے۔ ذیل میں اسی موضوع پر قدرے تفصیل سے بفضل رب کریم گفتگو کرتے ہیں۔

۱۔ آنحضرت ﷺ کی محبت لذت ایمان کا باعث:- اللہ تعالیٰ نے ایمان کی لذت کے حصول کے کچھ اسباب بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک اہم سبب یہ ہے کہ بندہ نبی کریم ﷺ سے ساری مخلوق سے زیادہ محبت کرے۔ درج ذیل حدیث شریف اسی بات پر دلالت کنناں ہے: ”روی الشيخان عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: ”ثلاث من كن فيه وجد حلاوة الايمان، ان يكون لله ورسوله احب اليه مما سواهما، وان يحب المرء لا يحبه الا الله وان يكره ان يعود في الكفر كما يكره ان يقذف في النار“ (متفق عليه صحيح البخاری، ۶۰، ۶۱، صحيح مسلم، ۶۶، الفاظ صحيح البخاری کے ہیں)

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں تین خصالتیں ہوں وہ ایمان کی لذت سے بہرہ یاب ہوگا۔  
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ پیارے ہوں جس سے محبت کرے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کرے کفر کی طرف پلٹنے کو اسی طرح ناپسند کرے جس طرح آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔  
ایمان کی لذت سے مراد، جیسا کہ علمائے امت نے بیان فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کی تابعداری میں لذت محسوس کرنا دین کی خاطر تکالیف برداشت کرنا، اور اسے دنیوی ساز و سامان پر ترجیح دینا ہے۔

اللہ اکبر! کتنا عظیم الشان اور بیش قیمت ہے یہ صلہ! اے مولائے کریم ہمیں اس سے محروم نہ فرمانا۔ آمین رب العالمین!  
۲۔ نبی کریم ﷺ کے محبت کا آخرت میں مقام:- جس شخص نے دنیا میں ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے محبت وہ آخرت میں آپ ﷺ ہی کے ساتھ ہوگا۔ درج ذیل حدیث شریف اس بات کو واضح کرتی ہے۔ ”روی الامام مسلم عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ قال: (جاء رجل الي رسول الله ﷺ فقال، يا رسول الله! متى الساعة!)“

قال: (وما اعددت للساعة؟) قال: (حب الله ورسوله) قال: (فانك مع من اجبت)

قال انس رضی اللہ عنہ: (فما فرحنا بعد الاسلام فرحا اشد من قول النبی ﷺ) (فانك مع من اجبت)

قال انس رضی اللہ عنہ: (فان احب الله ورسوله ابا بكر وعمر رضی اللہ عنہما فارجوان اكون معهم، وان لم اعمل باعمالهم)

(صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۰۳۲، امام بخاری نے بھی قریباً ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح البخاری ۱۰/۵۵۳) امام مسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، قیامت کب ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو نے قیامت کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے؟ اس نے عرض کی: اللہ اور ان کے رسول ﷺ کی محبت۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک تو اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ تو نے محبت کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں اسلام لانے کے بعد کسی بات سے اتنی زیادہ مسرت نہ ہوئی جتنی نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی ”فانك مع من احببت“ بے شک تو اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ تو نے محبت کی (سے ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مزید کہا: میں اللہ تعالیٰ ان کے رسول اللہ ﷺ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ (آخرت میں) انہی کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میں نے ان کے برابر اعمال نہیں کئے۔

اسی بات پر دلالت کرنے والی ایک اور حدیث شریف درج ذیل ہے: ”راوہ الشیخان عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال : جاء رجل الي رسول اللہ ﷺ فقال : يا رسول الله ! كيف تقول في رجل احب قوما ولم يحلق بهم (فقال رسول اللہ ﷺ : (المرء مع من احب) (متفق علیہ : صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۵۷، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰۳۲۔ الفاظ صحیح البخاری کے ہیں) امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ایک شخص جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: آپ ﷺ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم سے محبت تو کرتا ہے لیکن اس نے اتنے نیک اعمال نہیں کیے جتنے انہوں نے کیے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اس نے محبت کی۔ نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی ”المرء مع من احب“ سے مراد یہ ہے کہ جس کے ساتھ محبت کی اسی کے ساتھ جنت میں ہوگا۔ (ملاحظہ ہو: عمدۃ القاری ۲۲، ۱۹۷)۔

### نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامتیں

علمائے امت نے قرآن و سنت کی روشنی میں نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامتوں کو بیان فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی سنت کی نصرت و تائید کرنا آپ ﷺ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع کرنا اور آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے وقت آپ ﷺ پر اپنی جان و مال فدا کرنے کی غرض سے موجود ہونے کی تمنا کرنا آپ ﷺ کی محبت میں سے ہے۔ (ماخوذ از شرح النووی ۱۶/۲) اسی بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی محبت کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کی زیارت ممکن ہو اور کسی کو یہ موقع دیا جائے کہ وہ دنیوی ساز و سامان میں سے کسی چیز کے محروم رہنے اور نبی کریم ﷺ کی زیارت سے محروم رہنے میں ایک بات کو پسند کر لے تو آپ ﷺ کی زیارت سے محروم رہنا اس پر کسی بھی چیز کے ناپانے سے زیادہ گراں اور بھاری ہو۔ اور اگر کوئی اس کیفیت سے محروم ہو تو وہ آپ ﷺ کی محبت سے محروم ہے۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کی محبت کی زیارت کے حصول اور اس سے محروم ہونے تک ہی محدود نہیں بلکہ اس میں آپ ﷺ کی سنت کی حمایت و تائید، آپ ﷺ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع اور اس کے محافظوں کی سرکوبی شامل ہے۔ ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ بھی اس میں داخل ہے۔ (فتح الباری ۱، ۵۹)

علامہ عینی رحمہ اللہ اسی موضوع کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ رسول کریم ﷺ کی محبت آپ ﷺ کی تابعداری کرنے اور نافرمانی ترک کرنے کا ارادہ ہے اور یہ اسلام کے واجبات میں سے ہے۔ (عمدۃ القاری ۱۴۴/۱) مذکورہ بالا اقوال سے ہم رسول اللہ ﷺ کی محبت کی مندرجہ ذیل علامتیں اخذ کر سکتے ہیں:

۱۔ نبی کریم ﷺ کے دیدار اور صحبت کی شدید تمنا۔

فیفہ ہجریاتی (معاوضہ) جلوکاران گوٹہری ماہنامہ	سالانہ چھ روپے فی پرچہ ۸	فیفہ ہجریاتی (معاوضہ) جلوکاران گوٹہری ماہنامہ	سالانہ چھ روپے فی پرچہ ۸
رجح الآخر ۱۴۲۸ھ مطابق نومبر ۱۹۵۸ء	شمارہ نمبر ۴	رجح الاول ۱۴۲۸ھ مطابق اکتوبر ۱۹۵۸ء	شمارہ نمبر ۳

## فہرست مضامین

۶۴	حقیقہ ہجریاتی	جومات
	مولانا ماکظمہ اسحاق صاحب	شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا ایک
۶۹	صدر مدرس تقویۃ الاسلام لاہور	تعلیمی کتب
	جناب ڈاکٹر ذلی العین صاحب صدر	مدارج مسوک
۹۲	شہزادہ عابد عثمانیہ	کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ راہب نہیں تھا؟
۱۰۷	حقیقہ ہجریاتی	تاریخی ریشدو نیاں مصری
۱۱۲	حافظ محمد ابراہیم صاحب کیر لوی۔	دیکھ غلط فہمی کا علاج

مترجمین ذرک پتہ، - پنجسرا باناڑیچق، اکتبتہ اسپر شیش محل روڈ۔ لاہور  
ہندوستان میں، دفتر ترجمان نمبر ۳۳، مہم نئی مشرک ولی ملک

جدارمان کرپوری پرنسپل پشتر نے شش پشتر میں ۸ پرچہ میں کرا کر ذوق تصوف لاجتہاد کتب خانہ کیا

## فہرست مضامین

۶۴	حقیقہ ہجریاتی	جومات
	مولانا ماکظمہ اسحاق صاحب	شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا ایک
۶۹	صدر مدرس تقویۃ الاسلام لاہور	تعلیمی کتب
	جناب ڈاکٹر ذلی العین صاحب صدر	مدارج مسوک
۹۲	شہزادہ عابد عثمانیہ	کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ راہب نہیں تھا؟
۱۰۷	حقیقہ ہجریاتی	تاریخی ریشدو نیاں مصری
۱۱۲	حافظ محمد ابراہیم صاحب کیر لوی۔	دیکھ غلط فہمی کا علاج

مترجمین ذرک پتہ، - پنجسرا باناڑیچق، اکتبتہ اسپر شیش محل روڈ۔ لاہور  
ہندوستان میں، دفتر ترجمان نمبر ۳۳، مہم نئی مشرک ولی ملک

جدارمان کرپوری پرنسپل پشتر نے شش پشتر میں ۸ پرچہ میں کرا کر ذوق تصوف لاجتہاد کتب خانہ کیا

(1069A)

۱۳۲۸-۲۰۰۷ء	اشاعت اول
: وقائع سید احمد شہید	کتاب
: نواب محمد وزیر الدولہ	ترتیب
: مولانا محمد رابع حسنی ندوی	مقدمہ
: سید نفیس السینی	ناشر
: سید احمد شہید اکادمی	اجتہاد
: مشرکت پرنٹنگ پریس، لاہور	مطبع
: سید نفیس السینی	خطاط سرورق
: سید دلور حسین، سید ندیم الرحمان	تعمیر کتابت
: سید حکیم الرحمان، سید سلیم الرحمان	: خواندگی
: امیر عالم، سید علی رضا	مالی تعاون
: ملک محمد اشرف حسین بن ملک محمد اقبال حسین	

نفیس منزل  
کریم پارک، راوی روڈ، لاہور

# وقائع

## سید احمد شہید

جمع و ترتیب سید احمد شہید  
نواب محمد وزیر خاں بہس در نصرت جنگ (دولت)

مقدمہ  
حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی  
تیکہ کلاں رائے بریلی انڈیا

اجتہاد  
سید نفیس السینی  
بنیاد سید احمد شہید لکھنؤ  
تعمیر منزل خطا کنفرس کارک لاہور

۲۔ نبی کریم ﷺ پر جان و مال بچھاؤ کرنے کے لئے ہمہ وقت کامل استعداد۔

۳۔ نبی کریم ﷺ کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب۔

۴۔ نبی کریم ﷺ کی سنت کی حمایت و تائید اور آپ ﷺ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع۔

جس شخص میں یہ نشانیاں موجود ہوں وہ اللہ عزوجل کا شکر یہ ادا کرے کہ انہوں نے اس کے سینے میں اپنے حبیب کریم ﷺ کی محبت ڈالی۔ اور اس بات کا ان سے سوال بھی کرے کہ یہ نعمت ہمیشہ سے میسر رہے اور اگر کسی میں یہ ساری علامتیں یا ان میں سے بعض علامتیں موجود نہ ہوں تو وہ روز حساب سے قبل اپنا محاسبہ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان کو دھوکا دینے کی بے کار کوشش نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کی کوشش کرنے والا اپنے ہی آپ کو دھوکا دیتا ہے۔ ”یخضعون للہ والذین آمنوا وما یخضعون الا انفسہم وما یشعرون“ (سورۃ البقرہ ۹۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں حالانکہ وہ خود ہی دھوکے میں پڑے ہیں اگرچہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔۔۔ شاید کہ مولائے رحیم و کریم اپنے حبیب کریم ﷺ کی حقیقی اور سچی محبت ہمارے سینوں میں ڈال کر دنیا و آخرت میں اسے ثمرات و فوائد سے ہم سبہ کاروں کو بھی نواز دیں۔ انہ سمیع مجیب (نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں ص ۲۳ تا ۲۵)

ماہنامہ رحیق لاہور ربیع الاول ۱۴۲۸ھ مطابق اکتوبر ۱۹۵۸ء شمارہ نمبر ۳

ترسیل زر کا پتہ منجر ماہنامہ ”رحیق“ المکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ۔ لاہور

## مدارج سلوک و طریقت کی اہمیت

از جناب ڈاکٹر ولی الدین صاحب صدر شعبہ فلسفہ جامعہ عثمانیہ

**لطیفہ قلب و تصفیہ قلب:**۔ تصفیہ قلب سے مراد یہ ہے کہ آئینہ قلب کو ہمووم و غموم دنیوی، میل ابنائے دنیا، حب دنیا و اندیشہ مالا یعنی سے پاک و صاف کیا جائے۔ قلب کے دو معنی ہیں: ایک معنی کی رو سے قلب گوشت کا وہ ٹوٹھڑا ہے جو صنوبری شکل کا ہوتا ہے، اور سینے کے بائیں طرف رکھا گیا ہے، اس کے اندر تجویف ہے، اس تجویف میں خون ہے اور یہی روح کا منبع سمجھا جاتا ہے۔ اس قلب سے ہمیں بحث نہیں یہ اطباء کا معروض بحث ہے، یہ دل بہائم میں بھی موجود ہے بلکہ مردے کے جسم میں بھی یہ موجود ہوتا ہے۔ قلب کے دوسرے معنی بھی ہیں اس معنی میں وہ ایک ایک لطیفہ ربانی روحانی ہے، اس لطیفہ کو قلب جسمانی سے تعلق یا لگاؤ ہوتا ہے، یہی لطیفہ ربانی حقیقت انسان ہے اسی کو ادراک علم و عرفان ہوتا ہے۔ یہی ہر خطاب کا مخاطب، عتاب کا معاتب، عقاب کا معاقب ہوتا ہے اور اس کا تعلق لحم صنوبری سے ویسا ہی ہے جیسا کہ عرض کا جسم سے، وصف کا موصوف سے، متمکن کا مکان سے، مستعمل آلہ کا آلہ سے، اسی قلب کو عرش اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے! اور سلوک میں اسی قلب کا تصفیہ مقصود ہے!

**شیوخ طریقت کا طریقہ اصلاح:**۔ تصفیہ قلب کے شیوخ طریقت اس سنت اللہ کو پیش نظر رکھنے کی تاکید کرتے ہیں کہ حکیم مطلق کی حکمت بالغہ کا اقتضاء یہ ہے کہ جس قدر انسان اسباب ظاہرہ دنیویہ میں گرفتار رہتا ہے اور مادیات محسوسہ کی طرف متوجہ رہتا ہے اسی قدر وہ آفات و آلام، پریشانی باطن، تردد خاطر و اضطراب نفس و غفلت میں مبتلا رہتا ہے اور جس قدر زیادہ پرورش بدن میں مصروف رہتا ہے، تن پروری و ظاہر آرائی میں منہمک ہوتا ہے، اسی قدر قلب کے احوال میں خرابی پیدا ہوتی ہے اور قوائے روحیہ میں ضعف نمودار ہوتا ہے اور قلب کی صفائی و نورانیت میں کمی پیدا ہوتی ہے اور کدورت و ظلمت میں زیادتی ہوتی ہے۔

بات یہ ہے کہ جاہل اپنی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا اور اسی گوشت و پوست کو اپنی ذات قرار دے لیتا ہے اور اپنے قلب کی بساطت و تجرد سے غافل ہوتا ہے اور تن پروری میں مشغول رہتا ہے اور نفس کے مرادات کو پورا کرنے میں مصروف رہتا ہے اور طبیعت کی خواہش کے مطابق مشتبہاتِ حسیہ کے حصول میں لگتا رہتا ہے اور زندگی کو جو سرمایہ آخرت ہے، دنیائے ناپائیدار کی طلب میں ضائع کر دیتا ہے، اور معاد کی حقیقت سے بالکل غافل رہتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ نفس کی حکم برداری میں لگ کر اس کو بالآخر تباہ کر دیتا ہے اور نفس اپنی حکمرانی سے اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اسی قسم کے جاہلوں کے متعلق کہا گیا ہے۔ ”فنتنم انفسکم و تربصتم و ارتبتم و غرتکم الامانی حتی جاء امر اللہ و غرکم باللہ الغرور“ تم نے اپنے نفس کو بچلا دیا اور راہ دیکھتے رہے اور دھوکے میں پڑے رہے اور بہک گئے اپنے خیالوں پر یہاں تک کہ آپہنچا حکم اللہ کا اور تم کو بہکا دیا اللہ کے نام سے اس دعا باز نے۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ فنتنم انفسکم ای بالشہوات واللذات و تربصتم ای بالتوبة و ارتبتم ای شککم حتی جاء امر اللہ ای الموت و غرکم باللہ الغرور“ اسی لیے تعجب کیا ہے حضور انور ﷺ نے اس شخص پر دار الخلوہ پر ایمان رکھتا ہے اور دار الغرور کے لئے کوشاں ہے۔ عجاکل العجب للمصدق بدار الخلود دھی یسعی لدار الغرور“۔

دنیا کی محبت سے بچنا:۔ تصفیہ قلب اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ حب دنیا قلب سے نہ نکلے دنیا بذاتہ مذموم نہیں کیونکہ مزرعہ آخرت ہے اور اس مقصد کے حصول کا وسیلہ ہے، دنیا سے محبت و تعلق مذموم ہے یہی معنی ہے اس قول نبوی ﷺ کہ ”حب الدنیا راس کل خطیئة“ دنیا میں اس امر کی صلاحیت ہے کہ انسان کو اعلیٰ علیین تک پہنچا دے یا اسفل السافلین تک گرا دے۔ جو شخص دنیا کو راہ دین کے آلہ کے طور پر استعمال کرتا ہے، اور محض حظوظ جسمانی کے استیفا پر اپنی ہمت کو موز نہیں کرتا، اور ”اذہبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا“ نیز ”ثم لتسلن یومئذ عن النعیم“ کی وعید پر نظر رکھتا ہے اور ”مما رزقناہم ینفقون“ پر عمل کرتا ہے وہ صورت کے لحاظ سے تو دنیا کا رہنے والا ہے لیکن اپنے قلبی تعلق کے لحاظ سے وہ ملاء اعلیٰ میں زندگی بسر کر رہا ہے، وہ خدا کیلئے زندہ ہے نہ کہ ہوئی کیلئے، دنیا اس کے واسطے صراط مستقیم پر گامزن ہونے کیلئے عظیم الشان معاون اور مددگار ثابت ہوتی ہے، اور لسان نبوت ﷺ سے اس کی تعریف یوں کی گئی ہے ”نعم المال الصالح للرجل الصالح“ صالح کا مال بھی کیسا اچھا مال ہے! بات اتنی ہے جو رومی نے کہی تھی۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن نے لباس و نقرہ و فرزندوزن

دنیا کی محبت اگر قلب میں نہ ہو، اس سے بے تعلقی قلب کا حال بن جائے اور حق تعالیٰ کی محبت اس کی جگہ لے لے اور وجہ اللہ سے لذت نظر حاصل ہونے لگے اور شوق لقا اس کے قلب میں پیدا ہو جائے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح باوجود ملک و مال کے وہ اپنے کو مسکین کہہ سکتا ہے اس نکتہ کی وضاحت رومی کی زبان سے سنو:

چیست دنیا از خدا غافل شدن	نے قماش و نقرہ و فرزندوزن
چونکہ مال و ملک را از دل براند	زاں سلیمان خویش رامسکین بخواند
ہر کہ از دیدار برخوردار شد	ایں جہاں در پیش او مردار شد
ایں جہاں واپس او بے حاصل اند	ہر دو اندر بیوفائی یک دل اند
مے نماید نورنار و نار نور!	ورنہ دنیا کہ بدی دار الغرور
بند بگسل باش آزاد اے پسر	چند باشی بندسیم و بندزر
یک دوروزچہ کہ دنیا ساعت ست	ہر کہ ترکش کرد اندر راحت است

معنى التبرك راحت گوش کن بعد ازاں جام بقا رانوش کن  
**ترک دنیا کا مطلب:**۔ ترک دنیا سے مراد دنیا کی محبت کا قلب سے منقطع ہو جانا ہے یہ نہ ہو تو کسی قسم کی ریاضت بھی مفید نہیں ہوتی، حضرت شیخ برہان الدین قدس سرہ اپنی تالیف ”ثمرات الحیات“ میں ایک مثال کے ذریعے اس مفہوم کو واضح کرتے ہیں: فرض کرو کہ ایک کنویں میں چوہا گرا اور مر گیا، پانی میں بدبو پیدا ہوگئی، کوئی شخص اگر چاہے کہ کنویں کے پانی کو پاک کرے تو اس کو چاہیے کہ سب سے پہلے اس چوہے کی لاش کو کنویں سے نکال لے اور پھر چند ڈول پانی کے کنویں سے نکال کر پھینک دے پانی پاک ہو جائے گا۔ سڑے ہوئے چوہے کو کنویں میں رکھ کر کنویں کا پانی کتنا بھی نکالا جائے، کنواں ناپاک ہی رہے گا اور بدبو باقی! اس طرح دنیا کی محبت قلب میں رکھ کر ساری ریاضت فضول ثابت ہوئی ہے! قلب کا جو مقصود ہوتا ہے وہی اس کا معبود ہوتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ ہر چہ دل بندت خداوندتست، و ہر چہ در بند آنی بندہ آنی! جب تک کہ قلب کے ورق کو نقوش پر آگندہ سے صاف نہیں کیا جاتا، جو حب دنیا کے اثرات ہیں، قلب کا تصفیہ ممکن نہیں۔

خاطرت کے رقم فیض پذیر دہیہات مگر از نقش پراگندہ ورق سادہ کنی  
**صحابہ کرام و تابعین عظام کا طرز عمل:**۔ تصفیہ قلب کیلئے علاوہ اور اعمال و اشغال کے موت ہا زم اللذات کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے اور حق تعالیٰ نے فرماں برداروں کے واسطے جو ثواب اور نافرمانوں کیلئے جو عذاب مقرر کیا ہے اس کو ہمیشہ ذہن میں متحضر رکھتے اور اس طرح ظاہری لذتوں کا شوق ان کے دل سے اٹھ جاتا تھا ہمیشہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے اور اس پر غور و تدبر کرتے اور وعظ اور جس حدیث سے دل نرم ہوتا ہے اس کو سنا کرتے تھے۔

### سائلین کیلئے ضروری ہدایات

قرآن کریم میں ذم دنیا کی جو آیتیں ہیں ان پر غور تصفیہ قلب کیلئے نہایت مفید ہے ہم چند آیات کا یہاں ذکر کرتے ہیں تاکہ سائلک ان پر غور کیا کرے اور اپنے قلب کو آئینہ ہمووم و غموم دنیوی، حب دنیا اور اندیشہ مالا یعنی سے پاک و صاف کر لے اور صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے طریقے سے اپنے سلوک کو طے کرے۔

**متاع دنیا قلیل:**۔ حق تعالیٰ نے متاع دنیا کو قلیل قرار دیا ہے اور آخرت کے متقیوں کیلئے خیر کے لفظ سے یاد کیا ہے! افسوس ہے کہ یہ قلیل و ذلیل، رب جلیل کے خیر کثیر کے سدراہ ہو جائے اور اس نمود بے بود سے اس بے بود کا دروازہ بند ہو جائے۔ ”قل متاع الدنیا قلیل والآخرۃ خیر لمن اتقى ولا تظلمون فنیلا“ (نساء ۷۷) کہہ کہ فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے پر ہیزگار کو اور تمہارا حق نہ رہے گا ایک تاگے کے برابر۔

**حیات دنیا لہو و لعب:**۔ حیات دنیا کو لہو و لعب قرار دیا گیا ہے اور در آخرت کو سرمایہ عیش و عشرت، اول الذکر ہوا پرستوں کا مقصود ہے اور ثانی الذکر حق پرستوں کا۔ ایک شخص ہے دوسرا خیر محض ”وما الحیوة الدنیا الا لعب و لہو وللد الاخرۃ خیر للذین یتقون“ (سورہ انعام ۳۲) اور نہیں ہے زندگی دنیا کی مگر کھیل اور جی بہلانا اور آخرت کا گھر بہتر ہے پر ہیزگاروں کے لئے۔

**مشغولیت دنیا کے دیگر اسباب:**۔ جس متاع دنیا کو قلیل کہا گیا ہے اور جس میں انہماک لہو و لعب قرار دیا گیا ہے جانتے ہو وہ کیا ہے یہی حب زن و فرزند، زروسیم کے انبار زرق برق سواریاں، کھیتیاں، چوپائے اور مویشی! اور ان سے تعلق خاطر:

”زین للناس حب الشهوات من النساء والبنین والقنطاری المقنطرة من الذهب والفضة والخیل المسومة والانعام و الحرث ذالک متاع الحیوة الدنیا واللہ عندہ حسن المآب“ (ال عمران ۱۴) فریفتہ کیا ہے لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے جیسے عورتیں اور بیٹے اور خزانے جمع کئے ہوئے سونے اور چاندی کے، گھوڑے نشان لگائے ہوئے اور مویشی اور کھیتی یہ فائدہ اٹھانا ہے



دنیا کی زندگی میں اور اللہ کے پاس ہے اچھا ٹھکانا۔

ترك شهوتها ست حورخانه و پردازی قصور  
در بهشت اہل دل حورو و قصور دیگر است  
ان شہوتوں اور لذتوں میں گرفتار ہو کر حق تعالیٰ کو جو فراموش کر دیتے ہیں، ان کو قیامت کے دن اسی طرح فراموش کر دیا جائے گا، جس طرح وہ آج یوم آخرت کو بھلائے ہوئے ہیں۔ اور لقائے رب سے بے پرواہ ہیں۔

”الذین اتخذوا دینہم لہواً ولعباً وغرتہم الحیوة الدنیا فالیوم نנסاہم کما نسوا لقاء یومہم ہذا“ (الاعراف: ۱۳)  
جنہوں نے ٹھہرایا اپنا دین تماشاً اور کھیل اور دھوکے میں ڈالا ان کو دنیا کی زندگی کے سوا آج ہم ان کو بھلا دیں گے جیسا انہوں نے بھلا دیا اس دن کے ملنے کو۔

ایسے شخص پر تعجب ہے:- اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کے بقاء کو جاننے کے باوجود دنیا ہی کے متاعِ قلیل کے حصول پر اپنی ہمت مرکوز کرتا ہے، اور آخرت کے خیر کثیر سے بے پروا ہو جاتا ہے اور سراب دنیا کی نمائش کو جان کر بھی اسی کے نظارہ سے خوش اور راضی رہتا ہے۔ ”ارضیتہم بالحوایة الدنیا من الاخرة فما متاع الحیوة الدنیا فی الاخرة الا قلیل“ (توبہ: ۶)  
کیا خوش ہوں گے دنیا کی زندگی پر آخرت کو چھوڑ کر سوچو کچھ نہیں نفع اٹھانا دنیا کی زندگی کا آخرت کے مقابلہ میں مگر بہت تھوڑا۔

دیدم این چشمہ ہستی کہ جہانش خوانند  
این قدر آب کزد دست تو اں شست نداشت  
قرآن مقدس میں دنیا کی مثال:- جانتے ہو کہ قرآن حکیم نے دنیا کی زندگی کو مثال کیا دی ہے؟ حیات دنیا گویا وہ پانی ہے جو آسمان سے برسا ہے، اور پھر اس سے زمین کا سبزہ رلا ملا نکلا، جب زمین نے اس پانی اور سبزے سے زیب و زینت حاصل کی، اور لوگوں کو گمان ہوا کہ یہ زمین ہمارے ہاتھ آگئی ناگاہ زمین آفریں آپہنچا، کسی دن یا کسی رات اور اس نے تمام زیب و زینت کا ایسا ضایا کر ڈالا گویا یہاں ایک تنکا بھی نہ اگا تھا! بے شک اسی طرح انسان کی زندگی ہے، خواہ کتنی ہی حسین و تروتازہ نظر آئے اور بے وقوف لوگ اس کی رونق و دلربائی پر مفتون و فریفتہ ہو کر اصل حقیقت کو فراموش کر دیں، لیکن اس کی یہ شادابی اور زینت و بہجت چند ہی روز ہے اور بہت جلد زوال و فنا کے ہاتھوں نسیاً منسیاً ہو جائے گی۔ دریں چمن کہ بہار و خزاں ہم آغوش است  
زمانہ جام بدست و جنازہ بردوش است  
”انما مثل الحیوة الدنیا کما انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض مما یا کل الناس والا نعام حتی اذا اخذت الارض زخرفها وازینت وظن اهلها انہم قادرون علیہا اتہا امرنا لیلاً ونہاراً فجعلنا حصیداً کان لم تغن با لامس کذالک نفصل الایة لقوم یتفکرون“ (یونس: ۲۴) دنیا کی زندگی کی وہی مثل ہے جیسے ہم نے پانی اتارا آسمان سے پھر رلا ملا نکالا اس سے سبزہ زمین کا جو کہ کھائیں آدمی اور جانور یہاں تک کہ جب پکڑ لی زمین نے رونق اور مزین ہو گئی اور خیال کیا زمین والوں نے کہ یہ ہمارے ہاتھ لگے گی ناگاہ پہنچا اس پر ہمارا حکم رات کو یا دن کو پھر کر ڈالا اس کو کاٹ کر ڈھیر گویا کل یہاں نہ تھی آبادی اسی طرح ہم کھول کر بیان کرتے ہیں نشانیوں کو ان لوگوں کے سامنے جو غور کرتے ہیں۔

نہایت افسوس کا مقام.....! دنیوی زندگی کی اس حقیقت سے واقف ہو کر بھی اگر ہم اس سے خوش و راضی ہوں اور اس سراب کے نظارہ میں رہ کر لذت آب و آخرت کی نعمتوں سے محروم ہو جائیں تو ہم پر افسوس ہے۔

دنیا چہ برائے ما حباب است  
یا غرفہ دود یا سراب است

آن کس کہ چنیس نہ دید اورا  
در فکر ہمیشہ دل کباب است

”و فرحو بالحویة الدنیا وما الحیوة الدنیا فی الاخرة الامتاع“ (رعد: ۲۶) اور فریفتہ ہیں دنیا کی زندگی پر اور دنیا کی زندگی کچھ

نہیں آخرت کے آگے مگر متاع حقیر۔

**دنیا آخرت کی کھیتی:**۔ یہ دنیا آخرت کا مزرعہ ہے، یہاں جو کچھ بویا جاتا ہے وہاں کاٹا جاتا ہے جو اس خاکدان میں راسخ الایمان رہے گا اس کو آخرت میں بھی ثبات و ایقان حاصل ہوگا اور جو اس کہنہ رباط میں تہی دست رہا عمل و ایمان کے اعتبار سے آخرت میں بھی سراسیمہ و پریشان رہے گا۔ پاک شوٹا زابل دیں گر گردی آں چناں باش تا چنیں گردی

”یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوة الدنیا و فی الاخرة ویضلل اللہ الظالمین ویفعل اللہ ما یشاء (ابراہیم: ۱۷) مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور راہ بھلا دیتا ہے، اللہ بے انصافوں کو اور کرتا ہے اللہ جو چاہے۔

**طمع دنیا کی ممانعت:**۔ متاع دنیوی پر نظر کرنے اور اس کی طمع کرنے سے پیغمبر ﷺ کو بھی منع کیا گیا ہے دوسروں کی کیا مجال ہے کہ نگارخانہ دنیا کا نظارہ کرے اور اس کی تمنا میں رہے۔ یہ چند روزہ بہار ہے جس کے ذریعہ امتحان مقصود ہے۔

ہمہ اندر زمن بتو ایس است کہ تو طفلی وخامہ رنگین است

”ولا تمدن عینیک الاما متعنا به ازواجاً منهم زهرة الحیوة الدنیا لفتنتهم فیہ ورزق رب خیر وابقی“ (طہ: ۱۳۱) اور مت پسرا اپنی آنکھیں اس چیز پر جو فائدہ اٹھانے کو دی ہم نے ان طرح طرح کے لوگوں کو رونق دنیا کی زندگی کی ان کو چاہئے کہ اور تیرے رب کی دی ہوئی روزی بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی۔

آج جو کچھ ہمارے ہاتھ میں ہے وہی اس حیات دنیوی کا سرمایہ ہے اور ہم اپنے جہل کی وجہ سے اس کے رنگ و بو پر فدا ہیں اور جو کچھ حق تعالیٰ کے ہاں ہے اور خیر واقعی ہے اپنی غفلت کی وجہ سے ہم اس سے بیزار ہیں! یہ ہے ہماری سمجھ جس پر رونا چاہیے اور یہ ہے ہماری دید و داد دید جس پر ہمیں آنسو بہانا چاہیے۔ دلاتا کے دریں زنداں فریب آیں و آں بینی یکے زبیں راہ ظلمانی بروں شو تا جہاں مینی

”وما اوتیتہم من شی فمتاع الحیوة الدنیا و زینتہا وما عند اللہ خیر وابقی“ (قصص: ۶۰)

اور جو تم کو ملی ہے کوئی چیز سو فائدہ اٹھالینا ہے دنیا کی زندگی میں اور یہاں کی رونق ہے اور جو اللہ کے پاس ہے سو بہتر ہے اور باقی رہنے والا۔

**آخرت فراموش احمق:**۔ آخرت فراموش احمق دنیا کے فوت ہو جانے پر فانسوس کرتے ہیں اور جب ان کی نظر کسی دولت مند پر پڑتی ہے تو خواہش کرتے ہیں کہ کاش یہ جاہ حشم ہمیں نصیب ہوتا اور عقیسی دوست عاقل ثواب آخرت پر اپنی نظر جماتے ہیں اور دنیا و ما فیہا کو آخرت کے مقابلہ میں ناچیز محض قرار دیتے ہیں۔ ع۔

بیبیں تفاوت را از کجاست تا بہ کجا

”قال الذین یریدون الحیوة الدنیا یلیت لنا مثل ما اوتی قارون انه لذو حظ عظیم وقال الذین اتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن امن وعمل صالحاً ولا یلقھا الا الصابرون“ (قصص: ۷۹-۸۰)

کہنے لگے جو لوگ طالب تھے دنیا کی زندگی کے اے کاش! ہم کو ملے جیسا کچھ ملا ہے قارون کو بے شک اس کی بڑی قسمت ہے اور بولے جن کو ملی تھی سمجھ اے خرابی تمہاری اللہ کا دیا ثواب بہتر ہے ان کے واسطے جو یقین لائے اور کام کیا بھلا اور یہ بات انہی کے دل میں پڑتی ہے جو صبر سے رہنے والے ہیں۔

**طالب دنیا کی زجر و توبخ:**۔ حیات دنیا پر لوہو و لعب کا اطلاق قرآن کریم میں متعدد جگہ کیا گیا ہے اور جو لوگ اس کو حیات آخرت پر مقدم سمجھتے ہیں ان کی زجر و توبخ بے شمار مقامات پر کی گئی ہے، یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ دنیا بچہ اطفال ہے اور آخرت ہر خیر اندیش کا سرمایہ۔

وما ہذہ الحیوة الدنیا الا لہو و لعب وان الدار الاخرة لہی الحیوان، لوکانوا یعلمون (عنکبوت: ۶۴) یہ دنیا کا جینا تو بس جی بھلانا اور کھیلنا ہے اور پچھلا گھر جو ہے سو ہیں ہے زندہ رہنا اور اگر ان کو سمجھ ہوتی۔ ”انما الحیوة الدنیا لعب ولہو وان تو منوا وانتقوا